فتاویٰ امجدیہ

جلد سوم چہارم

تصنیف

صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی صاحب اعظمی قدس سرہ العزیز

باہتمام

قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی خطیب نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی

دار العلوم امجدیہ

مکتبہ رضویہ

آرام باغ روڈ کراچی

العلم خزائن ومفاتيحها السؤال

فتاویٰ امجدیہ

(جلد سوم)

تصنیف

صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی صاحب اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان

(مصنف بہار شریعت)

تعلیق:۔ حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی۔ ترتیب:۔ حضرت مولانا عبد المنان صاحب کلیمی

باھتمام

قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی بن حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ

ناشر

دار العلوم امجدیہ ☆ مکتبہ رضویہ

آرام باغ روڈ، کراچی نمبر ۱۔

فون۔ ۲۱۷۸۸۹ ☆ ۲۱۶۴۶۴

کتاب ـــــــــــ فتاویٰ امجدیہ (جلد سوم)

تصنیف ـــــــــــ صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی

تعلیق ـــــــــــ حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی

ترتیب ـــــــــــ حضرت مولانا عبد المنان کلیمی

پروف ریڈنگ ـــــــــــ مولوی قمر الہدیٰ
نور عالم
مبشر رضا

بار اول ـــــــــــ سنہ ۱۴۱۷ھ / سنہ ۱۹۹۷ء

تعداد ـــــــــــ ایک ہزار

طباعت ـــــــــــ فرید آرٹ پریس کراچی

ناشر ـــــــــــ دار العلوم امجدیہ، امام باغ روڈ، کراچی

قیمت ـــــــــــ

ملنے کے پتے

(۱) ـــــ مکتبہ نوریہ رضویہ، گلبرگ اے، فیصل آباد

(۲) ـــــ شبیر برادرز، ۴۰ - اردو بازار - لاہور

(۳) ـــــ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور

ہم اپنی اس عظیم اشاعتی خدمت کو بطور

نذرانۂ عقیدت

اس ذاتِ گرامی کی بارگاہ اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں جنکو دنیائے علم وسنیت

عمدۃ المتکلمین ممتاز الفقہاء محدثِ کبیر فاتحِ افریقہ جانشین حضور صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری مدظلہ العالی مہتمم جامعہ امجدیہ رضویہ مدینۃ العلماء گھوسی، ضلع مئو (یوپی) الہند (۲۷۵۳۰۴) کی حیثیت سے یاد کرتی ہے۔ اور ....

.... جن کے فیوض و برکات سے آج ہزاروں تشنگانِ علم سیراب ہو رہے ہیں اور اپنی منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

علاء المصطفیٰ قادری ——— آلِ مصطفیٰ مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

تقریظ جلیل

محدث کبیر ممتاز الفقہاء علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری بانی معہ جامعۃ امجدیہ

و شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور

"فتاوی رضویہ" کے بعد "فتاوی امجدیہ" سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ بالعموم فتاویٰ کی کتابیں معتمد متون و شروح کے بعد شمار میں آتی ہیں۔ لیکن فتاویٰ رضویہ" کے بارے میں اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروح معتمدہ میں شمار ہونے کی امید ظاہر فرمائی اور ویسا ہی ہوا اسی طرح دریائے رضویہ سے جاری ہونے والی ایک عظیم نہر فتاویٰ امجدیہ" کیلئے یہی اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ سوالات مستفتی کے جوابات ہونے کی بنار پر "فتاویٰ رضویہ" وغیرہ کو فتاویٰ کہا جاتا ہے ورنہ ابحاث اور تنقیح و ترجیح کے عمل کے پیش نظر شروح ہی کے زمرہ میں ان کا شمار ہونا ضروری ہے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت کے عہد مبارک میں افتار کا کام بحسن و خوبی انجام دیتے تھے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت نے انھیں تفقہ کی امتیازی سند عطا فرمائی اور منصب قضاء پر فائز کیا۔ مگر حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰحضرت کے عہد مبارک کے اپنے فتاویٰ کی نقول جمع فرمانے کیلئے آپ کے کمال ادب کی بنار پر اعراض فرمایا۔ اعلیٰحضرت کی وفات شریف کے بعد، ربیع الاول ۱۳۴۰ھ سے آپ نے اپنے فتاویٰ کے جمع کرنے کا اہتمام برتا نقول فتاویٰ کی ایک جلد آپ کی حیات ہی میں کہیں ضائع ہو گئی تھی، اگر آج وہ فتاویٰ جن پر اعلیٰحضرت نے تصدیق یا نظر ثانی فرمائی تھی۔ اور ضائع شدہ جلد کے مواد موجود ہوتے تو آج فتاویٰ امجدیہ کی ایک اور شان ہوتی۔

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تدریس کا کام بہت ہی اخلاص و دیانت اور کامل توجہ سے انجام دیتے تھے۔ علمائے راسخین کی صفیں پیدا کرنا آپ ہی کا خاصہ تھا اور معتمد علمائے راسخین کی فوج آپ ہی کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ یہ راہ عمل اس قدر سنگلاخ اور حوصلہ شکن ہے کہ آج کل ہزاروں درسگاہوں کے ہوتے ہوئے بھی صدر الشریعہ کے حاشیہ بردار کی ایک نظیر بھی پیدا نہ ہو سکی

ساتھ ہی ساتھ اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معتمد خاص اور صاحب فکر و تدبیر ہونے کی وجہ سے آپ پر امور مہمہ کی ذمہ داریوں کا بوجھ جملہ معاصرین سے زائد تھا۔ اس کے باوجود بھی آپ کے علمی معمولات میں فرق نہ پڑتا۔ اسی لئے حضرت مولانا امجد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ صدر الشریعہ کاموں کی مشین ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ اپنے معمولات میں ذکر و فکر نیز اشغال ارباب طریقت کو بھی شامل رکھتے تھے اصلاح عوام کی طرف بھی متوجہ رہتے تھے۔ مسائل شرعیہ پر عمل یا تبلیغ کرنے میں کبھی کسی خطرہ کی پرواہ نہ کرتے جس کی وجہ سے عوام و خواص سب پر آپکی ہیبت طاری رہتی۔ آپ کی سادگی سے رعب شاہی جھلکتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے بعد جملہ معاصرین میں آپ کی عبقری شخصیت کو مرکزیت حاصل تھی۔

آپ مستند طبیب حاذق صاحب دست شفا تھے۔ مختصر عرصہ تک مطب کیا پھر دینی امور کے ہجوم کے سبب مطب چھوڑ دیا۔ گھر کے مریضوں کی تشخیص کا موقعہ بھی نہ ملتا تھا۔ مگر جب کوئی مریض علاج سے تنگ آجاتا تو زبانی طور پر دو تین پیسوں سے تیار ہونیوالا نسخہ بتا دیتے اور بفضلہ تعالیٰ اسی سے شفا ہو جاتی ۔۔ میں جب یہ سوچتا ہوں کہ گوناگوں ذمہ داریوں اور کثرت مشاغل کے بعد آپ کو فتویٰ نویسی کا موقعہ ہی کب ملتا ہوگا اور "فتاویٰ امجدیہ" کا مطالعہ کرنے کے بعد میری حیرت کی انتہا نہیں رہتی کہ اس قدر تفقہ خیز، بصیرت انگیز، فتاویٰ مدت العمر محنت و جانفشانی کے بعد بھی آسانی سے نہیں لکھے جا سکتے ۔۔ اس لئے یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ کی صلاحیتیں خداداد تھیں۔ اور دینی خدمات میں بے مثال کامیابی بھی ایک عطیۂ الٰہی تھا۔ پھر اعلیٰحضرت کی توجہ خاص نے آپ کو آپ کے معاصرین میں علم و فضل کا گوہر یکتا بنا دیا۔

اس وقت بحمدہ تعالیٰ فتاویٰ امجدیہ" کی جلد ثالث آپ کے ہاتھوں میں پہونچنے والی ہے ۔ ہمیں اس پر بے پناہ مسرت ہے ۔ اپنے عنفوان شباب میں "فتاویٰ امجدیہ" اور حواشی طحاوی شریف پر کام شروع کیا تھا لیکن درس گاہی ذمہ داریوں اور جلسوں کی کثرت کی وجہ سے تسلسل نہ رہا ۔ اور جو کچھ کیا تھا وہ بھی ضائع ہوگیا ۔ انحطاط عمر کے ساتھ اب سفر کی مقدار بھی بڑھتی جارہی ہے، اس لئے یہ ذمہ داری فاضل نوجوان مولانا آل مصطفیٰ صاحب کو سونپ دی گئی ۔ بفضلہ تعالیٰ پوری عرق ریزی کے ساتھ انھوں نے اپنی ذمہ داری نبھائی ۔ رب قدیر انھیں سعادات دارین سے نوازے ۔

کتاب کی تصحیح و تہذیب میں پوری احتیاط برتی گئی ہے پھر بھی اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو اسے ہماری کوتاہی قرار دیں حضور صدر الشریعہ کی شخصیت اس سے پاک ہے ۔

ضیاء المصطفیٰ قادری عفی عنہ

۷ر شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام

فقیہ عصر شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی
سرپرست مجلس شرعی و صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارکپور

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ وعلیٰ آلہ وصحبہ

فتاویٰ امجدیہ کی دو جلدیں اس سے پہلے شائع ہو چکی ہیں پہلی جلد جولائی ۱۹۷۹ء میں چھپی اور دوسری جلد تین سال نو مہینے کے بعد اپریل ۱۹۸۳ء میں چھپی۔ اللہ کا شکر ہے کہ دونوں جلدیں چھپتے ہی ہاتھوں ہاتھ نکل گئیں۔ بلکہ یہ دونوں جلدیں پاکستان میں بھی چھپیں اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئیں یہ دونوں جلدیں جناب مولانا مفتی عبدالمنان صاحب کلیمی زید مجدہم مفتی شہر مراد آباد کی خواہش پر میری نظر ثانی اور تعلیق کے ساتھ چھپیں پہلی جلد کی طباعت واشاعت کا سہرا بھی مفتی صاحب موصوف ہی کے سر ہے۔ البتہ دوسری جلد کی طباعت جناب مولانا علامہ المصطفیٰ صاحب ناظم جامعہ امجدیہ گھوسی کی مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے اور اب بارہ سال آٹھ مہینے کے بعد تیسری جلد پریس جارہی ہے اس تاخیر کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ مسودہ پر نظر ثانی کرنے والا کوئی نہیں ملتا تھا میں نزہۃ القاری کی تالیف میں پھنس گیا تھا لیکن ادھر آکر جناب مولانا مفتی آل مصطفیٰ صاحب مفتی و مدرس جامعہ امجدیہ گھوسی کو مجبور کیا گیا کہ وہ اس پر نظر ثانی کریں اور جہاں مناسب سمجھیں حواشی لکھ دیں ان حواشی میں سے کچھ کو میں نے سن لیا ہے اور کچھ کو محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے دیکھ لیا ہے۔ بہر حال کسی نہ کسی طرح

تیسری جلد پریس جارہی ہے حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کے مختصر مگر جامع احوال پہلی جلد کے شروع میں درج ہیں اور اب امسال ماہنامہ اشرفیہ نے حضرت پر بہت ضخیم نمبر شائع کردیا ہے جس میں حضرت سے متعلق بہت سی اہم باتیں آچکی ہیں اگرچہ ابھی بہت کچھ باقی ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ کی شخصیت ایسی جامع تھی کہ اس پر جتنا بھی لکھا جائے پھر بھی باقی ہی رہ جائے گا

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار گل چین بہار تو ز داماں گلہ دارد

مجھے پینے دے پینے دے کہ تیرے جام لعلیں میں ٭ ابھی کچھ اور ہے کچھ اور ہے کچھ اور باقی

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے بلا واسطہ اکتساب فیض کرنے والوں میں حضرت صدر الشریعہ کا درجہ سب سے آگے ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جب یہ ضرورت محسوس کی کہ پورے ہندوستان کا کوئی قاضی مقرر کیا جائے۔ تو نظر انتخاب حضرت صدر الشریعہ پر پڑی اور انھیں کو پورے ملک کا قاضی بنایا[1]۔ علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت نے خود آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ آپ یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائیے گا[2]۔ نیز اہم موقعوں پر آپ کو مخالفین سے مناظرہ کرنے کیلئے بھیجا کرتے تھے۔ رنگون سے اطلاع آئی کہ دیوبندی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی رنگون آئے ہوئے ہیں ان کی تقریریں ہو رہی ہیں۔ استدعا کی گئی تھی کہ ان سے مناظرہ کرنے کیلئے کسی کو بھیجئے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے حضرت صدر الشریعہ کو بھیجا۔ آپ کا علمی رعب تھانوی صاحب پر اتنا تھا کہ حضرت صدر الشریعہ کی آمد کی خبر سنتے ہی تھانوی صاحب رنگون سے کلکتہ چلے آئے اور جب حضرت صدر الشریعہ رنگون سے کلکتہ آئے تو یہ اپنے وطن تھانہ بھون واپس ہو گئے کفی اللہ المومنین القتال۔

ہندوستان میں جب خلافت کمیٹی کا بھوت ہر مسلمان پر سوار تھا اور خلافت کمیٹی کے تمام لیڈر مسٹر گاندھی کے بندۂ بے دام بنے ہوئے تھے۔ خلافت کمیٹی کے لیڈر اتنے اندھے

---

[1] ماہنامہ استقامت مفتی اعظم نمبر مضمون حضرت برہان الملت۔ [2] الملفوظ حصہ اول ص ۹۳

بہرے ہو گئے تھے کہ گاندھی کو مذکر من اللہ اور نبی بالقوہ تک کہہ دیا حتی کہ فرنگی محل کے بقیۃ السلف جناب مولانا عبد الباری صاحب نے گاندھی کے بارے میں کہہ دیا کہ میرا حال تو اس شعر کے مطابق ہے

عمرے کہ بآیات و احادیث گذشت رفتی و نثار بت پرستی کردی

صرف ایک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ذات تھی جو ان فتنوں پر دار و گیر کر رہی تھی۔

خلافت کمیٹی کے ارباب حل و عقد نے بریلی میں خلافت کمیٹی کا بہت بڑا جلسہ رکھا اور حضرت مولانا سید سلیمان اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پروفیسر دینیات علی گڑھ یونیورسٹی کو بھی مدعو کیا حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب پہلے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلسہ میں شرکت کی اجازت طلب کی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ضرور جائیے اور ساتھ میں مولوی امجد علی صاحب و مولوی نعیم الدین اور مولوی برہان الحق وغیرہ کو بھی لیتے جائیے۔ اس موقع پر حضرت صدر الشریعہ نے ستر سوالات مرتب فرمائے تھے۔ ان سوالات کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ دینی بصیرت تامہ رکھنے کے ساتھ ساتھ سیاسی معلومات بھی کم نہیں تھیں۔ آپ بھی ایک سوال سن لیجئے۔

مسٹر ابو الکلام آزاد سے پوچھا گیا تھا کہ اگر آپ لوگوں کو سوراج مل جائے گا تو آپ تنہا اپنی حکومت بنائیں گے! یا اپنے ہندو بھائیوں کو لیکر بنائیں گے؟ تنہا آپ کی حکومت آپکے ہندو بھائی کب گوارہ کریں گے' لامحالہ حکومت مخلوط ہوگی اور فیصلہ ووٹ پر ہوگا اکثریت ان کی ہے لہٰذا وہ جو چاہیں گے کریں گے۔ احکام کفر کا نفاذ کریں گے اور آپ کچھ نہ کرپائیں گے یا یہ کہ آپ ایسا کریں گے کہ ہندوستان کا بٹوارہ کرائیں گے اقل قلیل آپکا اور اکثر حصہ ان کا۔ جو اقل قلیل آپ کا ہوگا اس کے بارے میں بس ابھی کچھ نہیں کہتا۔ وقت آئے گا تو آپ بھی دیکھیں گے دنیا بھی دیکھے گی۔ اور جو اکثر ان کا ہوگا وہاں احکام کفر آپ کی مرضی سے جاری کئے جائیں گے۔ کیونکہ آپنے اپنی مرضی سے ان کو دیا ہے۔ پھر وہاں مسلمانوں کا کیا حال ہوگا؟ اس کا ذمہ دار کون ہوگا؟

ناظرین غور کریں۔ آج ہندوستان پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس متن کی شرح نہیں ہے؟ یہ سوالات جب مسٹر ابو الکلام کو دیئے گئے تو ان کے ہوش گم ہو گئے ان کو پڑھنے کے بعد جاتے جاتے یہ کہہ گئے کہ ہم ایسی غلطی کیوں کرتے ہیں جس پر اعتراض کا موقع ملے۔

مچھلی بازار کانپور کی مسجد کا ہنگامہ رونما ہوا مسٹن روڈ کو سیدھی اور وسیع کرنے کے لئے مندر کو بچا کر مسجد کو ڈھانے کا حکم حکومت نے دیدیا۔ مسلمانوں نے مزاحمت کی تو ان پر گولیاں برسا کر منتشر کر دیا گیا۔ لیکن جب پورے ملک کے مسلمان کفن بردوش ہو کر میدان میں آنے کیلئے تیار ہو گئے تو حکومت نے معاملہ ثالث کے سپرد کیا مولانا عبدالباری صاحب لکھنوی ثالث بنائے گئے انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ نیچے سڑک رہے اور گورنمنٹ اوپر چھت ڈال دے۔ اس پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے "ابانۃ التواری فی مصالحۃ عبدالباری" لکھا جس میں دلائل شرعیہ سے ثابت فرمایا کہ یہ فیصلہ شریعت کے خلاف ہے جو جگہ مسجد ہو گئی تحت الثری سے لیکر بیت المعمور تک مسجد ہے۔

اور حضرت صدرالشریعہ نے ان کی مصالحت کے رد میں " قامع الواہیات لجامع الجزئیات" تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ اس حصہ میں مطبوع ہے۔ ناظرین مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ صدرالشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کتنی دقیق اور معلومات کتنی وسیع اور گرفت کتنی سخت ہے۔ اس وقت سوانح لکھنا مقصود نہیں۔ حضرت صدرالشریعہ کے تبحر علمی کا تھوڑا سا جلوہ دکھانا مقصود ہے۔ فتاویٰ کی جلدیں آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔ پڑھ کر آپ خود میرے حرف حرف کی تصدیق کریں گے۔ مجھے اس بات کی بے حد خوشی ہے کہ میرے مرشد برحق حضرت صدرالشریعہ کے فتاویٰ کی تیسری جلد شائع ہو رہی ہے حضرت کے جتنے فتاویٰ رجسٹر میں درج تھے سب میں نے حرف بہ حرف پڑھ کر حضرت کو سنایا ہے اور حضرت کے فرمان کے مطابق ہر مسئلہ پر کتاب و باب لکھ دیا تھا۔ اب اسے بڑی عرق ریزی سے اور جانفشانی سے جناب

مولانا مفتی آل مصطفیٰ سلمہ چھپوار ہے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ عزیز سعید جناب مولانا علاءالمصطفیٰ صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ امجدیہ کے لئے بھی دعاگو ہوں کہ اصل میں یہ سب کچھ انھیں کی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ میری دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل ان دونوں عزیزوں کو دارین میں اسکا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

ضروری تصحیح

۱:۔ فتاویٰ امجدیہ کے صفحہ ۴ پر تعلیق میں مکوک کی مقدار فتاویٰ رضویہ جلد اول کے حوالے سے ڈیڑھ صاع لکھی ہوئی ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ایک قول یہی ہے اور یہی پہلے ہے مگر چند سطر بعد یہ ہے کہ راجح یہ ہے کہ یہاں مکوک سے مُد مراد ہے۔ جیساکہ خود انھیں کی دیگر روایات میں تصریح ہے۔ اور مُد چوتھائی صاع کو کہتے ہیں جیساکہ خود فتاویٰ رضویہ میں اس مسئلہ کے شروع میں ہے۔ "صاع ایک پیمانہ ہے چار مُد کا" ۔۔۔ ناظرین اس کی تصحیح کرلیں۔

۲:۔ فتاویٰ امجدیہ جلد اول ۸۵ پر یہ مسئلہ مذکور ہے۔ "عورتوں کو بھی سجدہ میں پاؤں کی انگلیاں لگانا چاہیئے، اس حکم میں عورتوں کا استثنار میری نظر سے نہیں گذرا ہے"۔ یہ صحیح ہے کہ صراحۃً عورتوں کا استثنار کہیں مذکور نہیں۔ لیکن عورتوں کے سجدہ کی جو خصوصیتیں ذکر کی گئی ہیں ان سے ان کا استثنار ظاہر ہے۔ بہار شریعت حصہ سوم ۸۳ پر ہے۔ "عورت سمٹ کر سجدہ کرے یعنی بازو کروٹوں سے ملائے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے، عالمگیری وغیرہ"۔

جب عورت کیلئے ضروری ہوا کہ سجدے میں پنڈلیاں زمین سے ملائے تو پھر یہ ممکن نہیں کہ اس کے انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگیں اور ان کا رخ قبلہ کی جانب ہو۔ کیونکہ اس کے لئے ضروری ہوگا کہ دونوں پاؤں کھڑا کرے۔ اور دونوں پاؤں کھڑا کرنے کے بعد پنڈلیاں زمین سے لگی ہوئی نہیں رہیں گی۔ اس لئے اس مسئلہ سے ظاہر ہوگیا کہ عورتیں حکم مذکور سے مستثنیٰ ہیں۔

محمد شریف الحق امجدی
۱۲ رجب ۱۶ھ
۶ دسمبر ۱۹۹۵ء

تقدیم

حضرت مولانا آل مصطفٰی صاحب مصباحی

استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

باسمہٖ تعالٰی وحدہٗ

چودھویں صدی ہجری کے نصف اخیر کے بعد ارباب فکر وفن اور اصحاب علم وقلم نے جب بھی مدینۃ العلماء گھوسی کی علمی وفنی قدروں کا جائزہ لیا ہے۔ تو فقیہہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ایک متبحر عالم اور عدیم المثال فقیہہ کی حیثیت سے ضرور ابھر کر سامنے آئی ہے ــ یوں ـ تو ان کے صحیفۂ حیات کے تمامتر ابواب تاریخی حیثیت کے حامل ہیں۔ لیکن ـ ان کا باب تفقہ تاریخی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اندر ایسی غیر معمولی کشش اور ندرت رکھتا ہے، جسے دیکھ کر ارباب علم ونظر حیران وششدر رہ جاتے ہیں اور انھیں یقین کرنا پڑتا ہے کہ وہ یقیناً "فقیہہ اعظم ہند" ــ اور ــ "صدر الشریعہ" تھے ــ

ماضی قریب میں دبستانِ فقہ کے جن اساطین نے فقہ حنفی کی ترویج واشاعت میں گرانقدر کارنامہ انجام دیا ہے ــ بلکہ یوں کہہ لیجئے ـ کہ ـ برصغیر میں قصر فقہ کے در ودیوار کو قائم ومستحکم رکھنے میں جن شخصیتوں نے اہم رول ادا کیا ہے، ان میں مجدد دین وملت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد انھیں کی بارگاہ علم وفن کے تربیت یافتہ "فقیہہ اعظم ہند" علامہ حکیم امجد علی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست نظر آتا ہے ــ نہ صرف برصغیر ہند وپاک بلکہ تقریبًا پورے عالم اسلام میں ان کی ناقابل فراموش فقہی یادگار

کو تحسین کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور پورے اعتماد کے ساتھ اسے پڑھا جاتا اور اس سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

حضرت صدرالشریعہ کی فقاہت کو سمجھنے کے لئے اس بات کی وضاحت مناسب سمجھتا ہوں ۔کہ ۔ فقہ کس چیز کا نام ہے؟ اور ایک فقیہہ کے لئے کس اتقان واستحضار، علمی وفنی استعداد ومہارت ۔ اور ۔ وسیع النظری وژرف نگاہی کی ضرورت پڑتی ہے ۔تاکہ اس کی روشنی میں حضرت صدرالشریعہ کی فقاہت کو سمجھا جا سکے اس تعلق سے اپنوں اور غیروں کے مسلّم فقیہہ مجدد دین وملت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے الفاظ میں فقہ کی جامع تشریح ملاحظہ فرمایئے ۔ آپ اپنے رسالہ" ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبدالباری" میں رقم فرماتے ہیں:۔

> "فقہ یہ نہیں کہ کسی جزیہ کے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے یوں تو ہر اعرابی ہر بدوی فقیہہ ہوتا کہ ان کی مادری زبان عربی ہے بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ وضوابط محررہ ووجوہ تکلم وطرق تفاہم وتنقیح مناط ولحاظ انضباط ومواضع یسر واحتیاط وتجنب تفریط وافراط وفرق روایات ظاہرہ ونادرہ وتمیز درایات غامضہ وظاہرہ ومنطوق ومفہوم وصریح ومحتمل وقول بعض وجمہور ومرسل ومعلل ووزن الفاظ مفتین وسیر مراتب ناقلین وعرف عام وخاص وعادات بلاد واشخاص وحال زمان ومکان واحوال رعایا وسلطان وحفظ مصالح دین ودفع مفاسد مفسدین وعلم وجوہ تخریج واسباب ترجیح ومناہج توفیق ومدارک تطبیق ومسالک تخصیص ومناسک تقیید ومشارع قیود وشوارع مقصود وجمع کلام ونقد مرام وفہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام واطلاع عام ونظر دقیق وفکر عمیق وطول خدمت علم وممارست فن وتیقظ وافی وذہن صافی معتاد تحقیق مؤید بتوفیق کا کام ہے اور حقیقتاً وہ نہیں مگر ایک نور کہ رب عزوجل بمحض کرم اپنے بندہ کے

قلب میں القا فرماتا ہے وما یلقٰھا الا الذین صبروا وما یلقٰھا الا ذو حظ عظیم“ [1]

فقہ و افتاء کے اصول کی روشنی میں اگر مذکورہ بالا اقتباس کی توضیح و تشریح کی جائے تو ایک طویل مقالہ تیار ہو جائے گا۔ مختصر یہ کہ علم فقہ اپنے اندر بے پناہ گہرائی و گیرائی اور وسعت و جامعیت رکھتا ہے۔ ہر کس و ناکس کا کام نہیں کہ وہ فقیہ بن جائے ــــ فقیہ ہونے کے لئے مذکورہ بالا تیئس بنیادی امور سے کما حقہٗ واقفیت ضروری ہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ یہ اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے ہے۔ اللہ عزوجل جس بندہ پر اپنا خاص فضل فرماتا ہے، اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ارشاد ہوا۔ من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین۔ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔

ایک طرف امام اہلسنت کا مذکورہ بالا اقتباس سامنے رکھئے۔ دوسری طرف حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی فقاہت کے تعلق سے مجدد موصوف کا یہ ارشاد و تاثر بھی ملاحظہ فرمائیے

> ”آپ یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے، وہ مولوی امجد علی میں زیادہ پائیے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتاء سنایا کرتے ہیں اور جو جواب دیتا ہوں، لکھتے ہیں۔ طبیعت اخاذ ہے۔ طرز سے واقفیت ہو چلی ہے ــ“ [2]

نکتہ رس اہل علم اگر فقہی و اصولی رخ سے ان دونوں اقتباسات پر غور و فکر فرمائیں تو حضرت صدر الشریعہ کی فقہی بصیرت کا بھرپور اندازہ کر سکتے ہیں۔ یہیں تک محدود نہیں ــ بلکہ مجدد اعظم کا موصوف کو منصب قضا پر مامور فرمانا اور آپ کے فیصلے کو ایک قاضی اسلام کے فیصلے کی حیثیت دینا اس پر مستزاد ہے ــ ہزارہا دینی مشغولیات کے باوجود سترہ جلدوں پر مشتمل (فقہی انسائیکلوپیڈیا) بہار شریعت، کم و بیش ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل مجموعۂ فتاویٰ

---

[1] ابانتہ المتواری ص ۱۴۔ [2] الملفوظ حصہ اول ص ۹۳۔

فتاوی امجدیہ"۔ مسجد کانپور سے متعلق عربی رسالہ "قامع الواہیات من جامع الجزئیات"تحریک خلافت اور ترک موالات کے موضوع پر" اتمام حجت تامہ" وغیرہا کتب و رسائل ان کے تبحر علمی" وسعت نظری اور فقہی مہارت و ممارست پر شاہد عدل ہیں۔

موصوف کے دیگر علمی و دینی کارنامے بھی بڑی تفصیل کے طالب ہیں۔ اختصار کے ساتھ یوں سمجھئے کہ۔ علم و فن کے اس تاجدار نے اپنی پوری زندگی علوم اسلامیہ کی ترویج میں صرف کردی ہے۔ اور سیکڑوں افراد و اشخاص کو علم و یقین سے آراستہ کر کے خدمت دین جیسے پاکیزہ کاز میں مصروف فرما دیا ہے۔ فقہ و قانون کی روشنی میں فتاوی صادر کرنا اور مسند تدریس پر جلوہ گر ہو کر تلامذہ کو رمز شریعت سے آشنا کرنا ان کی زندگی کا ایک حصہ تھا۔ ان کے علاوہ ایسے گرانقدر کارنامے بھی موصوف کی زندگی میں ملتے ہیں جو ایک عامی یا سرسری نظر رکھنے والوں کی نگاہ میں بھلے ہی غیر اہم ہوں لیکن درحقیقت تصنیف و تالیف جیسی اہم خدمات سے وہ کم نہیں۔ حضور صدر الشریعہ نے اپنی تمام تر مصروفیتوں کے باوجود بہت سے ایسے گرانقدر دینی و علمی رسائل اپنے اہتمام میں شائع کئے ہیں جو قوم و ملت کے لئے سرمایۂ افتخار ہیں خصوصاً مجدد اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے کتب و رسائل کی اشاعت کا آپ کے اندر غیر معمولی جذبہ و ولولہ تھا ـــــ خود فقیر کی نظر سے تیس ایسے کتب و رسائل گذرے ہیں جن کو حضور صدر الشریعہ نے اپنے اہتمام میں شائع کیا ہے ـــــ میرا خیال ہیکہ اگر موصوف کی نظر اس بنیادی کام کی طرف نہ گئی ہوتی تو امام اہلسنت کے بعض دیگر رسائل کی طرح یہ رسائل بھی یا تو دیمک کی نذر ہو چکے ہوتے ـــ یا ـــ پھر خزاں کا دست ستم انھیں اپنے شکنجہ میں لے چکا ہوتا ــــ

ان اہم مصروفیات و مشغولیات کے باوجود فتاوی کب تحریر فرماتے؟ کہنا مشکل ہے۔ ہاں اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ جب اللہ عزوجل کسی بندہ سے کام لینا چاہتا ہے تو اس کے لئے وقت میں برکت کے ساتھ ساتھ اسباب و وسائل بھی پیدا فرما دیتا ہے۔

ان زندہ جاوید کارناموں اور ناقابل فراموش یادگاروں کی وجہ سے مجھے یہ کہنے میں مطلق تأمل نہیں ۔ کہ ۔ اگر مستقبل میں کسی مورخ نے برصغیر کے خادمانِ فقہ وحدیث کی کوئی تاریخ مرتب کی ۔ تو ۔ حضرت صدرالشریعہ سے صرف نظر کر کے وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے گا ۔ بصورت دیگر اس کی تاریخ مکمل نہیں کہی جا سکے گی ۔ حضرت ممدوح کے فتاویٰ کی صحیح تعداد کیا ہے ؟ آپ نے کتنے فتاوی تحریر فرمائے ؟ اس کے اجمالی جواب کے لئے موصوف کے جانشین، استاذ گرامی محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی کا یہ بیان پڑھئے ۔

حضرت صدرالشریعہ قدس سرہٗ العزیز کے فتاویٰ کی صحیح تعداد کیا ہے ۔ کسی کو معلوم نہیں ۔ زیادہ تر آپ کی فرصت کے اوقات بھی علمی سوال وجواب ۔ اور دینی تربیت ہی میں صرف ہوتے ، روزانہ زبانی طور پر پچاسوں مسائل عوام وخواص معلوم کرتے تھے لیکن کسی نے ان کو قلمبند کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی ورنہ ہمارے پاس دینی معلومات کا شاندار ذخیرہ ہوتا ۔ تحریری فتاویٰ کا حال بھی تقریباً ایسا ہی ہے کیونکہ ہمارے پاس آپ کے فتاوی کی جو نقول ہیں وہ ۷ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ سے شروع ہوتی ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے دور میں آپ نے منصب افتار پر جو کچھ کارنامے انجام دیئے ان کا کوئی ریکارڈ محفوظ نہیں رکھا گیا ۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران جب کاغذ ناپید ہو رہا تھا اس دور میں بھی کاغذ نہ ہونے کی بنا پر بیشتر فتاویٰ کی نقول تیار نہ ہو سکیں ۔ یعنی ہمارے پاس " فتاویٰ امجدیہ " کی جو نقول ہیں انھیں حضرت صدرالشریعہ کے تمام فتاویٰ کا مجموعہ کسی طرح نہیں قرار دیا جا سکتا " ۔ [۱]

اس ناقابل تردید انکشاف کے بعد افسوس اور مایوسی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ دل کی یہ حسرت زبان پر آ ہی جاتی ہے ۔ اے کاش ! فقہ و افتار کے اس

---

[۱] مقدمہ فتاویٰ امجدیہ جلد اول

ماہراورعلوم ومعارف کے اس حامل وامین کے تمام فتاویٰ کا ریکارڈ محفوظ کیا گیا ہوتا ۔ تو یقیناً اہل علم خصوصاً ارباب افتاء کے لئے عظیم سرمایہ ہوتا ۔ پھر ۔ بھی آپ کے فتاویٰ کا وہ حصہ جو دست بُردِ زمانہ سے محفوظ رہ سکا تھا ۔ اس کی پہلی جلد ۱۹۷۹ء اور دوسری جلد ۱۹۸۳ء میں منظر عام پر آچکی ہے ۔ اور ۔ اب تقریباً تیرہ سال بعد اس کی تیسری جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے ۔

فتاویٰ امجدیہ سوم کی ترتیب وتعلیق

فتاویٰ کی ترتیب وتعلیق کا کام بظاہر آسان معلوم ہوتا ہے ۔ لیکن ۔ درحقیقت یہ کتنا مشکل کام ہے ؟ اور کتنی محنت وکاوش کا طالب ہے ؟ کچھ وہی محسوس کرسکتے ہیں جو اس راہ کے آشنا ہیں ۔ یہ میری خوش قسمتی اور فیروزمندی ہے کہ استاذ گرامی محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت فیوضہم نے یہ کام میرے سپرد فرمایا ۔ اپنی علمی کم مائیگی کی بنا پر اس عظیم کام کی تکمیل کی قدرت میں اپنے اندر نہیں پاتا تھا ۔ لیکن ۔ حضرت صدر الشریعہ کے علمی فیوض کا ایک ادنیٰ خوشہ چیں ہونے کے ناطے مجھے یہ اطمینان ضرور تھا ۔ کہ ۔ جو ذات اپنی ظاہری وباطنی زندگی میں ہزاروں افراد کو اپنے فیوض وبرکات اور علم ویقین کے چشمے سے سیراب کرتی رہی ۔ وہ ۔ اپنے در کے ایک غلام اور عقیدت کیش کو اپنے علمی وروحانی فیض سے کیوں کر محروم کرے گی ؟ اسی غیر متزلزل یقین نے مجھے حوصلہ بخشا ۔ اور میں نے کام شروع کردیا ۔ بظاہر مصروفیات بہت نہیں ، درس وتدریس کی ذمہ داری ، دارالافتاء میں آنے والے استفتوں کے جوابات ، فقہی وغیر فقہی سیمیناروں میں مقالوں کے ساتھ شرکت اور دیگر خارجی امور ۔ انھیں مصروفیتوں سے وقت نکال کر فتاویٰ امجدیہ کا کام کرتا ۔ کرمی حضرت مولانا عبدالمنان صاحب کلیمی نے چوں کہ اس کا مبیضہ کردیا تھا ۔ اسلئے بہت حد تک آسانی پیدا ہوگئی ۔ سب سے پہلے مبیضہ کا اصل مسودہ سے مقابلہ کیا ۔ پھر ۔ فقہی عبارتوں اور حدیثوں کی تخریج کا کام شروع کیا ۔ جس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ عبارتوں اور حدیثوں کا اصل کتاب سے مقابلہ کرلیا جائے ۔ تاکہ ۔ نقل میں جو خامی یا غلطی رہ گئی ہے وہ دور ہوجائے ۔ چند ابواب تک یہ کام پابندی سے ہوا ۔ لیکن ۔ وقت کی

قلت دامن گیر تھی۔ اور۔ تخریج میں وقت کا صرفہ زیادہ۔ اس لئے بعد کے ابواب میں صرف ضروری حد تک حوالہ جات پر اکتفا کیا ـــــ جہاں جہاں مناسب سمجھا حاشیہ لکھا۔ اور اپنے دو کرم فرما اساتذہ (فقیہ عصر علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی، اور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفٰی صاحب قادری مدظلہما العالی) سے ان کی قطعی صحت اور اصلاح کا کام لیا۔ فتاویٰ کی مستقل کتابت کے لئے کاتب تلاش کیا گیا۔ مگر۔ گھوسی کے قرب دجوار کا کوئی کاتب تیار نہ ہوا۔ دیوریا کے ایک کاتب سے مستقل کتابت کے لئے بات چیت کی۔ مگر صرف "کتاب الوقف" کی کتابت کر کے وہ ایک ہفتہ کی فرصت لے کر گھر گیا۔ تو سال بھر سے زائد کا عرصہ گذرنے کے بعد بھی آج تک وہ لاپتہ ہی رہا۔ کچھ دنوں تک کتابت کا کام بند رہا۔ پھر۔ ادری کے رہنے والے ایک دیوبندی نو آموز کاتب سے مستقل کتابت کے لئے معاملہ طے ہوا۔ کام تو اس نے تسلسل کے ساتھ کیا۔ مگر اپنی فکری و اعتقادی عصبیت کی بنا پر ان فتاویٰ کی کتابت کا کام روک دیا۔ جو دیوبندی وہابی مکتب فکر سے متعلق تھے، پھر ادری ہی کے ایک سنی کاتب سے رابطہ کر کے ان فتاویٰ کی کتابت مکمل کروائی۔ بالآخر گوناگوں دشواریوں کے بعد سال رواں وسط شعبان تک فتاویٰ کی کتابت کا کام مکمل ہو گیا۔ پروف ریڈنگ بھی خود ہی کرنی پڑی۔ کتابت میں کافی غلطیاں تھیں۔ جن کی تصحیح میں خاصہ وقت صرف ہوا۔ بہر صورت کتاب رمضان ہی میں پریس بھیجنی تھی۔ مگر۔ فہرست کا کام باقی رہ گیا تھا۔ ادھر رمضان کی تعطیل ہو گئی۔ ارادہ تھا کہ تعطیل کلاں میں کچھ دنوں مدرسہ رہ کر کام مکمل کر دوں لیکن کچھ اہم ضرورتوں اور مجبوریوں کے تحت تمام کاغذات لے کر گھر آ گیا۔ خداوند کریم کے فضل سے کام تو پورا ہو گیا۔ مگر دشواری زیادہ ہوتی۔ کیونکہ میرا گھر کیٹھار کے ایک ایسے دیہی علاقے میں واقع ہے، جہاں بجلی کا کوئی نظم نہیں۔ اور دیگر سہولیات بھی کم میسر ـــــ ابواب کی ترتیب فقہی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ البتہ کتابت کی غلطی سے بعض کم مسائل والے ابواب میں ترتیب قدرے بدل گئی ہے ـــــ دشواری کی وجہ سے اسے اپنی حالت پر باقی رکھا گیا ہے۔ بہرحال ان دشوار مراحل سے گزر کر

کتاب، آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ غلطیوں کی تصحیح کر دی گئی ہے پھر بھی اگر کہیں کوئی خامی یا غلطی رہ گئی ہو۔ تو۔ وہ یا تو کتابت کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ یا میری علمی کم مائیگی کا۔ حضرت صدر الشریعہ کا دامن اس سے بے غبار ہے۔ غلطی نظر آئے تو آپ مجھے مطلع فرمائیں۔ میں آپ کا ممنون ہوں گا۔

اس جلد میں "کتاب الوقف" سے لیکر "کتاب الفرائض" تک چھوٹے بڑے چوبیس ابواب ہیں۔ جو تین سو نواسی صفحات پر مشتمل ہیں۔ "کتاب الوقف" کے ساتھ رسالہ "قامع الواہیات من جامع الجزئیات" بھی شامل اشاعت ہے۔ یہ رسالہ "اباتۃ المتواری فی مصالحۃ عبدالباری" کے ساتھ ۱۳۲۱ھ میں طبع ہو چکا تھا۔۔۔ ارادہ تھا کہ رسالہ کا اردو ترجمہ یا خلاصہ تحریر کر دیا جائے مگر وقت کی کمی کی وجہ سے یہ کام نامکمل رہا۔۔۔ ہر باب سے متعلق فتاویٰ آپ پڑھتے جائیے اور فقیہ اعظم ہند کی جودتِ فکر و نظر، تحقیق و تدقیق اور فقہی باریکیوں کا نظارہ کرتے جائیے۔۔۔۔ طوالت سے بچتے ہوئے ذیل میں صرف ایک نمونہ پیش کیا جا رہا ہے۔

مولوی عبدالعظیم صاحب نے ۱۳۵۰ھ میں ایک استفتاء حضرت صدر الشریعہ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ جس میں موصوف نے فقہی عبارتوں کی روشنی میں "قربانی" کے تعلق سے ایک اشکال کا حل دریافت کیا تھا۔ اشکال بظاہر اہم ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ردالمحتار میں علامہ شامی اور بدائع الصنائع میں علامہ کاسانی علیہم الرحمہ کی عبارتوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ۔ ایام نحر سے پہلے جانور کو بہ نیت قربانی خرید لینے، یا قربانی کی نیت سے جانور خرید کر پالنے، یا خانہ زاد جانور میں مہینوں پیشتر قربانی کی نیت کر لینے سے نذر کا تحقق ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ۔ ان صورتوں میں قربانی کی نیت کر کے جانور معین کر لیا گیا۔ چنانچہ۔ علامہ شامی نے بدائع الصنائع کی عبارت۔۔ أو قال جعلت هذه الشاة أضحية۔ کے متعلق فرمایا ہے۔۔ وقد أستفيد منه أن الجعل المذكور نذر۔۔ لہٰذا۔ لازم کہ مذکورہ بالا صورتوں میں مالداروں پر یا ان غریبوں پر جو ایام نحر میں مالدار ہو گئے بہ سبب غنیٰ دوسری قربانی بھی واجب ہو جائے۔۔

ایسی صورت میں شاید ہی کوئی شخص فریضۂ اُضحیہ سے سبکدوش ہو سکے گا۔ کیوں کہ۔ عموماً جانور پہلے ہی خرید کر معین کر دیتے ہیں۔ اور اگر معین نہ کریں یا ایام نحر سے پہلے نہ خریدیں جب بھی سخت مشکل ہے کہ آخر ذبح یا نحر سے پہلے ضرور ہے کہ جانور کو معین کرے گا کہ یہ جانور قربانی کروں گا؟۔

حضرت فقیہ اعظم نے مذکورہ استفتاء کا قدرے تفصیل سے جواب دیا ہے۔ اختصار کے ساتھ جواب پڑھئے اور فقہ میں ان کی دقت نظر کا اندازہ کیجئے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

عبارت بدائع و علامہ شامی کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہیکہ قربانی کی نذر درست ہے۔ لہٰذا اگر کسی نے قربانی کی منت مانی، تو اس منت کی بنا پر اس پر قربانی واجب ہو جائیگی پھر اگر یہ منت ایام نحر میں ہے اور وہ شخص فقیر ہے تو فقط یہی نذر والی قربانی واجب ہوگی۔ اور غنی ہے تو اس کے علاوہ ایک دوسری قربانی بھی جو ایجاب شرع سے واجب تھی، واجب ہوگی، اور اگر ایام نحر میں صیغۂ نذر بولا اور نیت خبر ہے تو نذر نہیں اور نیت نذر ہے یا کچھ نیت نہ ہو تو نذر ہے، اور اگر ایام نحر سے پہلے ایسا صیغہ بولا یا وقت تلفظ فقیر تھا پھر مالدار ہو گیا تو نذر ہی ہے کہ ان صورتوں میں خبر کی نیت کرے بھی تو صحیح نہیں، بدائع الصنائع کا یہ قول کہ جعلت هٰذه الشاة ضحيۃ صیغہ نذر ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ میں نے اس کو اضحیہ کر دیا، اور یہ کہ قربانی کر دیا اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب بعد قربانی یہ الفاظ بولے جائیں اور جب قربانی سے پہلے تلفظ کیا تو خبر دینا صحیح نہ ہوا لہٰذا اگر یہ لفظ غنی نے ایام نحر میں کہے اور نیت اس واجب سے خبر دینے کی ہے جو جانب شرع سے ہے تو نیت صحیح ہے اور صیغہ نذر نہ ہوگا اور اگر ایام نحر سے قبل کہے یا فقیر نے یہ لفظ کہے تو ایجاب شرع موجود نہیں لہٰذا ایجاب عبد مراد ہوگا۔"

پھر مزید اپنی تحقیق پیش فرماتے ہوئے لکھتے ہیں!

"تم اقول یہ تقریر اس بنا پر ہے کہ تمام الفاظ نذر کے لئے علامہ شامی وصاحب بدائع کا ایک ہی حکم ہو کہ ایام نحر میں اخبار کی نیت صحیح ہے اور غیر ایام نحر میں نذر کیلئے متعین ہیں یعنی جعلت هٰذه الشاة اضحیۃ بھی اسی حکم میں داخل ہو۔ مگر۔ اس فقیر کا خیال ہے کہ جعلت ہٰذہ الخ اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور دیگر الفاظ نذر مثلاً للہ ان اضحی۔ وغیرہ جو ایجاب شرع سے اخبار کا احتمال رکھتے ہیں، ان کا یہ حکم ہے۔ اور جعلت الخ اخبار عن ایجاب الشرع کا محتمل نہیں کہ اس جعل کو متکلم اپنی طرف نسبت کرتا ہے۔ پھر ایجاب شرع سے یہ کیوں کر اخبار ہوگا۔"

اس تمہید کے بعد سوال کا واضح جواب یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

"ان الفاظ سے جو سوال میں ہیں کہ قربانی کے لئے خریدا ہے یا رکھا ہے یا اس کی قربانی کروں گا یا اس قسم کے دیگر الفاظ سے نذر نہیں ہوگی۔ اور ان لوگوں پر دوسری قربانی واجب نہ ہوگی۔ کہ یہ الفاظ جعلت هٰذه الشاة اضحیۃ کے معنی میں نہیں۔ ان الفاظ سے یہ خبر دینا ہے کہ ایام نحر میں اس کی قربانی کروں گا اس ارادہ کا اظہار ہے یا خریدنے کی غایت ومقصد کا بیان ہے نہ یہ کہ اپنے ذمہ واجب کرنے سے اخبار یا انشار..... میں نے اس کو اضحیہ کر دیا انشار ہے اور اس سے نذر ہو جائیگی۔ اور قربانی کروں گا ارادہ کی خبر ہے یہ نذر نہیں۔"

اس ایک مسئلہ میں موصوف کے استدلال واستناد، تحقیق وتدقیق اور فقہی بصیرت کے بیشمار جلوے دیکھے جا سکتے ہیں۔ تفصیل کے لئے کتاب کا مطالعہ کیجئے۔ فتاویٰ پڑھتے

وقت آپ کو خود ہی احساس ہوگا۔کہ۔حضرت ممدوح کو فقہ کے اصول و مبادی، اسالیب واصطلاحات اور نکات ومصرات پر کتنی دسترس حاصل تھی۔

۲ر ذو قعدہ ۱۴۱۱ھ کو علم وفن کا یہ تاجدار ہماری ظاہری نگاہوں سے روپوش ہوگیا۔

ع آسماں ان کی لحد پر گوہر افشانی کرے

کتاب کی ترتیب وتعلیق اور اس کی اشاعت میں ہمارے جن اساتذہ کرام نے رہبری فرمائی ہے ہم ان کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔خصوصیت کے ساتھ فقیہہ عصر علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی و محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفٰے قادری اور ادیب شہیر علامہ محمد احمد مصباحی دامت فیوضہم کے، جن کے مفید مشورے فقیر کے دینی کاموں کی تکمیل کا اہم ذریعہ ہوتے ہیں۔مولیٰ تعالیٰ ہمارے ان اساتذہ کرام کا سایۂ عاطفت دراز فرمائے۔آمین

تلامذہ میں مولوی قمر الہدیٰ، صغیر احمد، نثار احمد، نور عالم اور مبشر رضا سلمہم کیلئے دعا گو ہوں جن لوگوں نے فتاویٰ امجدیہ کے کام کی تکمیل میں میرا ساتھ دیا ہے۔اللہ عز وجل ان کو ان کے اخلاص ومحبت کا بہتر صلہ عطا فرمائے۔فتاویٰ کی ترتیب وتعلیق سے فقیر کا مقصود صرف یہ ہے۔کہ۔فقہی معلومات میں اضافہ ہو اور یہ کتاب میرے لئے نجات آخرت کا باعث بنے۔مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک علیہ التحیۃ والثناء کے صدقہ وطفیل ہمارے حوصلوں میں بلندی و پختگی اور عزائم میں استحکام وثبات عطا فرمائے۔

ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی
اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے

خاک پائے بزرگاں
آل مصطفیٰ مصباحی
خادم تدریس وافتاء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

۴ر رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ
۲۵ر جنوری ۱۹۹۶ء

باسمہٖ تعالیٰ وحمدہٗ

احوالِ واقعی

حضرت مولانا علاء المصطفیٰ قادری

ہمیں اس بات کا شدید احساس ہے کہ فتاویٰ امجدیہ کی پہلی اور دوسری جلد کے بعد تیسری اور چوتھی جلد کو بہت پہلے منظر عام پر آجانا چاہیئے تھا۔ لیکن اس غیر معمولی تاخیر میں ہماری کوتاہیوں سے زیادہ فتاویٰ کی ترتیب وتعلیق اور طباعت واشاعت جیسے دشوار گذار مراحل کا دخل ہے، صرف طباعت واشاعت کا مرحلہ ہوتا تو یقیناً کسی نہ کسی طرح کتاب منظر عام پر آچکی ہوتی۔ لیکن اس میں خاصا کام باقی رہ گیا تھا۔ محب مکرم حضرت مولانا عبدالمنان صاحب کلیمی نے مبیضہ کردیا تھا۔ اسلئے بہت حدتک کام میں آسانی پیدا ہوگئی۔ لیکن فتاویٰ کی ازسرنو ترتیب، فقہی عبارتوں کا اصل کتاب سے مقابلہ، اور پھر ضروری حواشی وغیرہ یہ ایسے دشوار گذار امور تھے۔ جن کیلئے مولانا موصوف کے چلے جانے کے بعد کسی ایسے محنتی شخص کی ضرورت تھی۔ جو ان کو پوری لگن کے ساتھ انجام دے۔ اِدھر کوئی دو سال قبل والدگرامی قدر محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ نے محبّی مولانا آلِ مصطفیٰ مصباحی استاذ ومفتی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی کو اس کام کیلئے منتخب فرمایا۔ بحمدہ تعالیٰ موصوف نے کس عرق ریزی اور محنت وجانفشانی سے کام انجام دیا ہے یہ سب آپ کی نظروں کے سامنے ہے۔

فتاویٰ امجدیہ جلد سوم کے تاخیر کے ساتھ منظر عام پر آنے کیوجہ سے ہمیں انتہائی افسوس وندامت ہے لیکن خوشی اس بات کی ہیکہ تاخیر ہی سے سہی لیکن آج ہم فقہ حنفی کی ایک جامع ومستند کتاب فتاویٰ امجدیہ جلد سوم کی زیارت اور مطالعہ سے مستفید ہو رہے ہیں۔ فتاویٰ امجدیہ کی جامعیت اور اسکی معنوی خوبیوں

اور فقہی محاسن کے تعلق سے ہمیں کچھ کہنے اور لکھنے کی ضرورت نہیں، جس نے بھی امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان کی کتاب فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کیا ہوگا وہ "فتاویٰ امجدیہ" کے پڑھنے کے بعد بلاشبہ یہی رائے قائم فرمائیں گے کہ فتاویٰ امجدیہ دلائل و مسائل کے اعتبار سے فتاویٰ رضویہ کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔

ہمارے پاس ہند و پاک کے مختلف مقامات سے فتاویٰ امجدیہ کیلئے بے شمار خطوط آتے رہے۔ لیکن دشواری یہ رہی کہ جلد اوّل اور جلد دوم پہلی بار طبع ہوکر ختم ہوچکی تھی۔ الحمدللہ اب تیسری جلد کیساتھ جلد اوّل کی طباعت کا بھی اہتمام کیا جاچکا ہے۔ ہم ارباب علم و فضل سے اتنی گذارش ضرور کریں گے کہ خود کتاب خریدیئے پڑھئے اور اپنے دوستوں کو بھی اسکی ترغیب دیجئے تاکہ دائرۃ المعارف الامجدیہ کے پاس سرمایہ اکٹھا ہو اور اس طرح کی نادر کتابوں کی طباعت و اشاعت کا سلسلہ جاری رہے

اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے ہمیں بے پناہ خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ ۲۰ / اپریل ۱۹۷۸ء کو فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان پر جو کامیاب علمی و ادبی سیمینار منعقد ہوا تھا اور جسمیں ارباب علم و فضل کے گراں قدر مقالات موصول ہوئے تھے۔ سالِ گذشتہ ماہ اکتوبر ۱۹۹۵ء میں ماہنامہ اشرفیہ نے صدر الشریعہ نمبر نکال کر ان مقالات کو شائع کردیا ہے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی ہمہ جہت شخصیت کے تعارف کیلئے اگرچہ مزید پائیدار کام کرنے کی ضرورت ہے تاہم یہ مقالے موصوف کی سوانح حیات پر تحقیقی کام کرنے کیلئے راہ نما خطوط ہیں۔

انشاء اللہ فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم کے بعد "حیاتِ امجد" کی ترتیب کا کام بھی شروع کردیا جائے گا اور حاشیہ طحاوی شریف کی تصحیح و تکمیل کا بھی۔ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عزم و استقلال کی دولتِ لازوال سے سرفراز فرمائے، ہم سے دین کی خدمت لے، غیب سے ہماری مدد فرمائے اور ہمارے مخلصین و معاونین کو جزاء خیر دے۔ محب مکرم مولانا آل مصطفیٰ صاحب مصباحی کا میں شکر گذار ہوں جن کی مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں علم فقہ کا یہ حسین گلدستہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد جلد چہارم جلد ہی منظر عام پر آجائے گی۔ ہم آپ حضرات کی توجہ خاص کے محتاج ہیں۔

علاء المصطفیٰ قادری مدیر جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی۔

۱۵ / شوال المکرم ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کتاب الوقف

وقف کا بیان

مسئلہ :- مسئولہ مختار احمد صاحب۔ محلہ ذخیرہ۔ ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۴۰ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید کی آراضی ملکیت میں عمارت کی دیوار پشت مسجد سے ملی ہوئی تھی وہ منہدم ہوگئی لیکن اس دیوار کی قدیمی بنیادیں قائم تھیں۔ اب زید انھیں بنیادوں پر بغرض بندش پردہ دیوار بنانا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب :- اہل محلہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ پیشتر یہاں دیوار تھی جو مسجد سے ملی ہوئی تھی اور اب گرگئی ہے دوبارہ اسے بنوانا چاہتے ہیں لہٰذا اسکی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ سائل اس دیوار کو پھر بنوا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مسئولہ جناب عبدالعزیز صاحب ممبر رضائے مصطفےٰ فتحپور۔ ڈاکخانہ سبور ضلع بھاگلپور ۱۵ جمادی الآخرہ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک ایسی آراضی پر جسکو مالک آراضی سے بندوبست بوعدہ ادائے مالگذاری کے سالانہ کے لیا گیا ہو مدرسہ بنوایا جائے مگر بعد میں منتظمین مدرسہ اس اراضی کو

بلا رضامندی مالک کے وقف قرار دینا چاہتے ہوں تو ایسا وقف شرعاً ہو سکتا ہے یا نہیں وقف میں مالک کی رضامندی ضروری ہے یا نہیں ؟

مسئلہ (۲): اگر منتظمین مدرسہ اراضی مذکورہ بالا کو بلا لحاظ منظوری مالک کے وقف قرار دیں تو ایسا وقف شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب (۱ و ۲): جب تک مالک زمین وقف نہ کرے وقف نہیں ہو سکتا اور اسکو وقف قرار دینا شرعاً باطل ہے۔ والامر جلی لمن لہ ادنیٰ ممارسۃ فی العلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: از بنگالہ۔ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ

ایک مسجد تقریباً چالیس برس سے بنی ہے اور اس میں اہل محلہ اتفاق سے نماز جمعہ ادا کرتے آرہے ہیں اس مسجد کی احاطہ کی زمین طولاً باون ہاتھ اور عرضاً ۲۲ ہاتھ اتنی جگہ کو ان کے مالکوں نے جریب دیگر مسجد کے واسطے لاخراج کر دی اور اس زمین کے مالک تین شخص ہیں دو ہندو اور ایک مسلمان اور زمین کے حصے کا ایک نصف دو ہندوں کا اور ایک نصف مسلمان کا نھااب بعض کہتے ہیں کہ چونکہ اس آدھی زمین کے مالک ہندو ہیں۔ لہٰذا ہندو کا وقف درست نہیں۔ اس واسطے وہ مسجد شرعی نہ ہوئی۔ اسکو توڑنا یا دوسری جگہ نقل کرنا سب جائز ہے۔ اب اس صورت ما تقدم سے حکم شرع کیا ہے؟

الجواب: جب وہ زمین مشترک ہے اور شرکا میں بعض کفار بھی ہیں تو مسجد نہ ہوئی کہ کافر مسجد بنانیکا اہل نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ولو جعل ذمی دارہ مسجدا للمسلمین و بناہ کما بنی المسلمون واذن لھم بالصلوٰۃ فیہ فصلوا فیہ ثم مات یصیر میراثا لورثتہ وھذا قول الکل کذا فی جواھر الاخلاطی

کیونکہ صحت وقف کیلئے ملک شرط ہے (رد المختار ج ۳ ص ۳۹۴ میں ہے)۔ "الواقف لابد ان یکون مالکہ وقت الوقف ملکا باتا ولو بسبب فاسد۔ اور صورت مسئول میں مدرسہ کے زمین کے مالک مدرسہ کے منتظمین نہیں تو منتظمین کا وقف کرنا درست نہ ہوا۔ لگان پر لی ہوئی زمین کی حیثیت کرایہ پر لی ہوئی زمین کی ہے۔ اس کا مالک زمیندار ہی ہوتا ہے۔ اور زمین لینے والے صرف اس سے نفع حاصل کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مصباحی

توجب اس کا فرکا مسجد کے لئے وقف صحیح نہ ہوا تو مسلمان کا وقف وقف مشاع ہوا اور وقف مشاع اگرچہ جائز ہے مگر مسجد میں بالاتفاق ناجائز۔ عالمگیری میں ہے۔ واتفقا علی عدم جعل المشاع مسجداً او مقبرة مطلقاً سواء کان مما لا یحتمل القسمة او یحتملها هکذا فی فتح القدیر[1] بحر الرائق میں ہے۔ والحاصل ان المسجد مخالف لمطلق الوقف عند الکل اما عند الاول فلا یشترط القضاء ولا التعلیق واما عند الثانی فلا یجوز فی المشاع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ مسئولہ اہل محلہ بہاری پور۔ بریلی۔ ۲ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ

محلہ بہاری پور میں تکیہ کے قریب ایک ٹی مسجد کی بنی ہوئی عرصہ سے تھی وہ منہدم ہوگئی اب وہ چبوترہ پڑا ہوا ہے جس کی تعمیر کی اجازت بھی موجود ہے اب سکنائے محلہ اسکی تعمیر کرانا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ اس وجہ سے اب تک پڑی ہے کہ کچھ آدمی یہ کہتے ہیں کہ دو مسجدیں قریب ہیں اسلئے اس کی تعمیر کی ضرورت نہیں ہے اور اب جو مسجد جس جگہ تعمیر ہوگی اس سے ایک مسجد معماران سے فاصلہ دو سو پانچ فٹ کا ہے اور دوسری مسجد جو تکیہ میں ہے اس سے فاصلہ دو سو ساٹھ فٹ کا ہے جس کا ملاحظہ بحضور اعلیحضرت مولانا مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب نے بھی عرصہ ہوا فرماکر اجازت دیدی تھی اب سکنائے محلہ بوقت عشاء تکیہ کی مسجد میں بوجہ اندیشہ گھاس ہونے و کیڑا کیوجہ سے نہیں آتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ اسکی تعمیر کرائیں کیونکہ وہ مسجد تھی اور عرصہ تک اسمیں نماز ہوئی۔ مگر اب وہ چبوترہ پڑا ہوا ہے۔ اس لئے اب حضور والا سے دوبارہ دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی کہ بموجب حکم شرع شریف، جو حکم ہو مطلع فرمائیں تاکہ جاہل اشخاص کا اعتراض جاتا رہے۔ اور وہ تعمیر ہو جائے اور اگر حضور والا ملاحظہ فرمائیں تو بہتر ہے کیونکہ عرصہ ہوا کہ موقعہ کا ملاحظہ فرمایا تھا۔ اب شاید خیال شریف سے فراموش ہوگیا ہو؟

الجواب:۔ جو جگہ مسجد ہو چکی وہ مسجد ہی رہے گی دیواروں وغیرہ۔ کے گرجانے سے اسکی مسجدیت باطل نہ ہوگی۔ مسلمان کوشش کریں اور اس کو پھر سے تعمیر کریں اور اس کو آباد کریں اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ[2] الآیۃ۔ مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور پچھلے

---

[1] عالمگیری ج ۲ ص ۳۱۹ کتاب الوقف، الباب الثانی فی وقف المشاع [2] سورۂ توبہ۔

دن پر ایمان لائے۔ حدیث میں ارشاد فرماتا ہے ۔ من بنیٰ للہ مسجداً بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ۔[1]
جو اللہ کے لئے کوئی مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مرسلہ مولوی محمد امین اللہ قادری رضوی امام نیچے بستی مسجد کورکیک ضلع مولمین برہما۔
۱۷/ محرم ۱۳۹۱ھ۔

۱۔ کیا فرماتے علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مدت سے ایک مسجد خام قائم ہے جسمیں نماز جمعہ وعیدین و پنجگانہ ہوتی رہیں۔ فی الحال نمازی مسجد میں سما نہیں سکتے۔ اور مسجد بڑی کرنے کی ضرورت ہے مگر داہنے بائیں متصل مسجد کثرت سے قبریں ہیں۔ اس صورت میں قبروں کو شہید کر کے وہاں پکی مسجد بنوانا جائز ہے یا نہیں ؟

۲۔ ایک ندی بیشتر مسجد سے دور تھی اور اب نزدیک آتی جاتی ہے احتمال ہے کہ مسجد شہید ہو جائے اور برسات میں مسجد میں آنے کے راستے پر اور صحن مسجد پر سات آٹھ روز تک زانوں تک پانی رہتا ہے۔ یہاں تک کہ نماز پنجگانہ کی جماعت نہیں ہوتی۔ لہذا سب لوگوں نے مل کر حسب موقع مسجد کے نام سے ایک ہزار کی روپئے کی زمین خرید کر کے وقف کر دی اور اس زمین میں پکی مسجد بنوانے کی اینٹیں اور سرخی اور چونا سب رکھا ہے۔ اب اس صورت میں خریدی ہوئی زمین میں پکی مسجد بنوانا جائز ہوگا یا نہیں اور پرانی مسجد کو کیا کریں

الجواب :- (۱) مسلمان کی قبر بلا وجہ شرعی کھود کر برابر کر دینا حرام ہے ۔ فتاویٰ خیریہ میں ہے۔ وقد صرحوا بحرمۃ النبش لغیر ضرورۃ۔[2] ردالمختار میں ہے۔ النبش حرام۔ اور مسجد بڑھانا قبر کھودڈالنے کے لئے ضرورت شرعیہ[3] نہیں۔ در مختار میں ہے ۔ ولا یخرج منہ بعد اہالۃ التراب الا لحق آدمی ردالمختار میں فرمایا۔ احتراز عن حق اللہ تعالیٰ کما اذا دفن بلا غسل او صلاۃ او وضع علی غیر[ام]

---

[1] رواہ مسلم عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۲۰۱ باب فضل بناء المساجد۔ بخاری ج ۱۔ ص ۶۴ باب من بنی مسجداً۔ ۱۲ مصباحی [2] فتاویٰ خیریہ ج ۱ ص ۱۵ باب الجنائز۔ [3] ضرورت شرعیہ اس وقت ہوتی جب میت سے حق العبد متعلق ہوتا اور یہاں کسی آدمی کا حق متعلق نہیں تو ضرورت شرعیہ کا تحقق نہ ہوا جیسا کہ ردالمختار کی عبارت کو ظاہر ہے تو[ان کے ساتھ قبلہ کی شرعی ضرورت بقاے]

یمینہ اوالی غیر القبلۃ فانہ لاینبش علیہ بعد اھالۃ التراب الخ فعلم من ھذا ان النبش لتوسیع المسجد لایجوز لعدم تعلق حق الآدمی بالمیت[1]۔ اور قبر کو جب برابر کرکے اسے مسجد میں شامل کریں گے تو اس پر چلنا پھرنا پاؤں رکھنا بھی ہوگا۔ اور قبر پر چلنا، پاؤں رکھنا حرام۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لان امشی علیٰ جمرۃ اوسیف احب الی من ان امشی علیٰ قبر مسلم[2]۔ انگارے یا تلوار پر چلنا مسلم کی قبر پر چلنے سے مجھے زیادہ پسند ہے۔ رواہ ابن ماجہ عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کہ اس سے میت کو ایذا ہوگی۔ اور ایذائے مسلم حرام۔ حدیث میں ہے۔ المیت یؤذیہ فی قبرہ مایوذیہ فی بیتہ۔ میت کو قبر میں ان چیزوں سے ایذا ہوتی ہے جس سے زندگی میں ایذا ہوتی ہے۔ علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں۔ افاد ان حرمۃ المؤمن بعد موتہ باقیۃ۔ یعنی اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ مؤمن کی حرمت مرنے کے بعد باقی رہتی ہے۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ فی حیاتہ۔ مؤمن کو مرنے کے بعد تکلیف پہونچانے کا وہی حکم ہے جو اس کی زندگی میں تکلیف پہونچانے کا ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔ المیت یتاذی بہ الحیٔ۔ یہاں تک کہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہے اس پر چلنا جائز نہیں۔ طحطاوی میں ہے۔ نصوا علیٰ ان المرور فی سکۃ حادثۃ فیھا حرام۔ نیز قبر، حق میت ہے۔ اور کسی کا حق باطل کرنا ناجائز۔ قنیہ میں ہے۔ یأثم بوطأ القبور لان سقف القبر حق المیت۔ اور سوال کے یہ لفظ "متصل مسجد کثرت سے قبریں ہیں" اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ زمین غالباً وقفی قبرستان ہے۔ اگر واقعی یہی ہے کہ مسلمانوں کے قبور کے لئے وقف ہے۔ جب تو اگرچہ اتنے ٹکڑے میں قبریں نہ بھی ہوتیں جب بھی مسجد کی توسیع ناجائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ لایجوز تغیر الوقف عن ھیئاتہ فلا یجعل الدار لبستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا الا اذا جعل الواقف الی الناظر مایریٰ فیہ مصلحۃ الوقف[3]۔

---

[1] درمختار وردالمحتار ج ۱ ص ۶۶۲ باب صلوٰۃ الجنائز۔ [2] ابن ماجہ ص ۱۱۲ باب ماجاء فی النھی عن المشی علی القبور والجلوس علیھا۔ ۱۲ [3] عالمگیری ج ۲ ص ۴۵۴ الباب الرابع عشر فی المتفرقات۔ مصباحی

فتح القدیر میں ہے۔ الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ[1] نیز وقف کرنے کیلئے ملک شرط ہے۔ اور جب قبرستان کے لئے وقف ہو چکی تو ملک نہ رہی۔ تو اب مسجد کے لئے کیسے وہ زمین وقف ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر وہ زمین قبرستان کیلئے وقف نہ ہو اور ان قبروں کو بدستور باقی رکھکر قبروں کے آس پاس سے ستون قائم کر کے اوپر چھت قائم کر دیں کہ نیچے کے درجہ میں قبریں ہوں اور چھت کو توسیع مسجد کے کام میں لائیں تو جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب (۲) یہ زمین کہ مسجد بنانے کیلئے خریدی گئی اسمیں مسجد بنانا جائز ہے اور مسجد قدیم کو بدستور باقی رکھیں۔ ردالمحتار میں فتح سے ہے۔ الواجب ابقاء الوقف علیٰ ما کان علیہ۔ ہاں اگر سیلاب سے مسجد منہدم ہو جائے یا منہدم ہونے کا غالب گمان ہو تو ایسی صورت میں اسکی اینٹیں وغیرہ دوسری مسجد میں صرف کر دیں۔

ردالمحتار میں ہے۔ قال السید الامام ابوشجاع المسجد اذا خرب واستغنی عنہ اھل القریۃ فرفع ذالک الی القاضی فباع الخشب وصرف الثمن الی مسجد آخر جاز ونقل فی الذخیرۃ عن شمس الائمۃ الحلوانی انہ سئل عن مسجد او حوض خرب ولا یحتاج الیہ لتفرق الناس عنہ ھل للقاضی ان یصرف اوقافہ الی مسجد او حوض آخر فقال نعم ومثلہ فی البحر عن القنیۃ والذی ینبغی متابعۃ المشائخ المذکورین فی جواز النقل بلا فرق بین مسجد او حوض کما افتیٰ بہ الامام ابوشجاع والامام الحلوانی وکفی بھما قدوۃ ولا سیما فی زماننا فان المسجد وغیرہ من رباط او حوض اذا لم ینقل یاخذ انقاضہ اللصوص والمتغلبون کما ھو مشاھد وکذالک اوقافہ یاکلھا النظار او غیرھم ویلزم من عدم النقل خراب المسجد الآخر المحتاج الی النقل الیہ وقد وقعت حادثۃ سئلت عنھا فی امیر اراد ان ینقل بعض احجار مسجد خراب فی سفح قاسیون بدمشق لیبلط بھا صحن الجامع الاموی فافتیت بعدم الجواز متابعۃ للشر نبلالی ثم بلغنی ان بعض المتغلبین اخذ تلک الاحجار لنفسہ

---

[1] فتح القدیر ج ۵ ص ۴۴۰ کتاب الوقف ۱۲ مصباحی

فندمت علی ما افتیت به. ثم رأیت الآن فی الذخیرة قال وفی فتاوی النسفی سئل شیخ الاسلام
عن اهل قریة رحلوا وتداعی مسجدها الی الخراب وبعض المتغلبة یستولون علی خشبه
وینقلونه الی دورهم هل لواحد لاهل المحلة ان یبیع الخشب بامر القاضی ویمسک
الثمن لیصرفه الی بعض المساجد او الی هذا المسجد قال نعم وحکی انه وقع مثله فی زمن
سیدنا الامام الاجل فی رباط فی بعض الطرق خرب ولا ینتفع المارة به وله اوقاف عامرة
فسئل هل یجوز نقلها الی رباط آخر ینتفع الناس به قال نعم لان الواقف غرضه انتفاع
المارة ویحصل ذلک بالثانی اھ اھ ملتقطا[1] فتاوی خیریہ میں ہے۔ وفی الواقعات الصدر
الشهید المسجد اذا خرب وهو عتیق لا یعرف بانیه وبنی اهل المسجد مسجدا آخر فباع
اهل المسجد المسجد الاول واستعانوا بثمنه فی بناء المسجد الثانی علی قول من یری جواز
هذا البیع وان کنا لا نفتی به جاز وفی الخلاصة والبزازیة عن الحلوانی اذا خرب مسجد
وتفرق الناس عنه تصرف اوقافه الی مسجد آخر وفی النوازل وکثیر من الکتب انه لا باس
به وهذا کله علی قول محمد رحمه الله تعالی فتحرر من هذا التقریر ان المسألة اجتهادیة
وللاختلاف فیها مجال وللاجتهاد فیها مساغ فاذا توفرت شروط الحکم علی قول الامام الثالث
الذی رویت موافقته فیه لقول الامام الاعظم بعد النظر فی المصلحة للمصلین والاعانة
للمتعبدین فلا شک فی صحته ونفاذه وارتفاع الخلاف فیه فانظر الی قوله فی الواقعات
وان کنا لا نفتی به جاز وما ذلک الا انه قد تکون المصلحة فیه متعینة فنزاعه الله
سبحانه تعالی خالص النیة وصفاء الطویة وقصد الدار الآخرة والاجور الوافرة و
والاخذ بما هو یسر وطرح ما هو عسر فهو خیر محض ونفع صرف فان الدین کله یسر وان
خشی عاقبة سوء وانقلاب موضوع فالعمل بما علیه الفتوی اولی والامر بهذا صدها ولکم

---

[1] ردالمحتار ج ۳ ص ۴۰۷ کتاب الوقف۔ مصباحی

من شئ واحد یکون طاعۃ بالنیۃ الخیر بہ ویکون معصیۃ بالنیۃ الشریۃ واللہ اعلم۔[۱]
مگر حتی الوسع اس مسجد قدیم کی حفاظت میں پوری کوشش کریں اگر پشتہ وغیرہ بنوانے سے حفاظت ہوسکے
تو یہی کریں کہ مذہب امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ ہے اور یہی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی قول
ہے کہ مسجد کی مسجدیت باطل نہیں ہوسکتی، وہ قیامت تک کیلئے مسجد ہے اور جب اس قول پر عمل ناممکن ہو کہ دریا
مسجد کو منہدم کردیگا جس سے نقصان ہوگا تو امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر بمجبوری عمل کریں پھر بھی اتنی جگہ
جس میں مسجد تھی اس کا احترام بدستور باقی رکھیں کہ اسکے لئے کوئی عذر نہیں پھر اس امر میں قول مفتی بہ سے عدول کی
کوئی وجہ نہیں۔ درمختار میں ہے۔ ولو خرب ماحولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا
الی قیام الساعۃ وبہ یفتی حاوی القدسی۔ ردالمختار میں ہے۔ فلا یعود میراثا ولا یجوز نقلہ
ونقل مالہ الی مسجد آخر سواء کانوا یصلون فیہ اولا وھو الفتوی حاوی القدسی واکثر المشائخ
علیہ مجتبیٰ وھو الاوجہ فتح اھ بحر[۲] واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: مسئولہ سردار ولی خانصاحب۔ ساکن بریلی محلہ سوداگران۔ ۱۲ صفر ۱۳۴۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں۔

سوال اول:۔ خالد نے اپنی اخت حقیقیہ ہندہ کو ایک قطعہ آراضی مع ایک مکان کے بحالت صحت
نفس وثبات عقل برضا ورغبت ہبہ کیا اور موہوب بہا ہندہ کا اس پر قبضہ بھی کرادیا چنانچہ ہندہ نے اسکی
عمارت قدیمہ کو منہدم کراکر تعمیر جدید مع اس قطعہ آراضی کے حیات واہب میں اپنے روپیہ سے کرائی اور تصرفات
مالکانہ اسمیں کرتی رہی۔ اور تاحیات اپنی اسمیں سکونت پذیر رہی ہندہ نے وہ قطعہ مکان مملوکہ مقبوضہ معمرہ اپنا
بحالت صحت نفس وثبات عقل بطیب خاطر لوجہ اللہ الکریم وقف کیا اور شرعاً وقانوناً وقف کی تکمیل کردی بکر برادر
حقیقی خالد وہندہ نے مکان مذکور پر اب چند تصرفات جن کی تفصیل حسب ذیل ہے مکان موقوف مذکور میں
کیے اولاً دروازہ آمد ورفت کی چھت پر بقدر ایک گز چوڑی دروازہ پھلانی دیوار کڑیوں پر بنالی۔ ثانیاً

---

[۱] فتاویٰ خیریہ ۱/۱۴۷، کتاب الوقف ۱۲ مصباحی۔ [۲] درمختار ورد المحتار۔ ج ۳ ص ۴۰۶ کتاب الوقف مطلب فیما خرب المسجد وغیرہ ۱۲ مصباحی

ثانیاً۔ زینہ مکان موقوفہ کا جو مکان مسکونہ بکر سے ملحق ہے اس پر قبضہ کرنے کیلئے اپنے مکان میں سے دروازہ جدید زینہ پر قائم کر کے سیڑھیاں جدید اپنی چھت تک ملا کر بنالیں۔ اب اس زینہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زینہ شامل مکان موقوفہ نہیں ہے بلکہ مکانِ بکر کا زینہ ہے۔ ثالثاً۔ بکر نے زینہ کی چند سیڑھیوں کے نیچے بخاری جدید بنالی۔ لیکن یہ تصرف قبل وقفِ ہندہ بکر نے کیا مگر بلا اجازت و رضا ہندہ کیا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ تصرفات شرعاً اللہ کے مال وقف میں بکر کو حلال ہے یا حرام ہے اور بخاری بنانا بلا اجازت مالک حق العبد میں گرفتار ہونا اور غصب مال مسلم کرنا ہے یا نہیں۔ یہ تصرفات مالکانہ اپنی ذات کیلئے ہوں یا درستی مکان وقف کیلئے ہر طرح ناجائز ہیں یا نہیں جو وعیدات شرع میں مال وقف و مال غیر میں تصرف ناجائز پر وارد ہیں ارشاد ہو۔ بینوا توجروا۔

سوال دوم :- بکر کہتا ہے کہ واقفہ کو میرے بھائی خالد نے مکان و زمین حین حیات ہبہ کیا تھا اور اس پر علہ بنانیکی اجازت دیدی تھی چنانچہ اس نے عملہ بنایا اور تا حین حیات اسمیں رہی۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے خود مادر بکر ہندہ بحلف شرعی بیان کرتی ہے کہ مکان و قطعہ زمین مستقل طور پر خالد نے بطیب خاطر ملک ہندہ کر دی تھی بقول بکر بفرض غلط اگر یہ صحیح بھی ہو تو شرعاً ہبۂ قبضہ صحیح و تام ہوا یا نہیں۔ اور وقف صحیح و لازم ہوا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

سوال سوم :- بکر کہتا ہے کہ میرے یہ تصرفات اس بنا پر ہیں کہ مکان واقفہ کا کاڈر مکان ملحق مسکونہ بکر پر رکھا گیا ہے اور اس کی دیوار کاٹ کر دروازہ آمد و رفت میں زمیں ملائی گئی ہے اسی قدر میں نے دیوار چھت پر بنائی ہے اولاً تو یہ صریح غلط ہے دروازہ کی دیوار شرقی ہندہ نے اپنی زمین میں اٹھائی ہاں۔ کوئی دیوار مکان ملحق بکر کی نہ تھی بلکہ بہت زمین واقفہ نے اپنی جانب شرق چھوڑ دی تھی جو اب بکر نے شامل مکان ملحق کر لی۔ ثانیاً۔ مکان موقوفہ ہندہ تعمیر کے وقت مکان ملحق بکر وقف نہ تھا۔ بلکہ مملوک مادر ہندہ تھا مادر ہندہ نے بخوشی ان تصرفات کو جائز رکھا اور تا ایں دم اس پر راضی ہے خود بکر نے کاڈر دیوار ملحق پر رکھوایا اور دیوار دروازہ بلکہ کل مکان اپنی نگرانی میں بنوایا۔ بالفرض اگر کوئی دیوار کاٹ کر بنائی جب بھی جبکہ مادر ہندہ مالک مکان ملحق اس پر رضامند تھی اور ہے تو شرعاً یہ تصرفاتِ ہندہ جائز ہوئی یا نہیں اور بکر کے یہ حیلے شرعاً

قابل سماعت ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

سوال چہارم :۔ ہندہ جب بحیات خالد مکان مذکور پر قابض اور متصرف رہی اور عمر بھر اپنی حسب منشاء تصرفات مالکانہ اسمیں کرتی رہی۔ اور خالد نے باوجود علم و اطلاع اپنی زندگی میں کہ مدت مدید تک زندہ رہا۔ اس زمانہ دراز میں کچھ تعرض نہ کیا بلکہ اس پر راضی رہا۔ اور نیز مادر ہندہ اور خود بکر راضی ہے۔ تو اس صورت میں شرعاً کوئی دعویٰ بکر وغیرہ بلکہ خود وارثہ خالد کا مسموع ہوگا۔ یا عند الشرع ایسی صورت میں تمادی، عارض ہوگی خصوصاً بمقابلہ وقف؟ بینوا توجروا۔

سوال پنجم :۔ قطعات موہوبہ جب خالد برادر بکر کی ملک تھے۔ اور اولاد زینہ خالد کی موجود ہے تو شرعاً کوئی حق مکان موقوف میں بکر کو کبھی پہنچ سکتا ہے۔ جس کی بنا پر اس کو تصرف کا مجاز ہو۔ یا اس کے یہ تصرفات غصب و حرام۔ موجب آثام و باعث غضب رب قہار و ناراض حضور سید ابرار علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب :۔ صورت مستفسرہ میں اس مکان وقف میں بکر کو کسی قسم کے تصرف کا اختیار نہیں نہ اس کے زینہ پر قبضہ کر سکتا ہے نہ دروازہ کی چھت پر دیوار بنا سکتا ہے اور کڑیوں پہ دیوار بنانے میں قطع نظر تصرف فی الوقف کے وقف میں ایک نقصان کا بھی اندیشہ ہے کہ دیوار کے بوجھ سے کڑیاں ٹوٹ جائیں اور چھت گر پڑے حدیث میں ارشاد فرمایا۔ ان رجالا یتخوضون فی مال اللہ بغیر حق فلہم النار یوم القیامۃ رواہ البخاری عن خولۃ الانصاریۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ زینہ جب ہندہ نے اپنی زمین میں بنایا ہے تو بکر کو بلا اجازت ہندہ اس کے نیچے بخاری بنانے میں صحیح بخاری کی اس حدیث سے ڈرنا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من اخذ من الارض شیأ بغیر حقہ خسف بہ یوم القیامۃ الی سبع ارضین[1]۔ جو ناحق زمین سے کچھ بھی لے گا وہ روز قیامت ساتوں زمین تک دھنسا دیا جائے گا۔ اور حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من اخذ ارضا بغیر حقہ کلف ان یحمل ترابہا المحشر[2]۔ جو شخص ناحق زمین لے گا اسے اسکی تکلیف دی جائیگی

---

[1] رواہ البخاری عن سالم عن ابیہ ج ۱ ص ۳۳۲ باب اثم من ظلم شیأً من الارض۔ ۱۲۔ مصباحی۔

[2] مسند احمد بن حنبل ج ص ۔

کہ اسکی مٹی اپنے اوپر لاد کر میدان حشر میں پہونچائے۔ رواہ الامام احمد عن یعلی ابن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام احمد کی دوسری روایت انھیں سے ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایما رجل ظلم شبرا من الارض کلفہ اللہ عزوجل ان یحفرہ حتی یبلغ آخر سبع ارضین ثم یطوقہ الی یوم القیامۃ حتی یقضی بین الناس[1]۔ جو شخص ایک بالشت زمین ظلم سے لیگا اللہ عزوجل اسے اسکی تکلیف دیگا کہ ساتویں زمین تک کھودے پھر وہ قیامت تک مثل طوق اسکے گلے میں ڈال دیجائیگی یہان تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے اور فرمایا۔ من اخذ شبرا من الارض ظلما فانہ یطوقہ یوم القیامۃ من سبع ارضین۔ جو شخص ایک بالشت زمین ظلما لے گا روز قیامت ساتوں زمینوں کا اتنا ٹکڑا اسکے گلے میں طوق بناکر ڈال دیا جائے گا۔ رواہ الشیخان عن سعید ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایسی سخت وشدید وعیدیں سننے کے بعد کبھی دوسرے کی زمین لینے کی جرأت نہ ہونی چاہئے۔ بکر پر لازم کہ وقف میں تصرف کرنے سے بچے۔ اپنی دیوار فوراً ہٹالے اور زمینہ سے اپنا قبضہ اٹھالے فتاوی خیریہ میں ہے۔ سئل فی رجل بنی فی الوقف بغیر مسوغ شرعی فما حکمہ اجاب ان کان البانی ھو المتولی فان کان من مال الوقف فھو وقف وان کان من مالہ للوقف او اطلق فھو وقف وان لنفسہ فھو لہ ویکون متعدیا فی وضعہ فیجب رفعہ لو لم یضر فان اضر فھو المضیع لمالہ لانہ لایملک رفعہ لما فیہ من ضرر الوقف ولا الانتفاع لما فیہ من التصرف معہ بارض الوقف فقد ضیع مالہ وفی ھذہ الصورۃ یفسق المتولی ویستحق العزل لتعدیہ بھذا التصرف وافتی کثیر بانہ یتملک للوقف باقل القیمتین منزوعا وغیر منزوع بمال الوقف فی صورۃ الضرر وان کان البانی غیر المتولی فان کان باذن المتولی لیرجع فھو وقف وان لم یکن باذن المتولی فان بنی للوقف فھو وقف وان لنفسہ او اطلق رفعہ لو لم یضر بارض الوقف فان اضر ابقاہ لما تقدم ذکرہ فقد علمت الاحکام کلھا فی ھذہ المسئلۃ۔ واللہ اعلم[2]۔ نیز اسی میں ہے۔ سئل فی جماعۃ وضعوا حائطا علی بناء الوقف تعدیا ھل یؤمرون بھدمہ اجاب نعم یؤمرون برفعہ ان لم یضر بالوقف فان اضر فھو المضیع

---

[1] ایضا۔ [2] فتاوی خیریہ ج۱ ص ۱۳۳ کتاب الوقف۔ ۱۲۔ مصباحی

لمالہ فلیتربص الی زوالہ وقد اتفق علماء نا علی انہ یفتی بکل ماھو انفع للوقف وافتی علماؤنا المتاخرون باجرۃ المثل فی منافع الوقف اذا غصب نیقضی بہا فی ھذہ المسئلۃ. واللہ اعلم[1]. اور یہ تصرفات بکر کے اپنے لئے ہوں یا دوسرے وقف کے لئے دونوں ناجائز ہیں کہ ایک وقف سے دوسرے وقف کو نقصان نہیں پہونچایا جاسکتا. فتاوی امام تمرتاشی میں ہے. سئل عن ارض زعم رجل متولی علی وقف انہا من جملۃ الوقف وآجرہا لآخر اجارۃ صحیحۃ شرعیۃ بناء علی انہا من جملۃ الوقف وبنی المتاجر بناء ثم تبین بعد ذالک بطریق شرعی انہا ملک لشخص ولم تکن وقفا فہل یعمل بذالک شرعا ویومر المستاجر المذکور برفع البناء حیث لم یجز مالکہا الاجارۃ اجاب نعم یعمل بما ذکر من الحکم بالملک للمستحق بعد ثبوت ذلک علی الاسلوب الشرعی وللمالک مطالبۃ المستاجر المذکور برفع بنائہ ویؤمر بذالک شرعا وللمالک ان یغرم لہ قیمۃ البناء او قیمۃ الغرس مقلوعا اذا کانت الارض تنقص بالقلع ویرضی بترکہ ایکون البناء والغرس لہذا والارض لہذا. واللہ اعلم.

الجواب ب :- جو چیز عمر بکر کو دی گئی وہ ہبہ ہوگئی اور بعد قبضہ ہبہ تام ہوگیا حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں. من اعمر عمری فہی للذی اعمرہا حیا ومیتا ولعقبہ[2] رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ. صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی. رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا. العمری جائزۃ[3]. اور صحیح مسلم میں بروایت جابر رضی اللہ تعالی عنہ مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں. العمری میراث لاھلہا[4]. جو چیز کسی کو تا حین حیات دے دیگئی وہ اس کے وارثوں کے میراث ہے دینے والی کیطرف عود نہ کرے گی ہدایہ میں ہے. تنعقد الھبۃ بقولہ اعمرتک ھذا الشئ وکذا اذا قال جعلت ھذہ الدار لک عمری[5]. کسی شئی کو تا حین حیات دینے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اسوقت تو میں مالک کردیا مگر تیرے مرنے کے بعد لے لوں گا گویا یہ ہبہ میں ایک شرط فاسد لگائی اور ایسی شروط سے ہبہ میں کوئی نقصان نہیں آتا. طحطاوی علی الدر میں ہے. ومعنی العمری التملیک فی الحال والرجوع فی الشئ بعد موت المعمر

---

[1] فتاوی خیریہ [2] ایضا [3] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸ کتاب الہبات، باب العمری. [3] ایضا. [4] ایضا. [5] ہدایہ مطبع ج ۳ ص ۲۸۴ کتاب الہبۃ. ۱۲ رمضان

له نصح التملیک و بطل شرط الرجوع لان الھبۃ لا تبطل بالشروط الفاسدۃ انتہی زیلعی[۱]۔ لہٰذا صورت مستفسرہ میں جبکہ ہبہ صحیح و تام ہوگیا اور ہندہ اس مکان کی مالک ہوگئی تو اسے وقف بھی کر سکتی ہے۔ اور یہ ہبہ صرف تام ہی نہیں بلکہ قابل رجوع بھی نہیں۔ اولاً ہندہ نے اس اراضی موہوبہ پر مکان بنایا اور یہ ایسی زیادت ہے جو مانع رجوع ہے۔ درمختار میں ہے۔ ویمنع الرجوع فیھا الزیادۃ المتصلۃ کبناء وغرس[۲] ثانیاً۔ واہب کا حیات ہندہ میں انتقال ہوگیا اور موت احد العاقدین مانع رجوع ہے[۳] ثالثاً۔ اگر خالد زندہ بھی ہوتا تو رجوع نہ کرسکتا کہ ہندہ اسکی حقیقی بہن ہے اور باعتبار نسب ذی رحم محرم ہونا مانع رجوع ہے[۴] رابعاً۔ موہوب لہا نے وقف کر دیا تو اب اس کی ملک میں نہ رہا اور خروج عن الملک بھی مانع رجوع ہے[۵]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب[۳] :۔ جب مکان ہندہ زیر نگرانی و باہتمام بکر بنا تو بکر کا یہ کہنا کہ میرے مکان کی کچھ زمین اس کے دروازہ میں شامل کرلی گئی ہے مسموع نہیں۔ درمختار میں ہے۔ من سعی فی نقض ماتم من جھتہ فسعیہ مردود علیہ۔ اور گاڈر بھی جب خود بکر نے رکھوائے تو اگر وہ مکان بکر تھا تو رکھوانا ہی اجازت ہے۔ پھر اب اسے کیا اعتراض اور اگر وہ مکان مادر ہندہ کا تھا تو مالکہ کو اختیار ہے کہ تصرف اس کی ملک میں ہے اور جب پہلے بھی وہ رضامند تھی اور اب بھی ہے تو بکر کو کوئی حق اعتراض نہیں کہ جس کی ملک تھی اس نے جائز کر دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب[۴] :۔ ہندہ کا مدت دراز تک تصرف مالکانہ کرنا اور خالد کا باوجود علم و اطلاع تعرض نہ کرنا بلکہ راضی رہنا دعویٰ کو ساقط کرتا ہے خود خالد بھی دعویٰ کرتا تو مسموع نہ ہوتا۔ اب بعد انتقال خالد اس کے ورثہ کا دعویٰ بھی نامسموع ہوگا عقود الدریہ میں ہے۔ رجل تصرف زمانا فی ارض ورجل آخر رای الارض والتصرف ولم یدع ومات علی ذالک لم تسمع بعد ذالک دعوی ولدہ اھ ولم یقید وہ بمدۃ کما تری وما یمنع صحۃ

---

[۱] طحطاوی علی الدر، کتاب الہبۃ ج ۳ ص ۳۹۴۔ [۲] درمختار، باب الرجوع فی الہبۃ ج ۴ ص ۵۰۴۔ [۳] درمختار میں ہے۔ ویمنع الرجوع فیھا موت احد العاقدین بعد التسلیم۔ [۴] تنویر الابصار و درمختار میں ہے۔ ولو وھب لذی رحم محرم منہ نسبا لایرجع۔ طحطاوی میں ہے۔ وانما لا یرجع فیھا لقولہ علیہ السلام اذا کانت الھبۃ لذی رحم محرم لم یرجع فیھا ولان المقصود منھا صلۃ الرحم وقد حصل وفی الرجوع قطعیۃ الرحم ج ۳ ص ۴۰۵۔ [۵] درمختار میں ہے ویمنع الرجوع فیھا خروج الھبۃ عن ملک الموھوب لہ ج ۴ ص ۵۰۸-۱۲۔ مصباحی

دعوی المورث یمنع صحۃ دعوی الوارث اسی میں ہے۔ سئل فی رجل یرید الدعوی علی زید بمیراث امہ المتوفاۃ اکثر من خمسۃ عشر سنۃ وزید یجحد وسفت ھذہ المدۃ من بلوغہ رشیدا ولم یدع بذالک ولا منعہ مانع شرعی وھما مقیمان فی بلدۃ واحدۃ فہل تکون دعواہ بذلک غیر مسموعۃ للمنع السلطان الجواب نعم و القضاء یجوز تخصیصہ بالزمان والمکان واستثناء بعض الخصومات کما فی الخلاصۃ فتاوی خیریہ میں ہے۔ سئل فی رجل اشتری من آخر سنۃ اذرع من ارض بید البائع وبنی بہا بناء وتصرف فیہ ثم بعدہ ادعی رجل علی البانی المذکور ان لہ ثلثۃ قراریط و نصف قیراط فی المبیع المذکور ارثا عن امہ ویرید ہدمہ والحال ان امہ تنظرہ یتصرف بالبناء والانتفاع المذکورین ھل لہ ذالک ام لا وھل تسمع دعواہ مع تصرف المشتری ورؤیۃ امہ لہ واطلاعہا علی الشراء المذکور والتصرف المذبور مدۃ مدیدۃ اللہ اجاب لا تسمع دعواہ لان علمائنا افتوا فی متونہم وشروحہم وفتاواھم ان تصرف المشتری فی المبیع مع اطلاع الخصم ولو کان اجنبیا بنحو البناء والغرس والزرع یمنعہ من سماع الدعوی قال صاحب المنظومۃ اتفق اساتیذنا علی انہ لا تسمع دعواہ ویجعل سکوتہ رضا للبیع قطعا للتزویر والاطماع والحیل والتلبیس وجعل الحضور وترک المنازعۃ اقرارا بانہ ملک البائع وقال فی جامع الفتاوی وذکر فی منیۃ الفقہاء رأی غیرہ یبیع عروضا فقبضہا المشتری وھو ساکت وترک منازعتہ فہو اقرار منہ بانہ ملک البائع انتہی فعلم بذالک ان الام لو کانت حیۃ ثم ادعت بعد ذلک لا تسمع دعواھا وما منع المورث فی مثلہ منع الوارث بالاولی وذالک کلہ لاجل الدفع والقطع لمادۃ التزویر والتلبیس والحاسم لطریقۃ الاحتیال وقطع شافۃ الاطماع بالتدلیس فی زمان غلب علی اھلہ ارتکاب الباطل وتعاطی العاطل بینا لوامن الدنیا الدنیۃ نوع نائل نتزی الواحد منہم علی خصمہ کالسبع الصائل نحسموا سماع مادۃ مثل ھذہ الدعوی لما رأوا من فساد اھل الزمان بارتکابہم باطل العدوان والمیل للدنیا التی ھی حبائل

الشیطن فیجب منع ذالک۔ اذالقاعدۃ التی اجتمعت علی صحتہا اھل المذھب دع المفاسد اولیٰ من جلب المصالح یدخل ھذہ الوقت فیما اشتملت علیہ من المفر دات فیجب لعمل بہ الی دفع الظاھر الذی ینصر تغیر الزمان و فساد اھل الذی نطقت الاحادیث بش ھم و قبح حال اکثرھم واللہ اعلم[1]۔ فتاویٰ امام غزی تمرتاشی میں ہے۔ سئل عن رجل اشتری کرما من رجل واستمر جاریا فی ملکہ مدۃ تزید علی عشرین سنۃ ثم بعد ذلک ادعی رجل وھو جار المشتری ملاصق لکرمہ بنصف الکرم المزبور وال حال ان المدعی مقیم فی ھذہ البدرۃ عالم بان الکرم المذکور جارفی ملک المشتری وھو ساکت لم ینازع فی ذالک اصلا فی المدۃ المذکورۃ ولم یمنعہ من الدعوی مانع شرعی وقد استعمل المشتری المدعی المذکور فی الکرم باجرۃ معلومۃ مرارا متعددۃ فہل تسمع ھذہ الدعویٰ۔ اجاب لاتسمع ھذہ الدعویٰ قال فی الکنز باع عقارا وبعض اقاربہ حاضر یعلم البیع ثم ادعی لاتسمع دعواہ انتہی وفی البزازیۃ باع شیأ وزوجتہ اوبعض اقاربہ حاضر ساکت ثم ادعاہ لاتسمع واختار القاضی فی فتاواہ انہ یسمع فی الزوجۃ لافی غیرھا واختار ائمۃ خوارزم ماذکرناہ بخلاف الاجنبی فان سکوتہ وقت البیع والتسلیم ولوجارا لایکون رضاء بخلاف سکوت الجار وقت البیع والتسلیم وتصرف المشتری فیہ زرعا وبناء حیث تسقط دعواہ علی ماعلیہ الفتویٰ قطعا للاطماع الفاسدۃ[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب ۵ :- جب خالد ہبہ کر چکا ہے تو خود خالد کو بھی کوئی حق نہ رہا۔ جیسا جواب سوال دوم میں مذکور ہو چکا۔ نہ کہ اولاد خالد اور صورت مذکورہ میں بکر تو وارث بھی نہیں[3] اسے تصرف کا حق کیا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] فتاویٰ خیریہ۔ کتاب الدعویٰ۔ ج ۲ ص ۸۴۔ ۱۲ مصباحی

[2] فتاویٰ امام الغزی ص ۲۱۲۔ کتاب الدعویٰ والاقرار۔ ۱۲ مصباحی۔ [3] کیونکہ خالد کی اولاد ذکور موجود ہے۔ (جو پہلے درجہ کا عصبہ ہیں) تو ان کی موجودگی میں خالد کا بھائی بکر (جو تیسرے درجہ کا عصبہ ہے) وارث نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے۔ ویسقط بنوالاعیان وھم الاخوۃ والاخوات لاب وام بثلاثۃ بالابن وبالاب وبالجد ۔“ واللہ تعالیٰ اعلم ۔مصباحی

مسئلہ: مرسلہ مولوی عبدالکریم صاحب از چتوڑ گڈھ علاقہ اودے پور۔ میواڑ۔ ۵ جمادی الآخر ۱۳۳۱ھ

ایک مدرسہ کا روپیہ جو واقف نے خاص ایک مدرسہ کے لئے دیا ہے۔ دوسرے مدرسہ میں صرف ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: جب واقف نے روپیہ خاص اس مدرسہ میں صرف کرنے کے لئے دیا تو یہ دوسرے مدرسہ میں کیونکر صرف کر سکتا ہے درمختار میں ہے وان اختلف احدهما بان بنى رجلان مسجدين او رجل مسجداً ومدرسة ووقف عليهما اوقافاً لايجوز له ذلك[1] اى الصرف من غلة احدهما على الآخر۔ وهو تعالى اعلم۔

مسئلہ: مرسلہ حکیم احمد حسین صاحب و محمد حسین صاحب۔ از سکندر پور ضلع بلیا۔ ۵ جمادی الآخر ۱۳۳۱ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ قبرستان میں مدرسہ بنانا یا تعمیر مکان بغرض قرآن خوانی یا کنواں بغرض آبپاشی گل پھول و درختان قبرستان جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اور اگر پہلے سے اسمیں مدرسہ لاعلمی سے بنوا دیا ہو یا مکان قرآن خوانی کے لئے تیار کرا دیا یا کنواں کھودوا دیا ہو تو ایسی حالت میں ان چیزوں کا قائم رکھنا بہتر ہے یا منہدم کرا دینا؟

(۳) وہ حصہ زمین قبرستان کی جو محدود احاطہ قبرستان ہے مگر وہاں آس پاس قبریں نہیں ہیں اسکو تصرف میں اپنے لا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور مکان سکونہ اپنے لئے بنا سکتے ہیں کہ نہیں؟

الجواب: وقفی قبرستان میں ان چیزوں کا بنانا جائز نہیں فتاوی عالمگیری میں ہے۔ ولا يجوز تغير الوقف عن هيئاته فلا يجعل الدار بستاناً ولا الخان حماماً ولا الرباط دكاناً[2] فتح القدير و ردالمختار و شرح الاشباه للعلامة البيرى ميں ہے۔ الواجب ابقاء الوقف على ما كان عليه دون زيادة[3]۔

بلکہ اگرچہ قبریں نیست و نابود ہو گئی ہوں جب بھی ایسے قبرستان میں مدرسہ وغیرہ بنانا ناجائز کہ اب بھی وہ مقبرہ ہے عالمگیری میں ہے۔ سئل الامام شمس الائمة محمود الاوزجندى عن المقبرة اذا اندرست ولم يبق فيها اثر الموتى لا العظم ولا غيره هل يجوز زرعها واستغلالها قال لا ولها حكم المقبرة كذا فى المحيط[4]

واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] درمختار ج ۳ ص ۴۰۸ کتاب الوقف۔ ۱۲ مصباحی۔ [2] عالمگیری کتاب الوقف، الباب الرابع عشر فی التفرقات، ج ۲ ص ۴۵۴

[3] فتح القدیر کتاب الوقف ج ۵ ص ۴۴۲۔ [4] عالمگیری، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر ج ۲ ص ۴۵۱۔ مصباحی۔

الجواب ۲:۔ ان کو منہدم کر دیا جائے کہ یہ تصرفات ناجائز ہیں۔ اور وقف کا اپنے حال پر باقی رکھنا واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب ۳:۔ قبرستان وقفی خالی زمین پر بھی نہ کوئی اپنا مکان بنا سکتا ہے نہ اسے اپنے تصرف میں لا سکتا ہے۔ کما مر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ مسؤلہ منشی محمد ظہور صاحب محلہ گندہ نالہ۔ بریلی۔ ۲۱ر جمادی الآخر ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا اندرونی حصہ تنگ ہے کثرت نمازیان کی وجہ سے دقت ہوتی ہے لہٰذا یہ تجویز کی جاتی ہے کہ وسیع کیا جاوے مگر موقع کو دیکھنے سے یہ بات ظاہر ہوتی کہ قریب تین طرف کے راستے حائل ہے۔ اور غرب کی طرف کو ایک شخص کی عمارت حائل ہے۔ صرف پاکھا شمالی کی جانب اس کی رہگذر ہے تو یہ خیال ہوا کہ اس کی رہگذر میں سے اڑھائی گز مربع زمین تخمیناً لی جاوے اور تخمیناً ساڑھے تین گز مربع اراضی حجرہ مسجد میں سے بمعاوضہ اسکو دی جاوے۔ واسطے رہگذر اس کے جس پر کہ وہ رضامند ہے۔ تو اس صورت میں اراضی کا تبادلہ جائز ہے یا نہیں اور بجائے دو گز کے تین گز دینا جائز ہے یا نہیں۔ یا زائد اراضی حجرہ کی قیمت اس سے لیکر صرفہ مسجد میں شامل کیا جاوے اور اس حجرہ میں نماز کبھی نہیں پڑھی گئی جو بیانات و نیز ملاحظہ نقشہ سے بخوبی ظاہر ہو جاوے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جبکہ وہ حجرہ کی زمین مسجد کی زمین نہیں بلکہ مصالح مسجد کے لئے ہے اور اب مسجد کو وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔ اور بغیر استبدال توسیع نہیں ہوتی تو اتنی زمین دیکر اسکے بدلہ میں دوسری زمین لیکر مسجد میں شامل کر سکتے ہیں۔ مگر بلا وجہ تین گز دے کر ۲ گز لینے کی کوئی وجہ نہیں اس میں مسجد کا نقصان ہے ہاں اگر وہ ساڑھے تین گز سے کم لینے پر راضی نہیں ہوتا تو زائد جو کچھ ہے اس کے بدلے کا روپیہ لیکر مسجد میں صرف کریں اور بیان سائل سے معلوم ہوا کہ اس کے بدلے کی زمین جو شخص دے رہا ہے وہ ساڑھے تین گز زمین نہیں دے سکتا ہے ہاں اگر لیکر زیادہ کا روپیہ دے سکتا ہے تو اس صورت میں وہاں کے دیندار مسلمانوں کے مشورہ سے یہ تبدیل ہو سکتی ہے۔ ردالمختار میں فتاویٰ سراجیہ سے ہے۔ دان کان للوقف ریع دلکن یرغب شخص فی استبداله

ان اعطی مکانه بدلا اکثر ریعًا منه فی صقع احسن من صقع الوقف جاز عند ابی یوسف والعمل علیه

علیہ[۱]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ مسئولہ زاہد علی۔ شہر کہنہ۔ بریلی ۲۴ ؍ شعبان ۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ مسلمانان محلہ نے باہمی بالاتفاق بنابر مرمت شکست و ریخت، ڈلی وغیرہ مسجد کچھ چندے سے روپیہ جمع کیا روپیہ مذکور کو بہ رضامندی جمیع ایک شخص کو سپرد کیا تاکہ مسجد کا کام کرائے شخص مذکور نے مشقت و جاں فشانی سے اس کام کو انجام دیا۔ کچھ کام باقی رہ گیا۔ اور کچھ روپیہ بھی باقی رہ گیا شخص مذکور بیمار ہوگیا مسلمانوں نے حساب اور روپیہ طلب کیا۔ شخص مذکور نے تحویل باقی ماندہ کا حساب کرکے مسلمانوں کے سپرد کیا۔ مسلمانوں نے اس کام کو سب اور سیر سے تخمینا کرایا تخمینہ سے سب اور سیر کے کچھ بیشی روپیہ شخص مذکور سے اور نکلا وہ روپیہ اس سے جبریہ وصول کیا گیا۔ وہ روپیہ مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ وہ روپیہ کس کا حق ہے اور کس کو دینا چاہئے؟

الجواب:۔ سب اور سیر کا تخمینہ کوئی شئی نہیں ہے۔ تخمینہ میں کمی بیشی بھی ہوتی ہے۔ ہاں اگر شہادت سے ثابت ہو کہ فلاں روز اتنے راج اور مزدوروں نے کام کیا اور اس نے فرد حساب میں زیادہ تعداد لکھی یا راج مزدوروں کو روزانہ جتنا دیا جاتا تھا، اس سے زیادہ حساب میں درج کی تو بے شک خائن ہے۔ اور وہ رقم جو زیادہ لکھی اس سے وصول کیا جائے اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بلا وجہ شرعی اس پر بدگمانی کرکے جبراً اس سے وصول کیا گیا ہو تو اسے واپس کریں مسجد میں اس کا صرف[۲] جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ مسئولہ نثار احمد خاں۔ از قصبہ افضل گڈھ ضلع بجنور تحصیل نگینہ۔ ۹ ؍ شوال ۴۱ھ۔

علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک مسجد جو پہلے تھی اسکو شہید کیا اور ایک زیادت اس کے پیچھے ظاہر تھی، جب اسکی نیو کھودی گئی تو ہڈی مردوں کی نکلی اور وہ زیادت اندر مسجد کے لے لی گئی اب جیسا مناسب ہو ویسا تحریر کریں اس مسجد میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟۔

---

[۱]۔ ردالمحتار ج ۳ ص ۴۲۶ کتاب الوقف۔ ۱۲۔ [۲] یا سامان کے خرید میں یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے جتنے میں خریدا تھا اس سے زائد حساب درج کیا یا سامان جتنا لگا۔ اس سے زائد کی خرید دکھائی۔ تو بھی خائن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مصباحی

الجواب :- قبر پر مسجد کی دیواریں اٹھانا جائز نہیں حدیث میں ہے ولا یبنیٰ علیہ[1] اور قبر کو بقدر ضرورت مسجد میں داخل کر سکتے ہیں مگر اس طرح کہ قبر کے آس پاس سے دیوار اٹھالیں اتنی کہ دیواریں قبر سے اونچی ہو جائیں پھر چھت پاٹ لیں کہ قبر بجنسہ تہہ خانہ میں رہے اور یہ چھت مسجد کے کام میں آئے اور یہ بھی اس وقت کر سکتے ہیں کہ جب وہ وقفی قبرستان میں نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مسئولہ منشی محمد ظہور صاحب بریلی گندہ نالہ۔ ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد املی واقع نالہ بریلی کی بجہت پیر صاحب مکان عقب مسجد نے دیوار پردہ اپنے آرام و آسائش کے لئے اپنے صرفہ سے تیار کرا کر مسجد کے نام وقف کردی تھی۔ مسجد مذکور کا کوئی نفع اس دیوار سے نہ تھا۔ اب حال میں مسجد دیوار مذکور شہید کرا کر از سر نو مسجد تیار ہوئی کچھ پردہ مذکور ایام برسات میں گر گیا تھا جس کے باعث سے صاحب خانہ کو زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا بقیہ دیوار مذکور کے گرانے میں مسجد کے روپیہ سے صرفہ دیا گیا سابق میں مسجد مذکور کی اونچائی پونے تین گز تھی اب دس گرہ کرسی اونچی کی گئی اور بارہ گرہ اندر کی جگہ اونچی ہوئی بجائے پونے تین گز کے ۳ گز ہوئی اور چار گرہ کی منڈیر اب اونچائی پردہ سابقہ سے دیچیپیت مسجد کی اونچائی سے چار گرہ کمی ہے۔ صاحب خانہ کہتے ہیں کہ مسجد مذکور پر پردہ مسجد کے صرفہ سے قدم آدم تیار کرانا چاہئے۔ ایسی حالت میں دریافت طلب ہے کہ پردہ مذکور مسجد اپنے صرفہ سے تیار کرا سکتی ہے یا صاحب خانہ مذکور اپنے صرفہ سے اور کس شکل پر تیار کرا سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب :- پردے کی دیوار مسجد کے روپئے سے بنانے کی کوئی وجہ نہیں کہ بیان سائل سے معلوم ہوا کہ یہ بے پردگی مسجد کی وجہ سے نہیں بلکہ دوسرے مکانات جو مسجد سے قریب ہیں ان سے بے پردگی ہوتی ہے اور مسجد کی دیوار جب بلند ہو جائے گی تو ان مکانات سے بے پردگی نہ ہوگی ہاں اگر مالک مکان اپنے روپئے سے بقدر ضرورت پردہ کی دیوار بنا کر مسجد کے نام وقف کر دے تو ہو سکتا ہے جبکہ مسجد کو اس دیوار سے کچھ ضرر نہ

---

[1] صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۲ کتاب الجنائز، عن جابر رضی اللہ عنہ۔ ۱۲ مصباحی۔

پہونچے اور جب چار گرہ سے پردہ ہو جائے گا تو قد آدم کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۔ مسئولہ مولوی آفتاب الدین محلہ ذخیرہ مسجد نباریان بریلی ۔ ۳ رمحرم ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک قطعہ زمین عیدگاہ بنانے کیلئے وقف کیا تھا۔ حتیٰ کہ عیدگاہ بنادی گئی۔ اور برسوں سے عید کی نماز ہوتی رہی لیکن زید کیا کرتا ہے کہ اپنے اولاد میں سے کسی کا انتقال ہو تو اسی عیدگاہ میں جانب شمال دفن کرتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس ارض موقوف پر زید کی ملکیت باقی ہے یا نہیں اور اس میں میت دفن کر سکتا ہے یا نہیں اور ایسے عیدگاہ میں نماز ہوگی یا نہیں؟ اور اگر دفن کرنا ناجائز ہو تو جو دفن کیا گیا اسکے بارے میں کیا حکم ہے بحوالۂ کتب۔ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ جب اس قطعہ زمین کو عیدگاہ بنایا اور وقف کر دیا بلکہ اس جگہ برسوں عید کی نماز بھی ہو چکی تو اب یہ وقف تام ولازم ہو گیا اور زید کی ملک سے خارج ہو گیا کہ اب وہ اختلاف بھی باقی نہ رہا جو امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ میں ہے۔ عالمگیری میں ہے۔ وعند ابی یوسف یزول ملکہ بالقول کما ھو اصلہ وعند محمد اذا استقی الناس من السقایۃ وسکنوا الخان والرباط ودفنوا فی المقبرۃ زال الملک ویکتفی بالواحد لتعذر فعل الجنس کلہ[1]۔ اور اس عیدگاہ میں واقف کو مردے دفن کرنا جائز نہیں کہ یہ تغییر وقف ہے اور تغییر وقف حرام۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ لایجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما ولا الرباط دکانا[2] فتح القدیر۔ پھر ردالمحتار میں ہے الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ[3] اور زید نے جو مردے دفن کر دیئے ہیں زید انہیں کھود کر دوسری جگہ لیجائے یا زمین برابر کر دی جائے قبور کا نشان مٹا دیا جائے۔ عالمگیری میں ہے۔ ولا ینبغی اخراج المیت من القبر بعد ما دفن الا اذا کانت الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعتہ کذا فی فتاویٰ قاضیخان[4]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] عالمگیری، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر ج ۲ ص ۳۵۰ [2] ج ۲ ص ۳۵۴ ۔ [3] فتح القدیر ج ۵ ص ۴۴۰ [4] ۔ عالمگیری، کتاب الصلوٰت ، الفصل السادس ج ۱ ص ۸۵ ۔ مصباحی۔

مسئلہ: ازموضع ہرہرپور۔ پرگنا نواب گنج۔ ضلع بریلی۔ ۹ محرم الحرام ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ موضع ہرہرپور میں ایک قبرستان ہے اس میں جو درخت ہیں وہ درخت اہل گاؤں کے بزرگوں کے لگائے ہوئے ہیں اب ان درختوں کو زمیندار نے فروخت کردیا ہے اور ان درختوں کو ایک شخص مسلمان نے خرید لیا ہے ان درختوں کے فروخت کرنیکا سب گاؤں کے مسلمانوں کو درد ہے کیونکہ ان درختوں کی لکڑی سے تختے وغیرہ میت کے کام میں لائے جاتے ہیں زمیندار کو ان درختوں کو فروخت کرنا چاہیے یا نہیں اور جو شخص مسلمان خریدے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب: یہ درخت کہ گاؤں والوں نے قبرستان میں لگائے اگر قبرستان وقف ہے اور درخت قبرستان کیلئے لگائے تو درخت بھی وقف ہیں اور ایسا نہیں تو درخت لگانے والوں کی ملک ہیں بہرحال زمیندار ان درختوں کو فروخت نہیں کرسکتا۔ فتاوی خیریہ میں ہے۔ ان کان البانی غیر المتولی فان کان باذن المتولی لیرجع فھو وقف وان لم یکن باذن المتولی فان بنیٰ للوقف فھو وقف وان لنفسہ واطلق رفعہ لو لم یضر بارض الوقف فان اضر الحکم ماتقدم ذکرہ[۵]۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ (۱) مسئولہ جناب حاجی نعمت علی صاحب ضلع مظفر پور۔ ڈاکخانہ رائے پور۔ ساکن پنڈول۔ ۱۴ صفر ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں کہ مسجد و مزار اولیاء و خانقاہ و مدرسہ و کنواں و پوکھر و پل ان سبھوں میں سب سے زیادہ ثواب کس کے بنانے میں ؟

مسئلہ (۲) مسجد کے نام یا محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے نام یا مدرسہ کے نام یا مزار اولیاء کے نام ان میں کس کے نام پر وقف کرنا زیادہ ثواب ہے درجہ بدرجہ خلاصہ بیان فرمایا جاوے؟

الجواب (۱و۲): جس کی زیادہ ضرورت ہو اس میں زیادہ ثواب ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ: مسئولہ امیر احمد صاحب محلہ ذخیرہ۔ ۲۳ جمادی الآخرہ ۴۲ھ

---

[۵] فتاوی خیریہ۔ ج ۱ ص ۱۳۴۔ کتاب الوقف۔ ۱۲ مصباحی

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مساۃ متین کا حصہ ایک افتادہ زمین یعنی ٹوٹے ہوئے مکان مشترکہ ایک ثلث ہے جس کا تخمینہ ۳۵ گز ۳ گرہ آراضی ہے جو اس کو حق پدری سے پہونچا ہے زمین مذکور کو ایک مسجد کے نام قریب تین سال گزرتے ہیں کہ وقف کردیا اور ایک وقف نامہ غیر رجسٹری شدہ تحریر کر دیا اور اہل برادری کو اختیار انتظام دبیع تک دیدیا اہل برادری نے اس کا منتظم ایک شخص محلہ دار کو کر دیا۔ چونکہ اس شخص نے برادری سے چار آنے ماہوار درصورت کرایہ کے دینے وعدہ کیا تھا مگر تادم تحریر ایک پیسہ اس کی آمدنی کا مسجد کو نہیں لگایا اور نہ متولی مسجد کو دیا۔ اور نہ برادران چودھری یان کو دیا اب مساۃ مذکورہ درخواست کرتی ہے کہ جو نزکہ میں نے مسجد کے نام وقف کیا تھا اس سے کوئی فیض مسجد کو نہیں پہونچا۔ لہٰذا اب چاہتی ہوں کہ حصہ موقوفہ کو بیع کر کے زندگی ہی میں مسجد کو لگا دیا جاوے تاکہ مجھ کو اطمینان ہو۔

مشورہ کیا گیا کہ حصہ موقوفہ کی زمین جو صرف ۳۵ گز ۳ گرہ ہے اور وہ بھی مشترکہ ہے اگر کسی حصہ دار کو دے دی گئی اس نے اس میں کچھ عمارت تیار کرے اور چار ماہوار کچھ دنوں تک دیتا رہا بعد کو نہ دیئے۔ جیسا کہ منتظم شخص نے کیا کہ ایک حصہ دار کو دیدی اور اس نے اس کو تعمیر بھی کرایا مگر خدائی انتظام یہ ہوا کہ بارش میں سب برابر ہو گیا جس نے اس مدت تک بھی ایک پیسہ مسجد کو کرایہ کا نہ دیا۔ لہٰذا کوئی صورت ایسی معلوم نہیں ہوتی جس سے محض زمین کی حالت موجودہ سے مسجد کو فائدہ پہونچے لہٰذا اس مساۃ نے دیگر صاحبان سے یہ مشورہ دیا کہ دکان مسجد کو جس کا کرایہ اب عہ ایک روپیہ ماہوار ہے۔ اگر دکان مسجد کی چھت اونچی کرا کر کیواڑ لگوادی جائے تو عہ ماہوار کی آمدنی کی دکان ہو جاوے گی بجائے چار ماہوار کے حساب سے رسے سالانہ ہوتے ہیں اس صورت سے بارہ روپیہ سالانہ کی آمدنی مسجد کو ہو جاوے گی اور زمین جو اس وقت تک مسجد کی بیکار ہے کارآمد ہو جاوے گی اور مساۃ کے دل پر جو خیال ہے کہ زمین کو کوئی حصہ دار نہ دبالے صاف ہو جاوے گی اور مسجد کو کافی نفع اور فائدہ پہونچے گا اور ہمیشہ ہمیشہ پہونچتا رہے گا۔ لہٰذا درصورت زمین موقوفہ کی بیع جائز ہے کہ نہیں؟ خریدار خرید سکتا ہے کہ نہیں اور جو صاحبان اس کام میں شریک ہوں گے وہ گنہگار تو نہ ہوں گے؟

الجواب:۔ اس زمین کو فروخت کر کے کوئی دوسری جائداد خریدی جاسکتی ہے جس کی آمدنی مسجد میں صرف ہوتی رہے اور یہ جائز نہیں کہ اس روپیہ کو مرمت دکان میں صرف کیا جائے کہ یہ ابطال وقف ہوگا۔

اور ابطال وقف ناجائز درمختار میں[1] ہے۔ وجاز شرط الاستبدال بہ ارضا اخریٰ حینئذ او شرط بیعہ ویشتری بثمنہ ارضا اخریٰ اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیۃ کالاولیٰ[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: مرسلہ قادر بخش محمد بخش صاحبان، ناگور، علاقہ جودھپور، مارواڑ، ۱۳/رجب ۴۲ھ

ایک مسجد قدیم جس کا صحن وسیع کرانیکی ضرورت ہے۔ اور اس کا کچھ حصہ منہدم بھی کیا جاکر پتھر وغیرہ جو نکلیں گے اسمیں لگا دیئے جاویں گے۔ اور اگر کچھ پتھر یا لکڑی وغیرہ بچی رہی تو اس کو فروخت کرکے اسکی قیمت اس میں صرف کردی جاویگی لہذا اسمیں کیا حکم ہوتا ہے؟

الجواب: جو چیزیں مسجد کے کام میں نہ آسکیں بیکار ہو جائیں انھیں بیچ کر قیمت مسجد میں صرف کیجائے مگر خریدار کو چاہئے کہ وہ چیزیں بے ادبی کی جگہ میں نہ لگائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: مرسلہ عبدالحکیم صاحب شہر کانپور۔ محلہ مصری بازار، بمسجد محمد تقی۔ ۳/رجب ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں مورث زید نے ایک مسجد تعمیر کرائی اور جائداد اس شرط کے ساتھ وقف کیا کہ درجہ بدرجہ اپنے خاندان میں جو بڑا ہو متولی ہو اور مرمت مسجد تعین موذن اور جاروب کش کا حق اس طریقہ پر دیا کہ اگر جاروب کشی و موذن گیری خود متولی کرے تو مشاہرہ خود لے سکتا ہے ورنہ خود انجام نہ دے سکے تو دوسرے کو مقرر کرے اور خرچ جائز و ناجائز کے حساب و کتاب سمجھنے کا حق کسی دوسرے مسلمان کو نہیں دیا ایسی حالت میں یہ وقف نامہ بغرض حفاظت جائداد سمجھا جائے گا یا جو عام طریقہ سے وقف نامہ مروج ہے وہ سمجھا جائے گا؟

الجواب: وقف نامہ میں ایسی شرط ذکر کرنا کہ متولی کو جائز و ناجائز جو چاہے خرچ کرے اختیار ہے کوئی اس سے حساب بھی نہ لے سکے یہ شرط باطل ہے متولی تو متولی خود واقف بھی اگر دیانت کے خلاف کام کرے معزول کردیا جائے گا اگرچہ یہ شرط ہو کہ معزول نہ کیا جائے کہ یہ شرط مصالح وقف کے خلاف اور حکم شرع کے مخالف ہے درمختار میں ہے۔ ینتزع وجوبا بزازیہ لو الواقف درر فغیرہ بالاولیٰ غیر مامون وان شرط عدم نزعہ اوان لا ینزعہ قاض ولا سلطان لمخالفتہ لحکم الشرع فیبطل[2]۔ نیز اسی میں معروضات علامہ مفتی ابوالسعود سے ہے۔ لو شرط الواقف

---

[1] درمختار ج ۳ ص ۲۲۴ کتاب الوقف۔ ۱۲ مصباحی۔ [2] درمختار ج ۳، ص ۴۲۱، کتاب الوقف ملخصا۔

العزل والنصب وسائر التصرفات لمن يتولی من اولادہ ولا یداخلھم احد من القضاۃ ولا امراء و ان داخلوھم فعلیھم لعنۃ اللہ ھل یمکن مداخلتھم فاجاب بانہ فی سنۃ اربع واربعین تسع مأۃ قد حررت ھذہ الوقفیات المشروطۃ ھکذا فالمتولون من الامراء یعرضون للدولۃ العلیۃ علی مقتضی الشرع ومن دونہ رتبۃ یعرض بآرائھم مع قضاۃ البلاد علی مقتضی المشروع من المواد لایخالف القضاۃ المتولین ولا المتولون القضاۃ بھذا ورد الامر الشریف فالواقفون لو ارادوا ای فساد صدر ویصدر واذا داخلھم القضاۃ ولا الامراء فعلیھم اللعنۃ ۔ فھم الملعونون لما تقرر ان الشرائط المخالفۃ للشرع جمیعھا لغو وباطل ۔ ردالمحتار میں ہے ۔ حاصلہ ان الواقفین اذا شرطوا ھذا الشرط ولعنوا من یداخل الناظر من الامراء والقضاۃ کانوا ھم الملعونین لانھم ارادوا بھذا الشرط انہ مھما صدر من الناظر من الفساد لایعارضہ احد وھذا شرط مخالف للشرع وفیہ تفویت المصلحۃ للموقوف علیھم وتعطیل الوقف فلا یقبل[1] مسلمانوں پر لازم ہے کہ حساب سمجھیں اگر خیانت پائیں متولی کو معزول کردیں ایسی شرط کا کچھ اثر نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ :۔ از برہان پور سی پی مرسلہ ڈی عبدالرحیم سوداگر چرم ۔ ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں مسئلہ وقف ایک شخص نے مسجد اور چھ دکانیں بنوا کر وقف کردی ان دکانوں میں قوم بوہرہ کرایہ سے رہتے ہیں اور دکانوں کا کرایہ نامہ آج تک یعنی ۴۵ و ۵۵ سال سے نہیں لکھا گیا ہے اور سالہا سال ماہ رمضان المبارک کی ۲۷ تاریخ کو کرایہ وصول ہوتا رہا مگر دو سال سے قوم بوہرہ جو کہ کرایہ دار ہے کرایہ دینے سے انکار ہے اور کہتے ہیں کہ دکان کو خرید لیا ہے اور یہ خرید و فروخت آپس میں کرا دار وں نے کی ہے ۔ ایسی صورت میں خرید و فروخت مال وقف کی جائز ہے کہ نہیں ۔ اور وہ کرایہ دار ۴۵ و ۵۵ سال سے ہیں اور مال وقف کی کوئی تحریر وغیرہ نہیں ہے مگر سرکاری نقشہ میں مسجد اور دکانوں کا حوالہ ہے ۔ امید ہے کہ اس مسئلہ پر بہت جلد غور فرما کر مطلع فرما دیں گے ؟

---

[1] درمختار و ردالمحتار ج ۳ ص ۴۲۷ ۔ کتاب الوقف ۔ مصباحی

الجواب:۔ جب اس شخص نے دکانیں وقف کردی ہیں تو اس کے بیچنے کا خود بھی حق نہیں رکھتا دوسرا کوئی شخص کب ان کی بیع کرسکتا ہے کہ مسجدیں ملک الٰہی ہیں قرآن مجید میں ارشاد ہوا اِنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ مسجد یا اس کے متعلقات کو نہ کوئی بیچ سکتا ہے نہ خرید سکتا ہے یہ تو کار آمد چیزیں ہیں کہ ان کی آمدنی مسجد پر صرف ہوتی ہے یا ہوگی۔ مسجد کا بیکار سامان بھی بغیر اذن قاضی فروخت نہیں کیا جا سکتا فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ اھل المسجد لو باعوا غلۃ المسجد او نقض المسجد بغیر اذن القاضی الاصح انہ لایجوز کذا فی السراجیۃ[1]۔ کرایہ داروں کا یہ کہنا کہ ہم نے خرید لیا ہے باطل محض ہرگز مسموع نہیں ہو سکتا، بلکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ پوری کوشش کر کے احیائے وقف کریں اور ان کرایہ داروں سے دکانوں کو خالی کرالیں اگر بالفرض کسی نے ان کے ہاتھ بیع کر دیا ہے جب بھی اس کا کچھ اثر نہیں کہ بیع باطل ہے قاضی ایسی بیع کے جواز کا حکم نہیں دے سکتا بلکہ اگر قاضی فیصلہ کر دے تو فیصلہ باطل ہوگا۔ رد المحتار میں ہے۔ و لو قضی الحنفی بصحۃ بیعہ فحکمہ باطل لانہ لایصح الا بالصحیح المفتیٰ بہ[2]۔ وقف کے متعلق تحریر کی کوئی حاجت نہیں نہ مسلمانوں میں مساجد کے متعلق وقف نامہ لکھنے کا رواج ہے وقف کے لئے شہرت کافی ہے اور بربنائے شہرت وقف کی شہادت جائز و معتبر، عالمگیری میں ہے۔ الشھادۃ علی الوقف بالشھرۃ تجوز[3]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ مرسلہ حاجی محمد لیسین عفی عنہ بر دوکان ایس۔ ایم۔ قاسم برادرس مسٹن روڈ کانپور۔ ۲۰ محرم ۱۳۸۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید فاتر العقل ہے اس کے ولی شرعی برادر حقیقی اکبر اور دیگر ورثاء پدر زید نے ایک اقرار نامہ بذیل مضمون لکھ دیا کہ زید چونکہ فاتر العقل ہے۔ اور کوئی وجہ معاش اس کے امکان میں نہیں ہے۔ اس لئے زید کو جو کچھ ورثہ اس کے پدر کا پہونچتا ہے۔ اس کے بابت فلاں نمبری مکان مع دوکان ہم جملہ ورثاء باہم رضامندی سے اسکو لکھ دیتے ہیں کہ وہ تاحیات خود اس کے کرایہ سے متمتع ہوتا رہے۔ اور اس کی وفات کے بعد مکان مع دکان مذکورہ بحق مدرسہ فلاں بصیغہ تعلیم قرآن شریف حسبۃً للّٰہ وقف متصور ہو کر زیر اہتمام مہتمم موجودہ وقف مدرسہ کو دیدیا جاوے۔ کسی وارث خواہ مہتمم ترکہ کو اس میں حق دست اندازی

---

[1] عالمگیری، ج ۲ ص ۴۹۳ کتاب الوقف، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد۔ [2] رد المحتار عن البحر، ج ۳ ص ۴۳۱ کتاب الوقف۔ [3] ج ۲، کتاب الوقف، الفصل الثانی فی الشھادۃ۔ ۱۲۔ مصباحی۔

حاصل نہ ہوگا۔ اگر کوئی دعویٰ کرے تو باطل و ناجائز ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ وقف صحیح ہے یا نہیں بحوالہ کتاب جواب سے مطلع فرمایا جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ وقف مذکور صحیح نہیں اور اس کی چند وجوہ ہیں اول یہ کہ واقف کا مالک ہونا شرط وقف ہے۔ اور یہاں وقف کنندہ مالک نہیں کہ یہ جائداد زید کی ملک ہے اور وقف کرنے والے دوسرے لوگ ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری شرائط وقف میں ہے۔ منها الملك وقت الوقف حتى لو غصب ارضا فوقفها ثم اشتراها من مالكها ودفع الثمن اليه او صالح على مال دفعه اليه لاتكون وقفاً كذا فى البحر الرائق[1]۔ ردالمحتار میں ہے۔ الواقف لابد ان يكون مالكه وقت الوقف ملكا تاما ولو بسبب فاسد[2]۔ دوم۔ یہ کہ وقف کے لئے ناجز ہونا شرط ہے وقف معلق وقف نہیں اور یہاں زید کے مرنے پر وقف کیا جاتا ہے۔ تنویر الابصار میں ہے۔ وشرطه شرط سائر التبرعات وان يكون منجزا[3]۔ عالمگیری میں ہے۔ ومنها ان يكون منجزا غير معلق۔ نیز اسی میں ہے۔ رجل قال ان مت من مرضى هذا فقد وقفت ارضى هذه لا يصح برئ او مات وان قال ان مت من مرضى هذا فاجعلوا ارضى وقفا جاز والفرق ان هذا التعليق والتوكيل بالشرط وذالك يجوز كذا فى الجوهرة النيرة[4]۔ یہ امر آخر ہے کہ اس صورت میں اگر اپنی ملک کو موت پر معلق کرکے وقف کرے تو اسے وصیت قرار دیں گے۔ اور ثلث میں اس کا نفاذ لازم ہوگا۔ مگر صحیح مذہب پر وقف کے احکام اسکے لئے نہ ہوں گے۔ درمختار میں ہے۔ اذامت فقد وقفت داری علی كذا فالصحيح انه كوصية تلزم من الثلث بالموت لاقبله[5]۔ ردالمحتار میں ہے۔ اما فى تعليقه بالموت فالصحيح انه لايزول ملكه الا انه تصدق بمنافعه مؤبدا فيصير بمنزلة الوصية بالمنافع مؤبدا فيلزمه والحاصل انه اذا علقه بموته فالصحيح انه وصية لازمة

---

[1] عالمگیری ج ۲ کتاب الوقف، الباب الاول، [2] ردالمحتار، کتاب الوقف ج ۳ ص ۳۹۴۔ [3] تنویر الابصار ج ۳ ص ۳۹۴۔ [4] عالمگیری ج ۲۔ کتاب الوقف الباب الاول فی الشرائط۔ [5،6] درمختار و ردالمحتار ج ۳ ص ۳۹۷ کتاب الوقف، [7] درمختار ج ۳ ص ۳۹۴۔ [8] عالمگیری ج ۲ کتاب الوقف، الباب الاول۔ [9] فتح القدیر ج ۵ ص کتاب الوقف۔ ۱۲ مصباحی

لکن لہ یخرج عن ملکہ الخ۔ سوم۔ یہ کہ اگر خود زید وقف کنندہ ہوتا تو بوجہ جنون اس کا وقف صحیح نہ ہوتا اگرنا تز العقل
بمعنی مجنون ہو کہ واقف کا مکلف ہونا شرط ہے در مختار میں ہے۔ وشرطہ شرط سائر التبرعات کحریۃ وتکلیف[ے]
عالمگیریہ میں ہے۔ فلا یصح الوقف من الصبی و المجنون[۸]۔ اور اگر زید سفیہ ہو اور وقف کی یہ صورت ہو کہ وہ منافع
اپنی زندگی بھر خود اپنی ذات پر خرچ کرے گا۔ اور بعد موت امور خیر میں صرف ہونگے۔ تو حسب تصریح امام ابن ہمام رحمۃ
اللہ تعالیٰ جائز ہے۔ جب کہ قاضی نے اس کے جواز کا حکم دیدیا ہو۔ فتح القدیر میں ہے۔ وینبغی اذا وقفہا
المحجور لسفہ علی نفسہ ثم علی جہتہ لا تنقطع ان یصح علی قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وھو الصحیح
عند المحققین و عند الکل اذا حکم بہ حاکم[۹]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایک اراضی ہے تھوڑی عمارت
کے قدیم سے وقف تھی اور اس میں تمام افراد خاندان واقف کے پڑھنے پھرنے، اٹھتے، بیٹھتے، سوتے، جاگتے تھے
علاوہ افراد خاندانی مثل محلہ بھی اوقات خاص میں منتفع ہوتے ہیں۔ اب چند برسوں سے ایک صاحب نے اپنی طرز عمل
وحکمت عملی سے تمام افراد خاندانی کو بے دخل کر کے علاحدہ کر دیا۔ اور خود عمارت کو توڑ کر اپنے روپیہ سے اور حسب
مرضی خود بنایا۔ اور محض اپنے اور اپنے خواص کے دوسرا افراد خاندانی سے الگ کر کے مخصوص کرلیا۔ اور بعض
عمارت کو نامزد کر کے مقفل کر دیا تاکہ کوئی شخص جو جماعت خاص کا ممبر ہو یا مخالف گروہ کا ہو جو تمام کے تمام افراد
خاندانی ہیں منتفع نہ ہو سکے اور محض روایات زبانی ایسی سنی جاتی ہیں کہ مخصوص لوگوں نے جب کہا کہ عمارت میں اس قدر
روپیہ کا صرف کرنا اور اراضی موقوفہ ہونا یہ صحیح وٹھیک نہیں تو واقف کار لوگوں سے تو گریز کیا اور اپنی مخصوص جماعت
میں کہا کہ میں تو اپنا مکان زنانہ نشستگاہ بنا رہا ہوں۔ کون ہے جو مجھے نکالیگا۔ کیا وقف اور کسی کا وقف اگرچہ اس وقت
تک نمائشی طور پر اس عمارت جدید کے ایک حصہ میں مدرسہ بھی جاری ہے جس میں طلبہ تعلیم پاتے رہتے ہیں باقی
عمارت و مخصوص نامزد و مقفل ہیں ایسی صورت میں جبکہ اکثر بڑی عمر کے لوگ جو واقف حال و حاضر باش خدمت اکابر
پر تو ہی ختم ہو چکے ہیں یہ احتمال قوی ہے کہ وقف مناسب پر علی الاعلان دعویٰ ملکیت کیا جا وے گا۔ اور ثبوت میں اپنا
قبضہ مخالفانہ مدت کا اور اس پر اپنے روپیہ سے عمارت کا بنانا اور کسی کا معترض نہ ہونا بطور دلیل وبرہان بیان کر کے
عدالتہائے قانونی سے سبکدوش وحق گو حضرات کو خاموش کرنے کا موقع پیش کیا جا وے گا۔ دراں حالیکہ نہ کوئی وقف

نامہ تحریر یا رجسٹری شدہ موجود ہے نہ کوئی تولیت نامہ مصدقہ رجسٹری موجود ہے۔ نہ کاغذات بندوبست ہیں وقف ہونا درج ہے اور نہ اب تک رجسٹر اوقاف موجودہ دفتر جمی میں اس کا اندراج ہے حالانکہ قانون وقف کو جاری ہوئے اور رجسٹری اوقاف کو مرتب ہوئے کئی سال گذر گئے ہیں۔ ان تمام صورتوں کے ہوتے ہوئے زید مذکور کو اراضی وقف پر اپنے روپئے سے تعمیر جدید کرنا اور ان کے بعض حصص کو مقفل کر دینا یا نامزد کر دینا اور دوسرے تمام افراد خاندانی کو خلاف تعامل الگ کر دینا اور رجسٹر وقف موجودہ جمی میں اندراج نہ کرانا عند الشرع کیا حکم رکھتا ہے؟ اور افراد خاندانی کو خصوصاً و عموماً اہل محلہ و شہر پر جو واقف حال وقف تعامل قدیم میں کیا کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور ان کو اب کیا کرنا چاہئے؟ جس سے تعامل قدیم و حفاظت وقف کا حصہ ہو جائے؟

الجواب:۔ جب وہ زمین موقوفہ ہے اور عمل درآمد قدیم سے اس کا وقف ہونا ثابت ہے تو اس پر قبضہ مالکانہ کرنا ناجائز و حرام ہے۔ اور ایسے شخص کو اس کی تولیت سے بھی علیحدہ کر دینا ضروری ہے جس کی نسبت احتمال قوی ہے کہ وقف کا ابطال کرنا چاہتا ہے۔ درمختار میں ہے۔ وینزع وجوبا ولو الواقف فغیرہ بالاولی غیر مامون۔ وہاں کے مسلمانوں پر وقف کی حمایت کرنا ضروری ہے۔ اور اس کا اندراج حکومت کے کاغذات میں کرا دینا ضروری ہے ورنہ ایسی حالت میں کہ بعض لوگ اپنی ملک کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ بہت اندیشہ ہے کہ وقف پر مالکانہ قبضہ ہو جاوے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ از گول بازار۔ راجپور سی۔ پی۔ مرسلہ جناب مرزا ولی اللہ بیگ صاحب۔ ۱۶ شعبان ۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں۔

(الف) کیا وقف شدہ جائداد جو کہ کسی بھی مسجد میں واسطے ایصال ثواب کے واقف نے وقف کی ہو بک سکتی ہے یا نہیں اور کسی بھی متولی کو کبھی اس اوقاف کے بیچنے یا بیع کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

(ب) چونکہ مسجدیں تمام یہاں کے مسلمانوں کے چندہ سے بنی ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ متولی بھی تمام جماعت مل کر منتخب کرتی ہے۔ لہٰذا متولی مسجد نے چند جائدادیں بغیر اجازت جماعت کے مشورہ کے فروخت کر دیں تو کیا اس قسم کا متولی مذکورہ بالا کو اوقاف کے بیچنے یا بیع کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟۔

(ج) جب کہ واقف نے اوقاف کو اس طرح وقف کیا ہو کہ اگر متولی مسجد اس بات کی ضرورت محسوس کرے کہ یہ جائداد

سنیہ ج ۳ کتاب الوقف۔ ۱۲۔ مجتبائی

بیچ کر اصراف مسجد للئے تو متولی مسجد کو اختیار ہے کہ بیچ دے اس حالت میں کیا حکم ہے ؟

(د) اور حالات برعکس ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ مسجد میں اب کسی کام یا کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے اور ہے تو مسلمانوں سے مدد طلب کرنے پر مسجد کا کام جیسا کہ آج تک ہوا ہے ہو سکتا ہے اور مسجد کے جملہ اخراجات میمن جماعت پورا کرتی ہے اور تمام مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ ان جائدادوں کو جو کہ فروخت ہو چکی ہیں واپس بیکرا ورا سے اچھی حالت میں کر کے کرایہ پر چلائیں اور اسی سے مسجد کو فائدہ پہونچائیں اور یہ جائدادیں خراب نہ ہوں تمام مسلمانوں کو اس پر اتفاق ہے کہ واقف نے کسی صورت سے وقف کیا ہو۔ اوقاف بلا ضرورت نہیں بک سکتے اور متولی مسجد (فروخت کنندہ) کہتے ہیں مجھے اختیار ہے واقف کے وقف کے مطابق اوقاف کو فروخت کر سکتا ہوں اور فروخت کرنے کے پہلے مسلمانوں سے نہ مشورہ لیا اور نہ کسی مسلمان کو خبر ہوئی لہٰذا مع آیات قرآنی واحادیث صحیحہ سے عام فہم جواب دیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب (الف): ۔ جائداد موقوفہ کی بیع نہیں ہو سکتی البتہ جائداد موقوفہ کو دوسری جائداد سے بدل سکتے ہیں جبکہ واقف نے وقف میں استبدال کی شرط ذکر کر دی ہو۔ اور استبدال کیلئے چند شرطیں ہیں مثلاً ایک شرط یہ ہے کہ جائداد غیر منقولہ سے استبدال ہو یا وقف نامہ میں یہ شرط ہو کہ اسے بیچکر اس کے ثمن سے دوسری زمین خریدی جائے عالمگیری میں ہے۔ فیلزم ولا یباع ولا یوهب ولا یورث کذا فی الهدایة[1] - درمختار میں ہے۔ فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک .[2] ردالمحتار میں ہے۔ ای لا یکون مملوکا لصاحبه ولا یملک ای لا یملک لغیرہ بالبیع ونحوہ لاستحالة تملیک الخارج عن ملکه ویستثنیٰ من عدم تملیک ما لو اشترط الواقف استبداله.[3] واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ب) وقف میں بعض تصرفات خود متولی کر سکتا ہے اور بعض کے لئے قاضی سے اجازت کی ضرورت ہے اگر وقف نامہ میں ایسی شرط تھی اور اس شرط کے موافق کیا ہے مثلاً اس کے بدلے میں دوسری جائداد خریدلی یا جائداد

---

[1] عالمگیری ج ۲ کتاب الوقف، الباب الاول۔ [2] درمختار ج ۳ ص ۴۰۲ کتاب الوقف۔ [3] ردالمحتار ایضاً۔ ۱۲ مصباحی۔

غیر منقولہ سے بدل کیا اور متولی کو واقف نے ایسا اختیار دیا ہے تو ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ج، د) اگر وقف نامہ کے یہی الفاظ ہیں جو سوال میں لکھے گئے تو اس شرط کی وجہ سے وقف بھی جاتا رہا۔ کیونکہ یہ شرط خود وقف کے منافی ہے۔ وقف میں یہ ہوتا ہے کہ موقوف کو باقی رکھتے ہوئے اس کی آمدنی اپنے اوپر یا کسی کار خیر میں صرف ہوتی ہے۔ اور بیع کی شرط سے اس چیز کے لئے بقا نہ رہی۔ اور تابید وقف کی صحت کے لئے شرط ہے۔ لہٰذا یہ وقف کہ اس نے کیا باطل ہے۔ درمختار میں وقف کے شرائط میں یہ ہے ولا ذکر معه اشتراط بیعه وصرف ثمنه لحاجته فان ذکره بطل وقفه[1] البته استبدال۔ درست ہے جبکہ اس کی شرط واقف نے کر دی ہو اور استبدال میں دوسری جائداد پہلی کے قائم مقام ہوگی۔ اور بدستور وقف باقی رہے گا۔ درمختار میں ہے۔ وجاز شرط الاستبدال به او شرط بیعه ویشتری بثمنه ارضا اخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیة کالاولی[2]۔ اور واقف نے اگر ان لفظوں سے وقف کیا ہے تو اس سے مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود اسی جائداد کی قیمت مسجد پر صرف کی جائے۔ نہ یہ کہ اس کی آمدنی صرف ہو اور چیز باقی رہے اور یہ مسجد نام ہبہ یا تصدق ہوگا۔ کہ متولی کے قبضہ کر لینے پر تمام ہوگا۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ رجل تصدق بدارہ علی المسجد او علی طریق المسلمین تکلموا فیه والفتوی علی انه یجوز[3]۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ لو قال وهبت داری للمسجد او اعطیتها له صح ویکون تملیکا فیشترط التسلیم[4]۔ تو اگر اس صورت میں داخل کر کے اسے بجائے وقف ہبہ تصور کیا جائے تو اب یہ مسجد کی ایک چیز ہوگی۔ واہب کی شرط وغیرہ کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ حقیقۃً اگر مسجد کو ضرورت ہے تو متولی دیگر مسلمانوں سے رائے لیکر مسجد پر صرف کرے اپنے آپ بغیر مشورہ مسجد کی اشیاء کو نہیں بیچنا چاہئے مسجد کی چیزیں فروخت کرنے کے لئے اذن قاضی کی ضرورت ہے مگر چونکہ یہاں قاضی موجود نہیں اہل الرائے اور

---

[1] درمختار ج ۳ ص ۳۹۴ شرائط الوقف۔ [2] درمختار ج ۳ ص ۴۲۴ کتاب الوقف۔ [3] قاضی خان نیز عالمگیری ج ۲ ص ۳۴۹ میں ہے۔ اذا تصدق بدارہ علی مسجد او علی طریق المسلمین تکلموا فیه والمختار انه یجوز کالوقف کذا فی الذخیرہ۔ [4] عالمگیری ج ۲ کتاب الوقف، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد۔ ۱۲، مصباحی۔

سمجھدار اور قابل اطمینان متدین مسلمانوں سے رائے لیکر ایسا کرنا۔ امید ہے کہ کافی ہو اور اس کے مواخذہ سے بچ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:- ازمقام بنی پور۔ ضلع بھروچ۔ مرسلہ جناب اسماعیل ولی بھائی صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کسی وقف قبرستان کا متولی ہو اور وہ شہر کا قاضی بھی کہلاتا ہو وہ قاضی اس وقف قبرستان کو جس میں سیکڑوں قبریں فی الحال موجود ہیں کسی بیوپاری کے ہاتھ بیچ دے اور اس وقف شدہ قبرستان میں کوڑا پڑتا ہو تمام لوگ پاخانہ پھرتے ہوں قبروں پر جلانے کی لکڑی اور مکان بنانے کی لکڑاں قبروں پر ڈالے جاتے ہوں چونے کی بھٹی لگائی جاتی ہو۔ اینٹ چونے پکائے جاتے ہوں ہنود لوگ جو وہاں رہتے ہوں وہ مذکور قبرستان میں قبروں پر پیشاب پاخانہ کرتے ہوں ایسی بے حرمتی قبرستان کی ہوتی ہو اس کیلئے کیا حکم ہے اور ایسے متولی قاضی جس نے یہ قبرستان فروخت کیا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب:- قبرستان کو بیع کرنا باطل ہے اور یہ بیچنے والا گنہگار ہے تمام کتب فقہ میں مذکور ہے۔ فلا یباع ولا یوھب یعنی وقف کو بیع نہیں سکتے۔ عالمگیری و ردالمحتار وغیرہا میں ہے کہ وقف کی باطل ہے۔ اور ایسے کو تولیت سے علیحدہ کردینا واجب۔ تنویرالابصار میں ہے۔ وینزع وجوبا لوالواقف غیر مامون مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے خائن کے ہاتھ سے وقفی جائداد کو فوراً نکال لیں اور کسی امین دیانت دار کارگزار کو متولی مقرر کریں۔ قبر پر چلنے اور اس پر بیٹھنے اور پاخانہ پھرنے کے متعلق بکثرت احادیث موجود ہیں تفصیل دیکھنا چاہیں تو رسالہ اہلاک الوہابین کا مطالعہ کریں مسلمانوں کے قبرستان میں آگ جلانا اور چونے بھٹی لگانا تو بہت اشد ناجائز ہے قبرستان میں آگ لے جانے کی اجازت نہیں نہ کہ قبروں پر بھٹی لگانا جس نے اس قبرستان کو دوسروں کے قبضہ میں دیکر اموات مسلمین کی سخت توہین کی۔ وہ فاسق ہے گنہگار ہے مستحق عذاب نار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:- از غازی پور، محلہ بربرہنہ، مرسلہ جناب محمد رفیق صاحب محرر مولوی غلام محمد محی الدین وکیل ۳ صفر المظفر ۱۳۵۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک ٹکڑا زمین کی متعدد مالکان ہیں ان میں سے ایک نے یا چند نے اس زمین کو بلا اجازت و اطلاع و علم دیگر شرکاء اگر وقف کیا تو کیا ایسا وقف جائز ہے؟

اگر وقف نا جائز ہے تو ان لوگوں کے حصہ کی بابت جنہوں نے وقف کیا ہے وہ وقف نا جائز ہو جاتا ہے یا نہیں؟ ازحد عنایت ہوگی اگر جواب مع حوالہ کتاب وصفحہ وغیرہ دیا جائے؟

الجواب:۔ اگر وہ زمین جسکو بعض نے وقف کیا ہے غیر قابل قسمت ہے جب یہ وقف تو بالاتفاق صحیح ہے اگر قابل قسمت ہے تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ وقف بھی صحیح ہے۔ اور اسی قول کو متاخرین نے اختیار کیا۔ اور اس پر فتویٰ دیا عالمگیری جلد ۲، صـ۳۷۳ـ میں ہے۔ الشیوع فیما لا یحتمل القسمۃ لا یمنع صحۃ الوقف بلا خلاف و وقف المشاع المحتمل للقسمۃ لا یجوز عند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ و بہ اخذ مشائخ بخاری و علیہ الفتویٰ کما فی السراجیۃ والمتاخرون افتوا بقول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ یجوز وھو المختار کما فی خزانۃ المفتیین۔ درمختار میں ہے۔ ولختلف الترجیح والاخذ بقول الثانی احوط واسھل بحر وفی الدرر و صدر الشریعۃ وبہ یفتی واقرہ المصنف ردالمحتار جلد ۳ صـ۳۷۷ـ میں ہے لکن فی الفتح ان قول ابی یوسف اوجہ عند المحققین۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ:۔ از پورنیہ محلہ سید باڑہ۔ مرسلہ جناب شمس العالم صاحب۔ ۱۵ رجب ۱۳۵۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف مسائل ذیل میں کہ زید نے اپنے بھائی کی لاش ایسے مزروعہ اراضی وقف میں جو کسی مقدس آستانہ اور مسجد کی خدمت کے لئے وقف ہے نہ تدفین موتی کیلئے اور نہ کبھی کسی کی لاش اس میں دفن کی گئی تھی بغیر علم و اجازت اور خلاف مرضی جناب متولی وقف مذکور دفن کی لہذا یہ چند سوالات کے جوابات مطلوب ہیں؟

(۱) کیا حقوق تولیت سے باہر ہے کہ زید اس کارروائی کو قبول کرلیں۔ یا سکوت اختیار فرمائیں؟

(۲) سکوت یا قبول اختیار فرمانے کی تقدیر پر قبر مذکور کا احترام مثل احترام دیگر قبور مومنین مثلاً عدم جواز قیام و قعود علی القبر اس پر یا اسکی طرف نماز و زراعت کی ممانعت وغیرہا واجب ہوگا یا نہیں؟

(۳) حاکم ضلع کے اجلاس میں تخلیہ ارض یا تسویہ قبر کا استغاثہ زید پر کرنا تولیت پر واجب ہے یا نہیں؟

(۴) اگر تخلیہ یا تسویہ میں افساد بین المسلمین کا خطرہ غالب ہو تو اس پر کونسی ایسی صورت اختیار کی جائے جس میں تولیت کے لئے عند اللہ بہتری ہو؟

(۵) تسویہ کی صورت معین ہونے کی تقدیر پر اگر سردست دفع فساد کے خیال سے اغماض کیا جائے پھر بعد چندے

مناسب وقت میں ہموار کرا کے مثل آراضی غیر قبر اس زمین سے نفع حاصل کیا جائے تو جائز ہوگا یا نہیں ؟

الجواب :۔ جب وہ زمین وقف ہے تو جس کام کے لیے وقف ہے وہی کام اس سے لیا جا سکتا ہے دوسرا کام اس سے لینا ناجائز ہے۔ متولی کو یہ ہرگز اختیار نہیں کہ ایسی زمین میں مردہ دفن کرنے کی اجازت دے بلکہ اگر اجازت دے گا تو یہ خود اس کی خیانت ہوگی فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ سئل القاضی الامام شمس الائمۃ محمود الاوزجندی عن مسجد لم یبق لھم قوم دخرب ما حولہ واستغنی الناس عنہ ھل یجوز جعلہ مقبرۃ قال لا دسئل ھو ایضاً عن المقبرۃ فی القری اذا اندرست و لم یبق فیھا اثر الموتیٰ لا العظم ولا غیرہ ھل یجوز زرعھا واستغلالھا قال لا ولھا حکم المقبرۃ کذا فی المحیط[۱]۔ نیز اسی میں ہے۔ ارض وقف علےٰ مسجد صارت بحال لا تزرع فجعلھا رجل حوضا للعامۃ لا یجوز للمسلمین انتفاع بماء ذالک الحوض کذا فی القنیۃ۔ جب باوجود نا قابل زراعت ہونے کے اس میں ایسا تصرف جو عامۂ مسلمین کیلئے مفید ہونا جائز ہے۔ تو قابل زراعت ہونے کی صورت میں تصرف کرنا اور وہ بھی ایسا تصرف جو عامۂ مسلمین کے نفع کیلئے نہ ہو بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔ لہٰذا اس صورت میں متولی کو فرض ہے کہ وقف کی حفاظت کرے ایسی کارروائی کو قبول کرنا یا اس پر سکوت کرنا متولی کو ناجائز ہے۔ بلکہ متولی پر لازم ہے کہ زمین موقوفہ کو خالی کرائے۔ اور اگر متولی کے کہنے سے تخلیہ نہ کرے تو قانونی کارروائی کر کے اس زمین کو نکالنا ضروری ہے یہ زمین چونکہ مزروعہ ہے اور اس لئے ہے کہ آمدنی مسجد وغیرہ پر صرف ہوگی لہٰذا اس میں اگر مردہ دفن کیا گیا تو میت کے گھر والوں کو حکم دیا جائے گا کہ یہاں سے اپنا مردہ نکال لے جائیں اور نہ نکالیں تو زمین کو ہموار کر کے اس پر زراعت کی جائے اور اس صورت میں میت کی جو کچھ بے حرمتی ہوگی اس کا وبال دفن کرنے والوں پر ہے۔ کہ انھوں نے ایسی جگہ پر کیوں دفن کیا جہاں دفن کرنے کا ان کو حق نہ تھا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ اذا دفن المیت فی ارض غیرہ بغیر اذن مالکھا فالمالک بالخیار ان شاء امر باخراج المیت وان شاء سوی الارض وزرع فیھا کذا فی التجنیس[۲]۔ متولی پر

---

[۱] عالمگیری ج ۲ ص ۳۵۱، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر۔ [۲] عالمگیری ج ۱ ص ۸۵ کتاب الصلوٰۃ الفصل السادس فی القبر والدفن۔ ۱۲، مصباحی

چونکہ وقف کی حفاظت لازم ہے اور جو لوگ وقف کو نقصان پہونچانا چاہتے ہیں۔ متولی کو ان کی مراعات کیوجہ سے وقف میں نقصان پہونچانا ہرگز جائز نہیں ورنہ متولی بھی گنہگار ہوگا اور یہ خیال کہ اس وقت سکوت کیا جائے بعد کو قبر برابر کردی جائے گی۔ درست نہیں کہ زیادہ زمانہ گذرنے پر ان لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ اگر دفن کرنا جائز نہ تھا تو متولی نے اب تک سکوت کیوں کیا اور وقف میں ایسے اوہام کی بھی مراعات کیجاتی ہے اسلئے وقفی زمین کو تین سال سے زیادہ تک کرایہ پر دینا فقہاء منع کرتے ہیں کہ امتداد زمانہ کے بعد کرایہ دار ملک کا دعویٰ نہ کر بیٹھے اور وقف کو نقصان نہ پہونچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹:- مرسلہ حمید اللہ خاں، محلہ بہاری پور۔ بریلی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بطور ایک مستری کے تعمیر مسجد کا حسب ہدایات متولی مسجد کے کر رہا تھا۔ متولی نے زید کو کام کرنے کی ایک حد مقرر کردی تھی۔ لیکن جب زید کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک اور مستری بھی اس میں کام کرنے کے واسطے آوے گا۔ (کہ جس نے بہت پیشتر سے دو یوم بلا اجرت کام کرنے کا وعدہ کرلیا تھا) تو زید نے اس کی سخت مخالفت کی کہ وہ میری موجودگی میں کام نہیں کرسکتا۔ اور اگر وہ کرے گا تو میرا ان کا جھگڑا ہو جائیگا بعدہٗ زید نے بلا اجازت متولی کے محض اپنی رائے سے اس حد مقررہ سے کہ جسکو متولی نے مقرر کیا تھا باہر ہو کر اپنی قابلیت کا اظہار کرنے کی غرض سے ایک اور جدید آدمی کو اپنی امداد کے واسطے لگا کر کام کو بڑھا دیا متولی مسجد کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے یہ خیال کرکے کہ یہ ان لوگوں کے آپس کی بحث ہے، مستری کو کام کرنے سے نہیں روکا۔ لیکن ناظم تعمیر نے یہ کہدیا کہ اس اضافہ کام کی اجرت ہمارے ذمہ نہ ہوگی۔ چنانچہ جب وقت حساب کا آیا تو اس دن کی مزدوری نہ دینے پر زید نے سخت اظہار ناراضگی کیا۔ حتی کہ اس اضافہ کام کو گرادینے کا عزم مصمم کرلیا۔ اور ایک روپیہ چندہ تعمیر مسجد اور ایک یوم بلا اجرت کام کرنے کا جو وعدہ تھا اس کے پورا کرنے سے انحراف کیا۔ صورت اول کو دوسرے اشخاص کے سمجھانے سے منہدم کرنے سے باز رہا۔

اس واقعہ کی اطلاع جب طالب علم صاحب مدرسہ مرزائی مسجد کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی اجرت دے دینا، چاہیئے۔ ورنہ مسجد میں کسی کی نماز نہ ہوگی۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کو زید کو اجرت قطعی طور پر ادا کردی گئی۔ یہاں اتنا عرض کرنا اور رہ گیا کہ زید نے جو جدید آدمی اپنی اظہار قابلیت کے واسطے لگایا تھا اس کی اجرت عمہ یومیہ دلوائی

حالانکہ ناظم تعمیر کو اس قابلیت کے آدمی کی قطعی ضرورت نہ تھی۔ وہ اپنا کام ۱۲ر یومیہ کے آدمی سے چلا سکتا تھا لیکن زید کے کہنے سے یہ نقصان بھی برداشت کرنا پڑا۔ ایسی صورت میں ناظم تعمیر یا متولی مسجد پر شرعی حیثیت سے قوم کے پیسے کا بیجا صرف کا، اور کوئی الزام تو عائد نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا ہو تو براہِ مہربانی اس کے دفعیہ کی تدبیر سے مطلع فرمایا جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ بیان سائل سے معلوم ہوا کہ وہ کام جو زید نے متولی کے بتانے سے زائد کیا اور دوسرے کاریگر سے کرایا۔ وہ گلکاری کا کام تھا ایسے کام کے لئے مسجد کا پیسہ صرف نہیں کیا جا سکتا۔ جس نے کیا یا کرایا وہ اس کا ذمہ دار ہے وہ رقم مزدوری اپنے پاس سے دے یونہی جو کام ۱۲ر یومیہ پر ہو سکتا تھا اس کی اجرت ایک روپیہ مسجد سے نہیں دی جا سکتی۔ طالب علم نے مسئلہ غلط بتایا۔ یہ رقم جو بیجا صرف کی گئی ہے یہ ناظم سے وصول کی جائے گی۔ واللہ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے ایک موضع وقف علی الاولاد کیا اور تا حیات خود قابض و متصرف رہی اور اس موضع مذکور میں ہندہ خود کاشت بھی کراتی تھی حسب دستور سابق جس سال ہندہ کا انتقال ہوا اس سال بھی خود کاشت کی۔ ہندہ کی وفات کے وقت کاشت لائق قطع نہ تھی۔ چونکہ ہنوز بالی بھی نہیں آئی تھی۔ لہٰذا ایسی صورت میں کاشت مذکورہ کے غلہ کو شرائط وقف پر تقسیم کیا جاوے یا وہ متروکہ ہے کہ صرف اس کے وارث مالک ہوں گے۔

الجواب:۔ جب وہ زراعت بوقت وفاتِ ہندہ طیار نہ تھی اور ایسی بھی نہ تھی کہ دانے پڑ گئے ہوں، تو وہ غلہ وقف کے شرائط کے موافق تقسیم کیا جائیگا کہ بنا بر قول ہلال رحمہ اللہ استحقاق آمدنی وقف میں یوم حدوث غلہ کا اعتبار ہے اور امام خصاف کے نزدیک یوم القسمۃ کا اعتبار ہے لہٰذا دونوں اقوال کے رو سے نہ ہندہ اسکی مستحق ہے نہ وہ ہندہ کا متروکہ ہے ردالمحتار میں ہے۔ لو وقف علی اولادہ فاستحقاق الغلۃ یعتبر یوم حدوث الغلۃ علی قول عامۃ المشائخ لایوم الوقف فالموجود منہم یوم الوقف والمولود بعدہٗ سواء اذا کان موجوداً یوم حدوث الغلۃ وکذا لو وقف علی فقراء قرابتہ فمن کان فقیرا یوم حدوث الغلۃ یعطی لہٗ ولو استغنی بعدہ او کان غنیاً قبلہ اھ وفی التتارخانیۃ المستحق للغلۃ من کان فقیراً یوم تجی الغلۃ عند ھلال وبہ ناخذ وفی الخانیۃ وعلیہ الفتوی ثم ذکر بعدہٗ ان الخصاف

یعتبر یوم القسمۃ۔ لا یوم طلوع الغلۃ[1]۔ اور یوم طلوع وحدوث غلہ سے مراد کھیتی میں دانے پڑ جانا ہے۔
ردالمحتار میں ہے۔ قال فی الفتح وخروج الغلۃ التی ھی المناط وقت انعقاد الزرع حبًا وقال بعضھم یوم یصیر الزرع متقومًا ذکرہ فی الخانیۃ[2]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ مرسلہ محمد عظیم اللہ محلہ چوڑی پٹی۔ ضلع دیناجپور۔

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔ عیدگاہ کا وقف ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ یعنی بغیر وقف زمین عیدین کی نماز جائز ہے یا نہیں؟۔

(۲) زید کے مکان کے دروازہ پر پورب رخ سو سال سے ایک مسجد تھی اس مسجد کے پورب رخ میں ایک نیا مکان بنا کر مسجد کو اندر مکان کے کرلیا اور مسجد گھاس پھوس کی تھی جس کو اجاڑ کر زمین کو بانس سے گھیر دیا اور ایک دوسری مسجد نئے مکان کے پورب رخ بنوا دیا تو مسجد قدیم کو دنیاوی غرض سے نقل کرنا اور مسجد جدید میں نماز جمعہ وغیرہ جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب۱:۔ عیدگاہ جس کو کہتے ہیں وہ تو وقف ہی ہوتی ہے مگر جس جگہ عید کی نماز پڑھی جائے اس کا وقف ہونا ضروری نہیں مالک زمین کی اجازت سے نماز پڑھنا وہاں پر درست ہے۔ صحرا و میدان میں بہ نسبت مسجد کے عید کی نماز بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب۲:۔ مسجد وقف ہوتی ہے عام مسلمانوں کو اس میں آنے اور نماز پڑھنے کا حق ہوتا ہے اس کو مکان کے اندر کرلینا کہ عام طور پر لوگ اس میں نہ جاسکیں اس کا کسی کو حق نہیں ہے اور مسجد کو اجاڑ دینا بھی جبکہ بنانے کا ارادہ سے نہ ہو یہ بھی حرام ہے اگرچہ زید نے اسے بانس سے گھیر رکھا ہے مگر جب مسجدیت کی اس میں علامت باقی نہ رہی اور اس میں نماز بھی نہیں ہوتی تو کیا عجب کہ کچھ دنوں میں اس جگہ تو تصرف میں لایا جائے زید نے اگرچہ دوسری مسجد بنا دی ہے مگر پہلی مسجد کا ویران کردینا حرام اور سخت حرام ہے مسجد جدید میں اگرچہ

---

[1] ردالمحتار ج ۳ ص ۴۸۲، کتاب الوقف، فصل فیما یتعلق بوقف الاولاد۔ ۱۲۔
[2] ایضًا ص ۴۸۰۔ مصباحی۔

جو ہو سکتا ہے مگر مسلمانوں پر لازم ہے کہ پہلی مسجد کو زید سے خالی کرائیں اور اس کے تصرف سے نکالیں۔ واللہ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ ظفر حسین۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ سکریٹری اہل سنت والجماعت گھاس منڈی جودھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شہر جودھپور میں ایک مدرسہ مسلمانان اہلسنت والجماعت حنفیہ کا محلہ چوبداراں میں چالیس پچاس سال سے جاری ہے۔ بسنہ ۱۹۱۷ء میں اس مکان کو حنفیوں نے اپنے چندہ سے بمبلغ سولہ سو یک روپے دیکر خریدلیا۔ اور ہبہ یعنی قبالہ کی درخواست سرکار میں بنام سنت وجماعت کے نام سے کردی بعد طے کرنے ضوابط و قانون ہبہ۔ ۳۱ رمئی سنہ ۱۹۲۰ء کو حکم نمبری ۱۳۷۴ بدیں مضمون صادر ہوا کہ مدرسہ والوں سے یہ تحریر لکھائی جائے کہ دوسرے کام میں اس مکان یعنی مدرسہ کو لائیں یا رہن رکھدیں۔ یا بیچ دیں تو مکان ضبط کرلیا جائے گا۔ سالمی چھوڑ دیا۔ اور جو زمین زیادہ بڑھائی اس کی نسبت موقوف جائداد ہونے کے لحاظ سے معاف کردی۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں سرکار نے حنفی مسلمانوں کی درخواست پر ایک ہزار نقد اور آٹھ سو کا فرنیچر عطا کیا۔ انجمن اہلسنت والجماعت نے آنا فنڈ کا چودہ سو کچھ روپیہ اور ہزار کے قریب مزید دوبارہ چندہ کر کے تین دکانیں اور تین کمرے طلبار کی تعلیم کے لئے بنوائے اور جو تکیہ مسجد اور مدرسہ میں حائل تھا اسکو شامل کر کے مسجد کو اور مدرسہ کو ملا دیا۔ اور آنے جانے کے واسطے دروازہ قائم کردیا۔ لہٰذا زمین کے بارے میں باہمی جھگڑا ہو گیا تو عارضی طور پر مدرسہ کو مسجد گون تکیہ میں منتقل کر دیا مگر ایک مدرس ہمیشہ مدرسہ میں پڑھاتا رہا۔ اور ہندوستان کے جو علمار آئے ان کی قیام گاہ یہ مدرسہ ہی رہا۔ اب چند مفسد پردازاحناف نے اپنی ذاتی عناد کی بنا پر غیر مقلدوں کے بہکائے میں آکر گرل اسکول کے لئے اس مذہبی مدرسہ کو خلاف حکم حکام بالادست و تحریر قبالہ کرایہ دینے کے بہانہ سے سرکاری قبضہ میں دلانا چاہا، اور ہمارے تالوں پر تالے لگا کر آمادۂ فساد ہو گئے۔ تو اہل سنت وجماعت جودھپور کا ایک وفد مع مفصل درخواست کے سرکار میں پیش ہوا جس پر چیف منسٹر صاحب اور وزیراعظم راج مارواڑ نے ڈائریکٹر سررشتۂ تعلیم کو حکم بھیجدیا کہ تا حکم ثانی مدرسہ اسلامیہ حنفیہ اہلسنت والجماعت میں گرل اسکول نہ کھولا جائے چونکہ یہ مدرسہ خاص سنت جماعت کا ہے اس میں کل روپیہ حنفیوں کا لگا ہے۔ وہ دینی تعلیم کو ترقی دینے کیلئے اس مدرسہ کو ترقی دینا اور مسائل شرعیہ سے احناف کو آگاہ کرانا چاہتے ہیں۔ تو جو لوگ مدرسہ کو روکتے ہیں اور گرل اسکول کرنے کے بہانہ سے سرکاری قبضہ میں دینا چاہتے ہیں اور فساد کرتے ہیں کیا شرعاً جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

(نوٹ اور پٹہ میں سوائے لڑکوں کے پڑھانے کے دوسرے کام میں لانے کی ممانعت ہے۔)

الجواب: جب وہ عمارت لڑکوں کے پڑھانے کے لئے وقف کردی گئی ہے تو اسی کام میں لائی جاسکتی ہے دوسرے کام میں اسکو نہیں لاسکتے اگرچہ دوسرے کام میں لانے کی ممانعت کاغذ میں تحریر نہ ہوئی اور یہاں تو اس امر کی تصریح بھی موجود ہے کہ دوسرے کام میں لانے کی ممانعت ہے باوجود اس تصریح کے اس کو دوسرے کام میں لانا اور وہ عمارت حکومت کو دیدینا اور اس میں لڑکیوں کا اسکول قائم کرنا ہرگز جائز نہیں. فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں. شرط الواقف کنص الشارع. جائداد موقوفہ میں خلاف شرائط وقف تصرف کرنا درست نہیں جو لوگ ایسی کوشش کرتے ہیں کہ اسے حکومت کے قبضے میں دیدیا جائے یا لڑکیوں کا اسکول اس میں قائم کیا جائے وہ گنہگار اور مستحق مواخذۂ اخروی و عذاب نار ہیں کہ اولاً تو خود وقف کو خلاف شرط دوسرے کام میں لانا ہی جائز نہیں دوسرے لڑکیوں کے اسکول میں جو کچھ برے نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ اہل بصیرت پر مخفی نہیں. تیسرے علم دین کے خلاف جدوجہد کرنا خود شدید جرم و حرام ہے کہ اس فریضۂ دینی میں رکاوٹ پیدا کرنا اور علم دین سے لوگوں کو محروم کردینا نہایت سخت حرام اور اس کا عظیم وبال ہے۔ اور مسلمانوں میں فساد پیدا کرنا بھی حرام ہے قرآن مجید میں اس کی مذمت بکثرت مواقع پر مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: مرسلہ مولوی عبدالعظیم صاحب. سلمہ از گریڈیہ ضلع چوبیس پرگنہ - ۲۰ محرم ۵۵ھ

مسجدوں، مدرسوں، کی تعمیر و اخراجات کے لئے یا کسی اور مذہبی و دینی ضرورت کے لئے جو چندے وصول ہوتے ہیں یہ محض صدقہ ہیں یا وقف بھی کہے جاسکتے ہیں۔ اگر صدقہ ہی ہوں تو جس خاص غرض کے لئے وصول کئے گئے ہیں اس کے علاوہ دوسرے کار خیر میں خرچ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ ہندوستان میں عموماً توہین مسجد وغیرہ یا منع قربانی کیوجہ سے مسلمانوں اور ہندؤں میں فسادات ہو جاتے ہیں اور پھر مقدمہ کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے ایسے مقدموں میں چندہ دینا کار خیر ہے یا نہیں باعث اجر ہے یا نہیں؟

تعامل کی وجہ سے فقہاء نے دراہم و دنانیر کے وقف کو صحیح فرمایا ہے ہمارے ملک میں اس زمانہ میں اس کی کیا صورت ہوگی۔ پھر جس کام کے لئے دراہم و دنانیر صدقہ یا وقف کئے گئے اگر اس کے انجام پانے کی صورت نہ ہوتی اور وہ روپے یونہی رہ گئے تو اب کیا کئے جائیں گے؟

الجواب: عموماً یہ چندے صدقۂ نافلہ ہوتے ہیں ان کو وقف نہیں کیا جاسکتا کہ وقف کے لئے یہ ضرور

ہے کہ اصل جنس کرکے اس کے منافع کام میں صرف کئے جائیں۔ جس کے لئے وقف ہو نہ یہ کہ خود اصل ہی کو خرچ کردیا جائے یہ چندے جس خاص غرض کے لئے کئے گئے ہیں اس کے غیر میں صرف نہیں کئے جاسکتے۔ اگر وہ غرض پوری ہوچکی ہو تو جس نے دیئے ہیں اس کو واپس کئے جائیں۔ یا اس کی اجازت سے دوسرے کام میں خرچ کریں۔ بغیر اجازت خرچ کرنا ناجائز ہے۔ ہندو مسلم فسادات کے سلسلے میں خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو بے شک خرچ کرنا کار خیر ہے کہ مسلم اور اسلام کی اعانت اعلاء کلمۃ اللہ ہے اس میں جو کچھ امداد کیجا سکے کار ثواب ہے اور کرنے والا مستحق اجر ہے۔

دراہم ودنانیر کو وقف کیا ہو تو ان سے کوئی چیز خرید کر یا ان کو غیر جنس سے بدل کر جو منافع حاصل کریں ان کو جہت موقوف علیہا میں خرچ کریں۔ اور اگر اس کام کے انجام پانے کی صورت باقی نہ رہے تو واقف نے جو کام بتایا ہے اس کے بعد اس میں صرف ہو اور نہ بتایا ہو تو فقراء ومساکین پر صرف کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ مرسلہ سید شمس العالم شاہدی۔ پورنیہ۔ سید باڑہ، مورخہ یکم رجب ۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک وقف کا متولی ہے اور عمرو وظیفہ خوار زید کے ذمہ متولی وقف ہونے کی حیثیت سے عمرو کے پانچ ہزار روپے چاہیئے۔

عمرو برابر تقاضہ کرتا ہے زید ٹال مٹول کرتا رہتا ہے لہذا اب نالش کرنے کی ضرورت ہے کہ اگر اس رقم کے وصول کی کوئی صورت نہیں نکلی تو عمرو کا دس یا پانچ ہزار کے علاوہ اور ایک سو ستر روپے ماہانہ کا نقصان ہوگا مگر عمرو کے پاس اتنی رقم نہیں کہ وہ نالش کرسکے۔ سودی روپیہ ملتا ہے۔ مگر عمرو لینا نہیں چاہتا کہ حرام ہے اس لئے عمرو اپنا پانچ ہزار روپیہ کو چار ہزار یا ساڑھے تین ہزار میں فروخت کرنا چاہتا ہے۔ عمرو بدرجہ مجبوری یہ شرط بھی منظور کرنے کو طیار ہے کہ فی الحال مشتری چھ سات سو روپے دے باقی وصول ہونے پر ادا کرے لہذا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ بیع جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو شرعاً اس کے جواز کی کوئی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ یہ بیع ناجائز وحرام ہے کہ روپے کی بیع روپیئے سے ہو تو مساوات شرط صحت ہے سه

سه۔ روپیئے سے مراد چاندی کا روپیہ ہے۔ جس میں مساوات شرط صحت ہے۔ نوٹ کی بیع نوٹ سے کرنے میں مساوات شرط نہیں۔ کمی بیشی بھی جائز ہے۔ ۱۲ مصباحی۔

کمی بیشی حرام وسود ہے۔ اور قطع نظر اس سے دین کی بیع حرام ہے۔ اس کے لئے دست بدست یعنی تقابض بدلین شرط ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ کسی کو وکیل واجیر روپیہ وصول کرنے کے لئے کیا جاوے وہ جب وصول کرلے اسکی طے شدہ اجرت دے دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- از مسیح الدین۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین صورت ذیل میں کہ ۱۹۱۹ء میں پرانے قبرستان کو گورنمنٹ کے بند کر دینے کے بعد جناب محمد ابراہیم ملا صاحب نے ایک قطعہ اراضی تقریباً ۱۷½ ایکڑ خرید کیا اور اس میں سے ۲۰۰۰ فٹ مربع (فٹ ۲۰۰ × ۲۰۰ فٹ مسجد اور مدرسہ اور حوض اور کنواں وغیرہ بنانے اور بقیہ اراضی قبروں کیلئے رکھی گئی اور اس کا ایک وقف نامہ ملا صاحب موصوف نے اپنے والدین کے ایصال ثواب کی غرض سے لکھدیا یہ وقف نامہ انگریزی زبان میں رجسٹرڈ کیا گیا جس کا ترجمہ بزبان اردو اس سوال کے ساتھ منسلک ہے۔ اس وقف کے نظم ونسق کے لئے تیرہ متولیوں کا ایک بورڈ جن میں ایک ملا صاحب موصوف واقف بھی شامل ہیں۔ مقرر کیا گیا اور مذکورہ جائداد وقف ۱۹۲۱ء میں تمام وکمال ان کے قبضے میں دے دی گئی اور اب وہی متولی اس کا انتظام کر رہے ہیں چونکہ اراضی موقوفہ کے انتظام وقیام ومحافظت کے لئے کوئی نقد رقم نہیں تھی اور نہ واقف نے کوئی آمدنی کی جائداد عطا فرمائی تھی اس لئے متولیوں نے یہ طے کیا کہ اس نئے قبرستان وغیرہ کا انتظام اسی طریق پر کریں۔ جس طرح پرانے قبرستان کا کیا گیا تھا۔ یعنی۔ (الف) جوان میت کی قبر کھودنے کے لئے فی قبر تین روپیہ بارہ آنہ اور بچے کے لئے فی قبر دو روپیہ چار آنہ تجویز فرما دیئے اور اس کے علاوہ متولیوں نے دوسری ضروریات (یعنی قبروں کے لئے) لکڑی کے صندوق اور لکڑی کے تختے اور بانس اور چٹائیاں وغیرہ قبرستان میں مہیا کر دیئے اور (خواہش مندوں کے ہاتھوں) فروخت کرنے کے لئے ان کی قیمتیں مقرر کردیں۔ (ب) چونکہ یہ نیا قبرستان شہر سے بہت دور تھا اس لئے جناب سیٹھ محمد اسمٰعیل عارف صاحب نے ایک موٹر بار برداری جنازہ لانے کے لئے عطا فرمایا۔ جیسا کہ رنگون کی دوسری جماعتوں میں کیا جاتا ہے۔ اس موٹر کا کرایہ فی جنازہ مبلغ سات روپیہ لیا جاتا ہے۔ لیکن غریبوں اور لاوارثوں کے جنازے اس موٹر پر مفت لائے جاتے ہیں، مذکورہ بالا اصول سے حاصل کی ہوئی آمدنی بطور ذیل صرف کی جاتی ہے۔ (۱) گورکنوں کی اجرت۔ (۲) موٹر ڈرائیور کی تنخواہ وغیرہ مثلاً مرمت۔ (۳) پٹرول اور موٹر آئیل۔

(روغن برائے موٹر) کی خرید۔ (۴) قبر کے لئے پلیاں (صندوق) تیار کرانے کے مصارف۔ (۵) قبر کے لئے لکڑی کے تختے اور بانس اور چٹائیاں خریدنے میں۔ ان مفصلہ بالا مصارف کے بعد بچی ہوئی رقم مصارف ذیل میں خاص طور پر خرچ کی جاتی ہے۔

(۱) غریب اور لاوارث مسلم میت کو لانا اور باقاعدہ صحیح طریقہ پر ان کی تجہیز و تکفین یہ لاوارث زیادہ تر ہسپتال کے ہوتے ہیں۔ (۲) قبرستان مذکورہ میں جہاں پر ضرورت ہو آراضی کی درستی۔ (۳) قبرستان کی دیکھ بھال رکھنے والے ملازمین اور ان لوگوں کی اجرت جو غریب اور لاوارث میت کو غسل دیتے ہیں۔ اور مالیوں اور مدرسین مدرسہ کی تنخواہیں۔

(۴) مدرسہ ملازمین کے رہنے کے لئے مکان، غسل خانے، طہارت خانے، کنواں، اور پانی کا پمپ تعمیر کروانے اور انکی حفاظت رکھنے میں اور کنویں سے پانی نکالنے کے لئے الکٹرک کا خرچ۔ (۵) متعلقہ قبرستان کھلے ہوئے مقام کا تاروں وغیرہ سے احاطہ۔ (۶) اس آراضی ملحقہ کی قیمت جو کہ خرید کر کے قبرستان کے ساتھ شامل کی گئی اور بعض معتبر کمپنیوں کے شہر میں (حصص) خریدے گئے۔ جملہ مصارف مذکورہ کے بعد جو کچھ فاضل رہتا ہے اس کو قبرستان فنڈ کے حساب میں جمع رکھا جاتا ہے اس غرض سے کہ جس وقت اس قدر رقم ہو جائے جو کہ وقف نامہ کے دفعات ۱۰/ اور ۱۱/ کے مطابق وقف کے لئے کوئی دوسری جائداد خریدنے کے لئے کافی ہو جائے تو متولیان اس سے ایسی جائداد خرید سکیں۔ مذکورہ وقف نامہ منسلکہ صفحہ ۲/ سطر ۱۲/ دو سوفٹ طویل اور دو سوفٹ عریض قطعہ زمین پر بعض دیندار اہل خیر حضرات نے ایک مسجد اور نماز جنازہ کیلئے ایک جماعت خانہ اور کنواں اور وضو کے لئے حوض اور دیواریں تعمیر کی ہیں اور مذکورہ بالا طریقہ پر آمدنی سے متولیوں نے مدرسہ اور ملازمین کے لئے مکانات اور غسل خانے اور طہارت خانے تعمیر کئے ہیں۔ اور ان کی مرمت کرتے رہتے ہیں۔ اور دیکھ بھال رکھتے ہیں۔ پس سوال یہ ہے کہ آیا وقف نامہ اور شریعت مقدسہ کے مطابق متولیوں کو مذکورہ بالا انتظامات کرنا۔ آمدنی مذکور سے تعمیر مدرسہ میں روپیہ خرچ کرنا، ملازمین کے لئے مکانات بنانا غسل خانے تعمیر کرنا، مدرسین کی تنخواہ اور کنویں پر پانی نکالنے کیلئے پمپ کی قیمت ادا کرنا، اور مذکورہ بالا تمام چیزوں کی مرمت اور قائم رکھنے میں آمدنی مذکور خرچ کرنا جائز اور درست ہے؟

اصل مقصد کے لئے وقف نامہ منسلکہ کی تفصیل صفحہ ۲/ سطر ۱۲/ اور دفعہ ۱۰/ و ۱۱/ کی جانب اور بیان کئے ہوئے وقف کے تمام امور کے لئے دفعہ ۱۱/ کی طرف خاص توجہ مبذول فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(نوٹ) وقف نامہ مطبوعہ منسلکہ استفتار کو واپس نہ بھیجیں بلکہ اپنے پاس رہنے دیں اس لئے کہ واپسی میں ڈاک کا خرچ بڑھ جائے گا۔

الجواب:۔ وقف نامہ اور سوال کی اس تحریر کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ محمد ابراہیم ملا نے یہ زمین قبرستان کے لئے اور اس زمین کے ایک مخصوص حصہ کو مسجد و مدرسہ و وضوخانہ وغیرہا کے لئے وقف کیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے متعلق کوئی جائداد دوسری وقف نہیں کی جس کی آمدنی اس پر خرچ کیجائے بلکہ وقف نامہ کے دفعہ ۷ و ۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ آمدنی اور اخراجات کا مدار عطیہ اور چندہ پر رکھا ہے۔ چونکہ یہ قبرستان وقف ہے۔ قبر کی زمین کسی معاوضہ پر نہیں دی جاسکتی کہ آمدنی کا یہ ذریعہ قرار پائے۔ جب عطیہ و چندہ پر آمدنی کا دارومدار ہے تو دینے والے جس مقصد کے لئے چندہ دیں یا کوئی اہل خیر جس مقصد کے متعلق اپنی جائداد وقف کرے اوسی مقصد میں وہ رقم یا آمدنی صرف کی جاسکتی ہے۔ دوسرے میں صرف کرنا جائز نہیں مثلاً اگر مدرسہ کے لئے ہو تو مدرسہ پر صرف کی جائے اور مسجد کے لئے ہو تو مسجد پر اور قبرستان کی حد بندی کے لئے ہو تو اس پر اور اگر دینے والے نے اس کا صرف کرنا متولیوں کی رائے پر رکھا ہو تو یہ اپنی رائے سے جس میں مناسب سمجھیں صرف کرسکتے ہیں قبر کھودنے کی اجرت جو کچھ لیجاتی ہے۔ چونکہ اس اجرت لینے کا تعلق خاص متولیوں سے ہے۔ گورکنوں کے دینے کے بعد جو کچھ بچے یہ اپنی رائے سے صرف کرسکتے ہیں۔ یا جو چیزیں فروخت کیجاتی ہیں ان میں جو کچھ نفع ہو وہ بھی اور موٹر لاری کا کرایہ یہ سب متولیوں کی رائے پر ہے کہ وہی اس آمدنی کو حاصل کرنے والے ہیں۔ اپنی رائے سے جس میں چاہیں صرف کرسکتے ہیں جبکہ موٹر لاری دینے والے نے اسکو یوں دیا ہو کہ اس آمدنی کے خرچ کرنے کی کوئی جہت مخصوص نہ کی ہو بلکہ متولیان کی رائے پر چھوڑا ہو کہ وہ مسجد یا مدرسہ یا قبرستان جس پر چاہیں صرف کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ مسئولہ جناب حکیم محبات خاں صاحب دہلوی۔ از آگرہ کوچہ حکیمان، حبات منزل۔ ذی قعدہ سنہ ۴۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید منجملہ ۵ رکنوں کا ایک رکن (ممبر کمیٹی منتظم اوقاف کا ہے جس کے زیر اہتمام بشمول جامع مسجد دیگر مساجد اور درگاہیں اور مدارس عربیہ و مکتب متعلقہ ہیں۔ اخراجات کی کفیل صرف وہ آمدنی ہے جو جائداد ہائے متعلقہ اوقاف مقبوضہ کمیٹی کے کرایہ سے وصول ہوتی ہے کمیٹی کا انتظام اور اس کے احکام کا

عمل درآمد بصورت اختلاف کثرت رائے ممبران پر ہوتا ہے۔ زید تقریباً دس برس تک خدمت اوقاف بحیثیت ممبر کارکن (سکریٹری کمیٹی) کے انجام دیتا رہا اور اس زمانے میں کمیٹی کی بہت کچھ اصلاح ہوئی۔ لہٰذا قواعد بغرض عمل درآمد جو پہلے مکمل نہ تھے مدون کیے گئے اور کمیٹی کو شعبہ جات سہ گانہ تعلیم اوقاف مال تعمیر میں منتظم کیا گیا جس سے بہت سی پچھلی ابتریاں دور ہوگئیں اور ہر صیغہ کا کام اور اس کی جانچ روزانہ اچھی طرح انجام پانے لگے۔ بہت سے نیک کاموں کا اجرا ہوا اکثر مساجد کی مرمت ہوئی اور جو شکستہ اور بوسیدہ اس قابل تھیں ان کو از سر نو تعمیر کرایا گیا۔ دو برس سے کچھ زائد زمانہ گذرا کہ ایک ذی اثر صائب الرائے ماہر فن تعمیر ممبر کمیٹی (جنہوں نے تعمیری خدمات اوقاف نہایت نیک نیتی سے انجام دی تھیں جو زید کے ہم خیال تھے) بعض سازشوں کا شکار ہو کر مستعفی ہوگئے۔ ان کی جگہ پر کرلی گئی۔ اور جب ہی سے زید کے خلاف دیگر ممبروں نے اپنی متحدہ قوت سے کمیٹی کے منتظم کا نقشہ اور صورت بدل دی اور ہر کام میں ایک عام بے اصولی اپنی کثرت رائے کے زعم پر جاری کردی۔ جس کا نہایت مختصر خاکہ یہ ہے کہ ہفتہ وار مقررہ جلسہ کمیٹی جو اسلامی و قدیمی دستور کے موافق بعد نماز مسجد جامع میں منعقد ہوتا تھا۔ اب چونکہ کثرت رائے سے متروک کردیا گیا۔ جلسہ کمیٹی مدتوں منعقد نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے علاوہ بہت سی ابتریوں کے کاموں میں رکاوٹ پیدا ہوگئی، مسجد جامع کے صدر دروازہ کے سامنے زمین کا ایک بڑا حصہ جس سے معقول آمدنی تھی سڑک میں شامل ہوگیا۔ مگر کثرت رائے خاموش ہے۔ مسجد جامع میں فرش و شامیانہ کی سخت ضرورت ہے بعض مساجد اس درجہ مرمت طلب ہیں کہ بے توجہی سے بڑے نقصان کا اندیشہ ہے۔ مگر کثرت رائے بے پرواہ ہے۔ بعض مساجد میں زید کے زمانہ کارکردگی میں ان کے متعلقہ زمینوں پر عمارت بغرض اضافہ آمدنی بنائے جانے کی تجویز تھی عمل کرایہ داروں سے خرید لیے گئے تھے بعض لوگوں سے چندہ دینے کا وعدہ بھی لے لیا گیا تھا۔ مگر اب کثرت رائے کچھ نہیں کرتی۔ منظور شدہ روپیہ بے منفعت پڑا ہوا ہے۔ چندہ وصول نہیں کیا گیا۔ مدرسے بلاوجہ درجہ تجوید جس کی مقامی سخت ضرورت تھی توڑ دیا گیا۔ حساب کتاب کی یہ حالت ہے کہ سال گذشتہ کے مصارف رمضان المبارک اس سال کے ماہ مبارک اختتام پر درج نہیں ہوئے ایک کرایہ دار کی نسبت معلوم ہوا کہ سات ماہ کا کرایہ اس پر باقی ہے۔ مگر اس کا نام تک درج فہرست کرایہ داران نہیں۔ ایک مسجد جو ایک بڑے بارونق بازار میں واقع ہونے کی وجہ سے معقول آمدنی کی جائداد اپنے تحت میں رکھتی ہے۔ اور اسی وجہ

سے اس کے کرایہ کا انتظام ایک مستقل مفاد اور آئندہ پیش آنے والی دقتوں پر لحاظ کرکے کیا جاتا تھا موجودہ کثرت رائے نے ایک نمائشی منظر کے ساتھ بالقصد اس انتظام کو توڑ کر بجائے تین سو روپیہ ماہوار کے چھ سو ۵۰ روپئے ماہوار پر ٹھیکہ دیا۔ جو بظاہر وقف کے لئے مفید تھا۔ مگر جب تعمیل کا وقت آیا اور شکست ٹھیکہ مجبور کیا تو یہ بے محل حیلہ پیدا کرکے کہ بلا اجازت جج صاحب کمیٹی کو ایک سال سے زیادہ ٹھیکہ دینے کا منصب نہیں ہے۔ (حالانکہ ساٹھ برس سے زیادہ سے کمیٹی قائم ہے اور کبھی جج صاحب سے اجازت لینے کا ثبوت نہیں) تقریباً ایک سال کے بعد زرچہارم مجتمعہ واپس کرکے ٹھیکہ کو توڑ دیا۔ اور نہ صرف اس دوران بلکہ اب تک اس کا کرایہ جھگڑوں میں ڈال رکھا ہے۔ اس بنا پر بہ روئے حساب تین سال میں جس قدر جزوی کرایہ کرایہ داروں سے وصول ہو سکے گا۔ اس کو منہا کرکے تقریباً للعہ عہ کا وقف کرکے ایک حصہ کو نقصان پہونچا دیئے ہیں۔ اور باوجودیکہ اس کا خراب اثر دوسرے ٹھیکہ داروں اور کرایہ داروں پر پڑ رہا ہے۔ مگر انسداد پر کثرت رائے کچھ پرواہ نہیں کرتی۔ چنانچہ آمدنیاں بہت گھٹ رہی ہیں آمدنی و خرچ پر کوئی غور نہیں کیا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ تقریباً ۲۹ ہزار روپیہ میں سے جو باوجود مسلسل اخراجات تعمیر وغیرہ جاری رہنے کہ زید کے زمانہ کارکردگی دہ سالہ کا مجتمعہ سرمایہ تھا۔ اس دور بے اصولی میں جسے ابھی دو ہی برس گذرے ہیں۔ بجائے اس کے کہ رقم میں اضافہ ہوتا صرف ۱۵ یا ۱۶ ہزار باقی رہ گیا ہے۔ اور باوجود زید کے مسلسل چیخ و پکار کے کبھی اس کے اسباب و علل پر توجہ تک نہیں کی گئی جس سے اندیشہ ہے کہ اگر یہی لیل و نہار اور یہی حالات جاری رہے تو شاید آئندہ تھوڑے عرصہ کے بعد یہ بھی نہ ختم ہو جائے زید نے جسکو بامید اصلاح کمیٹی ان ممبروں کے ساتھ، اتحاد عمل کرتے ہوئے دو برس سے زیادہ زمانہ گذر چکا ہے۔ مجبور ہو کر علاوہ اپنی اس روزمرہ تحریکوں کے جن کے ذریعہ سے وہ ہر غلطی و لغزش پر ہوشیار کرتا رہا ہے۔ ایک ماہ سے زائد گذرا کہ ایک مفصل و مشرح تحریر مہر ہر ممبر کے نام ان جملہ امور کے بارے میں ایک تحریر لکھی اور دو ہفتے میں جواب چاہا۔ مگر کچھ التفات نہیں بلکہ اصرار ہے لہٰذا ان متحدہ ممبران کثرت رائے کے واسطے کیا حکم شرعی ہے اور زید واحد ممبر جکی رائے بمقابلہ کثرت رائے متذکرہ بالا مغلوب ہے آیا باوجود متواتر غلطیوں اور لغزشوں نقصانات اوقاف دیکھنے کے ان ممبروں کے ساتھ اتحاد عمل جاری رکھیں اور احکام و اختیار کثرت رائے کو واجب التعمیل اور ناطق سمجھتا رہے یا خود کو علیحدہ کرلے حالانکہ بظن غالب اس کی علاحدگی سے حالات بد سے بدتر ہو جانے کا قوی احتمال ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ایسے منتظمین کو جو وقف کے کام میں سستی کرتے ہوں یا اصحاب رائے نہ ہوں یا ان کی بے توجہی سے وقف کو نقصان پہنچا کرتا ہو۔ معزول کرنا واجب اور ان کی جگہ پر متدین ہوشیار ذی رائے کام کرنے والے کو مقرر کریں۔

درمختار میں ہے۔ وینزع وجوبا بزازیہ لو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجزا ۔ ردالمختار میں ہے

قال فی الاسعاف ولا یولی الا امین قادر بنفسہ او بنائبہ لان الولایۃ مقیدۃ بشرط النظر ولیس من النظر تولیۃ الخائن لانہ یخل بالمقصود وکذا تولیۃ العاجز لان المقصود لایحصل بہ[1]۔ اور ایسے لوگوں کی کثرت رائے کوئی شئ نہیں جو نہ صاحب رائے ہیں نہ وقف کے ہمدرد بلکہ اپنی ذاتی منفعت یا آپس میں میل کی وجہ سے یا کسی اور غرض فاسد سے دوسرے کی ہاں میں ہاں ملاتے اور رجان بوجھکر وقف کو نقصان پہونچاتے ہیں۔ نہ ایسے احکام زید کے لئے قابل عمل ہیں زید جو وقف کا بہی خواہ ہے اور جس کی علیحدگی میں وقف کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے ہرگز اپنے کو علیحدہ نہ کرے بلکہ کوشش کرے کہ یہ بیکار جدا ہو جائیں اور ان کی جگہ کو کارآمد لوگوں سے پر کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: مرسلہ حاجی گھورن خاں معرفت امیر اللہ ولد حاجی عبد الرحیم صاحب حسن پورہ بنارس۔
مورخہ ۱۷ ربیع الثانی ۵۸ھ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص بحالت تندرستی اپنی جائداد کو وقف فی سبیل اللہ کرنا چاہتا ہے۔ بیوی اور اپنے لڑکے کو کچھ نہیں دینا چاہتا ہے۔ بیوی کے گذر بسر کے لئے اسی وقف میں سے ایک رقم مقرر کرنا چاہتا ہے لڑکا باپ سے علیحدہ رہتا ہے۔ اور باپ کی کچھ خبر گیری نہیں کرتا۔ اور لڑکے نے مال کا نقصان بہت کچھ کیا ہے۔ لہٰذا اس ناراضگی کی وجہ سے نفع آخرت کے خیال سے پوری جائداد وقف فی سبیل اللہ کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ دلیل شرعی سے مطلع فرمائیے؟۔

الجواب: واقف کی نیت اگر اچھی ہے تو صرف جائز ہی نہیں بلکہ ثواب اخروی کا مستحق ہوگا۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے۔ وسببہ ارادۃ محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحباب وفی الآخرۃ بالثواب[2]۔ ہاں اگر وقف سے مقصد ہی صرف یہ ہے کہ وارثوں کو میراث سے محروم کردے تو یہ نیت بری ہے۔ اور ایسا کرنا ناجائز ہے۔

---

[1] ردالمختار ج ۳ ص ۴۲۱ کتاب الوقف۔ ۱۲ مصباحی۔ [2] درمختار ج ۳۔ ص ۳۹۲ کتاب الوقف۔ ۱۲ مصباحی۔

اگرچہ وقف اس صورت میں بھی ہو جائے گا۔ اور اگر لڑکا بدچلن ہے کہ باپ کی جائداد کو برباد وضائع کر ڈالے گا تو وقف کر دینا بہتر ہے۔ کہ یہ وارث کو محروم کرنا نہیں بلکہ اپنی کمائی کو ناجائز چیزوں میں صرف کرنے سے بچانا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ عبدالرحمٰن۔ از خانقاہ سراجیہ برکت آباد، محلہ برکت پورہ مقام مالیگاؤں، ضلع ناسک۔

۱۸ ربیع الآخر ۱۳۵۹ھ۔

(۱) متولی مسجد کو شرعاً کیا حق ہوتا ہے۔ کیا سیاہ، سفید اپنی رائے سے جو کچھ بھی چاہے کر سکتا ہے۔ مسجد کی کوئی چیز اپنے خرچ میں لا سکتا ہے۔ مثلاً مسجد کی جوتی قندیل، مصلا یعنی جائے نماز، لکڑی، چونا، پتھر، لوہا، اینٹ، پھل، وغیرہ وغیرہ اور مسجد کی آمدنی کا روپیہ کھا جانا، یا ان روپیوں کو اپنے کاروبار میں لگانا، اور اپنا کام چلانا، اس کا جو منافع ہو، خود کھانا یا ان روپیوں میں سے خود قرض کے طور پر لینا، ان روپیوں کو دوسرے کو قرض دینا، اور لوگوں کو حساب نہ بتانا، اگر کسی نے حساب کے متعلق کبھی کچھ پوچھ تاچھ کیا تو کچھ ہاں، ہوں غپ شپ باتیں کر کے موقعہ کو کسی بہانے سے ٹال دینا، یا لڑائی پر تل جانا اپنا پورا قبضہ کر لینا اور کہہ دینا، کہ ہم کھا گئے۔ اب ہمارے پاس کچھ رقم نہیں ہے یا ہے مگر خرچ میں میرے خرچہ ہو گیا۔ اس وقت موجود نہیں۔ جب ہو گا تھوڑا تھوڑا جس طرح ہو گا دیا جائے گا۔ مانگنے پر بہانا کرنا، مقصود دینا نہیں؟

(۲) ایک گاؤں میں ایک ہندو اپنی زمین میں اپنے پیسہ سے مسجد بنوا کر مسجد کو مسلمانوں لوگوں کو دیدیا کہ یہ مسجد میں نے دیدیا۔ اب تم لوگ اس میں اپنا نماز پڑھو اور میں اس سے لادعویٰ ہو گیا۔ میرا ہمیشہ کے لئے کوئی دعویٰ نہیں ایسا لادعویٰ لکھ بھی دیا آیا اس مسجد میں نماز پڑھنا مسلمانوں کو بلا کراہت درست ہے یا نہیں یا کراہت ہے؟

الجواب:۔ (۱) متولی کا کام مسجد کی ضروریات کا انتظام کرنا ہے مسجد کی چیزوں کو اپنے ذاتی صرف میں نہیں لا سکتا، مسجد کی رقم کو صرف کر لینا خیانت میں داخل ہے ایسے متولی کو معزول کرنا واجب ہے کذا فی الدر المختار[۱] وغیرہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس میں نماز بہر صورت جائز ہے کیونکہ جواز نماز کے لئے مسجد شرط نہیں وہ زمین اور عمارت مسجد اسی وقت ہوگی کہ کافر نے مسلمان کو دے دی اور مالک کر دیا۔ پھر اس کو مسلمان نے وقف کر دیا۔ کیونکہ کافر کا وقف مسجد نہیں ہوتی اور خود کافر کا یہ وقف صحیح نہیں۔[۲] واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱؎ درمختار میں ہے۔ وینزع وجوباً لو الواقف فغیرہ بالاولیٰ غیر مامون او عاجز۔ ج ۳ ص ۴۲۱۔ مصباحی۔ ۲؎ درمختار میں ہے: ص ۳۹۵ لا یصح وقف حربی اور یہ مسجد شرعاً مسجد نہ ہوئی کہ کافر نے بے تملیک مسلم اپنی ملک میں مسجد بنوائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مصباحی۔

مسئلہ: از بریلی، محلہ گندہ نالہ، مرسلہ حافظ محمد یٰسین صاحب سرمہ فروش۔ یکم جمادی الآخر ۶۲ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں۔ زید نے اپنی کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ واثاث البیت وزر نقد وآمدنی دکان تجارت سرمہ کو وقف علی الاولاد کیا۔ اور لوجہ اللہ مصارف خیر کے لئے وقف کر دیا۔ اور اپنی کل جائداد موقوفہ مذکورہ کا متولی تاحیات خود اپنے آپ کو گردانا، اور اپنے بعد اپنی زوجہ منکوحہ کو حق تولیت دیا۔ اور اس کے بعد اپنے برادر زادہ حقیقی مسمی بکر کو، اور اس کے بعد اولاد بکر کو متولی قرار دیا۔ اور بکر کی اولاد نہ ہونے کی صورت میں اپنے دیگر برادر زادگان حقیقی اور ان کی اولاد در اولاد کو متولی تسلیم کیا۔ اور حسب وقف نامہ تاحین حیات خود جائداد موقوفہ مذکورہ کا متولی اور اس میں ہر طرح متصرف رہا۔ یعنی وقف کرنے کے بعد بھی ان تمام جائداد موقوفہ مذکورہ میں زید (واقف) اسی طرح تصرف کرتا رہا۔ اور اپنی ذاتی ملکیت سمجھتا رہا۔ جیسا کہ وقف کرنے سے پہلے اس کا تصرف تھا۔ حتی کہ جائداد موقوفہ سے ایک دکان موقوفہ کو بھی فروخت کر ڈالا جو شرائط وقف نامہ کے بالکل خلاف ہے۔ اور بموجب شرائط وقف نامہ جائداد موقوفہ یا اسکی آمدنی سے مصارف خیر میں کبھی کچھ صرف نہ کیا۔ بنا بریں امرات ذیل قابل استفسار ہیں؟

(۱) کیا از روئے شرع شریف زید کو یا کسی اور واقف کو یہ حق حاصل ہے؟ کہ اپنی کل جائداد واثاث البیت وغیرہ کو وقف علی الاولاد یا وقف فی سبیل اللہ کر دے۔ اور اس طرح بقیہ مستحقین ورثاء کو محروم القسمت کر دے اگر زید کا یہ عمل شرعاً درست نہیں تو پھر ایسے وقف و واقف کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) زید نے اپنی کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ واثاث البیت وآمدنی دوکان تجارت سرمہ کو وقف علی الاولاد کر دیا اور فی سبیل اللہ اس میں سے مصارف خیر بھی تعین کر دیا اور وقف نامہ لکھ کر قانوناً واصولاً ہر طرح وقف نامہ مکمل کر دیا۔ اس کے چند روز کے بعد دوسری تحریر متعلق وقف نامہ سابقہ بطور تتمہ لکھا۔ جس میں وقف نامہ اول کے شرائط کے خلاف دیگر تشریحات وتوضیحات ہیں۔ مثلاً ۶ر اکتوبر ۱۹۲۰ء کو وقف نامہ اول تحریر کیا اور ۲۶ر اکتوبر ۱۹۲۰ء کو دوسری تحریر بطور تتمہ لکھا۔

حالانکہ وقف نامہ اول میں کسی قسم کے رد وبدل اور ترمیم وتغیر کا استحقاق نہیں چھوڑا تھا۔ تو ایسی صورت میں تحریر ثانی جو بطور تتمہ ہے۔ معتبر ہوگی یا نہیں؟ اور شرعاً اس پر عملدرآمد درست ہوگا کہ نہیں؟ یا وقف نامہ اول ہی کی تحریر قابل عمل ولائق تسلیم ہوگی؟

(۳) یہ بھی واضح رہے کہ زید (واقف) نے جب وقف نامہ اول مرتب و مکمل کر دیا تو بکر موصوف نے زوجہ واقف پر ناجائز دباؤ و اثرات ڈال کر طرح طرح سے مجبور کر کے خوشامد درآمد تملق و چاپلوسی سے کام لے کر پوشیدہ طور پر ان کے ذریعہ زید (واقف) سے تتمہ مذکورہ لکھایا۔ اور عرصہ تک اس کو پوشیدہ ہی رکھا۔ حتیٰ کہ بعد وفات زوجہ واقف لوگوں کو اس تتمہ کا علم ہوا۔ دریں صورت یہ تتمہ واجب العمل و قابل تسلیم ہو گا۔ یا نہیں؟۔

(۴) علاوہ ازیں بعض وہ جائداد جو وقف نامہ اول میں شامل نہ کی گئی تھی۔ اور زید (واقف) نے اسکو مصلحتاً بکر موصوف ہی کے نام سے خرید کی تھی۔ اس کو واقف نے محض اس ارادے سے اپنے نام منتقل کرایا تاکہ تمام مستحقین وورثا کو اس میں مطابق شرع شریف حصہ پہنچے اور ملے کیونکہ واقف موصوف بکر کے علاوہ دیگر برادرزادگان حقیقی و مستحقان حصہ اسکو محروم القسمت کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اور واقف کی نیت خیر تھی۔ مگر بکر موصوف کو واقف کا یہ فعل ہی ناگوار گذرا اور باعث ملال و رنجیدگی خاطر ہوا۔

چنانچہ در پردہ مسلسل کوشش اور عنایت ہوشیاری و چالاکی، خوشامد و چاپلوسی سے بکر نے اسی طرح اس بقیہ جائداد کو زید (واقف) سے وقف کرادیا۔ جس طرح تتمہ لکھانے میں ہوشیاری و چالاکی اور زوجہ واقف کی ذات سے کام لیا گیا۔

چنانچہ ۷ رمئی ۱۹۲۳ء کو اس بقیہ جائداد کو بھی واقف موصوف نے بکر کے کہنے سننے اور اپنی زوجہ کے اثرات سے متاثر ہو کر وقف کر دیا۔ اور تاریخ مذکور میں وقف نامہ بھی لکھدیا۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ واقف کی نیت ابتداً خیر تھی یعنی وہ بکر کے علاوہ اپنے دیگر برادرزادگان حقیقی کو بھی چاہتے تھے اور کسی طرح کی حق تلفی گوارہ نہ تھی۔ لیکن چونکہ بکر کے اثرات زوجہ واقف پر تھے۔ لہٰذا اس ذریعہ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر بکر نے واقف کے خیالات کو بدل دیا۔ اور اپنے اثرات سے کام لے کر اس بقیہ جائداد کو بھی وقف کرادیا۔ جیسا کہ واقف کے اس عمل سے بھی ظاہر ہے کہ بقیہ جائداد جو اولاً غیر موقوفہ ہیں اس کو بکر کے نام سے اپنے نام منتقل کرالیا؟

(۵) زید واقف کے بعد زید کی زوجہ منکوحہ جائداد موقوفہ مذکورہ کی متولیہ رہی اور اس میں حسب سابق متصرفہ بھی رہی اور اس کے بعد زید کا برادرزادہ حقیقی مسمی بکر متولی ہوا اور ہے۔ لیکن نہ کبھی واقف و متولی اول نے شرائط وقف نامہ کے مطابق عمل کیا۔ اور نہ آج تک شرائط وقف نامہ مندرجہ وقف نامہ اول پر عملدرآمد ہوا بلکہ ہمیشہ جائداد موقوفہ مذکورہ کو

متولیان موصوف اور متولیہ موصوفہ نے اپنی جائداد اور ملکیت ذاتی کے مثل سمجھا اور اسی طرح اس میں جائز و ناجائز تصرف بھی کرتے رہے۔ ایسی صورت میں وقف نامہ قابل تسلیم و عمل سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اور جائداد موقوفہ میں اس قسم کا تصرف شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور بصورت عدم جواز ایسے متولی و واقف اور ایسے وقف کیلئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۶) جو جائداد و اثاث البیت وغیرہ زید (واقف) نے وقف کیا اس کی حیثیت وقف کرنے وقت تقریباً ڈیڑھ لاکھ یا سوا لاکھ روپئے سے کم کی نہ تھی۔ مگر واقف (زید) نے کل جائداد و اثاث البیت وغیرہ کو وقف نامہ میں بیس ہزار کی مالیت لکھا ہے۔ جو سراسر خلاف حقیقت و اصلیت ہے۔ ایسی صورت میں زید (واقف) کی تحریر شرعاً معتبر ہوگی۔ یا جائداد موقوفہ کی حیثیت کا اعتبار ہوگا؟۔

(۷) وہ زر نقد موقوفہ جس کو واقف و متولی اول نے وقف کیا اس سے متولی ثالث نے متولی اول (واقف) کی وفات کے بعد ہی فوراً بذریعۂ بیع نامہ جات و رقعہ جات و رہن نامہ جات دیگر جائداد حاصل کرلی، ایسی صورت میں اس جائداد میں بھی کل مستحقین و ورثا مستحق القسمت ہوں گے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل توجروا۔

الجواب:۔ واقف کا مقصود اگر وقف کرنے سے محض یہ ہو کہ ورثا کو جائداد اور میراث سے محروم کردے تو یہ ناجائز و گناہ ہے، حدیث میں ارشاد ہوا ـــــ من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ۔ مگر قصد و ارادہ کا دل سے تعلق ہے۔ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ اوس کا ارادہ وارثوں کو محروم کرنے ہی کا تھا، ہوسکتا ہے اس نے ثواب کے لئے اپنی جائداد وقف کی ہو لہٰذا وقف بہر صورت جائز و نافذ ہی ہوگا۔ اور اس کا کیا ارادہ تھا۔ اور کیا نہ تھا اسکو نہیں دیکھا جائے گا۔ اگر اس کی نیت بخیر تھی ثواب کا مستحق ہوگا۔ زید نے اپنی جائداد غیر منقولہ کو وقف کیا اس کی صحت میں کلام نہیں مگر شئے غیر منقولہ کا وقف جب ہی درست ہے کہ اس کے وقف کا رواج و تعامل ہو اور جن چیزوں کے وقف کا رواج مسلمانوں میں نہ ہو ان کا وقف درست نہیں، فتاوی عالمگیری میں ہے۔ واما وقف المنقول مقصودا فان کان کراعا وسلاحا یجوز فیما سوی ذالک ان کان شیئا لم یجر التعارف بوقفہ کالثیاب والحیوان لا یجوز عندنا وان کان متعارفا کالفاس والقدوم والجنازۃ وثیابہا وما یحتاج الیہ من الاوانی والقدور فی غسل الموتی والمصاحف بقراءۃ القرآن۔ قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی علیہ انہ لا یجوز وقال محمد رحمہ اللہ تعالی یجوز والیہ ذھب عامۃ المشائخ رحمہ اللہ تعالی منھم الامام السرخسی کذا فی الخلاصۃ وھو المختار والفتوی علی قول

محمد رحمہ اللہ تعالیٰ قال کذا شمس الائمۃ الحلوائی کذا فی مختار الفتاوی[1]۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ واقف نے جو جائداد منقولہ وقف کی ہے اور اس کے وقف کا عرف ورواج نہیں ہے وہ وقف نہیں ہے۔ اس میں وراثت جاری ہوگی۔ اور ورثاء پر تقسیم ہوگی۔ اسی طرح آمدنی تجارت سرمہ کو وقف کرنا بھی لغو اور بے معنیٰ ہے، اولاً، وہ بوقت وقف موجود نہیں ہے۔ اور وقف اسی چیز کو کرسکتا ہے۔ جو بوقت وقف موجود ہو۔ اور واقف کی ملک میں ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں شرائط وقف میں یہ لکھا ہے۔ ومنہا الملک وقت الوقف حتی لو غصب ارضا فوقفہا ثم اشتراہا من مالکہا ودفع الثمن الیہ اوصالح علی مال دفعہ الیہ لاتکون وقفا کذا فی البحر الرائق[2]

ثانیاً۔ وقف کے معنیٰ ہیں۔ حبس العین، والتصدق بالمنفعۃ کذا فی الدر المختار[3]۔ جب خود آمدنی ہی کو وقف کردیا تو موقوف علیہم پر کیا چیز خرچ کی جائے گی۔ لہٰذا وقف نامہ کا یہ جزء ہی صحیح نہیں ہے۔ اور جو کچھ آمدنی واقف کی زندگی میں ہوئی اس میں سے مرنے کے وقت جو کچھ بچی ہے وہ ورثاء پر تقسیم ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جبکہ واقف، وقف نامہ کی تکمیل کرچکا تو اب اس کو اس میں ترمیم، تنسیخ کا کوئی حق باقی نہ رہا البتہ اگر وقف نامہ کی کچھ عبارت ایسی ہو جس سے اس کے مقصد کے خلاف کوئی دوسرا مطلب نہیں لیا جاسکتا ہو تو اس کی وضاحت کرسکتا ہے۔ بیان کرسکتا ہے کہ میری مراد اس عبارت سے یہ ہے۔ لہٰذا وقف نامہ اول کے خلاف جو اس نے تتمہ لکھا ہے۔ وہ قابل اعتبار نہیں۔ وقف کو انہیں شرائط پر لکھا جائے گا۔ جو وقف نامہ اول میں درج ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) تتمہ کو پوشیدہ رکھا ہو یا ظاہر کیا ہو جبکہ وہ اصل وقف نامہ کے خلاف ہے تو معتبر نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) جب زید نے بقیہ جائداد کو ہی وقف کردیا تو اس وقف کو صحیح مانا جائے گا۔ اس کو توڑنے اور باطل کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے خواہ اس بقیہ جائداد کا وقف اس نے خود اپنی ہی خواہش سے کیا ہو یا کسی کے کہنے سننے سے ایسا عمل کیا۔ بکر نے اگر زید سے کہا اور اس کے کہنے سے زید نے وقف کردیا، اس کی وجہ سے وقف پر کچھ اثر نہ پڑیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] عالمگیری ج ۲ ص ۳۱۸، کتاب الوقف الباب الثانی۔ فیما یجوز وقفہ ومالا یجوز۔ [2] عالمگیری ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب الوقف، الباب الاول شرائط الوقف۔ ۱۲۔ مصباحی۔ [3] درمختار ج ۳ ص ۳۹۱ کتاب الوقف۔ ۱۲ مصباحی۔

(۵) واقف یا متولی کے ناجائز تصرف کرنے سے وقف باطل نہیں ہوتا۔ وہ وقف بدستور وقف رہے گا۔ اور یہ ناجائز تصرف کرنے والا مرتکب حرام و خائن و گنہگار ہوگا۔ اور ایسے واقف، متولی کو وقف سے جدا کر دینا اور اس کے قبضہ و تصرف سے وقف کو نکالنا واجب ہے۔ درمختار میں ہے۔ وینزع وجوبا بزازیہ لوالواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجز۔ ردالمختار میں ہے۔ قال فی البحر واستفید منہ ان للقاضی عزل المتولی الخائن غیر الواقف بالاولی۔ نیز اسی میں ہے۔ قال فی الاسعاف ولا یولی الا امین قادر بنفسہ او بنائبہ لان الولایۃ مقیدۃ بشرط النظر ولیس من النظر تولیۃ الخائن لانہ یخل بالمقصود وکذا تولیۃ العاجز لان المقصود لا یحصل بہ یستوی فیہ الذکر والانثیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) جب واقف نے اشیاء موقوفہ کی تحدید و تعیین کر دی ہے تو وقف صحیح ہے اگرچہ اسکی مالیت اور قیمت وقف نامہ میں کم دکھائی ہو کیونکہ وقف کی صحت کے لئے موقوفہ کی قیمت بیان کرنا ضروری چیز نہیں ہے ــــ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) واقف کے انتقال کے بعد جو کچھ زر نقد موجود تھا، اس کی تقسیم حسب شرائط فرائض تمام ورثاء پر ہوگی۔ متولی ثالث نے جو کچھ جائدادیں اس سے حاصل کی ہیں ان کے تمام ورثاء مستحق ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ جائداد موقوفہ فی سبیل اللہ تعالیٰ یا موقوفہ علی الاولاد اگر ایسی ہو کہ اس کی آمدنی قلیل اور وصولیابی میں مشکلات کثیر ہوں تو ایسی صورت میں اس کو بیع کر کے کوئی دوسری جائداد خریدی جائے جس میں سہولتیں ہوں۔ اور آمدنی زائد ہونے کا گمان غالب ہو جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک صورت یہ کہ متولی وقف علی الاولاد کی غیر موقوفہ کوئی زمین ہو اس میں موقوفہ جائداد کو فروخت کر کے کوئی عمارت بنا دی جائے۔ اور متولی اس زمین کو بھی اس کے ساتھ وقف کر دے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۳) کیا متولی کو وہ زمین مملوکہ وقف کرنا ضروری ہے یا ایسا بھی کر سکتا ہے کہ زمین اپنی ملکیت پر باقی رکھے اور موقوفہ جائداد کی قیمت سے مکان تعمیر کرا دے؟

(۴) اگر کوئی وقف نامہ علی الاولاد اس صورت سے ہو کہ اس میں جائدادیں وقف ہیں ان میں سے ایک قلیل ہے اسکی

سے درمختار، ردالمختار، ج ۳ ص ۴۲۱، کتاب الوقف، مطلب فی شروط التولی۔ ۱۲، مصباحی۔

آمدنی کے بارے میں واقف نے یہ لکھا ہے کہ متولی اسے اہل حرمین شریفین پر صرف کرے۔ اور ایک زائد آمدنی کی جائداد کہ اسے واقف نے متولی کی ذات واہل وعیال وغیرہ پر صرف کرنا بتایا ہے۔ دونوں جائدادیں دو موضعوں میں ہیں۔ تو کیا متولی ایسا کرسکتا ہے۔ کہ ان دونوں جائدادوں کو فروخت کرلے جن کا وقف نامہ ایک ہی ہے۔ اور موقوفہ علی اہل حرمین شریفین کی آمدنی جو وقت وقف میں تھی یا جو وقت بیع میں ہے۔ اس کثیر خالص وقف علی الاولاد کی آمدنی سے اہل حرمین شریفین پر خرچ کرنا اپنے اوپر لازم کرے اس لئے کہ وہ اتنی قلیل ہے کہ اس کے انتظام میں خرچہ اور وقت زائد ہوتی ہے؟۔

(۵) وقف نامہ میں واقف نے آخر میں یہ الفاظ لکھے ہیں "لہٰذا یہ تملیک نامہ بطور سند وبزوقف علی الاولاد لکھدیا" تو یہ جائداد وقف ہوئی یا تملیک۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ واقف کا مقصد اس سے صرف یہ ہے کہ جائداد تلف نہ ہو اور قلیل آمدنی والی کی آمدنی اہل حرمین پر بھی صرف ہوا کرے ؟

الجواب:۔ (۱) وقف نامہ کے آخر میں شرط سوم میں واقف نے یہ تصریح کردی ہے کہ کسی قسم کے انتقال کا استحقاق نہ ہوگا۔ واقف کی یہ شرط ہوتے ہوئے وقف کو فروخت کرکے دوسری جائداد اس کے بدلے میں کیونکر خریدی جاسکتی ہے۔ علامہ شامی نے استبدال کی تین صورتیں تحریر فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ واقف نے اپنے لئے یا دوسرے کیلئے اس کی شرط کردی ہو۔ اس میں جائز[1]۔ دوسری اور تیسری صورت یہ ہیں ۔ الثانی ان لایشترط سواء شرط عدمہ او سکت لکن صار بحیث لاینتفع بہ بالکلیۃ بان لایحصل منہ شئ اصلا او لایفی بمؤنتہ فھو ایضا جائز علی الاصح اذا کان باذن القاضی ورأیہ المصلحۃ فیہ ۔ والثالث بان لایشترط ایضا ولکن فیہ نفع فی الجملۃ وبدلہ خیر منہ ریعا ونفعا وھذا لایجوز استبدالہ علی الاصح المختار[2]۔

سوال میں جو صورت مندرج ہے وہ قسم سوم میں داخل ہے۔ اور اس میں استبدال جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باقی نمبروں کی بنا تبادلہ کے جواز پر تھی جب تبادلہ ہی ناجائز ہے۔ تو ان نمبروں کے جواب کی حاجت نہ رہی۔ واللہ اعلم

(۵) یہ تحریر وقف نامہ ہی ہے۔ تملیک کا مطلب یہ ہے کہ متولی آمدنی کا مالک ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] ۔ ردالمحتار ج ۳ ص ۴۲۴ میں ہے۔ الاول ان یشترطہ الواقف لنفسہ او لغیرہ او لنفسہ وغیرہ، فالاستبدال فیہ جائز علی الصحیح" [2] ایضا۔ ۱۲ مصباحی۔

مسئلہ: مرسلہ عبداللطیف خاں دکاندار، روبرڈ ٹال، رحیم خاں صاحب محلہ جمیر ہتی اٹاوہ۔ ۸ رشوال ۶۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں۔ مساجد وعیدگاہ کا متولی کیسا شخص ہونا چاہئے۔ اگر شہر والوں نے کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے کسی غیر پابند مذہب اور تارک صوم وصلوٰۃ کو متولی بنادیا تھا۔ تو اب اسکو معزول کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ تولیت کے قابل بہترین ہستیاں جو اس کی اہل بھی ہیں۔ موجود ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: متولی ایسے شخص کو مقرر کیا جائے۔ جو کار تولیت کو بخوبی انجام دے سکے۔ دین دار اور متدین ہو، خائن نہ ہو، اگر اسکی خیانت ثابت ہو اور تولیت کا کام اچھی طرح انجام نہ دیتا ہو تو اسے معزول کر کے دوسرا شخص متولی کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم

کتابت کے مرحلہ سے گذر رہی ہے اور بہت جلد منظر عام پر آرہی ہے ارباب علم اور دینی ذوق رکھنے والے حضرات سے گذارش ہے کہ خود بھی مطالعہ کریں۔ اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔

تذییل مسمّٰی بالاسم التاریخی

قامع الواھیات من جامع الجزئیات

۱۳۱۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خص لنفسہ المساجد فلم یرضہا الا لذاکر و ساجد والصلاۃ والسلام علی من امر بتنزیہہا تحقیقا و حرم ان یمر فیہا جنب او تتخذ طریقا واتی بالوعد الجمیل لمن عمرہا آباء وابناء وبالوعید الشدید علی من سعی فی خرابہا تسکی وسلم و بارک علیہ الواحد الماجد وعلی آلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ الاکارم الاماجد **وبعد** فہذہ تقییدات لطیفۃ وتنقیدات شریفۃ علی وریقات للفاضل المولوی عبد الباری اللکنوے الفرنگی محلی جمع فیہا بزعمہ جزئیات من کتب الفقہ فی جواز ہدم المسجد وجعلہ طریقا لکل کافر وملی محاولا بہ تقویت ما صدر منہ فی مسجد کانفور صینت عن الشرور اذ ہدم بعض حکام النصاری شقصا منہ بلا حاجۃ وادخلہ فی الطریق الواسع من قبل فوق الحاجۃ لتحسینہ وتزیینہ کما نظروا وآراد المسلمون اعادۃ بنائہ فقتلوا واسروا ثم جاء نائب السلطنۃ واراد جبر خاطر المسلمین واعلن انہ یحفظ فی ہذا احکام شریعۃ المؤمنین فاشارہ الفاضل المذکور الی ان تبقی ارض المسجد طریقا للعامۃ کما فعل الہادمون ویبنا ظلۃ فوقہا ہل مسجد ہم یؤذن المسلمون ثم اعلن فی العوام ان الذی فعلتہ ہو حکم الاسلام وفیہ لہ الاحترام التام والف لبیان ذلک ہذا الورقات والفاضل بینا وبینہ صداقۃ ومن حق المسلم علی المسلم لاسیما الصدیق علی الصدیق ان یردہ عن الباطل ویریہ سواء الطریق فالفت ہذہ الکلمات تمعنا لما وقع فی الوریقات من الاغلاط والواہیات وسمیتہ ۱۳۱۳ قامع الواہیات من جامع الجزئیات وما قصدی بہذا وللہ الحمد الا صون المساجد عن صولۃ کل مبطل مائل وان یمیز اللہ الخبیث من الطیب ویحق الحق ویبطل الباطل لانی خشیت علی من لا یعرف ولم یقف تلک المواقف ان تزل قدم بعد ثبوتہا او یستحل حرمۃ المساجد من لم یکن من اہل النہی وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وہو حسبی ونعم الوکیل والحمد للہ القریب المجیب لما رد علی

حضرۃ شیخنا مجدد المائۃ الحاضرۃ مؤید الملۃ الطاہرۃ ادام اللہ تعالی لنا برکاتہ ومتع المسلمین بطول حیاتہ
فی فتواہ ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبد الباری بحسین دلائل قاہرۃ وکتابی ہذا ذیلہ
فبنیت علیہ الثمرۃ **فاقول** وبحول اللہ اصول

(۵۱) **قال** الفاضل الفرنگی محلی سددہ اللہ والی حفظ حرمات الدین ارشدہ اللہ الارض بعد صیرورتہ مسجدا لایجوز استبدالہ الشئی مخصوص یرجع نفعہ الی شخص بعینہ) یرید ان یحول کل ماشحنت بہ الزبر المذہبیۃ ودواوین الاسلام الحدیثیۃ والفقہیۃ بل القران العظیم نفسہ من خلوص المساجد للہ عزوجل وتنزیہہا عن حقوق العباد قاطبۃ وحفظ آدابہا وتحریم السعی فی خرابہا وتحریم ان تجعل الشئی لم تبن لہ وتحریم ان یتصرف فیہا بالعبرضہا للمہانۃ الی غیر ذلک ماشاع وذاع وملأ الاسماع والبقاع الی استبدالہا بما یرجع نفعہ الی شخص بعینہ اما لو استبدلت بالایختص نفعہ لواحد معین فلیست فیہ تلک النصوص القاہرۃ القطعیۃ الاجماعیۃ الایمانیۃ الایقانیۃ وتلک کلمۃ ہو قائلہا ما انزل اللہ بہا من سلطن وقد قال فی ردالمحتار تحت قول الدر عن البزازیۃ لایجوز اخذ الاجرۃ منہ ولا ان یجعل شیئا منہ مستغلا ولا سکنی مانصہ وبہذا علم حرمۃ احداث الخلوات فی المساجد کالتی فی رواق المسجد الاموی الخ قال وقد رأیت تالیفا مستقلا فی منع ذلک اھ ومعلوم ان الخلوات فی المساجد لاتبنی لشخص بعینہ

(۵۲) بل نص العلماء قاطبۃ ان الوقف لایحول الی غیر ما ہو وقف علیہ وان نص الواقف کنص الشارع فی وجوب الاتباع وان غرض الواقفین واجب اللحاظ قال فی الجوہرۃ النیرۃ صفۃ التعدی ان یستعملہا فی غیر ما وقفت لہ اھ فاذا کان ہذا فی عامۃ الاوقاف فکیف فی المساجد وہل یجوز ان یقول مسلم ان المسجد من ہو مسجد یجعل خانا او باطا او اصطبلا لدواب الغزاۃ اوحماما او دارا ومما ینتفع بہ العامۃ حاش للہ ان یتفوہ بہ مسلم فضلا عن عالم۔

(۵۳) سیعترف ما جلنا الفاضل فی ہذا التالیف نفسہ آخر ص۲ ان محل جواز ان یجعل تحتہ سرداب لمصالحہ وغیر ذلک ماہو نافع للعامۃ واہل المسجد کالطریق والحمام وموضع الوضوء انما ہو قبل ان یصیر مسجدا لابعدہ کما صرح بہ الفقہاء وانت تعلم اذ قبل المسجدیۃ لیس بمسجد فاین الاستبدال

وہذا احد فوائد قولنا ان المسجد حین ہو مسجد۔

(۵۴) **قال** فلا یجوز ان یبنی فوق سطحہ الا امہ بیتا) ارأیت لو بنی لکل من یؤم فانہ لایکون الا لنفع شخص بعینہ **فان قلت** لابد من التعین عند السکونۃ **قلت** لا یتأتی شئ من الاستعمالات الا من معین فان الہذیۃ لا انفکاک عنہا للوجود العینی فلا یتطرق اذ تطرق الامیین **فان قلت** ہم کثیرون بخلاف الامام **قلت** فلیجز بناء بیت للائمۃ اذ اکثروا کائمۃ المسجد الحرام ثم من العجب ان لا یجوز لواحد ویجوز لکثیرین فان العلۃ الاستہانۃ وہی فی الاکثر اکثر **فان قلت** ارید الاستبداد ما دام موجودا وان جاز التعاقب **قلت** فالمار مستبد بموضع ممرہ ما دام مارا لاستحالۃ التداخل فی الاجسام وبالجملۃ فالعینیۃ الذہنیۃ لیست للامام ایضا اذ بنی لمن یؤم کما ہو المعتاد لا لزید والخارجیۃ لابد منہا للمار ایضا فطاح الفرق فافہم۔

(۵۵) **قال** ولا تحتہ حوانیت وان کان لمصالح المسجد والایقاف علیہ نقول عزل فان مصالح المسجد لیست مما یرجع نفعہ الی شخص بعینہ

(۵۶) **قال** اما جعل المسجد ما ینتفع بہ العامۃ کالطریق ففیہ مذاہب الاول لا یجوز جعل کلہ طریقا الثانی عکس الاول وہو جعل کلہ طریقا الثالث لا یجوز ان یجعل شیئا منہ طریقا الرابع عکس الثالث وہو ان یجعل بعضہ طریقا وہم الاکثر اخذ من خاص وہو الخلف فی الطریق وعداہ الی العام وجعل الخاص مثالا للعام فجعل المذاہب الاربعۃ فی جعل المسجد کلہ او بعضہ اصطبلا للغزاۃ او مرحاضا للمسافرین او حماما للحائض والنفساء او بیت الخلاء للعامۃ وان منہم من قال یجوز جعل المسجد کلہ بیت خلاء للعامۃ وان منہم من قال یجوز ان یجعل بعضہ للبول والغائط ویبقی بعضہ للسجود ویا للمسلمین ہل سمعتم بمثل ہذا فی الاسلام ام یأتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباؤکم۔

(۵۷) المذہب الثانی من مخترعاتہ لیس فی کلمات العلماء عین ولا اثر وسیعترف بہ بالاثر والرای مسلم یتصور منہ الحکم بان یجعل المسجد کلہ طریقا وما ہو الا تخریبہ ومنع الصلاۃ فیہ فانہا ممنوعۃ فی الطریق وقد سمع ربہ تعالی یقول ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا

اولئك ما كان لهم ان يدخلوها الا خائفين لهم في الدنيا خزي ولهم في الاخرة عذاب عظيم فلا يتأتى هذا من يؤمن بالقرآن العظيم ونسبته اليهم فرية بلا مرية عند كل ذي عقل سليم۔

(۵۸) مع قطع النظر عن ذلك في تربيع المذاهب خبط بديع فان القائل الاول ان جوز جعل بعضه طريقا نظرا الى المفهوم المخالف كان عين الرابع وان لم يجوز كان عين الثالث ولو نظر المؤلف الى الحصر العقلي انه هل يجوز جعل كل طريقا ام لا وعلى الثاني هل يجوز جعل بعضه ام لا لعلم ان لا امكان ههنا لرابع الا ما لم تذكره ولا يتوهمه الا المجنون وهو جواز جعل الكل دون البعض بل على طريقة المؤلف الفاضل يجوز التوهين الكثير دون القليل كما اشرنا اليه وسيأتي النص منه عليه فاذن كان عليه ان يجعل الرابع هذا الباطل الجلي ولكن النظر يخطي ويزيغ وبما ذكرنا ظهر وزهران لا تربيع ولا تثليث، لان الشق الاول لا يتفوه به مسلم فما ثم الا قولان ولم يذكر في الكتب الا اثنان ولكن حول عين العقل يجعل الاثنين اربعة۔

(۵۹) استند للمذهب الاول بقول الدر بان جعل الامام الطريق مسجدا لا عكسه لجواز الصلاة في الطريق لا المرور في المسجد واستشعر ورود جواز ان المراد بلا عكسه عموم السلب لا سلب العموم فيرجع الى الثالث فقال صرح الشارح بان المراد ههنا الكل بقوله وفيه نوع مدافعة لما تقدم (اي من قول المتن جعل شئ من الطريق مسجد الجاز لعكسه) الا ان ينظر للبعض والكل اقول اولا فاذن يرجع الى الرابع فاين المحيص وثانيا المحشي لم يصرح بهذا بل نقله عن الشرنبلالي ثم عدل عنه الى اختلاف الرواية وحق له ان يعدل فان التعليل قاض بارادة عموم السلب وقد اشار اليه المحشي بقوله لقرينة التعليل المذكور ويستقل كل ذلك عنه ولكن الفهم يخص الله به من يشاء۔

(۶۰) ثم ايد هذه الارادة الفاسدة بما نقل الشامي في الطريق عن الشرنبلالية ايضا ان فيه نوع استدراك بما تقدم الا ان يقال ذلك في اتخاذ بعض الطريق مسجدا وهذا في اتخاذ جميعها ولم يدر ان القران في الذكر لا يوجب القران في الحكم كيف والتعليل ناطق بفساد ذلك المراد ههنا۔

(۶۱) قال قال صاحب رد المحتار اما جعل كل المسجد طريقا فالظاهر انه لا يجوز قولا واحدا لا ادري

ما فائدۃ ایرادہ فی المذہب الاول غیر القضاء علی نفسیہ بان نسبۃ المذہب الثانی الی العلماء من باب الافتراء بلا امتراء۔

(٦٢) قال فی بیان ما اخترع من المذہب الثانی (لم ار نصرح من ذہب الیہ احد) فمن این ابتدعتہ (الا انہ یفہم من کلام بعض الفقہاء) حاش للہ ولا من کلام واحد قط (قال صاحب رد المحتار لا یخفی ان المتبادر انہما قولان فی جعل المسجد طریقا) بل قال ثلک اربعۃ (بقرینۃ التعلیل المذکور) فلم تسکت بمن یقضی علیک (ثم قال) ای صاحب رد المحتار (انہ لا یجوز قولا واحدا) اصاب واخطات

(٦٣) ثم نقل عن العلامۃ الشامی الاستئناس لہ بما فی التاتارخانیۃ عن ابی القاسم من جواز جعل المسجد رحبۃ والرحبۃ مسجدا قال الشامی درحبۃ المسجد ساحتہ یا سبحن اللہ اذا کانت الرحبۃ صحن المسجد فہو مسجد قطعا یعبر عنہ بالمسجد الخارج والمسجد الصیفی وعن الداخل بالمسجد الداخل والمسجد الشتوی وتوہم بعض العصریین سنۃ الف وثلثمائۃ وسبع انہ لیس بمسجد وکتب فی ذلک فتوی فشدد العلماء النکیر علیہ ورجع الامر الی شیخنا العلامۃ مجدد المائۃ الحاضرۃ حفظہ اللہ تعالی فکتب فیہ رسالۃ سماہا التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد بین فیہا المطلوب بعشرۃ دلائل قاہرۃ ثم ختمہا بنص الحلیۃ ان المسجد الخارج صحن المسجد اھ فانقطع الرجل ولم یأت لشئی من الدلیل الخاص بما سنا اما افاد شیخنا المجدد حفظہ اللہ تعالی فی جد الممتار تعلیقاتہ الشریفۃ علی رد المحتار حیث نقل نفس المسئلۃ عن الخانیۃ وخزانۃ المفتین وغیرہما بلفظ المسجد الخارج مکان الرحبۃ کما سیأتی واذا کان الصحن مسجدا فای مساس لہذا بما نحن فیہ فلیس فیہ جعل المسجد غیر المسجد بخلاف جعلہ طریقا فلئن جاز ہذا فی الکل لم یدل علی جواز جعلہ طریقا فی البعض ولا فی بعض البعض فضلا عن الکل فاین الاستئناس ہذا علی ما حاولت فحولت اما ما ارادہ العلامۃ الشامی فیری ما بدلت کما سیأتی عن جد الممتار لشیخنا المجدد حفظہ اللہ تعالی

(٦٤) من محققی العلماء من لم یُقر علی ہذا ایضا قال المحقق حیث اطلق فی الفتح لم جعل الرحبۃ مسجدا وقلبہ کذا فی الخلاصۃ الا ان قولہ وعلی القلب یقتضی جعل المسجد رحبۃ وفیہ نظر اھ وفی الشلبی علی الکنز ثم الطحطاوی علی الدر قولہ وعلی القلب یقتضی جعل المسجد رحبۃ وفیہ نظر اھ فاذا لم یرضوا بہذا فہم لجعل المسجد طریقا امنع

ولذا قال العلامۃ الشرنبلالی بعد نقل کلام الفتح فی غنیۃ ذوی الاحکام فلیت تجعل طریقا وفیہ تسقط حرمۃ المسجد فلیتأمل ھو بعلم جھالۃ من تیشبث بذیل الفتح فی جواز جعل شئ من المسجد طریقا واللہ الھادی الی سواء الطریق۔

(۶۵) العلامۃ الشامی نفسہ لم یستقر علی ہذا الاستئناس ولینہ بقولہ فہذا ان کان المراد بہ جعل بعضہ رحبۃ فلا اشکال فیہ وان کان المراد جعل کلہ فلیس فیہ ابطالہ من کل جھۃ لان المراد تحویلہ بجعل الرحبۃ مسجدا بدلہ بخلاف جعلہ طریقا تأمل اھ فلم یبق بیدک ولاحشیش تتشبث بہ فی ابتداع المذھب الثانی وقد نقلت ہذا ایضا فالک تاثر ما بہ علی الحق تعثر ثم تقیم علی ما تزل بہ وتعثر وتنسب الی العلماء ما ھم عنہ برآء

(۶۶) ثم اراد ان یبدی من کیسہ ما یتوصل بہ الی ابطال کل المسجد فنقل عن الحمادیہ مسجد ضاق فقال رجل اعطونی المسجد واعطی مکانا یسعکم لاینبغی ان یعطوہ حتی یبنوا مسجدا فیستغنی عن ہذا المسجد فحینئذ لاباس وتستر فادرہ سوا الاثم اجاب عنہ بقولہ ہذا مبنی علی قول محمد اقول سبحن اللہ قول محمد فیما خرب اوخرب ما حولہ فاستغنی عنہ لعدم من یصلی اما انیکون المسجد والمحلۃ عامرین فیبنوا مسجدا لیعطلوا الاول بل یبطلوہ فتبطل مسجدیتہ وتعود لمکاللبانی فحاشا محمدا ان یقول بہ وما ہو الاد خول بین فی قولہ تعالی وسعی فی خرابھا الی قولہ تعالی ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم فالفرع باطل قطعا لاکل الرجوع الیہ بل ولایجوز العروج علیہ۔

(۶۷) ہو عند محمد یعود عند الخراب لمکاللبانی وورثتہ لالاہل المحلۃ ولالکل من قال اعطونی مسجدکم واعطیکم داری فلا مبنی لہ علی قول محمد ولاقول احد۔

۶۸ اطبقوا ان المسجد اذا ضاق باہلہ وبجنبہ ارض لرجل توخذ کرہا بالقیمۃ وقد فعلہ الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنہم ولم یخالف فیہ محمد فلو کان یجوز تحصیل ہذا عندہ وجب ان یخالف فی ذاک لان اخذ مال الغیر کرہا حرام بالاجماع اذا کان ثم مندوحۃ عنہ وہذا بحمد اللہ سبحنہ دلیل آخر علی بطلان ہذا الفرع بالاجماع اذ لو ساغ لما ساغ القول بالکرہ لمن یذہب الیہ۔

(۶۹) ذکر فی الہندیۃ عن الذخیرۃ عن محمد فی نفس الفرع حکم محمد بتحریمہ فقال قال محمد لایسعہم ذلک اھ

وہذا ہو الماشی علی الجادۃ وابن الحمادیۃ من الذخیرۃ وقد نقلت ہذا ایضا فلم تنسب الی محمد ما ہو عنہ بری

(۷۰) **قال** وہو غیر المفتی بہ تفید ان ابطال المسجد راسا جعل کلہ طریقا عندک قول مفتی بہ حتے لا ترضی تائیدہ بما ہو غیر المفتی بہ فسبحن من علقمۃ الفاخر۔

(۷۱) **قال** وایضا فیہ منفعۃ لرجل مخصوص لا للعامۃ) لو فرض جوازہ عند محمد فالرجل المخصوص انما ینتفع بہ بعد بطلان المسجدیۃ کالبانی وورثتہ وکان ماذا۔

(۷۲) **قال** فلذا لا یطابق بالمقصود یعنی) لم لا اذا جاز الاستبدال بما ینفع شخصا بعینہ فجواز جعلہ بما ینفع العامۃ من باب اولی ما امہر بالاصول والمفہوم والمعقول من یزعم ان الدلالۃ علی المقصود لا تطابق المقصود نعم قل ہکذا ان الفرع یدل علی جواز ابدالہ بما ینفع شخصا بعینہ وہو باطل قطعا بالاجماع فالفرع لا یکل الاستشہاد بہ ولا الالتفات الیہ فان قلت ہکذا اصبت الا انی التقیید بالمعین ویتہدم ما تبنی علیہ فیما اہل

(۷۳) **قال** وعند محمد ان لم یستغن عن المسجد لا یجوز نقلہ الی شخص بعینہ) افیجوز الی شخص لا بعینہ حاش للہ لم یقل بہ محمد ولا احد۔

(۷۴) **قال** فرع دفع فی بلاد استولت علیہا الکفرۃ انہم اہدموا المساجد لاجل الطریق العامۃ وبنو مسجد آخر واعطوا المسلمین او ردوا القیمۃ للمسلمین بدل مسجد منہدمۃ وقد افتی بجواز الصلاۃ فی المسجد المبدل بعض معاصرینا) ای شبہۃ فی جواز الصلاۃ فی مسجد آخر وانما اجاز المنہور علی ما سمعنا استبدال المسجد وہو فیہ مفتر علی اللہ تعالی وقد استحسنت فتیاہ اذ جعلت ما ترعمہ احسن منہا۔

(۷۵) **قال** وعندی احسن من ہذا ان یطالب اولا بناء مسجد عوض المسجد) یا سبحن اللہ تقول استولت الکفرۃ وبنوا مسجدا واعطوا المسلمین او ردوا القیمۃ فہما وجہان وتختار منہما الا یکون مسجدا بدا ان یطالبوا الملک ببناء مسجد عوض المسجد وہل یصح بناء مسجد من کافر واللہ تبارک وتعالی یقول ما کان للمشرکین ان یعمروا مسجد اللہ شہدین علی انفسہم بالکفر اولئک حبطت اعمالہم وفی النار ہم خلدون ۵ انما یعمر مسجد اللہ من امن باللہ والیوم الاخر الآیۃ انظر نصوص الفقہاء قاطبۃ۔

(۷۶) **قال** فلما تم البناء یصلون فی المسجد الجدید حتی یستغنی عن المسجد القدیم انکان امکان الصلاۃ

فی مسجد موجبا للاستغناء عن غیرہ حتی یجوز ہدمہ فکم من مساجد تہدمہا وعلی محمد تحل دہما وکذا حصول الصلاۃ فی غیرہ من دون نیۃ تعطیلہ وان کان ذلک اذا صلوا فی آخر نادین تعطیل الاول فہذا ہو تخریب المسجد ومن اھل الصلاۃ بہذہ النیۃ ۔

(۷۷) الصلاۃ لاتتوقف علی البناء ولاہو شرط المسجد کما نص علیہ فی الخانیۃ والہندیۃ وغیرہما فلم تطالب بالبناء وربما یتأخر الامر الی سنۃ او سنتین بل قل یطالبوا بارض فیصلوا فیہا لتکون تشفر تک الی حلق المسجد اسرع ۔

(۷۸) قال فلو ٔیہدم الاول لاباس بہ قد علمت ان ہذا لیس قول محمد ولا احد انیکون المسجد والمحلۃ عامرین فیبنوا جدیدا ویبطلوا قدیما ویہدموہ اما قولک لاباس بہ فنعم ای باس فی ہدم المسجد انما الباس فی ہدم شقص من جدار دارک ۔ یا دفراہ اُخدام الکعبۃ وُہدام المسجد کلا ورب البیت ۔

(۷۹) قال وہذا وقت الضرورۃ الشدیدۃ زعمت بناءہ علی قول محمد وقول محمد غیر مقید بوقت الضرورۃ وانما القول کما فی الہدایۃ والکافی والتبیین وغیرہا انہ عینہ لنوع قربۃ وقد انقطعت فصار کہدی الاحصار اذا زال الاحصار فادرک الحج کان لہ ان یصنع بہدیہ ما شاء اھ فانقلت نیدتہ بہا لان قولہ غیر مفتی بہ فلا یعمل بہ الا للضرورۃ قلت لست زعمت ان المتاخرین افتوا بقول محمد وقلت ان المفتی بالخیار ان شاء افتی وان شاء لم یفت لان اباحنیفۃ کما روی عنہ موافقۃ ابی یوسف یروی منہ موافقۃ محمد فانقلت انما قلت عن المتاخرین انہم افتوا للضرورۃ ودفع التظلم علی قول محمد قلت معناہ علی فرض صحتہ انہم راوا ان فی القائہ مسجدا ابدا وقد خرب ما حولہ وتفرق الناس عنہ مظنۃ ان تتصرف الظلمۃ فی نقضہ وارضہ ولتسری الاہانات الی المسجد فافتوا بہ لہذا فہذا حالہم علی الافتاء لا تقیدا جازۃ العمل بہ نظیر ما ذکرہ الشامی فی افتائہم بروایۃ ابی یوسف الاخری وانت القائل ان المفتی بالخیار وای خیار عند الضرورۃ ۔

(۸۰) قال کالتشدد من الحکومۃ انما التشدید بالان الجہلۃ باعۃ دینہم بدنیا غیرہم یُنہون الیہا ان فی الشریعۃ الاسلامیۃ جواز ہدم المساجد للطریق ولو اخبرہا المسلمون ان ہذا حرام فی دیننا وقد وعدت ان لا تزاحمنا فی دیننا لاحجمت ۔

(۸۱) قال اوالارضاء سبحن اللہ الارضاء ایضا من الضرورۃ نسأل اللہ السلامۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ اویکون عطفا علی الضرورۃ فیکون انص واصرح واشنع واقبح وبالجملۃ جعل الناس بیت الواحد القہار مالک الملکوت کاوہن البیوت بیت العنکبوت یحل ہدمہ لارضاء حاکم نصرانی وان لم یجد منہ تشدید فیہ فالی اللہ المشتکی ولیبک علی الاسلام من استطاع البکاء

(۸۲) قال والدلیل فیہ ما مر من الحمادیۃ قد علمت انہ باطل نصا واجماعا کما انما البرہان علیہ نبذت بہ انت ایضا الا باحتہ جعل المسجد العام ملک شخص بعینہ وہو باطل قطعا حتی عندک فماہو الاسہو صریح او تحریف قبیح وباللہ العصمۃ ومن ہہنا ظہران ایرادک ایاہ بصورۃ السؤال ثم جوابک عنہ بانہ علی قول محمد وہو غیر مفتی بہ انما کان تسترا وکان ببالک ان تستند الیہ وتعتمد علیہ وتجعلہ ایضا مفتی بہ وتخیر المفتی بین اختیارہ واختیار غیرہ۔

(۸۳) علی تسلیم ذلک الباطل ای دلیل فیہ علی جوازہ للارضاء فانہ لضرورۃ لضیق فالدلیل اخص من المدعی۔

(۸۴) قال اما المتأخرون فافتوا للضرورۃ علی قول محمد این ومن والاتنس تمام دعوٰک ثم قد علمت ان الذی ابتدعت لیس قول محمد ولا احد۔

(۸۵) قال والمفتی بالخیار فلم رددت اولا فرع الحمادیۃ تسترا بانہ علی غیر المفتی بہ فان قلت ذلک حکمی فی الاصل وہذا حکمی فی الضرورۃ قلت الضرورۃ والخیار لا یجتمعان۔

(۸۶) قال المذہب الثالث لا یجوز ان یجعل شیأ من المسجد طریقا وقیل ہو الصحیح ایہا المسلمین کان ذلک سعیہ فی ذلک الباطل المبین واذا اتی علی ذکر الحق خدشہ بزیادۃ قیل من عند نفسہ ولیس الترجیح والتزییف بیدہ المہدران الذی صححہ ہو الامام الفقیہ الجلیل ابو اللیث من اکابر ائمۃ الفتوی والامام الجلیل برہان الدین محمود صاحب المحیط والذخیرۃ وان خلافہ لم یصح وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع ہذا علی فرض الاختلاف والا فالتحقیق ان لا خلاف راجع جد الممتار تعلیقات شیخنا المجدد علی رد المحتار ترعجبا وتجتن رطبا وتجتنب عطبا فانا اذکر لک بعض ما افاد

قال حفظہ الملک الجواد اعلم ان المسجد منزہ عن حقوق العباد جمیعا اجماعا ولا یحل لاحد ان یجعل شیئا
منہ لغیر ما بنی لہ من العبادۃ والذکر ویحرم قطعا تحویلہ لشیئ آخر تبدیلہ ما دام مسجدا وہذا اجماع من دون نزاع
قال اللہ تعالی وان المسٰجد للہ قال المحقق علی الاطلاق فی الفتح المسجد خالص لہ سبحنہ لیس لاحد
فیہ حق قال اللہ تعالی ان المسٰجد للہ مع العلم بان کل شیئ لہ کان فی ہذہ الاضافۃ اختصاصہ بہ وہو
بانقطاع حق کل من سواہ عنہ اھ وفیہ ایضا قبلہ المسجد جعل للہ تعالی علی الخصوص محرزا عن ان یملک
العباد فیہ شیئا غیر العبادۃ وما کان کذلک خرج عن ملک الخلق اجمعین اصلہ الکعبۃ الحق المسجد بہا اھ
وقال الامام برہان الدین فی الہدایۃ المسجد جعل خالصا للہ تعالی ولہذا لا یجوز الانتفاع بہ اھ وقال بعدہ
لانہ (ای المسجد) تجرد عن حقوق العباد وصار خالصا للہ تعالی وہذا لان الاشیاء کلہا للہ تعالی واذا
اسقط العبد ما ثبت لہ من الحق رجع الی اصلہ فانقطع تصرفہ عنہ اھ وقال الامام الاجل فخر الدین فی الخانیۃ
المسجد ما لا ینقل الی مکان آخر اھ وقال الامام السمعانی فی خزانۃ المفتین رامزا فص لفصول العمادی
لو کان مسجدہم ضیقا فاستبدلوہ بدار رجل ہی اوسع لم یجز اھ وفی الذخیرۃ ثم الہندیۃ قال محمد لا یسعہم
ذلک اھ وفی فصول العمادی ثم خزانۃ المفتین مسجد واسع جعل المتولی بعضہ حانوتا للمسجد لا یجوز اھ
وفیہا عن فتاوی الامام فخر الدین لو جعل القیم تحت المسجد حوانیت للغلۃ او لفنائہ لم یجز اھ وفی نوازل
الامام الفقیہ ابی اللیث ثم التجنیس والمزید للامام برہان الدین صاحب الہدایۃ ثم فتح القدیر وفی فتاوی الامام
قاضی خان وتہذیب الواقعات والاسعاف فی احکام الاوقاف ثم فتاوی الانقروی وفی محیط
الامام شمس الائمۃ السرخسی ثم الفتاوی العلمگیریۃ واللفظ لہا قیم المسجد لا یجوز لہ ان یبنی حوانیت فی حد المسجد
او فی فنائہ لان المسجد اذا جعل حانوتا ومسکنا تسقط حرمتہ وہذا لا یجوز والفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکم
المسجد اھ وفی وجیز الکردری والبحر الرائق والدر المختار لا یجوز للقیم ان یجعل شیئا من المسجد مستغلا
ولا مسکنا اھ وفی القنیۃ ثم البحر قیم الجامع القدیم آجر موضعا تحت ظلۃ الباب لبعض الصکاکین
لا یصح اھ وفی جامع الفتاوی والتاتارخانیۃ ثم البحر والنہر والدر بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانہ من المصالح
اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق اھ قال البحر والدر فاذا کان ہذا

فی الوقف فکیف لغیرہ فیجب ہدمہ ولو علی جدار المسجد اھ و مر فی الکتاب اعنی رد المحتار مایصنعہ بعض جیران المسجد من وضع جذوع علی جدارہ فانہ لا یحل ولو دفع الاجرۃ اھ وفیہ وبہذا علم حرمۃ احداث الخلوات فی المساجد الی آخر مامر وبالجملۃ النقل فیہ کثیر شہیر مستفیض شہیر اذا علمت ہذا فجعل شئی من المسجد طریقا لہ صورتان الاولی ان یقطع من المسجد وتبطل مسجدیتہ ویدخل فی الطریق فیتحول طریقا مطروقا بعد ماکان مسجدا محفوظا فتمر فیہ الحائض والنفساء والجنب والدواب والحمیر والکلاب وتردث وتبول وتمنع الصلاۃ فیہ شرعا کما ہو حکم الطریق والثانیۃ ان یبقی المسجد بجمیع اجزائہ مسجدا کما کان وتجب آدابہ وتحفظ حرماتہ غیر ان یؤذن بالمرور فیہ عند الحاجۃ للمشاۃ غیر الجنب واختیہ والدواب ومن علم ذلک الاصل الاصیل المقرر المحرر المدلول علیہ بکتاب اللہ واجماع الامۃ وکان فی قلبہ تعظیم حرمات اللہ و شعائر اللہ علم قطعا ان فی قول الجواز لا تصلح الاولی ان تکون مرادۃ بل الثانیۃ ہی المقصودۃ بالافادۃ فہی معنی جعل شئی من المسجد طریقا کما فی الکنز والغرر والتنویر والخلاصۃ والفتح او جعل ممر فیہ کما فی تبیین الحقائق والعینی والبحر والنہر والدر وابی السعود والشرنبلالی والخادمی والعجیمی واخی زادہ علی الدرر وغیرہا ولا یحل ان یحمل الا علیہ لفظ الزیادۃ فی الطریق من المسجد کما فی العنایۃ عن خواہر زادہ او توسیع الطریق منہ کما فی الاشباہ ومختار الفتاوی والملتقی او ادخال بعضہ فی الطریق کما فی المنح فان الطریق اذا کان ضیق وبجنبہ مسجد واسع یحتمل المرور فأذن للناس ان یدخلوا فیہ من جانب ویخرجوا من جانب آخر غیر محدثین بالحدث الاکبر ولا راکبا ولا مدخلی دابۃ ولا نجاسۃ فقد حصل لہم من المسجد ما یحصل من الطریق والطریق لم یکن طریقا الا لاستطراقہ والتوصل الی المقصود بالمرور فیہ فاذا اسقطنا حرمۃ ہذا من دخل من المسجد للحاجۃ مع ابقائہ مسجدا کما کان وابقاء سائر الحرمات والاحکام فقد حصل فیہ معنی الطریق وما بہ الطریق طریق وماکان محظورا اذن فیہ لحاجۃ فانما یتقدر بقدرہا ولا یحل تعدیہا ولا حاجۃ الی اسقاط سائر الحرمات فآل المعنی الی الصورۃ الثانیۃ وہو الواجب حتما عند کل من رزق حظا من العقل والدین ولم یلم بہ اللمم ولاکان من المفسدین آن یرد المحتمل الی المفسر والخرج بایہام ضعیف عن اصل مقرر ولا ینسب طائفۃ من علماء الدین الی مخالفۃ نص القرآن العظیم وانتہاک حرمات الشرع القویم ولا یرضی بادخالہم فی

من منع مسٰجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها اولٰئك لهم خزي في الدنيا ولهم في الآخرة عذاب عظيم
لاجرم قد نص المجوزون انفسهم على ارادة الصورة الثانية وبمرأى منك عبارة الشرح نقلا عن
الزيلعي ونص الزيلعي تحت قول الكنز ان جعل شيء من الطريق مسجدا صح كعكسه معناه اذا بنى قوم
مسجدا واحتاجوا الى مكان ليتسع فادخلوا من الطريق في المسجد وكان ذلك لا يضر باصحاب الطريق
جاز وقوله كعكسه اي كما جاز عكسه وهو ما اذا جعل في المسجد ممر لتعارف اهل الامصار في الجوامع وجاز
لكل احد ان يمر فيه حتى الكافر الا الجنب والحائض والنفساء لما عرف في موضعه وليس لهم ان يدخلوا
فيه الدواب اه فانظر كيف فسر الاول بادخال جزء من الطريق في المسجد ثم اذا اتى على العكس
حاد عن ذلك السنن كيلا يوهم خلاف المقصود وقال جعل في المسجد ممر وحصر المراد فيه بقوله وهو ما اذا
جعل وعبارة البحر الرائق لصاحب الاشباه المذكورة ومعنى قوله كعكسه انه اذا جعل في المسجد ممر فانه
يجوز لتعارف اهل الامصار الى آخر ما في التبيين معزيا اليه وتبعه عليه الامام العيني والعلامة عمر بن نجيم
في النهر والسيد الازهري في الفتح وناظم الدرر الشرنبلالي والخادمي وحسن العجيمي المكي وعبد الحليم الرومي
ولما نقل في جامع الفصولين عن العدة جعل شيئا من المسجد طريقا او من الطريق مسجدا جاز اه قال العلامة
الخير الرملي في حاشيته قال العلامة الغزي (اي صاحب المنح المذكور) ان جعل شيء من الطريق مسجدا
صح كعكسه قال شارحه الزيلعي عكسه هو ما اذا جعل في المسجد ممرا (الى قوله الدواب) وهذا يوافق ما نقله المصنف
عن العدة انتهى كلام الغزي اه وافاد هؤلاء الجلة ارادة الصورة الثانية وبطلان الاولى باربعة وجوه
الاول الاستدلال بتعارف ذلك في جوامع الامصار ومن زعم ان ابطال مسجدية جزء من المسجد
وتحويله طريقا مما متعارف في جوامع الامصار فقد افترى والثاني تحريم ان يدخله جنب او حائض او
نفساء والثالث الاحالة على ما عرف في موضعه من كتاب الطهارة انه لا يجوز دخول هؤلاء في المسجد
والرابع تحريم ان يدخلوا فيه الدواب وهذا صاحبنا السيد العلامة المحشي نقله عن التتارخانية عن العتابية
عن الامام بكر خواهر زاده بلفظ تجوز الزيادة في الطريق من المسجد ان كان للعامة اه ثم جعله عين ما عليه المتون
ما عليه المتون بما فسره الاكابر ما سمعت ثم سفسه في آخر كلامه بقوله هو جواز جعل شيء منه سطرا ليسقط

حرمة المرور فیہ للضرورة لکن لا تسقط جمیع احکام المسجد فلذا لم یجز المرور فیہ لجنب و نحوہ کما مر اھ فافتح العین
وادفع الغین یذھب الشین ویزھق المین وظاہر ان الزیادة فی الطریق من المسجد وتوسیعھا منہ وادخال
شئی منہ فیھا متساویة الاقدام فی ذلک الایھام ومع ذلک لم یرد ہذا صاحبنا السید العلامة المحشی عن
تفسیرہ بالصورة الثانیة وردہ الی الحق بل لم ینقدح منہ فی ذھنہ الا المحمل الصحیح لعلمہ بان خلافہ من ابطل الاباطیل
واشنع المحالات لا یخطر ارادتہا فی قلب من اوتی تعظیم الحرمات ومما یلی امثال ہذہ التصریحات الجلیة بل منہا
ایرادہم مسئلة جعل المسجد رحبة فی مبحث جعل شئی منہ طریقا قال العلامة الشرنبلالی فی الغنیة تحت قولہ
جاز جعل شئی من الطریق مسجدا لا عکسہ مانصہ نقل المسئلة فی فتح القدیر وقال ولہم جعل الرحبة مسجدا وقلبہ
کذا فی الخلاصة اھ فقد جعل المسألة عین المسألة وقال العلامة السید احمد الطحطاوی علی قول الدر کما جاز
جعل الامام الطریق مسجدا مانصہ لم یقیدہ فی الدرر بالامام بل الذی فی الہندیة عن الکبری مسجدا ارادا ہلہ ان
یجعلوا الرحبة مسجدا او المسجد رحبة لہم ذلک اھ وسیأتی لعلامتنا المحشی الامام بہ حیث اورد مسألة الرحبة
فی ہذہ المسألة وقال ورحبة المسجد ساحتہ اھ قلت وذکر المسألة فی الخانیة وخزانة المفتین بلفظ لو احتاجوا
الی تحویل باب المسجد او جعل المسجد الخارج داخلا ونحوہ فالرأی فی ذلک لافضلہم ولا کثرہم اھ فالمعنی واحد
واللفظ مختلف فلو کان الکلام علی تحویل المسجد الی غیرہ لکانت کلماتہم ہذہ کلاما من لا یمیز بین المبحث وغیرہ
کلا بل افادوا ان المراد ہی الصورة الثانیة ای المرور فی المسجد مع ابقائہ مسجدا بحالہ وح یستقیم ایرادہم مسألة
الرحبة فیہ لان المرانما یکون عادة فی الساحات دون المنازل المسقفة فاذا جعل المسقف من المسجد مسجدا
صیفیا غیر مسقف فالذی یدخل المسجد لیمر فیہ الی جانبہ الآخر انما یقصد ہذا الصحن الذی کان مستغنا من قبل
فتحقق المرور فی جزء من المسجد بعد مالم یکن فیہ ولو استقصینا ادلة ہذا لطال الکلام ولا حاجة بعد ما تشہد بہ
قلوب اہل الاسلام فالحمد للہ علی وضوح المراد وانقطاع عرق الضلال والفساد وبما ذکرنا یلمع التحقیق ویطلع
التوفیق فالمانعون ارادوا الصورة الاولی والمجوزون قصد والصورة الاخری وللہ الحمد ہذا وجہ ووجہ
آخر ان یتوارد الکلامان معا علی الصورة الثانیة ومع ذلک یتفقان وذلک لما علمت ان الاصل فیہ
الحظر والاجازة للحاجة فالمانعون ذکروا حکم الاصل والمجوزون قصدوا الحاجة والدلیل علیہ انہم اطلقوا وقیدہ العلماء

بالاحتیاج قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر فی کتاب الکراہۃ من الخلاصۃ عن الفقیہ ابی جعفر عن
ہشام عن محمد انہ یجوز ان یجعل شیئ من الطریق مسجدا او یجعل شیئ من المسجد طریقا للعامۃ اھ یعنی اذا احتاجوا
الی ذلک اھ ولمولٰنا السید المحشی رحمہ اللہ تعالٰی علی قول الدر کعکسہ ہذا عند الاحتیاج کما فیدہ فی
الفتح اھ ونظیرہ قول البزازیۃ لایجعل شیئ من الطریق مسجدا ولا شیئ من المسجد طریقا للعامۃ اھ فافاد کم
الاصل فی الموضعین وذلک لان الاصل فی الطریق ان لایؤخذ منہ شیئ لغیرہ وانما یدخل بعضہ فی
المسجد اذا احتیج الیہ ولم یضر بالمارۃ کما قدمنا عن التبیین ومن معہ من کثیرین وفی الفتح لوضاق المسجد
وبجنبہ ارض وقف علیہا او حانوت جاز ان یؤخذ ویدخل فیہ ولو کان ملک لرجل اخذ بالقیمۃ کرہا فلو کان
طریقا للعامۃ ادخل بعضہ بشرط ان لایضر بالطریق اھ وفی الدر جعل شیئ من الطریق مسجد الضیقہ ولم یضر
بالمارین جاز قال ط ومحشینا افاد ان الجواز مقید بہذین الشرطین اھ ہکذا فہم کلمات الفقہاء من
ماعدہ التوفیق وباللہ التوفیق لارب سواہ وہناوجہ ثالث یبقی معہ بعض خلاف دقیق وان استقصی
الکن ان یؤدی الی التوفیق وہوان نقول کلا الکلامین فی الصورۃ الثانیۃ وحالۃ الحاجۃ غیر ان الحاجۃ
اعم من الضرورۃ ومواضع الضرورۃ مستثناۃ بالضرورۃ فالمانعون لایجیزونہ ولو للحاجۃ مالم تبلغ حد
الضرورۃ والمجیزون یعتمدون مطلق الحاجۃ کما یدل علیہ تعلیلہم بالتعارف دون الضرورۃ **فان قلت**
فاذن ما المرجح منہا **قلت** المنع مصحح بصریح التصحیح من الامامین الجلیلین ابی اللیث الفقیہ والبرہان
محمود کما سیأتی للمحشی عن التاتارخانیۃ عن ابی اللیث ومثلہ فی الہندیۃ عن المحیط ولا کذلک فی الاجازۃ
غیر ان کلام اکثر النظار ناظر الیہا اقول ومولٰنا المحشی رحمہ اللہ تعالٰی ان المتون علی الثانی فکان ہو المعتمد
فاقول المتون مطلقۃ کالروایۃ عن محمد سواء بسواء ولابد من التقیید اجماعا لاطباقہم علی عدم جواز المرور فی
المسجد الا بعذر ففی الاشباہ لایجوز اتخاذ طریق فیہ للمرور الا لعذر اھ قال الحموی یعنی بان یکون لہ بابان
فاکثر فیدخل من ہذا ویخرج من ہذا اھ وفیہ عن منیۃ المفتی لایمر فی المسجد ویتخذہ طریقا فان کان لعذر لم یکرہ اھ
وفی فتاوٰی الامام قاضی خان وخزانۃ المفتین لایجوز ان تتخذ فی المسجد طریقا یمر فیہ من غیر عذر فان
فعل لعذر جاز اھ وفی فتاوی الخلاصۃ والبحر الرائق والعلمگیریۃ رجل یمر فی المسجد ویتخذ طریقا ان کان

بغیر عذر لایجوز وبعذر یجوز ثم اذا جاز یصلی فی کل یوم مرۃ لافی کل مرۃ اھ وفی البزازیۃ یمر فی المسجد ویتخذہ طریقا ان بعذر

یعذر وبدونہ لا ویصلی فی کل یوم مرۃ لافی کل دخلۃ اھ وفی التنویر یکرہ الوطء فوقہ والبول والتغوط واتخاذہ

طریقا لغیر عذر اھ وفی الغیاثیۃ لو اتخذ ممرا فی المسجد فان کان بعذر جاز دفعا للحرج ولغیر عذر یکرہ ثم فی موضع

العذر یحترز عن التکثیر ما امکن حتی قالوا یمر فی الیوم مرۃ ومسألتنا ہذہ فاشیۃ فی الزبر دائرۃ فی الکتب وقد اطلقہا

کثیرون علی عادتہم من ترک قیود قد عرفت ففی البحر عن الحاوی یکرہ التوضؤ فی المسجد کالبزق والمخط لما فیہ من

الاستخفاف وکذا یکرہ ان یتخذ طریقا او یحدث فیہ حدیث الدنیا ویکرہ الدخول فیہ لغیر طہارۃ اھ وفی غنیۃ ذوی

الاحکام لایجوز ادخال نجاسۃ فیہ ولا استطراقہ اھ ویأتی للشارح فی الحظر عن الوہبانیۃ ۵ ولفسق معتاد المرور بجامع

ومن علم الاطفال فیہ ویوزر ۵ قال ط فلا تقبل الشہادۃ اذا کان مشہورا بہ اھ قال الشرنبلالی والحیلۃ لمن ابتلی

ان ینوی الاعتکاف حال الدخول ویکفی فیہ السکنات فیما بین الخطوات اھ وفی الہندیۃ عن فتاوی التمرتاشی عن

صلاۃ الجلابی لایتخذ طریقا فی المسجد بان یکون لہ بابان فیدخل من ہذا ویخرج من ذلک اھ فمرۃ اطلقوا المنع واخری اطلقوا

الجواز واخری بینوا واوضحوا وہو المراد فی جمیع المواضع فاطلاق المنع مقید بالاستثناء واطلاق الجواز مقید بالشرط واذا کان

الامر علی ہذا فان قیدنا بالضرورۃ وافقت المتون قول المنع وان قیدنا بالحاجۃ کما فعل کثیر من النظار وافقت

قول الاجازۃ فلیس فی نفس المتون مایرجح احد القولین وکذلک استثناؤہم العذر فان اردنا بہ التعذر

وافق الاول وان عممناہ للتعسر وافق الثانی ہذا مایعطیہ ظاہر النظر وانا **اقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول

الی ذری التحقیق القی ربی فی قلبی ان استطراق المسجد ای جعلہ طریقا بالمعنی الذی وصفنا لا یعنی التبدیل

الباطل المستحیل علی سبعۃ اوجہ لایصلح منہا للخلاف الا وجہ واحد بیان ذلک ان المرور فی المسجد یتحقق

بکل من الدخول والخروج فان الامام مثلا اذا دخل من الباب وتقدم الی المحراب لابد لہ من نقل الاقدام

وقطع المسافۃ وہو المرور وعقد الامام البخاری فی الجامع الصحیح باب المرور فی المسجد وروی فیہ حدیث

ابی موسی رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قال من مر فی شیئ من مساجدنا او اسواقنا

بنبل فلیأخذ علی نصالہا لایعقر بکفہ مسلما قال الحافظ فی الفتح باب المرور فی المسجد ای جوازہ وہو مستنبط

من حدیث الباب من جہۃ الاولویۃ اھ وعقد قبلہ بابا باخذ بنصول النبل اذا مر فی المسجد واخرج فیہ

حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما قال مر رجل فی المسجد ومعہ سہام فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم امسک بنصالہا غیر ان الدخول والتقدم وان لم یخل عن معنی الاستطراق لان ما بین
الباب والمحراب کان طریقا الیہ ومعلوم ان کل جزء من المسجد مسجد لکن لا یقال علیہ استطراق المسجد
فی متفاہم العرف فان الطریق لا یقصد لنفسہ وہہنا مقصودہ المسجد فلا یتعلق غرضنا بہذا الفصل
ولا ہو مفرز لحکم بل حکمہ حکم ما قصد الدخول فمن مامور بہ کما ذکرنا فی الامام وکالمقتدین الاولین یقربون منہ
ومن بعدہم یصلون الصفوف ومن رأی فی صف فرجۃ تقدم وسدہا ولیتم الصفوف ومنہ الدخول
لبناء المسجد ومرمتہ وتنظیفہ وتجمیرہ والعکوف ومنہ دخول القاضی لیجلس فیہ للقضاء والدخول لعقد
النکاح وما أذن فیہ کدخول المدعی علی القاضی عین کونہ فی المسجد وتقدم للنفر والی حیث شاء خانہ لا یمر ان
لا یمر بعد الباب والدخول للتعلیم والتعلم والذکر کل ذلک بشرطہ ومنہی عنہ کالدخول لحدیث الدنیا الی غیر ذلک
لا یخفی اما المرور للخروج منہ فلا محید لہ عن استطراقہ وان لم یکن الا داخلا للصلاۃ صلی فآب فانہ ح لا تقیید
المسجد بل انما یمر فیہ لیتوصل بہ الی بیتہ مثلا وہذا ہو الاستطراق وقد عقد الامام البخاری باب الخوخۃ والمر
فی المسجد واورد فیہ حدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالی عنہ قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لا یبقین
فی المسجد باب الاسد الا باب ابی بکر وحدیث ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
سدوا عنی کل خوخۃ فی ہذا المسجد غیر خوخۃ ابی بکر قال الامام العینی فی العمدۃ الظاہر ان مراد البخاری من
ہذہ الترجمۃ الاشارۃ الی جواز اتخاذ الخوخۃ والمر فی المسجد لان حدیث الباب یدل علی ذلک فان قلت
لیس فیہ ذکر المر قلت المر من لازم الخوخۃ فذکرہا یغنی عن ذکرہ اھ ومعلوم ان لا لزوم للخوخۃ الا لان
یدخل منہا للصلاۃ ویؤب فقد جعلہ اتخاذ مر فی المسجد واقرہ وبمرأی منک ما یفیدہ العلامۃ المحشی
علی قولہم لتعارف اہل الامصار فی الجوامع انہ یوجد فی اطراف صحن الجوامع رواقات مسقوفۃ للمشی
فیہا وقت المطر ونحوہ لاجل الصلاۃ او للخروج من الجامع لا لمرور المارین مطلقا ولعل ہذا ہو المراد اھ
فترجی ان مرادہم بجعل المر فی المسجد الدخول للصلاۃ والخروج للبیت آذا عرفت معنی الاستطراق
فلنتکلم علی وجوہہ وباللہ التوفیق فاقول استطراق المسجد علی سبعۃ اوجہ لانہ اما لازم او عارض والعارض

اما لاجل المسجد او لغیره والغیره اما حادث او منوی والمنوی اما مطوی او مستقل والمستقل اما لحاجة او بدونها
والحاجة اما بلغت حد الضرورة او لا ونعنی باللازم ما لا نظر فیه الی مقصود آخر غیر الرجوع فان کل من
دخل المسجد ولو لجماعة لابد له فی الرجوع من قطع مسافة ما فی المسجد فان لم یرد الا هذا فهو اللازم وان قصد
مقصدا آخر وتوصل الیه باستطراق المسجد فهو العارض کمن دخل للصلاة وخرج من باب یلی السوق
لیدخلها والاول اللازم حکمه حکم الدخول لان الخروج لابد منه للولوج ولازم الشیء له حکمه فان کان دخل للصلاة
مثلا فهو فی رجوعه ایضا فی الصلاة تکتب آثار ایابه کآثار ذهابه حسنات والضد بالضد فهذا مثل الدخول
لا یفرز بحکم والعارض ان کان فی رجوعه من طریق رجوعه فهو مغمور فی اللازم فان زاد نیة مباح لم تزد
شیئا کمن یرجع الی بیته نادیا نوما مباحا او نیة حسنة کان یرید فی قفوله اعانة ملهوف او زیارة عالم
فقد استجد حسنة ذاتیة تزید فی حسنة الرجوع العرضیة اذا کان الدخول حسنة وتباری سیئة الرجوع
العرضیة اذا کان الدخول سیئة ومن ذلک خروج من دخل المسجد متجاوزا فندم فانه یؤمر بان یخرج من
حیث دخل اعدا ما جنی کما فی البزازیة والبحر قال صلی اللہ تعالی علیه وسلم اذا عملت سیئة فاتبعها حسنة تمحها
رواه الامام احمد عن ابی ذر الغفاری رضی اللہ تعالی عنه بسند صحیح او نیة سیئة فلما علمها فما اردنا بالعارض ما استجد فیه نظر الی
کما مثلنا او لم یرد به الرجوع کما یاتی لان فی کل منها استطراقا جدیدا غیر القفول فمنه ما للمسجد کنائم احتلم
فی المسجد وجب علیه الخروج للاغتسال وحائض یرید الصلاة علیه الخروج للتخلی وکذا من اراد اخراج الریح علی الصحیح ومنه خروج
لیاتی بآلات لتعمیره ودهن سراجه او تجمیره وبخوره وسائر مصالحه ومنه خروج المؤذن للاذان والمتوضی ولو متوضئا
للوضوء لکراهتهما داخله الی غیر ذلک وهذا کله مطلوب شرعا من الندب الی الوجوب اما لغیره فان بدا له
هذا القصد ولم یکن من نیته حین دخل فحادث وان کان منها تبعا کمن دخل للصلاة وهو یرید ان یخرج
بعدها الی السوق فمطوی والحادث لاریب فی جوازه اذا کان دخوله وخروجه کلاهما مأذونا فیه
کمن دخل للصلاة وغیرها مما تقدم من المطلوبات وخرج للسوق وغیرها من السائغات فان الداخل
لا یؤمر بالخروج من باب معین بل له ان یخرج من ای الابواب شاء ولا نعلم احدا تقید بذلک بل کل
یخرج الی باب یلی مقصده الآن کبیته او بیت عالم یرید ان یسأله او صدیق یقصد زیارته او سوق فیشتری

فیما الی غیر ذلک من الحوائج کل ذلک مشہود فی الحرمین الشریفین وغیرہما من غیر نکیر من العلماء بل العلماء انفسہم یفعلونہ ولذلک المنوی المطوی فانہ لایصیر بہ دخولہ للاجتیاز لان مقصدہ الاول متعلق بالمسجد کالصلاۃ والدرس والذکر ونحوہا وکونہ ینوی انہ اذا فرغ من ہذہ یذہب الی کذا لایجعل دخولہ لکذا کمن نوی بستان بنی عامر فی قلبہ انہ یدخل بعدہ مکۃ شرفہا اللہ تعالی لم یلزمہ الاحرام وکمن نوی مسیرۃ لیلۃ وانہ یذہب من ہناک مسیرۃ لیلتین لم تجز لہ القصر الا فی الرجوع اذا رجع بقصد واحد ومن الدلیل علیہ مسألۃ مقیم الجماعۃ بل من خرج للجماعۃ فی مسجد حیہ او استاذہ لدرسہ او لسماع وعظہ فانہ یباح لہ الخروج من المسجد ولو بعد الاذان احرازا للفضل کما مر فی الکتاب شرحا عن النہر وحاشیۃ عن الدرایۃ والنہایۃ فانہم لم یقیدوہ بان لایکون ہذا الخروج من نیتہ عند الدخول بل ہو الظاہر من حال المتفقہ العارف بالمسألۃ العازم علی الصلاۃ فی مسجد الاستاذ اما المنوی المستقل فہو لمن دخل المسجد لم یدخلہ الا للاجتیاز منہ الی مقصدہ وہذا ہو مطمح الانظار وہو المراد فی النصوص التی قدمنا من کراہۃ المرور فی المسجد الا لعذر ولاشک انہ اتخاذ طریق فیہ لانہ اذا دخل المسجد لا للمسجد بل لیجوزہ ویتوصل منہ الی مقصدہ فلا معنی للطریق الا ہذا وقد سمعت کلام الہندیۃ والحموی والتمرتاشی والجلابی حیث فسروا اتخاذ طریق فیہ بان یکون لہ بابان فیدخل من ہذا ویخرج من ذلک فمن یتوہم ان المراد بکل ممر فی المسجد او اتخاذ طریق فیہ تحویل بعضہ طریقا فقد سفہ وظلم فہذا ان کان بدون حاجۃ لم تجز وفاقا وان اعتادہ فسق وصار مردود الشہادۃ منفیا عن الامامۃ وان کان لضرورۃ جاز اجماعا بل قد یجب کمن لم یجد السبیل الی مأمنہ من عدو یرید قتلہ ظلما الا من مسجد والمسائل کلہا الی ہنا لاتصلح للخلاف فی النظر الفقہی بقیت الصورۃ الاخیرۃ السابعۃ ان یدخل المسجد لمحض الاجتیاز منہ لحاجۃ لم تبلغ حد الضرورۃ فہذا الذی یتصور فیہ الخلاف ویظہر لی واللہ تعالی اعلم ان الراجح فیہا ہو المنع فان المحظورات انما تباح للضرورات والافلحاجات الانسان عرض عریض فلو ابحنا المحظور لکل حاجۃ لکاد ان یفقد الحظر من الدنیا الا تری الی قولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لا ردہا اللہ علیک فان المساجد لم تبن لہذا رواہ مسلم واللفظ لہ والترمذی والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ والحاجۃ ہہنا معلومۃ ولم یقبلہا النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

لامکان الانشاد خارج المسجد وان لم یکن کمثلہ داخلہ فربما لایبلغ الصوت کل من فیہ ولا یصغی لہ لاشتغالہ
بالذکر وان انتظر خروج جمیعھم واحد بعد واحد یضاق علیہ ولربما فاتہ الشیٔ وربما یکون عند احدھم العلم فان
تعداہ اشتغل بما لایفید وترک ما یفید وقد لایلقاہ بعد وتصحیح المحیط والامام ابی اللیث لیشمل الحاجۃ لقولھما

ان اراد اہل المحلۃ ان یجعلوا شیأ من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لھم ذلک وانہ صحیح فانہ یدل انہ
قیل ان لھم ذلک وھذا الایقال الالحاجۃ بل ولا الظن بالمسلمین ان یریدوہ عبثا اما الضرورۃ فمستثناۃ
عقلاً ونقلاً ولا نسلم تعارف ذلک فی جوامع الامصار بین العلماء والاخیار وافعال الجھلۃ الرعاع
لاتصلح للاعتبار نعم قد تتورف الحادث والمطوی ولا ارتیاب فی جوازھما واذا جاز فان بنیت لہ رواقات
مسقوفۃ فی اطراف صحن المسجد کما ھو واقع فی المسجدین الکریمین المکی والمدنی لیکون مرورھم بعیدا عن
المصلین ولیکون اعظم حرمۃ لمحل الصلاۃ کما سیفیدہ العلامۃ المحشی کان احسن وازین ولا یعارضہ تصحیح
الامامین فان المتبادر من ارادۃ اہل المحلۃ ان یجعلوہ طریقا للمسلمین ھو المرور المستقل العام وھذا لیس بہ
فلو حمل کلام المجوزین علی ھذا وعلی الضرورۃ فان الجواز یشملھما ویکون التعلیل بالتعارف نظرا الی ھذا
واستثناء الجنب واختیہ والدواب نظرا الی الصورۃ الاخری لحصل التوفیق ولا یعکر علیہ تولم حتی الکافر
فان الکافر الذمی او المستامن ایضا قد یدخل لبعض مصالح المسجد او غیرھا من المھمات کما افادہ العلامۃ
المحشی نعم ان خرج لمقصد آخر من باب آخر ومشی فی ھذا الممر فلا ضیر ولا ضرر ونقول کلامھم مخصوص بھذہ
الصورۃ دون الضرورۃ بدلیل الاقتصار فی التعلیل واستثناء الجنب ومن معہ منقطع ولا غروفانہ فی
الکلام کثیر ھذا غایۃ ما یقال فی التوفیق علی ھذا الوجہ الثالث فان قبل والا بقی الخلاف فی الصورۃ السابقۃ
فقط والاظھر کما علمت ترجیح التصحیح الصریح فانہ احق واوثق وبالادب اوفق وان کان الآخر الیسر وارفق
واللہ سبحنہ اعلم بالحق ھذا کل ما ظھر لعبد دون رقیق وارجو انیکون غایۃ التحقیق ونھایۃ التوفیق وباللہ
التوفیق ومنہ سبحنہ ھدایۃ الطریق والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالی علی سیدنا وآلہ وصحبہ اجمعین
انتھی ما افادہ شیخنا العلام فی ھذا المقام فانظر الی ھذا التحریر المنیر المشرق التنویر العدیم النظیر والنا
بعدہ حاجۃ الی کلام کثیر وانا انسیر نشیر الی کلم یسیر والحمد للہ اللطیف الخبیر۔

(۸۷) ذکر عبارات فتاوی ابی اللیث والتاتارخانیۃ ورد المحتار والمحیط والہندیۃ ولم یفرق بین قولہم قد قیل لیس لہم ذلک وانہ صحیح وبین زعمہ قیل ہو الصحیح بلی علم فبدّل ولکن نقل فنقض ما غزل۔

(۸۸ الی ۹۰) ثم اتی علی المذہب الرابع وہو ملاذہ بعد الثانی المخترع لو تم لہ ولکن قدمنا ما لیس بعدہ للباطل الا الزہوق وقدم روایۃ الفتح عن الخلاصۃ عن الفقیہ ابی جعفر عن ہشام عن محمد لما سیدیہ وتم نردیہ بحول اللہ تعالی لکن العجب ذکر عبارۃ التنویر وشرحہ الدر حیث قال وفی الدر المختار وشرحہ جاز لعکسہ وہو ما اذا جعل فی المسجد ممر) الی آخر ما مر فسبحن اللہ من تسیم بالعلم وتیکلم فی الفقہ ولا یعرف النافع من المضر ولا الظل ولا الحرور ولا الظلمات ولا النور اقلب ورقہ وانقلب الی بدرہ کلامک جعلت استبدال المسجد لشیئ آخر علی وجہین احدہما استبدالہ الشیئ مخصوص یرجع نفعہ الی شخص لعینہ وحکمت علیہ انہ لا یجوز ولم تذکر فیہ خلافا وہو کذلک والآخر جعل المسجد ما ینتفع بہ العامۃ کالطریق وقلت فیہ مذاہب فرقت اربعۃ ہذا ہو الرابع منہا ان یجعل بعضہ طریقا وممرا لا کلہ فمزعومک تحویل المسجد کلا او بعضا الی الطریق واستبدالہ بہا وما حکیت عن الدر یالیتہ کان ساکتا عما ترید فلم یک تشبثک الا کتمسک الغریق بالحشیش لا یغنی ولا یفید لکنہ تام علیک برد شدید لا برد واحد بل بیدی ولعید فقولہ لتعارف اہل الامصار فی الجوامع رد علیک وقولہ جاز ان یمر فیہ الا الجنب الحائض رد ثان وقولہ والدواب رد ثالث کما تقدم تقریر ذلک کلہ وبالجملۃ فالعبارۃ بکل لفظ لفظ منہا حاکمۃ بان المسجد مسجد بحالہ لم یتحول ولم یستبدل ولکن المبدلین لا یفقہون۔

(۹۱) لما کان تعلیلہم بالتعارف من اظہر قاص علیہ بالتعسف حاول ابطالہ لیستجیز محالہ فبدء سائلا قائلا فان قلت قد انکر صاحب رد المحتار علی تعلیلہ لقولہ لا نعلم ذلک فی جوامعنا الخ وعاد مجیبا بقولہ اقول لا شک ان فی تعلیل المصنف وغیرہ بالتعارف محل تامل والحق ان تعلیل المسألۃ ہو الحاجۃ والاستغناء عن بعض المواضع لا التعارف) قد علمت ان المسندلین بالتعارف ائمۃ اجلاء وتبعہم من بعدہم من کبار العلماء وقد اثرنا ذلک عن الامام الاجل فخر الدین الزیلعی والامام الاجل بدر الدین العینی والمحقق صاحب البحر الرائق والمدقق عمر صاحب النہر الفائق وخاتمۃ المدققین العلائی صاحب الدر المختار والمحقق العلامۃ

حسن الشرنبلالی والعلامۃ حسن العجیمی المکی والفاضل الخادمی والفاضل اخی زادہ عبدالحلیم الرومی والعلامۃ السید ابی السعود الازہری وغیرہم رحمہم اللہ تعالی ورحمنا بہم وہذا الکلام یشمل علی شیئین احدہما روایۃ ان ذلک متعارف فی امصارہم فی اعصارہم ولا سبیل الی انکارہ فانہم ثقات اجلاء والعلامۃ الشامی لم ینکرہ وکان لہ ان ینکرہ انما قال لانعلم ذلک فی جوامعنا فانکر علمہ بہذا فی عصرہ ومصرہ فان لم یقع فشیٔ کان وبان وان لم یعلم فمن یعلم حجۃ علی من لا یعلم والآخر درایۃ ان ذلک حجۃ فی الجواز ومالک ولا الوف امثالک ان تباریہم فی الدرایۃ فکیف یقبل الجنب اطباقہم مجرد انکارک بفیک من دون دلیل یکفیک فضلا عن تأملک الدال علی عدم وثوقک بما یختلج فیک وعدولک فی ذلک الآن الی الجزم بالبطلان تقول والحق کذا دلیل علی انک لا تمیز بین شکک وجزمک وتاملک وعزمک۔

(۹۲) ہب انک بزعمک تفوقہم فی الدرایۃ فہل تکذبہم ایضا فی الروایۃ وہی المقیمۃ علی مزعومک الطامۃ الکبری ہم یقولون ان ہذا متعارف فی جوامع الامصار فہل تری ان المتعارف تحویل المساجد وتبدیلہا بالطرق۔

(۹۳) ہب ان العلۃ ما ذکرت ولکن ما المسألۃ المر فی المسجد مع بقائہ بحالہ واحکامہ وآدابہ فلا قرۃ عین لک فیہ اذ تحملہ علی التبدیل ام التبدیل فہو لکلامہم صریح تبدیل وتحریف مستحیل۔

(۹۴) ثم قال نعم المتعارف فی الجوامع المصریۃ والشامیۃ ومکۃ والمدینۃ بل فی مسجد لہ بابان المرور بغیر تعیین الطریق لایعینون موضع المرور فی المسجد بل یمرون فی مساجد لیست فیہا رواقات مسقوفۃ وہذا خلاف الشرع فان المرور فی المسجد مکروہ بغیر العذر تعلم من رد المحتار وتکلم من دون افتکار ولم یدر النافع من الضار وانہ قضاء علی مزعومہ بالتبار رد المحتار انکر تعارف المر فی الامصار ثم قال نعم تعارف الناس المرور فی مسجد لہ بابان وقد قال فی البحر یکرہ ان یتخذ المسجد طریقا اھ ای ان الذی نعرف من التعارف ہذا ولا حجۃ فیہ فانہ خلاف الشرع ای وانما تعارفہ الجہلۃ ولا اعتداد بہم ہذا ما اراد والکلام علیہ یعرف من حد الممتار شیخنا حفظہ اللہ تعالی ولکن صاحبنا بادر الی تقلیدہ بدون فہم ولم یدر انہ اذا لم یجز ان یجتاز احد فی المسجد بالدخول من باب والخروج من آخر کیف یجوز ان یجعل فیہ ممر للعامۃ یسلکہ المسلم

لم ینکر ان اللہ
لاصل التعارف
ثم نزع بک
ابدا ان یتنازعا
وکیف یجعل الغرض
یاتیتنا فی علی ہذا
الحجاب الحرف
نعرف الالواحد
لان ان المرور الی
الا یعنی بہا عند

والا کان فرواذن لایکون تعیین الطریق الا تقریرا للاثم وتکثیرہ وکیف یحل التعیین ان لم یکن من البانی قبل تمام المسجدیۃ کما تقدم النقل فیہ عن البزازیۃ والبحر والدر وغیرہا وسینقل بعضہ صاحبنا ایضا واذا کان ہذا اشنع وافحش فاقدر اذن قدر ما ترید بل فعلت من تحویل المسجد طریقا وعلی ہذا الجواب عما اعترض بہ العلامۃ السید احمد الطحطاوی حیث قال ثم یقال ان کان البانی عین الطریق وعلق ما علی حافتیہا مسجدین فالمانع من مرور الحائض والنفساء فی الطریق وان کان بعد انعقاد المسجدیۃ فلا یجوز احداث الطریق فیہ اھ وما ذکر بعدہ ان ظاہر کلام المصنف والشارح جوازہ الا انہ لا یعطی حکم الطریق من کل وجہ اھ فلا یصلح جوابا بل ہو المحط للایراد علی تقدیر ہذا المراد۔

(۹۵) قال الا اذا غیر حرام فلذا انعقد البخاری فی صحیحہ باب المرور فی المسجد) المرور بالمعنی الممنوع ان لم یکن حراما فمکروہ تحریما کما تقدمت النصوص علیہ فکیف یفرع علیہ عقد البخاری بابا فی جوازہ وقد تقدم فی کلام شیخنا المسجد حفظہ اللہ تعالی بیان ذلک الباب وحدیثہ وای دلالۃ فیہ علی المرور المحظور

(۹۶) لما انکر تعارف المرور اثبت تعارف المرور وظن ان قدر بہ علی ہولاء الاکابر الصدور اراد ان یرحمہم ویستخرج وجہ صحۃ لکلامہم فقال اللہم الا ان یستدل بمطلق المرور الثابت من التعارف ویقاس علیہ اخذ الطریق لجمع المرور فیہما او تجمعہما العذر والاحتیاج) ای ان المتعارف وان لم یکن الا المرور من دون تعیین ممر فی المسجد لکن الائمۃ احتجوا بہذا المتعارف قائسین علیہ اخذ الطریق من المسجد ای جعل بعضہ ممرا وطریقا للعامۃ بجامع المرور بینہما او بجامع العذر والاحتیاج قال فافہم فانہ دقیق) وای کلام ادق من الفاظ جمعت ولا معنی تحتہا ففیہ اولا ان حکم المقیس علیہ اذا کان الحظر والمنع کما اعترفت فکیف یتعدی الی المقیس الجواز فان قلت یجوز بالعذر قلت فرجع الامر الی الاحتیاج بالعذر دون التعارف نعم تقول اللہم۔

(۹۷) وثانیا المقیس علیہ المرور والمقیس اتخاذ الممر وتجعل الجامع بینہما المرور ای ان المقیس علیہ ہو الجامع بین نفسہ ومقیسہ

(۹۸) وثالثا ان کان التعارف للمقیس علیہ من دون عذر فکیف یجمع بینہما العذر وان کان بعذر

فکیف قلت ہذا التصرف لا یستدل بہ لانہ خلاف الشرع

(۹۹) ورابعًا اذا استند الامر الی العذر دخل تحت اصل اصیل منصوص علیہ فی القرآن الجلیل قال تعالی ما جعل علیکم فی الدین من حرج الی غیر ذلک من النصوص والداخل تحت النص لا یحتاج الی تمثیل

(۱۰۰) وخامسًا الحاجۃ تلجیٔ الی المرور لا الی تعیین الممر بل التعیین تضییق والحاجۃ تطلب التوسیع فای عذر یدعو الی التعیین۔

(۱۰۱) وسادسًا سلمناہ فای حاجۃ الی تحویل تلک القطعۃ عن المسجدیۃ فبطل ما تحمل علیہ من الاستبدال

(۱۰۲) وسابعًا الحکم علی الطبیعۃ المتمکنۃ من ای فرد شاءت او الفرد المنتشر علی القولین سار بنفسہ الی ای فرد وجد فلا معنی للتعدیۃ الاتری ان من حرر فی کفارتہ عبدہ زیدا لا یقال انہ قاس ہذا المعین علی مطلق العبد المذکور فی قولہ تعالی فتحریر رقبۃ۔

(۱۰۳) قال المقیس ہو عین الطریق) نعم ان کان الشیٔ عین مباینہ فان الممر المذکور ہنا جزء المسجد وجزء المسجد مسجد والطریق الذی تریدہ باین المسجد المتراتک فی الاستبدال۔

(۱۰۴) قال والمراد بالطریق ہہنا اعم قال فی رد المحتار اطلق الطریق فعم النافذ وغیرہ ط) کلام ط ورد المحتار ہذا فی جعل شیٔ من الطریق مسجدا وانت عدیتہ الی عکسہ فصار المعنی یجوز ان یجعل شیٔ من المسجد طریقا للعامۃ او لاہل درب خاص فان ہذا ہو معنی الطریق النافذ وغیرہ فعدوت عن جواز الاستبدال بنفع العامۃ الی جواز الاستبدال بنفع خاص فکان صاحبنا لا یدری ما یخرج من رأسہ۔

(۱۰۵) ثم تحرک عرق التمسک بالمفر القاطع فقال انی اذکر لک بعض عبارات الفقہاء فی جواز جعل المسجد طریقا قال فی العلمگیریۃ اذا جعل فی المسجد ممرا فانہ یجوز لتعارف اہل الامصار فی الجوامع) ای فانہم یہدمون بعض مسجدہم ویبدلونہ بالطریق۔

(۱۰۶) جاز لکل واحد ان یمر فیہ الا الجنب والحائض والنفساء) ای لانہ لا تحول طریقا لم یجز لہولاء ان یدخلوہ لان مرورہم فی الطریق حرام انما یمرون فی المسجد لاسیما المسجد الحرام۔

(۱۰۷) ولیس لہم ان یدخلوا فیہ الدواب) لان الطریق مصون عن ذلک انما تسلی الدواب فی جلد فی الممشا

لانها اذا راثت فی الطریق ولیس علیہا حائط ضاعت الارواث بخلاف المساجد فانہا محفوظۃ موطۃ وان لم تکن حرزا۔

(١٠٨) ثم ذکر عبارۃ رد المحتار عن التتارخانیۃ عن خواہرزادہ وقد تقدم بیانہا شافیا کافیا فیہا انتزاع جدالمنار لکن عرقۃ المتحرک بحسبان کل ضار نافعا الجأہ الی ان قال فعلم ان جواز اخذ بعض المسجد للطریق مع ابقاء احترام البقعۃ وسقوط حرمۃ المرور ظاہر الروایۃ) واشار بہ الی ما قدم عن الدرر والتبیین والہندیۃ من تحریم دخول الجنب والحائض والنفساء وادخال الدواب ولم یدر انہ الحجۃ القاطعۃ علی ابطال ما زعم وفعل من الاستبدال۔

(١٠٩) قال بل الزعم بانہ قول ضعیف لم یذہب الیہ احد من الفضلاء قول لم یخرج من فم قائلہ الا لغفلۃ او الاغفال) نعم الذی تریدو فعلت من الاستبدال والابتذال لیس قولا ضعیفا بل باطل فاسد یقینیا قطعا ولم یذہب الیہ احد من الفضلاء ہذا والجمع بین الحیلتین سواء کان منک او ممن اثرت عنہ زعمہ جمع بین النصب والنون فانہ لا یکون قولا ضعیفا مالم یذہب الیہ ذاہب واذا لم یذہب الیہ احد لا یقال انہ قول ضعیف۔

(١١٠) ثم اورد علی نفسہ سوالا ساقطا من راسہ واجاب عنہ باربعۃ ساقطۃ بانفسہا اوعلیہ فاملا انما تعلمت یمکن ان الجواز علی قول محمد لا بالقول المفتی بہ او قول یحتمل ان یکون عند ابی یوسف فرق بین جمیع المسجد وبعضہ) لا سوال فہم جلیت ولا جواب علم اجبت فان الکلام فی العام وخلافہما فی العامر۔

(١١١) المذاہب لا تقرر بلعل ویحتمل بل رأیت فی ہذا نقلا عن ابی یوسف ام المذاہب ایضا تخترع من عندک۔

(١١٢) انت مستدل فما ینفعک یحتمل۔

(١١٣) قال او یکون الفتوی علی قول محمد فی البعض وعلی قول ابی یوسف فی الکل) بناء علی الفاسد علمت

(١١٤) الافتاء لا یحصل بالاختراع۔

(١١٥) الاحتمال لا یفید الاستدلال۔

(۱۱۶) قال اویحیل الاختلاف علی صورۃ انتقال المسجد الی المنفعۃ الخاصۃ من المنفعۃ العامۃ) الآن یریدان ابا یوسف القائل بتابید المسجد وعلیہ الفتوی انما نہی ان ینقل المسجد الی نفع خاص اما نقلہ الی نفع عام کجعلہ کلا اصطبلا للغزاۃ اوحماما للمتوضأت اوبیت خلاء للمسافرین فیجوز دفاما لاخلاف صدق رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم اذا وسد الامر الی غیر اہلہ فانتظر الساعۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

۱۱۷ ان صح شیٔ من ہذہ النزہات لم یکن معنی لاستثناء الجنب والحائض والنفساء والدواب لان المنقل مخرج عن المسجدیۃ وادام یبق مسجدا لم یتقید لشیٔ الا تری ان الخراب اذا رجع عند محمد الی بانیہ او وارثہ کان لہ ان یصنع بہ ماشاء، وبالجملۃ مبنی ہذہ الاراجیف کلہا علی ارادۃ معنی التحویل والقطع عن المسجدیۃ وہو مع بطلانہ نصا واجماعا باطل بنفس ہذہ النصوص الناصۃ علی تحریم دخول الجنب والحیض وادخال الدواب۔

(۱۱۸) قال اویکون الاختلاف فی وقت خروج الارض عن حکم المسجد بالکلیۃ بخلاف ما نحن فیہ فانہ مسجد الی الابد کما ہو قول ابی یوسف الا انہ سقطت حرمۃ المرور فیہا ولا یجوزان یمر فیہ الجنب والحائض والدواب) کانت الثلاث السوالف سواقط بانفسہا وہذا ساقط علیک فقد آمنت بانہ مسجد ابدا ولا یحل لجنب و حائض ودابۃ فبطل زعمک الاستبدال فسبحن اللہ ممن یرید التکلم فی الفقہ ولا یمیز بین الیمین والشمال ولا یدری ما اخذ وما ترک وما اجتنب وما سلک ومن ملک ومن ملک ومن نجا ومن ہلک

(۱۱۹) انما الخلاف فی خروج الارض عن حکم المسجد اذا خرب او خرب ما حولہ فقال ابو یوسف یبقی مسجدا ابدا وقال محمد یعود ملکا وانت تقول ان الاختلاف حین ہذا الخروج واذا قدر الخروج فیم الخلاف او تقول اختلفا فی وقت الخروج فقال محمد عند الخراب وقال ابو یوسف بوقت غیرہ وبالجملۃ ما ہو الا ضیق نطاق بیانک۔

(۱۲۰) اذا کان ما انت فیہ لاخلاف فیہ فما معنی قولک کما ہو قول ابی یوسف بل قل اجماعا۔

(۱۲۱) ثم احتج بعبارۃ الاشباہ لہم ان یوسعوا الطریق من المسجد) وقد قدمنا عن جد الممتار ما یکفی و یشفی بل حسبہ قول نفسہ الآن انہ مسجد الی الابد لا یجوزان یمر فیہ جنب وسیصرح بعد صفحۃ تحت ہذا القول

نفسہ ان المراد سقوط حرمۃ المرور خاصۃ مع بقاء سائر احکام المسجد ثم اور دسوالا جاهلیا واطال فی جوابہ بنقل عبارۃ الاشباہ والحموی ولا شغل لنا بہ ومافیہ من ذکر الفناء فسیاتی الکلام علیہ۔

(۱۲۲) ثم اورد علی نفسہ نص الاشباہ لایجوز اتخاذ طریق فیہ للمرور الا بعذر) وھو کما علمت منصوص بنصوص الائمۃ فی عامۃ الکتب واقتصر منہا علی الاشباہ تخفیفا علیہ وحاول الجواب عنہ بوجہین الاول قال اتخاذہ للاحتیاج دخل فی الاستثناء) ولم یعلم انہ بالمعنی المراد للائمۃ حق وقد فسرہ شارح الحموی بقول العینی بان یکون لہ بابان فاکثر فیدخل من ھذا ویخرج من ھذا واما المعنی التحویل الذی تحاول فلا ولا کرامۃ۔

(۱۲۳) الثانی وما ادرٰک ما الثانی عن العقل والنقل جمیعا ثان ومالہ فی تعاجیب الدھر من ثان سودہ وجہ نحو صحیفۃ وحاصلہ ان الاجتیاز فی المسجد علی وجہین الاول ان یجتازہ واحد من دون ان یتخذ الناس فیہ موضعا معینا للطریق فھذا لایجوز الا بعذر وھو مراد الائمۃ فی ھذہ النصوص ولا یکفی اتخاذ ھذا الواحد ایاہ طریقا والثانی ان یعین الناس حصۃ من المسجد للاستطراق فھذا جائز بلا کراہۃ ولا تشملہ النصوص المذکورۃ ویجوز لکل ان یمر ولو کافرا ولکن انسانا طاہرا۔ قال اوالمراد) ای مراد الاشباہ فی المسئلۃ المذکورۃ عدم جواز ان یمر احد بغیر جعلہ لبعض المسجد طریقا کما فہم منہ الحموی حیث قال العینی بان یکون لہ بابان الخ قال فقد علم من ھذا ان کراہۃ المرور فی المسجد الذی لایعین فیہ طریق المرور ولا یجعل منہ طریقا اما الذی یجعل فیہ طریقا فلا باس ویسقط حرمۃ المرور خاصۃ ولا یجوز ادخال الدواب فیہ ولا یجوز للجنب والحائض والنفساء ان یدخلوا فیہ فینبغی ان یحمل کلام القوم علی ھذا ولا یجوز ان یتخذ رجل واحد طریقا قبل جعلہ طریقا للعامۃ) فھذا اولا قاض علی نفسہ بالخطاء وعلی مزعومہ بالبطلان لان بقاء الحرمات والتحریمات یقطع عرق الاستبدال۔

(۱۲۴) ثانیا یا سبحٰن اللّٰہ اذا بقی مسجدا کما آمنت بہ ولم یجز الاستطراق لواحد لانہ انتہاک حرمتہ فکیف یحل لکثیرین ان ینتہکوا ویہلکوا فالاثم ان اتی بہ واحد فاثم واحد او اثنان فاثنان او الوف فالوف آثام فاجتماع الآثام کیف یحل الاثم مباحا وکانہ نظر الی المثل الفارسی مرگ انبوہ جشنی دارد

ولعمری ما مثلہ الا کمن یقول ان صفع الاب ولطم خدہ لایحل للابن مالم یجعلہ عامۃ اولادہ ابنائہ واحفادہ محل الضرب فاذا جعلوہ محل ضربہم وعینوا خدہ وقفاہ موضعا للصفع واللطم جاز لکل احد من اولادہ ان یضربہ ویلطمہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(١٢٥) ثالثا مایجدی تعیین الناس بعد تمام المسجدیۃ فکل من فعل فانما احدث حدثا مردودا علیہ واحدا کان او جماعۃ ولو جاز الاحداث لجماعۃ لجاز ان یجعلوا البعض المسجد کنیفا للعامۃ فانہ خیر عندک من بناء بیت لسکنی الامام لکونہ یرجع الی نفع شخص بعینہ۔

(١٢٦) قال فی الحاشیۃ نظیرہ کراہۃ الوضوء فی المسجد فان اعدلہ محلا فلا کراہۃ) الی من الضمیر فی اعدان کان للبانی حین بنی قبل تمام المسجدیۃ رفق والتنظیر باطل فان الکلام ہہنا فی المسجد وان کان لغیرہ اولہ بعد ما تمت فباطل مردود انظر جد الممتار۔

(١٢٧) رابعا تعیین الناس موضعا فی المسجد للطریق لو لم یجز عندک الا العذر لطاح الفرق بین الواحد والجماعۃ فان الواحد ایضا ماذون لہ بالعذر فوجب تجویزک ایاہ لہم ولو بدون عذر ولا حاجۃ وقد اخبرناک انہ باطل من افحش الاباطیل وانظر الی قول رد المحتار تحت مامر عن خواہر زادہ اذا کان الطریق ضیقا الی قولہ لان کلہا للعامۃ مانصہ وتسقط حرمۃ المرور فیہ للضرورۃ وانظر قولہ وہذا عند الاحتیاج وقول الفتح یعنی اذا احتاجوا الی ذلک۔

(١٢٨) خامسا ناقضت بہ نفسک فانت القائل فی صدر بیان المذہب الرابع یجوز عند الاحتیاج وقلت الحق ان تعلیل المسألۃ ہو الحاجۃ وقلت یجمعہا العذر والاحتیاج۔

(١٢٩) سادسا انت الزاعم تعارف الناس الاجتیاز فی مسجد ذی بابین وقلت وہذا التعرف لایستدل بہ لانہ خلاف الشرع لان المرور فی المسجد مکروہ لغیر العذر کما سیاتی فقد اعترفت ان حکم الناس وحکم الواحد فی ہذا سواء فمالک تقر بالحق ولا تستقر ثم الاحالۃ علی ما یاتی وہو خلاف ما مر عجیب عاجب لکن لا منک۔

(١٣٠) ثم اراد ان یاتی بشاہد علی ما ابتدعہ من الفرق بین الواحد والجماعۃ فقال انہم ہوز والمرور

عدل الی الاعتراف ... (margin note, partly illegible)

لکل احد حتی الکافر واورد صاحب الرد اعتراضا وجوابا یظہر منہ تصریح ما قلت حیث قال اعترض بان الکافر لایمنع من دخول المسجد الحرام فلا وجہ لجعلہ غایۃ ہہنا ظ قلت فی البحر عن الحاوی لاباس ان یدخل الکافر لمصالح المسجد وغیرہا من المہمات مفہومہ ان فی دخولہ لغیر مہمۃ باسا وبہ یتجہ ماہنا فافہم انتہی اشار الی ان عدم منع دخول الکافر مطلقا مقید بالمہمۃ وہہنا جواز دخولہ غیر مقید وقد مر من قبل جاز لکل واحد فلیتذکر) نعم ان لم یکن ذلک تصریحا بما زعمت کان تلویحا الیہ لو ان جعل الممر کان مطلقا لکنہ مقید بنفسہ بالضرورۃ والاحتیاج کما مر عن الشامی نفسہ والفتح فبطل قولک انہ ہہنا غیر مقید طاح الفرق وتمام الکلام فی جد الممتار لشیخنا المجدد حفظہ اللہ تعالیٰ وقد مر طرف منہ فی ابانۃ المتواری قد مایکفی ویشفی

(١٢١) دع الشامی الم تصرح فی غیر موضع ان الجواز عند العذر والاحتیاج فکیف تقول انہ ہہنا غیر مقید وانما العلۃ انک لاتدری مایخرج من راسک واذن حاصل زعمک ان التقیید بالعذر انما ہو للمسلمین اما الکافر فالمسجد مطلق لجولانہ کیف یشاء ومتی یشاء، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

(١٢٢) باب المسلمین ان یقولوا لم تقنع بمسجد کانفور بل جمع ہذہ الوریقات لیجعل مساجد الہند کلہا عرضۃ للہدم والتبدیل بالطرقات والانہار وسکک الحدید وغیر ذلک مما لایرجع نفعہ الی شخص بعینہ کما صرح بہ اول ما فتح اللسان فی ہذہ الوریقات فاراد مداواۃ ہذا الداء العضال ولات حین مناص فقال ولایختلج فی بالک ان فی اظہار جواز اخذ الطریق مفسدۃ عظیمۃ فی البلاد التی استولی علیہ الکافر فانہم یحصلونہ حیلۃ لانہدام المساجد لانا نقول لایمکن لہم) سبحن اللہ تنکر الامکان وقد وقع وانت القائل قد وقع کثیرا فی البلاد التی استولت علیہا الکفرۃ انہم اہدموا المساجد لاجل الطریق العامۃ الی آخر ما فاذا فعلوہ بلا حیلۃ فکیف اذا کانت بایدیہم وریقاتک حاکمۃ بجواز تبدیل المسجد بما تنفع العامۃ۔

(١٢٣) قال ولایجوز ان یاخذ جزء المسجد للطریق) لم وانت المبدل بنفع العامۃ بل انت القائل ان من ائمتنا من جوز جعل المسجد کلہ طریقا فمالک تقر ولا تقر۔

(١٢٤) قال ولایجعل الممر فی المسجد الا لحاجۃ ارضاء اکثر اہل المحلۃ من المسلمین) ہذہ حاجۃ جدیدۃ

ابتدعتها د معناه ان اکثر اہل المحلة ان غضبوا باحترام بیت اللہ واقامة آدابه فیجوز لارضائهم ان
یؤذن لهم فی الانتهاک . یا ہذا لا تنتهک حرمات اللہ لارضاء احد واللہ تبارک وتعالی یقول
واللہ ورسوله احق ان یرضوه ان کانوا مؤمنین۔

(۱۲۵) **قال** فبمثل ہذا الاخذ لا یخرج ذلک الموضع من المسجدیة) کم مرة تبنی وتهدم این ذہب
الاستبدال الذی کنت تردم۔

(۱۲۶) **قال** فلا فائدة لهم فی اغراضهم الفاسدة لعدم امکان تصرفاتهم فی ذلک الموضع فقص
العیان وناقض ما قدمت من البیان وقبل انتثار فوقعة کالنفور فی سیماء عادیک کیة لا تمحی

(۱۲۷) **قال** فانه یبقی مسجدا الی الابد ویسقط فیه حرمة المرور فقط وکما لا یخرج عن المسجدیة لا یخرج
عن احکامه) ارجع واسرع فقد وقع الحریق فی عرش التبدیل۔

(۱۲۸) ثم اورد سوالا وجوابا لا حاجة بنا الی الکلام علیهما ولکن نرید ان نریه ما لم یره **قال** فان قلت
مسئلة الدر مقیدة بالامام والبانی فلا یقاس علیه غیره قلت صرح به صاحب رد المحتار بانه غیر قید
لم یصرح به بل استظهر ولا جزم للمستظهر فضلا عن التصریح وصرح قبله السید العلامة الطحطاوی انه
قید حیث قال قلت لا تخالف لان ما فی المصنف فی جعل البانی وما فی الهندیة فی جعل اہل المحلة ثم لیقال
ان کان البانی عین الطریق وجعل ما علی حافتیها مسجدین الی آخر ما قدمنا وتحقیق الحق ما اسلفنا عن
جد الممتار۔

(۱۲۹) ثم لم یرض تسویة المسجد بالطریق بل اراد تفضیل الطریق علیه وان تبدیل المسجد بالطریق اسہل من تبدیل الطریق
بالمسجد **فقال** الا ان الطریق لو جعل مسجدا ففیه خلاف) ای ولو جعل المسجد طریقا جاز بلا خلاف قال
لتعلق حق العامة فی الطریق لا المسجد فان الحق فی المسجد لاہل المحلة ای والضرر الخاص یحمل لدفع
الضرر العام ولا عکس فالمسجد یجعل طریقا والطریق لا یجعل مسجدا ہذا مؤدی کلامه وبطلانه واضح عند
کل مسلم لاسلامه ولم یدر ان لا حق فی المسجد لاحد من العباد لانه ینفی الخلوص للہ عزوجل وقدمنا عن
الفتح والہدایة نعم لهم العبادة فیه ولا یختص بهم فقد نصوا ان لیس لهم منع غیرهم بل لو شرط البانی

اختصاصہم لم یقبل قال فی الہندیة عن الذخیرة بنی مسجد الاہل محلة وقال جعلت ہذا المسجد لاہل ہذہ
المحلة خاصة کان لغیر اہل تلک المحلة ان یصلی فیہ اھ

(۱۴۰) الطریق منہ عام وخاص وقدمت ان المراد ہہنا اعم وکذا المسجد مسجد شارع او حی فبطل التخصیص

(۱۴۱) ما ابتدءہ من تجویز استبدال المسجد بما ینفع العامة اذ لم یجد الطریق الیہ من الطریق رام الذہاب
الیہ من السرداب فاتی بجواز بناء سرداب تحت المسجد لمصالحہ او بیت فوقہ للامام لانہ ایضا من
مصالحہ قال ویدخل فی ہذا الحکم ما ہو نافع للعامة واہل المسجد کالطریق والحمام وموضع الوضوء وغیر
ذلک) وکفانا ردا علیہ اقرارہ بنفسہ فان صاحبنا متعود بان یبنی ویہدم حیث قال متصلا بہ
وینبغی ان یعلم ان محل الجواز ہو قبل تمام البناء اما بعد ما تم البناء فالظاہر انہ لا یجوز کما صرح الفقہاء) فابان بنفسہ
ان لا اساس لہذہ الفروع بما ہو فیہ فان کلامہ فی استبدال المسجد بما ینفع العام وقبل تمام المسجدیة
لا مسجد ولا استبدال ومن سوء التعبیر قولہ قبل تمام البناء وقولہ اذا تم البناء فالبناء لیس من ارکان
المسجد بل من الاوصاف کالاطراف وانما المناط تمام المسجدیة کما عبر بہ فی الدرر وغیرہ وقدمر

(۱۴۲) قولہ فالظاہر من باب الدسیسة وای حق لہ ان لا یجزم وقد صرح بہ الائمة جازمین کما
نقل ہو وقدمناہ عن الدرر والبحر والنہر والتاتارخانیة وجامع الفتاوی ۔

(۱۴۳) ووجہ آخر ان کلامہم ہذا انما ہو فیما لمصالح المسجد وانت الناقل عن العینی فی شرح الکنز
والدر المختار وشرحہ[1] انہ لا یضر لانہ من المصالح ثم قلت وفی رد المحتار ایضا[2] محل عدم کونہ مسجدا فیما
اذا لم یکن وقفا علی مصالح المسجد وبہ صرح فی الاسعاف ثم قلت بہ اخذ کثیر من الفحول ثم قلت
وقال فی فتاوی الاختیار[3] الا اذا کان السرداب والعلو لمصالح المسجد ووقفا علیہ) ومعلوم عند کل صبی
ان استطراق المسجد ودخولہ لا ہل للاجتیاز منہ الی مقصد آخر لیس من مصالح المسجد فی شیء فالاستدلال
علیہ بہذہ العبارات من سوء الفہم ۔

(۱۴۴) ماذا یرید بقولہ ما ہو نافع للعامة واہل المسجد اہل المسجد من حیث اعیانہم او من حیث انہم
اہل المسجد الاول باطل کما علمت وعلی الثانی یکون الشیء من مصالح المسجد فلن یدخل فیہ الطریق بالمعنی

المقصود وایضاً یضیع ضم العامۃ لان مصالح المسجد مصالح عامۃ المسلمین. وان ارید بالعامۃ ما ہو اعم فلا یبتنی الجواز علیہ بل یکفی کونہ من مصالح المسجد وان لم تکن فیہ منفعۃ ما اصلا لمن لیس اہل مسجد مطلقا وہو الکافر والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۱۴۵) فی خلال ہذہ الفروع اتی بروایات شاذۃ عن الصاحبین فساق عبارۃ الاختیار الی قولہ (وعن محمد انہ لما دخل الری اجاز ذلک بکل حال لضیق المنازل وعن ابی یوسف مثلہ لما دخل بغداد) یرید انہما اجازا ان یجعل العلو وحدہ مسجدا والسفل مملوک لاحد فاولی بالجواز ما فعلتہ بکانفور من جعل العلو مسجدا والارض طریقا للمارین ولم یدر او دری ولم یخف اللہ تعالیٰ ان ہذا المروی عنہما فی انشاء المسجد ومذہب الامام وظاہر الروایۃ عنہما انہ لا یصیر مسجدا مالم یخلص من جمیع جہاتہ للہ تعالیٰ وروی عنہما فی مثل الری وبغداد حیث یکثر العمران وتضیق الارض ان یجعل العلو والسفل مسجدا ویبقی الاٰخر مسکنا بحکم الضرورۃ ام یقولان ان المسجد یجوز ان یفعل بہ ما فعلت من جعلہ مسکنا او طریقا ورفع ظلہ فوقہ یکون بدلہ مسجدا والعیاذ باللہ من الجرأۃ علی اللہ۔

(۱۴۶) لم یصبر علی استبدال المسجد بالطریق حتی اراد جعل المسجد بیت خلاء فنقل عن الشامی لو جعل الواقف تحتہ بیتا للخلاء لم ارہ صریحا نعم سیاتی انہ لو جعل تحتہ سردابا لمصالحہ جاز) وہو کما تری لیس نقلا ولیس فی قولہ نعم سیاتی الحکم بتجویزہ ولا ما یصلح دلیلا علیہ فالفرق بین السرداب وبیت الخلاء واضح وصیانۃ المسجد عن الروائح الکریہۃ واجب ومع قطع النظر عنہ انما کلامہ فیما اذا جعلہ الواقف قبل المسجدیۃ کما ہو حکم العلو والسرداب فای تعلق لہ بما انت فیہ۔

(۱۴۷) ومع ہذا فالکنیف للمصلین لاسیما المعتکفین من مصالح المسجد کالمتوضأ والمغتسل بخلاف ما ترید بالمساجد وقد فعلتہ۔

۱۴۸ الی ۱۵۴) ثم اراد التردی فیہ من مسألۃ البئر فقال ہل یجوز ان یتغیر المسجد بما ینفع بکل الوجوہ غیر ضار بوجہ من الوجوہ نعم فی رد المحتار فی الہندیۃ عن الکبری اراد ان یحفر بئرا فی مسجد اذا لم یکن فی ذلک ضرر بوجہ من الوجوہ وفیہ نفع من کل الوجوہ فلہ ذلک کذا قال ہنا وذکر فی باب المسجد

قبل کتاب الصلاۃ لایحفر ولغیمن والفتوی علی المذکور ہنا) قال شیخنا المجدد حفظہ اللہ تعالی فی

جد الممتار صوابہ والفتوی علی المذکور ہناک ای فی باب المسجد کذا ہو فی نسخۃ العلمگیریۃ الہندیۃ

ج ۵ صفحہ ۴۹۱ وکذا ہو فی نسختنا المصریۃ ج ۵ صفحہ ۳۸۹ فالکاف ساقطۃ من نسخۃ الشامی الہندیۃ

او من نسخۃ رد المحتار وفی فتاوی الامام الاجل قاضی خان وخزانۃ المفتین والہندیۃ والبحر الرائق

والاشباہ وغیرہا واللفظ للامام لایحفر فی المسجد بئرا لانہ لوحضر یدخل فیہ النسوان والصبیان

فتذہب حرمتہ المسجد ومہابتہ ولوکان البئر قدیما تترک کبئر زمزم اھ ولفظ البحر قالوا ولا تتخذ فی

المسجد بئرا لانہ تخل بحرمۃ المسجد لانہ یدخلہ الجنب والحائض وان حفر فہو ضامن بما حفر الا ان ماکان

قدیما فتترک کبئر زمزم فی المسجد الحرام اھ وفی غمز العیون لایحفر فیہ بئرا لما فیہ من اذہاب حرمتہ اھ

قلت وترک القدیمۃ للحمل علی انہا من الابانی قبل تمام المسجدیۃ الاتری ان زمزم وجد حین لا بلد

ولا مسجد وہذا کوقف اشتبست مصارفہ تنظر الی ماکان یفعلہ القوام من قبل فانہ مظنتہ ان ذلک لشرط

الواقف **اقول** فیہ علۃ اخری اشد من الاولی وہو منع قطعۃ حفرت فیہا البئر عن الصلاۃ وعن

ذکر اللہ فیدخل تحت قولہ تعالی **ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ و**

سعی فی خرابہا وقد اشار الامام الی ہذا التعلیل فی مسألۃ غرس الشجر فی المسجد قال فی الخانیۃ

وخزانۃ المفتین والہندیۃ وغیرہا یکرہ غرس الشجر فی المسجد لانہ یشبہ البیعۃ ویشغل مکان الصلاۃ الخ

ونص فی الظہیریۃ والبزازیۃ والبحر وغیرہا انہ اذا کانت ارض المسجد نزۃ لاتستقر بہا الاسطوانات

جاز الغرس لجذبہا والا فلا قال فی منحۃ الخالق وفی قولہ والا فلا دلیل علی انہ لایجوز احداث الغرس فی

المسجد ولا ابقاؤہ فیہ لغیر ذلک العذر ولو کان المسجد واسعا کمسجد القدس الشریف ولو قصد الاستغلال

للمسجد لان ذلک یؤدی الی تجویز احداث وکان فیہ ادبیت للاستغلال او تجویز ابقار ذلک بعد

احداثہ ولم یقل بذلک احد بلا ضرورۃ داعیۃ ولان فیہ ابطال مابنی المسجد لاجلہ من صلاۃ واعتکاف

ونحوہما وقد رأیت فی ہذہ المسألۃ رسالۃ بخط العلامۃ ابن امیر الحاج الحلبی الفنانی اردعلی من اجاز

ذلک فی المسجد الاقصی ورأیت فی آخرہا بخط بعض العلماء انہ وافقہ علی ذلک العلامۃ الکمال

ابن ابی شریف الشافعی اھ وقد مر فی الکتاب اعنی رد المحتار نقلا عن تلک الرسالۃ للامام ابن امیر الحاج انہ قال فی تعلیل عدم جوازہ لان فیہ شغل ما اعد للصلاۃ ونحوہا وان کان المسجد واسعا او کان فی الغرس نفع بثمرتہ والا لزم ایجار قطعۃ منہ ولا یجوز ابقاؤہ ایضا لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لیس لعرق ظالم حق لان الظلم وضع الشیئ فی غیر محلہ وہذا کذلک اھ ومن نظر ہذہ الکلمات الشریفۃ بعین الانصاف لم یلبث فی الحکم بتحریم کل احداث فی المسجد یکون فیہ شغل محل منہ لغیر ما بنی لہ سواء کان بیتا او حانوتا او دکۃ او منارۃ او حاصلا او خزانۃ او بئرا او حوضا او شجرا او او او قلت وفی کل ذلک فوق ما مر قطع الصف وقد قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ رواہ النسائی والحاکم وصححہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما اقول ویظہر لی بتوفیق اللہ تعالی لقول الجواز اربعۃ توجیہات بعضہا الملح من بعض الاول ان المراد حفر البانی قبل المسجدیۃ والدلیل القاہر علیہ ما علمت من النص القرآنی ونصوص الائمۃ والاصل المقرر ان المسجد حین ہو مسجد لا یمکن جعلہ لغیر ما ہو لہ والقرینۃ علیہ فی نفس الکلام قولہ اذا لم یکن فی ذلک ضرر بوجہ من الوجوہ فان انفکاک حفر البئر فی المسجد عن الضرر تصویر محال کما ستری ان شاء اللہ تعالی وقد علمت الاشارات الیہ ففی قولہ فی مسجد مجاز الاول وہو محمل مسألۃ بیت البواری الثانی ان المراد بقولہ فی مسجد فی حدود المسجد وفنائہ وہی محاورۃ سائغۃ شائعۃ ولما قال فی الکافی مستدلا علی سنیۃ الطہارۃ لخطبۃ الجمعۃ انہ ذکر اللہ تعالی فی المسجد فصار کالاذان قال الامام المحقق فی فتح القدیر ہو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراہۃ الاذان فی داخلہ اھ وہو محمل مسألۃ وضع الحباب الثالث معناہ لا یجوز وذلک لانہ علق الجواز بما اذا لم یکن فی ذلک ضرر بوجہ من الوجوہ وہو تعلیق بالمحال فحاصلہ نفی الجواز بالمآل واستحالتہ لان اقل ما فیہ شغل مکان الصلاۃ ومنع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ لان کل بقعۃ من المسجد مسجد کما نصوا علیہ ولیضا فیہ تفریق الصفوف وقطعہا وقد قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ما سمعت وایضا الماء شیئ لا یحل منعہ فتدخلہ النساء والصبیان والکفرۃ الارجاس وتذہب مہابۃ المسجد وتنتہک حرماتہ کما نصوا علیہ ورحم اللہ علماءنا اذ لم یا منوا مع ذلک دخول الجنب والحائض وہو اخبث

داشنع فہذہ مضار لازمۃ او غالبۃ لا انفکاک عنہا عقلا او عادۃ وما علق بحال محال فکان معناہ
المنع ولہذا نظائر فی الحدیث والفقہ اما الحدیث فقولہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الرمل کان
نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطہ فذاک رواہ مسلم وابوداود والنسائی والامام احمد عن معویۃ
بن الحکم السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علق الجواز بالموافقۃ وہی غیر مقدورۃ لعدم العلم بکیفیۃ خط ذلک
النبی علیہ الصلاۃ والسلام فکان معناہ المنع قال الامام الجلیل ابوزکریا یحیی النووی رحمہ اللہ
تعالیٰ فی شرح الصحیح ان معناہ من وافق خطہ فہو مباح لہ ولکن لا طریق لنا الی العلم الیقینی بالموافقۃ
فلا یباح والمقصود انہ حرام لانہ لا یباح الا بیقین الموافقۃ ولیس لنا یقین بہا اھ واما الفقہ
ففی التجنیس رعف فکتب الفاتحۃ بالدم علی جبہتہ وانفہ جاز للاستشفاء وبالبول ایضا ان علم
فیہ شفاء اھ وحققنا فی فتاوٰنا ان معناہ المنع للتعلیق بالعلم ولا سبیل الیہ وفی الفتح ثم البحر
ثم الشامی اہل الطب یثبتون للبن البنت نفعا لوجع العین واختلف المشایخ فیہ قیل لا یجوز وقیل
یجوز اذا علم انہ یزول بہ الرمد ولا یخفی ان حقیقۃ العلم متعذرۃ فالمراد اذا غلب علی الظن والا فہو معنی
المنع اھ وانت تعلم ان الکتابۃ المذکورۃ لیست من باب المظنون ایضا فلا یاتی فیہ تاویل الفتح ولا یکون
معناہ الا المنع ففی العمادیۃ ثم الہندیۃ الاسباب المزیلۃ للضرر تنقسم الی مقطوع بہ کالماء المزیل لضرر
العطش والی مظنون کالمسہل وسائر ابواب الطب والی موہوم کالکی والرقیۃ اھ الرابع محلہ
الضرورۃ الصحیحۃ الملجئۃ کمسجد لیس قربہ ماء ولا حولہ فناء احاطت بہ طریق العامۃ ودور الناس ومعلوم
ان المسجد لا بدلہ من الماء اذ لا صلاۃ الا بطہور فلاجل الضرورۃ لو حفرت فی اخریاتہ بئر بعیدۃ عن
الباب لم یکن بہ باس لان فیہ احیاءہ معنی اذ لو ترک بلا ماء لربما تعطل او تقل جماعتہ بل المرجو انہ
لا یکون اذن احداثا فان کل بانی مسجد یقصد لہ تہیئۃ ماء ان لم یکن فلا یشک انہ قصد وقصرت
بہ النفقۃ او حدث بہ حادث فلم یتیسر لہ فہذہ اربعۃ وجوہ یحصل بہا التوفیق واللہ سبحنہ ولی التوفیق
ہذا ہو النظر فی ہذا الباب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والحمد للہ العزیز الوہاب وصلی اللہ تعالیٰ علی السید
الاواب محمد والاٰل والاصحاب انتہی ما فی جد الممتار وقد تمت بہا علیک ستۃ ردود کما اشرنا

الیہا بالثمرات و التاسع ان البئر من مصالح المسجد بل من ضروریاتہ فکیف تعم حکمہا کل ماینفع العامۃ لتتوصل بہ الی راتھوی و قد فعلت من استبدال جزء من المسجد طریقا عامۃ تنبیہ اور دہنا فی خلال کلامہ متفرقا فروعا لاتعلق لہا بالمقام کجعل الرحبۃ مسجدا و بالعکس بل ہو قاض علیہ کما علمت وان لاہل المحلۃ تحویل الباب و ان لہم نقض المسجد و بناءہ احکم و غیر ذلک لانتعرض لہا و اعاد کثیرا مما سبق منا الکلام علیہ فنکتفی فیہ علی التذکیر واللہ المستعان ۔

(۱۵۵) قال و فی جامع الفتاوی لہم تحویل المسجد الی مکان آخران ترکوہ بحیث لایصلی فیہ) قال شیخنا حفظہ اللہ تعالی فی جد الممتار معناہ اذا خرب و استغنی عنہ فیکون مبنیا علی روایۃ نادرۃ عن ابی یوسف او روایۃ ہشام عن محمد و محال ان یراد الترک قصد التعطل فیبطل فما ہو الا منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ والسعی فی خرابہا و ہو حرام شدید کبیرۃ عظیمۃ بنص الذکر الحکیم و لن یبطلن بہ المسجد بل القصد الفاسد مردود علی وجہ القاصد و قد یشیر الی ما ذکرنا قولہ ترکوہ بحیث لایصلی فیہ ای علی حالۃ فیہ تقتضی ذلک حیث لم یقل ترکوہ لایصلون فیہ ولا ترکوہ بحیث لایصلون فیہ فالفرق لایخفی علی عارف نبیہ اھ فلیس فیہ قرۃ عین لک فان کانت عبارۃ جامع الفتاوی ہکذا کما نقل عنہ فی رد المحتار والذی مر عنہ فی الحمادیۃ نقلا بالمعنی زاد ذلک ثلمۃ شدیدۃ فی نقلہا فانہ اذن خطأ شدید صریح و غلط فی العزو قبیح ۔

(۱۵۶) قال ولہم بیع مسجد عتیق لم یعرف بانیہ و صرف ثمنہ فی مسجد آخر ساکحانی) نقل تمامہ کی یتم لک مرام ہدم المساجد فی بالبحر عن القنیۃ لو خرب احد المسجدین فی قریۃ واحدۃ فللقاضی صرف خشبہ الی عمارۃ المسجد الآخر اذا لم یعلم بانیہ ولا وارثہ و ان علم یصرفہا ہو بنفسہ قلت انشاء اھ فلا تختص المسألۃ بما لم یعرف بانیہ و انما شرط لیصیر کاللقطۃ فیجوز للقاضی صرفہ الی مسجد آخر کما نصوا علیہ اما اذا عرف ہو او وارثہ فالملک لہ یصرف ان شاء این شاء و بہ علم ان المسألۃ فی العامر و انہا مبنیۃ علی قول محمد کما نص علیہ فی الاجناس والسراجیۃ و جواہر الاخلاطی کما ذکر نصوصہا شیخنا حفظہ اللہ تعالی فی جد الممتار ولکن ہذا کعادتہ صرفہ الی المسجد العامر فلم یبق للہ مسجد اعتیقا فی مشارق الارض و مغاربہا الا جعلہ جائز

البیع والہدم ان عرف بانیہ فلہ ذلک والا فللقاضی وای ظلم اشد واخبث من ہذا انہدم المساجد وتخدم الکعبۃ کلا والذی فلق الحبۃ۔

(۱۵۷) قال اجارۃ شئی منہ قبل یجوز وقیل لا قال الناطفی القیاس ان یجوز اجارۃ سطحہ لمرمتہ محیط) کفانا رداعلیہ ما قال عقیبہ قد رد فی الفتح ما بحثہ فی الخلاصۃ من انہ لو احتاج المسجد الی نفقۃ تؤجر قطعۃ منہ بقدر ما ینفق علیہ بانہ غیر صحیح اھ ثم ہو لضرورۃ المسجد واذا صحت الضرورات ابیحت المحظورات فاین ہذا من الطریق الذی انت فیہ۔

(۱۵۸) قد علمت ان الذی فعلہ فی مسجد کانفور ہو اشارۃ النصاری الی ان یبقوا ارض المسجد مدخلۃ فی الطریق العام ویبنی المسلمون عوضا عنہا ظلۃ فوقہا ولا یخفی علی مسلم ان صنعہ ہذا ظلم شدید بالمساجد وانتہاک عظیم لحرماتہا کما بینہ شیخنا المجدد حفظہ اللہ تعالی فی ابانۃ المتواری بابین بیان وکان من الرد علیہ ما قدمنا من النصوص القاہرۃ عن کتاب شیخنا المجدد جد الممتار عن النوازل والتجنیس والفتح والخانیۃ وتہذیب الواقعات والاسعاف والانقروی ومحیط السرخسی والہندیۃ وفصول العمادی وخزانۃ المفتین ووجیز الکردری والبحر الرائق والدر المختار وغیرہا انہ لا یجوز للقیم ان یبنی حوانیت فی حد المسجد او فی فنائہ لما فیہ من اسقاط حرمتہ فارادعنہ الخلاص ولات حین مناص فاخترع وجہین الاول قال ہذا لا یدل علی ان لا یجوز ان یجعل تحتہ ممرا من المسجد للعامۃ) ای کما فعلتہ انا فی کانفور برفع المسجد علی السماء وجعل ارضہ مداسا للکلاب والدواب (فانہ لا تسقط حرمۃ المسجد بہ بخلاف الحانوت) یا للمسلمین بقول حانوت البیع والشراء یذہب حرمۃ المسجد اما ان یمر فیہ الجنب والحائض والنفساء والکلاب والحمیر والدواب وتروث وتبول فلیس فیہ خلاف حرمتہ اصلا فانا للہ وانا الیہ راجعون انہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۱۵۹) والثانی قال وایضا لا یدل علی ان لا یجوز تحت لبعض اجزاء المسجد شیئا وان کان ما ینتفع بہ وہو الطریق الذی ابحثہ فی کانفور فان الطریق وان کان واسعا من قبل فوق الحاجۃ لکن جعلتہ

اوسع لیکون ازین وہذا القدر کاف فی نفع یحل لہدم المساجد اولا یضرہ) لان الجنب والحائض والنفساء والکلاب والحمیر والدواب والابوال والارواث لاتنقص من المسجد شیأ بل بماتمنع الابوال ارضہ کرش الماء وآنما لایدل الفرع علی منعہ (لان) الائمۃ انما نہوا عن ذلک فی حد المسجد وفنائہ وتحت المسجد لیس فی حدہ ولافناہ) اما فناء الفنا رفغنی عن البیان لان الفناء حولہ وہذا تحتہ واما عدم حدہ فلانا ابدلنا المسجد فی کالنفور بالظلۃ ومعلوم ان الارض لیس فی حد الظلۃ فاذن ارض المسجد قد خلا لک وجہہما قبل فیہا داخر رفانہ اہنالک وامر وہذا کلام شرحہ یغنی عن حرحہ بل حکایتہ تغنی عن نکایتہ ولکن الی اللہ تعالی المشتکی فلیبک علی الاسلام من استطاع البکاء۔

(۱۶۰) اما سمعت ما قدمنا عن جد الممتار عن خزانۃ المفتین عن الخانیۃ لو جعل القیم تحت المسجد حوانیت للغلۃ او لفنائہ لم یجز

(۱۶۱) اما علمت ان المسجد مسجد فی جانبیہ من تحت الارض الی عنان السماء وستنقلہ انت وتتکلم علیہ کلام من لا یعلم کما ستعلم۔

(۱۶۲) انت القائل آنفا یجعل تحتہ ممر من المسجد واذا لم یکن ما تحت المسجد مسجدا کیف یجعل تحتہ ممر من المسجد۔ ان الباطل کان زہوقا۔

(۱۶۳) ثم اورد فرع البزازیۃ لایجوز اخذ الاجرۃ ولا یجعل شئی منہ مستغلا ولا سکنی وہو کما تری علیہ لا لکن اراد ان یزید فی الطنبور نغمۃ وفی الشطرنج بغلۃ فقال وقد استثنی عنہ من اللہ کابن التی ہنبت لمصالح المسجد او للوقف علیہ کما فی الاسعاف اذا کان السرداب او العلو لمصالح المسجد او کان وقفا علیہ صار مسجد (انتہی) ہذہ فریۃ علی الاسعاف انما فیہ لو اراد قیم المسجد ان یبنی حوانیت فی حرم المسجد وفنائہ قال الفقیہ ابو اللیث لایجوز ان یجعل شیأ من المسجد مسکنا ومستغلا اھ فہل تری فیہ ثنیا ومسئلۃ السرداب والعلو فی انشاء المسجد قبل تمام المسجدیۃ کما تقدم تحقیقہ لا فی جعل شئی من المسجد سردابا او علوا حتی یدل علی ثنیاک الباطلۃ الا تری الی قولہ فیما نسبت الیہ صار مسجد الا ما قدمت عن الاشباہ من قولہ قالوا للناظران یوجر فنارہ للتجار للتجار وفیہ لمصلحۃ المسجد ولہ وضع

السر بالاجارة فی فنائہ اھ فکما تری فی الفناء لا فی المسجد فمن این اخترقت الشیا فی المسجد ثم ہو محجوج بما قدمنا من النصوص القاہرۃ عن الکتب المتظافرۃ منہا بحر صاحب الاشباہ ثم ہو شیئ انما یعرف نقلہ عن واحد وہو ایضا متردد فیہ غیر جازم بہ قال فی الہندیۃ عن التاتارخانیۃ عن الیتیمۃ عن الخجندی سئل عن قیم المسجد یبیع فناء المسجد لیتجر القوم ہل لہ ہذہ الاباحۃ فقال اذا کان فیہ مصلحۃ للمسجد فلا باس بہ ان شاء اللہ تعالی قیل لو دمنع فی الفناء سررا فاجرہا الناس لیتجروا علیہا واباح لہم فناء ذلک المسجد ہل لہ ذلک فقال لو کان لصلاح المسجد فلا باس بہ اذا لم یکن ممر اللعامۃ اھ واستثناؤہ فی الاول استثناؤہ فی الثانی وقد تواردت الائمۃ الاجلۃ علی المنع والقاعدۃ العمل بما علیہ الاکثر وقوتہم مدلل والمدلل مرجح وہم جازمون وفی الجزم الحکم فوجب التعویل علیہ بوجوہ افادہ شیخنا فی جد الممتار ولو فرضنا ترجیح الجواز فی الفناء بل الاجماع علیہ لم یغن عنک شیئا کما علمت۔

(۱۶۴) ثم عاد الی بیت الخلاء وقد تقدم ردہ۔

(۱۶۵) ثم عاد الی بناء الواقف بیتا للامام فوق سطح المسجد وقد علمت انہ قبل تمام المسجدیۃ لکنہ ارادیہ ہہنا اداۃ لما خالف بہ تصریح الفقہاء الکرام من زعمہ ان تحت المسجد لیس فی حدہ فنقل اولا ذلک التصریح عن الدر المختار دعن الشامی عن البیری عن الاسبیجابی انہ مسجد الی عنان السماء وکذا الی تحت الثری ثم عقبہ بفرع بیت الامام ثم جعل یجتہد. **فقال** فقد علم ان قولہم المسجد مسجد الی السماء والی تحت الارض ان[۱] لم یجعل تحتہ او فوقہ شیئ آخر اما جعل الممر تحتہ فانہ مسکت[۲] عنہ فی ہذا المحل) تقدم مرارا وقد اعترف بہ ایضا ان کل ہذا قبل تمام المسجدیۃ لان المسجد انما یصیر مسجدا بالجعل فاذا بنی فوقہ او تحتہ بیتا او سردابا للمصالح لم یجعل ہذا القدر مسجدا فکان منعالا نزعا ودفعالا رفعا بخلاف ما اذا تمت المسجدیۃ ولم یجعل تحتہ ولا فوقہ شیئا فقد صار مسجدا فی جانبیہ الی منقطع الجہتین باقرارک ایضا فکیف یحل الآن النزع والرفع والاخراج والقطع وکلامک فی ہذا ذہول لاستبدال وہو فعلک فی کافور فما تغنی الحیل۔

(۱۶۶) مصالح المسجد توابع المسجد وتابع الشیئ لہ حکم الشیئ تقول ما فی الدار غیر الامیر ومعہ خدمہ ما سمعت

[۱] ای الا ان یخرج الی فوق

[۲] ای سما ای حیث یجاء ۱۲ ای تحت الارض ۱۲

[۳] ای فلا سکوت عنہ ۱۲

اتقدم عن الکتب الکثیرۃ ونقلتہ ایضا ان الفناء تبع للمسجد فیکون حکمہ حکم المسجد۔

(۱۶۷) غیر ان التابع لیس لہ ان یباری الاصل فلا یحل الاستبدال ولو بتابع کما تقدمت النصوص القاہرۃ علیہ عن جد الممتار فما ظنک بخارج اجنبی فکیف تقول ان جعل المرسکوت عنہ فی ہذا المحل۔

(۱۶۸) یا ہذا اتق اللہ انت جعلت المرتحتہ اوجعلت لنفسہ طریقا واستبدلت بہ ظلۃ فوقہ فلم ہذہ التلبیسات۔

(۱۶۹ الی ۱۷۳) خلع العذار مرۃ وطفق یحتج علی استبدال المسجد بالطریق بما ذکروا فی استبدال اوقاف الغلۃ واشباہہا **فقال** قال فی فتح القدیر والحاصل ان الاستبدال اما عن شرط الاستبدال اولا عن شرطہ فان کان لخروج الوقف عن انتفاع الموقوف علیہم فینبغی ان لا یختلف فیہ وان کان لا لذلک بل اتفق انہ امکن ان یؤخذ بثمنہ ما ہو خیر منہ مع کونہ منتفعا بہ فینبغی ان لا یجوز لان الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ دون زیادۃ) فان کان لا یفہم فحرام علی مثلہ الکلام فی الفقہ وان کان یفہم ویکتم فالوزر اشد واعظم المریرا **اولا** ان فیہ جواز الاستبدال مطلقا اذا شرطہ الواقف ومن زعم ان بانی المسجد ان شرط ان یبیع المسجد متی شاء ویستبدلہ باٰخر جاز لہ بیع المسجد العام فقد افتری علی اللہ تعالی **وثانیا** نقل ہذا عن رد المحتار ولم یر فی نفس ہذا المبحث تحت قول المتن والشرح جاز جعل غلۃ الوقف لنفسہ عند الثانی وعلیہ الفتوی وجاز شرط الاستبدال حینئذ قول رد المحتار ای حین اذ کان الفتوی علی قول ابی یوسف واشار بہذا الی ان اشتراط الاستبدال مفرع علی القول بجواز اشتراط الغلۃ لنفسہ اھ فقد جعلت المسجد شیئا یوقف للاستغلال بہ وجعلت ابا یوسف قائلا بجواز ان یبنی المسجد لیستغلہ لنفسہ وعلی ہذا تفرع جواز ان یشترط البانی استبدالہ **وثالثا** نقل قولہ لخروج الوقف عن انتفاع الموقوف علیہم وحملہ علی المساجد فلعلہ یری ان المساجد ومسجد فرنگی محل خاصۃ وقف علیہ **ورابعا** حمل علی المساجد قولہ یؤخذ بثمنہ ما ہو خیر منہ فلعل المساجد فی لکھنؤ تباع **وخامسا** نقل قولہ الواجب ابقاء الوقف علی ما کان دون زیادہ

وبجعلہٖ فی المسافۃ مازاد النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم امیر المؤمنین عمر ثم امیر المؤمنین عثمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہما ثم المسلمون فکل ذلک غیر الواجب انما کان الواجب ابقاء المسجد علی قدرہ الاول ای وما ذکر الائمۃ وفعل الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم من اخذ ارض ناس کرہا للزیادۃ فی المسجد کان حراما لانہ کان لامر غیر واجب ولعمری لو استقصینا فی ابانۃ فساد ہذا الوہم الشنیع والظلم الفظیع لاتسع الخرق ولکن مسفر الاصباح غنی عن المصباح۔

(۱۷۴ الی ۱۹۱) ثم تذکر عمدا استمساکہ بالضائرات بل استشفائہ بالنائرات **فقال**

فلنذکر عبارات الفقہاء المحققین الدالۃ علی جواز اخذ بعض المسجد) وسود فیہ نحو ورقۃ فاطال اولا بایراد عبارۃ البحر برمتو بعالہ تعلق بالمحل ومالا **وفیہا** اذا ضاق المسجد وبجنبہ ارض لرجل تؤخذ ارضہ بالقیمۃ کرہا) لم وانما الواجب عندک ابقاء المسجد علی ماکان دون زیادۃ **وفیہا** لما روی عن الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اخذوا ارضین بالقیمۃ بکرہ من اصحابہا وزادوا فی المسجد الحرام) انحوا عندک والتوا معاذ اللہ بغصب حرام **وفیہا** معنی کعلسہ جعل فی المسجد ممرا) فتح العین فسر جعل شیئ من الطریق مسجدا القول ادخلوا شیئا من الطریق لیتسع المسجد واذا اتی علی عکسہ حاد عن ہذا السنن وقال معناہ جعل فی المسجد ممرا **وفیہا** فانہ یجوز لتعارف اہل الامصار فی الجوامع) فتح العین واطرح المین **وفیہا** جاز لکل ان یمر الا الجنب والحائض والنفساء) اسمع ان کان لک اذن تنفع **وفیہا** لما عرف فی موضعہ) ایقظ قلبک واترک ریبک **وفیہا** ولیس لہم ان یدخلوا فیہ الدواب) لا تقربوا الکلام وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون ثم عبارۃ النہر **وفیہا** عکسہ ہو ما اذا جعل فی المسجد ممرا) ام اخذ بعض المسجد کما قلت وحول طریقا کما فعلت **وفیہا** لتعارف الجوامع) انہم یاخذون بعض المسجد فیبیعونہ ویاکلون ثمنہ **وفیہا** یجوز لکل ان یمر الا الجنب والحائض والنفساء) فانہ حرام علیہم ان یدخلوا الطریق **وفیہا** ولیس لہم ان یدخلوا فیہ الدواب) لانہا انما تدخل عند المنبر والمحراب ثم عبارۃ الزیلعی والعینی **وفیہا** عکسہ ہو ما اذا جعل فی المسجد ممرا) بان ہدم المسجد وجعلہ طریقا للکلاب والدواب ورفع فوقہ ظلۃ

لعبادة رب الارباب (وفیہا[186] لتعارف اہل الامصار) الامصار فی لغتہم بمعنی کالنفور والاہل
ہو صاحبنا المذکور وفیہا[187] جاز لکل ان یمر الا الجنب والحائض والنفساء) لانہ الآن صار محترما
بجعلہ طریقا لبعض حکام البرطانیہ وفیہا[188] لما عرف فی موضعہ) ای فی جامع الجزئیات
ان المسجد یہان والطریق یصان وفیہا[189] لیس لہم ان یدخلوا فیہ الدواب) لانہ صار طریقا
لحکام الدولۃ والنوّاب ثم[190] اطال بایراد عبارۃ طویلۃ عن ابی السعود لامساس لہا بالمسالۃ
الا احرف فی آخرہا عن الشرنبلالی عن الزیلعی وفیہا لکل ان یمر الا الجنب) وہو الذی جانب
الحق وجامع الباطل (والحائض) ای لسان بالترہات فائض (والنفساء) وہی القریحۃ
التی تلد الاباطیل وترمی بدماء التحریف والتبدیل وفیہا[191] ولیس لہم) ای للمسلمین (ان یدخلوا فیہ)
ای فی مبحث فقہی (الدواب) التی لاتعلم ولا تعقل ولا تفہم۔

(۱۹۲ الی ۱۹۷) ثم بعد الاتیان بہذہ الصرائح القاہرۃ الباہرۃ الواضحۃ القاضحۃ لمزعومہ
عمد الی الاتیان بالمبہمات المجملات المحتملات حاملا ایاہا بمحض الجزاف بل خلاف المفسرات
علی مفہومہ فاورد عن المعدن عن الذخیرۃ صح عکس المذکور بان جعل لبعض المسجد طریقا وعن[194]
الدرر والغرر جاز جعل شئی من الطریق مسجدا وعکسہ کذا فی کتاب الکراہۃ من الخلاصۃ وعن[195] التاتارخانیۃ
عن العدۃ جعل شئی من المسجد طریقا جاز وعن[196] مسکین عن الذخیرۃ کعکسہ بان جعل المسجد طریقا اھ
کذا فی نسختہ وعبارۃ مسکین جعل لبعض المسجد وعن خزانۃ الفتاوی عن محمد یجوز ان یجعل شئی من
المسجد طریقا للعامۃ وعن[197] خزانۃ الروایات روی الفقیہ ابو جعفر عن ہشام عن محمد لاباس بان
یجعل شئی من المسجد طریقا لان الکل لعامۃ المسلمین اھ وانت تعلم ان لوکانت الوخالم تسمن
ولم تغن من جوع فمعنی۔ الکل ماتقدم فی المفسرات المتواترات القاہرات الاتری ان
مافی المعدن ومسکین ہی مسالۃ الکنز المفسرۃ بما سلف فانما علیہما تکلمان اذ ہما شرحاہ وما
مسالۃ الغرر الا ہذہ فانہا متن کالکنز وہی مسالۃ المتون وقد عزاہا فی دررہ الی الخلاصۃ
والتی فی الخلاصۃ مصرح فیہا بانہا روایۃ ابی جعفر عن ہشام عن محمد وہی المذکورۃ فی خزانۃ

الفتاوی وخزانۃ الروایات ولما عزاہا فی الدر الخلاصۃ قال العلامۃ حسن العجیمی المکی فی حاشیتہ ہذا العزو لانظہر الحاجۃ لہ اذ ہو فی الکنز کذلک اھ فظہران الکل واحد والمعنی واحد والفرق فاسد والوہم کاسد۔

(١٩٨) بل لولا ذلک لوجب الحمل علیہ للدلائل القاہرۃ المارۃ عن حد المتمار۔

(١٩٩) بل لو احتمل الامران لکان الاحتمال یقطع عرق الاستدلال فالاستناد بکل حال خرط القتاد۔

(٢٠٠) کیف نقلت قول محمد ان المسجد لعامۃ المسلمین ورضیت بہ مع قولک فیما مر لتعلق حق العامۃ فی الطریق لا المسجد فان الحق فی المسجد لاہل المحلۃ۔

(٢٠١ و ٢٠٢) لم یترک تعودہ باتیان المفترات فادخل فی خلال المبہمات قول الدر رجاز ایضا جعل الطریق مسجدا لا عکسہ اذ تجوز الصلاۃ فی الطریق لا المرور فی المسجد وقول العمادیۃ ذکر رشید الدین الامام لو جعل المسجد طریقا لا یجوز ولو جعل الطریق مسجدا جاز لانہ تجوز الصلاۃ فی الطریق فجاز ان یجعل مسجدا ولا یجوز المرور فی المسجد فلا یجوز جعل المسجد طریقا اھ ولم یدر ان فیہ الرد البالغ علیہ کما تقدم فی النمرۃ ٥٩ فان امتناع المرور فی بعض المسجد مثلہ فی کلہ بل لا یکون المرور الا فی البعض۔

(٢٠٣) اورد عن العمادیۃ اجمع العلماء علی جواز بیع المسجد وحصیرہ اذا استغنوا عنہ) من اجل انہ فی تالیفہ ہذا وطن انفسہ علی استبدال المسجد کیفما استطاع سقط من قلمہ ہنا لفظ البناء فانتسب البیع الی المسجد وانتصب علی جواز بیعہ اجماع العلماء وہو من ابین الاباطیل وانما عبارۃ العمادیۃ وعنہا فی جامع الفصولین علی جواز بیع بناء المسجد الخ وای مکرمۃ لک فیہ فالبناء وصف فی المسجد لا المسجد وکلامک فیہ وبہ فعلت فعلتک التی فعلت۔

(٢٠٤) انما محل الاجماع نقض انفصل من المسجد فبقی وبقی مالبقی مالا حاجۃ الیہ للمسجد او ہدم لبنائہ الحکم ففضل شیئ لا محل لہ کما اذا کان سقفہ من جذوع فبنوا مکانہ قبۃ فالجذوع تبقی فارغۃ لا حاجۃ الیہا فمثل ہذا حفظ للحاجۃ الآتیۃ فان تعسر او خشی فسادہ او ضیاعہ او دفع الاستغناء مطلقا

کمافی الجذوع فهذا یجوز بیعه باذن القاضی اجماعا دید خر ثمنه لحاجة البناء خاصة لایصرف الی غیره من مصالح المسجد کما بینه شیخنا المجدد حفظه الله تعالی فی رسالته التحریر الجید فی بیع حق المسجد من رسائل فتاواه المبارکة العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة فای مساس له بالمسألة وان حملته علی العامر بطلت دعوی الاجماع بل المفتوی علی انه لایباع قال فی رد المحتار قال فی البحر الفتوی علی قول محمد فی آلات المسجد وعلی قول ابی یوسف فی تابید المسجد اھ والمراد بالآلات المسجد نحو القندیل والحصیر بخلاف الانقاضه لما قدمنا عنه قریبا ان الفتوی علی ان المسجد لایعود میراثا ولایجوز نقله ونقل ماله الی مسجد آخر اھ ولئن فرضنا فما یجدیک العامر دکلامک فی العامر

(۲۰۵) **قال** وفی فتاوی قاضی ظهیر الدین بیع البناء الموقوف لایجوز قبل الهدم ویجوز بعدها

اولا هو فی البناء فما فیه عنک غناء۔

(۲۰۶) **ثانیا** تمام کلام الظهریة وکذا الشجر المثمر الموقوف جاز بیعه بعد القطع لاقبله ولو کان الشجر غیر مثمر جاز بیعه قبل القطع وبعده اھ جامع الفصولین فلو فهمت الکلام لمیزت بین الحلال والحرام واذ لم تفهم فالق السمع وانت شهید وقف الشجر المثمر یکون للاستغلال بثماره او دیاکلها الموقوف علیهم لالان یقطع ویقلع وکذا البناء للاستغلال او للسکنی لالان یهدم ویعدم فلایحل قطع الشجر المثمر حتی لعمارة الدار الموقوفة لما فیه من تغییر صیغة الوقف ولو فعله القیم استحق العزل حتی لو یبس نصفه لم یحل قطع الباقی فی حاشیة المختار عن العقود الدریة عن فتح القدیر عن الامام ابی القاسم الصفار انه سئل عن شجرة وقف یبس بعضها وبقی بعضها فقال ما یبس منها فسبیله سبیل غلتها وما بقی فمتروک علی حالها اھ وفیه عنها عن البحر الرائق عن الظهیریة لیس له ان یبیع الشجرة ویعمر الدار ولکن یکری الدار ویستعین بالکراء علی عمارة الدار لا بالشجرة اھ وفیه عنها سئل فی ناظر وقف قطع اشجار بستان الوقف الیانعة الغیر الشابة ولا الیابسة وباعها بلا وجه شرعی فهل اذا ثبت ذلک علیه بالوجه الشرعی یستحق العزل الجواب نعم وافتی الشیخ اسمعیل بمثل ذلک اھ اما غیر المثمر الذی یقصد منه حطبه فانما یحل لینتفع الوقف بثمنه فیجوز بیعه لمصارف الوقف ولو قائما والبناء کالمثمر فلایحل

بيعه قائما ولا ہدمه الا اذا وہن وجد دا واريد بناء احكم منه ثم اذا انہدم او ہدم لما قلنا فلا يحل بيعه الا ليصرف ثمنه الى العمارة كما قدمنا عن الفتاوى الرضوية فظهر ان القلع والقطع والبيع كل ذلك لمصالح الوقف والاحرم فاين ہذا مما تقول وفعلت من تصيير المسجد لغير المسجد بغير المسجد وبالجملة تمل كل لسليم يجد سبيلا فى المسجد الى التہديم سه بغت اطفار نور اللہ ثمته ؞ ويابى اللہ الا ان يتمه

(٢٠٧) داور عن مختار الفتاوى لوضاق الطريق وسع من المسجد) نعم كما امر الائمة من جعل ممر فيه لا يدخله جنب ولا حائض ولا نصار ولا دابة كما علمت وبہذا اللفظ ذكر فى الاشباه وقد فسره فى بحره بما سمعت وتقدم عن جد الممتار ما فيه رد الممتار على الدر المختار عند السادة الاخيار والحمد للہ العزيز الغفار ہذا كل ما اتى به لتطمئن القلوب وقد رأيت انه لم يأت الا بما لا يفيده او بما يضر غرمه ويبيده وكذلك كل من جانب الحق وتبع الباطل فان الباطل لا يؤيده الا باطل ومحال ان تطمئن قلوب الاسلام بقلب الشرع وانتهاك حرمات العزيز العلام الا بذكر اللہ تطمئن القلوب۔

(٢٠٨) اذ دار بكل عدوة قاصية وخبط لعصاه فى كل زاوية ولم يجد لدائه دارية ولا مداوية وكان من اعظم ما يرد عليه بل يرد عليه انه اشار بابقاء ارض المسجد مدخلة فى طريق العامة فقد اباح المسجد لكل جنب وحائض ونصار وكلب وحمار وكل دابة وبولها وروثها وخثيها وفرثها وای اہانة اشد من ہذا للمسجد ولا يمكن سد ہذا الباب بعد قطعه من المسجد وادخاله فى البيع لا سيما فى سلطنة النصارى ولذا حقق شيخنا المجدد حفظه اللہ تعالى فى كتابه ابانة المتوارى ان مسألة جعل الممر فى المسجد مختصة بالسلطنة الاسلامية وان المراد بقولهم حتى الكافر ہو الذمى او المستأمن وقد بينه بما تقبله القلوب المطمئنة بالايمان فراجعه فانه بمرأى منك اراد ان يخرج عن ہذا المضيق باباحة المسجد للجنب ونظرائه فقال فى خزانة الفتاوى وذكر ابو اليسر يباح للجنب الدخول فيه لغير الصلاة والمستحاضة تدخل اذا امنت تلويث المسجد) ياہذا احاطب ليل انت ام جارف سيل التقاط الروايات الضعيفة المرجوحة

المجروحۃ المطروحۃ لایسمن ولایغنی من جوع وقد علمت مافی الدروغیرہ ان الحکم والفتیا بالقول المرجوع جہل وخرق للاجماع فضلا عن مثل ہذا الباطل باجماع ائمتنا بلا نزاع۔

(۲۰۹) ہذا ان کان روایۃ والذی جئت بہ لیس من الروایۃ ایضا فی شیئ بل ہو قول تفرد بہ ابوالیسر من المشایخ قال فی البحر بعد ذکر حدیث البخاری فی تاریخہ وابی داود وابن ماجۃ عن ام المومنین رضی اللہ تعالی عنہا عن النبی صلے اللہ تعالی علیہ وسلم انی لااحل المسجد لحائض ولاجنب ہو باطلاقہ حجۃ علی الشافعی فی اباحتہ الدخول علی وجہ العبور وعلی ابی الیسر من اصحابنا فی اباحۃ الدخول بغیر الصلاۃ کما نقلہ عنہ فی خزانۃ الفتاوی اھ ومعلوم ان بحثا یتفرد بہ بعض المشایخ علی خلاف اجماع ائمۃ المذہب لایحل العروج علیہ لاسیما ولا دلیل یومی الیہ ولعمری من تتبع امثال ہذا کان من افسق عباد اللہ کما قال الامام الاجل عبداللہ بن المبارک تلمیذ سیدنا الامام الاعظم امام الائمۃ رضی اللہ تعالی عنہ وعنہم۔

(۲۱۰) سلمنا فاین ذہبت عنک الحائض والنفساء ودای عنا رفی حدیث المستحاضۃ۔

(۲۱۱) عدونا عنہم فما بال الدواب والکلاب والابوال والاروات فاخرج روایۃ فی الحائض والنفساء وثالثۃ فی البول والعذرۃ وحینئذ بخلولک وجہ المسجد وتجد ضالۃ کنت تفقد اعوذ باللہ من علم لاینفع وقلب لایخشع ودعاء لایسمع۔

(۲۱۲) **قال** فی الخلاصۃ یکرہ التوضی والمضمضۃ فی المسجد الا ان یکون فیہ موضع اتخذ للتوضی ولایصلی فیہ) تقدم ان ہذا فیما اتخذہ البانی قبل تمام المسجدیۃ فلم یکن فی المسجد لان ہذا الموضع یبقی مستثنی لان المسجدیۃ انما ہی بجعلہ فاذا استثنی موضعا لمصالح المسجد صح ولم یکن الموضع مسجدا ولا عن المسجدیۃ مانعا۔

(۲۱۳) قد اعترف بہ ہو فیما سلف حیث ذکر موضع الوضوء وغیر ذلک ثم قال محل الجواز ہو قبل تمام البناء لکنہ یقرثم یفیر ہذا ہو دیدنہ المستمر۔

(۲۱۴) **قال** فی مفید المستفید ص۹ الایضاح کرہ ابو حنیفۃ وابو یوسف الوضوء فی المسجد لان

الماء المستعمل نجس عندهما وقال محمد لا باس به اذا لم يكن عليه قذر لانه عنده طاهر كاللبن كذا في خزانة الروايات) قال الامام ملك العلماء ابو بكر بن مسعود الكاساني في البدائع يكره التوضي في المسجد لان ماءه مستقذر طبعا فيجب تنزيهه عنه كما يجب تنزيهه عن المخاط والبلغم اھ رد المحتار قال شيخنا حفظه الله تعالى في جد الممتار هذا تعليل على مذهب محمد المفتى به اما على قول الامام بنجاسة الماء المستعمل فظاهر وبه ظهر الجواب عما ذكر في خزانة الروايات من جوازه عند محمد اذا لم يكن عليه قذر قال لانه عنده طاهر كاللبن اھ فان حرمة البصاق في المسجد مقطوع بها وطهارة البصاق معا ولا يجهله محمد ولا احد وصحاح الاحاديث فيه مشهورة مستفيضة والطهارة لا تنفي الاستقذار فلا يصح انه عنده كاللبن وبه علم ان فرض ما اذا لم يكن عليه قذر كفرض محال فان ماءه مستقذر بنفسه اھ ما في جد الممتار وعلى التسليم اذا ينفعك افتكون ابوال الكلاب ايضا طاهرات بل كاللبن فاذن يصير عندك نجوها كالحلوا فان اقمت على هذا نجوت ودجدت ما رجوت ان لم يكن بعد اليوم غد ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم۔

(۲۱۵) كان ربما يامشي الائمة في جعل ممر في المسجد لاجل الحاجة مع حفظ حرماته وتحريم دخول الجنب واخواته وادخال حيوان ونجاساته وفي قلبه ان كل ذلك الزام بما لا يلزم وتعسف وتحكم ممن حكم فلم يتمالك نفسه ان اظهر ما اضمر فوضع الاختتام لنهاية المرام كي يبوح بسره ويشفى صدره فقال لقائل ان يقول ان تاويل الطريق بالممر هو على مذهب الامام ابي يوسف لانه لا يجوز عنده ان يحول المسجد من مكان الى مكان آخر فلذا احتيج الى التعليل وعللوه بالتعارف في الجوامع اما على قول محمد فلا حاجة فيه فلذا لم يعللوا المسئلة في المتون) قد علم كل صبي من الحنفية ان خلاف الامامين انما هو في مسجد خرب واستغنى عنه اما العامر فلا يحل استبداله بطريق ولا شيئ عند ابي يوسف ولا محمد۔

(۲۱۶) تاويل الطريق بالممر قد تظافرت عليه كلماتهم واطبق عليه المتاخرون الى صاحب الدر المختار الى صاحب رد المحتار وانت تزعم ان المتاخرين افتوا على قول محمد فمن اولئك

بعد ربيع الآخر

وکیف وافقوا علی ہذا التاویل مع عدم الحاجۃ الیہ عندک علی قول محمد المختار لہم وہل رأیت احدا صرح فی ہذہ المسألۃ بان معناہا ان تہدم المساجد وتبطل مسجدیتہا وتدخل فی الطرقات

(۲۱۷) لما کان محتاجا فیما سلف الی ان یبدی لمزعومہ الباطل مستندا من کلمات العلماء تقول ہنالک ان المرعین الطریق کما تقدم والآن لما انسلخ عن اتباعہم وترقی الی اجتہاد نفسہ اعترف بالحق ان المر المذکور فی کلامہم غیر الطریق وانہم ادّوا وحوّلوا کلام المتون والصواب علی قول محمد ان مراد المتون بالطریق ہو الذی ادخل فیہ مسجد کالنفور وبالجملۃ معنا بان یکتم فیبوح ویقول فیجور۔

(۲۱۸) استدل علی ذلک بان المتون لم تعلل المسألۃ ای ولو مشوا علی قول ابی یوسف لعللوا ای مسألۃ تعللہا المتون۔

(۲۱۹) الاستدلال بترک التعلیل علی نفیہ عجیب۔

(۲۲۰) کان یحتاج سالفا ان یجعل مزعومہ مطابقا للقول المفتی بہ کیلا یقال ان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع فانکر بناء مسألۃ المتون علی قول محمد وجرہ بالہوسات الی قول ابی یوسف کما تقدم والآن لما خلع عن رقبتہ ربقۃ اتباع الفتوے جعل یقر ان المتون ماشیۃ علی قول محمد وان الشراح ظلموا بجرہا الی قول ابی یوسف

(۲۲۱) دفع الی ہنا حفظ حرمات المسجد بقی یختلج فی قلبہ شوکۃ التقیید بالحاجۃ وقد کان حیاؤ من العلماء وفرق من المسلمین حملاہ علی القول بالاحتیاج کما اسمعناک نصوصہ من قبل وہوی نفسہ ان لا حاجۃ الی الحاجۃ بل یجوز ہدم المساجد وادخالہا فی الطرق من دون حاجۃ فلم یصبر ان قال (واردی عن محمد فہو ایضا مطلق لیس بمقید) ای کما ان المتون مطلقۃ فتقیید الشراح بالحاجۃ ظلم ولکن نسی ما قدمت یداہ ان الحق ان تعلیل المسألۃ ہو الحاجۃ فماذا بعد الحق الا الضلل۔

(۲۲۲) قال بل صرح بتحویل المسجد وقت الاستغناء من حالۃ الوقف الی الملک

والوراثۃ) ای والاستغناء عدم الحاجۃ فمحمد مصرح بان المسجد بجعل ملک زید ورثتہ من دون حاجۃ فلان یہدم ویدخل فی طریق واسع من قبل بغیر حاجۃ اصلا بالجواز اولی وا جدر ہذا معنی کلامہ ولذا اتی ببل للترقی وبالتصریح بدل الاستنباط من الاطلاق واذا بلغ الفہم الی ہذہ الدرجۃ رفع القلم وسقط الکلام فان کلام محمد فی مسجد استغنی عنہ بالخراب وہذا الحیلۃ علی تبدیل مسجد عامر من دون حاجۃ بطریق مستغنی عنہ۔

(۲۲۳) **قال** فلوافتی احد علی قول محمد فلا یلام) لکن من افتی لشئی یخترعہ فی الدین فعلیہ الملام والوزر التام لاسیما من فعلہ عارفا معترفا بانہ ہتک حرمۃ الاسلام انظر کتاب شیخنا ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبدالباری الم تعلم ان محمدا بری منک ولیس فی قولہ شئی مما ابتدعت۔

(۲۲۴) **قال** لان الفتوی علی قولہ لا یعد الخروج عن المذہب) الحمد للہ تہاب الخروج عن المذہب وتنتقل بعد اسطر الی ما نقل ابن تیمیۃ الضال عن الامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عن احمد بن حنبل۔

(۲۲۵) **قال** وقد افتی المتاخرون علی قول محمد) کانہ یریدبہم نفسہ وشرذمۃ کانت معہ فی ابطال مسجد کانفور والا فقد علمت ان العلماء من الامام الزیلعی الی العلامۃ الشامی حملوا الطریق علی ممر فی المسجد مع ایجاب الآداب والتحریم علی الجنب والحائض والدواب وہذا المحقق عندک بقول ابی یوسف فاین المشی علی قول محمد۔

۲۲۶ **قال** لما رأوا ان قولہ ارفق بالاوقاف) نعم ای شئی ارفق بالوقف من ابطالہ رأسا۔

(۲۲۷) لمحمد قول فی العامر وخالفہ فیہ ابو یوسف ورو ایۃ عند الشام فی العامر ووافقہ علیہا بعض المتون وصاحبا الایمنر بینہما فکان کل اقوال محمد وروایاتہ عندہ شئی واحد یتعلق بکل منہا ما یتعلق ببعضہا من خلاف اوافتاء او غیر ذلک۔

(۲۲۸) **قال** وان سلم ان اباحنیفۃ مع ابی یوسف ولا التفات الی ما روی ثم موافقتہ مع محمد فقول محمد مؤید بآثار الصحابۃ فیقدم علی قول ابی یوسف ویتعین بالافتاء) لما اعیتہ المذہب

تمام مجتهد ویدعی لنفسہ منصب اجتہاد الفتوی وانی لہ ذلک۔

(۲۲۹) قول محمد لا یمیل شیأ الی ما فعلت وتقول فان تعین للافتاء بل لو فرض علیہ الاجماع لم ینفعک۔

(۲۳۰) شبعت من التقول علی الائمۃ حتی عدوت الی الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنہم وستری ان لا اثر لما تزعم فی ما ادیت من اثر۔

(۲۳۱) علی التنزل عن الکل قول ابی یوسف مؤید بنصوص القرآن العظیم قال تعالے وان المسٰجد للہ وقال تعالی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا فیفترض التعویل علیہ ویحرم الخروج عنہ ویجب القول ببطلان کل ما خالفہ فاین ہذا من مسألۃ الاشربۃ المؤید فیہا قول محمد باحادیث لاتحصی وبالاحتیاط فی الدین وسد الذرائع بل الحق ان الفتوی علی قولہ فیہا لفساد الزمان وسد ابواب الطغیان وحفظ الامۃ عن استحواذ الشیطان والا فقول الامام لا ضعف فیہ من حیث الدلیل کما حققہ شیخنا المجدد حفظہ اللہ تعالی فی رسالتہ الفقہ التسجیلی فی عجین النارجیلی من رسائل فتاواہ المبارکۃ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ۔

(۲۳۲) ائمۃ الفتوی ہم الذین افتوا فی الاشربۃ بقول محمد فاین ہذا ما یفتی بہ رجل لم یبلغ درجۃ آحاد المقلدین فضلا عن الائمۃ المجتہدین۔

(۲۳۳) الآن یئس من المذہب ولم یجد فیہ لہ من مہرب فتہیأ للخروج عن مذہبہ متشبثا بذیل ابن تیمیۃ لمطلبہ فقال قال ابن تیمیۃ فی فتاواہ وابلغ من ذلک ان احمد یجوز ابدال المسجد بغیرہ للمصلحۃ کما فعل ذلک الصحابۃ) ہذا لفظ ابن تیمیۃ علی ما فہمہ ولا حجۃ فیہ ولا فی فہمہ وما نسب الی الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنہم فلم یثبت عنہم وما لابن تیمیۃ وللصحابۃ وقد قال الحصنی انہ کفر ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فی کتابہ المسمی بالنظم الصراط المستقیم کما فی کشف الظنون

(۲۳۴) قال صالح بن احمد قلت لابی المسجد یخرب ویذہب اہلہ تری ان یحول الی مکان آخر

قال اذا کان یرید منفعۃ الناس فنعم والا فلا) ہذا صحیح عن احمد وقد عزاہ لہ الثقات ففی رحمۃ الامۃ للعلامۃ محمد بن عبد الرحمن الدمشقی الشافعی رحمہ اللہ تعالی اتفقوا علی انہ اذا خرب الوقف لم یعد الی ملک الواقف ثم اختلفوا فی جواز بیعہ وصرف ثمنہ فی مثلہ فقال مالک والشافعی لایباع وقال احمد یجوز بیعہ وصرف ثمنہ فی مثلہ وکذلک فی المسجد اذا کان لایرجی عودہ اھ وقال المحقق حیث اطلق فی الفتح لو خرب ماحول المسجد واستغنی عنہ بان کان فی قریۃ فخربت وحولت مزارع یبقی مسجدا علی حالہ عند ابی یوسف وہو قول ابی حنیفۃ ومالک والشافعی وعن احمد یباع نقضہ ویصرف فی مسجد آخر اھ وہو یوافق روایۃ ہشام عن محمد وروایۃ اخری عن ابی یوسف ولا نغفل لہہنا ولم تیأس عنہ لم تخرج عن المذہب لوجودہ فیہ عن امامی المذہب وقد افتی بہ جماعۃ من مشایخ المذہب کما فصلہ السید ابن الشامی۔

(۳۳۵) ثم نقل عنہ ان کان الذی بنی المسجد یرید ان یحولہ خوفا من لصوص او یکون موضعہ قذرا فلا باس) الرجل یبنی المسجد فلا یکون مسجدا وان تم بناؤہ مالم ینقل جملتہ مسجدا ہذا ہو مذہب احمد ومالک والشافعی وابی یوسف بل مجمع علیہ فی جانب النفی لان الوقف لایتم بمجرد النیۃ اجماعا کمن نوی عتاق عبدہ او طلاق عرسہ لایعتق ولا تطلق مالم یتکلم فہذا قبل ان یقول الطلع علی لصوص لایترکون فرش المسجد ومعالیقہ فلہ ان یحولہ لانہ لم یکن مسجدا شرعا بعد وبالاولی اذا علم ان بناءہ وقع علی المقابر۔

(۳۳۶) بنی مسجدا فخرب وذہب اہلہ وجعل اللصوص یاخذون النقاضۃ فلہ نقلہا الی مسجد آخر علی روایۃ ابی یوسف وقد جزم بہ فی الاسعاف وافتی بہ السید الامام ابو شجاع خانیہ وشمس الائمۃ الحلوانی وشیخ الاسلام ذخیرۃ والشیخ امین الدین بن عبد العال والشیخ احمد الشلبی والمحقق ابن نجیم والشیخ محمد الوفائی شرنبلالی فی رسالتہ ولاسیما فی زماننا فان المسجد اذا لم ینقل یاخذ انقاضہ اللصوص والمتغلبون کما ہو مشاہد رد المحتار فالمطلق اللاحق محمول علی المقید السابق

(۳۳۷) المسجد الجامع یقضی فیہ امیر البلدۃ واحد عندہ بیت المال نخاف اللصوص فلہ

ان یحول الجامع الی موضع احفظ وامنع ای یترک ہذا للصلوات الخمس لمن حولہ ویبنی او یعین للجمعۃ مسجد آخر والاستدلال یقطعہ الاحتمال فان کان عندک مایرد ہذہ الاحتمالات فہات۔

(۲۳۸) بل لا سبیل الا الی ہذہ فان المسجد عقار لا یخاف علیہ من اللصوص ولا ہم یحذون عامرا فی محل عامر فیاخذون انقاضہ اما الآلات نحو البسط والتعلقات فالخوف علیہا یستحیل ان یخرج المسجد عن المسجدیۃ مع ان عدمہا اصلا لا یضر بالمسجد ولم تکن فی افضل الاعصار واذ ہو مسجد قطعا فتحویلہ وترکہ سعی فی خرابہ قطعا وہو محرم کبیرۃ بالنص القطعی قطعا فلا یظن القول بہ عمن یخاف وعید اللہ ویعظم حرمات اللہ وان کان من آحاد الناس وہل سمعت مسلما یقول اذا خیف من لص علی قندیل المسجد فخربوہ وہدموہ فضلا عن امام جلیل من ائمۃ المسلمین لاسیما مثل احمد رکن لا یمیل وجبل لا یزول سیف ماض من سیوف الاسلام الذی جعلہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ربیع الاسلام وجاد بنفسہ فی حفظ حرمات الاسلام رضی اللہ تعالی عنہ وعن سائر الائمۃ فی دار السلام آمین۔

(۲۳۹) وبہ ظہر معنی اثر امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ الذی رواہ احمد عن القاسم قال لما قدم عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ الی بیت المال کان سعد بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ بنی القصر واتخذ مسجدا عند اصحاب التمر فنقب بیت المال فاخذ الذی نقبہ فکتب فیہ الی عمر رضی اللہ تعالی عنہ فکتب عمر ان اقطع الرجل وانقل المسجد واجعل بیت المال فی قبلۃ المسجد فانہ لن یزال فی المسجد مصل فنقلہ عبد اللہ فخط لہ ہذہ الخطۃ) معلوم انہ کان مسجد الجامع کما صرح بہ احمد اذ قال کما نقلت عن ابن تیمیۃ عنہ ان ابن مسعود حول الجامع المسجد) وتحویل الجامع بتحویل الجمعۃ لا یلزمہ بل لا یفہم منہ ابطال نفس المسجد اولا ہدمہ وجعلہ طریقا کما تقول وفعلت۔

(۲۴۰) امیر المؤمنین اراد حفظ بیت المال ام ہدم بیت ذی الجلال فاذا اتخذ الامیر سیدنا عبد اللہ مسجدا آخر للجمعۃ وترک الاول فانتہا ہنا ونقل المال الی قبلۃ المسجد الجدید حصل المقصود فلیم یأمر

امیر المؤمنین بابطال مسجدیۃ المسجد العتیق لاھو مفھوم من الحدیث ولاھو معقول ولا مقبول

(۲۴۱) الامام المحقق فی الفتح نقل الحدیث بلفظ ان عمر کتب الی ابی موسی لما نقب بیت المال الذی بالکوفۃ انقل المسجد الذی بالتمارین واجعل بیت المال فی قبلۃ المسجد واجاب عنہ بقولہ یمکن ان امرہ باتخاذ بیت المال فی المسجد اھ فجعلہ من باب الحذف والایصال والمفعول بہ بیت المال والمعنی ان ما فھم منہ احد ففیہ مجال مقال وعلی کل لم یبق للاثر دلالۃ علی ما تزعم انت فبطل الاستدلال

(۲۴۲) ثم ہذا القدر من التحویل الذی لیس من التحویل فی شیء انما کان لضرورۃ کما فی نفس الحدیث وانت حملت قول محمد علی الاطلاق ثم ادعیت تأییدہ بالآثار واتیت باثر واحد ہو تحت القید فاین الدلالۃ علی الاطلاق ویالیتک تقول بعد ما تفھم فان لم تستطع تفھم بعد ما تقول فان لم تستطع تعل بحدیث من سکت سلم۔

(۲۴۳) ثم قال ابن تیمیۃ قال صالح قال ابی یقال ان بیت المال نقب فی مسجد الکوفۃ فحول عبد اللہ بن مسعود المسجد) ہذا لیس بتفسیرنا نعم یرد علی توجیہ المحقق ان کانت فیہ حجۃ و لا حجۃ فیہ **اولا** لان یقال یقال للتبری وللتضعیف ولنقل ما فی بعض الافواہ **وثانیا** نقل عن مجہول **وثالثا** معضل۔

(۲۴۴) تمارہ موضع التاذین الیوم فی موضع المسجد العتیق یعنی احمد ان المسجد الذی بناہ ابن مسعود کان موضع التاذین فی زمان احمد وہذا المسجد ہو المسجد العتیق ثم غیر مسجد الکوفۃ مرۃ ثالثۃ) قد وفقنا المولی سبحنہ وتعالی لتفسیر واضح منیر لا یحولہ التحویل ولا یغیرہ التغییر کما علمت وللہ الحمد اما قولہ یعنی احمد فحقہ یعنی ذلک القائل المجہول لان القول لیس لاحمد وانما قال یقال ثم قولہ وہذا المسجد یشیر بظاہرہ الی بقاء المسجد بعد التحویل۔

(۲۴۵) ثم قال قال ابو الخطاب سئل ابو عبد اللہ یحول المسجد قال اذا کان ضیقا لا یسع اہلہ فلا باس ان یحولہ الی موضع اوسع منہ) ہذا فی الجامع فانہ الذی یضیق عادۃ لجمعہ الجماعات لاسیما عند اتحاد الجمعۃ کما کان فی زمنہم فلیس فیہ الا تحویل الوصف ولو جاز ابطال المسجدیۃ

لاجل الضیق لا حل اخذارض بکرہ للتوسیع وقد فعلہ الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ولعمری ما ابطال المسجد للضیق الا کقتل مسلم لمرضہ۔

(۲۴۶) ما القول فی المسجد اذا ضاق ہل ہو مسجد ام لا علی الثانی فما الضائق وہل قال بہ احد من علماء العالم ان المسجد لضیقہ لا یبقی مسجدا وقد ضاق المسجد النبوی صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ فوسعہ امیر المؤمنین عثمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما روی الترمذی عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ رحم اللہ عثمٰن زاد فی مسجد نا حتی وسعنا وعلی الاول کیف یحل ابطالہ ومن ذا الذی ینجیہ من قول الواحد القہار ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابھا۔

(۲۴۷) قال وجوز احمد ان یرفع المسجد الذی علی الارض ویبنی تحتہ سقایۃ للمصلحۃ) الاٰن ظن انہ ظفر بما یشبہ ما ارتکبہ فی کانفور حیث رفع المسجد علی السماء وجعل الارض طریقا للنصارٰی والمشرکین والعامۃ وکفانا جوابا عنہ ما نقل ابن تیمیۃ نفسہ عن بعض اصحاب احمد ان ہذا علی ابتداء البناء وہو الماشی علی الجادۃ والموافق لقول العزیز الملیک المنزہ من شریک وان المسٰجد للہ وانکار ابن تیمیۃ لا یعبؤبہ فقد انکر جملۃ من احادیث صحیح البخاری وجحد ان تکون فیہ مع ظہور کونہا فیہ عند الطلبۃ المشتغلین بہ واعتذر عنہ العسقلانی بانہ کان یعتمد علی ما فی صدرہ والصدر یخطی وقد قال فیہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المواہب اما یستحیی ہذا الرجل من تکذیبہ بما لم یحط بعلمہ

(۲۴۸) ان سلم فای قرۃ عین لک فیہ فسقایۃ المسجد من مصالح المسجد ومصالح الشیئ من توابعہ وتوابع الشیئ فی حکمہ ہل جوز احمد ان یرفع المسجد علی السماء وتجعل الارض طریق العامۃ۔

(۲۴۹) قال فلو افتی مفتی لہ وقت الضرورۃ الشدیدۃ الواقعیۃ علی قول احمد قیاسا علی زوجۃ المفقود فای مانع لہ) لما الیس من المذہب خرج عنہ الی قول احمد بزعمہ وسوغ العمل بہ للضرورۃ الشدیدۃ ومبناہ علی شیئین ان یکون احمد قال بما یفیدہ وقد علمت بطلانہ وان احمد کمحمد بریٔ منہ والثانی ادعاء الضرورۃ وہو باطل بالضرورۃ عند کل من شاہد صنیعہ بعقل سلیم ودین قویم

وقد بین بطلانہ شیخنا المجدد حفظہ اللہ تعالی فی کتابہ المستطاب ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبدالباری بدلائل قاہرۃ سواطع باہرۃ جعلت البیان اجلی من العیان۔

(۲۵۰) **قال** والضرورۃ) ای فی ہدم المسجد وادخالہ فی طریق واسع من قبل فوق الحاجۃ وجعلہ مداس الاقدام وموطئ الجنب والحیض ومہیج الکلاب الدواب ومحط الابوال والارواث (اشد من ضرورۃ احتمال الزنا) التی ابیح لہا الفتیا بمذہب مالک فی عرس المفقود **فاقلت** لیس ہذا ایضا کما زعم وادعاء المرأۃ الضرورۃ فیہا ربما یکون کاذبا کما بینہ شیخنا فی عدۃ مواضع من فتاواہ المبارکۃ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ وان الحاجۃ تمس اشد من ہذا فی شابۃ من ذوات البیآت بموت زوجہا فتجلس مدۃ عمرہا بلا زواج لانہم یستقبحون النکاح الثانی تبعا لکفار الہند فاین مذہب تلک الدعادی لاتباع الرسم الجاہلی مع حلہا للازواج قطعا والعلم بعدم عود المیت الیہا یقینا وہہنا لا تقدر تصبر مع رجاء العود وکونہا محصنۃ قطعا وقول اللہ تعالی **والمحصنت من النساء** فما ہو الا وسوسۃ شیطانیۃ کما فی الحداد شق علی بعضہن اربعۃ اشہر وعشر او انہ کانت احدہن لترمی بالبعرۃ علی راس الحول کما فی الحدیث الصحیح وقد ارشد النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الی العلاج بقولہ ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم ثم لیس مذہب مالک ما زعمہ بعض ابناء الزمان من اہل لکھنؤ وغیرہا ان المرأۃ تتربص بنفسہا اربع سنین ثم تعتد عدۃ الوفاۃ وتنکح من شاءت حاشا مالکا ان یقول بہ وانما مذہبہ رضی اللہ تعالی عنہ ان المرأۃ ترفع الامر الی قاضی الشرع وہو یمہلہا اربع سنین من یوم رفعت ولا عبرۃ بما مضی قبلہ ولو عشرین سنۃ کما صرح بہ مالک نفسہ فی المدونۃ فاذا مضت ہذہ الاربع وتحقق ذلک عند القاضی حکم بموتہ فتعتد وتنکح ولا ادری کیف تفعل حینئذ من تنکح انہا ان لم تجد الزوج تزن ثم القائل با حل فیہا بقول مالک رجل من متاخری الناظرین ولم یجزم بہ بل قالہ علی الظن والتخمین قلت ہذہ الاسباب ہی التی صححت لصاحبنا القیاس اذ بہا قامت المساواۃ بین المقیس والمقیس علیہ بل فاقہ المقیس وذلک لان ادعاء الضرورۃ ہہنا الکذب ونسبۃ القول بما یوافق صنیعہ الی احمد لغلط واذہب اما قول احمد فقد علمت واما الضرورۃ فانما

یستند لہا الی ماوقع من القتل والاسر وہذہ مغالطۃ واضحۃ او مغلطۃ فاضحۃ فان الحکومۃ لم تکرہ احدا
علی اعطاء حصۃ من المسجد ولم یکن علیہ قتل ولا اسر بل علی نقض القانون ومعاوضۃ الحکومۃ ولولا
ذلک لم یکن شیٔ من المہالک علا انک فعلت مافعلت اذا نطفئت النیران وحصل الامان وجاء
الاعلان بمراعاۃ احکام الایمان فبای ضرورۃ کان منک ماکان فاذن صدقت فی قولک فان
المصائب کائنۃ) ان اردت انہا کانت وبانت وذہب وقتہا وجاء نائب السلطنۃ
لفصل الامر علی مقتضی الشریعۃ الشریفۃ الاسلامیۃ فصرفتہ الی ما اشرت وفعلت واخبرت المسلمین
ان احترام الاسلام وموافقۃ الاحکام فیما جعلت واعترفت فی دریقاتک ہذہ ان من وجوہ
الضرورۃ رضاء واحد من الحکام او اکثر اہل المحلۃ من اہل الاسلام مع ان الواحد القہار
یقول واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین اللہم احینا مؤمنین
وامتنا مؤمنین واحشرنا فی المؤمنین وصل وسلم وبارک علی سیدنا ومولینا محمد و
آلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین وانا العبد الفقیر المستجیر بربہ القوی من شر کل غبی وغوی عبدہ
امجد علی الاعظمی القادری البرکاتی الرضوی کان اللہ لہ وحقق املہ وصلی اللہ تعالی علی سیدنا
ومولینا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین فہذہ مائتان وخمسون خمسون علی ما صنع بمسجد کانفور من
ہناتہ ومائتان کاملتان علی وریقاتہ والحمد للہ علی ہباتہ وافضل صلواتہ واکمل تسلیماتہ علی سید
بریاتہ محمد وآلہ وصحبہ وذریاتہ والحمد للہ رب العلمین ۵

بشارت

ابانۃ المتواری نمبر ۱۲ صفحہ ۱۴ پر ایک فتوی مفصل لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا بحمدہ تعالی اُس خوفناک لکھا گیا
قامع الواہیات نمبر ۶ ۸ مین صفحہ ۵۰ سے صفحہ ۵۹ تک جو کلام جلیل کتاب مستطاب جد الممتار حاشیہ رد المحتار
کا منقول ہے اُن تمام مباحث پر حاوی ہے اور اُسکے علاوہ اور نمبرون مین بھی اسکی بحث ہے اور فضل الٰہی یہ کہ
وہ بیان ہمارے معزز کرمفرما جناب مولوی عبد الباری صاحب کو مقبول بھی ہو چکا اُسکے مقصد اعظم کا نہایت کافی و
وافی خلاصہ مولوی محمد حسین صاحب صدیقی میرٹھی نے اپنے اُس مضمون مین لیا جو اُنھون نے دربارہ مسجد کانپور مفتی
عبد اللہ صاحب ٹونکی کے رد خیالات مین لکھا اور ۲۸ ذی الحجہ ۳۱ کو زمیندار اور ۲ محرم ۳۲ کو دبدبہ سکندری
مین شائع ہوا اور ۲۲ ذی الحجہ کو قبل طبع مفتی ٹونکی اور جناب مولوی عبد الباری صاحب کی خدمت مین لکھنؤ
بھیجا مفتی ٹونکی صاحب نے تو آجتک اُس پر ہان نہ کچھ نہ کہا حالانکہ وہ اُنھیں کا رد اور اُس مین اُنھیں سے سوالات تھے

مگر مولوی لکھنوی صاحب نے اُسے نہایت نظر استحسان سے دیکھا اور اُسپر اظہار مسرت وشکر کا خط مولوی صدیقی صاحب کو باین عبارت لکھا بخدمت شریف مکرمی معظمی مولوی محمد حسین صاحب صدیقی دام مجدکم ۔ السلام علیکم ۔ مجھے جسقدر تاسف مولوی عبداللہ صاحب کی تحریر دیکھکر ہوا تھا وہ جناب کی تحریر کو پاکے دفع ہوا ۔ مین عجب کشمکش و پیچ مین تھا جس امر کا تحفظ تمام علما کرتے آئے اور مین نے باوجود ابتلا کے حتی الوسع کیا اُسکو مولوی صاحب موصوف نے چند حروف مین درہم برہم کردینا چاہا تھا فجزاکم اللہ خیر الجزا ۔ فقیر محمد عبد الباری عفا اللہ عنہ ۔

بشارت عظمے

الحمد للہ ہمارے معزز دوست مولوی صاحب لکھنوی کی انصاف دوستی نے اُنھین ارشادات ابانۃ المتواری کے قبول کی طرف بھی مائل کیا ۔ یہ فتوی قبل طبع ارسال خدمت ہوا تھا جسکی رسید مین ۱۴ محرم کو تحریر فرماتے ہین مولینا المعظم دام بالمجد والکرم ۔ بعد تسلیم بصد تکریم گذارش ہے کہ مین نے جواب سامی استفتاء مولوی سلامت اللہ صاحب دیکھا اللہ تعالی جناب کو بدیر ہمارے سرون پر زندہ وسلامت رکھے کہ جناب اپنی شفقت بزرگانہ سے ہماری لغزش کو درست فرماتے رہین اور ہمکو نیک مشورہ دیتے رہین آمین ثم آمین ۔ اُسی مین فرماتے ہین جسقدر امور جناب نے تحریر فرمائے ہین خدا کا شکر ہے کہ اُن سے مین غافل نہین ہون البتہ استحقاق مرور اور جواز مرور کا فرق نظر انداز ہوگیا تھا جس سے جناب نے متنبہ کردیا ہے مبارک وہ دل کہ حق کی طرف حقیقۃ رجوع کرین وباللہ التوفیق ۔

بَابُ المَسَاجِدُ

مسئلہ (   ) مسئولہ مولوی آفتاب الدین طالب العلم مدرسہ اہلسنت

کیا فرماتے ہیں علمار دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کی کوئی چیز مسجد کے کام سے فاضل ہو اور وہ چیز اس مسجد کے کام میں آنے کی نہیں ہے اور وہ چیز ایسی ہے کہ کثرتِ مدت تک بے کار رہنے سے نقصان ہونے کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں وہ چیز بیع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور مشتری اس چیز سے جو کام کرنا چاہتا ہے کرسکتا ہے یا نہیں۔ اور اگر مشتری ہندو ہو تو اس کے پاس بیع جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جب وہ چیز بے کار ہے اور اندیشۂ نقصان ہے تو فروخت کرکے قیمت مسجد میں صرف کریں، اور وہ اگر مسجد کے استعمال میں آچکی ہے تو بے ادبی کے موقع پر مشتری اس کے استعمال سے بچے اور ایسی چیز کافر کو بھی نہ دی جائے کہ وہ اس کا ادب ملحوظ نہ رکھے گا۔ بحرالرائق میں ہے واما الحصر والقناديل فالصحيح من مذهب ابي يوسف انه لا يعود الى ملك متخذه بل يحول الى مسجد آخر او يبيعه قيم المسجد للمسجد یعنی چٹائیاں اور قندیلیں اگر مسجد کے لئے بیکار ہوجائیں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ وہ دینے والے کی ملک کی طرف نہیں لوٹیں گی بلکہ کسی دوسری مسجد کو دے دی جائیں یا متولی مسجد انھیں مسجد کے کام میں صرف کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ے بحرالرائق، من الفتح، کتاب الوقف، فصل فی احکام المساجد ص۲۵۱ ج۵، فتح القدیر، کتاب الوقف فصل اختص المسجد باحکام ص۴۴۶ ج۵ مصباحی

مسئلہ ( ) مرسلہ عبدالحکیم صاحب شہر کانپور۔ محلہ مصری بازار مسجد محمد تقی ۲ ر رجب ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمار دین مسئلہ ذیل میں کہ جس مسجد میں شخصی حکومت ہو اس مسجد کی کیا حیثیت سمجھی جاوے گی اور اگر مصلیان غریب ہوں اور قوت مقابلہ کی نہ رکھتے ہوں تو ایسی صورت میں وہ مسجد سے علحٰدہ ہوسکتے ہیں یا نہیں۔ اگر مجبوراً مسجد میں جانا چھوڑ دیں تو گنہگار ہوسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

اگر امامِ مسجد صالحِ امامت نہ ہو یا فاسق فاجر ہو کہ اسے امام بنانا گناہ و مکروہ تحریمی ہو تو اہلِ محلہ متفق ہو کر ایسے امام کو معزول کر دیں اور اگر اپنے میں اتنی طاقت نہ پاتے ہوں کہ معزول کر سکیں تو اس مسجد کو چھوڑ کر کہیں دوسری مسجد میں نماز پڑھیں۔ غنیہ میں ہے۔ فی فتاویٰ قاضی خاں اذا کان امام الحی زانیا او اکل الربٰوله ان یتحول الی مسجد آخرو کذا ینبغی اذا کان فیه خصلة تکره بسببها امامته لان التحرز عن الکراھتہ اولیٰ من الاتیان بالفضیلة[1] اور اگر اس مسجد میں امام قابلِ امامت ہے کہ نماز میں کچھ کراہت نہیں ہوتی مگر متولی مسجد اہلِ محلہ کو انتظام میں دخیل نہیں ہونے دیتا جو جی چاہتا ہے وہ کرتا ہے دوسرے کی بات نہیں مانتا تو مسجد چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں البتہ جو ناجائز تصرفات کرے ان سے حسبِ استطاعت روکیں اور جب مقابلہ کی طاقت نہیں تو الزام اس پر ہے اہلِ محلہ بری ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ( ) مرسلہ حاجی ابوجُنید سیٹھ سانگلی ۱۴ ر شعبان ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمار دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ریاست سانگلی میں ایک مسجد کا سرمایہ عرصہ سے بیکار پڑا ہوا ہے اور اس مسجد میں کوئی موقع صرف کرنے کا نہیں ہے اس لئے اس سرمایہ کو مسلمانانِ سانگلی چاہتے ہیں کہ کسی تجارت میں لگا کر اس کا نفع مسجد کے کام میں لگائیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

---

[1] غنیہ ص۵۶۷۔

الجواب

سرمایۂ مسجد سے کوئی جائداد مسجد کے نام سے خریدی جائے اور اس کی آمدنی مسجد پر صرف ہوتی رہے اور خرچ کرنے کی ضرورت نہ ہو تو اسے محفوظ رکھیں کہ اس سے دوسری جائداد خریدی جائے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ الفاضل من وقف المسجد هل يصرف الى الفقراء قيل لا يصرف وانه صحيح ولكن يشترى به مستغلا للمسجد كذا فى المحيط[1] واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ( ) مرسلہ منشی محمد عبد العزیز خان صاحب انصاری کلکتہ ذکریا اسٹریٹ ۲۲ ۲۸ ذیقعدہ ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد خام جس کو قریب سو برس کے گذرتا ہے موجود ہے۔ اس کے متولی ہمیشہ سے سنت جماعت رہے اور ہیں لیکن درمیان میں ایک بیوہ مسماۃ نصیبا بیگم جو کہ مذہب شیعہ رکھتی ہے اپنے ثواب کے لئے اس مسجد خام کو پختہ بنوادیا بعد چند روز کے یہ دعویٰ کرتی ہے کہ میں نے بنوایا ہے اس لئے میں متولی ہوں۔ سنت جماعت کہتے ہیں کہ تم نے ثواب کے لئے بنوایا ہے۔ سنت جماعت کے مسجد کی متولیہ نہیں ہو سکتی کیونکہ تو مذہب شیعہ رکھتی ہے۔ پس شرعاً کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ مسجد سنیوں کی ہے اور سُنّی ہی اس کے متولی ہو سکتے ہیں یہ عورت رافضیہ جس نے اس کو پختہ کرایا ہرگز اس کی متولیہ نہیں ہو سکتی کہ اوّلاً مسجد بنانے والا کوئی اور ہے جس نے بنائی وہی واقف ہے۔ حق تولیت اس کو تھا، وہ نہیں ہے تو عام مسلمان سنی جس کو متولی بنائیں۔ بحر الرائق میں ہے الولاية للواقف ثابتة مدة حياته وان لم يشترطها وان له عزل المتولى[2]۔ رد المحتار

---

[1] مسجد کے وقف سے جو فاضل بچے وہ فقیروں پر خرچ کیا جائے گا یا نہیں؟ تو ایک قول یہ ہے کہ نہیں خرچ کیا جائیگا اور یہی قول صحیح ہے لیکن فاضل مال سے مسجد کیلئے کوئی ایسی چیز خریدی جائے جس کا کرایہ وغیرہ آیا کرے یہ محیط میں ہے ج ۲ کتاب الوقف۔ الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد ص ۳۵۰ قادری

[2] بحر الرائق کتاب الوقف ج ۵ ص ۲۳۱ - مصباحی

میں تاتارخانیہ سے ہے۔ اھل المسجد لو اتفقوا علی نصب رجل متولیاً لمصالح المسجد فعند المتقدمین یصح ولکن الافضل کونہ باذن القاضی ثم اتفق المتأخرون ان الافضل ان لا یعلموا القاضی فی زماننا لما عرف من طمع القضاۃ فی اموال الاوقاف[1] ثانیاً اگر یہ عورت متولیہ ہوگی تو یہ مسجد سنیوں کے ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ وہ اپنے مذہب کے لوگوں کو اس میں رکھے گی اور یہ سنیوں کے لئے سخت مضر ہے اور اس سے بڑھ کر کیا خیانت ہوگی اور خائن کو متولی نہیں کیا جاسکتا بلکہ اگر خود واقف بھی خائن ثابت ہو تو اسے معزول کردیں گے درمختار میں ہے۔ ینزع وجوبا لو الواقف فغیرہ بالاولی غیر مامون اوعاجزا او ظھر بہ فسق کشرب خمر ونحوہ ردالمحتار میں ہے وکذا اذا اجرھا الواقف سنین کثیرۃ فمن یخاف ان یتلف فی یدہ یبطل القاضی الاجارۃ ویخرجھا من ید المستاجر فاذا کان ھذا فی الواقف فالمتولی اولی ثالثاً جب فسق عملی کیوجہ سے متولی نہیں بنایا جاسکتا کما مر عن الدر المختار تو یہاں تو فسق اعتقادی ہے کہ یہ اس سے بدرجہا بدتر بلکہ روافض زمانہ کی علماء نے تکفیر کی۔ کما فی رد الرفضۃ[2] لشیخنا المجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کو کیسے وقف کا متولی کہا جائے گا اور وہ بھی مسجد کا بالجملہ اس مسجد کے متولی سنی ہی رہینگے وہ عورت ہرگز نہ متولی کیجائے واللہ تعالیٰ اعلم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے تعمیر مسجد کی غرض سے کچھ چیزیں مہیا کی لیکن

---

[1] ردالمحتار، کتاب الوقف ج ۳ ص ۴۴۹

[2] امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے ردالرفضۃ میں متعدد کتب فقہیہ کی تصریحات اور ائمہ ترجیح وفتاویٰ کی تصحیحات سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ "رافضی تبرائی جو حضرات شیخین صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ عنہما خواہ ان میں ایک کی شان پاک میں گستاخی کرے گرچہ صرف اسی قدر کہ انھیں امام وخلیفۂ برحق نہ مانے ایسے رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں" آل مصطفیٰ مصباحی

قبل اس کے کہ مسجد کا کام شروع ہو اس کا ارادہ ہوا کہ اشیائے فراہم شدہ سے بہتر اور پائدار چیزیں مسجد کیلئے مہیا کرے اور اپنے اس ارادہ کے موافق ایسی چیزوں کی فراہمی بھی زید نے شروع کر دی اس صورت میں زید کو شرعًا اختیار حاصل ہے یا نہیں کہ پہلی چیزیں کسی دوسرے مصرف میں صرف کرے۔ بینوا توجروا

الجواب: جو چیزیں اس نے مسجد کیلئے خریدیں اب اگر ان سے بہتر چیزیں مسجد میں لگانا چاہتا ہے تو انھیں فروخت کر کے اس قیمت کی دوسری چیزیں خرید کر اس مسجد میں لگا سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از ہوڑہ جان محمد رضوی۔ ۷ رمحرم الحرام ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک ہندو قوم کی زمین ہے جسمیں مسلمان مسجد بنانا چاہتے ہیں، اور وہ کسی طریقہ سے زمین دینے پر راضی نہیں۔ اب مسلمانوں نے بزور مسجد تعمیر کر لی تو اس مسجد کا کیا حکم ہے۔ یا متصل مسجد کے اسکی زمین تھی۔ مسجد میں شامل کر لی گئی تو اس مسجد میں نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: ہندو یا کوئی کافر اگر اپنی خوشی سے زمین مسجد کیلئے دے جب بھی مسجد نہیں ہو سکتی کہ مسجد ہونے کے لئے نیتِ تقرب ضرور ہے اور کافر اس کا اہل نہیں[1] اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ ان المسٰجد للہ[2] فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ لو جعل ذمی دارہ مسجد المسلمین وبناہ کما بنی المسلمون واذن لھم بالصلاۃ فیہ فصلوا فیہ ثم مات یصیر میراثا لورثتہ وھذا قول الکل کذا فی جواھر الاخلاطی۔ جب کافر کی زمین اسکی رضا سے بھی مسجد نہیں ہو سکتی تو جبراً لینے سے کب مسجد ہوگی۔ لعدم الاستیلاء للمسلم علی الکافر ھھنا رہا جواز نماز اسکے لئے مسجد شرط نہیں اسمیں اگر نماز پڑھی تو ہو جائے گی اور چونکہ حربی کی زمین ہے لہذا ارض مغصوبہ

---

[1] جب کافر اس کا اہل نہیں۔ تو بغیر ایمان لائے ہوئے اس کی نیتِ عبادت بھی معتبر نہیں۔ اشباہ ونظائر میں ہے لا ثواب إلا بالنیۃ اسی میں ہے۔ من شروط النیۃ الاول الاسلام ولذا لم تصح العبادات من کافر واللہ تعالیٰ اعلم

[2] نیز ارشاد فرماتا ہے۔ ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاھدین علی انفسھم بالکفر اولئک حبطت اعمالھم اسی آیت کے تحت تفسیرات احمدیہ میں ہے۔ فالمقصود ان اللہ تعالیٰ منع المشرکین عن تعمیر المساجد حال کونھم علی الشرک۔ ص ۲۹۸ ۱۲ مصباحی

میں جو کراہت تھی یہاں نہیں کہ غصب کیلئے مال محترم ہونا ضرور ہے۔ درمختار میں ہے۔ فلا یتحقق ای الغصب فی مال حربی۔ اور دوسری صورت یعنی اسکی زمین مسجد میں شامل کرلی گئی اسمیں جتنی زمین مسجد کی تھی اس حصہ میں نماز پڑھی تو مسجد کا ثواب پائیگا کہ اسکی مسجدیت بدستور ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ منیر بخش موضع ٹسوا متصل فرید پور ضلع بریلی ۸ صفر ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ رافضی لوگ اہلسنت وجماعت کی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔ انکو اپنے مسجد میں نماز پڑھنے دیں یا نہ دیں اور ان لوگوں سے کھانا وغیرہ رکھیں یا نہیں اور وہ کہتے ہیں کہ سنیوں نے امام علیہ السلام کو شہید کیا ہے اور سنت جماعت کہتے ہیں کہ رافضیوں نے کیا از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ روافض کو اہلسنت مسجد میں آنے سے روکدیں کہ یہ لوگ بزرگان دین کی توہین کرتے اور مسلمانوں کو ایذا دیتے ہیں اور ہر موذی کو مسجد میں آنے سے روکا جائے۔ ان کے یہاں کھانا پینا اور ان سے میل جول حرام حدیث میں ہے۔ ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ یہ تو وہ بھی جانتے ہونگے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خود انھیں نے شہید کیا جھوٹے محبت کے لمبے چوڑے دعوے کرکے بلایا اور پھر شہید کردیا۔ مولےٰ تعالیٰ ان کے شر سے مسلمانوں کو بچائے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از رائے پور سی پی محلہ بنجناتھ پارہ مرسلہ مرزا محمد اسمٰعیل بیگ صاحب ۱۰ صفر ۴۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؛ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مخدومنا ومکرمنا حامی شریعت ماحی بدعت عالی جناب معلی القاب حضرت مولینا صاحب قبلہ زید مجدکم پس از سلام مسنون عرض پرداز مدعا ہوں کہ اس شہر میں ایک مسئلہ چند روز سے چند اشخاص کی وجہ سے رونما ہوا ہے شہر میں ایک مسجد ہے جو جامع مسجد کہلاتی ہے اسکی کمیٹی کے چند افراد نے عام مسلمانوں کی مرضی کے خلاف اس مسجد کو مسجد محلہ سے موسوم کیا ہے اور اب یہ کہتے ہیں کہ اب وہ جامع مسجد نہیں ہے حالانکہ اسکی تعمیر کے لئے جو روپیہ وصول کیا گیا وہ جامع مسجد کے نام سے وصول کیا گیا اور اب تک اسکے اشتہارات رجسٹروں کتابوں رسید بہیوں میں جامع مسجد ہی لکھا پڑھا جاتا ہے اور مشہور رہی ہے کہ وہ جامع مسجد ہے اس نام نہاد کمیٹی کو حضرت مجدد ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ فتویٰ بھی دکھلایا گیا پڑھ کر سنایا گیا جو احکام شریعت صفحہ ۱، ۲،

پر مرقوم ہے جس کے سوال کا مفہوم ہے کہ جو مسجد جامع مشہور رہے وہ جامع مسجد ہی کہلائیگی۔ لیکن افسوس کہ کمیٹی کے افراد کو باوجود اسکے کہ وہ اپنے آپکو سنی حنفی کہلاتے ہیں اس فتوٰی کے ماننے میں تامل ہوا برخلاف اس کے کہ انھوں نے تمام مسلمانان رائے پور کے نمائندگان کے مقابلے میں جو نمائندگان مقرر کئے اسمیں ایک ایسے شخص کو شریک کیا اور اسکا سہارا ڈھونڈھا جو علمائے دیوبند کا ماننے والا ہے اور انکا ہم خیال ہے حتی کہ قاضی شہر جو اس نام نہاد کمیٹی کے رکن اعلیٰ ہیں انھوں نے اعلان کیا کہ ہم اپنی طرف سے نمائندہ مولانا محمد یٰسین صاحب کو رکھتے ہیں یہ مولوی محمد یٰسین شہر کے ان لوگوں کے سرغنہ ہیں جو علمائے دیوبند کے پیرو اور ان کے معتقد ہیں رشید احمد گنگوہی اور اشرف علی تھانوی کو اپنا پیشوا اور سردار مانتے ہیں۔

پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا مسجد مذکورہ جامع مسجد ہے یا کیا۔ اور ایسی کمیٹی اور ایسے قاضی کے متعلق کیا احکام ہیں جو ایسے اشخاص کی مدلیتی ہو اور انکے ناموں کو ایسی عزت سے پکارتی ہو ؟ **بینوا توجروا**

الجواب :۔ جب اس شہر میں یہ مسجد جامع مسجد کے نام سے مشہور ہے اور جامع مسجد ہی کہکر چندے لئے گئے اور لوگوں نے اسی نام سے دیئے اور وہاں جمعہ بھی ہوتا ہو تو اب جامع مسجد ہی مانی جائے گی اور مسجد جامع کے ہی احکام اس پر جاری ہونگے مسجد محلہ اگر اسے کوئی کہے تو اس کے کہنے سے جامع مسجد ہونے سے خارج نہ ہوگی مسجد محلہ کے یہ معنٰی نہیں کہ کسی محلہ میں واقع ہو ایسا ہو تو ہر جامع مسجد کا تمام محلوں سے خارج ہونا ضرور ہوگا جامع مسجد وہ ہوتی ہے کہ عامۂ مسلمین شہر اسمیں جمعہ ادا کرتے ہوں اگرچہ پنجوقتہ نماز بھی اس میں ہوتی ہے اسلئے عمومًا جوامع بلاد مساجد محلہ سے بڑی ہوتی ہیں کہ انمیں صرف اہل محلہ ہی کی نماز مدنظر نہیں ہوتی بلکہ دوسرے محلوں سے بھی لوگ آتے ہیں لہذا مسجد جامع کی تفسیر ردالمحتار میں یہ فرمائی۔ ای الذی جماعتہ اکثر من مسجد الحی۔[۱] اور وہابیہ دیوبند کہ توہین خدا جل جلالہٗ وتنقیص شانِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرتے یا ان کو اپنا پیشوا قرار دیتے یا کم ازکم مسلمان ہی جانتے ہیں موافق فتوای علماء حرمین طیبین کفار ہیں ان علماء کے فتاویٰ حسام الحرمین میں مذکور ہیں وہ فرماتے ہیں ۔ من شك فی عذابہ وکفرہ فقد کفر۔ ایسی کمیٹی جس میں وہابیہ کی مداخلت ہو

---

[۱] ردالمختار ج ۱ ص ۴۸۸ مطلب فی افضل المساجد ۱۲ مصباحی

بلکہ وہابی کو اس نے اپنا سرغنہ بنا رکھا ہو ہرگز قابل اعتبار نہیں ، جامع مسجد سے اس کمیٹی کو کوئی تعلق شرعًا ہوسکتا ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ انتظامِ مسجد اس کمیٹی کے ہاتھ سے علٰیحدہ کریں، اور سُنّی متدین کارگزار اراکین مقرر کریں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ : ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ کہ دریں در پار چاٹگام مسجدے قریب از مدت دو صد و شصت و پنج سال بنام جامع مسجد است ۔ در اطراف صحن آں مسجد دیوارے سنگے است ۔ گاہ گاہ چوں مصلیاں در مسجد نگنجند در صحن وہم صف کنند ۔ چند سال شد کسے از حامیاں دین اسلام از تائید مسلمانان نصف صحن را از فرش، سنگین و سقف پختہ شامل مسجد ساختہ اند ۔ ومصلیاں بآسانی نماز میگزارند و در جانب یمین صحن ہست نل آب جاری جہت وضور مصلیاں بود، اما بجانب مصلیاں آں نل جاری بسیار قلیل بود ۔ لہٰذا مصلیاں بتکالیف گوناگوں بل از جماعت ہم محروم ماندندے ۔ پس برائے دور کردن آں تکالیف بعض خادمان اسلام در جانب جنوب آں صحن حوضے کلاں کہ در یک وقت سی و پنج کس وضور توانند کرد ۔ ساختہ اند ۔ بوقت کندیدن در تہ آں قدرے خاک ممیز از جنس خاک یافتہ شد ۔ بعضے گفتند استخواں رمیمہ است ۔ بعض گفتندے و چنین شخصے در شہر چاٹگام یافتہ نشد کہ در اینجا نشان قبر دید ونیز اندرون دیوار صحن قبر شدن ممکن ہم نیست ۔ زیراکہ بروں صحن بسیار قبر پختہ موجود است ۔ تاہم آں خاک بجائے دیگر در زیر خاک نہادہ شد ۔ ہمہ مسلمانان متفق شدہ تعمیر حوض کنانیدند و مصلیاں بسہولت تمام وضو نماز می گزارند ۔ اکنوں بعض کساں بخیال آنکہ چوں آں نلہا مسدود شد ثواب ہم منقطع شد ۔ و حوض دہندہ جمیع ثوابہا میگرند ۔ بر حوض دہندہ حسد کردہ می گویند کہ دریں حوض وضو کردن درست نباشد ۔ بدو وجہ اول اینکہ آں قبرستان واقع شدہ ۔ دوم اینکہ دہندہ برائے نام و ریا دادہ است ۔ پس بے نشان ونمونہ قبر عدم ثبوت قبر بشہادت شاہداں بر چنین خاک مثل استخواں رمیمہ دیدہ آنجا را قبرستان شمردن لازم باشد یا نہ ۔ بر تقدیر اول در انجا حوضے وخانہ و مسجد وغیرہ ساختن درست باشد یا نہ ۔ بر تقدیر ثانی انجا را صحن مسجد ساختن یا از نصف صحن را داخل مسجد کردن جائز است ۔ یا نہ و بر کسیکہ چنین کار عظیم برائے تائید دین کردہ است وطعن تشنیع کردن وبحقارت نظر کردن ۔ بحسب شریعت محمدیہ چہ حکم دارد ؟ بینوا توجروا

الجواب : ــــ بمجرد ایں چنین خاک در تہ آں حوض یافتن ثبوت قبر نمی شود خصوصًا در آنجائیکہ بینندگاں

راہم یقین نیست کہ این خاک استخوان مردہ است واز شک حکمے ثابت نمی گردد برائے ثبوت قبرستان این چنین شک
کافی نیست بلکہ ضرور ہست کہ ساکنان موضع گواہی دہند کہ این قبرستان ست مردہا را در ینجا دفن کردہ
بودند من دیدہ ام یا لا اقل قبرستان بودن معروف و مشہور است اگرچہ نشان قبر فی الحال موجود نیست پس
تا وقتیکہ ثابت نشود قبرستان چگونہ قرار می دہند لہٰذا اگر حوض خارج مسجد تعمیر کردہ شدہ است باکے ندارد
ریا فعل قلب است ایشاں بہ نیت و ارادہ اش چگونہ مطلع شدند کہ بانی حوض بطور ریا تعمیر کرد۔ وگمان
بدبسوئے مسلم حرام۔ قال اللہ تعالیٰ۔ یا ایہا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[1]
واگر فرض کردہ شود کہ بقصد ریا بنا کرد نہ خالصاً لوجہ اللہ پس از ثواب محروم خواہد گشت اما وضو در آں نادرست گفتن
غلط است۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ از اجمیر شریف مسئولہ محمد بشارت علی ۲۰ ربیع الآخر ۴۴ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کی آمدنی دوسرے کسی کام میں صرف کی جاسکتی ہے
بجز اس کے اصراف کے ؟

(۲) مسجد کی بے ادبی اور بے حرمتی کرنا کہاں تک درست ہے ؟

(۳) مسجد خانہ خدا کو دانستہ ویران کرنا کہاں تک درست ہے ؟

(۴) جو منتظمان مسجد ایسا کرتے ہیں انکے لئے شرع شریف میں کیا سزا مقرر ہے ؟

الجواب (۱) ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں صرف نہیں کیجا سکتی ردالمحتار میں ہے۔
لا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد اٰخر سواء کانوا یصلون فیہ اولا وھو الفتویٰ حاوی القدسی۔[2] واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) یہ لفظ بہت عام ہے بعض حرام بعض مکروہ بعض خلاف اولیٰ۔ کسی خاص امر کی نسبت سوال ہو تو جواب دیا جائے
اور ادب یہاں تک کیا جائے کہ مسجد کا کوڑا بھی ایسی جگہ نہ ڈالا جائے جہاں نجاست یا گندگی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) مسجد کو ویران کرنا یعنی منہدم کردینا جبکہ بقصد تعمیر نہ ہو اور بلاوجہ ہو تو حرام ہے قال اللہ تعالیٰ

---

[1] پ ۲۶ ر ۱۴ سورہ حجرات۔ [2] ردالمحتار ج ۳ ص ۴۰۶ ۱۲ مصباحی

من اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعیٰ فی خرابہا[1]۔ اور اگر ویران کرنے سے یہ معنیٰ ہیں کہ اس پاس والے نماز پڑھنے نہیں جاتے کہ نمازیوں سے مسجد آباد ہوتی تو بُرا کرتے ہیں اور ترک جماعت کرتے ہیں تو بھی گنہگار ہیں حدیث میں ہے لاصلٰوۃ لجار المسجد الا فی المسجد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) حکم اوپر مذکور ہوچکا اور سزا کا بیان جرم کی نوعیت معلوم ہونے پر موقوف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از جے پور گھاٹ دروازہ پوسٹ نمبر ۱ مرسلہ فیاض الدین ۲۶ رجب ۴۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جسمیں قدیم سے حنفی نماز پڑھتے آئے ہیں اب محض جاہل مسلمان نجدی وہابیوں کے گمراہ کرنے سے بعض لوگوں نے مذہب حنفی ترک کردیا ہے اور وہ ناخواندہ مسلمانوں کو بہکار ہے ہیں اور اس طرح مسلمانوں میں فتنہ پھیلا رہے ہیں ایسی صورت میں جب کہ قوی اندیشہ ہو کہ وہ جاہل مسلمان گمراہ ہوجائیں گے اور عملاً ہو بھی گیا۔ کیا نجدی وہابیوں کو جو سخت غیر مقلد ہیں اور مقلدین کو گمراہ و کافر بناتے ہیں مسجد میں سے نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- بیشک غیر مقلد وہابی کو مسجد سے روکا جائیگا کہ اوسکے مساجد میں داخل ہونے سے طرح طرح کے فتنے ہوں گے اور انسداد فتنہ واجب، حدیث صحیح میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم تم اپنے کو ان سے دور رکھو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں اور بیشک یہ لوگ حنفی سنی مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں لہٰذا مسجد میں نہ آنے دیا جاوے نیز حدیث میں ہے لاتصلوا معھم ولاتصلوا علیھم تم ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو انکے جنازہ کی نماز نہ پڑھو، جب ہمیں ان کے ساتھ نماز پڑھنے کی ممانعت ہے تو ہم اپنی مسجدوں میں انھیں کیوں آنے دیں نیز ان کے آنے سے مسلمانوں کو تشویش ہوتی اور ان کا مسجدوں میں وجود قاطع خشوع ہے اور ایسی چیز جس سے تشویش پیدا ہو مسجد سے روکی جاتے۔ نیز یہ لوگ ائمہ کرام مجتہدین عظام کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں ان کے ساتھ گستاخی کرتے ہیں اور ایسی باتیں کرتے ہیں جس سے مسلمانوں کو ایذا ہوتی

---

[1] پ۱ رکوع ۱۴، بقرہ۔ مصباحی

ہے اور موذی کو مسجد سے دفع کرنے کا حکم ہے یہاں تک کہ خام لہسن و پیاز کھاکر مسجد میں آنا منع ہے
اور اس کی علت حدیث میں یہ فرمائی فان الملٰئکۃ تتاذی مما یتاذی منہ الانس۔ اسی واسطے درمختار
میں فرمایا واکل نحو ثوم ویمنع منہ وکذا کل موذ ولو بلسانہ[۱]
ردالمحتار میں عینی شرح صحیح بخاری سے ہے۔ والحق بالحدیث کل من اٰذی
الناس بلسانہ وبہ افتٰی ابن عمر وھو الاصل فی نفی کل من یتاذی
بہ[۲] جب مطلقاً موذی کو مسجد سے روکنے کا حکم ہے تو وہ شخص جس سے عقائد خراب
ہوتے اور گمراہ ہونے کا خوف ہو بدرجہ اولیٰ دفع کیا جاوے گا کہ اس سے زیادہ
کیا چیز سبب ایذا ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مٹی کا تیل
مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ تیل کی بھری دری پر جسمیں تیل کی چکناہٹ سے بو ہو گئی نماز جائز ہے یا نہیں

الجواب:۔ مسجد میں مٹی کا تیل جلانا ممنوع ہے کہ اسکی بو سے ملٰئکہ کو ایذا ہوتی ہے درمختار میں ہے
اکل نحو ثوم ویمنع منہ وکذا اکل موذ۔ عینی شرح صحیح البخاری پھر ردالمحتار میں ہے یلحق بمانص علیہ
فی الحدیث کل مالہ رائحۃ کریھۃ ماکولا او غیرہ[۳] تیل کی بھری دری پر نماز ہوجائے گی مگر چراغ جلانے
میں احتیاط کیجائے کہ مسجد کا فرش یا جانماز آلودہ نہ ہو اور ہوجائے تو اسے صاف کرلیا کریں اسکی نوبت ہی کیوں آئے
کہ اسمیں بو پیدا ہوکر باعث ایذا ہو۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از بڑودہ مرسلہ محمد عثمان عیش ۲۰ ذی الحجہ ۲۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مرقومۃ الذیل مسائل میں۔ اگر کوئی شخص بڑی رقم
یا مکان وغیرہ یا چند لوگ چندہ کرکے ایک معقول رقم مسجد میں اس غرض سے دیں کہ اس رقم سے ختم تراویح

---

[۱] درالمختار ج ۱ ص ۴۸۹ مطلب فی الغرس فی المسجد ۱۲ [۲] ردالمحتار ج ۱ ص ۴۸۹، ۱۲ [۳] ردالمحتار ج ۱ ص ۴۸۹ مطلب الغرس فی المسجد مصباحی

کے موقع پر اور ربیع الاول میں بعد وعظ شیرینی تقسیم کیجاوے اور واعظ صاحب کو اور تراویح خواں حافظ صاحب کو کچھ رقم اسمیں سے دیجائے اور رمضان المبارک کی ستائیسویں شب اور شب عیدین وغیرہ مبارک راتوں میں خوب روشنی کیجائے تو شرعًا یہ امور مذکورہ رقم سے کرنا درست ہیں یا نہیں ؟

مسئلہ (۲) ایک شخص نے ایک مکان و زمین وغیرہ مسجد کیلئے وقف کردی اور کچھ شرط نہیں کی کہ اسکا نفع مسجد کے کس کام میں صرف کیا جاوے لیکن اسکو معلوم ہے کہ مسجد کی آمدنی وقف مذکورہ بالا امور میں بھی صرف ہوتی ہے اور اسکے مکان و زمین موقوفہ وغیرہ کی آمدنی بھی مذکورہ بالا امور میں صرف کرنیسے وہ ناخوش بھی نہیں۔ بلکہ خوش ہے پس اس شخص کو اس مکان و زمین موقوفہ بلا شرط کی آمدنی مذکورہ بالا امور میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں ؟

مسئلہ (۳) مسجد کی املاک موقوفہ بلا شرط کی آمدنی اسقدر ہو کہ مسجد کے اخراجات کے علاوہ اس آمدنی کو مذکورہ بالا امور میں صرف کرنیکے بعد بھی ۱۰۰ سو ۲۰۰ دو سو روپیہ کی سالانہ بچت ہے پھر ایسی آمدنی کو مذکورہ بالا امور میں صرف کرنا درست ہے یا نہیں ؟

مسئلہ (۴) اگر مسجد کی املاک موقوفہ بلا شرط آمدنی اتنی کم ہے کہ جو اخراجات مسجد کیلئے کافی نہیں یا اخراجات مسجد کیلئے تو کافی ہے مگر مذکورہ بالا امور میں اس آمدنی کو صرف کریں تو کچھ رقم نہیں بچتی یا دس ۲۰ بیس روپیہ کی قلیل رقم بچتی ہے تو ان مذکورہ صورتوں میں اس مسجد کی آمدنی وقف بلا شرط کو مرقومہ بالا امور میں صرف کرنا شرعًا جائز ہے یا نہیں ؟

مسئلہ (۵) اگر مسجد کی املاک موقوفہ بلا شرط کی آمدنی اسکے اخراجات سے دوگنی چوگنی ہے اور اس کی املاک موقوفہ موجودہ کو دیکھتے ہوئے یہ گمان بھی نہیں ہوتا کہ اس آمدنی کو کچھ نقصان پہنچے گا پس اس آمدنی کی کچھ رقم مدارس اسلامیہ میں دینا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب (۱) یہ امور مذکورہ جائز ہیں واعظ یا حافظ کی خدمت ایک پسندیدہ امر ہے یونہی بعد ختم تراویح یا بعد میلاد شریف شیرینی کا تقسیم کرنا بھی جائز، مبارک راتوں میں جہاں کثرتِ روشنی کا رواج ہے تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں کہ اس سے مقصود اظہار شوکت اسلام ہے۔ اور عوام کے

ذہنوں میں ان راتوں کی عظمت کا متمکن کرنا جس طرح حرمین طیبین کی دونوں مسجدوں میں بکثرت روشنی ہوتی ہے اور فقہاء بھی اسے جائز بتاتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ اگر کہیں دوسری جگہ بھی عادت ہو جائے تو جواز کا حکم ہوگا۔ یوں ہی اگر دینے والا رات بھر مسجد میں چراغ جلانے کیلئے رقم دے تو رات بھر جلائینگے وقت ضرورت تک ہی نہ رکھینگے۔ عالمگیری میں ہے۔ ولا یجوز ان یترک فیه کل اللیل الا فی موضع جرت العادة فیه بذلک کمسجد بیت المقدس ومسجد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم والمسجد الحرام اوشرط الواقف ترکه فیه کل اللیل کما جرت العادة به فی زماننا کذا فی البحر الرائق[1] ۔ جن لوگوں نے رقوم یا مکان وغیرہ اسلئے دیئے کہ امور مذکورہ میں صرف ہوں تو انکی رائے کے موافق صرف کریں انکے علاوہ دوسرے امور میں وہ رقم صرف نہیں کیجا سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲ تا ۵) اگر واقف نے وقت وقف اسکے مصارف کی تعیین کردی ہے تو آمدنی کو اس شرط کے موافق خرچ کریں۔ لان شرط الواقف کنص الشارع اور اگر شرط واقف کا علم نہ ہو یا اس نے شرط کی ہی نہیں تو آمدنی جو کچھ ہو اسے عمارت مسجد پر صرف کریں اور بعد عمارت جو کچھ بچے حسب ضرورت تنخواہ امام ومؤذن اور چراغ بتی فرش وفروش ودیگر ضروریات مسجد میں خرچ کریں جو جائداد کہ مسجد پر وقف ہے اسکی آمدنی سے نہ واعظ کو دیا جاسکتا ہے نہ میلاد شریف یا ختم تراویح کی شیرینی اس سے تقسیم کی جاسکتی، اور نہ ضرورت سے زیادہ اس سے روشنی کی جاسکتی ہے۔ درمختار میں ہے ویبدأ من غلته بعمارته ثم ما هو اقرب بعمارته کامام مسجد ومدرس مدرسة یعطون بقدر کفایتهم ثم السراج والبساط کذلک الی اٰخر المصالح وتمامه فی البحر وان لم یشترط الوقف لثبوته اقتضاء[2] یونہی مسجد کی جائداد موقوفہ کی آمدنی کو مدارس میں بھی صرف نہیں کرسکتے درمختار میں ہے۔ اتحد الواقف والجهة وقل مرسوم بعض الموقوف علیه بسبب خراب وقف احدهما جاز للحاکم ان یصرف من فاضل الوقف الاٰخر علیه لانهما حینئذ کشئی واحد وان اختلف احدهما بان بنی رجلان مسجدین او رجل مسجدا ومدرسة

---

[1] عالمگیری ج ۲ ص ۳۴۸۔ الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به ۱۲ [2] درمختار ج ۳ ص ۴۱۳ مطلب فی حکم الوقف ۱۲ مصباحی

دوقف علیهما او قانا لا یجوز له ذلک[۱] واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مسجد بنوائی نمازی جو اس مسجد میں آئے ان میں سے بعض کو دو ایک مرتبہ بوجہ ذاتی مخالفت کے مسجد میں آنے سے روکدیا عمرو کا خیال ہے کہ چونکہ زید نے مسجد میں آنے سے لوگوں کو روکا۔ لہذا اسکا یہ فعل مسجد کو اپنی ملک ہونا ثابت کرتا ہے۔ لہذا یہ مسجد مسجد ہی نہیں رہی۔ شرع شریف کا اس میں کیا حکم ہے۔

مسئلہ (۲) اگر کسی مسجد کے قریب بھی دوسری مسجد کسی شخص نے بنوائی۔ وہ مسجد مسجد سمجھی جائیگی یا نہیں؟

الجواب (۱):۔ جب اس مسجد کا مسجد ہونا ثابت ہوگیا تو اب اگرچہ بنانے والا چاہے بھی کہ میں اپنی ملک قرار دیدوں تو نہیں کرسکتا۔ قال اللہ تعالیٰ ان المسٰجد للہ اور نہ اسے نمازیوں کو بلا وجہ شرعی مسجد میں آنے سے منع کرنیکا کوئی حق ہے وہ اور دیگر مسلمان اس میں نماز پڑھنے کا یکساں حق رکھتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲):۔ مسجد کے قریب جو مسجد ہے وہ بھی مسجد ہے بلا وجہ اسے مسجد کے حکم سے کیونکر خارج کرسکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از پالی مارواڑ ٹھکانہ بوسی کی گلی مرسلہ جناب عبدالرحمٰن ولد اللہ رکھا چھیپا ۴ شعبان ۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں تیل گھاسلیٹ اسکی بدبو کسی عطر وغیرہ کی روح ڈالکر اڑاویں اور جلایا جاوے تو جائز ہے یا نہیں اور ایک ڈبہ بھر میں عطر کی روح کتنی ڈالنی چاہئیے اس کا اندازہ پورے طور سے لکھکر روانہ کریں؟

الجواب:۔ مٹی کا تیل نجس نہیں بلکہ پاک ہے۔ اور بدبو کی وجہ سے اسکا مسجد میں جلانا ممنوع ہے۔ درمختار میں ہے۔ ویکرہ اکل نحو ثوم ویمنع منه وکذا کل موذ ردالمحتار میں ہے ای کبصل ونحوه مماله رائحة کریهة للحدیث الصحیح ویلحق بمانص علیه فی الحدیث کل ماله رائحه کریهة ماکولا کان اوغیرہ[۲]

---

[۱] درمختار ج ۳ ص ۸۰۔ ۴ مطلب فی مالو خرب المسجد او غیرہ ۱۲ [۲] ردالمحتار ج ۱ ص ۴۸۹ - ۱۲ ملیباری

جب اس کے جلانے کی ممانعت بدبو کی وجہ سے ہے تو اگر کسی چیز سے اسکی بو دور کردی جائے تو اب جلانے میں کوئی حرج نہیں۔ روغن سنترہ اسکی بو کو بالکل دور کردیتا ہے۔ اس کا اندازہ آپ لوگ خود کرسکتے ہیں کہ کتنے میں اسکی بو جاتی رہے گی، اسکوڈال کر دیکھئے جب تیل کی بدبو نہ رہے۔ مسجد میں جلائیے۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ ازمقام جودھپور مارواڑ مسجد لوہاران مرسلہ جناب شیخ محمد حسین صاحب امام مسجد ۷ محرم ۱۳۴۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی مشرک اخلاق کیساتھ کسیطرح کی نیت سے یعنی ایک ہندو ذات دھوبی مسجد میں آکر چراغوں میں تیل ڈالے، یا دے جاوے، واسطے روشنی کے تو وہ تیل مسجد میں جلانا کیسے جائز ہے یا نہیں، یہاں بعض لوگ فرماتے ہیں کہ تیل میں کیا حرج ہے کہ جسکے جلانے سے مسلمانوں کے ذمہ گناہ لازم آتا ہے، اور بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں اور گھن لاتے ہیں کہ دھوبی کا خود ہندو رذیل قوم چھینٹا لیتی اور اس سے پرہیز کرتے ہیں، لہذا بوجہ کراہیت وہ تیل باہر پھینک دیا گیا اور دوسرے روز اس کو تیل لانے سے روک دیا گیا، تو اس نے مایوس ہو کر کہا کہ تمکو خدا سمجھے جب اس بات کا چرچہ ہوا۔ تو آپ کو لکھا گیا۔ شرعاً جو حکم ہو تحریر فرمائیے۔

الجواب :۔ کافر اگر مسجد میں تیل جلانے کیلئے دیتا ہے تو یہ تیل مسجد میں جلایا جاسکتا ہے۔ اسکی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ولو قال (ای الذمی) یسرج بہ بیت المقدس اویجعل فی مرمۃ بیت المقدس جاز۔ دھوبی اگرچہ ہندوں میں رذیل قوم ہے۔ مگر اسکے تیل میں کیا نقصان ہے جسکی وجہ سے ممانعت کی جاتی ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین نقشہ بالا جو معہ مسجد نقشہ[عہ] حوض ہے، الف تک تمام حوض کھلا ہوا تھا، اسیطور پانچ یا کم زیادہ برس تک رہا، بعد میں بچہ یا نابینا وغیرہ کے گرنے کے خوف سے تمام حوض پر فرش بچھا گیا، اور وضو کرنیکی جگہ کھلی رکھی، اور اب ہمیشہ بیس ۲۰ پچیس برس سے اس پر ہمیشہ نماز پڑھی جاتی ہے آیا۔

عہ طوالت کے خوف سے نقشہ حذف کر دیا گیا ہے۔ ۱۲

ع۱ صحن مسجد میں حوض بنانا کیسا ہے ؟

ع۲ صحن مسجد میں قبر بنانا کیسا ہے ؟

ع۳ صحن مسجد میں بنایا گیا تو یہ حوض خارج مسجد ہوگا یا داخل مسجد اور اس میں وضو وغیرہ کا کیا حکم ہے ؟

ع۴ صحن مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے ۔ مکروہ ہے یا نہیں ؟

ع۵ صحن مسجد میں حالت جنابت والا اور حیض والی کا جانا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز ؟

ع۶ صحن مسجد داخل مسجد ہے یا فنائے مسجد ہے ۔ اور فنائے مسجد میں حالت جنابت والے کا جانا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز یا مکروہ ؟

ع۷ جو حوض مسجد کی بنار کے وقت مسجد کے ساتھ بنایا گیا ہو وہ حوض خارج مسجد ہوگا یا داخل مسجد کا حکم رکھے گا ؟

ع۸ جو حوض کے فنائے مسجد میں بنایا گیا وہ حکم میں داخل مسجد کے ہوگا یا کیسا اور فنائے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے ؟

الجواب (۱) :۔ صحن مسجد یعنی مسجد کا وہ حصہ جسمیں عمارت نہیں ہے ، جسے مسجد صیفی کہتے ہیں یہ مسجد ہی ہے ، اور اس حصہ میں بعد تمام مسجدیت حوض نہیں بنایا جاسکتا ، اور اگر مسجد بناتے وقت قبل تمام مسجدیت حوض بنائیں تو بنا سکتے ہیں ، کہ ابھی تک وہ جگہ مسجد نہیں ہے ، یوہیں اگر صحن مسجد سے مراد وہ جگہ ہے جو فرش مسجد کے بعد جوتے وغیرہ اوتارنے کیلئے ہے ، یا بیکار پڑی ہے اور اس غرض سے ہے کہ اگر کبھی مسجد بڑھانے کی ضرورت ہو یا غسل خانہ وغیرہ ضروریات مسجد کیلئے کام میں لائی جائیگی ، تو اس میں بھی حوض بنا سکتے ہیں کہ یہ بھی حقیقتاً مسجد نہیں ہے بلکہ وہ ایسی ہی اغراض کیلئے ہے ، درمختار[۱] میں ہے

لو بنی فوقه بیتا للامام لایضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدیة ثم اراد البناء منع ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) قبر بنانا جائز نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ع۱ درمختار ج ۳ ص ۴۰۶ مطلب فی احکام المسجد ۱۲ مصباحی

الجواب (۳) :۔ جواب سوال اوّل سے اسکا جواب معلوم کیجئے۔ اگر اندرون مسجد بعد تمام مسجدیت حوض بنایا گیا تو یہ بنانا ناجائز اور اس میں وضو ناجائز بلکہ اسے پاٹ دینا ضرور۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) :۔ صحن مسجد کا اطلاق کبھی مسجد کے اس حصہ پر ہوتا ہے جو مسقف نہیں، جس کو عرف فقہار میں مسجد صیفی کہتے ہیں، اور کبھی اس جگہ پر ہوتا ہے جو ملحق مسجد ضروریات و مصالح مسجد کیلئے ہے اوّل میں نماز جنازہ مکروہ ہے، دوسری میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۵) :۔ صحن مسجد بمعنی اول میں ناجائز اور بمعنی ثانی میں جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۶) :۔ جواب سوال ۲ سے اسکا بھی جواب واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۷) :۔ یہ حوض کہ بنائے مسجد کے وقت قبل تمام مسجدیت بنایا گیا۔ خارج مسجد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۸) :۔ وہ خارج مسجد ہے۔ اور اس میں نماز جنازہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از بانسی مارواڑ مرسلہ جناب امیر احمد مدرس مدرسہ اسلامیہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بانسی کی بڑی مسجد کا بسوئے شرق ایک شمالی گوشہ اس قسم کا واقع ہے کہ ایک جانب سے تو فنائے مسجد اور اسکے مابین کچھ حائل نہیں اور ایک سمت سے دالان مسجد اور اسکے مابین کچھ حائل نہیں بلکہ ایک عرصہ سے تو دونوں جانب سے منضم و مدغم رہا اور مربع رہا۔ یعنی تین چار گز کا طول اور اسیقدر عرض کا البتہ اس گوشہ کا فرش دالانِ مسجد سے ملتا ہموار رہا۔ اور فنائے مسجد کا فرش اسکی نسبت کسی قدر ناہموار رہا۔ اب اس گوشہ اور فنائے مسجد کے مابین عدم حیلولت کے باوجود قدیم سے عرصہ تک اس میں سامان کا رہنا پھر سامان ہی کیلئے اسی کا حجرہ بنایا جانا، اور حجرہ بننے پر اسکا دروازہ فنائے مسجد میں رکھا جانا، یہ ایسے امور ہیں کہ اسکے فنائے مسجد میں داخل ہونے پر دال ہیں، اسمیں ایک عرصۃ تک تو سامان مسجد پڑا رہا، اور جوتے بھی رکھے گئے، اور بچی ہوئی جگہ پر تنگی کے وقت پر نماز بھی پڑھی گئی، اور اسکی چھت پر بھی نماز پڑھی جا چکی ہے، اس گوشہ کا نقشہ قدیمہ نمبرا[عہ] ملاحظہ فرمائیں و ایک عرصہ کے بعد وہی گوشہ دالانِ مسجد میں دیوار حائل کرتے ہوئے مسجد میں اسکا دروازہ قرار دیتے ہوئے

عہ طوالت کے خوف سے نقشہ حذف کر دیا گیا ہے ۱۲

سامان مسجد کیلئے ایک مختصر سا حجرہ بنا دیا گیا، نقشہ حجرہ نمبر ۲ دد ملاحظہ فرمائیں ؟ اب جدید تعمیر کے موقع پر اسی حجرہ کو دوکان مسجد میں داخل کرتے ہوئے اسکی چھت پر ایک کمرہ اس غرض سے بنانا چاہتے ہیں کہ مصلیین میں سے جو اشخاص تالیین قرآن ہوں وہ اسمیں بیٹھکر تلاوت قرآن کیا کریں یا تسبیح خواں وہاں بیٹھکر اپنا درود وظیفہ پڑھا کریں، یا کوئی نووارد مولوی آجائیں تو اس میں ٹھہرا کریں یا اہل بانسی کے پیر و مرشد تشریف لائیں تو اسمیں قیام فرمادیں ؟ الغرض ان اغراض کیوجہ سے بایں صورت مسئولہ کمرہ بنانا شرعاً جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب :۔ اگر وہ گوشہ داخل مسجد نہ ہو تو ضرورت مسجد کیلئے ادسے دوکان بنانا جائز ہے. ورنہ نہیں، بظاہر کوئی ایسی وجہ نہیں معلوم ہوتی جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ وہ خارج مسجد ہے۔ بلکہ اس گوشہ کا دالان مسجد سے بلا حائل متصل ہونا اور اسکی زمین ہموار ہونا اور مسجد سے ادس کا کچھ امتیاز نہ ہونا، بظاہر اسکی دلیل ہے۔ کہ وہ جزء مسجد ہے، ہاں اگر اگلے لوگوں کی زبانی یہ ثابت ہو کہ یہ خارج مسجد ہے یا جن لوگوں نے وہ حجرہ سامان مسجد کیلئے بنایا ادنکو یہ تحقیق تھی کہ یہ مسجد کا جزء نہیں ہے تو دوکان بنانا بھی جائز، اور اسکے اوپر مسافر علماء و مشائخ کے ٹھہرنے کی جگہ بنانا بھی جائز ہے، غرض تحقیق سے جو ثابت ہو اسکے موافق کیا جائے، اور ثابت نہ ہوسکے تو احتیاط اسمیں ہے کہ نہ بنائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از کشنگڈھ ریاست راجپوتانہ محلہ دیوالیاں مرسلہ جناب شاہ میر خاں و اسمٰعیل خاں صاحب ۲۸ رجب ۴۷ھ :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس بارہ میں کہ ایک شخص جو مسلم ہے وہ محلہ کی مسجد میں قیام کرتا ہے باوجودیکہ اس کے چند مکان ذاتی ملکیت کے ہیں مسجد کے صحن میں غسل کرتا ہے اور مسجد پر اپنی وراثت قائم کرکے اہل محلہ کو مسجد میں آنے سے منع کرتا ہے۔ اور اپنے مکان سے جو اس مسجد سے ملحق ہے، اور مسجد کی دیوار سے ملا ہوا ہے، ایک راستہ مسجد کے اندر نکالنا چاہتا ہے۔ اور مسجد کو بطور مکان کے برت رہا ہے، اور خود ایسے کام مسجد میں کرتا ہے، جو آداب مسجد کے خلاف ہیں، اور دوسروں کو نصیحت کرتا ہے کہ تم یہ کام مسجد میں نہ کرو، پس ایسے شخص کیلئے شرعاً کیا حکم ہے ؟ اور مسجد پر کیا ملکیت قائم ہوسکتی ہے ؟ اور اہل محلہ کو اسکے ساتھ کس قسم کا برتاؤ رکھنا لازم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ مسجدیں عبادت کیلئے ہیں، اپنے بسنے کیلئے مسجد نہیں بنائی جاتی نہ اس کام میں لائی جاسکتی ہے، صحن مسجد میں غسل کرنا ممنوع [لہ] ہے کہ غسل کا پانی یا ناپاک ہوگا یا کم از کم قذر [عہ] اور ایسے پانی کو مسجد میں گرانا منع ہے۔ اور احترام مسجد کے خلاف ہے، فتاوی عالمگیری میں ہے۔ وتکرہ المضمضۃ والوضو فی المسجد۔ مسجد نہ کسی کی ملک ہے نہ اسمیں وراثت جاری ہوسکتی ہے کہ جبتک وقف نہ ہو مسجد نہیں اور جب وقف ہوئی ملک انسان سے خارج ہوگئی۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ اور الوقف لایملک۔ کتب فقہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اور نمازیوں کو مسجد سے روکنا اور آنے نہ دینا سخت حرام اور ظلم شدید ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِہَا۔ اور مسجد کی دیوار میں تصرف کرنا، اس میں اپنے مکان کا دروازہ بنانا حرام ہے۔ کہ مسجد کی کسی شئی میں اپنا ذاتی تصرف نہیں کرسکتا۔ اگر واقعات یہی ہیں جو سوال میں مذکور ہیں تو ایسے شخص کو مسجد کی ولایت سے جدا کردینا واجب ہے درمختار میں ہے۔ وینزع عنہ وجوبا ولو الواقف فغیرہ اولی لوغیر مامون۔ اہل محلہ پر لازم ہے کہ جس طرح ممکن ہو مسجد کو ایسے شخص کے تصرف سے نکالیں۔ اور وہ متولی ہو تو اسے معزول کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از موضع شجاع نگر ضلع سلہٹ ..... مرسلہ جناب حامد علی صاحب ۲۸ ر رجب سنہ ۴۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس صورت میں کہ (۱) موضع شجاع نگر پرگنہ بترا ضلع سلہٹ میں تقریبا ایکسو گھر کی آبادی ہے ستر سال سے زیادہ ہوئے کہ ایک عورت نے ایک قطعہ زمین میں مسجد بنانے کیلئے زبانی وقف کی، مسجد تو بنائی گئی مگر اسکے متعلق کوئی حوض یا تالاب نہ ہونے کیوجہ سے وضو وغیرہ میں سخت تکلیف ہے (۲) مسجد اکثر لوگوں کے مکانات سے دور ہے راستہ کٹھن ہے کیچڑ پانی میں راہ چلنی دشوار ہے خصوصا برسات کے زمانے میں بغیر کشتی کے نماز کو پہنچنا مشکل اور جنکے پاس کشتی نہیں انکا پہنچنا تو بالکل ناممکن کیونکہ راستہ پانی میں ڈوب جاتا ہے۔

(۳) مسجد کے قریب آٹھ مکان والے بلاوجہ شرعی حاجی حامد علی صاحب کیساتھ سخت عداوت رکھتے ہیں

[لہ] وحرام ہے۔ درمختار میں ہے۔ یحرم فیہ (ای فی المسجد) الوضوء إلا فیما اعد لذالک۔ [عہ] میل کچیل ۱۲ مصباح

یہاں تک کہ عشاء اور مغرب کی نماز کیلئے آنے جانے میں اور جمعہ کے روز نماز پڑھنے میں حاجی صاحب کی جان کا خطرہ ہے، اسلئے کہ وہ لوگ ہر وقت حاجی صاحب کی عزّت وجان کے درپے ہیں۔ مسجد کے صحن میں بیٹھکر روزانہ مشورہ کرتے ہیں کہ غریبوں کو کس طرح ستایا جائے۔

(۵) مسجد کے پاس وضو کیلئے دوسرے مسلمان تالاب بنانا چاہتے ہیں، تو واقفہ کی اولاد مسجد کے قریب زمین نہیں دیتی (۶) مسجد میں ان مفسد لوگوں کی بدولت سال میں ایک دو بار گالی گلوج ہوتی ہی رہتی ہے اور مسجد کا احترام مدنظر نہیں رکھا جاتا، ان سب باتوں کو دیکھکر حاجی حامد علی صاحب نے اپنا ایک مکان جو اس مسجد کے قریب پانسو قدم کے فاصلہ پر ہے وقف کر کے مسجد بنائی ہے۔ وقف نامہ حکومت میں رجسٹری ہوگیا ہے اور مسجد کے پاس ہی ایک بہت بڑے تالاب کی ایک سمت بھی وقف کردی ہے تاکہ وضو وغیرہ میں آسانی رہے، ان حالتوں پر غور کرتے ہوئے سوال یہ ہے کہ۔

ع۱ اس نئی مسجد کا بنانا جائز ہے یا نہیں؟

ع۲ شرعاً نئی مسجد کا وقف جائز ہے یا نہیں؟

ع۳ نئی مسجد میں جمعہ کی نماز بھی شروع کردی ہے لہٰذا ایسی بستی میں دو مسجدوں میں جمعہ وعیدین جائز ہے یا نہیں؟

ع۴ نیز اوّل الذکر مسجد میں کسی تقریب میں شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے وقت لوگ ہجوم کرتے شیرینی لوٹتے شور وغوغا مچاتے اور آپس میں جھگڑا فساد کرتے ہوئے فحش اور بیہودہ گالیاں بکتے ہیں، یہ آداب مسجد کے خلاف ہیں یا نہیں شرع شریف کا اسکے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب ع۱ جبکہ مسجد اوّل تک پہنچنے میں نمازیوں کو دقت ہے کہ پانی کیوجہ سے وہاں جا نہیں سکتے خصوصاً بعض لوگوں کا وہاں جانے میں عزت وآبرو بلکہ جان کا خطرہ ہے تو ایسی صورت میں دوسری مسجد بنانے میں اصلاً حرج نہیں بلکہ بنانے والا اس ثواب کا مستحق ہوسکتا ہے جو احادیث میں ارشاد ہوا مثلاً جو اللہ تعالیٰ کیلئے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اسکے لئے جنّت میں گھر بنائے گا۔ من بنی للہ مسجدا ولو کمفحص قطاۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ۔ نئی مسجد بنانا اس وقت ناجائز وممنوع ہے کہ بنانے والا

محض اسلئے بنائے کہ پہلی مسجد کو نقصان پہونچائے اور اسکی جماعت کو درہم برہم کردے[1] اور اگر یہ نیت نہ ہو بلکہ اپنے کو ضرر سے بچانے کیلئے مسجد بناتا ہے اور محض اللہ کیلئے بناتا ہے تو یہ مسجد مسجد ضرار نہیں اور سوال سے ظاہر یہی ہے کہ یہ صورت مسجد ضرار کی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب ۲ جبتک وقف نہ ہو مسجد نہیں ہوسکتی۔ مسجد ہونے کیلئے وقف کرنا شرط ہے۔ اگرچہ یہی لفظ کہے کہ میں نے اسے مسجد کردیا کہ اس سے بھی وقف ہوجائے گا کہ جبتک اسکی ملک سے جدا نہ ہوگی اللہ کیلئے نہ ہوگی۔ اور جب تک اللہ کیلئے نہ ہو مسجد نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰہِ۔ مسجدیں اللہ ہی کیلئے ہیں۔ درمختار میں ہے ویزول ملکہ عن المسجد والمصلی بالفعل وبقولہ جعلتہ مسجداً عند الثانی وشرط محمد والامام الصلوٰۃ فیہ بجماعۃ وقیل یکفی واحد وجعلہ فی الخانیۃ ظاہر الروایۃ[2] فتاوی عالمگیری میں ہے۔ من بنی مسجداً لم یزل ملکہ عنہ حتی یفرزہ عن ملکہ بطریقہ ویاذن بالصلوٰۃ فیہ اما الافراز فلانہ لا یخلص للہ تعالیٰ الابہ کذا فی الھدایہ[3] واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب ۳ اگر وہاں جمعہ کے شرائط پائے جاتے ہیں تو نئی مسجد میں بھی جمعہ وعیدین کی نماز جائز ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے۔ کہ مصر واحد میں متعدد جگہ جمعہ جائز ہے۔ اگرچہ بلاضرورت جمعہ کی نماز متعدد مقام پر پڑھنا اچھا نہیں کہ وہ شوکت اسلام جو اجتماع میں ظاہر ہوتی ہے تفریق سے جاتی رہتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب ۴ مسجد میں لوٹ مار کرنا یا شور وغل مچانا ناجائز ہے۔ اس سے مسجد کی بے حرمتی ہوتی ہے اور مسجد کا ادب جاتا رہتا ہے حدیث میں ہے یاتی علی الناس زمان یکون حدیثھم فی مساجدھم فی امر دنیاھم فلا تجالسوھم فلیس للہ فیھم حاجۃ۔[4] ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ لوگ دنیا کی باتیں مسجد میں کرینگے ان کے ساتھ تم مت بیٹھو کہ اللہ کو انکی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے ایاکم وھیشات الاسواق

---

[1] ارشاد ہے۔ والذین اتخذوا مسجداً ضراراً وکفراً وتفریقاً بین المؤمنین (پ ۱۱ ر ۲) اور وہ جنھوں نے مسجد بنائی نقصان پہونچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو [2] ردالمحتار میں ہے وعلیہ المتون کالکنز والملتقی وغیرھما" ج ۳ ص ۴۰۵ مطلب فی احکام المسجد [3] عالمگیری ج ۲ ص ۴۴۷ الباب الحادی عشر۔ [4] رواہ البیہقی عن الحسن مرسلاً۔ مشکوٰۃ باب المساجد ۷۱ مصباحی

مسجدیں بازاروں کی طرح شور وغل کرنے سے بچو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالد نے ایک چبوترہ بنوایا، جسمیں عام لوگوں کو نماز پڑھنے کی اجازت دیدی، لیکن جسکو چاہتا تھا یعنی جس شخص سے کچھ رنجش ہوجاتی تھی اس کو منع بھی کر دیتا تھا، چند دنوں کے بعد چبوترے کو ایک عمارت بصورت مسجد بنوادی لیکن یہ طرز عمل ہمیشہ رہا کہ جسکو چاہا اس مقام پر نماز نہیں پڑھنے دیتا تھا۔ عمرو کا خیال ہے کہ مسجد ہونیکیلئے یہ ضروری ہے کہ جس عمارت کو مسجد کرنا چاہتے ہیں اسکی زمین و عمارت وقف کردی جائے کسی کی ملک نہ رہے۔ اور مقام مذکور کیلئے مالک عمارت کی کوئی تقریر یا تحریر ہو یہ بات اصلاً ثابت نہیں کہ اس نے اس مقام کو وقف کردیا ہے بلکہ بخلاف اسکے اسکا اور اسکے ورثہ کا یہ طرز عمل کہ جسکو چاہتے ہیں وہاں آنے سے روک دیتے ہیں، اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ انھوں نے اس مقام کو ہمیشہ اپنی ملک میں رکھا اور وقف نہیں کیا۔ زید کہتا ہے کہ اس مقام کو بصورت مسجد بنوانا ہر مسلمان کو اسمیں نماز پڑھنے دینے کی اجازت دینا لوگوں کے لئے وضو وغیرہ کو پانی رکھوانا جو صریح اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مقام وقف کرکے ملک سے خارج کردیا، اور بعض لوگوں کا نماز سے روکنا یہ خالد اور اسکے ورثہ کی جہالت ہے، اس مسجد میں کبھی کوئی مؤذن مقرر نہیں کیا اور نہ یہاں کبھی جمعہ قائم ہوا تو دریافت طلب یہ ہیکہ اس مقام کو مسجد سمجھنا چاہیئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ بلاشبہ یہ مسجد ہے اسکے مسجد ہونے میں کوئی کلام نہیں خالد کا کسی کو وہاں سے بلاوجہ شرعی نکال دینا ظلم ہے، اوسکی اس زبردستی اور ظلم کیوجہ سے اوسکی مسجدیت باطل نہوگی، نہ یہ اسکی دلیل ہے کہ یہ مسجد نہیں، جب خالد نے وہ عمارت مسجد کی ہیئت پر بنائی اور اس میں نماز کا اذن دے دیا، اور باجماعت اسمیں نماز ادا کیگئی، تو مسجد ہوگئی، آخر لوگوں کو نکالتے وقت اس نے یہ تو کہا بھی نہیں کہ یہ مسجد نہیں ہے میرا مکان ہے لہذا تمکو یہاں آنے کا کوئی حق نہیں، پھر اسکے فعل اخراج سے عدم مسجدیت کا کیوں کر حکم دیا جائیگا، جبکہ وہ نفی مسجدیت نہیں کرتا بلکہ اگر نفی کرے بھی اور یہ کہے کہ یہ میرا مکان ہے جب بھی نفی نہیں ہوسکتی، کہ مسجدیت دلیل شرعی سے ثابت ہوچکی پھر اسکو ابطال کا حق نہ رہا، درمختار میں ہے

ویزول ملکہ عن المسجد والمصلی بالفعل وبقولہ جعلتہ مسجداً عند الثانی وشرط محمد

والامام الصلوٰۃ فیہ بجماعۃ ردالمحتار میں ہے قولہ بالفعل ای بالصلوٰۃ فیہ ففی شرح الملتقی انہ یصیر مسجدا بلاخلاف۔ بیشک مسجد کیلئے وقف ہونا ضروری ہے۔ مگر اس کے لئے اتنا کافی ہے کہ اس نے مسجد کی مثل عمارت بنوائی، اور لوگوں کو نماز کیلئے اجازت دی اور نماز جماعت پڑھ لی گئی لفظ وقف زبان سے کہنے یا وقف نامہ تحریر کرنیکی کوئی ضرورت نہیں۔ ردالمحتار میں ہے۔ فاذا اذن بالصلوٰۃ فیہ قضی العرف بزوالہ عن ملکہ ومقتضی ہذا انہ لایحتاج الی قولہ وقفت ونحوہ وھو کذلک۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ عرف میں لوگ مسجد بنانا بولتے ہیں، اور یہ کہ بانی مسجد یہ کہے میں نے وقف کیا ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ عرف اثبات مسجدیت کیلئے کافی ہے نیز اگر خالد نے وقف کا لفظ نہ استعمال کیا ہو تو اس کے یا اس کے ورثہ سے اس عمارت کے متعلق وہ لفظ مسجد بولنا سیکڑوں دفعہ ثابت ہوگا۔ مثلاً مسجد میں چلو مسجد میں چراغ جلادو مسجد میں لوٹے رکھ آؤ وغیرہ وغیرہ اس قسم کے الفاظ بکثرت ہوں گے، اور نہ بھی ہو جب بھی مسجد ہے کہ مسجد ہونے کیلئے فعل بھی کافی ہے قول کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد صحن میں پتھر نصب ہیں چونکہ پتھر زیادہ گرم رہتے ہیں۔ لہٰذا اگر اسکے پتھروں کو نکلوا کر گٹی اور چونے کا فرش کرادیا جائے اور جس قیمت کے وہ پتھر ہوں اتنی قیمت اس فرش میں صرف کر دیجائے تو وہ پتھر جو مسجد سے نکلیں وہ شخص اپنے کام میں لے سکتا ہے جبکہ اس سے زیادہ قیمت صرف کرکے اس شخص نے فرش درست کرادیا؟

الجواب:۔ اہل محلہ کی رائے سے پتھر نکلوا کر چونے وغیرہ کا فرش کرا سکتے ہیں، اب کہ وہ فرش مسجد کی ضرورت کے نہ رہے انھیں مناسب قیمت پر فروخت کر سکتے ہیں۔ جب تک پتھر مسجد میں نصب ہیں اس وقت تک انکی بیع نہیں ہوسکتی، جدا کرنے کے بعد بیع کیجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ از پالی مارواڑ علاقہ جودھپور محلہ پوسی کی گلی مرسلہ جناب عبدالرحمٰن صاحب چھیپا، ۹ رجمادی الاولیٰ ۴۹ھ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) مسجد کے فرش کا پتھر مکانوں میں لگانا کیسا ہے اور جس نے لگایا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

ع۲ ایک دری مسجد کی وقف ہے اسمیں کوئی شخص کہے کہ یہ میری ہے۔ اس دری پر نماز پڑھنی کیسی ہے؟ اور وقف کرنیوالا کہتا ہے میری ہے۔

الجواب (۱) مسجد کا پتھر اگر مسجد کے کام کا نہ رہا۔ اور اہل محلہ کے مشورہ سے بیچ دیا گیا تو اوسکا خریدنا جائز، اور مکان میں لگانا بھی جائز، مگر اسکو بے احتیاطی کی جگہ مثلاً پاخانہ میں نہ لگائے اور اگر ویسے ہی کوئی اٹھاکر لے گیا اور اپنے مکان میں لگالیا تو ایسا کرنا حرام ہے، اور اسکے مکان سے نکلواکر مسجد میں داخل کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) کوئی یہ کہتا ہے کہ میری ہے اسکا یہ مطلب نہیں کہ مسجد کی نہیں، بلکہ یہ کہ میں نے مسجد کو دی ہے اور اگر بفرض یہی مطلب ہو کہ میری ملک ہے تو اسکے کہنے سے اسکی نہیں ہوگی نہ اوسکو مسجد سے لیجانا جائز ہوگا، اس پر نماز جائز ہے کوئی حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: از ستکوہا ضلع گورداس پور مرسلہ جناب صوفی علیم الدین صاحب ۱۹ ذی الحجہ ۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع ستکوہا بتی غنی میں ایک مسجد خام ع۱ کی بنیاد لوگوں نے ڈالی کہ جسکو عرصہ تخمیناً چالیس سال کا ہوا اور عمارت اسکی اس حد کو پہنچی کہ قریب سائبان ڈالنے کی ہوئی لیکن سائبان سے چھتی نہ گئی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ نماز پنجگانہ نہوئی۔ مگر نماز ہونے یا نہ ہونے کا کافی ثبوت نہیں ہے۔ اور نہ آباد کیگئی اور اس بتی میں دو چار نمازی ہیں۔ وہ بھی پنجگانہ نماز کے پورے پابند نہیں ہیں بلکہ اس مسجد کو برباد اجاڑ کر مکان بنالیا ہے۔ جواب تک موجود ہے عرصہ تقریباً تیس سال کا ہوا کہ بموقعہ تکیہ مونشاہ مسجد خام ع۱ تخمیناً پچاس قدم جانب مغرب ہٹ کر اسی بتی میں ایک اور مسجد خام ع۲ بنائی اور مکمل ہوگئی اور یقین شاہ پیش امام مقرر کئے گئے۔ جو مدتِ مدید تک صلوٰۃ پنجگانہ کراتے رہے۔ کبھی کبھی مولوی صاحب نواب الدین بھی و صوفی صاحب بھی پنجگانہ پڑھاتے رہے، اور تکیہ مونشاہ کے نام سے یہ مسجد مشہور ہے۔ تخمیناً ۵ رسال سے اس مسجد کی مرمت وغیرہ لوگوں نے اپنی کم فہمی سے چھوڑ دی۔ لیکن نماز ہوتی رہی۔ عرصہ تین سال کے قریب ہوا ہے کہ چند اشخاص نے ارادہ کیا کہ مسجد خام ع۲ کو پختہ بنادیا جائے چنانچہ لوگوں نے روپیہ وغیرہ جمع کیا واسطے خام ع۲ کے، بعدہٗ اصل بانی نے ذکر کیا کہ مسجد ع۲ مسطورہ سے جانب شرق

۲۷ قدم ہٹ کر اسی بتی میں جدید مسجد بنوائی جائے گی، یہ سنکر صوفی صاحب نے سمجھا یا بلا اجازت علمائے دین کے بالمقابل مسجد خام ۲ کے جدید مسجد ۳ نہ بنوائو۔ اور پہلی مسجد ۲ کو نہ اجاڑو۔ چنانچہ اصل بانی نے اپنی رائے کو دخل دیکر مسجد ۲ سے ۲۷ قدم کے فاصلہ پر جانب مشرق جدید مسجد پختہ ۳ بنوانا شروع کیا۔ اور یہ مسجد ۳ ابھی تک نامکمل ہے۔ اس مسجد کی آراضی مشارکت ہے چند شریک اس مسجد ۳ جدید کیواسطے اپنی زمین دینے پر راضی نہیں ہیں، چند بانیان جدید مسجد ۳ نے مسجد ۲ کا صحن کاٹ کر اندر جانے کا راستہ بنایا ہے۔ بدیں وجہ ایک فقیر تکیہ دار واسطے تکیہ داری اس مسجد ۲ میں آباد کریں۔ اور مسجد اجاڑ دیں۔ یہ صورت ناجائز عبدالعزیز نمبردار وغیرہ نے دیکھکر مسجد خام ۲ کے اجاڑنے اور فقیر آباد کرنے سے روکدیا کہ مسجد میں فقیر نہ رہنے پائے وہ اصل بانی نے مسمی شیر محمد ولد نتھو کو مسجد ۲ نے نماز پڑھنے سے منع کیا

التماس خدمت علمائے دین ہے کہ ہم لوگ کس مسجد کو جائز اور کس مسجد کو ناجائز سمجھیں اور کس مسجد میں نماز ادا کریں اگر مسجد جدید ۳ از روئے شریعت مطہرہ ناجائز ہوئی تو جن لوگوں نے مالی امداد دی ہے، وہ رقم واپس کرنے کے مستحق ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب (۱) مسجد ۱ جس کی عمارت نامکمل رہی اگر بنانے والے نے اسے مسجد کر دیا یعنی زبان سے کہدیا کہ اس زمین کو میں نے مسجد کیا تو وہ مسجد ہوگئی کہ مسجد ہونیکے لئے اس میں نماز ہونا ضرور نہیں بلکہ یہ کہدینے سے بھی مسجد ہو جاتی ہے کہ میں نے اسے مسجد کیا۔ درمختار میں ہے ویزول ملکہ عن المسجد والمصلی بالفعل وبقولہ جعلتہ مسجدا عند الثانی۔ اور اگر اس میں نماز ہوتی ہے جب تو بالاتفاق مسجد ہے۔ اور مسجد ۲ جو خام تھی اسکو اجاڑ ڈالنا اور اسکی مسجدیت کو باطل کردینا حرام ہے کہ مسجد کی مسجدیت ہمیشہ کیلئے ہوتی ہے، اسکو باطل نہیں کیا جاسکتا، اور جو اسکو اجاڑتا ہے وہ اس آیت کا مصداق ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِھَا۔ اور مسجد ۲ چونکہ زمین مشترک میں بنائی جارہی ہے۔ اور چند شریک مسجد کیلئے زمین دینے سے انکار کرتے ہیں، لہٰذا یہ نہ اب مسجد ہے نہ آئندہ مسجد ہوگی جب تک تمام شرکاء اسکو مسجد نہ کریں کہ مسجد کیلئے مشاع کا وقف بالاتفاق ناجائز ہے۔ ردالمحتار فتح القدیر وغیرہما میں ہے۔ المسجد لو کان مشاعًا لا یصح اجماعًا

سوال میں یہ مشکوک معلوم ہوتا ہے کہ چندہ ۳ کیلئے ہوا یا مسجد ۲ کیلئے۔ اگر ۲ کیلئے چندہ کیا گیا تھا کہ اسکو پختہ کرایا جائیگا۔ تو اس چندہ سے جدید مسجد ۲ بنانا جائز نہیں ہے، اور جس نے صرف کیا اسکو رقم واپس کرنی ہوگی اور اس سے مسجد ۲ کی تعمیر ہوگی۔ اور اگر مسجد ۳ کیلئے چندہ دیا ہے جب بھی دینے والوں کا مطلب یہ ہے کہ اس سے مسجد بنائی جائے۔ لہٰذا زمین کے تمام شرکا سے اجازت لیکر بنانا چاہیئے تھا، کہ بغیر اجازت شرکا مسجد ہو نہیں سکتی، لہٰذا قبل اجازت شرکا اس رقم کو صرف کردینا ناجائز ہوگا، اور اس صورت میں بھی تاوان دینا پڑے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از کلکتہ محلہ نقیر چند متروبین مرسلہ جناب بدرالدین احمد صاحب ۹ رشعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کے سات متولی ہیں۔ اور وہ مسجد اہلسنت والجماعت کی ہے۔ ان میں کا ایک مختلف العقیدہ ہے جو کہ سابق میں خلافت کمیٹی راجہ بازار کلکتہ کا صدر تھا اور اسی زمرہ میں سو روپیہ جرمانہ کا گورنمنٹی مجرم بھی ہوچکا ہے۔ اور معتقد مولوی ابوالکلام آزاد اور مولوی عبدالرؤف صاحب دانا پوری اور مرید صوفی اذان گاجی گھنٹا پیر کا ہے۔ اس نے مسجد پر اپنا اقتدار قائم کرنے کی غرض سے امام مسجد مذکور جو کہ سنی حنفی ہیں اور مجدد مائۃ حاضرہ[1] کے معتقدوں میں سے ہیں انکو مسجد سے نکالنے کی غرض سے ان پر طرح طرح کے الزامات لگانا شروع کیئے بلکہ تعصبی کیوجہ سے امام مذکور کو مارا بھی جسکا مقدمہ دیگر متولی صاحبان کی رائے سے مجسٹریٹ کا عدالت میں دائر کیا گیا۔ بعدہ متولی مذکور نے مصلیان مسجد کو امام سے برگشتہ کرنا شروع کیا۔ جب دیگر متولیان مسجد اسکو محسوس کیا تو حضرات علمائے کرام کی ایک میٹنگ بُلائی جس میں امام پر الزامات کا سوال پیش کیا گیا۔ متولی مذکور خلافتی کے ایک جگری دوست مولوی خلافتی نے تقریر کی دوران تقریر میں امام مسجد پر الزامات لگانے کا ثبوت طلب کیا گیا۔ مگر چونکہ الزامات جھوٹے تھے لہٰذا وہ متولی مذکور مدعی کے سامنے اور گواہوں کے اختلاف سے بالکل جھوٹے ثابت ہوئے۔ اس وقت مجلس علمائے کرام میں سے جناب حضرت مولانا مولوی مفتی مشتاق احمد صاحب محدث کانپوری نے

---

[1] امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان ولادت ۱۲۷۲ھ وفات ۱۳۴۰ھ ۱۲ مصباحی

متولی مذکور مدعی پر جرم عائد کیا کہ جو الزامات امام مسجد پر تم نے لگائے تھے۔ وہ بالکل جھوٹے ثابت ہوئے اگر یہ دار الاسلام ہوتا اور میں قاضی ہوتا تو تم کو اسی درہ کی سزا دیتا خیر اب تم امام سے دست بستہ معافی مانگو اور تمام مجمع سے بھی معافی مانگو۔ چنانچہ متولی مذکور نے مجمع کثیر کے سامنے امام مسجد سے اور مجھ سے معافی مانگی بعد اسکے حضرت مولانا موصوف نے متولی مذکور مدعی کو اور امام مسجد مدعی علیہ کو گلے ملوا دیا۔ پھر متولی کو حکم دیا کہ کل صبح سے تم امام مسجد کے واسطے سب سے زیادہ ہمدرد اور خیر خواہ ثابت ہونا۔ ان سے دل سے ملنا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور امام مسجد کو حکم دیا کہ اب تم مقدمہ عدالت سے اٹھالو مگر متولی مذکور نے خلاف معاہدہ کیا کہ دوسرے روز کی صبح ہی سے مصلیان مسجد کو امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنا شروع کیا اور متولی مذکور کی پارٹی کے کچھ لوگ رک بھی گئے اور خود اس نے بھی پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا۔ تب امام مسجد کو دیگر متولیان مسجد و معزز حضرات اہل محلہ نے مجبور کیا اور کہا خلاف وعدہ کا ظہور متولی مذکور کی طرف سے ہوا۔ لہٰذا مقدمہ عدالت سے مت اٹھاؤ اور امام مسجد نے بھی محسوس کیا کہ نمازیوں کو روکنے کی بڑی کوشش کی جا رہی ہے اور خود متولی مذکور شریک جماعت نہیں ہوتا اپنی نماز علیحدہ پڑھتا ہے۔ لہٰذا مقدمہ ابھی عدالت سے نہیں اٹھایا گیا۔ بعدہ متولی خلافتی نے مولوی خلافتی کو برانگیختہ کیا اور امام مسجد پر کفر اور ارتداد کا فتویٰ دیا اور اس ترکیب سے مسجد سے نکالنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد پھر ایک میٹنگ ہوئی اور اس میں تین حضرات علماء مدعو کئے گئے اور یہ کفر و ارتداد کا مقدمہ ان کے سپرد کیا گیا ان علماء میں سے ایک عالم صاحب حکم بنائے گئے متولی مذکور نے کہا کہ ہم نے امام کو میٹنگ میں کہتے سنا کہ ہم قرآن و حدیث کے فیصلے کو نہیں مانتے۔ جناب متولی مذکور پر قسم پیش کی گئی کہ قرآن لے کر قسم کھاؤ تب متولی مذکور نے صاف انکار کر دیا کہ ہم نے امام کو کہتے نہیں سنا۔ بلکہ اس جانب سے ایسی آواز آئی۔ یہ سنتے ہی مولوی خلافتی صاحب اپنے دوست کی خاطر سے خود مدعی بن گئے۔ اور مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا۔ اور آنکھوں سے دیکھا کہ ہم قرآن و حدیث کو نہیں مانتے اور طرفہ برآں مولوی صاحب نے اپنے بیان کی صداقت کے لئے حلف بھی اٹھایا حالانکہ اس میٹنگ میں علماء و فضلاء و حضرات معززین موجود تھے۔ وہ اس کا عکس بیان کرتے ہیں کہ امام نے ہرگز ہرگز ایسا نہیں کیا اور خود امام صاحب بھی انکاری ہیں بلکہ قسم کھانے کو طیار تھے۔ اور

اور کہیں کہ میں نے ہرگز ہرگز ایسا کوئی لفظ نہیں کہا۔ بلکہ میرے منھ سے تو ایسا لفظ نکل بھی نہیں سکتا بلکہ میری عقیدت تو یہ ہے کہ مسلمان ہونے کی حالت میں ایک شرابی یا جواری یا عیاش یا قزاق وغیرہ وغیرہ بھی تو ایسے الفاظ اپنی زبان سے نہیں نکال سکتے۔ چہ جائیکہ خاکسار، مگر مولوی صاحب بضد تھے کہ کسی نے سنا یا نہ سنا ہم نے تو سنا لاؤ تیسوں پارے قرآن کے ہیں اٹھاؤں۔ بعد اسکے متولی مذکور دو گواہ اور تیار کر کے لایا جن میں کا ایک گواہ وہابی اور قدیمی دشمن امام مسجد کا تھا اور ہے۔ اور دوسرا گواہ گلابی وہابی و متولی مذکور کی دوستی کی وجہ سے امام مسجد کا دشمن ہوا۔ ان دونوں نے بھی یکے بعد دیگرے وہی مولوی صاحب کے جیسے کلمات امام کے متعلق کہتے ہوئے حلف اٹھائے۔ حضرت مولانا موصوف نے امام کو ان تینوں شخصوں کے حلف اٹھانے پر برطرف از امامت کر دیا اور کسی قسم کی جرح نہ مولوی صاحب سے کی نہ ان دونوں گواہوں سے۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا شریعت میں دو گواہوں اور ایک مدعی کی گواہی مطلقاً خواہ وہ دیانت وغیرہ نہ رکھتے ہوں اور خواہ وہ مدعیٰ علیہ کے عدو اور دشمن ہوں ہر حال میں معتبر ہے یا نہیں۔ اور اگر بالفرض مدعی اور گواہوں کا قول کسی وجہ سے معتبر بھی ہو جائے تو آیا ہر حالت میں ایسی صورت سے اس مسجد میں یا دنیا کی کسی مسجد میں امام مذکور امامت کر سکتا ہے یا ان گواہوں اور مدعی کے حلف اٹھانے کی وجہ سے وہ ایسا ناقابل ہو گیا ہے کہ اب کسی مسجد میں وہ امامت بھی نہیں کر سکتا۔ اور نہ کسی صورت سے مسلمان ہو سکتا ہے۔ جو مولوی خلافتی امام مسجد حنفی سنی المذہب کو جھوٹا حلف اٹھا کر مسجد مذکور سے نکلوا چکے ہیں۔ ان کو اہلسنت وجماعت اسی محفل میں برائے بیان بلا کر ان سے بیان کرا دیں یا نہیں؟ جن متولیان مسجد مذکور نے امام مسجد کو نکلوانے کی غرض سے جھوٹے حلف اٹھانے کے واسطے گواہ تیار کئے ان کا شمار کس طبقہ کے مسلمانوں میں کیا جاوے؟ اور وہ مسجد مذکور کے متولی رہنے کے قابل بھی ہیں یا نہیں؟ بینوا بالکتاب والسنۃ توجروا

الجواب:۔ سوال سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ جو کمیٹی ہوئی تھی جس میں مدعی کی کذب بیانی ظاہر ہوئی تھی اسی کمیٹی میں امام مسجد سے کلمات کفر صادر ہونے کا متولی نے دوسری کمیٹی میں دعویٰ پیش کیا اگر واقعہ یہ ہے جب تو بالکل الزام کی غلطی ظاہر ہے اوس متولی یا اوس کے طرفداروں کو اوسی وقت

کہنا چاہیئے کہ چونکہ انھوں نے ایسے کلمات اپنی زبان سے نکالے ہیں لہٰذا ہم ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے برخلاف اسکے خود متولی امام مسجد سے معافی مانگتا ہے اور اوسکے پیچھے نماز پڑھنے کا وعدہ کرتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ متولی کا چونکہ جھوٹا ہونا ثابت ہوگیا اور امام کو مسجد سے نکال نہ سکا اس وجہ سے یہ دوسری ترکیب اوسکے علیٰحدہ کرنے کی نکالی اور پہلے ہی گواہ تیار کر لئے جن کو پیش کر کے اپنا دعویٰ ثابت کردیا اور اگر پہلی مجلس میں ان کلمات کا صادر ہونا نہیں بیان کیا جاتا ہے بلکہ اوسکے بعد کسی دوسرے موقع پر ان کا بولنا ظاہر کیا جاتا ہو جب بھی معاملہ کی تحقیق کرنی ضروری ہے خصوصًا کسی شخص پر کفر کا الزام لگانا کوئی معمولی بات نہیں کہ بغیر تحقیق کئے امام مسجد کو کافر قرار دے کر امامت سے معزول کردیا جائے نہ مدعی کی حیثیت دیکھی جائے نہ گواہوں کو جانچا جائے ۔ واقعات مندرجہ سوال سے مدعی کا جھوٹا ہونا اور امام کو مسجد سے بلا وجہ شرعی نکالنے کا ارادہ کرنا بخوبی ظاہر ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عداوت کی اصل وجہ امام کا سنی صحیح العقیدہ ہونا اور متولی کا اس بات کو ناپسند کرنا ہے فیصلہ کنندہ کان باتوں سے چشم پوشی کر کے گواہوں کی عداوت ودشمنی کا لحاظ نہ کرتے ہوئے فیصلہ صادر کردینا بالکل درست نہیں ۔گواہوں اور مدعا علیہ کے مابین جب عداوت ہے تو اونکی گواہی قابل قبول نہیں ۔ حدیث میں ارشاد فرمایا لا تجوز شھادۃ خائن ولا خائنۃ ولا مجلود حدًا ولا ذی غمر علیٰ اخیہ[1] اور گواہ بھی وہابی جن کے تعصب کی کوئی حد نہیں جن کی ہمیشہ یہی کوشش رہتی ہے کہ سنیوں کو ایذا پہونچے یا انکو کسی طرح کافر ومشرک بنائیں عوام تو عوام انکے علماء کے کذب وافتراء وبہتان کا یہ حال ہے کہ اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے کتابوں کی عبارتیں گڑھ لیتے اونمیں قطع وبرید کر دیتے ہیں ۔ ایسے متعصب اور مفتریوں کی شہادت اہلسنت کے خلاف کیوں کر قبول ہوگی ۔ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں" وعلی ھذا کل متعصب لا تقبل شھادتہ پھر یہ سب کچھ برسبیل تنزل ہے ورنہ وہابیہ کہ تنقیص الوہیت وتوہین شانِ رسالت کرتا ہے یا ایسوں کو انکے اقوال پر مطلع ہو کر اپنا پیشوا جانتے ہیں جو کفار ومرتدین ہیں اور مرتد کی شہادت مسلمان کے

---

[1] گواہی جائز نہیں ہے خیانت کرنے والے کی اور نہ خیانت کرنے والی کی اور نہ بطور حد کوڑے مارے ہوئے شخص کی اور نہ ہی اپنے بھائی کے خلاف کینہ اور دشمنی والے کی ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۲۶ باب شہادات ۔ مصباحی

مقابل نامعتبر قال اللہ تعالٰی لن یجعل اللہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا ور مختار میں ہے ولا تقبل شہادۃ مرتد جب امام مذکوران کلمات سے تبری کرتا ہے اور انکو کلمات کفر کہتا ہے اور مسلم سے انکے صدور کو مستبعد بتاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اوسکے قول کو نہ مانا جائے البتہ اگر بینہ عادلہ سے ثابت ہوتا تو یہ کلمات اوس پر لازم کئے جاتے مگر اسی وقت تک کا حکم اس پر ہوتا جب تک توبہ نہ کرتا۔ توبہ کے بعد بصورت ثبوت بھی مسلمان ہوجاتا اور اس پر اسلام کے احکام جاری ہوتے۔ اوسکے پیچھے نماز جائز ہوتی اور صورت مستفسرہ میں تو شہادت بھی قابل قبول نہیں پھر اوسکو امامت سے علٰحدہ کرنا کیا معنی؟ اور اوسکے پیچھے نماز باطل ہونا بھی درست نہیں۔ جھوٹا حلف اٹھانا گناہ کبیرہ ہے حدیث میں ہے۔ الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس ایسا شخص فاسق ہے اسکو منبر پر چڑھانا اس سے بیان کرانا چاہئے۔ ایسا شخص جو ناحق امام سنی المذہب کو ایذا پہنچاتا ہے اور اپنے تعصب مذہبی کیوجہ سے اسے علٰحدہ کرنا چاہتا ہے اسکو تولیت سے معزول کرنا چاہئے ورنہ اگر قابو پاگیا تو امام مذکور کو علٰحدہ کرکے کسی بدمذہب کو امام بنادے گا جس سے مسلمانوں کی نمازیں خراب ہوں گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

۵۱ سنہ

مسئلہ:۔ از لاہور ٹکسالی دروازہ مرسلہ جناب مولوی محمد غلام جان صاحب قادری رضوی ۱۲ جمادی الثانی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صحن مسجد جو کہ بالکل بر سر بازار واقع ہے اول زمانہ سے ابتک کچھ حصہ اس صحن کا جو بازار کیطرف ہے صحن میں داخل نہیں تھا اور وہاں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی، محض کچی سفید زمین تھی اور مسجد کے قبضے میں تھی نہ اس کا وقف معلوم اور نہ یہ معلوم کہ وہ ٹکڑہ زمین کا مسجد کے کسی کام سے وقف کیا گیا تھا۔ اب چند سال ہوئے کہ وہ حصہ جو کہ مسجد کے صحن سے خارج تھا صحن میں داخل کردیا گیا۔ اور اہل محلہ ایسے غریب ہیں جو مسجد کے اخراجات کو باہم نہیں پہونچا سکتے۔ اسلئے اب دریافت طلب یہ بات ہے کہ مسجد کے اخراجات کیلئے اس حصہ میں جو بازار کیطرف ہے اور پہلے صحن میں داخل نہیں تھا دوکانیں بنالیں تو جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ جب وہ حصہ صحن مسجد کے قبضہ میں تھا وہ ملک مسجد ہی قرار پائے گا۔ اگرچہ معلوم نہو کہ کس نے وقف کیا تھا کہ قبضہ دلیل ملک ہے اور جب معلوم نہو کہ وہ کس غرض سے ہے تو اہل محلہ کی رائے سے مسجد کے مناسب مصرف میں لایا جائے اور اب چونکہ لوگوں نے اوسے داخل مسجد کردیا تو یہ مصرف یعنی بوقت ضرورت توسیع مسجد سب پر مقدم ہے اور اب یہ مسجد کا جز ہوگیا اسکے نیچے دکانیں نہیں بنائی جاسکتیں کہ دکانیں بنانے میں شرط یہ ہے کہ قبل تمام مسجدیت بنائیں تو جائز ہے ورنہ نہیں کما فی الدر وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:- از مراد آباد بدھ بازار چوکی پولیس جنکشن مرسلہ جناب سید حمید حسن قادری و عبد القدیر صاحب ہیڈ کلرک ار رجب ۵۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ وہ روپیہ جو مساجد کے ضروریات کیلئے مسلمان دیتے ہیں یا جائداد وقف کرتے ہیں آیا اس روپیہ سے مسجد میں بجلی کی لائیٹ لینا شرعاً درست ہے یا نہیں نیز یہ کہ موسم گرما میں جبکہ گرمی شدت کی پڑتی ہے سخت گرمی کی شدت بسا اوقات نمازیوں کی پریشانی طبع کا باعث بنکر انکے خشوع اور خضوع کو دور کردیا کرتی ہے، خصوصاً ان نمازوں میں جسمیں جماعت کثیرہ اور نماز مسجد کے اندر ہوتی ہے گرمی زیادہ پریشانی کا باعث بنتی ہے آیا اس صورت میں مسجد میں اس تکلیف کے دور کرنے کیلئے مسجد کے روپیہ سے بجلی کا پنکھا لگا دینا جائز ہے یا نہیں ؟ نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ مسجد کے علاوہ اگر کوئی شخص بجلی کی لائیٹ اپنے مکان میں اپنے روپیہ سے لے تو آیا یہ عقد شرعاً جائز ہوگا یا نہیں اور اگر جائز ہے تو یہ عقد عقدِ اجارہ خیال کیا جائیگا یا عقد بیع ؟

الجواب:- اگر دینے والے نے یہ تصریح کردی ہو کہ اس رقم سے یا اس جائداد کی آمدنی سے بجلی کی روشنی کرائی جائے تو اس رقم کو بجلی کی روشنی میں صرف کرنا جائز ہے، اور اگر ضروریات مسجد کے لئے رقم دی ہے یا جائداد وقف کی ہے تو بجلی کی روشنی اس سے نہیں ہوسکتی۔ کہ یہ ضروریات مسجد میں داخل نہیں۔ اور اگر مصالح مسجد کے لئے وقف کیا ہے تو چونکہ مصالح مسجد میں روشنی بھی داخل ہے اس سے روشنی ہوسکتی ہے مگر روشنی سے مراد وہ روشنی ہے جو مسجدوں کیلئے عرف میں جاری ہے۔ مثلاً چراغ یا قندیل وغیرہ اوس رقم سے ایسی روشنی نہیں کیجا سکتی جس سے مقصود تزین ہے[۱]۔ یہانتک کہ ایک چراغ

---

[۱] لیکن اِس زمانہ میں بجلی مصالح مسجد میں داخل ہے، اب عرف یہی ہے کہ اس سے روشنی مقصود ہوتی ہے محض تزین مقصود نہیں ہوتا۔ اسلئے آج کے زمانے میں اگر کسی نے مصالح مسجد کیلئے رقم دی یا زمین وقف کی تو اس کی آمدنی کو بجلی کی روشنی میں صرف کرنا جائز ہے۔ البتہ اگر ایک یا دو بلب سے مسجد کا کام چل جاتا ہو تو اسے زائد بلب نہیں لگائے جاسکتے کہ اب زائد لگانا تزین کیلئے ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مصباحی

سے اگر اوس مسجد کا کام چلتا ہے تو متعدد چراغ نہیں جلائے جا سکتے درمختار میں ہے ویدخل فی وقف المصالح وقاد و فراش و موذن و ناظر وثمن زیت وقنادیل وحصر و ماء وضوء فتاوی علمگیری ہے سئل ابوبکر عمن اوصی بثلث ماله لاعمال البر هل یجوز ان یسرج فی المسجد قال یجوز قال ولا یجوز ان یزاد علی سراج المسجد سواء کان فی شهر رمضان او غیره قال و لا یزین به المسجد کذا فی المحیط۔ بلکہ مصالح مسجد میں داخل نہیں وقف مسجد کی آمدنی اسمیں صرف نہیں کیجا سکتی اگر کوئی شخص اپنی طرف سے اسمیں صرف کرے یا اسکے لئے جائداد وقف کرے تو ہو سکتا ہے اپنے طور پر خود اپنے مکان میں بجلی کی روشنی لینا جائز ہے اسمیں حرج نہیں اور عقد عقد بیع ہے اور بیع تعاطی میں اسکا شمار ہوگا کہ جسقدر بجلی خرچ کریگا اوسکی قیمت جو کچھ مقرر ہے دیگا جسطرح نل کا پانی، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از بنارس محلہ قطبن شہید مرسلہ قاسم علی خاں ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قطعہ زمین افتادہ مسجد واقعہ محلہ قطبن شہید شہر بنارس جسکا طول بجانب شرقاً و غرباً بر سر راہ سرکاری ۲۶ رفٹ ۸ رانچ و عرض بجانب شمالاً و جنوباً ۱۲ رفٹ ۶ رانچ جو کہ مظہر نقشہ منظور کردہ میونسپلٹی بلکہ استفتاء ہذا ہے اور بعد زمین افتادہ مسجد بگوشہ مشرق و جنوب گلی میونسپلٹی ۸ رفٹ ۲ رانچ و بگوشہ مشرق و شمال گلی میونسپلٹی ۱۲ رفٹ نقشہ مذکور الصدر میں واضح ہے اور بعد زمین مسجد و گلی میونسپلٹی مکان یکے مسلمان موجود ہے جسنے کہ گلی میونسپلٹی بگوشہ مغرب و شمال کی تجاوز کرکے اپنے مکان میں شامل کرلیا ہے۔ اگر اجازت میونسپلٹی کے مطابق مسجد تعمیر کرائی جاتی ہے تو گلی میونسپلٹی بند ہو جاتی ہے۔ جسکی وجہ سے میونسپلٹی کی جواب دہی مسلمان اہل محلہ پر ضروری ہوگی اور نقشہ بندوبست و خسرہ میں بھی ۲۲ رفٹ زمین مسجد اور ۱۲ رفٹ گلی بگوشہ مشرق و شمال موجود ہے جس کے مطابق اگر کارروائی عمل میں لائی جائیگی تو

لہ اگر عمرو کے اندر امامت کے شرائط پائے جاتے ہوں۔ تو۔ اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ مذکورہ بالا عقد کی بنا پر اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مصباحی

مکان دار مذکور کو سخت تکلیف پہونچیگی اور باعث باہمی نزاع ہوگا اور چند مسلمان خواندہ اور ناخواندہ کی رائے ہے کہ چار فٹ گلی مسجد کی زمین سے چھوڑ دی جاوے بقیہ مسلمان کی رائے ہے کہ مسجد کی زمین بالکل نہ چھوڑی جاوے لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ مسجد کی زمین بجانب شرق ایک یا دو یا چار فٹ برائے عام آمد و رفت کے گلی چھوڑ دینا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں ؟ نیز جو مسلمان کہ زمین مسجد کی چھوڑنے کیلئے آمادہ ہیں اور زمین مسجد کی چھوڑنے والے کیلئے کوشش کرتے ہیں ؟ انکے متعلق شرع کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب :- کسی زمین پر مسجد بن جانے کے بعد وہ ہمیشہ کیلئے مسجد ہوجاتی ہے مسجد کی عمارت باقی رہے یا منہدم ہوجائے ہر حال میں وہ مسجد ہی ہے اور اس کی حرمت بدستور باقی ہے۔ مسجد کے کسی جزء کو راستہ میں شامل کرلینا کہ اس پر مومن کافر جنب حائض سب کی گزرگاہ کردینا مسجد کی سخت توہین ہے اور یہ حرام، فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے۔ ان ارادوان یجعلوا شیأمن المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لھم ذلک وانہ صحیح کذا فی المحیط۔ جو لوگ اسکی کوشش کرتے ہیں کہ مسجد کا ایک جزء راستہ میں شامل کرکے اسکی مسجدیت کا ابطال کریں وہ ظالم ہیں۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اس سے روکے کہ اس میں خدا کی یاد کی جائے اور اس کو خراب کرنے کی کوشش کرے۔ تمام مسلمانوں کو کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ بر درجہ اتم بچ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی محمد غلام جان صاحب خطیب از لاہور -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمٰی زید کا باپ ایک پرانی مسجد کا پیش امام رہا اب تقریباً پچیس ۲۵ سال ہوگئے کہ وہ فوت ہوگیا اور بعد کو جو صاحب آیا ۶ ر مہینہ سال بھر نماز پڑھائی چلاگیا۔ اب چونکہ اس مسجد کے ساتھ ۲ ر ۴ ر دکانیں تعمیر ہوگئی ہیں لہٰذا زید اس طمع اور لالچ کے مارے کہتا ہے کہ چونکہ میرا باپ ایک مدت تک مسجد ہذا میں نماز پڑھاتا رہا ہے، لہٰذا متولی و مالک مسجد میں ہوں۔ مسجد کی آمدنی مجھے ملنا چاہیئے حالانکہ نہ زید نے اور نہ زید کے باپ دادا نے یہ مسجد بنائی اور نہ قاضی و اہل محلہ نے اس کو متولی مسجد ٹھہرایا اور یہ زید لاعلم، ریش تراش، فاسق

فاجر ہے ۔اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید مذکور مسجد ہذا کا متولی و مالک بن سکتا ہے یا نہیں ؟ اور مسجد کی آمدنی کا وہ مستحق ہے یا نہیں ؟ بینوا بسند الکتاب توجروا بیوم الحساب

الجواب :۔ زید کا یہ کہنا کہ میں مالک مسجد ہوں بالکل غلط ہے ۔ مساجد خالص ملک الٰہی ہیں کسی دوسرے کی ملک نہیں ارشاد ہوا اِنَّ المَسٰجِدَ لِلّٰہِ جس نے مسجد بنائی وہ بھی اسکا مالک نہیں ہوتا نہ کہ دوسرا بلکہ بنانے والا جب تک اسے اپنی ملک سے خارج نہ کردے مسجد نہیں ہوسکتی ۔ درمختار میں ہے ویزول ملکہ عن المسجد والمصلی بالفعل وبقولہ جعلتہ مسجدا ۔ اگر زید کا متولی بننے میں یہ پیش کرنا کہ انکا باپ امام تھا یہ بھی کوئی دلیل نہیں کہ اس کے باپ کا امامت کرنا اسکے متولی ہونے کا سبب نہیں ۔ خصوصاً جبکہ وہ فاسق وفاجر ہے کہ ایسے کو متولی بنانا درست نہیں ۔ متولی ایسے شخص کو کیا جائے جو امانت دار ہو ۔ اور وقف کا کام بخوبی انجام دے سکتا ہو ۔ ردالمحتار میں ہے ولا یولی الا امین قادر بنفسہ وبنائبہ اور سوال کی عبارت سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ اس طلب تولیت سے زید کا مقصود مسجد کی آمدنی کو اپنے صرف میں لانا ہے لہٰذا اسکو ہرگز متولی نہ کیا جائے کہ اس سے دیانت داری سے کام کرنیکی ہرگز توقع نہیں خصوصاً جبکہ وہ فسق وفجور میں بھی مبتلا ہے ۔ فقہائے کرام کا تو یہ ارشاد ہے کہ جو تولیت کا خواہشمند ہو اسے متولی نہ کیا جائے ۔ ردالمحتار میں ہے قالوا من طلب التولیۃ علی الوقف لا یعطی لہ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ جناب حاجی عبد الغفور صاحب محلہ بازار سدانند انجمن اشاعۃ الحق شہر بنارس ، ۷ ربیع الآخر ۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ۱؎ ایک مسجد قدیم تعمیر جدید کرتے وقت مسجد اونچی کی گئی اور قدیم فرش مسجد کے آگے کا جس پر نماز پڑھی جاتی تھی نیچا کرکے دوکان جدید قائم کی گئی اور اس پر فرش مسجد بنایا گیا اب تحقیق طلب یہ امر ہے کہ دوکان جدید کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے ؟

۲؎ مسجد یا فرش مسجد ٹھوس ہو اسکو کھود کر نیچے دوکان قائم کرنا اور دوکان کی چھت پر فرش قائم کرنا کیسا ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب (۱) :۔ جب مسجد تعمیر ہوگئی تو تحت الثریٰ سے عرش تک اوتنی فضا مسجد ہوگئی اوکی

مسجدیت باطل نہیں کیجاسکتی پھر اس مسجد کو دوبارہ تعمیر کرانے میں حدود مسجد کے اندر نیچے اوپر دوکان نہیں بنائی جاسکتی کہ وہ دکان کی زمین بھی مسجد ہوچکی ہے اوسکو مسجد سے خارج نہیں کیاجاسکتا نہ اوسکو کرایہ پر دے سکتے ہیں نہ اس میں ایسا کام کرسکتے ہیں جو احترام مسجد کے خلاف ہو فتاوٰی عالمگیری میں ہے قیم المسجد لایجوز لہ ان یبنی حوانیت فی حد المسجد او فی فنائہ لان المسجد اذا جعل حانوتا ومسکنا تسقط حرمتہ وھذا لایجوز۔ واللہ تعالٰی اعلم

الجواب (۲):۔ یہ ناجائز وحرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ سید زین الدین صاحب علوی خطیب مسجد الف خان احمد آباد لال دروازہ روڈ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ہے جو چھوٹی تھی اب بڑی بنائی گئی اسکے نیچے دوکانیں بھی بنوائی گئی ہیں دوکانوں کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہے تو اسکے متعلق آپ کی کتاب بہار شریعت حصہ دہم مسجد کے بیان میں لکھا ہے کہ ،،قبل مسجدیت مسجد کے نیچے دوکانیں بنانا مباح ہے،،اور عالمگیری کا حوالہ دیا ہے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ اباحت مذکور الذیل صورت میں رہتی ہے یا نہیں۔صورتِ مسجد یہ ہے کہ مسجد وسط بازار میں اچھی خاصی اونچائی پر ہے اسکے جماعت خانہ کے نیچے اطراف میں جنوبی شمالی اور مشرقی جانبوں میں مسجد کی دوکانیں تھیں اور ہیں اور مغربی طرف مسجد کی ملکیت کا مکان جو کرایہ سے دیا گیا تھا وہ اب چونکہ مصلیوں کی کثرت آمد سے مسجد چھوٹی ہونے سے اور تنگی کیوجہ سے مسجد کو شہید کرکے بڑی بنائی گئی ہے اور ہزاروں روپئے خرچ کئے ہیں اور مسجد کی ملکیت کا مغربی مکان بھی مسجد میں لیکر اس پر جماعت بڑا وسیع بنایا گیا ہے اور پورے جماعت خانہ کے نیچے موٹر کی دوکانیں یا اور قسم کی مگر کرایہ پر ہی دینے کی غرض سے دوکانیں بنائی ہیں مسجدیت کا کچھ حصہ صرف ایک دوکان میں لیا گیا ہے باقی زمین مسجدیت میں داخل نہ تھی نہ اب ہے اور دوکانوں کی آمدنی کا مصرف بھی مسجد ہے اگر یہ صورت خلاف شرع ہے تو مسجد کی ساری عمارت شہید کرنی ہوگی اور سب خرچ ضائع ہوگا؟

الجواب:۔ اس جدید تعمیر میں مسجد کے نیچے اون مواقع میں دوکانیں بنائی جاسکتی ہیں جہاں پہلے سے دوکانیں تھیں اور جانب مغرب میں جو مکان مسجد کا تھا اور اب اسے مسجد میں شامل کیا گیا

اوراسکے نیچے بھی دوکانیں بنائیں گئیں اس میں بھی حرج نہیں کہ یہ مکان پہلے سے مسجد نہ تھا بلکہ مصالح مسجد کے لئے وقف تھا ضرورت کے وقت اسے مسجد میں شامل کرنا اوراسکے نیچے مسجد کے مصالح کیلئے دوکانیں بنالینا جائز ہے جب کہ تعمیر ہی یوں کی ہو کہ نیچے مصالح مسجد کے لئے دوکانیں ہونگی اوراوپر مسجد ہوگی کہ یہ دوکان بنانا اس زمین کو مسجد کرنے سے قبل ہوا اور مسجد کا وہ حصہ جس کے نیچے پہلے دوکان نہ تھی مگراب دوکان میں شامل ہوگیا یہ ناجائز وحرام ہے کہ بعد تمام مسجدیت اسکے نیچے دوکان نہیں بنائی جاسکتی علامہ شہابُ الدین احمد شبلی حاشیہ تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق جلد ۲ صفہ ۳۳ میں امام فقیہ ابوالليث کا کلام نقل فرماتے ہیں فان قیل لوجعل تحتہ حانوتا وجعلہ وقفا علی المسجد قیل لا یستحب ذالک ولکنہ لوجعل فی الابتداء ھکذا صار مسجد وما تحتہ صار وقفا علیہ ویجوز المسجد والوقف الذی تحتہ ولو انہ بنی المسجد اولا ثم اراد ان یجعل تحتہ حانوتا للمسجد فھو مردود باطل وینبغی ان یرد الی حالہ، ترجمہ اگر مسجد کے نیچے دوکان بناکر مسجد پر وقف کردی گئی ایسا کرنا مستحب نہیں ہے مگر ابتداء ہی میں اگر ایسا کیا ہو تو اوپر مسجد ہوگی اور نیچے کی دوکان مسجد پر وقف ہوگی اور یہ مسجد بھی جائز ہے اور نیچے جو وقف ہے وہ بھی جائز اور اگر پہلے مسجد بنالی پھر اسکے نیچے مسجد کیلئے دوکان بنانا چاہتا ہے ایسا کرنا رد و باطل ہے اوراسکو پہلی حالت پر واپس کیا جائے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ ۵۵ :۔ مرسلہ عبدالغفور صاحب بنارس بازار رسدانند انجمن اشاعت الحق یکم جمادی الثانی

مسجد کے متعلق جو سوال حضور سے کیا گیا تھا وہی سوال یہاں کے مقامی علماء سے بھی کیا گیا تھا جن میں سے مولینا محمد ابراہیم صاحب کے پاس تو حضرت کا جواب بھی پیش کردیا گیا مولوی صاحب موصوف نے اسکا جواب جدا تحریر کیا اور فرمایا کہ میری تحریر حضرت کی خدمت میں روانہ کردو تاکہ مسئلہ کی تحقیق ہوجائے اگر میری غلطی ہو تو مزید تحقیقات سے آگاہ کیا جائے ۔ اس لئے عریضہ اور استفتاء ارسال خدمت ہے ۔ امید کہ حضور توجہ فرماکر جلد جواب سے سرفراز فرمائیں گے ۔ اگر یہ مسئلہ صاف ہوجائے تو اسکی اشاعت کرنا ہے امید کہ غایت توجہ فرمائینگے ۔ اور امور لائقہ سے بھی یاد فرمائینگے ۔ زیادہ نیاز حضور

کی خدمت میں اراکین مدرسہ اور جناب قاری محمد شفیع صاحب دست بستہ سلام عرض کرتے ہیں اور ایک سوال مولوی عبدالرشید صاحب کا یہ ہے کہ جس جگہ نماز پڑھی گئی وہ جگہ تو تحت الثریٰ سے لیکر عرش تک مسجد ہو گئی اب سوال یہ ہے کہ جو جگہ پہلے مسجد نہ تھی اس جگہ پر ایک چھت قائم کی گئی اور اس چھت پر مسجد قائم کی گئی تو اب اس چھت سے عرش تک مسجد ہوئی یا تحت الثریٰ سے اور اسکے نیچے کی دوکان وغیرہ جائز ہے یا نہیں ؟

نقل فتویٰ مولوی ابراہیم صاحب

ابتداءً یعنی مسجد بننے سے قبل اگر نیچے یا اوپر کوئی تعمیر کی جائے تو دو شرطوں سے جائز ہے (۱) مسجد کی کسی بھلائی اور مصلحت کیلئے کیجائے جیسے آمدنی وغیرہ کا خیال (۲) یہ عمارت مثل مسجد کے وقف ہو کہ رہن وبیع و دیگر تصرفات کے قابل نہ ہو در المنتقیٰ میں ہے صرح فی الاسعاف بانہ اذا کان السرداب او العلو لمصالح المسجد اذا کان وقفا علیہ صار مسجداً اور مسجد بنجانے کے بعد اسکے نیچے یا اوپر کچھ بنانا جائز نہیں در مختار میں ہے اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع کیونکہ مسجد تیار ہو جانے پر تحت الثریٰ تک ملا اور عرش تک خلا یہ ساری فضا محترم باحترام مسجد ہو جاتی ہے کما فی الدر والرد۔ فقہاء کا قول قدیم تو یہی ہے مگر قول جدید میں صاحبین کے نزدیک بضرورت کسی مصلحت کے واسطے جائز ہے جیساکہ ہدایہ وغیرہ میں ہے عن ابی یوسف انہ جوز ذالک فی الوجہین لما دخل بغداد ورائی ضیق الاماکن وکذا عن محمد لما دخل الری وھذا تعلیل صحیح لانہ تعلیل بالضرورۃ وھکذا فی العینی کما فی حواشی الکنز۔ پس صورت مسئولہ میں اگر آمدنی کی سبیل دشوار ہو اور اسی خیال سے دکان بنائی گئی ہو تو مضائقہ نہیں معلوم ہوتا اگر مسجد کے ضروری اخراجات کیلئے آمدنی ہو جاتی ہے تو بہتر یہی ہے کہ دکانات کی تعمیر نہ کیجائے، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب :- آپ کے سوال کا وہی جواب ہے جو مینے پہلے روانہ کر دیا ہے دوسرے فتوی میں جن روایات پر جواب کی بنا ہے وہ مخفی نہیں ، بکثرت ایسے مسائل ہیں جن میں روایات مختلفہ پائی جاتی ہیں مگر حکم ان روایات کے موافق دیا جاتا ہے جو با قوت ہوتی ہیں ورنہ نہیں

نہیں بلکہ بیشتر مسائل میں اس طور پر اختلاف کیا جا سکتا ہے بیشک وہ روایات ہدایہ میں ہیں مگر ضعیف ہیں۔ لہٰذا مدار کار ظاہر الروایۃ پر ہے بحر الرائق پھر رد المحتار میں ہے حاصلہ ان شرط کونہ مسجدا ان یکون سفلہ وعلوہ مسجدا لینقطع حق العبد عنہ لقولہ تعالیٰ وان المسٰجد للہ بخلاف ما اذا کان السرداب والعلو موقوفا لمصالح المسجد فھو کسرداب بیت المقدس ھذا ھو ظاھر الروایۃ وھناک روایات ضعیفۃ مذکورۃ فی الھدایۃ اس مذکورہ عبارت میں ہدایہ کی اون روایات کی نسبت ضعیف ہونیکی تصریح موجود ہوتے ہوئے اوس روایت کو کیونکر معمول بہا قرار دیا جائے پھر یہ کہ جو سوال آپ نے بھیجا تھا اس کی صورت یہ ہے کہ مسجد قدیم کی تعمیر جدید میں اوسکے نیچے دو کانیں بنائی گئیں اور ۲ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ سے جو یہ روائتیں منقول ہیں انکی صورت یہ ہے کہ اوپر مسجد بنائی گئی اور نیچے رہنے کا مکان جو مصالح مسجد کیلئے نہیں ہے یا نیچے مسجد بنائی گئی اوپر مکان یہ دونوں صورتیں جائز ہیں ہدایہ کی عبارت یہ ہے اذا جعل السفل مسجدا وعلیٰ ظھرہ مسکن الخ یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ یہ کلام ابتدا ر مسجدیت میں ہے لہٰذا صورت مسئول عنہا سے اسکو تعلق نہیں، سوم یہ کہ اس روایت پر فتویٰ دینے کا محصل یہ ہے کہ مسجد کے نیچے، اوپر بعد تمام مسجدیت اپنی رہائش و آسائش کیلئے مکان بنانا جائز ہے اگرچہ وہ مکان مصالح مسجد کیلئے نہو کیونکہ ان روایات کی یہی صورت تھی، وہ مکان مصالح مسجد کیلئے نہو اور بعد تمام مسجدیت اگرچہ اس روایات میں نہیں ہے مگر صورت مسئول عنہا یہی تھی اور اس روایت کو وہاں چسپاں کرنے میں یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ بعد تمام مسجدیت اسکے نیچے اور اوپر ایسا مکان بنانا جو مصالح مسجد کیلئے نہو جائز ہے۔ اب اس فتویٰ کا حاصل یہ ہوگا کہ مسجد توڑ کر اسکے نیچے رہنے کا مکان بنالیا جائے اور اوپر اپنا ذاتی مکان بنالیں اس میں کوئی قباحت نہیں ایسا حکم دینا مساجد کو خطرہ میں ڈالنا ہے مولوی عبدالرشید صاحب کے سوال کا جواب یہ ہے کہ مسجد بناتے وقت اس کے نیچے مصالح مسجد کیلئے دوکانیں بنالینا جائز ہے اور آنا ٹکڑہ اوس حکم احترام سے مستثنیٰ ہے جو مسجد کیلئے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: ۔ آمدہ از محلہ مفتی ٹولہ اٹاوہ مرسلہ ولی محمد انصاری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیان دین متین درمیان ان مسائل کے

(۱) یہ کہ کسی مسجد کے امام کے تقرر کا حق اس متولی مسجد کو ہے جو نہ اسکے قریب میں رہے اور نہ کبھی اسمیں نماز کو آوے یا ان محلہ داران و نمازیان مسجد کو حق ہے جو روزمرہ اور پنج وقتہ اس مسجد میں نماز ادا کرتے ہیں۔ ایسی شکل میں اگر متولی مسجد نمازیاں مسجد و محلہ داران کے مشورہ کے بغیر کسی امام کا تقرر کردے اور اس تقرر کو جملہ نمازیاں مسجد و محلہ داران نامناسب بتاتے ہوں تو متولی مسجد کا اسطرح سے امام کا تقرر شرعاً جائز ہے ؟

(۲) اس طرح سے متولی کے مقرر کئے ہوئے امام سے اکثر و بیشتر نمازیاں مسجد و محلہ دار خلاف ہیں ایسی صورت میں مسجد میں دو جماعتیں ہونے لگیں اور نمازیان قدیم کی اکثریت اس (جدید) امام کے پیچھے نماز نہ پڑھے تو شرعاً کیا حکم ہے ؟

(۳) اس طرح سے مقرر شدہ امام کی وجہ سے اگر مسجد میں دو جماعتیں ہونے لگیں ایک ہی وقت میں تو کونسی جماعت شرعاً قابل شرکت ہے ؟

الجواب :۔ متولی مسجد چونکہ مسجد کا منتظم ہے مسجد کے کام اوسکے سپرد ہیں لہٰذا امام کو مقرر کرنا بھی اس کا کام ہے مگر اوس تقرر کے مسئلہ میں اگر متولی اور مصلیان مسجد میں اختلاف ہو تو جس امام کو متولی نے مقرر کیا اگر وہ بہتر ہے تو وہی امام ہے اور اگر بہتر وہ امام ہے جسکو مصلیان مسجد نے مقرر کیا ہے تو اسی امام کو رکھنا بہتر ہے اور اگر دونوں امام ایک ہی طرح کے ہیں تو متولی کا امام اولیٰ۔ متولی تو متولی ہے خود بانی مسجد اور مصلیان مسجد میں اختلاف ہو تو اس میں بھی یہی تفصیل ہے درمختار میں ہے

البانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والموذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ ردالمحتار میں ہے قولہ اذا عین القوم اصلح ممن عینہ لان منفعۃ ذالک ترجع الیہم۔ لہٰذا اگر مصلیان مسجد کا مقرر کردہ امام بہتر ہے تو متولی کو بھی اسی کا تقرر منظور کر لینا چاہیئے تاکہ یہ فتنہ و فساد اور تفریق جماعت جو ہو رہی ہے اسکا سلسلہ بند ہو جائے بیک وقت ایک مسجد میں دو جماعتوں کا قائم کرنا ممنوع ہے سب کو متفق ہو کر ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ مولوی جلال شاہ پنجابی متعلم مسجد بی بی جی مظہر اسلام ۲۰ ربیع الاول ۶۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ جنگ کے دوران میں حکومت نے ایک گاؤں کو اپنی ضرورت کیلئے نکال دیا تو انھوں نے ادرجگہ قیام کیا۔ اور وہاں مسجدیں پختہ بنالیں اب انھیں پھر حکم ہوا ہے پہلی جگہ واپس آئیگا۔ اب ان مسجدوں کا کیا حکم ہے کیا انھیں وہاں ویسے رہنے دیں یا اپنی پہلی جگہ لاکر مسجدوں میں استعمال کریں اگر وہاں رہنے دیں تو بے حرمتی کا خطرہ ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ امام اعظم وامام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کا یہ مذہب ہے کہ جب لوگوں نے مسجدیں بنالیں تو اب وہ تا قیام قیامت مساجد ہوگئیں۔ اسکے اسباب دوسری مسجد میں نقل کرنا کسی طرح سے درست نہیں ہوگا۔ لا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد آخر سواء کانوا یصلون فیہ او لا یصلون وعلیہ الفتوی کذا فی الحاوی القدسی۔ درمختار میں ہے ولو خرب ماحولہ واستغنی عنہ یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعۃ وعلیہ الفتوی۔ یہ حکم اس زمانہ کیلئے تھا جبکہ مساجد کی اشیاء کے لینے اور ان میں تصرف کرنے کو لوگ برا جانتے تھے۔ اور اب یہ زمانہ فساد کا زمانہ ہے کہ لوگ حلال وحرام میں امتیاز نہیں رکھتے مسجد کی چیزوں میں بھی بطور تغلب تصرف کرنے سے باز نہیں رہتے۔ اس زمانہ میں بہت ممکن ہے کہ جب ان مساجد کا کوئی نگراں نہیں تو ان کے عمارتی سامان لوگ اپنے تصرف میں لائیں گے۔ اور مسجدوں کو منہدم کرکے نیست ونابود کر ڈالیں گے۔ اسی طرح یہ بھی خطرہ اور اندیشہ ہے کہ کفار ومشرکین موقع پاکر اسکا سارا سامان رفتہ رفتہ اٹھا لیجائیں گے۔ پس ایسی صورت میں امام ابو یوسف سے جو دوسری روایت ہے اس پر عمل کرکے اسکا عمارتی سامان منتقل کرکے دوسری مسجد میں لگا دیا جائے۔ اور اس زمین کو چبوترہ کی شکل میں باقی رکھیں جس سے معلوم ہوسکے کہ یہ مسجد ہے اور مسلمان اسکا احترام کریں۔ درمختار میں ہے۔ وعن الثانی ینقل الی مسجد آخر باذن القاضی ردالمحتار میں فرمایا۔ فی الاسعاف لو خرب المسجد وماحولہ وتفرق الناس عنہ لا یعود الی ملک الواقف عند ابی یوسف فیباع نقضہ باذن القاضی ویصرف ثمنہ الی بعض

المساجد انتہیٰ مختصراً۔ پھر فرمایا۔ والذی ینبغی متابعۃ المشائخ المذکورین
فی جواز النقل بلا فرق بین مسجد اوحوض کما افتیٰ بہ الامام ابوشجاع والامام
الحلوانی وکفی بہما قدوۃ ولاسیما فی زماننا فان المسجد او غیرہ من رباط اوحوض اذا
لم ینقل یاخذ انقاضہ اللصوص والمتغلبون کما ھو مشاھد وکذلک اوقافہ یاکلھا النظار
اوغیرھم ویلزم من عدم النقل خراب المسجد الآخر المحتاج الی النقل الیہ وقد وقعت
حادثہ سئلت عنہا فی امیر اراد ان ینقل بعض احجار مسجد خراب فی سفح قاسیون
بدمشق لیبلط بہا صحن الجامع الاموی فافتیت بعدم الجواز متابعۃ للشرنبلالی ثم
بلغنی ان بعض المتغلبین اخذ تلک الاحجار لنفسہ فندمتُ علی ما افتیتُ بہ ثم رأیتُ
الآن فی الذخیرۃ قال وفی فتاوی النسفی سئل شیخ الاسلام عن اھل قریۃ رحلوا وتداعٰی
مسجدھا الی الخراب وبعض المتغلبۃ یستولون علی خشبہ وینقلونہ الی دورھم ھل
لواحد لاھل المحلۃ ان یبیع الخشب بامر القاضی ویمسک الثمن لیصرفہ الی بعض المساجد
اوالی ھذا المسجد قال نعم وحکی انہ وقع مثلہ فی زمن سیدنا الامام الاجل فی رباط
فی بعض الطرق خرب ولا ینتفع المارۃ بہ ولہ اوقاف عامرۃ فسئل ھل یجوز نقلھا
الی رباط آخر ینتفع الناس بہ قال نعم لان الواقف غرضہ انتفاع المارۃ
ویحصل ذالک بالثانی [۱] واللہ تعالیٰ اعلم

---

[۱] درمختار وردالمحتار ج ۳ ص ۴۰۷ مطلب فی احکام المسجد ۱۲ مصباحی

کتاب البیوع

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فصل غلہ گندم و نخود آج بوجہ ارزاں ہونے کے خرید کر رکھنا چاہتا ہے، اس نیت سے کہ جسوقت نرخ بازار گراں ہوگا تو اسکو فروخت کروں گا لہذا اس غلہ کا بھرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر جائز ہے تو کس صورت سے جائز ہے؟

الجواب: جائز ہے کہ تجارت نفع و فائدہ حاصل کرنیکے لئے ہوتی ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے احل اللہ البیع وحرم الربوا۔ ہاں احتکار ناجائز ہے، اور اسکی صورت یہ ہے کہ اس جگہ کی آمد کا غلہ جو اپنی ملک نہو خرید کر ایسا کر رکھے کہ اسکے روکنے سے خلق پر تنگی ہو جائے، اور یہ صورت غلہ بھر کر رکھنے والوں میں عموماً نہیں پائی جاتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئولہ مولوی احسان علی طالبعلم مدرسہ اہلسنت ۱۳ رجمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ

تالاب وغیرہ میں مچھلی ہوتی ہے، مالک زمین مچھلی کو پانی میں رہتے ہوئے فروخت کر لیتے ہیں خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جو مچھلیاں تالاب میں ہیں۔ انکا خریدنا بیچنا ناجائز۔ ہدایہ میں ہے۔ ولا یجوز بیع السمک قبل ان یصطاد لانہ باع مالا یملکہ ولا فی حظیرۃ اذا کان لا یوخذ الا بصید لانہ غیر مقدور التسلیم ومعناہ اذا اخذہ ثم القاہ فیھا ولو کان یوخذ من غیر حیلۃ جاز الا اذا اجتمعت فیھا بانفسھا ولم یسد علیھا المدخل لعدم الملک[1] مچھلیوں کی بیع قبل اسکے کہ انھیں شکار کیا جائے جائز نہیں کہ اس نے ایسی چیز کو بیچا جس کا مالک نہیں۔ ایسے ہی وہ مچھلیاں جو کسی گڑھے میں ہیں جن کو بغیر شکار پکڑا نہیں جاسکتا ہو کیونکہ وہ مقدور التسلیم نہیں ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ مچھلیوں کو پکڑ کر کسی گڑھے میں ڈال دیا گیا ہو اور اگر اس قسم کی مچھلیاں بغیر حیلہ پکڑی جاسکتی ہوں تو بیع جائز ہے۔ ہاں اگر کسی گڑھے میں وہ مچھلیاں خود آکر جمع ہوگئیں اور راستہ بند نہ کیا تو بیع جائز نہیں کہ یہ شخص ان کا مالک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] ہدایہ ج ۳ ص ۴۱ باب البیع الفاسد۔ مصباحی

مسئلہ:- مرسلہ عبدالعزیز خاں صاحب از کلکتہ ذکریا اسٹریٹ ۲۲ ۲۰ رجمادی الاولیٰ
ایک بینک ہے جس نے یہ اعلان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص ہمارے پاس دس روپئے
ماہوار جمع کرے، تو دس سال کے بعد بجائے اسکے کہ جمع کردہ رقم مجموعی ۱۲۰۰ روپئے ہوئے۔
۱۶۰۰ روپئے۔ یعنی چار سو مزید دیے جائیں گے۔ اور ۲۵ روپئے ماہوار کے حساب سے ۲۰ سال
تک جمع کرے تو بعد ۲۰ سال کے اسکی مجموعی رقم ۶۰۰۰ کے بجائے ۱۱۰۰۰ روپئے یعنی پانچ ہزار
روپئے مزید دیئے جائیں گے۔ آں جناب سے عرض ہے کہ اس رقم میں مزید پانیکی امید پر جمع کرنا
درست ہے یا نہیں وہ مزید رقم جو مدت معینہ کے بعد ملیگی ربا میں داخل ہے یا نہیں؟

الجواب:- یہ کھلا ہوا سود اور حرام ہے ہاں اگر بینک والے نرے کافر ہوں ان میں کوئی
مسلم نہو اور اس مدت مذکورہ کے بعد وہ اتنے روپئے زائد دیں تو یہ شخص مال مباح سمجھکر لے
سکتا ہے کہ کافر نے اپنا مال اپنی خوشی سے دیا۔ لیلے اور سود کی نیت ہرگز نہو۔ ردالمحتار میں کافی
سے ہے۔ وان بایعھم الدرھم بالدرھمین نقدا اونسیئۃ فلا باس بذلک لان لہ
ان یاخذ اموالھم برضاھم، وھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مرسلہ جناب محمد ثروت یار خانصاحب از نینی تال ۲۱ رجمادی الاخرہ ۴۰ھ
کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک رقم بینک میں صرف اسکی امداد
کی غرض سے جمع کی اور اسوقت یہ کہدیا تھا کہ سود لینا منظور نہیں ہے بینک مذکور انگریزی نہیں ہے،
عام پبلک کا ہے عام مخلوق کو زیادہ سے زیادہ شرح سود پر روپیہ دیا جاتا ہے اور ان شخصوں
کو جتنا روپیہ اسمیں جمع ہے سال تمام پر بعد منہا اخراجات ضروری سود تقسیم کردیا جاتا ہے۔
بصورت مذکورہ بالا اصول بینک کے موافق سود زید کے پاس بھی آیا زید اسکو اپنے صرف میں لانا
پسند نہیں کرتا ہے۔ اس صورت میں جو سود آتا ہے اسکو کس کام میں صرف کیا جاوے، بینوا توجروا

الجواب:- بینک کی امداد کے لئے روپیہ دینا جبکہ وہ بینک سود پر لوگونکو روپیہ دیتا ہے،
حرام ہے، قال تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان، اور وہ سود کے روپئے حرام ہیں،

قال تعالیٰ وحرّم الربوا۔ اگر معلوم ہوسکے کہ یہ روپئے کس کے ہیں تو واپس کرے ورنہ فقراء پر تصدق کردے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ بخشاجی محمود جی سوداگر پارچہ شہرادد سے پور میواڑ ۷ رجب ۱۳۴۰ھ

ما قولکم ایہا العلماء الکرام رحمکم اللہ، کفار ہنود کو ہزار دو ہزار یا کم زیادہ کا دو مہینے کے وعدے پر قرض کپڑا فروخت کیا، کپڑا دیتے وقت اس سے یہ ظاہر کردیا کہ اگر دو مہینے کے وعدے پر روپیہ نہ ادا کیا تو میں تجھ سے فی صدی ایک روپیہ نفع زیادہ لونگا، یا یوں کہہ دیا کہ مثلاً دو مہینے کے وعدے پر اس کپڑے کی قیمت سو روپئے، اور اگر اس وعدے پر نہ آئے تو ایک سو ایک روپے ہونگے یہ اسلئے کہ کفار مسلمانوں کے روپیوں کا وعدہ پر ادا کرنے کی فکر نہیں کرتے یہ جائز ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ (۲) نوٹ سو سو روپئے کا ایک سو ایک یا ایک سو بارہ آنے پر ایک مہینے کے بعد واپس روپیہ لینا کرکے دیئے گئے وہ نوٹ تو اسکے کام میں آگئے۔ مگر مہینہ ہونے پر وہ بدلے میں روپیہ نہ دے اور نوٹ دے تو لینا جائز ہے یا روپیہ ہی لیا جائے؟ بینوا توجروا

الجواب (۱) ہندوستان اگرچہ دارالاسلام ہے مگر یہاں کے کفار نہ ذمی ہیں نہ مستامن لہذا اگر وہ اپنا مال خوشی سے دیں اگرچہ کسی ایسے عقد کے ذریعہ سے جو مسلمانوں میں باہم جائز نہ ہو تو کافر کا وہ مال مسلم کے حق میں جائز ہے مثلاً یہ صورت کہ ایک مہینے کے وعدہ پر اسکی قیمت سو روپیہ ہے اور اگر دو مہینہ پر دے تو ایک سو ایک یا زیادہ اور اس پر وہ راضی ہوگیا تو یہ زیادتی لے سکتے ہیں رد المحتار میں کافی امام شہید سے ہے وان بایعھم الدرھم بالدرھمین نقدا او نسیئۃ فلا باس بذلک لان لہ ان یاخذ اموالھم برضاھم الخ ولان مالھم غیر معصوم فیجوز اخذہ بای نحو کان مالم یکن غدر فانہ ممنوع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) سو روپئے کے نوٹ اگر ایک سو ایک روپئے یا کم و بیش کے بدلے میں ادھار بیچے تو خریدار پر روپئے لازم ہیں ہاں اگر دونوں نوٹ یا اشرفی سے دین ادا کرنے پر راضی ہوجائیں تو یہ بھی جائز ہے جبکہ یہ اسی قیمت کے ہوں جو باہم طے ہوئی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نقیع میں اشرفیوں کے بدلے اونٹ بیچتا سکے بجائے اشرفیوں کے روپئے لیتا یا روپئے کے بدلے میں بیچتا اور اشرفیاں لیتا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی ارشاد فرمایا لاباس ان تاخذھا بسعر یومھا مالم تفترقا وبینکما شئی، رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی والدارمی۔ اور اگر نوٹ بیچا نہیں بلکہ قرض دیا ہے تو جتنے کا نوٹ ہے خواہ اس قیمت کا نوٹ یا روپئے اس سے زیادہ حرام وسود ہے اگر قرض دیتے وقت مقرر کرلیا ہو کہ ایک سو کا نوٹ دیتا ہوں اور سو روپئے اور اتنے پیسے لونگا حدیث میں فرمایا کل قرض جر منفعۃ فھو ربٰو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی عبدالکریم صاحب از کانپور بنگالی محال ۲۲ رجب سنہ ۴۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں (۱) زید نے بکر کے ہاتھ مبلغ پندرہ روپئے کا نوٹ مبلغ چوبیس روپئے کو قرض فروخت کئے (۲) ادائیگی قرض کی یہ صورت قرار پائی کہ آٹھ آنے مہینہ کر کے یعنی چھ روپئے سال میں اور بقایا ۱۸ روپئے سال ختم ہونے پر بکر زید کو ادا کردیں۔(۳) زید نے یہ قرض کا وصول کرنا ہندہ کے سپرد کیا اور بکر نے بھی ہندہ کو دینا منظور کرلیا۔ کیونکہ زید غیر ولایت کو جانیوالا ہے۔(۴) بکر نے ہندہ کے حق میں ایک مکان دخلی رہن کردیا۔ اور اقرار نامہ لکھدیا۔ جو حسب شرائط مذکورہ ۲ کے مطابق ہے یعنی آٹھ آنے مہینے کا اسی رہن شدہ مکان کا کیرایہ نامہ لکھدیا۔ اور بقیہ سال ختم ہونے پر ادا کرنے کا رہن نامہ لکھدیا۔ یہ صورت ادائیگی کی ٹھہری۔ چونکہ حکومت غیر اسلام اس وجہ سے تکمیل رجسٹری وغیرہ کی یہ کل رقم جو قرض اتارا گیا ہے اس سے زیادہ نہیں ہے اور نہ زیادہ ہوگی۔ (۵) اگر زید بکر کو قرض نہ دیتا تو بکر غیر مسلم کے ہاتھ اپنی ریاست برباد کرتا اور کافر ایک مسلمان کی ریاست کو پیسے کی جگہ ڈھیلے میں لیتا۔(۶) مکرر بکر نے ہندہ کو لکھدیا۔ کہ چھ روپئے ریاست سے بذریعہ کیرایہ وصول کرے۔ جو کہ یہ بھی بکر ہی دے گا اور بقیہ ۱۸ روپئے بعد ایک سال نہ ادا کرنے پر شئی رہن شدہ سے وصول کرے۔ ان دونوں صورتوں میں چوبیس ہی روپئے وصول ہونے ہیں زیادہ نہیں؟

الجواب:۔ نوٹ کو کم و بیش پر بیچنا جائز ہے نقد اور ادھار دونوں طرح بیع ہوسکتی ہے والمسألة مصرح بها فی کفل الفقیه الفاهم من شاء الاطلاع فلیرجعه۔ اور ادھار میں قسط بقسط روپیہ ادا کرنا ٹھہرا یا یک مشت دونوں صورتیں جائز ہیں، دخلی رہن ناجائز ہے بلکہ بکر ہندہ کو آٹھ آنے ماہوار کرایہ پر اپنا مکان دیدے اور ہندہ اس میں متصرف ہو اور کرایہ دین میں ادا ہوتا رہے۔ اور اگر صورت یہ ہو کہ بکر نے اپنا مکان ہندہ کے پاس رہن رکھا پھر ہندہ نے بکر کو کرایہ پر دیا جیسا کہ سوال سے یہی ظاہر ہے۔ تو یہ بھی ناجائز، اور ہندہ کرایہ کی مستحق نہ ہو گی، ہاں بکر نے جو روپئے کرایہ میں دیے تو اتنے روپئے دین سے مجرا ہونگے فتاوی خیریہ میں ہے۔ استئجار الراهن من المرتهن باطل لانه ملکه واستئجار المالک ملکه باطل والباطل لاأجرة له فیرجع بما دفع ان لم یکن من جنس الدین وان کان من جنسه تقع المقاصة به[1] اور زید کے روپئے جب بکر پر ہیں تو ہندہ کے پاس رہن کیونکر ہوسکتا ہے کہ ہندہ کا کوئی دین بکر پر نہیں۔ بلکہ ہندہ کو زید نے اپنی جانب سے دین وصول کرنے پر وکیل کیا ہے اور رہن کسی دین کے مقابل ہوتا ہے ہدایہ میں ہے وفی الشریعة جعل الشئ محبوسا بحق یمکن استیفاؤه من الرهن[2] واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ خلیفہ عزیز الدین صاحب کاتب از لاہور شاہ عالمی دروازہ مسجد مراں والی ۲۵ محرم ۱۳۴۱ھ :۔ (۱) اگر کسی مسلمان کو کوئی مال حرام یا مشتبہ یا حلال وحرام سے مرکب جسمیں کثرت وقلت اور حلت وحرمت کی تمیز نہ ہوسکے کفار اہل کتاب یہود ونصاریٰ ومشرکین سے حاصل ہو یا واجب الطلب ہو اس مال کی نسبت شرعاً کیا عمل کرے۔ جو اسکے حق میں مناسب ہو اگر واجب الطلب کو کفار کے پاس چھوڑ دے تو وہ اس مال کو اپنے دین کی اشاعت یا امداد اسلام کی مخالفت میں صرف کرتے ہیں۔ اگر حاصل شدہ مال کو واپس کرے تب بھی وہ اس مال سے ویسا ہی کام لیتے ہیں۔ اور یہ امر صراحتاً یقینی ہے (اخبار میں شائع ہوچکا ہے کہ گذشتہ سال میں صرف

---

[1] فتاویٰ خیریہ کتاب الرہن ص ۱۹۱ ۔ [2] ہدایہ ج ۴ ص ۵۱۶ کتاب الرہن ۔ مصباحی

سیونگ بنک میں روپیہ رکھوانے والوں کی سودی رقم جو انھوں نے بوجہ مسلمان ہونے کے وصول نہ کی کہ اسکو حرام سمجھتے تھے۔ وہ بقدر تین لاکھ روپئے کی تھی جو عیسائی مشنریوں کو عیسائیت کی اشاعت کیلئے دی گئی اور عام بینکوں میں ایسی رقموں کی مقدار تو بہت ہی زیادہ ہوگی) ایسا مال ان سے نہ لینا یا واپس دینے سے اعانت علی الاثم والعدوان کا بھی خوف ہے۔ ؟

ع۲ اگر کوئی مسلم کسی مسلمان فاسق وفاجر حرام کے کاروبار کرنے والے حرام کے کمائی رکھنے والے کی کوئی اجرت مثل مزدوری۔ معماری، نجاری، حمالی، خیاطی وغیرہ امور کی کرے تو اجرت اپنی اسکے مال حرام سے لے سکتا ہے یا نہیں جس کو وہ جانتا ہے کہ اسکی کمائی حرام ہے اجرت میں لینے والے کیلئے حلال ہوگی یا نہیں۔ اس پر فتویٰ شریعت درکار ہے تقویٰ کا سوال نہیں ؟

الجواب:۔ جب کسی مال کی نسبت معلوم ہو کہ یہ بعینہ حرام ہے تو لینا جائز نہیں ورنہ لے سکتا ہے محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں وبہ ناخذ مالم تعرف شیئاً حراماً بعینہ لہذا وہ مال جسکی نسبت شبہہ ہے اور یہ یقین نہیں کہ یہ حرام ہے اسے لے سکتے ہیں خواہ وہ کافر اپنی طرف سے دے یا اسکے مطالبہ میں یونہیں مال مختلط جسمیں تمیز باقی نہ رہے اسکو بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ بعینہ حرام ہے۔ نیز اگر دوسرے کا مال اپنے مال میں اس طرح ملا دیا کہ تمیز نہ رہے تو یہ غاصب اس مال کا مالک ہوجاتا ہے اور اس کا تاوان اس پر لازم۔ درمختار میں ہے ان اختلط المغصوب بملک الغاصب بحیث یمتنع امتیازہ کاختلاط برہ ببرہ او یمکن بحرج کبیرۃ بشعیرہ ضمنہ و ملکہ بلاحل انتفاع قبل اداء ضمانہ ای رضا مالکہ باداء او ابراء او تضمین قاضی والقیاس حملہ وھو روایۃ[1] لہذا ایسا مال مسلمان لے سکتا ہے اقول واما عدم حل الانتفاع فیرجع الی الغاصب لا الی الآخذ منہ ولہذا ینفذ تصرفہ فیہ کالتملیک لغیرہ کما ھو مصرح فی الطحطاوی، اور محض اوہام کی بنا پر اپنے روپئے کفار کے پاس کیوں چھوڑے

---

[1] درمختار ج ۵ ص ۱۳۴ کتاب الغصب ۱۲ مصباحی

خصوصاً جب یہ معلوم ہو کہ یہ اشاعت کفر میں صرف ہوگا اور اس صورت میں حاصل شدہ کو واپس نہ دے یہاں تک تو الفاظ سوال کا جواب ہے مگر قرینہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سائل کا مقصد سود کے متعلق سوال کرنا ہے کہ کفار سے یا سیونگ بنک سے جو سود کے نام سے کچھ رقم روپیہ جمع کرنے والوں کو ملتی ہے اسکا لینا جائز ہے یا نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ جو رقم کافر حربی اپنی خوشی سے دے اگرچہ وہ اپنے زعم میں اسے سود سمجھے یا کوئی اور حرام طریقہ تصور کرے مسلمان اسے بلا تکلف لیسکتا ہے جبکہ یہ مسلمان نہ اسے سود سمجھے نہ سود کہکر لے کہ لاربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب کہ کافر حربی کا مال مال معصوم نہیں سوا غدر کے جس طرح ملے مسلمان کیلئے مباح یہاں تک کہ اگر کسی ایسے عقد کے ذریعہ سے ملا جو دو مسلمانوں کے درمیان جائز نہ تھا جب بھی وہ مال حلال ہے رد المحتار میں ہے فی کافی الحاکم وان بایعهم الدرهم بالدرهمین نقدا او نسیئة او بایعهم بالخمر والخنزیر والمیتة فلا باس بذالک لان له ان یاخذ اموالهم برضاهم فی قولهما ولا یجوز شئ من ذالک فی قول ابی یوسف - واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب:۔ اس کا حکم بھی سوال اوّل کے جواب سے ظاہر کہ اگر وہ فاسق فاجر بعینہٖ ہی مال کو دے جو اس نے حرام طریق سے حاصل کیا ہے، اور اجیر کو بھی معلوم ہو تو لینا ناجائز اور اگر بعینہٖ وہ نہ ہو بلکہ مثلاً اس نے کوئی چیز خریدی ہے اگرچہ مال حرام ہی سے خریدی مگر حرام مال پر عقد و نقد جمع نہوں تو یہ شئ حرام نہیں اور اجیر اسے لے سکتا ہے عقد و نقد جمع ہونیکی یہ صورت ہے کہ حرام مال دیکھا کر کہا کہ مجھے اسکی فلاں چیز دے یہ مال حرام پر عقد ہوا پھر اس نے یہی حرام روپیہ دیا بھی یہ نقد ہوا تو ایسی صورت میں وہ خریدی شئ بھی حرام ہوگئی اور اگر ایسا نہیں مثلاً یہ کہا کہ ایک روپیہ کی فلاں چیز دے اس نے دی اس نے حرام روپیہ دیا یا حرام کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ اسکی فلاں چیز دے اور وہ نہ دیا یا مال حلال کیطرف اشارہ کیا اور دیا حرام، تو عقد و نقد مال حرام پر نہوئی تو اب وہ شئ جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے تنویر الابصار میں ہے وان اشار الیها ونقد غیرها او الی غیرها او اطلق ونقدها لا یتصدق وبه یفتی قہستانی میں ذخیرہ سے ہے

وعلیہ الفتویٰ دفعا للحرج فی ھٰذا الزمان درمختار میں ہے واختار بعضھم الفتویٰ علی قول الکرخی فی زماننا لکثرۃ الحرام درر میں ہے ذکر فی الجامع الصغیراذا اشتریٰ بھا فانہ یتصدق بالربح فظاھر ھذا العبارۃ یدل علی انہ ۱/۱ اد بہ اذا اشار الیھا ونقد منھا واما اذا اشار الیھا ونقد من غیرھا او اطلق ونقد منھا او اشار الی غیرھا ونقد منھا ففی کل ذالک یطیب لہ لان الاشارۃ لا تفید التعیین فیستوی وجودھا وعدمھا الا ان یتاکد بالنقد منھا وبہ کان یفتی الامام ابو اللیث، اور یہ سمجھ لینا کہ اس کا پیشہ حرام ہے لہٰذا یہ مال حرام ہی ہوگا غلط ہے کہ ممکن ہے کہیں سے قرض لایا ہو کیا جو لوگ حرام پیشے کرتے ہیں وہ قرض نہیں لیتے یا انھیں کوئی قرض نہیں دیتا یا ممکن ہے کہ جو چیز اسنے اس طرح پر خریدی تھی کہ عقد و نقد مال حرام پر مجتمع نہ تھے اسے بیچکر یہ روپیہ لایا ہو اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ حرام پیشے والے بعض انمیں کبھی کوئی جائز پیشہ بھی کر لیتے ہیں اس جائز سے یہ حاصل ہوا ہو غرض جبتک اس خاص کی نسبت حرمت کا علم نہو لینا جائز ہے اشباہ والنظائر میں ہے الحرمۃ تنتقل مع العلم، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس سوال کا جواب لکھنے کے بعد انجمن نعمانیہ لاہور سے ایک چار ورق کی چھپی ہوئی تحریر آئی جس سے معلوم ہوا کہ یہ سوالات حقیقۃً انجمن کی جانب سے تھے کسی مصلحت کی بنا پر اصلی سائل کا نام ظاہر نہ کیا گیا تھا اور سوال کی وجہ یہ بتائی کہ انجمن میں کہیں سے قریب ساڑھے چار سو روپیہ کی ایک رقم آئی اور بھیجنے والے نے یہ ظاہر کیا کہ یہ سود کا روپیہ ہے اور انجمن کے اراکین میں کوئی اسے لینا چاہتا ہے اور کوئی کہتا ہے واپس کر دیجائے لہٰذا چھپا ہوا یہ استفتا بغرض دریافت حکم شرع روانہ کیا اور اب دوبارہ یہی استفتا مع مکالمہ اراکین شوریٰ طبع کر کے بھیجا اور اس میں دو سوال کا اور اضافہ کیا اور غالباً سائل نے یہ کوشش بھی کی ہے کہ لوگوں پر ظاہر کر دے کہ یہ فتویٰ ہم نے رشوت دیکر نہیں لکھوائے وہ سوال مع جواب درج ذیل ہیں

ع۱ کیا شریعت غرای مصطفوی علی صاحبہا الصلواۃ والسلام کی رو سے احکام شریعت عبادات اور معاملات حالات زمانہ کے مطابق رد و بدل ہو سکتے ہیں۔ یا ہوتے رہتے ہیں۔ امتثالاً آج

سے بیس سال پیشتر ایک ہی ملک میں ہر قسم کا سود حرام قطعی قرار دیا گیا ہو اور اب امتداد زمانہ کے باعث حلت کے درجہ میں آجائے۔ اور ایسے معاملہ میں کوئی تقوی وغیرہ کی ضرورت بھی نہ رہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا دین دنیا سے کوئی علحدہ چیز نہیں ؟

۲۔ کسی حرام ثابت شدہ کے خلاف حلت کا حیلہ تلاش کرنا کہ کسی نہ کسی طرح کھینچ تان کر حرام شئی حلال ہو جائے۔ ازروئے فقہ حنفی کیا حکم رکھتی ہے ؟

——: درخواست :——

جن علمائے کرام کی نظر سے یہ تحریر گذرے وہ تمام تحریر کو غور سے ملاحظہ فرماکر اور خشیت الہٰی کو مدنظر رکھتے ہوئے بقول حافظ لسان الغیب۔

واعظاں کیں جلوہ بر محراب ومنبر می کنند ۔۔ چوں خلوت می روند آں کار دیگر می کنند
مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس ۔۔ توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر می کنند
گوئیا باور نمی دارند روز داوری ۔۔ کایں ہمہ قلب و دغل در کار داور می کنند

فتاوی پتہ ذیل پر ارسال فرماویں جو بلا کم وکاست شائع کردئے جائیں گے۔

السائل۔ سراج الدین ضمیر معرفت مطب حقانی لاہور موچی دروازہ کوچہ لوہاران

الجواب:۔ اللھم ہدایۃ الحق والصواب رب انی اعوذبک من ھمزات الشیطن واعوذبک رب ان یحضرون۔ احکام قطعیہ منصوصہ میں رد و بدل کا کسیکو اختیار نہیں۔ جو حرام ہیں حرام ہی رہینگے اور جو حلال ہیں حلال۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ لاتبدیل لکلمت اللہ ذالک ھو الفوز العظیم۔ اللہ کے کلمات بدلے نہیں جاسکتے یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور فرماتا ہے لامبدل لکلمتہ وھو السمیع العلیم۔ اسکے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

بعض احکام ظنیہ میں مصلحت یا ضرورت یا عموم بلوی وغیرہا وجوہ سے علمائے کرام نے زیادت ونقص وخلاف کا حکم دیا۔ اور اسکے نظائر کتب فقہ میں کثیر ہیں کہ متقدمین نے ایک قول

پر فتوے دیا تھا اور متاخرین نے اسکے خلاف پر۔ بعض احکام کہ مرور زمانہ سے متبدل ہو گئے۔ یہ ہیں مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں عورتوں کو مسجد سے روکنا منع تھا۔ کہ ارشاد فرمایا اذا استاذنت احدکم امرأتہ الی المسجد فلا یمنعنہا[1]۔ جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے۔ رواہ البخاری ومسلم والنسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وفی روایۃ احمد وابو داؤد عنہ وعن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھذا اللفظ۔ لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ[2]۔ اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔

مگر جب حالت زمانہ متغیر ہو گئی اور صلاح فساد سے متبدل ہوا تو خود ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔ لو رأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احدث النساء فی زماننا لمنعھن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل[3]۔ یعنی اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان باتوں کو دیکھا ہوتا جن کو ہمارے زمانہ کی عورتیں کرتی ہیں۔ تو انکو مسجدوں سے منع فرمادیتے جیساکہ بنی اسرائیل کی عورتیں مسجدوں سے روک دی گئیں۔ پھر اور زمانہ بدلا تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جوان عورتوں کو مطلقاً اور بوڑھیوں کو بعض اوقات میں منع فرمایا۔ پھر اور بدلا تو متاخرین نے عورتوں کو مطلقاً منع فرمادیا۔ اور اب اسی پر عمل ہے۔ درمختار میں ہے ویکرہ حضورھن الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقاً ولو عجوزا لیلا علی المذہب المفتی بہ لفساد الزمان۔ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ والفتوی الیوم علی الکراھۃ فی الصلوات کلھا لظھور الفسق فی ھذا الزمان مگر یہ حقیقتہً مخالفت نہیں۔ بلکہ عین مقصد شارع ہے کہ شریعت مطہرہ کے اصول میں سد باب فتنہ ہے جو چیز ایک وقت میں سبب فتنہ نہ تھی اور اب منجر الی الفتنہ ہے تو اس سے روکا جائیگا۔ اسی وجہ

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۱۲۰ کتاب الآذان، باب استیذان المرأۃ زوجہا بالخروج إلی المساجد۔ مسلم ج ۱ ص ۱۸۳ کتاب الصلوٰۃ۔ باب خروج النساء إلی المساجد۔ [2] ابو داؤد ج ۱ ص ۸۴ کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء فی خروج النساء إلی المساجد۔ [3] مسلم ج ۱ ص ۱۸۳ کتاب الصلوٰۃ۔ مصباحی

سے جب اس مذہب مفتی بہ پر صاحب بحر نے اعتراض کیا کہ یہ تو نہ امام اعظم کا مذہب ہے نہ صاحبین کا حیث قال وقد یقال ھٰذہ الفتویٰ اللتی اعتمدھا المتاخرون مخالفۃ لمذھب الامام وصاحبیہ فانھم نقلوا ان الشابۃ تمنع مطلقاً اتفاقاً واما العجوز فلھا حضور الجماعۃ عند الامام الا فی الظھر والعصر والجمعۃ ای وعندھما مطلقاً فالافتاء بمنع العجائز فی الکل مخالف للکل فالاعتماد علی مذھب الامام اھ۔ تو صاحب نہر نے جواب دیا کہ یہ امام کے مذہب سے مستفاد ہے۔ لہذا قول امام ہی قرار دیا جائیگا۔ عبارت نہر یہ ہے وفیہ نظر بل ھو ماخوذ من قول الامام وذالک انہ انما منعھا لقیام العامل وھو فرط الشھوۃ بناء علی ان الفسقۃ لا ینتشرون فی المغرب لانھم بالطعام مشغولون فی الفجر والعشاء نائمون فاذا فرض انتشارھم فی ھذہ الاوقات لغلبۃ فسقھم کما فی زماننا بل تحدیھم ایاما کان المنع فیھا اظھر من الظھر اھ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ قول مقصد شرع کے بالکل مطابق ہے اور اسے مخالفت حدیث بھی نہ کہینگے۔

صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد کریم تک جمعہ کی صرف ایک اذان تھی جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد ہوتی پھر زمانہ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جب لوگوں کی کثرت ہوئی۔ اور چستی باقی نہ رہی تو ایک اذان کا اضافہ فرمایا کہ اس سے پہلے ہوتی ہے۔ اور وہ ابتک جاری ہے۔ صحیح بخاری شریف میں سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی۔ کان النداء یوم الجمعۃ اولہ اذا جلس الامام علی المنبر علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابی بکر وعمر فلما کان عثمان وکثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء[1]

یونہیں زمانہ متقدمین میں تثویب کو علماء نے بدعت فرمایا تھا مگر جب لوگوں میں سستی آگئی اور اذان سنکر بھی حاضر نہیں ہوتے تو کھٹکھٹانے کی ضرورت ہوئی اور متاخرین نے اسے جائز بلکہ مستحب

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۱۲۴ باب الاذان یوم الجمعہ۔ مصباحی

مستحسن فرمایا۔ درمختار میں ہے۔ ویثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل ردالمحتار میں ہے لظھور التوانی فی الامور الدینیۃ قال فی العنایۃ احدث المتاخرون التثویب بین الاذان والاقامۃ علی حسب ما تعارفوہ فی جمیع الصلوات سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وھو تثویب الفجر وما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن اھ[1]

یونہیں مساجد کی آرائش اور ان کی دیواروں پر سونے چاندی کے نقش و نگار کہ اگلے زمانہ میں نہ تھا۔ بلکہ حدیث میں فرمایا۔ لتزخرفنھا کما زخرفت الیھود والنصاریٰ[2] تم مسجدوں کی آرائش کروگے جس طرح یہود و نصاریٰ نے آرائش کی ہے۔ رواہ ابوداؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ مگراب دلوں کی وہ حالت نہ رہی ظاہری زیب و زینت سے اثر پیدا ہوتا ہے لہٰذا علماء نے جواز کا حکم دیا۔ تبیین میں ہے لایکرہ نقش المسجد بالجص وماء الذھب۔

یونہی مساجد کیلئے کنگرے بنانا کہ صدراول میں نہ تھا۔ بلکہ حدیث میں ارشاد ہوا۔ اتخذ والمساجد واتخذوھا جما رواہ ابن ابی شیبۃ والبیھقی فی السنن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ یعنی مسجدیں منڈی بناؤ انمیں کنگرے نہ رکھو مگر مسلمانوں میں رائج ہے وما راٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن۔ یعنی جسکو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک اچھا ہے۔

یوہیں تعلیم علم دین وامامت واذان پر اجرت لینا دینا ممنوع و حرام تھا۔ حدیث میں ارشاد ہوا واتخذ موذنا لا یاخذ علی اذانہ اجرا[3] مؤذن ایسا مقرر کرو جو آذان پر اجرت نہ لے۔ رواہ الامام احمد وابوداؤد والنسائی عن عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حدیث میں ہے۔ اقراء والقراٰن ولا تاکلوا بہ۔ قرآن پڑھو اور اسکے بدلے میں نہ کھاؤ۔ ہدایہ میں ہے۔ ولا یجوز

---

[1] درمختار و ردالمحتار ج ۱ ص ۲۸۶ باب الاذان۔ [2] ابوداؤد ج ۱ ص ۶۵ کتاب الصلوٰۃ باب فی بناء المسجد
[3] ابوداؤد ج ۱ ص ۷۹ کتاب الصلوٰۃ، باب اخذ الاجر علی التاذین۔ مصباحی

الاستیجار علی الاذان والحج وکذا الامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ[1] مگر جب متاخرین نے دیکھا کہ علم دین ضائع ہو جائیگا نماز وجماعت میں کمی واقع ہوگی تو جواز کا فتویٰ دیا ہدایہ میں ہے وبعض مشائخنا استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم لانہ ظہر التوانی فی الامور الدینیۃ ففی الامتناع تضییع حفظ القرآن وعلیہ الفتویٰ۔[2] درمختار میں ہے۔ ولا لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ ویفتی الیوم بصحتہا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قیل فیجب المسمیٰ بعقد واجر المثل اذا لم یذکر مدۃ شرح وھبانیۃ من الشرکۃ[3] طحطاوی میں ہے قولہ ویفتی الیوم بصحتہا ای فی ھذا الزمان لظہور التوانی فی الامور الدینیۃ وھذا مذہب المتاخرین من مشائخ بلخ استحسنوا ذلک وقالوا بنی اصحابنا المتقدمون الجواب علی ما شاھدوا من قلۃ الحفاظ ورغبۃ الناس فیہم وکان لہم عطیات من بیت المال وافتقاد المتعلمین فی مجازاۃ للاحسان بالاحسان من غیر شرط مرؤۃ یعینوھم علی معاشہم ومعادہم وکانوا یفتون بوجوب التعلیم خوفاً من ذھاب القرآن وتحریضاً علی التعلیم حتی ینہضوا الاقامۃ الواجب فیکثر حفاظ القرآن واما الیوم فذھب ذلک کلہ واشتغل الحفاظ بمعاشہم وقل من یعمل حسبۃ ولا یتفرغون لہ ایضاً فان حاجتہم تمنعہم من ذلک فلو لم یفتح لہم باب التعلیم بالاجر لذھب القرآن فافتوا بجوازہ لذلک ورأوہ حسنا وقالوا الاحکام تختلف باختلاف الزمان اھ[4]

یہ چند نظائر بیان میں آئے جن میں تبدل زمان سے حکم مختلف ہو گیا۔ اور جس نے کلمات علماء کا تتبع کیا وہ جانتا ہے کہ کلام علماء میں اسکی بہت سی نظیریں ملیں گی کہ زمانہ سابق میں

---

[1] ہدایہ ج ۳ ص ۳۰۳ باب الاجارۃ الفاسدہ۔ [2] ایضاً۔ [3] درمختار ج ۵ ص ۳۸ کتاب الاجارۃ
[4] طحطاوی علی الدر ج ۴ ص ۳۰ کتاب الاجارۃ۔ مصباحی

اور حکم تھا۔ اور اب کچھ اور۔ طحطاوی کا یہ جملہ " وقالوا الاحکام تختلف باختلاف بالزمان " اس مضمون پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ نیز جواہر اخلاطی میں ہے۔ ھو وان کان احداثا فھو بدعۃ حسنۃ وکم من شئی یختلف باختلاف الزمان والمکان۔ مگر حقیقۃً ان سب صورتیں تبدیل احکام نہیں۔ بلکہ الضرورات تبیح المحذورات پر نظر ہے۔ یا اذا ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما کا لحاظ ایسے امور کی طرف داعی ہوتا ہے۔ یا اختلاف زمانہ ومصالح مسلمین انکی مقتضی ہوتی ہیں کہ یہ حالت اگر زمانہ متقدم میں پائی جاتی تو اس وقت بھی یہی حکم ہوتا جواب ہے اور متقدمین بھی اسی پر فتوے دیتے جس پر متاخرین نے دیا۔

لہذا سوال کا جواب یہ ہے کہ احکام حقیقۃً نہیں بدلتے ہاں بعض احکام صورۃً متغیر ہوجاتے ہیں۔ سود لینا حرام قطعی ہے۔ پہلے بھی حرام تھا اور اب بھی حرام ہے اور ہمیشہ حرام رہے گا۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ الذین یاکلون الربوا لایقولون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس ط ذلك بانھم قالوا انما البیع مثل الربوا واحل اللہ البیع وحرم الربوا فمن جاءہ موعظۃ من ربہ فانتھی فلہ ما سلف۔ وامرہ الی اللہ ومن عاد فاولئك اصحاب النار ھم فیھا خلدون۔ یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات واللہ لایحب کل کفار اثیم[1] جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ اپنی قبروں سے اس طرح اٹھیں گے جیسا وہ شخص کہ اسے شیطان نے چھوکر مخبوط کردیا ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے کہا کہ بیع تو نہیں مگر سود حالانکہ اللہ نے سود کو حرام کیا اور بیع کو حلال کیا۔ پس جس کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہونچی اور وہ باز آگیا تو اسکے لئے وہ ہے جو گزر چکا۔ اور اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے۔ اور جو اسکے بعد لوٹیں وہ آگ والے ہیں۔ وہ اس آگ میں ہمیشہ رہیں گے اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور اللہ کفر کرنے والے گنہگار کو دوست نہیں رکھتا ہے

---

[1] پ ۳ س بقرہ۔

اور فرماتا ہے یایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربوا ان کنتم مؤمنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سود جو باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تو مؤمن ہے اگر ایسا نہ کروگے تو تمہیں اللہ ورسول کی طرف سے لڑائی کا اعلان ہے۔

سود کی حرمت ومذمت میں بکثرت احادیث وارد ہیں ان میں سے بعض ذکر کی جاتی ہیں کہ انھیں دیکھکر شاید کوئی سود خوار ہدایت پائے اور توبہ کرے۔ واللہ ہو التواب الغفور۔

حدیث (۱) درھم ربوا یاکلہ الرجل وھو یعلم اشدّ من ستۃ وثلثین زنیۃ[1]۔ جان کر ایک درہم سود کا کھانا چھتیس بار زنا سے سخت تر ہے رواہ احمد والدارقطنی عن عبداللہ بن حنظلۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث (۲) الربا سبعون حوبًا ایسرھا ان ینکح الرجل امہ[2]۔ سود ستر گناہ ہے ان سب میں ہلکا یہ کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے رواہ ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۳) الربوا بضع وسبعون بابا۔ سود کے کچھ اوپر ستر دروازے ہیں۔ رواہ البزار عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۴) الربوا سبعون بابا ادناھا کالذی یقع علی امہ رواہ البیھقی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیث (۵) الربوا اثنان وسبعون بابًا ادناھا مثل اتیان الرجل امہ وان اربا الربا استطالۃ الرجل فی عرض اخیہ۔ سود کے بہتر دروازے ہیں انمیں کا ادنیٰ ایسا ہے جیسے آدمی کا اپنی ماں سے زنا کرنا اور سب سے بڑھکر سود یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کی آبرو میں زبان درازی کرے رواہ الطبرانی عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۶) ابن ابی الدنیا عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفا راوی ۔

---

[1] مشکوٰۃ ص ۲۴۶ باب الربا۔ [2] ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۶۴ باب التغلیظ فی الربا۔ مصباحی

الربا اثنان وسبعون حوبا اصغرها حوبا کمن اتیٰ امه فی الاسلام ودرهم من الربوا اشد من بضع وثلثین زنیةً قال ویاذن اللّٰه بالقیام للبر والفاجر یوم القیامة الا آکل الربا فانه لایقوم الاکما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس۔ سود ستر گناہ کے برابر ہے انمیں کا سب سے چھوٹا ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے اسلام لانے کے بعد زنا کرے اور سود کا ایک درہم کچھ اوپر تیس بار زنا سے سخت تر ہے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نیکو کار و بدکار کو قیام کا حکم فرمائے گا مگر سود خوار کہ یہ نہیں کھڑا ہو گا مگر اس طرح جیسے وہ شخص جس کو شیطان چھو کر مخبوط کر دیتا ہے۔ (آسیب زدہ)۔

حدیث (۷) خطبنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فذکر امر الربا وعظم شانه وقال ان الدرهم یصیبه الرجل من الربا اعظم عند اللّٰه فی الخطیئة من ست وثلثین زنیةً یزنیتها الرجل وان اربا الربا عرض الرجل المسلم

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعظ بیان فرمایا اور اس میں سود کا ذکر فرمایا اور اسکی حالت کی بڑائی (معصیت میں) بیان فرمائی۔ اور فرمایا کہ آدمی جو سود کا ایک درہم لیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خطا میں چھتیس بار زنا سے بڑھکر ہے۔ اور سب سے بڑھکر سود مرد مسلمان کی آبرو لینا ہے۔ رواہ ابن ابی الدنیا والبیہقی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔

حدیث (۸) من اعان ظالما بباطل لیدحض به حقا فقد بری من ذمة اللّٰه وذمة رسوله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ومن اکل درهما من ربا فهو مثل ثلثة وثلثین زنیة ومن نبت لحمه من سحت فالنار اولی به۔ جس نے ظالم کی باطل کے ساتھ اعانت کی اسلیے کہ کسی حق کو لغزش دے وہ اللہ ورسول کے ذمہ سے بری ہو گیا۔ اور جس نے ایک درہم سود کا کھایا تو وہ مثل تینتس ۳۳ بار زنا کے ہے۔ اور جو گوشت حرام سے اوگا اس کے لئے آگ زیادہ بہتر ہے رواہ الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث (۹) اجتنبوا السبع الموبقات قالو یا رسول اللّٰه وما هن قال الشرك باللّٰه

والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق و اکل الربا و اکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات الغافلات المومنات[1] سات ہلاک کرنیوالی چیزوں سے بچو لوگوں نے عرض کی وہ کیا ہیں یارسول اللہ۔ فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا اور جادو اور اس نفس کو جس کو اللہ نے حرام کیا ہے۔ ناحق قتل کرنا اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور لڑائی کے دن پیٹھ پھیرنا اور مسلمان پارسا عورت پر تہمت لگانا جو زنا سے غافل ہے۔ رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۱۰) لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[2] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کھانے اور کھلانے والے اور اسکا کاغذ لکھنے والے اور اسکی گواہی کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔ اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔ رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسی کی مثل بالفاظ مختلفہ مسلم ونسائی وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ وابن حبان وابن خزیمہ وابویعلی وامام احمد نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث (۱۱) لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الواشمۃ والمتوشمۃ واکل الربا وموکلہ وینھی عن ثمن الکلب وکسب البغی ولعن المصورین[3] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گودنے والی اور گودوانے والی اور سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی اور کتّے کے دام اور زانیہ کی اجرت سے منع فرمایا اور مصوروں پر لعنت فرمائی رواہ البخاری وابوداؤد عن ابی جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۱۲) اربع حق علی اللہ ان لایدخلھم الجنۃ ولا یذیقھم نعیمھا لامن الخمر۔ واکل الربا واکل مال الیتیم بغیر حق والعاق لوالدیہ۔ چار شخص ایسے ہیں

---

[1] مسلم ج ۱ ص ۶۴ باب الکبائر واکبرہا۔ [2] مسلم ج ۲ ص ۲۷ کتاب الربا۔ [3] بخاری ج ۱ ص ۲۹۸ کتاب البیوع بمساق

کہ اللہ پر ثابت ہے کہ انھیں نہ جنت میں داخل کرے اور نہ اسکی نعمت کا انھیں مزہ چکھائے شراب کی مداومت کرنیوالا اور سود کھانیوالا اور یتیم کا مال ناحق کھاجانیوالا اور اپنے ماں باپ کا نافرمان۔ رواہ الحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۱۳) اذا ظہر الربا والزنا فی قریۃ فقد احلوا بانفسہم عذاب اللہ جب کسی بستی میں سود اور زنا کا ظہور ہو تو انھوں نے اپنے اوپر عذاب خدا کو حلال کرلیا۔ رواہ الحاکم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسی کے مثل ابویعلی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

حدیث (۱۴) مامن قوم یظہر فیہم الربا الا اخذوا بالقحط ومامن قوم یظہر فیہم الرشا الا اخذوا بالرعب۔ جس قوم میں سود کا ظہور ہوگا قحط میں گرفتار ہوگی۔ اور جس قوم میں رشوت کا ظہور ہوگا۔ رعب میں ماخوذ ہوگی۔ رواہ احمد عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفی اسنادہ مقال۔

حدیث (۱۵) بین یدی الساعۃ یظہر الربا والزنا والخمر۔ قیامت کے پہلے سود خواری و زناکاری و شراب خوری کا ظہور ہوگا۔ رواہ الطبرانی عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۱۶) یأتی اٰکل الربا یوم القیٰمۃ مخبلا یجر شفتہ ثم قرأ لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس۔ سودخوار قیامت کے دن مجنوں کیطرح آئیگا اپنے ہونٹ گھسیٹتا ہوگا۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ رواہ الطبرانی والاصبہانی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۱۷) ما احد اکثر من الربا الا کان عاقبتہ امرہ الی قلۃ[1] جس نے سود سے مال بڑھایا اس کا انجام قلت ہے۔ رواہ ابن ماجۃ والحاکم عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[1] ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۶۵ باب التغلیظ فی الربا۔ مصباحی

حدیث(١٨) قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأیت اللیلۃ رجلین اتیانی فاخرجانی الی ارض مقدسۃ فانطلقنا حتیٰ اتینا علی نہر من دم فیہ رجل قائم وعلی وسط النہر رجل بین یدیہ حجارۃ فاقبل الرجل الذی فی النہر فاذا اراد الرجل ان یخرج رمی الرجل بحجر فی فیہ فردہ حیث کان فجعل کلما جاء لیخرج رمی فی فیہ بحجر فیرجع کما کان فقلت من ھذا فقال الذی رأیتہ فی النہر اٰکل الربا[1] فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج رات میں نے دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے زمین مقدس کی طرف لے گئے۔ پھر ہم ایک خون کی نہر پر پہنچے۔ اس نہر میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا اور ایک شخص نہر کے کنارہ پر تھا۔ اسکے سامنے پتھر رکھے ہوئے تھے۔ وہ نہر والا شخص ادھر متوجہ ہوتا اور جب نہر سے نکلنا چاہتا تو یہ دوسرا شخص اسکے منہ میں پتھر مار کر وہیں لوٹا دیتا جہاں تھا پھر جب کبھی وہ نکلنے کیلئے آتا یہ شخص پھر پتھر مارتا کہ وہ لوٹ کر وہیں پہنچتا جہاں تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے تو جواب دیا جس کو آپ نے نہر میں دیکھا سود خوار تھا۔ رواہ البخاری عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفی الحدیث قصۃ طویلۃ

حدیث(١٩) قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأیت لیلۃ اسری بی لما انتہینا السماء السابعۃ فنظرت فوقی فاذا انا برعد و بروق وصواعق۔ قال فاتیت علی قوم بطونہم کالبیوت فیہا الحیات تریٰ من خارج بطونہم قلت یاجبریل من ھؤلاء قال ھؤلاء اکلۃ الربا[2] فرماتے ہیں شب معراج جب ہم ساتویں آسمان پر پہونچے۔ میں نے اپنے اوپر نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ بادل کی طرح گرج اور کوندے اور بجلیاں ہیں۔ پھر میں ایک قوم کے پاس گیا جنکے پیٹ گھر کے مثل ہیں (بڑے بڑے) اور ان میں سانپ ہیں کہ پیٹ کے باہر سے دیکھائی دیتے ہیں۔ میں نے کہا اے جبریل

---

[1] بخاری ج ا ص ٢٨٠ باب اٰکل الربا وشاھدہ وکاتبہ۔ [2] ابن ماجۃ ص ١٦٤۔ مصباحی

یہ کون لوگ ہیں۔ جبریل نے کہا یہ سود خوار ہیں۔ رواہ احمد وابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
یہ چند حدیثیں ذکر کی گئیں جن سے سود کی حرمت و شناعت ظاہر اور اسکا گناہ کبیرہ ہونا عیاں۔ مسلمانوں پر لازم کہ ایسی قبیح شئی سے اپنے کو بچائیں اور عذاب آخرت سے ڈریں کہ اگرچہ بظاہر اسکا نام سود ہے۔ مگر حقیقۃً اسمیں ضرر شدید ہے۔ یہ تو سود کے متعلق حکم تھا مگر بعض جگہ صورۃً ربا ہے۔ اور حقیقۃً ربا نہیں۔ اسکے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔ مثلاً حربی کے ہاتھ دارالحرب میں ایک روپیہ دو روپیہ کو بیچا یا اسے قرض دیا اور زیادہ لینا ٹھہرالیا۔ یہ صورۃً ربا ہے۔ حقیقۃً ربا نہیں۔ کہ کافر حربی کا جو مال بلا غدر حاصل ہو وہ حلال خالص ہے۔ اسی واسطے یہ ارشاد ہوا۔ کہ لا ربا بین المسلم والحربی فی دارالحرب۔ یعنی ربا ہی نہیں نہ یہ کہ سود تو ہے مگر جائز ہے۔ ایسا ہوتا تو یوں فرمایا جاتا کہ یجوز الربا بین المسلم والحربی فی دارالحرب۔ حقیقۃً ربا ہونے کیلئے مال کا معصوم ہونا شرط ہے کہ جو مال مباح ہو اگر اس میں بھی ربا ہو تو لینا حرام ہوگا۔ پھر مباح کہاں ہوا اور معصوم وغیر معصوم میں کیا فرق رہا۔ طحطاوی علی الدر میں ہے۔ شرط الربا عصمۃ البدلین جمیعا۔ اور اسی وجہ سے ہدایہ و فتح القدیر وعنایہ وجامع الرموز وجوہرہ نیرہ وبحرالرائق و درر و درمختار وغیرہا عامہ اسفار میں کافر حربی و مسلم میں سود نہ ہونے کی علت یہ بیان فرماتے ہیں۔ لان مالھم مباح فی دارھم کہ انکا مال مباح وغیر معصوم ہے۔ اور ایسا مال جس طرح مل سکے لے سکتے ہیں۔ سوا غدر کے کہ غدر حرام ہے۔ اور جو مسلمان دارالحرب میں امان لیکر گیا ہے غدر کر نہیں سکتا۔ لہذا یہ شرط لگائی کہ جو مال انکی رضامندی سے ملے وہ جائز ہے۔ اور اگر امان لیکر نہ گیا ہو تو جس طرح بھی وہاں سے مال لائے گا حلال ہوگا کہ فی نفسہٖ وہ مال مباح ہے۔ اور غدر پایا نہ گیا لہذا حلال خالص ہے۔ اور یہ قطع نظر حدیث لا ربا بین المسلم والحربی فی دارالحرب کے اس صورت میں سود نہ ہونے کی ایک مستقل علت ہے۔ لہذا امام ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ معترضین کا جواب دیتے ہوئے اس کے علت مستقلہ ہونے کا افادہ فرماتے ہیں۔ حیث قال

ان المطلقات مراد بمحلها المال المحظور بحق لمالکه ومال الحربی لیس محظورا الا لتوقی الغدر وھذا التقریر فی التحقیق یقتضی انه لولم یرد خبر مکحول اجازہ النظر المذکور اعنی کون ماله مباحا الا لعارض لزوم الغدر[۱] نیز ہدایہ وتبیین وبحر وغیرہا نے بھی اسکی طرف اشارہ کیا کہ عدم ربا کی دو دلیلیں ذکر کیں۔ ایک حدیث دوسری یہ کہ انکا مال مباح ہے تو ثابت کہ ربا کیلئے عصمت شرط۔ واذا فات الشرط فات المشروط۔ اور اسی عدم عصمت کی بنا پر ہر ایسے طریق سے جسمیں غدر نہ ہو حربی کا مال لے سکتے ہیں۔ کہ یہاں اسکے سوا حرمت کی کوئی صورت ہی نہیں اور جو اسباب اخذ مال کیلئے استعمال کئے جائیں وہ سب بنظر ظاہر ہیں۔ حقیقت میں ہمیں اس چیز کا لینا ہے۔ جو ہمارے لئے حلال ہے۔ اور یہ ظاہری صورت غدر سے بچنے کیلئے ہے مثلاً حربی سے کسی معاملہ میں شرط لگائی۔ اور جیت لی تو جو مال ملا جائز ومباح ہے۔ اور مسلمان یا ذمی سے ایسا ہو تو حرام۔ امام ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ فتح القدیر میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں۔ جس نے اسکا جواز ثابت۔ وہ یہ ہے۔ ان ابا بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل الھجرۃ حین انزل اللہ تعالیٰ الم غلبت الروم الآیۃ قالت له قریش ترون ان الروم تغلب قال نعم فقال هل لك ان تخاطرنا فخاطرهم فاخبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم اذھبت الیھم فزد فی الخطر ففعل وغلبت الروم فارسا فاخذ ابو بکر خطرہ فاجازہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وھو القمار بعینه مشرکی مکة وکانت مکة دار شرك[۱]۔ اس مضمون کے نصوص شروح و فتاویٰ میں بکثرت مذکور کہ جس طرح مال حربی ملے لینا جائز ہے۔ بعض دیگر عبارات ذکر کی جاتی ہیں۔ ہدایہ میں ہے ولان مالهم مباح فی دارھم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا بلا غدر[۲] فیملکه بحکم الاباحة السابقة۔ شلبیہ علی الزیلعی میں ہے۔ المسلم الذی

---

[۱] فتح القدیر ج ۶ ص ۱۷۸ باب الربا۔ [۲] فتح القدیر باب الرباج ۶ ص ۱۷۸۔ [۳] ہدایہ ج ۳ ص ۸۶ باب الربا۔ مجتبائی

کہ ارشاد ہوا۔ اذا اختلفت ھذہ الاصناف فبیعوا کیف شئتم اذا کان یدا بید رواہ مسلم عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ[1] اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی روایت انھیں سے یوں ہے۔ ولکن بیعوا الذھب بالورق والورق بالذھب والبر بالشعیر بالبر والتمر بالملح والملح بالتمر یدا بید کیف شئتم۔ اللہ عزوجل حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قسم پوری کرنے کا حیلہ یہ تعلیم فرماتا ہے۔ خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ[2] بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجور حاضر لائے۔ ارشاد فرمایا۔ یہ تم کہاں سے لائے۔ عرض کی۔ کان عندنا تمر ردئی فبعت منہ صاعین بصاع۔ ہمارے یہاں خراب کھجوریں تھیں انکے دو صاع کے بدلے میں ان کا ایک صاع خریدا۔ فرمایا اوہ عین الربا عین الربا لاتفعل۔ اف یہ تو خالص سود ہے۔ خالص سود ہے ایسا نکرو پھر ارشاد فرمایا۔ ولکن اذا اردت ان تشتری فبع التمر ببیع اٰخر ثم اشتر بہ۔ ہاں اگر خریدنا چاہو تو اپنی کھجوریں کسی اور شئی کے بدلے بیچو پھر اس سے خریدو۔ رواہ البخاری ومسلم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نیز صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ابوسعید خدری وابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استعمل رجلا علی خیبر فجاءہ بتمر جنیب فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل تمر خیبر ھکذا قال لا واللہ یارسول اللہ انا لناخذ الصاع من ھذا بالصاعین والصاعین بالثلث فقال فلا تفعل بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم جنیبا[3] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو خیبر پر عامل کرکے بھیجا تھا۔ وہ خدمت اقدس میں خرمائے جنیب حاضر لائے ارشاد فرمایا کیا خیبر کے سب چھوہارے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ عرض کی نہیں۔ خدا کی قسم یارسول اللہ ہم اسکے ایک صاع کو دو صاع کے بدلے میں اور دو صاع

---

[1] مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۔
[2] پ ۲۳ سورہ ص [3] باب الربا۔ مسلم ج ۲ ص ۲۶ باب الربا۔ مصباحی

کو تین صاع کے عوض میں خریدتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ایسا نہ کرو۔ اپنے چھوہارے روپے سے بیچو۔ پھر روپے سے انھیں خریدو۔ ان دونوں حدیثوں کا صریح مفاد یہی ہے کہ جس چیز کی خریداری مقصود ہے۔ اسکو اسی جنس سے خریدیں۔ تو کھلا سود ہے۔ اس سے بچنے کیلئے طریقہ بدلا گیا کہ مقصود بھی حاصل ہو اور سود بھی نہ ہو۔ اسی کو حیلہ کہتے ہیں۔ کہ مقصود حاصل ہو اور محذور شرعی سے اجتناب ہو۔

امام قاضیخاں نے اپنے فتاویٰ میں حیلہ کی ایک مستقل فصل ذکر فرمائی فصل فیما یکون فرارا عن الربا۔ اس فصل میں ان باتوں کا ذکر ہے جن میں سود سے گریز ہو۔ اور اس میں متعدد صورتیں ایسی ذکر کیں کہ آدمی خاطر خواہ نفع حاصل کرے اور سود نہ ہو۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیع عینہ کو جائز بتایا بلکہ کرنے والے کو ماجور فرمایا۔ ردالمحتار میں ہے عن ابی یوسف العینۃ جائزۃ ماجور من عمل بہا۔ فتح القدیر میں ہے قال ابو یوسف لایکرہ ھٰذا البیع لانہ نعلہ کثیر من الصحابۃ وحمدوا علی ذلک ولم یعدّوہ من الربا بحر میں ہے لاباس بالبیوع اللتی یفعلہا الناس للتحرز عن الربا۔

کسی کے پاس زمزم شریف ہے جسے تبرک وغیرہ کیلئے لیجاتا ہے اور وہ اتنا ہے جس سے وضو ہو سکے اور دوسرا پانی وہاں نہیں جس سے وضو کرے اور زمزم کو وضو میں صرف کرنا نہیں چاہتا تو تیمم کیونکر جائز ہو اسکا حیلہ فتاوی خانیہ و فتح القدیر و غنیہ و بحر و درمختار و حلیہ وغیرہا کتب میں مذکور۔ درمختار میں ہے۔ حیلۃ جواز تیمم من معہ ماء زمزم ولا یخاف العطش ان یخلطہ بما یغلبہ او یہبہ علی وجہ یمنع الرجوع[1]۔ ردالمحتار میں ہے یہبہ ای ممن یثق بانہ یردہ علیہ بعد ذلک فافہم[2]۔ کسی فقیر پر اسکے روپے آتے ہیں اور یہ چاہتا ہے کہ وہ روپے زکاۃ میں ادا ہو جائیں اسکا حیلہ یہ تعلیم فرمایا کہ مدیون کو روپے دیدے پھر اپنے آتے ہوئے میں وصول کر لے نہ دے تو چھین لے یا زکاۃ کے روپے کفن میت یا تعمیر مسجد میں صرف کرنا چاہتا ہے تو یہ فقیر کو دیدے پھر وہ فقیر ان چیزوں میں صرف کرے

[1] درمختار ج ۱ ص ۱۸۶ باب التیمم۔ [2] ردالمحتار ایضاً [illegible]

درمختار میں ہے۔ وحیلة الجواز ان یعطی مدیونه الفقیر زکاته ثم یاخذها عن دینه ولو امتنع المدیون مدیده واخذها لکونه ظفر بجنس حقه فان مالغه رفعه للقاضی وحیلة التکفین بها التصدق علی فقیر ثم هو یکفن فیکون الثواب لهما وکذا فی تعمیر المسجد وتمامه فی حیل الاشباه۔

یہ چند مثالیں حیلہ کی ذکر کی گئیں مسئلہ کی وضاحت کیلئے اتنی بس ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ عبداللہ از موضع درو۔ ضلع نینی تال۔ ۱۳ صفر ۱۳۴۱ھ

میں نے ایک شخص کی زبانی یہ سنا ہے کہ اعلیٰ حضرت گندم کی اور جو اور بھوسہ کی تجارت کو ناجائز فرماتے تھے۔؟

الجواب:۔ یہ کسی نے غلط کہدیا۔ گیہوں اور جو اور بھس کی تجارت جائز ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے الا ان تکون تجارة حاضرة تدیرونها بینکم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا اختلف هذه الاوصاف فبیعوا کیف شئتم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ سید حسین علی صاحب ساکن اجمیر شریف محلہ خادمان ۲۷ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نوٹ حسب ذیل عمل کے ساتھ بیع کیا۔ یہ صورت حدِ جواز کے اندر ہے یا نہیں یعنی اسی طرح عمل جائز ہوگا یا کوئی اور صورت سے اسطرح لینا اور بیچنا دونوں جائز ہیں یا نہیں؟

میں کہ فلاں ابن فلاں ساکن فلاں ہوں۔ جو کہ دس دس کے ۱۰ عدد نوٹ کرنسی اور سو سو کے دو عدد نوٹ کرنسی جملہ تین سو کے کرنسی نوٹ میں مبلغ چار سو روپے سکہ سیمی رائج الوقت فلاں ابن فلاں ساکن فلاں سے خرید کئے ہیں۔ اور اقرار یہ ہے کہ روپے تین سال میں ادا کرونگا اور ہر نو ماہ بعد ایک قسط دونگا اور کوئی قسط ایک سو روپے سکہ سیمی سے کم نہ ہوگی۔ بعوض اس روپے کے اطمینان کی خاطر میں اپنی فلاں جائداد زمین ومکان رہن مکفول کرتا ہوں جو آجتک کسی کے پاس رہن وگرانبار نہیں ہے۔ اور جبتک یہ روپیہ باقی رہے گا یہ جائداد

رہن مکفول رہے گی اگر تین سال کے اندر میں زرمذکور کو ادا نہ کرسکوں تو فلاں کو اختیار ہوگا کہ جائداد کو بیع کرکے زرمذکور وصول کرلیں۔ اس واسطے یہ چند کلمے بطور رہن مکفول جائداد کے لکھدئیے کہ سند رہے۔ اور بوقت ضرورت کام آئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ تین سو کے نوٹ چار سو کو بیچنا جائز ہے۔ کہ نوٹ کاغذ ہے چاندی نہیں حدیث میں فرمایا۔ اذا اختلفت ھذہ الاصناف فبیعوا کیف شئتم، امام ابن ہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ فتح القدیر میں فرماتے ہیں لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ، اور بیع نقد ہو یا ادھار دونوں طرح جائز ہے کہ یہاں نہ اتحاد جنس ہے نہ قدر، کہ نوٹ نہ کیلی ہے نہ وزنی اور روپیہ وزنی اور جب قدر و جنس کسی میں شرکت نہ ہو تو کم و بیش بھی جائز اور نسیہ بھی کما ھو مصرح فی عامۃ الکتب وان شئتَ تفصیل المسئلۃ فانظر الی کفل الفقیہ الفاھم فان فیہ مباحث نفیسۃ تقربہا العیون واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بیل بھینس اور گائے کا اس غرض سے خریدنا کہ اس کا گوشت خشک کرکے پرونجات میں بھیجکر غیر مسلموں کے ہاتھ فروخت کرکے فائدہ اٹھایا جائے اور تجارت کی جائے جائز ہے یا نہیں مسلمان ایسے گوشت کو خرید کر کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ جبکہ جانور حلال بسم اللہ اللہ اکبر کرکے ذبح کیا تو حلال ہوگیا اور اس گوشت کو مسلم وکافر سب کے ہاتھ فروخت کرسکتے ہیں، اور یہ گوشت جس طرح تازہ حلال وپاک ہے سوکھنے کے بعد بھی حلال وپاک ہے، گیلی چیز سوکھ کر ناپاک نہیں ہوتی، ہاں اگر سوکھانے میں کسی نجس چیز کی آمیزش کرتے ہوں تو ناپاک ہوجائے گا ورنہ نہیں، اور جب وہ حلال ہے تو مسلمان بھی خرید سکتے ہیں اور کھا سکتے ہیں، سوکھے گوشت کھانے کا ذکر بہت احادیث میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از موضع بڑدبیل ڈاکخانہ محی پور ضلع رنگپور مسئولہ منشی کبیر الدین صاحب ۶ ربیع الآخر ۴۳ھ

۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ملک بنگال میں عام رواج ہے کہ پاٹ یا وہاں خواہ دوسری چیزوں پر۔ روپیہ پیشگی اس شرط پر قبل فصل بھاؤ طے کر کے وہاں خواہ پاٹ یا غیر چیز وغیرہ وغیرہ کو دو روپیہ خواہ چار روپیہ من ہم تم سے لینگے غریب لوگ اپنی غرض تصور کر کے اسی طرح کا لین دین کرتے ہیں۔ لہذا قبل فصل بھاؤ مقرر کر کے روپیہ پیشگی سب چیزوں پر لین دین کرنا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں۔؟

۲ ملک ہندوستان خواہ ملک بنگال میں غلام خواہ باندی خرید کر کے رکھنا اور باندی کیساتھ جو زر خرید ہے مباشرت کرنا جائز ہے یا کہ نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب (۱) :۔ یہ بیع سلم ہے اگر اسکے سب شرائط پائے جائیں تو جائز ہے اصلاً اس میں حرج نہیں اسکے شرائط میں بیان جنس و نوع و صفت ہے اور بیان میعاد، اور وہ میعاد ایک ماہ سے کم نہ ہو اور وہ چیز وقت عقد سے ختم میعاد تک بازار میں ملتی ہو اور مجلس عقد میں بائع کو ثمن دیدیا جائے۔ وغیر ھذہ کما ھو مصرح فی کتب الفقہ[۱] حدیث میں فرمایا۔ من اسلف فلیسلف فی کیل معلوم و وزن معلوم واجل معلوم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[۱] بیع سلم کے جواز کی کل چودہ ۱۴ شرطیں ہیں۔ اگر ایک شرط بھی کم ہوئی تو یہ بیع ناجائز اور سود ہو جائیگی۔ ۱۔ مبیع کی جنس بیان کرنا مثلاً گیہوں یا دھان یا چاول یا پاٹ۔ لہذا اگر صرف یہ کہا کہ غلہ لیں گے تو بیع ناجائز ہو جائے گی۔ ۲۔ جنس اگر کئی قسم کی ہو تو اسکی قسم کا متعین کرنا بھی شرط ہے جیسے آجکل مختلف قسم اور مختلف نام کے چاول، دھان پائے جاتے ہیں، لہذا اگر صرف یہ کہا کہ چاول دیں گے یا کہا دھان دینگے اور چاول یا دھان کی قسم معین نہ کی تو بیع ناجائز ہے ۳۔ صفت کا بیان کرنا مثلاً یہ کہ عمدہ قسم کا دے گا یا خراب ۴۔ مقدار متعین کرنا یعنی یہ کہنا کہ اتنا من یا اتنا کیلو ۵۔ میعاد متعین کرنا جو ایک ماہ سے کم نہ ہو ۶۔ وہ چیز ایسی ہو جسکی بار برداری صرف کرنی پڑتی ہو وہ جگہ بھی معین کرنا شرط ہے جہاں ادا کرنا ہے ۷۔ ثمن کی تعین بھی شرط ہے مثلاً کاغذی نوٹ روپے یا اشرفی ۸۔ اگر ثمن چند قسم کا ہوتا ہو مثلاً مختلف قسم کے سکّے یا نوٹ رائج ہوں تو قسم بھی معین کرنا شرط ہے

الجواب (۲) باندی غلام کا رکھنا ہندوستان یا بنگال میں شرعاً ممنوع نہیں اور کنیز شرعی کے ساتھ وطی بھی جائز ہے اور باندی وہ ہے جو جہاد میں بطور غنیمت حاصل ہوتی ہے جب تک وہ آزاد نہ ہو کنیز ہے اسکی بیع جائز اور جس نے خریدی وہ وطی بھی کرسکتا ہے جبکہ کوئی اور مانع نہ ہو۔ یونہیں باندی کی اولاد جو غیر مولےٰ سے ہو غلام ہے، اور اس کے بھی وہی احکام۔ بعض لوگ گرانی وغیرہ کسی وجہ سے اپنی اولاد کو بیچ ڈالتے ہیں یہ بیچنا اور خریدنا حرام اور یہ نہ باندی ہے

بقیہ حاشیہ ص۔۔ کا ۹ اگر ثمن کھرا کھوٹا ہر طرح کا ہوتا ہو تو کھرے یا کھوٹے کا بیان کردینا بھی شرط ہے ۱۰ اگر ثمن اس قسم کا ہے کہ اسکے ہر ٹکڑے کے مقابل مبیع کا ٹکڑا ہوتا ہو تو ایسے ثمن کی مقدار کا تعین بھی ضروری ہے مثلاً گیہوں، چار سو روپے کرنسی نوٹ کے ایک کوئنٹل ہوں تو ایک من کے ایک سو ساٹھ روپے ہونگے اور ایک کیلو کے چار روپے، فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ دسوں شرائط خاص عقد بیع میں کرنا ضروری ہیں ۱۱ اسی مجلس میں ثمن ادا کرنا شرط ہے لہذا اگر پوری گفتگو ہوجانے کے بعد ثمن دیئے بغیر بائع مشتری متفرق ہو گئے تو یہ عقد فاسد و ناجائز ہوجائیگا حتی کہ اگر مشتری مجلس سے اٹھکر کہیں روپئے لینے گیا اور بیچنے والے کی نگاہ سے اوجھل ہوگیا تو عقد فاسد ہوگیا ۱۲ وہ چیز عقد سے ختم میعاد تک بازار میں ملتی ہو لہذا اگر یہ کہا کہ فلاں دھان مثلاً باس موتی تو ضروری ہے کہ وہ دھان وقت عقد سے وقت ادا تک بازار میں بآسانی ملتا ہو اگر وقت عقد سے ادائیگی کے درمیان بازار سے مفقود ہو جائے تو عقد فاسد ہو جائے گا ۱۳ خیار شرط نہ ہو ۱۴ خیار رویت نہ ہو۔ (ملخصاً از فتاوی رضویہ) درمختار و ہدایہ میں ہے۔ ولا یصح السلم عند ابی حنیفة الا بسبع شرائط جنس معلوم کقولنا حنطة او شعیر و نوع معلوم کقولنا سقیة او بخسیة وصفت معلومة کقولنا جید او ردی ومقدار معلوم کقولنا کذا کیلا بمکیال معروف او کذا وزنا واجل معلوم ومعرفة مقدار رأس المال اذا کان یتعلق العقد علی مقدارہ کالمکیل والموزون والمعدود وتسمیة المکان الذی یوفیه اذا کان له حمل ومؤنة ہدایہ جلد ۳ کتاب البیوع ص ۹۵ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفےٰ مصباحی

نہ غلام نہ اسکے لئے وہ احکام اگرچہ بیچنے والا کافر ہو۔ ردالمحتار میں ہے۔ ھم ارقاء بعد الاستیلاء علیھم اما قبلہ فاحرار لما فی الظھیریۃ وفی المحیط دلیل علیہ۔ یوہیں بعض لوگ لاوارث یا غریبوں کے بچوں کو پال لیتے ہیں اور انھیں لونڈی غلام کہتے ہیں یہ شرعاً لونڈی غلام نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ مولوی شفاء الرحمٰن طالب العلم مدرسہ اہلسنت بریلی ۲۰ جمادی الاولی ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ وہ شخص جو اپنی بھینس یا گائے یا بکری کی پرورش اکثر یا گاہے غیر کے چارہ وگھاس سے بلا اجازت بلکہ چرا کر کرتا ہے اس سے ان جانوروں کا دودھ خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب:۔ گائے بھینس جانور نے جو دوسرے کی چیز کھائی وہ مستہلک ہوگئی دودھ گوشت گھی وغیرہ پر حکم حرمت نہیں آسکتا ہاں بطور ورع اگر کوئی بچے تو یہ امر آخر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از بریلی شریف ڈاکخانہ انبریٹ نگر ساکن صالح نگر مرسلہ جناب حاجی کفایت حسین صاحب ۷ شعبان المعظم ۴۷ھ :۔ بیع سلم کی کیا تعریف ہے ؟

الجواب:۔ بیع سلم اسکو کہتے ہیں کہ قیمت کسی چیز کی اب دیجائے اور وہ چیز آئندہ لینا قرار پائے مثلاً اس وقت کسی کو دس روپئے دیئے اور ٹھہرایہ کہ مثلاً دو مہینے کے بعد وہ شخص ان کے عوض میں دو من گیہوں دیگا تو یہ سلم ہے اسکے جواز کی چند شرطیں ہیں۔ اگر وہ سب پائی جائیں تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔ بیان جنس مثلاً گیہوں یا جو۔ بیان نوع مثلاً سرخ گیہوں یا سفید، بیان صفت یعنی کھرے یا خراب۔ یوہیں جنس ثمن مثلاً روپیہ یا اشرفی اور بیان نوع جبکہ متعدد قسم کے سکے رائج ہوں اور بیان صفت، اور بیان مقدار مثلاً اتنے من اتنے روپئے کے بدلے میں۔ میعاد کا بیان اور وہ میعاد ایک ماہ سے کم نہ ہو، مکان تسلیم یعنی

سہ درمختار میں ہے۔ السلم۔ بیع اٰجل وھو المسلم فیہ بعاجل وھو راس المال ۱۲ (ج ۴ ص ۲۲۶ باب السلم) مصباحی

وہ چیز کہاں پر مشتری کو بائع دیگا اسکی ضرورت اس وقت ہے جب وہ چیز ایسی ہو جسکی بار برداری صرف کرنی پڑتی ہو اور مجلس عقد میں ثمن بائع کو سپرد کر دینا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: ۔از شہر اندر محلہ نیا پورہ مرسلہ جناب ماسٹر عبدالغفار صاحب دوکاندار ۵ ارجمادی الاولیٰ سنہ ۴۸ھ

ایک مسلمان دوکاندار حنفی مذہب متفرق سامان بہت کم منافع پر فروخت کرتا ہے اور خریدار اسکے وہاں سے مال نقد اور ادھار ہر دو طریقے سے خرید کرتے ہیں۔ اب چونکہ وہ کم منافع سے مال فروخت کرتا ہے اگر ادھار مال نقد کے نرخ سے ہی فروخت کرے تو اسے کوئی منافع اسکی تجارت میں نہیں ہو سکتا کیونکہ ادھار کے روپیہ کم از کم ایک ماہ دو ماہ میں وصول ہوتے ہیں اگر ایسی حالت میں دوکاندار نقد مال کے نرخ سے ادھار مال زیادہ نرخ سے فروخت کرے تو شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: ۔ بیع میں ثمن کا معین کرنا ضروری ہے درمختار میں ہے وشرط لصحتہ معرفۃ قدر مبیع وثمن[1] اور جب ثمن معین کر دیا جائے تو بیع چاہے نقد ہو یا ادھار سب جائز ہے اوسمیں ہے وصح بثمن حال ومؤجل الی معلوم[2] اور یہ بھی ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی چیز کو کم یا زیادہ جس قیمت پر مناسب جانے بیع کرے تھوڑا نفع لے زیادہ شرع سے اسکی ممانعت نہیں، اگر صورت مسئولہ میں یہ ضرور ہے کہ نقد یا ادھار دونوں سے ایک صورت کو معین کر کے بیع کرے اور اگر معین نہ کیا۔ یوہیں مجمل رکھا کہ نقد اتنے کو اور ادھار اتنے کو تو یہ بیع فاسد ہوگی۔ اور ایسا کرنا جائز نہ ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے رجل باع علی انہ بالنقد بکذا و بالنسیئۃ بکذا او الی شہر بکذا او الی شہرین بکذا لم یجز کذا فی الخلاصۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: ۔از رانی کھیت جامع مسجد مسئولہ قاری جلیل الدین احمد صاحب ۵ ارجمادی الآخرہ سنہ ۴۸ھ

درختوں کے پھل قبل آنے پھول یا پھل جبکہ غیر منفعت ہوں یا پھل قابل منفعت

---

[1] درمختار ج ۴ ص ۲۲ کتاب البیوع۔ [2] ایضاً ص ۲۵۔ مصباحی

ہوں درختوں میں فروخت کرنا شرعاً یہ بیع درست ہے کہ نہیں اگر جواب نفی میں ہے۔ تو کوئی صورت بیع اثمار اشجار کے جواز کی نکلتی ہے کہ نہیں۔ بالعموم ہندوستان میں اثمار اشجار کی بیع اشجار ہی میں ہوا کرتی ہے۔ شرعاً یہ کیا حکم رکھتی ہے ؟

الجواب:۔ معدوم کی بیع نہیں ہو سکتی۔ حدیث میں ہے نهٰى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن بيع ماليس عندك[1]۔ دوسری حدیث میں ہے نهٰى عن بيع السنين[2]۔ لہٰذا جب تک پھل نہ آئے ہوں ان کی بیع نہیں کی جا سکتی کہ معقود علیہ موجود نہیں عقد کس چیز کا ہوگا اور جو پھل آچکے ہیں اگرچہ وہ قابل انتفاع نہوں ان کی بیع جائز ہے مگر اس میں یہ شرط کہ اتنے زمانہ تک درخت سے توڑے نہ جائیں گے بیع کو فاسد کر دیگی در مختار میں ہے (ومن باع ثمرة بارزة) اماقبل الظهر فلا يصح اتفاقاً (وظهر صلاحها اولا صح) فى الاصح (ولو برز بعضها دون بعض لا) يصح فى ظاهر المذهب ويقطعها المشترى فى الحال جبرا عليه وان شرط تركها على الاشجار فسد)[3] اس کے جواز کی یہ صورت ہے کہ بیع مطلق واقع کی جائے بلکہ وقت بیع بائع صاف کہدے کہ مجھے اختیار ہوگا کہ درخت خالی کرالوں اور بیع تمام ہونے کے بعد اپنی خوشی سے درخت پر پختہ ہونے تک چھوڑ دینے کی اجازت دیدے تو اب یہ جائز ہوگا۔ در مختار میں ہے۔ وقيد باشتراط الترك لانه لوشراها مطلقاً وتركها باذن البائع طاب له الزيادة[4]۔ والله تعالىٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ افیم کی تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں اور کتے پال کر انکو و نیز ان کے بچوں کو بیچنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب:۔ افیون کا کھانا ناجائز، مگر جبکہ کسی دوا وغیرہ میں اتنی قلیل ملائی گئی کہ

---

[1] مشکوٰۃ ص ۲۴۸ باب المنہی عنہا عن البیوع۔ [2] ایضاً ص ۲۴۷۔ [3] در مختار ج ۴ ص ۴۲ کتاب البیوع۔ [4] ایضاً ص ۴۴۔ ۱۲ مصباحی

اس دوا کے کھانے سے حواس پر اثر نہ پڑے تو جائز ہے، حدیث میں ہے نہی رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم من کل مسکر و مفتر، افیون شراب کی طرح نجس و ناپاک نہیں، لہذا وسکا لیپ وغیرہ کرنا جائز، اکثر آشوب چشم میں اسکا ضماد آنکھوں پر لگاتے ہیں، اور یہ لگانا جائز اسی حالت میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ لہذا اسکی بیع و شرا جائز ہے، البتہ اسکی بیع ایسے شخص سے کرنا جو اسے ناجائز طور پر کھاتا ہو۔ ممنوع ہے کہ یہ معصیت پر اعانت ہے کتے کی بیع بھی جائز ہے ہدایہ میں ہے ویجوز بیع الکلب والفہد[1] اور اسکی دلیل میں صاحب ہدایہ فرماتے ہیں لانہ منتفع بہ حراسۃ واصطیادًا فکان مالا فیجوز بیعہ اور ترمذی شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی نہی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ثمن الکلب إلا کلب صید[2] اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ اپنی مسند میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید[3] یہ کتے کی نفس بیع کے متعلق حکم ہے، مگر اسکا پالنا صرف مواضع ضرورت میں جائز ہے۔ انکے علاوہ ممنوع احادیث صحیحہ میں پالنے کی صرف تین صورتیں جائز فرمائی گئی ہیں، شکار کے لئے اور مویشی کی حفاظت کیلئے اور کھیتوں کی نگہبانی کیلئے۔ اور فقہائے کرام نے مکان کی حفاظت کیلئے بھی پالنے کی اجازت دی ہے چنانچہ عالمگیری وغیرہ کتب فقہ میں اسکی تصریح ہے۔ عینی شرح ہدایہ میں ہے فان کل کلب یحفظ بیت صاحبہ ویمنع الاجانب عن الدخول فیہ ویخبر علی الجانی بنباحہ علیہ فساوی المعلم فی الا للانتفاع[4] لہذا پالنا اگر ان ضرورتوں کیلئے نہو بلکہ محض تجارت کیلئے ہو تو یہ پالنا جائز نہیں۔ اگرچہ بیع بوجہ اوسکی مالیت کے جائز ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] ہدایہ ج ۳ ص ۱۰۱ مسائل منثورہ [2] ترمذی ج ۱ ص ۱۵۴ باب ماجاء فی ثمن الکلب [3] مسند امام اعظم ج ۱ ص ۴۲۱-۲ رواہ الہیثم عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ [4] حاشیہ ہدایہ عینی ج ۳ ص ۱۰۱ مسائل منثورہ مصباحی

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ باغ کے پھل اس طریقہ پر فروخت کرتے ہیں کہ پھل ابھی آئے نہیں ہیں، اور پھل فروخت ہو چکے، یا آئے ہیں لیکن چھوٹے ہیں اور قیمت پوری پھل بڑے پھل کی طے کی گئی، تو آیا یہ طریقہ جائز ہے، یا نہیں، زید کہتا ہے کہ یہ سود ہوا عمرو کہتا ہے کہ تمام باغات اسی طریقہ پر فروخت ہوتے ہیں آخر علماء کیوں نہیں منع کرتے اور اگر یہ طریقہ ناجائز ہے تو کیا طریقہ ہونا چاہیئے جس سے پھل جائز طریقہ پر فروخت ہوں؟

الجواب:۔ جبتک پھل نہ آجائے اسکی بیع نہیں ہو سکتی، اور یہ بیع باطل ہے۔ کہ بیع میں مبیع کا وجود ضرور ہے حدیث میں ہے نھی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن بیع مالیس عندک۔ اور اگر پھل آگئے تو اگرچہ پختہ نہوں انکی بیع جائز ہے۔ اور قیمت کا ہر شخص کو اختیار رہے کہ اپنی چیز کی جو قیمت چاہے لے، اسمیں ممانعت نہیں، مگر یہ شرط کہ جب تک پھل تیار نہ ہونگے توڑے نہ جائیں گے اسی درخت پر رہینگے شرط فاسد ہے۔ اور اس شرط سے بیع بھی فاسد ہو جائے گی۔ جیسا کہ ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں مصرح ہے، ہاں اگر وقت عقد نہ یہ شرط ذکر کی نہ عرف ہو اور عرف ہو تو بائع نے صاف کہدیا ہو کہ تم کو درخت خالی کردینا ہوگا اور مشتری نے قبول کرلیا اب اگر بائع اپنی طرف سے مشتری کو اجازت دے دے تو جب تک مشتری چاہے اس درخت پر رکھ سکتا ہے، اور اب کوئی حرج نہیں کہ اس صورت میں عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید کہ زمیندار ہے اس نے کچھ غلہ اپنے آسامی کے ہاتھ فروخت کیا لیکن قرض دیا اور یہ طے کرلیا کہ جب تم قیمت دینا تو غلہ خرید کر جو بھاؤ اسوقت ہو دیدینا میں وہ قیمت نہ لونگا تو آیا یہ طریقہ سود تو نہیں ہوا۔ یا شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ زید نے جب غلہ فروخت کیا ہے۔ اور روپیہ کے بدلے فروخت کیا ہے تو آسامی پر بھی روپیے یا اسکی قیمت کی کوئی چیز واجب ہے۔ مگر زید کا قیمت لینے سے انکار کرنا

اور اس قیمت کا غلہ طلب کرنا دھوکے میں ڈالنا ہے۔ زید کو اگر غلہ ہی لینا منظور ہے تو اسامی سے روپیہ لیکر بازار سے غلہ منگالے یا خود اسی آسامی کے حوالہ کر دے، کہ ان روپیوں کا غلہ لاکر میرے یہاں بھیجدو، ایسی مشتبہ صورت بلا وجہ کیوں اختیار کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از قصبہ جانودمار واڑ ڈاکخانہ اسٹیشن رانی نور محمد ولد رمضان ۔ ۸ جمادی الآخرہ ۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص کسی کو ایک من جو اس شرط پر فروخت کرے کہ جو کے عوض میں ایک من گیہوں فصل پر مجھکو دینا۔ لہذا جو کچھ حکم شرع شریف ہے مع حوالہ کتاب تحریر فرمادیں؟ کیونکہ جنس مختلف ہونیکی وجہ سے اگرچہ بیشی جائز ہے مگر نسیہ جائز نہیں۔ اور یہ حرام اور سود ہوگا یا کیا؟ جناب مولینا مولوی شمس الدین صاحب قادری رضوی کھا ردی سود بتلاتے ہیں کیونکہ یہ دست بدست نہیں ہے اور باقی غلونکا بھی یہی حکم ہے یا کچھ فرق ہے؟ باجرہ دیکر گیہوں لینے یا مکی دیکر باجرہ یا گیہوں لینا سب کیلئے کیا حکم ہے؟ تحریر فرمادیں اور یہ بیوپار کیلئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ اختلاف جنس کی صورت میں کمی بیشی جائز ہے، مگر باوجود اختلاف جنس اگر قدر یعنی ناپ یا وزن میں اتحاد ہو یعنی دونوں ناپ سے بکتی ہوں یا دونوں وزن سے تو ایسی صورت میں اگرچہ تفاضل جائز ہے گیہوں دیکر اس سے دوچند جو لے سکتے ہیں مگر نسیہ کہ ایک اب دیا جائے اور اسکے بدلے کا دوسرا آئندہ لیا جائے یہ ناجائز و حرام ہے۔

صحیح مسلم شریف میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ فاذا اختلفت ھذہ الاصناف فبیعوا کیف شئتم اذا کان یدا بید[۱] نیز انھیں سے دوسری روایت مشکوٰۃ میں ہے کہ حضور فرماتے ہیں ولکن بیعوا الذھب بالورق والورق بالذھب والبر بالشعیر والشعیر بالبر والتمر بالملح والملح بالتمر یداً بیدٍ کیف شئتم[۲] ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جنس مختلف ہونے کی صورت میں

---

[۱] مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵ باب الربا۔ [۲] مشکوٰۃ ص ۲۴۵ باب الربا۔ ۱۲ مصباحی

اگر دست بدست نہو تو ربا ہے کہ گیہوں جَو دونوں کیلی ہیں اور اگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو لیا جائے تو دونوں آجکل کے عرف کے لحاظ سے وزنی ہیں بہر حال قدر میں اتفاق ہے اور نسیہ جائز نہیں، در مختار میں ہے۔ وان وجد احدھما ای القدر وحدہ او الجنس حل الفضل وحرم النساء ولو مع التساوی[1] یوہیں باقی غلوں کا یہی حکم ہے کہ وہ سب وزنی ہیں کیوں کہ شرع سے اوسمیں کوئی نص نہیں اور جس میں کیل یا وزن کی تنصیص نہو وہ بالاتفاق عرف و عادت پر محمول ہے، یہ تمام کلام اس تقدیر پر ہے کہ جَو کو گیہوں کے بدلے میں بیع کیا ہو اور اگر الفاظ سوال کی طرف نظر کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ گیہوں کے بدلے میں نہیں ہوئی بلکہ فصل میں گیہوں دینے کی شرط ہے اور ثمن کچھ اور ہے اگر یوں بھی ہو جب بھی چونکہ یہ شرط مقتضائے عقد نہیں، اور اسمیں بائع یعنی جَو دینے والے کا فائدہ ہے لہذا یہ شرط فاسد بیع کو فاسد کردیگی۔ کمافی الہدایہ وغیرہا۔ بہر حال یہ بیع صحیح نہیں اور بلا ضرورت سود کا گناہ لیتا ہے۔ اگر اسکو جَو بیچنا ہے تو روپیہ کے عوض بیچے جو نرخ چاہے مقرر کردے اور خریدار اس وقت نہیں دے سکتا ہے تو فصل پر روپیہ ادا کرنے کی میعاد مقرر کردے اور اس روپیہ کے گیہوں خریدے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خریدار روپیہ کی جگہ گیہوں دے دے۔ مگر اس میں یہ ضرور ہوگا کہ اس روپیہ کے جتنے گیہوں ملتے ہوں اتنے ہی لے سکتا ہے زیادہ نہیں، یہ شرعاً جائز بھی ہے اور نفع بھی غالباً ہوگا۔ یا بیع سلم کرے کہ اسمیں بھی غالباً نفع ہی ہوتا ہے، اور اسکو شرع نے جائز بتایا ہے۔ بیوپار کیلئے خریدنا بیچنا ہو یا کھانیکے لئے سب کا ایک حکم ہے جائز ہے تو جائز ہے۔ ناجائز ہے تو ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ مرسلہ سید ضمیر الدین احمد صاحب از الہ آباد محلہ دارا گنج ۲۰ جمادی الآخرہ ۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بکر سے ایک چیز خریدنا چاہتا ہے بکر کہتا ہے کہ جو کچھ آپ اس کی قیمت دیں گے لے لونگا۔ مگر اپنی زبان سے کچھ نہیں کہوں گا

---

[1] در مختار ج ۴ ص ۱۹۹ کتاب البیوع۔ مصباحی

اور بکر یہ کہتا ہے کہ جو کچھ آپ دیں گے بخوشی منظور کرونگا۔ ایسی حالت میں بیع جائز ہوگی یا نہیں جبکہ زید بکر کا ماتحت ہے۔ اور ایسی چیز جو خاص اللہ تعالیٰ کے نذر کرتا ہے اسکی بیع بھی منذ کرہ بالا صورت میں بلا طے کئے جائز ہوگی یا نہیں؟ مثلاً قربانی کا بکرا؟

الجواب:۔ جبکہ زید نے بکر کو جو کچھ زر ثمن دینا کہا۔ بکر نے اسے منظور کرلیا اور عقد بیع واقع ہوگیا تو بیع درست و صحیح ہے، اسمیں کوئی حرج نہیں ہے کہ تراضی طرفین سے جب ایجاب وقبول ہو چکا تو عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں اگرچہ زید افسر ہے مگر جب اسنے دباؤ نہیں ڈالا تو کوئی حرج نہیں اور اگر زر ثمن کا زید نے بھی اظہار نہیں کیا اور بکر نے یہ کہدیا کہ جو آپ دینگے منظور کروں گا تو یہ بیع نہ ہوئی کہ یہاں ثمن مجہول ہے اور اس طرح بیع نہیں ہوسکتی۔ قربانی کا جانور ہو یا اور چیز سب کا ایک حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از تکیہ برہان پور شریف ڈاکخانہ سودھانی اسٹیشن ضلع پورنیہ سید مخدوم شرف الہدیٰ صاحب ۷ ارذی قعدہ ۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں صورت کہ زید عمرو کو کچھ روز کیلئے مبلغ ایک سو روپیہ بطور قرضہ یعنی دستگرداں دیئے مگر اس شرط پر کہ مبلغ نوّے ۹۰ روپیہ کے بدلے مجھے روپیہ ہی ملنے چاہیئے اور باقی مبلغ عشرہ روپے کے عوض پانچ یا چھ من دھان یا کوئی غلہ بعد طیاری فصل خواہ دو مہینے بعد ہو یا چار مہینے بعد مجھے دینا اور نرخ بھی دو یا تین روپے کے حساب سے باہم طے کرلیا یہ صورت بیع و شراء و نیز قرضہ کی عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ روپیہ اسوقت دینا اور مبیع آئندہ کسی وعدہ پر لینا اسکو بیع سلم کہتے ہیں اور بیع سلم کی چند شرطیں ہیں۔ ایک شرط یہ بھی ہے کہ مدت مقرر ہو جو ایک ماہ سے کم کی نہ ہو حدیث میں ہے۔ من اسلف منکم فلیسلف فی کیل معلوم او وزن معلوم الی اجل معلوم لہذا یہ کہدینا کہ چاہے دو مہینہ میں دینا یا چار مہینے میں دینا یہ مدت کی تعیین نہیں ہے بلکہ اس صورت میں مدت مجہول ہے لہذا بیع سلم صحیح نہ ہوئی۔ بلکہ فاسد ہوئی۔ اور غلہ کا

مستحق نہیں ہوگا۔ بلکہ اپنے روپیہ کو واپس لینے کا حقدار ہے اگر مدت معین ہو تو فقط ان
دس روپوں کا غلہ لے سکتا ہے اس نرخ سے جو وقت عقد سلم باہم طے ہو چکا ہے باقی
نوے روپئے قرض ہیں کہ اونکے عوض میں روپئے ہی کا مطالبہ ہوگا۔ اور اگر مدیون غلہ دے
اور یہ لینا چاہے تو وقت ادا جو نرخ بازار کا ہے اس حساب سے لینا ہوگا۔ اس سے زائد
کا مطالبہ ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: ۔ از برہان پور شریف تکیہ ڈاکخانہ سود ہانی اسٹیشن ضلع پورنیہ مرسلہ
جناب شرف الہدیٰ صاحب سجادہ نشین۔

۱۔ زید نے عمرو کو مبلغ یکصد ۱۰۰ روپیہ دیا اس شرط پر کہ مبلغ دس ۱۰ روپے کے بدلے
دو یا تین روپیہ من کے حساب سے کوئی غلہ دینا اور غلہ کو معین کرلیا اور باقی روپے کے بدلے نقد روپے
ہی دینا؟

۲۔ اگر وہ نوے ۹۰ روپیہ تم امسال ادا نہ کرسکو تو پھر دس روپے کے بدلے غلہ معین دینا ہوگا
اسی بھاؤ کے اعتبار سے جو اوپر مذکور ہوا اور باقی مبلغ اسی ۸۰ روپے نقد دینے پڑیں گے؟

۳۔ اگر دوسرے سال بھی ادا نہ کرسکو تو پھر اس روپیہ کے بدلے نرخ مذکور کے اعتبار سے
کوئی غلہ معین دینا ہوگا اور باقی نقد ہلم جراً از عرض نہیں دینے کی تقدیر پر ہر دس کے بدلے نرخ
معین کے اعتبار سے غلہ معین ہوگا۔ اس قسم کی بیع و شرا یا قرضہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ۔ دس روپئے کے مقابلہ میں جتنا غلہ دینا قرار پایا ہے اسمیں اگر بیع سلم کے جملہ
شرائط پائے جائیں۔ تو عقد صحیح ہوگا اور میعاد پر وہ غلہ دینا پڑے گا اور باقی روپیہ کے مقابلہ
میں روپیہ ہی دینا قرار پایا ہے اور اگر اس سال روپے ادا نہ کرے تو ان میں سے دس روپے کے
بدلے میں اوسی حساب سے دوسرے سال غلہ دینا ہوگا۔ یہ عقد سلم نہیں ہے کہ اس عقد کو معلق
بالشرط کرتا ہے اور بیع کو معلق بالشرط نہیں کیا جا سکتا کہ بیع اثبات ملک کیلئے ہے اور اثباتات
کو خطر پر معلق نہیں کرسکتے کما فی الہدایہ وغیرہا لہذا بقیہ نوے ۹۰ قرض ہے راس مال سلم نہیں ہے

اور جب قرض ہے تو مستقرض سے زیادہ نہیں لیا جا سکتا اور جو کچھ زیادہ لیگا سود ہوگا حدیث میں ہے کل قرض جر منفعۃً فھو ربا اور اگران روپوں کے عوض غلہ لیا جائے تو بازار کے نرخ سے نوے روپے کا غلہ لے سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں لے سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از نصیر آباد ضلع مشرقی خاندیس احاطہ بمبئی مرسلہ جناب قاضی سید مظہر علی صاحب ۵ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ۔

ایک شخص سرکاری ملازم ہونے کیوجہ سے خود جائداد نہیں خرید سکتا تھا لہذا اس نے اپنے خانہ کو روپے دیکر اسکے داماد کے نام پر کچھ جائداد خریدی اور سرکاری کاغذات وغیرہ میں داماد کا نام درج کرایا۔ شخص مذکور کو سوا ایک لڑکی کے دوسری اولاد بھی نہیں تھی البتہ سوتیلے بھائی تھے جو لڑکی کیساتھ ترکہ کے وارث ہو سکتے تھے۔ داماد کا رویہ یہ رہا کہ وہ جائداد کی آمدنی وصول کرتا تھا اور خسر کو لا کر دیدیتا تھا۔ اسکے خود کے اور بیوی بچوں کے کھانے پینے کا خرچ خسر ہی کے ذمہ تھا خسر کے انتقال کے بعد وہ آمدنی اپنی خوشدامن کے پاس دیتا رہا خوشدامن کے انتقال کے بعد بیوی کو نہیں دی بلکہ خود لیتا رہا اب داماد کا بھی انتقال ہوگیا۔ اب جھگڑا یہ ہے کہ جائداد خسر کے ورثہ کی تصور کیجائے یا داماد کے ورثہ کی۔ یہ جائداد خسر کی امانت کے طور پر داماد کے پاس تھی ایسا سمجھا جائے۔ یہ احتمال اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ خسر سرکاری ملازم ہونے کیوجہ سے ملازمت کے حدود ہی اپنے نام پر جائداد نہیں خرید سکتا تھا یا خسر نے عاریت کے طور پر دی تھی کہ تازیست خود فائدہ اٹھائے اور بعد مرنیکے داماد مالک ہو یا یہ سمجھا جائے کہ خسر نے داماد کو ہبہ کردی تھی ؟

لیکن داماد رضامندی کے خیال سے اور یکجا رہنا سہنا تھا اس وجہ سے بزرگی کے خیال سے خسر کے پاس آمدنی دیتا تھا۔ اب داماد کے ورثہ شرعًا وراثت کے مستحق ہیں یا خسر کے اگر داماد کے ورثہ خسر کے ورثہ کو حصہ نہ دیں تو آیا روز قیامت ماخوذ و مستحق عذاب ہوں گے ؟

الجواب:- اگر گواہوں سے ثابت ہو کہ جائداد اس شخص نے اپنے لئے خریدی تھی اور دستاویز میں داماد کا نام کسی مصلحت کی بنا پر تھا جب تو اسی شخص کی قرار دیجائیگی. کاغذات میں داماد کا نام درج کرنا قابل اعتبار نہ ہوگا. اور اگر گواہوں سے ایسا ثابت نہو تو جائداد داماد کی ہے خسر یا خوشدامن کے پاس آمدنی لاکر محض رکھدینا اسکی دلیل نہیں کہ وہ خسر کی ہی ہے کہ جب یہ اونکے یہاں رہتا تھا اور وہیں کھاتا پیتا تھا تو ہو سکتا ہے کہ بُرا سمجھکر ایسا کرتا ہو. ردالمحتار میں ہے فی الخیریۃ من کتاب الدعویٰ سئل عن اخوۃ اشقاء عائلتھم وکسبھم واحد وکل مفوض لاخیہ جمیع التصرفات ادعیٰ احدھم انہ اشتریٰ بستانا لنفسہ فاجاب اذا اقامت البینۃ علی انہ من شرکۃ المفاوضۃ تقبل وان کتب فی صک التبایع انہ اشتری لنفسہ اھ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از اجمیر شریف پٹن بازار شیر محمد پیش امام پٹن مسجد۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کہ۔

(۱) ایک شخص ایک بکرا جھٹکے کیلئے دیتا ہے اور جھٹکے کے بعد گوشت تولا جاتا ہے گوشت کے وزن پر چھ آنہ فی سیر کے حساب سے فروخت کرتا ہے اور کھال بھی خود ہی بیچڈالتا ہے شرعاً یہ تجارت کیسی اور ایسی تجارت کرنیوالے مسلمان کے ساتھ مسلمانوں کا کیا حکم شرعاً صادر ہوتا ہے

(۲) اگر صرف بکرا فروخت کرے یہ سمجھکر کہ جھٹکا ہوگا نیز اس کیلئے کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کوئی شخص مردار جانور کی کھال مول لیکر فروخت کرے تو اس کیلئے کیا حکم ہے. ان تینوں حالتوں کا کتب معتبرہ کے حوالے سے تفصیل کیساتھ تحریر فرمایا جائے؟

الجواب (۱) جانور کو جھٹکے کیلئے دینا کہ کوئی کافر اوسے جھٹکا[۱] کردے پھر یہ مسلمان اوسے

---

[۱] جانور کی گردن پر تلوار کا ہاتھ مار کر اسے جدا کرنے "کو" جھٹکا کرنا کہتے ہیں. اگر کافر ایسا کرے. تو وہ جانور حرام ومردار ہوگا. کہ اس صورت میں کافر ہی ذابح ہوا. اور کافر کا ذبیحہ حرام. ذبیحہ کی حلت کیلئے ذابح کا مسلمان یا کتابی ہونا شرط ہے. درمختار میں ہے. وشرط کون الذابح مسلماً اوکتابیاً ج ۵ ص ۲۰۸ واللہ تعالیٰ اعلم مصباحی

بیچے یہ حرام ہے۔ پھر اسکو بیچنا یہ دوسرا حرام ہے کہ اب یہ جانور مردار ہے اور مردار کی بیع حرام اور باطل۔ درمختار میں ہے بطل بیع مالیس بمال کالدم والمیتة ولا فرق فی حق المسلم بین التی ماتت حتف انفہا او بخنق ونحوہ[1] اسکی کھال بھی جب تک پکائی نہ جائے اسکو بیچنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) ایسے کے ہاتھ فروخت کرنا نہ چاہیئے جسکی نسبت معلوم ہے کہ جھٹکا کرائیگا مگر بیچا تو یہ بیع باطل و حرام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) مردار کی کھال اگر سوکھی ہوئی ہے تو خرید بھی سکتا ہے بیچ بھی سکتا ہے ورنہ خریدنا اور بیچنا دونوں حرام۔[2] واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از کلکتہ مطب سنت الجماعت نارکل وانگہ قصاب بستی ۹ کروس لین کلکتہ غلام یٰسین حامدی رضوی ۱۱ر شعبان سنہ ۵۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی دوکان ہے اسمیں تقریبا چالیس پچاس روپیہ کا سرمایہ ہے زید نے وقت ضرورت پر عمرو سے کچھ روپیہ طلب کیا عمرو نے کہا کہ میں اس شرط پر تمکو پہلے دونگا کہ تم اپنے منافع میں سے ایک پیسہ نفع کا مجھے دو اور میں تمہارے نفع و نقصان کا مالک نہیں جسوقت طلب کروں وہ روپیہ میں لے سکتا ہوں۔ ہاں اگر کوئی چیز اتفاقاً ٹوٹ پھوٹ جاوے گم ہوجاوے تو میں اسی حساب سے اپنے منافع میں سے ادا کرونگا۔ زید نے منظور کرلیا عمرو نے دس روپیہ اسکو دیا زید نے کہا کہ مجھے ایک روپیہ میں ۲ر نفع ہوتا ہے عمرو نے کہا کہ روپیہ میں ایک پیسہ میرا رہا اور عمرو ایک مسجد میں مؤذن ہے اور امام کے نہ آنے پر کبھی کبھی امامت بھی کرتا ہے تو یہ سود ہوا یا نہیں اور اسکے پیچھے نماز ہوئی یا نہیں؟

---

[1] درمختار ج ۴ ص ۱۱۲ کتاب البیوع ۱۲۔ [2] ہدایہ میں ہے ولا بیع جلود المیتة قبل ان تدبغ۔ واللہ تعالیٰ اعلم مصباحی

الجواب:۔ کسی کو تجارت کیلئے روپیہ دیناکہ دوسرا اس سے تجارت کرے اور جو کچھ نفع ہوگا اوسمیں سے ایک حصہ معینہ کا یہ شریک ہے مثلاً ایک روپیہ کا نفع ہو تو ۸ ر یا ۴ ر یا ۲ ر یا کم وبیش جو چاہیں ٹھہرالیں اسکو اصطلاح شرع میں مضاربت کہتے ہیں۔ اور شرعاً یہ جائز ہے مگر روپیہ اسوقت لے سکتا ہے جب مال فروخت ہوچکا ہو اور مضاربت میں جو کچھ نقصان ہوگا وہ روپے والے کا ہوگا اور یہ شرط کہ اگر مال ہلاک ہو جائے تو میں ذمہ دار نہیں یا دونوں پر اوسکا نقصان ڈالا جائے اس سے مضاربت فاسد ہوجاتی ہے فتاویٰ قاضیخاں میں ہے ومنھا اذا شرط علی المضارب ضمان ما ھلک فی یدہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از شہر بریلی مورخہ ۲۱ ر جمادی الاولیٰ یوم پنجشبہ ۵۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ایک باغ اہل ہنود کا فروخت ہو رہا تھا جسکی قیمت وہ مبلغ چار سو روپیہ مانگ رہا تھا ایک صاحب نے مبلغ تین سو روپئے لگائے دوسرے صاحب نے سوا تین سو روپیہ تیسرے صاجب نے تین سو پچاس روپیہ میں طے کیا مبلغ ۵ر بیانے کے دیے کل روپیہ پندرہ یوم میں دینے کا وعدہ کیا۔ جس صاحب نے سوا تین سو روپیہ لگائے تھے انھوں نے بیانے دینے کے بعد پونے چار سو روپیہ کا لے لیا اب ان صاحب کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے کہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے اہل ہنود کا فائدہ کرایا اور مسلمان کا نقصان؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ بیان سائل سے معلوم ہوا کہ باغ سے مراد اسکی بہار نہیں بلکہ اوسکے درخت کٹوانے کیلئے خریدے تھے جب ساڑھے تین سو روپے میں درخت خرید لئے اور بیعانہ بھی دیدیا جس کے معنی یہی ہوئے ہیں کہ عقد بیع ہوچکا صرف قانونی طور پر کاغذ لکھنا باقی رہ گیا ہے تو یہ درخت خریدار کے ہوچکے کہ عقد صحیح ہوجانے کے بعد مبیع مشتری کی ملک ہوگئی بائع کو دوسرے کے ہاتھ بیچنا حرام ہوتا ہے اور جس کو یہ بات معلوم ہو اوسے خریدنا حرام ہے حدیث میں ہے لایبیع الرجل علی بیع اخیہ لے جس نے جان بوجھ کر خریدا وہ اس کا مالک نہیں اور جو کچھ اوس سے

نفع اٹھائے گا وہ بھی حرام ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولانا مولوی غلام محی الدین الجیلانی صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ ۲۹ ذیقعدہ ۱۹۵۴ء

سیدی دامت برکاتہم العالیہ نیازمندانہ آداب معروض مفاوضہ عالیہ شریف لاکر عزت افزا ذرہ بیقدر ہوا۔ اگر مال میں اشتراک بالاخلاط ہو تو ایک شریک کے بیع کرنے کو اجنبی سے بدون دوسرے کی اجازت کے فقہاء کرام ناجائز فرماتے ہیں۔ علمگیری مطبوعہ مطبع مصطفائی جلد ۲ ص ۸۸ کتاب البیوع میں ہے اذا کانت الشرکۃ فی المال بسبب الخلط منہما باختیارھما او بالاختلاط من غیر اختیارھما یجوز بیع احدھما نصیبہ من شریکہ ولا یجوز من الاجنبی الا باذن شریکہ درمختار کی کتاب الشرکۃ ص ۲۶۷ میں ہے فلا یجوز بیعہ الا باذنہ فلو کانت الدار مشترکۃ بینھما باع احدھما بیتا معنیا او نصیبہ من بیت معین فللآخر ان یبطل البیع۔ بہار شریعت میں بھی یہی تحریر فرمایا ہے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ بیع باطل ہے یا فاسد یا موقوف اگر باطل ہے یا فاسد ہے تو حق شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ اسکے ثبوت کیلئے ضروری ہے کہ ملک بائع سے زائل ہو جائے اور ان دونوں صورتوں میں زائل نہیں ہوتی بلکہ موقوف کی صورت میں بھی زائل نہ ہوگی تاوقتیکہ جسکی اجازت پر موقوف ہے وہ اجازت نہ دیدے۔ بہرکیف دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید اور عمر کو ترکہ میں ایک مکان ملا۔ اور ابھی تک تقسیم شرعی نہ ہونے پائی تھی کہ زید نے اپنا حصہ ایک اجنبی کو بیع کر دیا۔ اور عمر سے اجازت بھی نہ لی تو اس صورت میں یہ بیع کیسی ہے باطل ہے یا فاسد یا موقوف اور بہر تقدیر عمر کیا کرے یعنی حاکم کے یہاں شفعہ کا دعویٰ کرے یا حاکم سے بیع باطل کرائے جواب میں عبارت فقہی نقل فرمائیں اور ہر ایک کتاب کے صفحات بھی تحریر فرمائیں تاکہ یہاں بآسانی عبارتیں نکال لی جائیں؟

حاشیہ ص کا لہ مسلم ج ۲ من ۳ کتاب البیوع۔ مصباحی

الجواب :- صورت مذکورہ میں یہ بیع نہ باطل ہے نہ فاسد نہ موقوف بلکہ صحیح تام نافذ ہے علمگیری کی جو عبارت نقل کی گئی ہے اسکے اوّل اور آخر دونوں کو نقل نہیں کیا معلوم ہوتا ہے اس پر نظر نہیں پڑی ورنہ یہ غلطی نہ ہوتی عبارت کی ابتدا یہ ہے واذا کانت الحنطة او الموزون مشترکا بین اثنین فباع احدهما نصیبه من شریکه اومن الاجنبی فنقول اذا کانت الشرکة فی المال ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم مکیل وموزون کا بیان کیا جاتا ہے عقار سے اس حکم کو تعلق نہیں۔ ثانیاً یہ حکم خلط واختلاط کا ہے، یعنی ہر ایک شخص کی ملک ممیز تھی اس سے دوسرے کو تعلق نہ تھا دونوں نے قصداً اپنی اپنی چیزیں دوسرے کی چیز میں ملا دیں یا بلاقصد دونوں چیز مل گئیں مثلاً بوری پھٹ گئی اور غلہ مل گیا صورت مسئولہ میں نہ خلط ہے نہ اختلاط بلکہ دونوں کی ملک ابتدا ہی یوں حاصل ہوئی کہ باہم شرکت ہے کیونکہ میراث سے جو ملک حاصل ہوگی وہ ابتدا ہی سے متاع ہے نہ یہ کہ ممتاز ہو اسکے بعد شرکت ہوئی ہو اسی لئے اس کے بعد عالمگیری میں جو کلام ذکر کیا وہ یہ ہے واذا کانت الشرکة بسبب المیراث او الشراء او الهبة یجوز بیع احدهما نصیبه من شریکه ومن الاجنبی ۔ اسکے بعد عالمگیری کی عبارت بعد اذن شریکه مگر یہ ناسخ کی غلطی ہے صحیح یہ ہے کہ بغیر اذن شریکه ہو چنانچہ مصحح محشی نے لکھا کذا فی جمیع النسخ ولعل صوابه بغیر اذن شریکه بدلیل المقابلة تامل الخ چنانچہ رد المحتار کتاب الشرکت میں خلط واختلاط کی صورت میں عدم جواز کی وجہ بیان کرتے ہوئے مسئلہ کی جو تصویر کی ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ارث وہبہ وشرا کی صورت میں اجازت کی ضرورت نہیں۔ اجنبی کے ہاتھ مطلقاً جائز ہے عبارت یہ ہے قوله الا فی صورة الخلط والاختلاط فانه لا یجوز البیع من غیر شریکه بلا اذنه والفرق ان الترکة اذا کانت بینهما من الابتداء بان اشترط حنطة او ورثاها کانت کل حبة مشترکة بینهما فبیع کل منهما نصیبه شایعا جائز من الشریک والاجنبی بخلاف ما اذا کانت بالخلط او الاختلاط کانت کل حبة مملوکة بجمیع اجزائها لیس للاخر فیها شرکة فاذا باع نصیبه من غیر الشریک لا یقدر علی تسلیمه الا مخلوطا بنصب الشریک فیتوقف علی اذنه بخلاف بیعه من الشریک للقدرة علی التسلیم والتسلّم فتح

اس عبارت نے واضح کردیا کہ خلط واختلاط کا یہ مطلب نہیں کہ دونوں کے ملک میں مطلقاً امتیاز نہ ہو جس طرح وراثت کی صورت میں ہر ایک کا حصہ شایع ہے کہ یہ نہ خلط ہے نہ اختلاط اب صرف یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ غیر شریک کے ہاتھ بیع کرنے میں شریک کا ضرر ہوتا ہے اور اس صورت میں اجازت پر موقوف ہونا چاہیئے تاکہ اگر ضرر ہو تو بیع کو رد کرکے ضرر سے محفوظ رہے جس طرح بناء مشترک باغراس وغیرہ کا حکم ہے اسمیں بیع اذن شریک پر موقوف ہوتی ہے اسکا یہ جواب ہے کہ یہاں شریک سے دفع ضرر ممکن ہے کیونکہ شریک کیلئے شرع نے عقار میں حق شفع رکھا ہے اگر وہ اپنا ضرر سمجھتا ہے تو شفعہ کرکے اجنبی سے واپس کیلئے پھر اوسکی اجازت پر بیع موقوف کرنے کی کوئی ضرورت نہ رہی۔ علامہ شامی کتاب السرقہ صفہ ۲۴۶ میں فرماتے ہیں قلت ویؤیدہ ان قولہ الافی صورۃ الخلط والاختلاط استثناء من صحۃ البیع بلا اذن الشریک وحاصلہ توقف الصحۃ علی اذن الشریک وھذا لایتاتی فی الشفعۃ فانہ اذا ادعی الشفعۃ فان بیع الحصۃ من الدار صحیح وان کان الشریک حق التملک بالشفعۃ فانہ اذا ادعی الشفعۃ یتملکھا ملکا جدیداً وان سقط یبقی ملک المشتری علی حالہ سواء اذن اولا۔ درمختار کی عبارت سے یہ بھی استدلال صحیح نہیں کہ اسمیں شریک دار مشترک سے ایک معین بیت کو بیع کرتا ہے اور معین بیت اوسکی ملک نہیں کیونکہ ہر شریک قبل تقسیم جزء شائع کا مالک ہے بیت کے ہر جزء میں دونوں شریک ہیں لہذا تسلیم مبیع پر قادر نہیں بخلاف اوس صورت کے کہ اپنا حصہ جو دار مشترک ہے مثلاً منجملہ اتنے سہام کے بائع اس شائع کا مالک ہے اور شائع ہی کی بیع کرتا ہے لہذا یہ بیع اجنبی کے ہاتھ بھی جائز ہے جیساکہ شامی کی پہلی عبارت میں مذکور ہے وبیع کل منھما نصیبہ شائعا جائز البتہ دوسری صورت میں درمختار کی عبارت یعنی او نصیبہ من بیت معین مطلق ہے مگر اس سے مراد نصیب من البناء ہے جیساکہ اسکے بعد واقعات کی عبارت کی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں قولہ باع احدھما نصیبہ ای من البناء نقط کما ھو صریح العمادیۃ اما بیع النصیب من الدار بتما مھا فلامانع من جوازہ افادہ) لہذا صورت مسئولہ میں شریک اگر چاہے تو شفعہ کا دعویٰ کرسکتا ہے ابطال بیع کا دعویٰ بیکار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ مولوی سید غلام جیلانی صاحب سلمہ صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ ۱۷ ربیع الآخر ۱۳۵۵ھ

بیع بالوفا کس صورت میں جائز ہے اور کس صورت میں ناجائز اور کس کس چیز کی ؟

الجواب :۔ بیع بالوفا میں علماء کے متعدد اقوال ہیں اگر اس کو بیع کہا جاوے تو شرط فاسد کیوجہ سے فاسد ہے اور واقعیت کی طرف نظر کی جائے تو رہن ہے جس سے مرتہن منتفع ہے اور یہ بھی ناجائز لہٰذا اسکے عدم جواز ہی کا حکم دیا جائیگا[1] واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ مولوی غلام جیلانی صاحب محلہ اندرکوٹ میرٹھ ۲۵ محرم ۵۶ھ

سلم فی الحیوان جائز نہیں حدیث میں نہی وارد ہوئی ہے سلم فی السمک الطری کس حدیث سے ثابت ہے ؟

الجواب :۔ سلم فی الحیوان کے عدم جواز کی دلیل حدیث بھی ہے اور قیاس بھی دونوں قسم کی دلیلیں ہدایہ وغیرہا میں مذکور ہیں، مچھلی کا اس حکم سے استثنا نہیں ہے کہ استثنا کی دلیل حدیث سے مانگی جائے بلکہ مچھلی ایسا مائی جانور ہے کہ پانی سے جدا ہونے کے بعد عموماً زندہ نہیں رہتا بعض زندہ رہیں بھی تو تھوڑی دیر کیلئے۔ جب عموماً یہی ہے کہ زندہ نہیں رہتی ہیں تو مسلم الیہ نے جب تسلیم کیں تو مری ہوئی مچھلیاں اور یہ ظاہر کہ جب وہ زندہ ہی نہیں تو ان کو حیوان کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ حیوان میں حیاۃ ضروری چیز ہے اگر حیوان کہیں بھی تو مجازاً نہ کہ حقیقۃ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ سلم فی الحیوان میں داخل ہی نہیں کہ سلم فی الحیوان کی ممانعت سے یہ بھی ممنوع ہو جائے ہاں اگر بوقت سلم زندہ مچھلیوں کی شرط ہو تو اسکو سلم فی الحیوان میں داخل کیا جائے گا اور اسے ممنوع بھی کہا جائے گا کہ ظاہر حدیث کا مقتضی بھی ہے چنانچہ امام ابن الہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فان قیل فالسمک الطری مخصوص من عموم الحیوان فجاز فی العمافیہ قیاسا علی الثیاب بقلۃ التفاوت قلنا انما یتم لو شرط حیاۃ السمک الطری فی المسلم فیہ

---

[1] اس کی قدرے تفصیل فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم صـ۲۶۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔ مصباحی

ولیس کذلک بل کیفما کان حتی لو شرط ذلک کان لنا ان نمنع صحۃ السلم فیہ[۱] ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی غلام جیلانی صاحب صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ ۱۴ صفر ۱۳۵۶ھ

فتح القدیر میں فرمایا فالسمک الطری مخصوص من عموم الحیوان اس لفظ مخصوص سے یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ سمک طری عموم میں داخل ہے مگر کسی دوسری دلیل سے اسکا اخراج کیا گیا اور جواب سے ظاہر ہے کہ وہ داخل ہی نہیں تو جب داخل نہیں تو مخصوص ہونے کے کیا معنیٰ ؟

الجواب :- عبارت فتح القدیر کو غور سے نہیں دیکھا ورنہ یہ شبہ پیدا نہیں ہوتا "سمک طری" کا مخصوص کرنا معترض کا قول ہے جسکا امام ابن ہمام نے جواب دیا ہے ۔ عبارت یہ ہے فان قیل فالسمک الطری مخصوص من عموم الحیوان فجاز فی العصافیر قیاسا علی الثیاب بقلۃ التفاوت قلنا انما یتم لو شرط حیاۃ السمک الطری فی المسلم فیہ ولیس کذلک بل کیفما کان حتی لو شرط ذلک ان لنا ان نمنع صحۃ السلم فیہ ۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ سمک طری کا مخصوص کرنا جب صحیح و تمام ہوگا کہ زندہ مچھلی مسلم فیہ قرار پائے اور سلم فی السمک میں ایسا نہیں ہوتا اور اگر یہ شرط ہو تو اس سلم کو ہم صحیح نہیں مانتے لہٰذا مخصوص کہنا غلط ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئولہ حاجی عبد الغفور صاحب دفتر انجمن اشاعت الحق بنارس ۲ شعبان المعظم

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں "کلابتو ادھار خریدنا بلا سود کیسا ہے ؟

(۲) کلابتو یا دیگر چیزیں نقد جس حساب سے بکتی ہے ادھار دینے میں یہ ہوتا ہے ایک آنہ روپیہ بڑھا دیتے ہیں ایسا لینا دینا کیسا ہے ؟

(۳) کپڑے کے خریدنے میں یہ رواج ہے کہ جس دوکان پر خرید کرتے ہیں تو ایک آنہ روپیہ آڑھت[۲] کا خریدار سے لیتے ہیں اور بیچنے والے سے بھی لیتے ہیں یہ پیسہ لینا دینا کیسا ہے ؟

---

[۱] فتح القدیر ج ۶ ص ۲۱۲ باب السلم ۔ [۲] آڑھت ، دلالی ۔ مصباحی

(۴) طوائف مسلمان ہو یا ہندو کے ہاتھ مال بیچنا کیسا ہے ؟

(۵) ایک پیسہ روپیہ میں کم بیچنا یا خریدنا کیسا ہے ؟

الجواب :- (۱) کلابتو[1] میں چونکہ چاندی ہی غالب ہے اور وہی مقصود ہے لہذا اوسکی ادھار بیع جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جن چیزوں کی ادھار بیع جائز ہے اگر یوں بیع ہوئی کہ نقد اوس حساب سے اور ادھار اتنے کو یہ ناجائز ہے کذا فی الہدایہ اور اگر عقد میں ایک صورت متعین ہو گئی مثلاً اودھار بیع ہے اور اتنے کو تو یہ صورت جائز ہے کہ اب جہالت باقی نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اگر وہ کپڑے خود اسی دکان والے کے ہیں جب تو ثمن سے کچھ زیادہ نہیں لے سکتا اور اگر اس کے نہیں ہیں بلکہ دوسرے کے ہیں اور یہ فروخت کرتا ہے جیسا کہ سوال سے یہی ظاہر ہے تو یہ دلالی کی ایک صورت ہے اور دلالی جائز ہے جبکہ دلال کچھ کام کرتا ہو اور اپنے کام کی اجرت لیتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) طوائف کا حرام مال جبکہ معلوم ہو کہ یہ حرام ہے اسکو اپنے کسی مطالبہ سے ثمن یا اجرت وغیرہ میں نہیں لے سکتا یعنی جبکہ بیع میں حرام مال پر عقد و نقد جمع نہ ہوں تو اگرچہ یہ بیع جائز ہے مگر جب کہ یہ معلوم ہے کہ یہ مال حرام ہے تو ثمن میں لینا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) ایک روپیہ کے پونے سولہ آنے پیسے خریدنا اور بیچنا جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] کلابتو - چاندی یا سونے کے تار جو ریشم پر چڑھا کر بُنے جاتے ہیں۔ مصباحی

بابُ القرض

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی عبدالحیٔ سلمہ از ہلدوانی ضلع نینی تال ۱۵ صفر ۴۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا قرض عمرو پر آتا تھا اور زید کا انتقال ہو گیا زید کے ورثا میں کوئی نہیں ہے اس صورت میں عمرو اگر کا قرآن شریف ہدیہ لیکر زید کی طرف سے زید کے ثواب کیلئے دیدے تو قرض سے سبکدوش ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ اگر کوئی وارث نہو تو یہ مال حق بیت المال ہے اور چونکہ بیت المال یہاں نہیں لہذا فقراء ومساکین پر اسکی طرف سے تصدق کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از کلکتہ ذکریا اسٹریٹ نمبر ۲۲ مرسلہ جناب مولوی عبدالعزیز خاں صاحب

کیا حکم ہے شریعت طاہرہ کا زندگی کے بیمہ کرانے کے متعلق اس صورت پر کہ (۱) جس کمپنی سے بیمہ کرایا جاتا ہے اسکے تمام شرکا غیر مسلم ہوں (۲) بیس سال تک ہر سال تین ہزار روپیہ ۳۰۰۰ کے حساب سے ادا کرنا ہوگا اور بشرط زندگی بیس سال بعد جملہ اسی ہزار روپیہ ۸۰۰۰۰ کمپنی سے واپس ملے گا اور بیس سال کے اندر موت ہو جائے تو اسوقت تک جتنا روپیہ دیا جا چکا ہے وہ سب کا سب مزید چالیس ہزار روپیہ کے ساتھ کمپنی سے واپس ملے گا (۳) جس کمپنی سے بیمہ کرایا جائیگا اسکی مالی ذمہ دار حکومت کناڈا ہے۔ (۴) اس کا سرمایہ اندازاً تیس کروڑ روپیہ ہے۔ اگر کوئی شخص برابر بیس سال تک روپیہ ادا نہ کر سکا بلکہ چند سال ادا کرنے کے بعد پھر بند کر دیا تو بیس سال کے بعد اسکو کل روپیہ جتنا کہ اس نے دیا تھا واپس ملے گا۔

الجواب :- یہ بیمہ ظاہر اس کمپنی کے پاس روپیہ امانت کے طور پر دینا معلوم ہوتا ہے، مگر چونکہ کمپنی سے اسکا مطالبہ ہر وقت نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ مدت پوری ہونے کے بعد مطالبہ ہوگا۔ اور ظاہر یہی ہے کہ کمپنی اس روپیہ کو تجارت وغیرہ میں لگائیگی۔ لہذا اسکو امانت نہیں بلکہ قرض سمجھنا چاہیئے کہ کمپنی قرض لیتی ہے۔ اور ادا کرنے کی ایک میعاد مقرر کرتی ہے۔ اور اس میعاد کے پورے ہونے پر کل روپیہ مع اضافہ دیتی ہے۔ اور اثنائے میعاد میں مرجانے پر بھی جو کچھ اس نے دیا ہے کمپنی وہ کل رقم مع شئی زائد دیگی۔ یہ اس بیمہ کا خلاصہ ہے۔

رہا اس کے متعلق حکم شرع وہ یہ ہے کہ اگر بیمہ کرانے والے نے اپنی طرف سے زائد لینے کی شرط نہیں کی ہے، اور کمپنی اپنی طرف سے زائد دیتی ہے۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس کے روپیہ سے ہم نے بہت منفعت حاصل کی ہے۔ لہذا اپنی طرف سے کچھ زیادہ دینا چاہیئے تو یہ لینا دینا جائز ہے۔ اور اسکو سود سے علاقہ نہیں۔ کہ سود اس زیادہ کو کہتے ہیں جو عقد میں مذکور و مشروط ہو اور اگر مستقرض مقرض کو بلا شرط دے تو جائز و مباح ہے۔ حدیث صحیح میں ارشاد فرمایا۔ خیارکم احسنکم قضاء۔ اور یہ اس وقت فرمایا کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اونٹ قرض دیا تھا جب ادا کا وقت آیا تو صحابہ سے فرمایا کہ اسکو اونٹ دیدیا جائے۔ لوگوں عرض کی جیسا اسکا اونٹ تھا ویسا موجود نہیں ہے۔ اس سے بہتر ہے۔ فرمایا وہی دیدو جو اچھا ہے۔ کہ اچھا دینا اچھے لوگوں کا کام ہے۔ تو اگرچہ یہاں زیادت موجود ہے مگر چونکہ عقد میں مشروط نہ تھی لہذا جائز ہوئی۔ دوسری حدیث میں ہے۔ کان لی علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین فقضانی وزادنی۔ اس محل بھی وہی ہے کہ یہ زیادت غیر مشروط تھی۔ اور اگر زیادت مشروط ہو کہ دینے وقت یہ کہدیا ہو کہ اتنی مدت کے بعد اصل رقم پر اتنا زیادہ لینگے۔ اور اس بیمہ کی صورت میں ظاہر یہی ہے اور اگر شرط نہ بھی کرے مگر چونکہ کمپنی نے یہ طے کر رکھا ہے اور لوگوں میں یہ بات مشہور ہے۔ لہذا المعروف کالمشروط کے تحت میں داخل ہو کر اسے بھی مشروط کا حکم ہوگا۔ اس صورت میں اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سود ہوگا۔ کہ حدیث میں ارشاد فرمایا

کل قرض جر منفعتہ فہو ربا ہوا۔ مگر چونکہ یہ مابین المسلمین نہیں اور نہ مابین المسلم واہل الذمہ ہے۔ بلکہ ان نصاریٰ کے ساتھ ہے جنکو بادشاہ اسلام نے امان نہیں دیا ہے۔ لہذا یہ سود نہیں۔ کہ ایسے لوگوں کا مال اگر مسلمان کو عقد فاسد کے ذریعہ سے مل جائے تو لینا جائز ہے اور یہ سود میں داخل نہیں۔ علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں شرط الربوا عصمة البدلین۔ اس صورت میں جبکہ وہ اپنا مال اپنی خوشی سے دیتے ہیں تو جسطرح بھی لیا جائے جائز ہے۔ اسمیں اصلاً نہ قباحت ہے نہ یہ سود ردالمحتار میں سیر کبیر اور اسکی شرح سے منقول ہے۔ اذا دخل المسلم دارالحرب بامان فلا باس بان یاخذ منهم اموالهم بطیب انفسهم بای وجه کان۔ اور یہ امر کہ دارالحرب میں ایسا جائز ہے۔ دارالاسلام میں ایسا نہیں۔ ہم نے اپنے فتاویٰ میں ثابت کیا ہے کہ مدار امان وعہد پر ہے۔ اور جبکہ دارالاسلام میں کفار معاہد نہ ہوں تو انکا مال انکی خوشی سے لینے میں مضائقہ نہیں۔

خصوصاً اس صورت مسئولہ میں کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کمپنی حکومت ہندوستان سے تعلق نہیں رکھتی۔ بلکہ ایسی جگہ کی یہ کمپنی ہے جو دارالاسلام نہیں تو اس سے زیادت کا لینا جائز ہے۔ اور اسے سود سے تعلق نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

؎ ہندوستان میں بیمہ زندگی میں ایک اہم اور خطرناک شرط یہ لگادی گئی ہے کہ بیمہ دار کے لئے تین سال کی تمام قسطیں بیمہ کمپنی کی قرارداد کے مطابق جمع کرنی ضروری ہیں۔ اگر کسی وجہ سے کچھ قسطیں جمع ہونے سے رہ گئیں تو اسے ایک میعاد پھر دی جاتی ہے۔ لیکن اگر یہ توسیعی میعاد بھی گذر گئی اور بیمہ دار باقی ماندہ قسطیں جمع کرنے سے قاصر رہا۔ تو اس کا کھاتا بند کر کے اسکی تمام جمع شدہ رقم ضبط کرلی جاتی ہے۔ جو بیمہ کمپنی کی ملک ہوجاتی ہے اس شرط کیوجہ سے شرعاً عقد بیمہ کی اجازت ہر شخص کو نہیں دی جاسکتی۔ بلکہ اس کے جواز یا عدم جواز کے فیصلہ کیلئے اس پہلو کو سامنے رکھنا ہوگا۔ کہ بیمہ دار کا ذریعہ آمدنی کیا ہے؟ اور اس کے اخراجات کتنے ہیں؟ اور رقم کی بچت کتنی ہے؟ اگر بیمہ دار کی شرح آمدنی اس کے اخراجات سے زیادہ ہے مثلاً وہ تنخواہ دار

مسئلہ:- کیا فرماتے ہیں علما دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کے پاس روپئے رکھے تھے اور عمرو کو اختیار دیا تھا کہ تم ان روپیوں کو اپنے کام میں خرچ کر سکتے ہو۔ عمرو نے کہا کہ بہت اچھا جس وقت تمکو روپیوں کی ضرورت ہوا کرے تو آٹھ دس روز پہلے سے خبر دیا کرد تو میں روپیہ تیار کرکے دیا کرونگا۔ اسی طرح سے زید اور عمرو کے درمیان یہی معاملہ رہا۔

ایک مرتبہ زید نے عمرو کے پاس روپئے رکھے تھے کہ عمرو نے کچھ عرصہ گذرنے کے بعد اپنے مکان میں چوری ہونے کا واقعہ ظاہر کیا۔ اور زید سے کہنے لگا کہ تم مت گھبرانا تمہارا جب ضرورت پڑے تو میرے سے کہدیا کرنا میں روپیہ دیا کرونگا۔ چنانچہ زید نے تھوڑے تھوڑے کرکے دو مرتبہ روپیہ عمرو سے مانگے اور عمرو نے دیدیئے۔ لیکن زیادہ رقم زید کا عمرو کے ذمہ باقی رہا۔ مگر ساتھ ہی زید نے عمرو کے پاس روپیہ رکھنا چھوڑ دیا۔ اب باقی ماندہ رقم جب زید نے عمرو سے طلب کئے تو عمرو نے روپئے دینے سے انکار کیا اور کہنے لگا۔ کہ وہ رقم جس کا مسطور بالا میں ذکر ہو چکا، امانت تھی، اس کا دینا مجھ کو لازم نہیں ہے، تو جواب طلب یہ امر ہے کہ صورت بالا مذکورہ میں زید کا رقم یعنی روپیہ جو عمرو کے پاس تھے بطور امانت ہوئے یا قرض۔ اور کس صورت میں عمرو کو امتحان دینا لازم ہے اور کس میں نہیں۔ کتاب کے حوالے سے جواب عنایت فرمادیا جائے؟

حاشیہ بقیہ ص ۲۰۱ کا

ملازم ہے کہ ہر ماہ ضروری اخراجات کے علاوہ معتد بہ رقم پس انداز کرلیتا ہے۔ یا تاجر وغیرہ ہے کہ اپنی آمدنی سے خطیر رقم بچالیا کرتا ہے۔ جس کی بنا پر بیمہ شدہ رقم کی کم از کم مدت مقرّرہ یا موسّعہ تک قسط وار ادائیگی کا اسے ظن غالب ہو۔ تو ایسے شخص کو شرعًا یہ اجازت ہوگی کہ وہ زندگی بیمہ کرائے۔ کیونکہ اس صورت میں بیمہ دار کو ایسی کمپنی سے جو حکومت کے زیر انتظام ہے نفع کا حصول مظنون بہ ظن غالب ہوگا۔ اور حکومت کفار کی ہے۔ لہذا ایسے شخص کیلئے زندگی بیمہ کرانا جائز ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص ایسا ہے جسے اپنی آمدنی پر ظن غالب نہیں کہ ہم قسطیں وقت پر ادا کرسکیں گے تو اُسے اجازت نہیں۔ کہ اسمیں مسلمان کے مال کی تضییع ہے بلکہ بالقصد کافر کو اپنا مال دینا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفےٰ مصباحی

الجواب:۔ جب زید نے عمرو سے کہدیا کہ خرچ کرسکتے ہو تو اب یہ رقم امانت و ودیعت نہیں کہ ودیعت کا بعینہ واپس اور رد کرنا واجب ہے۔ بلکہ یہ قرض ہے جو مثل کے ساتھ ادا کیا جائیگا۔ اور واجب فی الذمہ ہوگا۔ لہذا صورت مذکورہ میں اس رقم کا مالک عمرو ہے اور اسی عمرو کا مال ہلاک ہوا زید کو اس سے تعلق نہیں زید کے جتنے روپئے عمرو پر ہیں وہ واجب الادا ہیں یہ خیال نکرنا چاہیئے کہ عمرو نے زید سے کب مانگا تھا جو قرض قرار دیا جائے کہ قرض کیلئے یہ ضرور نہیں کہ مستقرض طلب کرے اور اپنی ضرورت سے مانگے بلکہ بغیر طلب مستقرض کے بھی قرض ہو سکتا ہے اور بطور خود بھی دوسرے کو قرض دیا جاسکتا ہے۔ فقہا نے سفتجہ کو قرض ہی میں شمار کیا ہے۔ ہدایہ وغیرہا عامہ کتب میں اوسکا قرض ہونا مصرح ہے حالانکہ یہ مقرض اپنی غرض اور فائدے کے لئے دیتا ہے اور بغیر مانگے خود دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ عبداللہ جی از پالی مارواڑ ۸ محرم الحرام ۱۳۶۷ھ یوم شنبہ

ایک شخص نے اپنا زیور بنئے کے یہاں سود پر گرو رکھا دوسرا شخص مسلمان اس کے روپیہ دیکر زیور چھڑا لاکر زیور والے کو زیور دیتا۔ اب یہ زیور چھڑانے والا اپنا روپیہ زکوٰۃ میں وصول کرسکتا ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں؟ اللہ اجر دے گا

الجواب:۔ جس نے زیور چھڑایا ہے اگر مالکِ زیور نے اس کو چھڑانے کے لئے کہا تھا تو اس شخص نے جتنا روپیہ ادا کیا ہے زیور کے مالک سے وصول کرسکتا ہے اور اگر بغیر اس کے حکم کے اس نے اوسکا قرض ادا کرکے زیور چھڑایا تو قرض کے ادا کرنے میں متبرع ہوا اب زیور والے سے اس روپیہ کو وصول بھی نہیں کرسکتا اور زکوٰۃ دونوں صورتوں میں سے کسی میں ادا نہیں ہوگی بلکہ اگر زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا ہے تو زکوٰۃ کا روپیہ زیور کے مالک کو بطور تملیک دیدے اگر وہ مالک نصاب نہ ہو اور زکوٰۃ کی نیت کرے اب وہ شخص اس روپئے سے اپنا زیور چھڑالے تو اس صورت میں زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور وہ زیور بھی رہن سے چھوٹ جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بابُ الرّبا

مسئلہ: مسئولہ فضل الرشید خان محلہ قراتشی ٹولہ بریلی ۲۹ ربیع الاوّل ۱۳۴۰ھ

زید کہتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمان ایک کافر یعنی ہندو سے سود لے سکتا ہے اور اس کو سود پر روپیہ دے سکتا ہے، کیا زید کا یہ خیال صحیح ہے؟

الجواب: سود لینا دینا حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ احلّ اللہ البیع وحرم الربوا حدیث میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[1] اکل الربوا وموکلہ وکاتبہ و شاھدیہ قال وھم سواء لئے سود بہرحال حرام ہے۔ مسلمان سے لیا جائے یا کافر سے۔ ہندوستان میں ہو یا عرب میں ہاں اگر نہ سود کہا جائے نہ سود کی نیت ہو۔ بلکہ ایک مباح مال سمجھکر لیتا ہو کہ کافر حربی کا مال مسلمان کیلئے مباح ہے جب تک غدر یعنی عہد شکنی نہو تو اسمیں حرج نہیں۔ مثلاً ہندو کو سو روپئے دئے اور ٹھہرالیا کہ سال بھر پر سوا سو لونگا۔ ردالمحتار میں ہے فی کافی الحاکم وان بایعھم الدرھم بالدرھمین نقداً اونسیئۃ فلا باس بذلک لانہ ان یاخذ اموالھم برضائھم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئولہ حافظ نبی از نینی تال یکم ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کو کچھ روپیہ تجارت کرنے کو دیا اور زید نے اپنی تجارت میں شرکت بھی قائم رکھی، اب زید اپنے روپیہ کے ذریعہ سے بکر کے ذمہ خوراک کھاتا ہے، اور بکر اپنی خوشی سے کھلاتا ہے اور بکر ہر طرح کی خدمت کرتا ہے اور جسوقت زید بکر سے روپیہ لیگا ایک حبّہ خوراک کا اپنی جمع میں سے مجرانہ دیگا۔ اب زید نے بکر سے روپیہ لے لیا بکر نے خوراک کھلانا۔ اور خدمت کرنا چھوڑ دی۔ اس صورت میں زید نے

[1] مسلم ج ۲ ص ۲۷، باب الربا، مجتبائی

جو خوراک کھائی ہے، اور خدمت کرائی سود تو نہیں ہوا۔ بینوا توجروا

الجواب: جب زید خوراک کا روپیہ مجرا نہ دیگا۔ محض اس وجہ سے کھاتا ہے کہ اس کا روپیہ بکر کے پاس ہے تو یہ کھانا ناجائز ہے اور سود کہ قرض کے ذریعہ سے یہ نفع حاصل کرتا ہے اور جب قرض سے کسی قسم کا نفع حاصل کیا ہے تو سود ہے حدیث میں ہے کل قرض جر منفعۃ فھو ربا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مرسلہ رشید الدین احمد ضلع نرسنگھ پور سی۔پی ۴ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان شخص کا کچھ روپیہ کسی ہندو مہاجن کے یہاں بطور امانت (بینک کے طریقہ پر) رکھا ہے اور مہاجن اس زر پر اپنے قاعدہ کے موافق سود دیتا ہے، کیا مسلمانوں کو اس مہاجن سے سود لینا جائز ہے، نیز جو بینک گورنمنٹ کیطرف سے پوسٹ آفس میں ہوتے ہیں (سیونگ بینک) اور عام بینکوں سے اسمیں شرح سود کم ہے۔ اس سے سود لینے کا کیا حکم ہے اور کسی دوسرے بینک کہ جو گورنمنٹ سے تعلق نہ رکھتے کیا مسلمان ان سے سود لے سکتا ہے درصورت عدم جواز کوئی سورت وحیلہ شرعی ہندوستان میں نفع حاصل کرنے کیلئے ہو سکتا ہے۔ جس سے وبال سود لازم نہ آئے؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب: سود حرام ہے قال اللہ تعالیٰ وحرم الربوا۔ ہاں کفار غیر ذمی سے جو مال بغیر غدر حاصل ہو وہ حلال ہے، اور وہ سود نہیں، اگرچہ وہ کافر سود کہکر دیتا ہو مگر اس لینے والے کو چاہئے کہ اسے سود نہ سمجھے کہ سود کیلئے مال معصوم شرط ہے، طحطاوی علی الدر میں ہے شرط الربا عصمۃ البدلین جمیعاً[1]۔ اور انکے اموال مباح، ہدایہ وفتح القدیر وعنایہ وجامع الرموز وجوہرہ نیرہ و بحر الرائق ودر مختار وغیرہا عامۂ اسفار میں ہے لان مالھم مباح فی دارھم[2] واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئولہ محمد عطاء اللہ وارد حال بریلی محلہ گلاب نگر کوٹھی سردار منزل معرفت بخشی ابرار حسین صاحب ۹ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ

علمائے دین ومفتیان شرع متین سے فتویٰ طلب ہے اس بارہ میں کہ زید مدرسہ سرکاری انگریزی میں مدرس تھا۔ اسکی تنخواہ سے آنہ فی روپیہ وضع ہوا کرتا تھا اور آدھ آنہ فی روپیہ

---

[1] طحطاوی علی الدر ج ۳ ص ۱۱۲ باب الربا۔ [2] ہدایہ ج ۳ ص ۱۰۶ باب الربا۔ مصباحی

کے حساب سے خود سرکار دیتی تھی۔ اسطرح ڈھیڑھ آنہ فی روپیہ تنخواہ پر ہر ماہ میں جمع ہوتا رہتا تھا۔ اس مد کا نام فنڈ تھا۔ دوران ملازمت تا انفکاک ملازمت وہ اس کے واپس لینے کا مجاز نہ تھا۔ آخر سال میں اس روپیہ کا کچھ سود بھی جیسا کہ بینک کا معمول ہے اصل روپیہ میں شامل کردیا جاتا تھا۔ ۱۹۰۴ء سے یہ قاعدہ بطور پنیشن جاری کیا گیا ۱۹۲۳ء میں اختتام ملازمت پر بجائے پنیشن انیس سال کے بعد یہ کل رقم مع سود نامبردہ کو حوالہ کردی گئی۔ اس دوران میں یہ رقم چند مرتبہ حد نصاب زکوٰۃ کو بھی پہنچ چکی ہے اب امورات ذیل قابل استفسار واستفتار ہیں۔ بینوا توجروا

۱۔ موجودہ صورت میں جو روپیہ نوٹوں میں سرکار سے ملا ہے اور سود بھی اسکے ساتھ ہے تو اس سود کا لینا جائز ہے یا نہیں جبکہ زید نے سود لینے سے انکار بھی کردیا تھا کیا جمع شدہ روپیہ پجو زیادہ روپیہ دیا گیا ہے وہ سود کی حد میں داخل ہے ؟

۲۔ اگر یہ زیادتی سود ہے تو اس کو کیا کیا جائے ؟ واپس یا خیرات ؟

۳۔ انیس سال کی زکواۃ دینی چاہیئے یا صرف سال حال کی جبکہ روپیہ وصول ہوا ہے اور سود کی رقم پر زکواۃ دی جائے یا اصل رقم پر صرف ؟

۴۔ یہ روپیہ نوٹوں میں ملا ہے۔ تاوقتیکہ نقری سکّہ سے تبدیل نہ ہوں نوٹ پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ؟

۵۔ کسی غریب سید یا بیوہ سیدہ کو جبکہ وہ سخت اہل ضرورت ہوں زکواۃ دی جا سکتی ہے ؟

۶۔ اس روپیہ سے حج ہو سکتا ہے ؟

الجواب ۱ و ۲ وہ روپئے کہ بینک یا گورنمنٹ سے سود کہکر دیئے انکا لینا جائز ہے۔ کہ یہ سود نہیں سود اس زیادتی کو کہتے ہیں جو عقد میں مشروط ہو اور اگر عقد میں شرط نہ ہو وقت ادا کچھ زیادہ دیا تو یہ سود نہیں، اور صورت مسئولہ میں زید نے روپئے دیتے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ اتنا زائد لونگا بلکہ زید نے تو سرے سے بطور خود یہ روپیہ جمع کیا بھی نہ تھا بلکہ گورنمنٹ ایک آنہ فی روپیہ اسکی تنخواہ کا ٹکر جمع کرتی رہی، اب بنک کے سود کہدینے سے سود نہیں ہوجائے گا ملتقے الابحر میں ہے ھو فضل مال خال عن عوض شرط

لاحد العاقدین[1]- تنویر الابصار میں ہے ھو فضل خال عن عوض بمعیار شرعی مش وط لاحد العاقدین[2]۔ ہاں اسکا خیال رکھے کہ لیتے وقت یہ نیت سود نہ لے کہ سود سمجھکر لینا گویا اپنے طور پر حرام لینا ہے، اور خلاف شرع کرنا ہے اگرچہ یہ نیت مال کو حرام نہ کریگی مگر یہ فعل حرام ہوگا۔ بلکہ اس نیت سے لینا چاہیئے کہ ایک شخص اپنی خوشی سے اپنا مال دے رہا ہے۔ مجھے اسکا لینا مباح ہے، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگرچہ یہ زیادتی مشروط نہیں مگر چونکہ یہ معروف ومشہور ہے لہذا حکماً مشروط کہ المعروف کالمشروط اور اس نے اگرچہ خود نہیں دیا گورنمنٹ نے دیا ہے عقد وکیل مؤکل کیلئے ہوتا ہے اور فضولی کا عقد قبول مالک پر موقوف ہوتا ہے، تو عاقد حقیقۃً زید ہی ہوا مجمع الانہر میں ہے عقد الوکیل عقد للموکل وعقد الفضولی یتوقف علی قبول المالک فیصیر العاقد حقیقۃ الموکل اوالمالک۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اگر مسلمان کا بنک ہو اور اسکے یہاں سود دینا معروف ہو تو یہ ہو سکتا ہے مگر یہاں کے کفار سے جو اموال ان کی خوشی سے ملیں وہ مطلقاً جائز ہیں، اور سود نہیں لان شرط الربا عصمۃ البدلین کما فی الطحطاوی ومالھم غیر معصوم، جوھرہ نیرہ میں ہے اذا اخذہ علی ھذا الوجہ بطیبۃ نفسہ کان اولی بالجواز[3]- واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ[۳] زکاۃ انیس سال کی دینی ہوگی، جبکہ وہ اس وقت سے مالک نصاب ہو۔ اور سال گزر چکا ہو ورنہ جب سے مالک نصاب ہو کر ایک سال پورا ہوگیا ہو ہر سال کی زکاۃ دے، مگر سال اول میں جتنا روپیہ تھا اتنے ہی کی زکاۃ واجب ہے، یہ نہیں کہ جتنا وصول ہوا سبکی زکاۃ ہر سال دیجائے یوہیں سال دوم میں دو سال کے جتنے روپئے ہوئے، انکی زکاۃ دے بلکہ سال اوّل زکوٰۃ کی رقم نکال کر اب جو کچھ باقی بچے، اگر نصاب یا نصاب ثانی کا پانچواں حصہ ہے تو چالیسواں حصہ زکاۃ دے اور اگر نصاب ثانی کے خمس سے کم ہو تو صرف نصاب اوّل کی زکاۃ ہے،

---

[1] ملتقی الابحر ج ۲ ص ۲۹۲ باب الربا۔ [2] تنویر الابصار ج ۴ ص ۱۹۶ باب الربا [3] جوہرہ نیرہ ج ۱ ص ۲۱۸ باب الربا۔ مصباحی

اور وہ زیادتی کہ خمس سے کم ہے معاف ہے، مثلاً سال اوّل میں وہ رقم دو سو درہم تھی اور دوسرے سال چار سو تو پہلے سال کی زکاۃ پانچ درہم ہوئی دوسرے سال میں اس رقم کے نکالنے کے بعد پانچ کم چار سو ہوئے تو صرف تین سو ساٹھ درہم کی زکاۃ ہوئی کہ ۳۵ درہم خمس نصاب سے کم ہے، وعلی ہذا القیاس ہر سال کا حساب کرلیں اور زکاۃ صرف اس رقم پر ہے جو اسکی تنخواہ سے ایک آنہ روپیہ کٹکر جمع ہوتا گیا باقی آدھ آنہ فی روپیہ جو گورنمنٹ جمع کرتی رہی، اور وہ رقم کہ بنک نے سود کہکر دی انکی زکاۃ واجب نہیں کہ یہ رقمیں وصول ہونے سے قبل اسکی ملک ہی نہیں، ہاں اب وصول ہونیکے بعد جب اور اموال کا سال پورا ہوگا تو ان کے ساتھ انکی بھی زکاۃ دیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴ نوٹ حکم میں پیسوں کے ہیں کہ پیدائشی ثمن نہیں مگر عرف نے انھیں ثمن قرار دے رکھا ہے، لہذا نوٹ پر بھی زکاۃ واجب ہے سونے یا چاندی سے بدلنے کی کچھ ضرورت نہیں، اور ادائے زکاۃ کے وقت وہی قیمت لگائی جائیگی جس قیمت کا کہلاتا ہے، واللہ اعلم

۵ سادات کرام کو نہ زکاۃ دینا جائز نہ انکا لینا جائز اور ان کو دینے سے زکاۃ ادا نہ ہوگی۔ حدیث میں فرمایا۔ انما الصدقات اوساخ الناس لاتحل محمد ولا لآل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[1] ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ فقیر کو دیں، پھر وہ فقیر اپنی طرف سے سید یا سیدہ کی نذر کرے۔ اگرچہ پیشتر اس فقیر سے یہ تذکرہ ہوچکا ہو۔ کذا فی الدر المختار واللہ تعالیٰ اعلم

۶ جب یہ رقم جائز ہے تو اس سے حج بھی ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئولہ محمد امین محلہ بھوڑ متصل دیوان خانہ ضلع بریلی ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس عمرو آوے اور یہ کہے کہ میرے پاس بیس روپیہ کے نوٹ ہیں اسکے مجھکو روپیہ دیدو۔ زید اس سے یوں کہے کہ میں تجھکو دو آنہ کم بیس[۲۰] روپیہ دونگا۔ تیرا جی چاہے تجھکو ضرورت ہو تو دو آنہ کم بیس[۲۰] روپیہ لیجا اور بٹہ کا

---

[1] مسلم ج ۱ ص ۳۴۵ باب تحریم الزکاۃ علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہ ۱۲ مصباحی

زید و عمرو کے درمیان لفظ نہ آئے۔ عمرو رضامند ہو کر زید سے دو آنہ کم بیس[۲۰] روپیہ لے لئے اور زید اسکو دے دیے۔ زید اس پیسہ کو اپنے صرف میں لا دے۔ تو اس صورت سے اس کو لینا جائز ہے یا نہیں۔ اور زید کو بھی ایسا ہی موقعہ در پیش آ دے اور زید عمرو کو چار آنہ یا آٹھ آنہ کم دیدے تو زید کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ نوٹ کو کم و بیش پر خریدنا بیچنا جائز ہے۔ مثلاً دس کا نوٹ آٹھ روپئے یا بارہ میں بیچا کچھ حرج نہیں، اور اگر دس کا نوٹ قرض دیا ہے تو پیسہ اوپر دس روپئے لینا بھی جائز نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ محمد امین محلہ بھوڑ ضلع بریلی ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخص مسلمان کہ جنکا نام کٹرے و پیر بخش ہے۔ یہ دونوں آدمی سود کھاتے ہیں۔ علانیہ طور سے اور بڈھا فقیری مسماۃ نصیبن سلار بخش یہ سب لوگ بھی سود کھاتے ہیں۔ انکو برادری میں رکھنا سلام کلام کرنا ایک جگہ ان کے ساتھ بیٹھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو ان شخصوں کا شریک ہو اس کے واسطے شرع شریف سے کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ سود لینا حرام، حرام اشد حرام ہے۔ حدیث میں ہے الربا سبعون جزءا ایسرھا ان ینکح الرجل امہ[۱]۔ سود ستر گناہ ہے ان سب میں ہلکا یہ کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے باقی ۶۹ اس سے بھی بدتر ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ ان سب لوگوں پر توبہ فرض ہے اگر توبہ کر کے اپنی اس ناپاک حرکت سے باز نہ آئیں تو مسلمان انسے مقاطعہ کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ حاجی نعمت علی صاحب ضلع مظفر پور ڈاکخانہ رائے پور ساکن پنڈول ۱۴ صفر ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ کسی شخص نے سود پر روپیہ لیا یا غلہ لیا

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۸ باب الربا۔ مصباحی

پھر ادا کرتے وقت اصل دیا اور سود نہ دیا تو اس پر مواخذہ شرعی ہے یا نہیں ؟

الجواب :- اگر بلا ضرورت شرعیہ سود پر روپیہ یا غلہ لیا تو یہ عقد ربا بہرحال حرام ہے اور سود دیا تو یہ دوسرا حرام ہوا۔ اگر ادا کرتے وقت سود نہ دیا جب بھی انشاء عقد حرام کا گناہ تو اسکے ذمہ رہا۔ اس سے توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئولہ آفتاب الدین طالبعلم مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی ۱۲ جمادی الاولی ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کفار کے مال حیلہ وبہانہ سے اپنی عزت بچا کر لینا جائز ہے یا نہیں مع دلائل ارشاد فرمائیے ؟

الجواب :- کافر حربی کا مال مباح ہے۔ یعنی عہد شکنی نہ ہو۔ کہ غدر حرام ہے۔ اور وہ صورت بھی جائز نہیں کہ ذلت کا سامنا ہو۔ کہ مسلمان کو عزت کا تحفظ نہایت ضروری ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ منشی عبدالعزیز خانصاحب از کلکتہ ذکریا اسٹریٹ ۲۲

بینک میں جو روپیہ رکھا جاتا ہے اس کا سود لینا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- سود حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وحرم الربوا۔ ہاں اگر سود سمجھ کر نہ لیں بلکہ یہ کہ کافر اپنی خوشی سے اپنا مال دیتا ہے اگر بینک والا سود ہی کہتا ہے مگر یہ نہ کہے نہ سود سمجھے تو اس نیت کے ساتھ لینے میں اصلاً مضائقہ نہیں کما بیناہ فی فتادینا، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئولہ محمد عبدالقادر محلہ ملوکپور بریلی ۱۱ جمادی الاولی ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجھکو ڈیڑھ سو روپیہ کی ضرورت ہے اور دائن بھی مسلمان ہے سود سے بچنے کیواسطے شرعی طور سے روپیہ دین اور منافع بھی اٹھادیں؟

الجواب :- اگر سود کے لین دین سے بچنا چاہیں تو دائن کو چاہئے کہ روپے بطور قرض بلا شرط دیدے اور مدیون دائن کے پاس کوئی چیز قینچی چاقو وغیرہ رکھدے اور یہ کہدے کہ اسکی حفاظت کا معاوضہ اتنا ماہوار دیا کریگا یوں ہر ایک سود سے بچ گیا اور دائن کو نفع بھی مل گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱): مسئولہ مولوی شفاء الرحمن طالب علم مدرسہ اہلسنت بریلی ۲۳ جمادی الاولی ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ کوئی غریب بحالت مجبوری مہاجن سے کچھ غلہ یا روپیہ سود پر لیکر دفع ضرورت کیا اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں بلا سود کے نہ مسلمان ٹکا پیسہ دینے والے ہیں نہ ہندو یہ کرنا جائز ہے یا ناجائز ؟

مسئلہ (۲): مضمون حدیث کا سود کے کھانے والے دینے والے کتابت کرنیوالے وکالت کرنیوالے شہادت دینے والے سب پر وعید شدید بتلا رہا ہے پھر اس زمانے میں کوئی کھاتا ہے کوئی کھلاتا ہے کوئی گواہی کرتا ہے کوئی کتابت کرتا ہے شاید ہی کوئی اس سے بچا ہو پھر عمل کی کیا صورت ہوگی ؟ بینوا توجروا

الجواب (۱): اگر واقعی ضرورت ہو تو لے سکتے ہیں۔ الضرورات تبیح المحذورات مگر شادی غمی کی بیجا رسمیں یا جائداد خریدنے یا تجارت بڑھانے کیلئے سود پر روپے لینا جائز نہیں کہ یہ کوئی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) عمل اس پر کرے جو اللہ و رسول کا حکم ہے نہ اس پر جو شیطان اسے تعلیم دے جو بچنا چاہے اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے۔ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ اور جو خود مبتلا ہونا چاہے تو وہ غنی عن العلمین ہے لوگ بلا وجہ حرام کو ترک نہ کریں تو وہ خود گنہگار ہونگے وہ حرام حلال نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: از کوسا پورہ ملک مارواڑ ڈاکخانہ گڑیا مرسلہ پیرزادہ سید مولا بخش صاحب ۲ ذی الحجہ ۴۳ھ

ایک شخص نے دوسرے شخص کو روپیہ دیا اور وعدہ یہ کیا کہ جب تک تم روپیہ ادا نہیں کروگے جب تک ہمارا فلاں کام کرنا ہوگا ہمارے روپئے کا بیاج نہیں یعنی سود اور تمہارے کام کی مزدوری نہیں یہ جائز ہے یا نہیں ؟

سورہ طلاق پ ۲۸

الجواب:۔ قرض دیکر یہ ٹھہرالینا کہ جب تک ادا نہ کرے میرا کام کرنا ہوگا یہ سود ہوا کہ یہ کام اوسی روپیہ کے نفع میں لے رہا ہے اوسکا یہ کہنا کہ سود نہ لیگا مہمل ہے آخر یہ کام کس چیز کے عوض میں لیتا ہے حدیث میں ہے کل قرض جر منفعة فھو ربا قرض کے ذریعہ سے جو نفع حاصل ہو وہ سود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از درگاہ کمیٹی اجمیر شریف۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سرکار گورنمنٹ ہند نے جنگ کے وقت امداد کیلئے قرضہ مبلغ دو ہزار روپیہ خزانہ درگاہ شریف سے لیا وہ رقم تو بدستور موجود ہے اور اسمیں کچھ کمی نہیں لیکن علاوہ اصلی رقم قرضہ کے کچھ زائد روپیہ اضافہ ہوکر وہ رقم اضافہ کیساتھ درگاہ شریف میں آیا کرتی ہے اور وہ خزانہ درگاہ شریف میں شامل ہوکر استعمال میں لائی جاتی ہے تو ایسا روپیہ شرعاً داخل سود ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ سود کیلئے یہ ضرور ہے کہ قرضہ دیتے وقت مقرض نے مستقرض سے ٹھہرالیا ہو کہ جتنا دیا جاتا ہے اس سے زائد لیا جائے گا۔ اور اگر اس وقت ایسا نہ ہوا اور مستقرض نے بطور خود یہ سمجھکر کہ اس نے ہماری ضرورت کے وقت رقم دیکر ہمارا کام چلا دیا۔ یا اس کو صاحب حاجت جان کر یا کسی دیگر وجہ سے کچھ زائد دیا تو یہ ربوا نہیں۔ نہ اس پر ربوا کی تعریف صادق۔ ربوا اگرچہ لغتہً مطلقاً زیادت کو کہتے ہیں۔ مگر شرعاً ہر زیادت نہ ربوا، نہ حرام، بلکہ ایک خاص قسم کی زیادتی کو کہتے ہیں۔ اور اس کے لئے کچھ شرائط بھی ہیں۔ کہ اگر وہ متحقق نہ ہوں تو شرعاً ربوا نہیں۔ مثلاً عددیات میں ایک اخروٹ کو دو اخروٹ کے بدلے میں بیچا ربوا نہیں۔ اگرچہ زیادتی ایک جانب میں موجود ہے۔ یا ایک لپ گیہوں دو لپ کے بدلے میں بیچے یہ بھی سود نہیں یا ایک معین پیسہ کو دو معین پیسوں کے بدلہ میں خریدا مثلاً یوں کہا کہ اس پیسہ کے بدلے میں وہ دو پیسہ خریدے یہ بھی سود نہیں۔ ہدایہ وغیرہ عامہ کتب میں ہے

ویجوز بیع البیضة بالبیضتین والتمرة بالتمرتین والجوزة بالجوزتین لانعدام المعیار

فلا یتحقق الربوا ویجوز بیع الفلس بالفلسین باعیانہما[1] باوجودیکہ ان صورتوں میں عقد معاوضہ یقیناً ہے۔ اور ایک طرف زیادت بھی یقیناً موجود ہے۔ بلکہ وہ زیادت عقد میں یقیناً داخل ہے پھر بھی جائز ہے۔ اور سود نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ شرع مطہر نے اس کے تحقق کیلئے کوئی خاص معیار قرار دے رکھا ہے۔ کہ اسی صورت میں ربوا ہوگا۔ اور حرمت کا حکم دیا جائیگا لہذا پہلے اسکی شرعی تعریف بیان کی جاتی ہے اسی سے معلوم ہوجائے گا کہ صورت مستفسرہ اس حد کے اندر داخل ہے یا نہیں۔ اور حکم بھی وہیں سے واضح ہوجائے گا۔

درمختار میں ہے۔ ھو لغۃ مطلق الزیادۃ وشرعا فضل خال عن عوض بمعیار شرعی وھو الکیل والوزن مشروط ذلک الفضل لاحد المتعاقدین فی المعاوضۃ[2] یعنی عقد معاوضہ میں احد المتعاقدین کیلئے جو زیادتی ایسی ہو کہ اس کے مقابل میں دوسری جانب عوض نہ ہو اور اس کیلئے کوئی شرعی معیار بھی یعنی ناپ یا تول ہو تو سود ہے۔ جب ان سب قیدوں کا تحقق ہوگا اسی وقت سود کہسکتے ہیں، ورنہ نہیں، لہذا مقرض نے قرض دیتے وقت اگر زیادتی کا ذکر نہ کیا تو عقد میں زیادت متحقق نہ ہوئی، اور سود نہ ہوا اگرچہ مستقرض نے بطور خود وہ چیز دے دیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل اور ارشاد سے بھی اسکا جواز ثابت۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ کان لی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم دین فقضانی وزادنی۔ میرا کچھ قرضہ حضور کے ذمہ تھا حضور نے اسے ادا فرمایا اور زیادہ دیا۔ رواہ ابوداؤد۔ شیخ محقق محدث دہلوی فرماتے ہیں لم یکن الزیادۃ مشروطۃ فی صلب العقد یہ زیادت نفس عقد میں مشروط نہ تھی لہذا جائز ہے۔
ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص سے اونٹ قرض لیا تھا جب حضور کے پاس اونٹ آگئے مجھے حکم فرمایا کہ اس کے قرض کا اونٹ ادا کردوں

[1] ہدایہ ج ۳ ص ۸۱ کتاب البیوع، باب الربا۔ [2] درمختار ج ۴ ص ۱۹۶ باب الربا۔ مصباحی

میں نے عرض کیا ان میں سب اونٹ انکے اونٹ سے بہتر ہیں ارشاد فرمایا یہی دے دو
فان خیرالناس احسنہم قضاء رواہ مسلم البتہ یہ زیادتی جو مدیون نے دی اور نفس عقد
میں نہ تھی اگر حد شہرت کو پہونچی ہو کہ مدیون جس سے لیتا ہے اسے علاوہ دین کے بھی کچھ ضرور
دیتا ہے۔ تو ظاہر یہی ہے کہ اس نے جو اسے دیا یہی سمجھکر دیا کہ زیادہ ملیگا تو اگرچہ ایسی زیادتی
کا عقد میں ذکر نہ ہوا مگر المعروف کالمشروط کے تحت میں داخل ہو کر ناجائز ہو گی کہ کل
قرض جر منفعۃ فہو ربوا۔ ہاں اگر بوقت عقد دونوں میں سے ایک نے بھی زیادہ
لینے یا دینے سے انکار کردیا اور بروقت ادا مستقرض نے زیادہ دیا تو حرام نہیں کہ الصریح
یفوق الدلالہ۔

یہاں تک کہ جو کچھ کہا گیا اس کا حکم ہے کہ جہاں سود ہو سکتا تھا۔ اور چونکہ داخل عقد
نہیں لہذا سود نہیں اور بعض صورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ خصوصیت عاقدین اسے ربوا ہونے
سے خارج کر دیتی ہے۔ اگرچہ زیادت نفس عقد میں مذکور ہو مثلاً کافر حربی جو دارالاسلام
میں امان لیکر نہ آیا ہو اس سے اگر اس قسم کا عقد کیا جائے جو دو مسلمان یا مسلم و ذمی کے
مابین ہوتا تو سود ہوتا اس کافر حربی سے یہ عقد ربوا نہیں۔ حدیث میں ہے لا ربوا بین
المسلم والحربی فی دارالحرب۔ بظاہر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ربوا ہے اور جائز ہے یہ
ان کی غلطی ہے جب قرآن مجید میں مطلق وارد کہ حرم الربوا تو ربوا حلال کیونکر ہو سکتا ہے
بلکہ حقیقت حال یہ کہ یہ سود ہی نہیں جس کیلئے حکم حرمت ہو اسی واسطے حدیث شریف میں
لا ربوا فرمایا کہ یہ سود ہی نہیں نہ یہ کہ یجوز الربوا کہ سود تو ہے مگر جائز ہے۔ اور خود صاحب مذہب
امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ سود نہیں۔ وبینہما بون بعید۔

اب رہا یہ معاملہ کہ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام اگر دارالحرب ہو جیسا کہ
بعض نے کہا۔ جب تو مسئلہ صاف واضح ہے کہ حدیث اور امام اعظم کا قول ہوتے ہوئے کلام
کی کیا جگہ۔ اور اگر دارالاسلام ہے اور یہی صحیح و مختار ہے کہ دارالاسلام ہونے کے بعد دارالحرب

بننے کیلئے جو شرائط ہیں وہ یہاں مفقود۔ اس تقدیر پر یہ بات قابل غور ہے کہ دار الحرب میں ربا ہونے کی علت کیا ہے۔ اگر وہ علت یہاں موجود ہے تو یہاں بھی ربوا نہیں۔ کہ حکم علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے اور اسکی علت ہم اپنے دل سے تراشیں تو کیوں مسموع ہو۔ لہذا فقہاء کی طرف نظر منعطف کی جائے۔ اور انھیں کے کلام سے استدلال کیا جائے۔ یہی اولی وانسب ہے جب ان کے کلام میں اس حکم کی کوئی علت ملے تو اسی پر حکم کا مدار ہوگا۔ اور ظاہر ہوجائے گا کہ ,, فی دار الحرب ،، کی قید اتفاقی ہے۔ مقصود صرف اتنا ہے کہ ذمی و مستامن سے ایسا عقد ربا ہے۔ کہ ذمی کیلئے خود حدیث کا نص صریح لھم مالنا و علیھم ما علینا انکو خمر و خنزیر کی بیع و شراء کے سوا تمام معاملات میں حکم مسلم میں قرار دیتا ہے۔ اور مستامن کو چونکہ اتنے دنوں کیلئے امان دی گئی۔ لہذا اس زمانہ تک ذمی کے حکم میں ہے۔ باقی بغیر امان اگر دارالاسلام میں گھس آئے۔ تو اسے یہاں چھوڑ کب سکتے ہیں۔ کہ لوگوں سے معاملہ خرید و فروخت اقراض واستقراض کرے کہ وہاں یہ سوال پیدا ہوسکے کہ سود ہوگا یا نہیں۔ بلکہ اسکا مال شرعاً مباح ہے۔ جو چاہے جس طرح چاہے لے سکتا ہے پھر کیسا سود اور کیسی حرمت اسی واسطے ردالمحتار میں فرمایا وقید بہ لانہ لو دخل فی دارنا بامان فباع منہ مسلم درھما بدرھمین لا یجوز اتفاقا اھ ط عن مسکین[1]۔ اس سے بخوبی معلوم ہوا کہ امان کیوجہ سے اسکو معاملات میں وہی حقوق حاصل ہوجاتے ہیں۔ جو ایک ذمی کے لئے ہیں۔ اور اگر امان کیساتھ اسکا آنا یا قیام کرنا نہ ہو تو وہ حربی محض ہوگا۔ اور اسکے لئے دارالاسلام میں کوئی ایسی مراعات نہ ہوگی جو ذمی کیلئے ہے۔ مسلم و حربی میں ربوا متحقق نہ ہونے کی علت یہ ہے کہ ربوا کیلئے مال کا معصوم ہونا شرط ہے۔ اور حربی کا مال دار الحرب میں معصوم نہیں لہذا غدر و عہد شکنی کے سوا جس طرح بھی ان کا مال حاصل ہو مباح ہے۔ طحطاوی[2] علی الدر

---

[1] ردالمحتار ج ۴ ص ۲۰۹ کتاب البیوع، باب الربا۔ مصباحی

میں ہے۔ شرط الربوا عصمۃ البدلین جمیعا۔ اور یہ شرط مال حربی میں مفقود۔ اسلئے ہدایہ[۲] وفتح القدیر[۳] وعنایہ[۴] وجامع الرموز[۵] وجوہرہ نیرہ[۶] و بحر الرائق[۷] و درر[۸] و درمختار[۹] وغیرہ عامہ اسفار میں فرمایا۔ لان مالھم مباح فی دارھم۔ ان کا مال دارالحرب میں مباح ہے۔ نباای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا اذالم یکن فیہ غدر[۱]۔ مسلمان اس مال کو جسطرح لے۔ مال مباح کو لینا ہوگا۔ جب تک غدر نہ ہو۔ ثابت ہوا کہ مال مباح میں ربوا اور حرمت کا تحقق نہیں ہوسکتا۔ ورنہ لازم آئے کہ مباح بھی ہو اور حرام بھی۔ اور ان دونوں کا اجتماع نہیں ہوسکتا۔ نیز صاحب ہدایہ کی یہ عبارت کہ بخلاف المستامن منھم لان مالہ صار محظورا لعقد الامان۔ صاف طور پر بتاتی ہے کہ اسکا مال امان لینے کی وجہ سے ممنوع ہوجاتا ہے۔ جب تک امان نہ ہو مباح ہوتا ہے اور اس میں ربوا کا تحقق نہیں ہوتا۔

خلاصہ یہ کہ مسلمان جب دارالحرب میں گیا تو اسے کوئی ایسا فعل جائز نہیں جو عہد شکنی ہو۔ اور اسکے علاوہ انکی خوشی سے انکا مال ہر طرح لے سکتا ہے۔ اگرچہ کسی ایسے عقد کے ذریعہ سے ہو جو مال معصوم میں حرام ہو۔ بحرالرائق میں ہے لان مالھم مباح وبعقد الامان منھم لم یصر معصوما الا انہ التزم ان لایتعرض لھم بغدر ولا لما فی ایدیھم بدون رضاھم فاذا اخذ برضاھم اخذ مالا مباحا بلا غدر فیملکہ بحکم الاباحۃ السابقۃ اسی کے مثل تبیین اور دیگر کتب میں ہے۔ درمختار میں ہے۔ فیحل برضاہ مطلقا بلاغدر طحطاوی میں ہے ولو بعقد فاسد۔ غرض یہ ہے کہ اصل علت عدم ربوا کی اباحت مال ہے اب اگر فرض کیجئے کہ دارالاسلام میں کفار مقیم ہوں یا کفار کی حکومت ہوجائے تو مسلم کو ان سے عہد شکنی جائز نہ ہوگی۔ اور انکی خوشی و رضامندی سے اگر کوئی مال ہمارے ہاتھ آئے اگرچہ کسی عقد فاسد کے ذریعہ سے ہو یا وہ اسے سود کہکر دیتے ہوں تو یہ حقیقۃً سود نہیں۔

---

[۱] ہدایہ ج ۳ ص ۸۶ باب الربا۔ [۲] ایضاً۔ مصباحی

اور اسکا لینا جائز۔ اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مدار کار عصمت واباحت ہے۔ دارالحرب کی قید ضروری نہیں۔ لہذا اگر ایسی صورت دارالاسلام میں متحقق ہو جائے تو یہاں بھی جائز۔ امام ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اصل علت اباحت ہے اور وہ حدیث جو اوپر مذکور ہوئی اگر نہ بھی ہوتی جب بھی حکم یہی ہوتا۔

حیث قال ان المطلقات مراد بمحلها المال المحظور ابحق لمالکه ومال الحربی لیس محظورًا الا لتوقی الغدر وھٰذا التقریر فی التحقیق یقتضی انه لو لم یرد خبر مکحول یکون اجازة النظر المذکور اعنی کون ماله مباحًا الا لعارض لزوم الغدر[1]۔ جب حکم ایسے اکابر اجلہ کی تصریحات سے معلول ٹھہرا۔ تو ضرور علت ہی کی طرف نظر ہوگی۔ اور دارالاسلام میں بھی علت کے تحقق سے اخذ مال جائز ہوگا۔ نیز اس سے بھی صریح تر درمختار اور اس کے متن تنویرالابصار کی عبارت ہے جسکا محصل یہ کہ جو شخص دارالحرب میں مسلمان ہوا اور ابھی تک اس نے ہجرت نہ کی ہو اگر اس سے اس قسم کا عقد ہو تو وہ بھی ربوا نہیں۔ عبارت یہ ہے۔ وحکم من اسلم فی دارالحرب ولم یهاجر کحربی فللمسلم الربا معه خلافا لهما لان ماله غیر معصوم[2]۔ جب ما بین المسلمین ربوا نہ ہوا کہ مال غیر معصوم ہے حالانکہ وہاں قید بین المسلم والحربی تھی۔ اور غیر حربی میں بھی بوجہ علت متحقق نہ ہونے کے سود نہ ہوا۔ تو غیر دارالحرب میں علت ربوا کی عدم تحقق کی صورت میں ربوا کیوں ہوگا

اب رہا یہ امر کہ ہندوستان کے کفار کس قسم کے ہیں۔ یہ تو ظاہر کہ ذمی نہیں۔ جب تک اسلامی سلطنت تھی اس وقت تک بے شک ذمی تھے۔ جب سلطنت گئی اس کے ساتھ ساتھ عہد و ذمہ بھی رخصت ہوا۔ انکو ذمی کہنا ایسا ہی ہوگا کہ اندھے کو آنکھوں والا کہا جائے۔ مستامن بھی نہیں کہ یہاں سکونت پذیر ہیں۔ اور مستامن کیلئے ایک محدود زمانہ تک کی اقامت کی اجازت ملتی ہے، نیز کسی بادشاہ اسلام نے انھیں امن نہ دیا کہ مستامن ہوں وہ تو ہندوستان سے مسلمانوں ہی کو

---

[1] فتح القدیر ج ۶ ص ۱۷۸ باب الربا۔ [2] درمختار ج ۴ ص ۲۱۰ باب الربا۔ مصباحی

نکالنے کی ہی فکر میں ہیں۔ پھر ہم انکو مستامن کیسے جائیں۔ کیسی جہالت ہے، اور جب یہ دونوں نہیں تو ضرور حربی ہیں۔ اگر حکومت کا خوف نہ ہوتا تو اپنی حربیت کا ظاہر ثبوت دیدیتے۔ اور اب بھی جب موقعہ پاتے ہیں کیا اٹھا رکھتے ہیں۔ اپنے دوسرے ملک کے غیر مسلم وہ یہاں بطور حکومت ہیں۔ یا انکے ہم قدم۔ نہ وہ ہمارے ذمہ میں ہیں نہ وہ ہماری امان میں غرض ذمی یامستامن کا وجود سلطنت اسلام سے وابستہ ہے۔ اور جب سلطنت نہیں تو نہ ذمی نہ مستامن لہذا ہمکو غدر جائز نہیں۔ اور انکے اموال جو انکی خوشی سے ہمیں ملیں لینا جائز۔ سلطنت یاکوئی بنک جسکے پاس روپیہ رکھا گیا اگر اصل سے زائد کر کے کچھ رقم دے۔ اسکا لینا حلال طیب، تصریحات بالا سے ثابت کہ وہ ہرگز سود نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ دینے والے اسے سود کہکر دیئے ہیں انکے کہنے سے سود نہیں ہوسکتا۔ کہ جو چیز سود نہ ہو اسے سود کوئی کہدے تو سود نہ ہوگی۔ کیا بکری کو کسی نے سور کہدیا تو سور ہوجائے گی۔ اور اس کا کھانا حرام ہوجائیگا ہرگز نہیں۔ ہاں لینے والے کو چاہیئے کہ نہ اسے سود کہے نہ سود سمجھے بلکہ ایک مال حلال تصور کرے کہ اسے سود سمجھکر لینا گویا اپنے ذہن میں اپنے کو حرام کا مرتکب قرار دینا ہے۔ اور فعل حلال کو بہ نیت حرام کرنا بھی گناہ ہے۔ مثلاً ایک لکڑی پر کپڑا پڑا ہوا ہے۔ اندھیرے سے اس نے اسے عورت تصور کیا اور اسکی طرف چلا۔ اور ہاتھ بڑھایا تو معلوم ہوا کچھ اور ہے اگر یہ اجنبی عورت کا خیال کر کے ایسا نہ کرتا تو یہ افعال اسکے گناہ نہ ہوتے۔ مگر اسکی نیت نے اسے گناہ میں مبتلا کر دیا۔ غیر مصرف زکوٰۃ کو مصرف سمجھکر زکوٰۃ دی۔ بعد کو معلوم ہوا کہ مصرف نہیں تو ثواب ملے گا۔ اور جان بوجھکر کرتا تو جائز نہ تھا۔ حدیث شریف میں ہے

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال قال رجل لا تصدقن اللیلة بصدقة فخرج بصدقته فوضعها فی ید سارق فاصبحوا یتحدثون تصدق اللیلة علی سارق۔ فقال اللھم لک الحمد علی سارق، لا تصدقن بصدقة فخرج بصدقه فوضعها فی ید زانیة فاصبحوا یتحدثون تصدق اللیة علی زانیة قال اللھم لک الحمد علی زانیة لا تصدقن

بصدقتہ فخرج بصدقتہ فوضعہا فی ید غنی فاصبحوا یتحدثون تصدق اللیلۃ علی غنی فقال اللّٰھم لک الحمد علی سارق و زانیۃ وغنی فاتی فقیل لہ اما صدقتک علی سارق فلعلہ ان یستعف عن سرقتہ واما الزانیۃ فلعلہا ان تستعف عن زناہا واما الغنی فلعلہ یعتبر فینفق مما اعطاہ اللّٰہ رواہ البخاری ومسلم[1] ولہ نظائر کثیرۃ لا نطیل الکلام بذکرھا مسئلہ حاضرہ اگرچہ بہت بسط چاہتا ہے مگر انصاف پسند کو اتنا ہی کافی اور نہ ماننے والے کیلئے دفتر ناوافی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں سود لینا جائز ہے اور خصوصاً اہل ہنود سے ؟

الجواب:۔ سود حرام ہے نہ ہندوستان میں جائز نہ دوسرے ملک میں، قال اللہ تعالیٰ واحل اللہ البیع وحرم الربوا یہ حکم مطلق ہے اور مطلق اپنے اطلاق پر باقی رکھا جائیگا، ہاں کافر حربی کا مال اسکی خوشی سے لینا جائز ہے۔ اگرچہ کسی ایسے عقد کے ذریعہ سے یہ لینا ہو جو مابین المسلمین جائز نہ ہو۔ اور یہ ربوا نہو گا کہ ربوا کیلئے عصمت بدلین شرط ہے طحطاوی علی الدر میں ہے شرط الربوا عصمۃ البدلین اور حربی کا مال معصوم نہیں۔ غدر کے سوا جس طرح لے گا جائز ہوگا۔ بحر الرائق میں ہے۔ لان مالہم مباح وبعقد الامان منہم لم یصر معصوما الا انہ التزم ان لا یتعرض لہم بغدر ولا لما فی ایدیہم بدون رضاہم فاذا اخذ برضاہم اخذ مالا مباحا بلا غدر فیملکہ بحکم الاباحۃ السابقۃ۔ واللہ اعلم

مسئلہ:۔ از گرمٹکال ڈاکخانہ نارائن پیٹھ ریاست حیدرآباد دکن مرسلہ مولوی اسرار الرحمٰن صاحب ۱۸ رجب سنہ ۴۶ھ

سود کا اس زمانہ میں جواز وعدم جواز کے بڑے تین مسائل ہیں (الف) عام طور پر

---

[1] مسلم ج ۱ ص ۳۲۹ باب ثبوت اجر المتصدق۔ بخاری ج ۱ ص ۱۹۱ باب اذا تصدق علی غنی وہو لا یعلم۔ مصباحی

ہندوستان دارالحرب ہے۔ لینا جائز ہے بعض کا قول (ب) صرف کفار سے لینا جائز ہے مسلمان سے نہیں لینا (ج) سیونگ بنک کا سود لینا چاہیئے نہ لیں تو وہ رقم گرجاؤں کو دیدی جاتی ہے (د) مسلمان رئیسوں کے ریاست میں نہ لینا، جہاں کفار کا تسلط ہے لینا چاہیئے (ہ) ایسے مصارف جنمیں بمجبوری رقم دینی پڑتی ہے جیسے غیر مسلم اقوام کیلئے کچھ چندہ لیا جاوے یا فیس منی آڈر وغیرہ میں سود لیکر صرف کرسکتے ہیں ان پانچوں صورتوں کے مفصل جواب باصواب مرحمت فرمائے جائیں

الجواب:۔ صحیح یہ ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے، دارالحرب نہیں۔ اور قرآن پاک میں سود کو مطلقاً حرام فرمایا گیا۔ وحرم الربوا۔ اس میں نہ دارالاسلام کی قید ہے نہ مومن کی۔ پھر تخصیص کہاں سے آئی یہ ضرور ہے کہ کافر حربی سے اگر کوئی مال ہاتھ آئے اگرچہ کسی عقد معاوضہ کے ذریعہ جو مابین المسلمین فاسد ہو تو بربنائے حلت اصلیہ وہ مال حلال ہوگا۔ اور سود نہ ہوگا۔ یہ نہیں کہ سود ہے اور حلال ہے، بلکہ یہ سود نہیں ہے اسوجہ سے حلال ہے۔ حدیث میں ہے لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب یعنی سود ہی نہیں ہے کیونکہ سود کیلئے عصمت بدلین شرط ہے، طحطاوی علی الدر میں ہے شرط الربوا عصمة البدلین اور جسکا مال معصوم نہیں تو سود کیونکر ہو۔ لہذا ہندوستان کے کفار سے جو رقم انکی خوشی سے دستیاب ہو، اگرچہ وہ کچھ کہکر دیں مگر جب لینے والا سود سمجھ کر نہ لے تو جائز ہے۔ اور سود سمجھ کر لینا ناجائز۔ اسلامی ریاست کے کفار جو رئیس کے عقد ذمہ میں ہوں ذمی ہیں انکے اموال معصوم ہیں، معاملات میں اونکے لیے مسلم کے احکام ہیں۔ لھم ما لنا وعلیھم ما علینا۔

سیونگ بنک اگر وہ رقم گرجا میں دے تو اوسکا فعل ہے اس کا مواخذہ دوسرے پر نہیں۔ اوسکو بھی وہی سمجھ لے سکتے ہیں کہ کافر نے اپنا مال اپنی خوشی سے دیا۔ سود سمجھکر لینا ناجائز، فیس منی آرڈر تو اجرت ہے۔ ان کو ناجائز کیوں کر کہہ سکتے ہیں، ہاں اگر کوئی رقم مجبوری سے دی ہو۔ تو اوسکی واپسی کی نیت سے بھی سود والی رقم لیجا سکتی ہے کہ یہ سود لینا نہیں، بلکہ اپنا آنا ہوا وصول کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از دھوراجی کاٹھیاواڑ مرسلہ جناب سید دوست محمد ابن عبدالقادر صاحب پیش امام نگینہ مسجد محلہ پھولواری :-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مسلمان مشرکوں کیساتھ اس شرط سے یعنی مدّت سے مال بیچتے ہیں کہ اس مال کا اتنا روپیہ اتنی مدت پر لیں گے اگر مدت پر ادا نہ کروگے تو بعد مدت کے ان روپیہ کا بیاج لیں گے، آیا یہ بیاج ان مشرکوں سے لینا کیسا ہے، کیونکہ اگر بیاج نہ لیں تو مدت کے بعد روپیہ نہیں دیتے، اور بیاج کے خوف سے جلد وصول ہوتے ہیں۔ اب جو بیاج کہ مدت کے بعد لیا گیا ہے اس روپیہ کو کس جگہ صرف کرنا چاہیئے؟ کیونکہ وہ شخص بیاج کا لین دین نہیں کرتا۔ صرف جلد روپیہ وصول ہوں، اسلئے مدت کے بعد کا بیاج لیتے ہیں، تو مدرسہ و مسجد یا یتیم خانہ یا خانقاہ وغیرہ میں صرف کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب :- سود لینا حرام ہے قال اللہ تعالیٰ وحرم الربوا۔ ایسے اعذار کی وجہ سے حرام حلال نہیں ہوسکتا[ے] واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از ہوڑہ مرسلہ محمد عبدالستار صاحب رضا معرفت عبدالحامد محمد شکر اللہ خان سنی حنفی قادری ناظم انجمن اظہار الحق ۱۱۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا صرف سود کا

ے سود لینا ناجائز و حرام ہے۔ لہذا کسی عذر سے لینا بھی ناجائز و حرام ہوگا۔ لیکن اگر مسلمان، مشرک حربی سے مال فروخت کرنے کے بعد مدت گذرنے پر وہ زائد رقم بیاج اور سود کہہ کر نہ لے بلکہ مال مباح سمجھ کر لے تو لینا جائز وحلال ہے۔ کہ کافر حربی کا مال کسی ایسے عقد کے ذریعہ بھی لینا جائز ہے۔ جو ما بین المسلمین ناجائز۔ لہذا مدت گذرنے پر مذکورہ زائد رقم لینا سود نہ ہوگا۔ کہ یہاں بدلین میں ایک جانب عصمت مفقود ہے۔ اور تحقق ربا کیلئے بدلین کا معصوم ہونا شرط ہے کما مر مراراً۔ البتہ ایک مباح مال کو سود سمجھکر لینے کا گناہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفےٰ مصباحی

کاروبار ہے، ایسے شخص کے یہاں تقریب شادی بیاہ میل جول رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور سود دینے والا دلانے والا لینے والے کے بارے میں کیا حکم ہے، ایک مولوی صاحب نے کہا کہ سود کے مسئلہ میں ۷۲ درجہ ہے ۷۲ واں درجہ یہ ہے کہ جس نے سود کا کاروبار کیا گویا اپنی ماں کے ساتھ زنا کیا۔ کیا یہ صحیح ہے؟ ایسی حالت میں سود خور کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا مسلمان کو اس سے ربط وضبط جائز ہے؟ اپنے گھر میں بلاکر اپنے برتن میں کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟ بحوالہ کتب وسنت ارقام فرمادیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ سود خوار کے یہاں کھانا پینا اس کے ساتھ میل جول کرنا نہ چاہیئے، حدیث میں ہے۔ لیاتین علی الناس زمان لا یبقی منهم احد الا اکل الربا فان لم یاکله اصابه من بخاره وغباره[1]۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ سب سود خوار ہو جائیں گے اگر خود کوئی سود نہ کھائے تو اسے بھی سود کا بخار وغبار پہنچے گا۔ رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ وذلك بانیکون موکلا اوشاهدا او کاتبا اوساعیا اواکل من ضیافته اوهدیته۔ اس کا بخار پہنچنے کی صورت یہ ہے کہ سود دے یا اس کا گواہ بنے یا کاغذ لکھے یا دینے دلانے کی کوشش کرے یا اسکی ضیافت یا ہدیہ میں سے کھائے۔ یعنی سود خوار کے یہاں ضیافت کھانا بھی اسکا بخار پہنچنے کا سبب ہوتا ہے۔ جسطرح سود کھانا حرام ہے سود دینا بھی حرام ہے۔ اور سود دلانا بھی حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ حدیث میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکل الربا وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال وهم سواء۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور سود دینے اور اسکا کاغذ لکھنے والے اور اسکی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی اور یہ فرمایا کہ یہ سب برابر ہیں[2]۔ رواہ مسلم عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایک حدیث میں ہے

---

[1] ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۶۵ باب التغلیظ فی الربا۔ [2] مسلم ج ۲ ص ۲۷ باب الربا۔ مصباحی

درہم ربا یا کلہ الرجل وھو یعلم اشد من ستۃ وثلثین زنیۃ[1] ایک درہم سود کا یعنی تخمیناً ۴ (۰۰/۴) دانستہ کھانا چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بدتر ہے۔ رواہ احمد والدارقطنی عن عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ایک دوسری حدیث ہے الربا سبعون جزء ایسرھا ان ینکح الرجل امہ۔ سود ستر گناہ کا مجموعہ ہے ان میں سب سے کم درجہ کا گناہ اس کے مثل ہے کہ اپنی ماں سے زنا کرے۔ رواہ ابن ماجہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تہتر کی روایت میرے پیش نہیں ہے۔ مگر ستر کیا کم ہیں۔ جن میں ادنیٰ مرتبہ اپنی ماں سے زنا کرنے کی مثل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از پنجاب مرسلہ جناب میاں دین محمد صاحب خوشابی ۲۵ ذی الحجہ ۴۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین زادہم اللہ شرفاً وتعظیماً مسئلہ ذیل میں بنک میں بطور حفاظت روپیہ جمع کرتے ہیں اس پر بنک والے اپنے قاعدہ کے مطابق کچھ زیادتی دیتے ہیں جسکو وہ سود سے تعبیر کرتے ہیں اسکا لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اسکو لیکر مدرسہ یتیم خانہ وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ سود لینا دینا دونوں حرام ہے۔ مگر جبکہ بینک کفار غیر ذمی کا ہو جیسا کہ یہاں کے بینک کہ نہ مسلم کے ہیں نہ ذمی کے، اور بینک والے اس کے روپیہ سے کچھ زیادہ دیتے ہیں، اور اسے سود کہتے ہیں یہ حقیقۃً سود نہیں لہذا اگر لینے والا سود سمجھکر نہیں لیتا ہے بلکہ یہ جان کر لیتا ہے کہ یہ کافر کا مال ہے جو اپنی خوشی سے دیتا ہے، تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں، اور اس سے لیکر مدارس یا یتیم خانہ میں صرف کر سکتے ہیں، اور اس مسئلہ کی تحقیق فقیر نے اپنے فتاویٰ میں کی ہے۔ لہذا نفس حکم پر اکتفا کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از کھردہ جمعہ مسجد ڈاکخانہ انٹیا گڈھ مرسلہ شاہ محمد صاحب ۱۳ محرم ۱۳۵۰ھ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین

---

[1] مشکوٰۃ باب الربا۔ ص ۲۴۶ مصباحی

اس مسئلہ میں کہ زید نے کچھ روپیہ ڈاکخانہ میں جمع کیا بعد چند روز کے یک بیک ڈاکیہ روپیہ سود کا لیکر زید کے پاس پہونچا۔ زید نے دریافت کیا کہ روپیہ کسنے بھیجا تو ڈاکیہ کہتا ہے کہ جو روپیہ تم نے ڈاک گھر میں جمع کیا ہے اسی کا سود ہے زید نے روپیہ لیکر یتیم خانہ میں دیدیا تو کیا وہ یتیم خانہ میں یا مدرسہ میں یا کسی بیوہ یا کسی مسکین کو دیدینا جائز ہے اگر جائز ہے تو دلیل شرعی سے ثبوت کیا ہے یہ سوال ہے ایک سردار پنچ کا وہ کہتے ہیں کہ بذات خود کھانا منع ہے دوسرے کو دیدینا منع نہیں ہے ؟

الجواب :۔ بینک سے جو رقم زائد ملتی ہے وہ سود نہیں۔ اسکو کسی نیک کام میں خرچ کرنا بھی جائز ہے۔ کافر غیر ذمی سے جو مال بلا غدر حاصل ہو اس میں اصلاً حرج نہیں۔ اگرچہ وہ کچھ ہی کہہ کر دیں مگر اسے سود سمجھکر لینا ناجائز ہے کہ جب سود سمجھکر لیا تو قصداً گناہ کیا لہذا اس طرح لینا ناجائز ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از ہوڑہ پنچن تلاب صدر بخشی لائن محمد اسلام میاں کی باڑی مرسلہ عبدالکریم صاحب ۲۳ رمحرم الحرام ۵۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل مندرجہ ذیل میں کہ

۱۔ ڈاک خانہ یا بینک میں روپیہ جمع کرنا کیسا ہے جبکہ اسکا سود بھی ملتا ہو ؟

۲۔ پراویڈنٹ فنڈ کا سود کیسا ہے ؟

الجواب ۱ :۔ روپیہ جمع کرنے میں کوئی ممانعت نہیں یہ کیا ضروری کہ یہ جمع کرنے والا سود بھی لے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ پراویڈنٹ[1] کے معنیٰ معلوم نہیں لہذا اسکا حکم کیونکر لکھا جا سکتا ہے ۔

---

[1] پراویڈنٹ فنڈ (PROVIDENT-FUND) وہ رقم جو ملازم کی تنخواہ سے وضع کرلی جاتی ہے اور ملازمت کے خاتمہ پر اُسے واپس ملتی ہے ۔ یہ گورمنٹی محکموں میں ہوتا ہے ۔ ملازمت کے خاتمہ پر یہ رقم اضافہ کے ساتھ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

مسئلہ:۔ از پیلی بھیت محلہ منیر خاں قریب مسجد مرسلہ محمد احسان صاحب

ڈاکخانہ میں روپیہ جمع کرنیکا جو بنیک ہوتا ہے اسمیں روپیہ جمع کرنا اور اسکا منافعہ لینا مسلمانوں کیلئے کیسا ہے، مشہور تو یہ ہے کہ اسوجہ سے جائز ہے کہ گورنمنٹ جو رعایا سے مالگذاری یا ٹیکس لیتی ہے وہ بہت زائد ہے، اس بنا پر وہ منافعہ سود نہ ہوگا بلکہ اپنے حقوق کے بدلے میں وصول کرتا ہے۔ اب اسمیں دو باتیں عرض کرنا ہے، ایک تو یہ کہ ڈاکخانہ کا محکمہ گورنمنٹ سے علیحدہ ہے دوسرے یہ کہ مالگذاری اور ٹیکس سب لوگ نہیں دیتے تو کیا اسکے لئے بھی جائز ہے جو نہیں دیتے اور ٹیکس وغیرہ دینے والوں کو اسی ہی قدر لینا جائز ہے جتنا زائد دیا یا جتنا مل سکے سب جائز ہے اور مال گذاری اور ٹیکس کی زائد مقدار کسطرح معین کرے شریعت مطہرہ میں بادشاہی حق فی صدی کتنا ہے ؟

الجواب:۔ اگر وہ بینک صرف کفار کا ہے اور اسمیں روپیہ جمع کیا ہے اور وہ بینک والے کچھ زائد رقم دیتے ہیں تو مسلمانوں کو اس نیت سے لینا جائز ہے کہ کافر اپنا ایک مال اپنی خوشی سے دیتا ہے سود کی نیت سے لینا جائز نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ محمد محمود محلہ قاضیان الور اسٹیٹ

استاذنا المحترم۔ السلام علیکم باعث تصدیعہ یہ ہے کہ ڈاکخانہ میں جو روپیہ جمع کیا جاتا ہے اور وہاں سے زائد رقم سود کے نام سے ملتی ہے اسکے جواز و عدم جواز کی تحقیق سے آگاہ فرماکر ممنوں فرمائیں ؟

بقیہ حاشیہ ۲۲۴ کا۔ گورمنٹ، ملازم کو ادا کرتی ہے۔ وضع کی گئی رقم پر اضافی رقم کو گورمنٹ سود کہہ دیتی ہے، لیکن چونکہ سود کا تحقق اموال محذورہ میں ہوتا ہے۔ اور گورمنٹ کی یہ اضافی رقم مالِ محذور نہیں۔ لہذا یہ حقیقۃً سود نہیں۔ اس لئے مال مباح سمجھ کر اسے لینا جائز و حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مصنف علیہ الرحمہ کے زمانہ میں یہ چیز بالکل نئی تھی۔ اور اب تو گورمنٹی ملازمت کا لازمہ بن چکا ہے۔ آل مصطفےٰ مصباحی

الجواب :۔ ہندوستان کے کفار نہ ذمی ہیں نہ مستامن لہٰذا شق ثالث متعین اور ذمی بحکم حدیث لہم مالنا وعلیہم ما علینا۔ معاملات میں مسلم کا حکم رکھتے ہیں اور مستامن جب تک امن میں ہے ذمی کے حکم میں ہے، حربی کا مال معصوم مال نہیں نہ ان اموال کے لئے مسلم و ذمی کے مال کا حکم ہے البتہ ایسی صورت جسمیں مسلم کی ذلت و بے آبروئی کا اندیشہ ہو یا ان کے ساتھ غدر کیا جائے یہ تو بیشک ناجائز ہے، اور اسکے علاوہ جس طرح ان کا مال دستیاب ہے اگرچہ ایسے عقد کے ذریعہ سے جو ما بین المسلمین ناجائز و فاسد ہو۔ وہ مال مسلمان کیلئے لینا جائز و درست ہے۔ ڈاکخانہ سے جو رقم دستیاب ہوتی ہے وہ سود نہیں اگرچہ وہ سود کا نام لیتے ہیں کہ طحطاوی علی الدر میں ہے۔ شرط الربا عصمة البدلین۔ اور یہ مال معصوم نہیں اور یہاں غدر بھی نہیں ہے تو اس کو ایک مال حلال سمجھ کر لینا جائز و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دس روپیہ کا نوٹ بارہ روپیہ میں فروخت کر سکتا ہے یا نہیں ؟ اور اس قیمت کی وصولی بحساب ایک روپیہ ماہوار کر سکتا ہے یا نہیں۔ نیز ایک روپیہ کے پیسے سولہ آنہ یا زائد پر بیع ہو سکتی ہے یا نہیں یا اور بعد کسی قدر مدت لے سکتے ہیں یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ دس روپیہ کا نوٹ بارہ روپیہ میں بیچنا جائز ہے کہ دونوں ایک جنس نہیں وہ کاغذ ہے اور روپیئے چاندی جس طرح ایک گنی کو پندرہ سے زیادہ پر بیچنا جائز ہے حدیث میں فرمایا اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم۔ اور چونکہ دونوں میں کیل یا وزن کا اشتراک نہیں کہ روپیہ وزنی ہے کیونکہ چاندی ہے اور نوٹ عددی ہے لہٰذا مجلس عقد میں تقابض بدلین بھی ضروری نہیں کما ہو مصرح فی الہدایہ وغیرہا۔ جب مجلس عقد میں قبضہ کرنا ضروری نہ ہوا تو اختیار ہے کہ قسط کے ساتھ وصول کیا جائے یا ایک ساتھ، پیسوں کو روپیہ سے خریدنا بیچنا جائز ہے اختیار ہے کہ روپیہ کے پندرہ آنے خریدے یا بیچے یا سترہ آنے اور چونکہ یہ ثمن خلقی نہیں بلکہ اصطلاحی ہیں متبایعان اسکی ثمنیت کے ابطال کا حق رکھتے ہیں اور ان میں بھی اگر وصولی کی کوئی میعاد مقرر کیجائے تو ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) :- مرسلہ مولوی سید غلام جیلانی صاحب سلمہ صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ ۱۷ ربیع الآخر ۱۳۵۵ھ

بینک اور ڈاکخانہ میں روپیہ جمع کرنے پر جو زائد رقم ملتی ہے وہ سود کیوں نہیں ؟
لاربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب ۔ میں دار الحرب قید اتفاقی ہے کس کتاب میں اس کی تصریح ہے ؟

مسئلہ (۲) :- آجکل کے کفار کو دس روپیہ مثلاً قرض دیکر ۵ لے سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب :- حربی اگر دار الاسلام میں آئے اوسکی دو صورتیں ہیں ۔ امان لیکر آئے گا یا بغیر امان اگر دوسری صورت ہے تو اوسے اتنا موقع کب دیا جائیگا کہ وہ بیع و شراء اقراض و استقراض کرے ، سلطنت اسلامی کے حدود میں بغیر امان دوسرا داخل ہو تو اوسکا مال وجان محفوظ نہیں جو چاہے تلف کر ڈالے ۔ کوئی مطالبہ نہیں ہو سکتا اب بھی ایک سلطنت کا آدمی دوسری میں بغیر استیمان نہیں جا سکتا ، اور پہلی صورت میں اس محدود زمانہ تک وہ ذمی کے حکم میں ہو جاتا ہے لھم مالنا وعلیھم ماعلینا ۔ کے تحت میں آجاتا ہے اس لئے ردالمحتار میں فرمایا وقید بہ لانہ لو دخل فی دارنا بامان فباع منہ مسلم درھما بدرھمین لایجوز اتفاقا[1] ۔ یعنی دار الحرب کی قید اسلئے ہے کہ اگر دار الاسلام میں امان لیکر داخل ہوگا اور کمی بیشی کے ساتھ مسلم اس سے بیع کریگا تو ضرور ناجائز ہوگی اس سے صاف ظاہر ہے کہ امان کی وجہ سے عدم جواز کا حکم ہے نیز ہدایہ میں فرمایا کہ بخلاف المستامن منھم لان مالہ صار محظورا بعقد الامان ۔ اس عبارت میں تصریح ہے کہ عقدِ امان ہی عدم جواز کی علت ہے پس معلوم ہوا کہ دار الاسلام میں حربی سے ربا اور سود ہونے کی وجہ عقد امان ہے کہ اوسی سے اوسکا مال معصوم و محظور ہو جاتا ہے اور یہ عصمت سبب حرمت ہوتی ہے چنانچہ طحطاوی علی الدر میں ہے شرط الربا عصمۃ البدلین جمیعا

---

[1] ردالمحتار ج ۴ ص ۲۰۹ کتاب البیوع باب الربا ۔ مصباحی

اور جب عقد امان نہ ہو مال معصوم نہ ہوگا پھر ربا کا تحقق نہ ہوگا۔ ہندوستان اگرچہ بنابر مذہب صحیح دارالاسلام ہے مگر یہاں کے کفار نہ ذمی ہیں نہ مستامن کہ بادشاہ اسلام نے انکو امان نہیں دی ہے کہ معاملات میں ان کیلئے وہ احکام ہوں جو مسلم کے لئے ہوتے ہیں بلکہ انگریزی معاہدہ کا خلاف نہ کرتے ہوئے انکے اموال جس طرح حاصل کئے جا سکیں جائز ہے کہ اسلامی احکام کی پابندی نصاریٰ کے امن دینے سے لازم نہیں ہوتی ان امور کی پابندی لازم ہوگی جو اسکے معاہدہ کی رو سے ہو اس مختصر تقریر سے بات واضح ہوگئی کہ قید کیسی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب ۲ :۔ جائز ہے جب کہ انھیں تک محدود رکھے اگر خوانخواستہ اسکی عادت پڑ جائے کہ مسلمانوں سے بھی اسیطرح کے معاملے کرنے لگے تو ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین امر ذیل میں۔

مسئلہ ۱ ہندوستان دارالحرب ہے کہ نہیں ہمارے اطراف میں جہاں جا با قربانی بند کردی جاتی ہے ایسی ہی مساجد کے قصے ہیں کیا ایسے امور سے ہمارے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ہندوستان دارالاسلام رہیگا ؟

سے ۲ :۔ ہم مسلمان اگر ہندوستان دارالحرب ہے تو مسلمان مستامن ہونگے یا دارالحرب میں رہنے سے حربی کہے جائیں گے ؟

سے ۳ :۔ اگر ہندوستان دارالحرب ہے تو ہندوؤں سے سود لینا سود ہوگا یا نہیں ؟

سے ۴ :۔ ایک شخص کہتا ہے کہ ہندوستان اب دارالحرب ہے اور کہتا ہے کہ کتب فقہ میں لاربا بین المسلم والحربی فی دارالحرب لکھا ہے لہذا ان (ہندوؤں) سے سود لینا سود نہیں ہے ایسے شخص کے یہاں کھانا کھانا کیسا ہے ؟

سے ۵ :۔ لاربا بین المسلم والحربی میں مسلم سے عام مسلم مراد ہے خواہ دارالحرب میں رہتا ہو۔ یا دارالاسلام کا مسلم مراد ہے ؟ اور حربی سے حربی کافر مراد ہے یا عام شخص دارالحرب رہنے والا مراد ہے خواہ مسلم ہو۔

ت ۶: ۔ شخص مذکور ملازم افسر ڈاکخانہ ہے کہتا ہے کہ جو روپیہ ڈاکخانہ میں جمع کیا جاتا ہے اس سے تجارت نہیں کی جاتی جس سے نقصان کا بھی احتمال ہو ٹکٹ وغیرہ بنائے جاتے ہیں نقصان کی صورت نہیں ہے محض انتظاماً نفع کی رقم معین کی ہے اسلئے اسکا سود سود نہیں ہے بخلاف بینک کے کہ اس میں تجارت کی جاتی ہے۔ لہٰذا نفع و نقصان میں شرکت ہونی چاہیے۔ پس ایسی صورت میں کیا ڈاکخانہ کا سود واقع میں سود نہیں ہے؟

الجواب (۱) ہندوستان دارالاسلام ہے اسکو دارالحرب قرار دینا غلطی ہے اسمیں اصلاً شک نہیں کہ یہاں زمانہ دراز تک اسلامی سلطنت رہ چکی ہے اور مستقل طور پر مسلمان بادشاہ حکمران تھے لہٰذا اسکا پیشتر زمانہ میں دارالاسلام ہونا یقینی اور مسلّم ہے، پھر یہ ملک مسلمانوں کے قبضہ سے نکلا کفار کے قبضہ میں آگیا، اب سوال پیدا ہوا کہ دارالحرب ہوگیا یا بدستور دارالاسلام ہے پس یہ امر غور طلب ہے کہ جو ملک دارالاسلام تھا وہ محض کفار کے قبضہ میں آنے سے ہی دارالحرب ہوجائیگا یا اس کیلئے کچھ دیگر شرایط بھی ہیں فقہا تصریح فرماتے ہیں کہ دارالاسلام کے دارالحرب بننے کیلئے تین شرطیں ہیں (۱) پہلی شرط اہل شرک کے احکام جاری ہوں اور اسلام کے احکام جاری نہ ہوں (۲) دارالحرب سے اسکا اتصال ہوجائے (۳) کوئی مسلم یا ذمی امان اول پر باقی نہ ہو۔ تنویر الابصار متن در مختار میں ہے۔ لا تصیر دار الاسلام دار حرب الا باجراء احکام اھل الشرك و باتصالها بدار الحرب و بان لا یبقی فیها مسلم و ذمی آمنا بالامان الاول[۱] ردالمحتار میں ہے قولہ ، باجراء احکام اھل الشرك ای علی الاشتھار وان لا یحکم فیها بحکم اھل الاسلام ھندیه وظاھره انه لو اجریت احکام المسلمین و احکام اھل الشرك لا تکون دار حرب قوله وباتصالها بدار الحرب بان لا یتخلل بینهما بلدة من بلاد الاسلام ھندیه[۲] ہندوستان میں اگرچہ کفر و شرک کے احکام جاری ہیں مگر بہت سے احکام اسلام بھی

---

[۱] تنویر الابصار ج ۳ ص ۲۷۰ باب المستامن، کتاب الجهاد۔ [۲] ردالمحتار۔ ایضاً مصباحی

جاری ہیں نیز دارالاسلام سے اسکا اتصال بھی ہے لہذا یہ دارالاسلام ہی ہے ہنود کا قربانی کے معاملہ میں یا مساجد کے متعلق کہیں کہیں نزاع کرنا اسکو دارالاسلام ہونے سے خارج نہیں کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج (۲) ہم مسلمان ہیں اور ہندوستان دارالاسلام لہذا یہ ہمارا دار ہے مستامن نہیں واللہ اعلم

ج (۳و۴) اگرچہ ہندوستان دارالاسلام ہے مگر یہاں کے کفار نہ ذمی ہیں نہ مستامن۔ ان سے بذریعہ عقود فاسدہ ان کے اموال لینا جائز ہے۔ وہ سود نہیں کما حققناہ فی فتاوانا۔ؑ واللہ تعالیٰ اعلم

ج (۵) مسلم عام ہے۔ اور حربی وہ کہ نہ ذمی ہو نہ مستامن کہ یہ بھی مدت معینہ تک کے لئے حکم ذمی میں ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج (۶) جسے ڈاکخانہ سود کہکر دیتا ہے وہ سود نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ جناب عبدالغفور صاحب از دفتر انجمن اشاعت الحق بازار سدانند بنارس ۱۶ رجب ۱۳۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو دس روپیہ کی سخت ضرورت تھی۔ اسکا تیس روپیہ یا پینتیس روپیہ کا نقصان ہونیکی امید تھی اس نے اپنے قریب کے ایک آدمی سے کہا کہ اسوقت دس روپیہ ہمیں دو اس نے کہا میں دوسرے سے دلا دونگا تو تم اسکو کیا زیادہ دوگے۔ اس نے کہا دس روپیہ کے بجائے ساڑھے بارہ روپیہ میں دونگا ایک ماہ میں۔ یہ سنکر اسکو اسی شخص نے دس روپیہ کا نوٹ دیا۔ یہ خیال کرکے کہ یہ ساڑھے بارہ روپیہ دیگا تو نصف یعنی سوا روپیہ میں لے لونگا۔ سوا روپیہ انجمن میں کار خیر میں دوں گا تحقیق طلب یہ ہے کہ یہ زائد روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ اور انجمن یا مدرسہ میں جو زائد ملے اسکا نصف یا کل لگایا جاسکتا ہے کہ نہیں؟

الجواب:۔ یہ صورت جو سوال میں مذکور ہے قرض کی ہے اور قرض میں جو کچھ لیا جائے

ؑ ہندوستان کو دارالحرب کہنے میں یہ شخص خاطی ہے۔ کہ۔ ہندوستان اب بھی دارالاسلام ہے۔ البتہ اس شخص نے دوسرا مسئلہ صحیح بتایا۔ بہرحال اسکے یہاں کھانا کھانے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفیٰ مصباحی

اس کی مثل قرض لینے والے پر واجب ہے اس میں زیادت کی شرط ناجائز اور سود ہے۔ حدیث میں ہے کل قرض جر منفعة فهو ربا۔ لہٰذا یہ زائد رقم جو لیگئی نہ اسے انجمن میں دیا جا سکتا ہے اور نہ کسی اور کام میں صرف کیا جا سکتا ہے بلکہ جس سے لی ہے اسے واپس دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ آمدہ از پالی مارواڑ محلہ چھپساں علاقہ جودھپور مرسلہ عثمان غنی ولد عبد الرحمٰن جی سوجت والے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں

بینک میں روپیہ جمع کرنیکے بعد جو ہم کو سیکڑا کے حساب سے نفع ملتا ہے اسکا لینا کیسا ہے۔ اور کس بینک سے یہ نفع لینا جائز ہے اگر صرف گورنمنٹ کا بینک ہو تو اسکا نفع ہمارے لئے جائز ہے یا نہیں اور اگر ہندو مسلم شرکت کا ہو تو کس صورت میں اسکا نفع جائز ہے اگر صرف مسلم بینک ہو تو اسکا کیا حکم ہے؟ کس صورت اور کس بینک سے نفع ہوگا اور کس سے سود؟

الجواب:۔ بینک اگر صرف کفار کا ہو اور بینک والے کچھ رقم زائد دیں۔ تو اس قصد سے لینا جائز ہے کہ کافر اپنی رضا و خوشی سے یہ چیز ہم کو دے رہا ہے۔ سود کی نیت ہرگز نہ کرے یہ حقیقتاً سود نہیں اور اگر مسلمانوں کا بینک ہو یا اس بینک میں مسلمان بھی شریک ہوں تو اس زائد رقم کا لینا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۹ھ:۔ مرسلہ عبد الغفار و عبد اللطیف صاحبان گوڈیل از دھوراجی کاٹھیاوار ۲۸ محرم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ذیل کے مسائل مسطورہ میں کہ

س ۱ ہندوستان دار الاسلام ہے یا دار حرب، اگر دار الاسلام ہے تو دور حاضر میں کون سا ملک دار حرب ہے؟

س ۲ ہندوستان کے کفار نصاریٰ و یہود و مجوس و ہنود حربی ہیں یا غیر حربی؟

س ۳ ہندوستان میں اہل اسلام اور مرتدین کے سوا کفار میں کوئی ایسی قوم بھی ہے جو حربی نہ ہو؟

س۴ "لا ربا بين المسلم والحربي في دار الحرب" میں "فی دار الحرب" کی قید احترازی ہے یا اتفاقی، اور قید احترازی ہے تو پھر اس صورت میں کہ ہندوستان دارالاسلام اور ہندوستان کے کفار حربی ہوں. زندگی کا بیمہ کرانا جائز ہوگا یا نہیں؟

س۵ دیوبند کے مفتی کفایت اللہ گنگوہی نے جواب دیا ہے کہ، زندگی کا بیمہ کرانا جائز نہیں ہے کہ ربا یعنی سود یا قمار (جوا) ہے. مفتی مذکور کا جواب صحیح ہے یا غلط؟ ہر ایک سوال کا جواب مدلل عنایت کیا جائے؟

الجواب:۔ اس میں شک نہیں کہ نصاریٰ کی حکومت سے پہلے ہندوستان دارالاسلام تھا مسلمانوں کی یہاں حکومت تھی. مسلمان بادشاہ تھا اور اسلامی احکام جاری تھے۔ اب چونکہ نصاریٰ کی یہاں حکومت ہے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کفار کی حکومت کی وجہ سے ہندوستان دارالحرب ہوگیا یا اب بھی دارالاسلام ہی ہے جیسے پہلے دارالاسلام تھا. فقہاء کی تصریحات سے اگر یہ ثابت ہو کہ محض کفار کی حکومت دارالحرب ہو جانے کیلئے کافی ہو جب تو بیشک دارالحرب ہو جائیگا اور اگر اسکے سوا اور باتوں کی بھی ضرورت ہو تو دیکھا جائے کہ وہ باتیں پائی جاتی ہیں یا نہیں، ائمہ کے ارشادات کیطرف توجہ کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو جگہ دارالاسلام ہو اسکے دارالحرب ہونے کیلئے فقط اتنی بات ناکافی ہے کہ کفار کی وہاں حکومت ہو جائے بلکہ اس کیساتھ اور تین چیزوں کی ضرورت ہے (۱) اہل شرک کے احکام علی الاعلان جاری ہوں اور اسلامی احکام بالکل جاری نہ ہوں (۲) دارالحرب سے اوس کا اتصال ہو جائے (۳) کوئی مسلم یا ذمی امان اول پر باقی نہ ہو۔ تنویر الابصار متن در مختار میں ہے ولا تصير دار الاسلام دار حرب الا باجراء احكام اهل الشرك وباتصالها بدار الحرب وبان لا يبقى فيها مسلم او ذمي امنا بالامان الاول۔ رد المحتار میں ہے قوله ولا تصير دار الاسلام دار حرب الخ. اي بان يغلب اهل الحرب على دار من دورنا او ارتد اهل مصر وغلبوا واجروا احكام الكفر او نقض اهل الذمة العهد وتغلبوا على دارهم ففي كل من هذه الصور لا تصير دار حرب

الا بہذہ الشروط الثلثة[1] ۔ یعنی ممالک اسلامیہ میں سے کسی ملک پر اگر اہل حرب کا غلبہ و تسلط ہو جائے یا کسی شہر کے سب لوگ معاذ اللہ مرتد ہو جائیں اور اپنا تسلط قائم کر لیں اور کفر کے احکام جاری کر لیں یا اہل ذمہ عہد توڑ کر مسلط ہو جائیں ان سب صورتوں میں وہ جگہ دار الحرب نہیں ہو گی جب تک وہ تینوں باتیں نہ پائی جائیں جنکا ذکر ہوا قولہ باجراء احکام اهل الشرک ای علی الاشتہار وان لایحکم فیہا بحکم اهل الاسلام ہندیہ وظاہرہ انہ لو اجریت احکام المسلمین واحکام اهل الشرک لاتکون دار حرب[2] ۔ یعنی احکام اہل شرک کے جاری ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ علی الاعلان جاری ہوں اور اسلامی حکم بالکل جاری نہ ہوں اس سے یہ ظاہر ہے کہ اگر احکام مسلمین و احکام اہل شرک دونوں جاری ہوں تو وہ جگہ دار الحرب نہیں ہو گی اسی شرط اول کو اگر دیکھا جائے تو اسی سے ثابت کہ ہندوستان دار الاسلام ہی ہے دار الحرب نہیں کہ بحمدہٖ تعالیٰ اب بھی ہندوستان میں بہت کچھ احکام اہل اسلام جاری ہیں، شعائر اسلام باقی ہیں اذانیں ہوتی ہیں جمعہ و عیدین ہوتی ہیں ترکہ و میراث میں شریعت مطہرہ کے موافق فیصلہ ہوتا ہے وغیر ذالک، لہذا اگرچہ یہاں اہل شرک کے احکام جاری ہیں مگر جب کہ اہل اسلام کے احکام بھی جاری ہیں تو بموجب تصریح علامہ سید احمد طحطاوی اور علامہ سید ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما ہندوستان دار الاسلام ہی ہے۔ رہی یہ بات کہ اس زمانہ میں کون ملک دار الحرب ہے اس کی تفصیل کی حاجت نہیں مگر اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ جو ممالک اب تک حکومت اسلام کے تحت میں نہیں آئے وہ اب بھی دار الحرب ہیں یورپ کا کثیر حصہ ایسا ہی ہے، اور اس کے سوا بھی کچھ ممالک ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

ج ۲ کفار کی تین قسمیں ہیں ذمی[1]، مستامن[2]، حربی[3]، ذمی وہ ہیں جو بذریعہ عہد و پیمان دار الاسلام میں سکونت رکھتے ہیں، مستامن وہ ہیں کہ امان لیکر کچھ دنوں کیلئے دار الاسلام

---

[1] تنویر الابصار و در مختار ج ۳ ص ۲۷۷ باب المستامن [2] رد المحتار ایضاً ۔ مصباحی

یں آگئے ہیں ظاہر ہے کہ اب جو کفار ہیں انھوں نے بادشاہ اسلام سے نہ کوئی عہد و پیمان کیا ہے نہ امن لیکر آئے ہیں لہذا یہاں کے سب کفار قسم سوم میں داخل ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

ج ۳ ہندوستان کے تمام کفار حربی ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

ج ۴ دارالحرب کی قید احترازی نہیں بلکہ یہ قید اتفاقی ہے اسلئے کہ یہ حکم کہ دارالحرب میں بین المسلم والحربی ربا نہیں، معلول بعلت ہے، اور جو حکم کسی علت کی وجہ سے ہوتا ہے وہ اسی علت کیساتھ دائر رہتا ہے اس کی علت یہ ہے کہ ربا اس وقت ہوتا ہے کہ وہ مال معصوم ہو جیسا کہ طحطاوی حاشیہ در مختار میں فرمایا شرط الربا عصمة البدلین اور یہ شرط مال حربی میں مفقود ہے اسلئے ہدایہ وفتح القدیر وعنایہ وجامع الرموز وجوہرہ نیرہ وبحرالرائق اور درمختار وغیرہ عامہ اسفار میں فرمایا لان مالهم مباح فی دارهم فبای طریق اخذه المسلم اخذ مالا مباحًا اذالم یکن فیه غدر. اون کا مال اون کے دار میں مباح ہے مسلمان اون کے مال کو جس طرح لے مال مباح کو لینا ہوگا جب تک غدر و عہد شکنی نہ ہو معلوم ہوا کہ مال مباح میں ربا نہیں ہوسکتا کہ ربا اگر ہو تو ایک چیز حلال بھی ہوا اور حرام بھی اور مال کی عصمت وحرمت جب ہی ہوگی کہ مسلمین سے ان کا معاہدہ ہو کہ اس صورت میں لهم مالنا وعليهم ماعلینا کے تحت میں داخل ہوکر اون کے اموال کا وہی حکم ہوگا جو اموال مسلمین کا ہے یا عقد امان کی وجہ سے وہ حکم ذمی میں داخل ہونگے اور انکے اموال حرام ہونگے اسی وجہ سے صاحب ہدایہ نے یہ فرمایا کہ بخلاف المستامن منهم لان ماله صار محظورًا بعقد الامان یعنی کفار مستامن کا مال دارالاسلام میں اس وجہ سے ممنوع قرار پایا کہ انھوں نے امان حاصل کرلیا ہے اور ردالمحتار میں فرمایا وقید به لانه دخل فی دارنا بامان فباع منه مسلم درهمًا بدرهمین لایجوز اتفاقًا، دارالحرب کی قید اسلئے ہے کہ اگر کافر دارالاسلام میں امان لیکر آیا اور کسی مسلم نے اس سے ایک روپیہ کو دو روپیہ میں بیچا تو یہ سب کے نزدیک ناجائز ہے۔ ان تصریحات فقہاء سے ثابت ہوا کہ مدار کار عقد امان ہے اگر یہ پایا جائے تو عقود میں وہی

احکام ہونگے جو مسلم و ذمی کے ہیں ورنہ نہیں اور یہاں کے کفار نہ ذمی ہیں نہ مستامن لہذا عقود فاسدہ کے ذریعہ سے انکے اموال حاصل کرنے میں وہ احکام نہیں جو کہ مسلم و ذمی کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج ۵ اگر یہ کمپنیاں خاص کفار کی ہوں تو بیمہ کروانے میں کوئی حرج نہیں جبکہ مسلم کا نقصان نہ ہو اور اس کو ربا و قمار قرار دیکر حرام کہنا صحیح نہیں جیسا کہ سوال نمبر چار کے جواب سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ یاد علی صاحب وارثی مہنداول ضلع بستی ۷ محرم ۱۳۶۷ھ

ہمارے قصبہ میں جب کوٹہ کا سوت تقسیم ہوا اس وقت جن برادروں کے پاس روپیہ نہیں تھا وہ بہت پریشان تھے۔ اس لئے ایک مالدار مسلمان نے ان کو اس شرط پر روپیہ دیا کہ فی کارخانہ کے سوت کا جو دام ہوگا ہم دینگے اور ڈھیڑ روپیہ فی کارخانہ کے حساب سے زیادہ لینگے یعنی ایک کارخانہ کا دو گڈہ سوت ملا اور مبلغ اٹھائیس ۲۸ روپئے سوا سات آنہ دو گڈہ کا دام ہوا اسی طرح اس مالدار مسلمان نے جسکو اٹھائیس ۲۸ روپئے سوا سات آنے دیا تھا اس سے اونتیس ۲۹ روپئے سوا پندرہ آنہ لیا یا جنکے ذمہ ابھی باقی ہے ان سے اتنا ہی لے گا یعنی فی کارخانہ کے روپئے پر ڈھیڑ روپیہ زیادہ لیتا ہے لہذا ایسا لینا اور دینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ ظاہر ہے کہ یہ روپیہ جو وہ شخص دے رہا ہے کارخانہ والوں کو بطور قرض دیتا ہے تاکہ وہ لوگ کوٹہ والوں سے سوت خرید کر کام چلائیں اور قرض میں جتنا دیا ہے اوس سے زیادہ لینا سود ہے ہدایہ وغیرہ میں ہے کل قرض جر منفعۃ فھو ربوا جب قرض کے ذریعہ نفع حاصل کیا جائے تو یہ سود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی محمد یوسف صاحب از نیپال ترائی موضع بیلا ۲۳ ذیقعدہ ۶۴ھ

ہندوستان اور نیپال دارالحرب ہے یا دارالاسلام اگر دارالاسلام ہے تو نیپال میں راجہ بعض احکام سے منع کرتا ہے۔ مثلاً گائے کی قربانی کرنا۔ دارالحرب اور دارالاسلام ہونے کیلئے

کیا کیا شرائط ہیں ؟ بینوا توجروا فی الدارین خیرا

الجواب :- ظاہر ہے کہ پہلے ہندوستان میں اسلامی سلطنت تھی اور یہ دارالاسلام تھا اور اب اس پر نصاری[1] کا قبضہ ہے۔ اور جو جگہ دارالاسلام ہو چکی ہے اس کے دارالحرب ہونے میں تین شرطیں ہیں۔ کہ اگر وہ سب پائی جائیں تو دارالحرب ہو جائے گی۔ اور ایک بھی ان میں سے معدوم ہو تو دارالحرب نہیں۔ دارالاسلام ہی ہے۔ شرط اول یہ ہے کہ اہل شرک کے احکام جاری ہوں اور احکام اسلام وہاں سے اٹھا لیے گئے ہوں۔ شرط دوم یہ کہ اس کا اتصال دارالحرب سے ہو جائے دارالاسلام سے منقطع ہو۔ شرط سوم یہ کہ کوئی مسلم یا ذمی امان اول پر باقی نہ ہو درمختار میں ہے لاتصیر دارالاسلام دارحرب الا بامور ثلاثۃ باجراء احکام اھل الشرك وباتصالها بدارالحرب وبان لا یبقی فیها مسلم اوذمی آمنا بالامان الاول ردالمحتار میں شرط اول کے متعلق فرمایا قوله (باجراء احکام اهل الشرك) ای علی الاشتهار وان لا یحکم فیها اهل الاسلام۔ هندیه وظاهره انه لو اجریت احکام المسلمین و احکام اهل الشرك لا تكون دارحرب۔ اور ظاہر ہے کہ ہندوستان میں اب بھی احکام اسلام مثل جمعہ و عیدین وغیرہا جاری ہیں۔ لہذا شرط اوّل نہیں پائی گئی۔ اور ہندوستان دارالحرب نہ ہوا اور دوسری شرط یعنی اسکا اتصال دارالحرب سے ہو گیا ہو۔ اسکے متعلق ردالمحتار میں فرمایا ای بان لا یتخلل بینهما بلدة من بلاد الاسلام اس شرط کے اعتبار سے بھی ہندوستان کو دارالاسلام ہی کہا جائے گا کہ اس کا اتصال ابتک بلاد اسلامیہ سے باقی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

[1] اب بحمداللہ تعالی نصاری کا قبضہ ختم ہو چکا ہے۔ اب ہمارے ہندوستان میں جمہوری حکومت ہے۔ مصباحی

مسئلہ :- مرسلہ ایجنٹ سنلائٹ انشورنش کمپنی آف کینڈ ساکن بنارس محلہ بھوتی املی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین جان کے بیمہ کے بارہ میں (۱) جسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ پہلے ڈاکٹری تشخیص کے ذریعہ سے ایک مدت دس یا پندرہ برس یا اس سے کم و بیش مقرر کرلیجاتی ہے پھر جسکی جتنی حیثیت ہوتی ہے اتنا روپیہ مقرر ہوتا ہے مثلاً ایک ہزار یا دس بیس ہزار روپیہ۔ اب اتنا روپیہ کمپنی میں چاہے ایک دم سے جمع کردیا جاوے یا تھوڑا تھوڑا روپیہ مدت مقررہ کے اندر جمع کرتا رہے جب مدت پوری ہوجاتی ہے اور پوری رقم کمپنی میں پہونچ جاتی ہے تو یہ رقم بیمہ کرانے والے کو واپس ملجاتی ہے اور اگر مدت مقررہ کے اندر بیمہ کرانے والا فوت ہوگیا اگرچہ پورا روپیہ کمپنی نے نہیں پایا ہے مگر اسکے بال بچوں کو کمپنی پورا روپیہ دیتی ہے اسی فائدہ کے خیال سے لوگ بیمہ کراتے ہیں۔ (۲) مثلاً کسی نے ایک ہزار روپیہ کا جان بیمہ دس برس کیلئے کرایا ہے اور سو یا دو سو روپیہ جمع کیا تھا کہ آمدنی بند ہوگئی یا اور کوئی مجبوری ایسی ہوئی کہ بقیہ روپیہ کمپنی میں جمع نہ کرسکا تو اس صورت میں جتنا جمع کرتا ہے وہ سب نہیں واپس ہوتا بلکہ کچھ کم کرکے مثلاً آدھا یا تہائی یا کمپنی میں جو قاعدہ ہو۔ پس سوال یہ ہے کہ اس طرح جان کا بیمہ کرانے میں شریعت اسلامیہ کا کیا حکم ہے اکثر مسلمان بیمہ کرانا چاہتے ہیں مگر ان کو حکم شریعت اسلامیہ کا انتظار ہے۔ لہٰذا مدلل و مفصل جواب بحوالہ کتاب لکھ کر مطلع فرمائیے؟

الجواب :- کمپنی بیمہ کو جو روپیہ دیا گیا ہے وہ قرض ہے اور قرض کا حکم یہ ہے کہ جتنا دیا ہے اوتنا ہی وصول کرنے اوس سے زیادہ لینا ناجائز ہے کل قرض جر منفعۃ فھو ربا۔ اس کمپنی کا محض کفار کی ہونا یا نہ ہونا دونوں کا اس صورت میں وہی حکم ہے کیونکہ اگر یہ کمپنی خالص کفار کی نہ ہو جب تو ظاہر ہے کہ زیادہ لینا ناجائز ہے اور اگر خالص کفار کی ہو تو اگرچہ اونکی رضامندی سے ایسی زیادتی میں کوئی حرج نہیں۔ اور وہ سود نہیں مگر چونکہ یہاں دو صورتیں ہیں۔ مرجاتے ہیں تو ورثہ کو پوری رقم جو معین کی گئی ہے ملتی ہے

اگرچہ کل رقم جمع نہ کی ہو اور یہ ایک صورت فائدہ کی ہے مگر دوسری صورت کہ کسی وجہ سے رقم جمع کرنا بند کردیا تو جو کچھ جمع کیا ہے وہ بھی پورا نہیں ملتا یہ صورت سراسر نقصان کی ہے اور کفار سے اس طرح پر عقد فاسد کے ذریعہ رقم حاصل کرنے میں جواز اوسی وقت ہے جبکہ نفع مسلم کا ہو۔ فتح القدیر پھر رد المحتار میں ہے لا یخفی ان ھذا التعلیل انما یقتضی حل مباشرۃ العقد اذا کانت الزیادۃ ینالھا المسلم۔ نیز فرمایا وقد التزم الاصحاب فی الدرس ان مرادھم من حل الربا والقمار ما اذا حصلت الزیادۃ للمسلم نظرا الی العلۃ وان کان اطلاق الجواب خلافہ۔ پھر اوسی رد المحتار میں ہے فانظر کیف جعل موضوع المسالۃ الاخذ من اموالھم برضاھم نعلم ان المراد من الربا والقمار فی کلامھم ما کان علی ھذا الوجہ وان کان اللفظ عاما لان الحکم یدور مع علتہ غالبا اور پہلی صورت کہ اثنار مدت میں مرجائے اگرچہ موت کا وقت معلوم نہیں ہوسکتا ہے کہ مدت میں مرے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مدت کے بعد بہت دنوں تک جیتا رہے مگر ظاہری طور پر ڈاکٹری کراکر کمپنی نے اطمینان کرلیا ہے کہ یہاں کوئی سبب عادی ظاہری نہیں ہے لہذا کمپنی نے اس صورت میں بھی اپنا ہی نفع ملحوظ رکھا ہے کہ وہ رقم جو داخل کریگا اوسکو اوتنا ہی ادا کرنا پڑیگا اور سود کا بیوپار کرکے اوسکے روپیہ سے کمپنی نفع اوٹھائیگی اور اگر ناگہانی طور پر کوئی مر بھی جائے تو جہاں اتنے لوگوں سے نفع حاصل کیا ہے ایک جگہ کچھ نقصان ہی سہی اسی کے لالچ میں لوگ بیمہ کرائینگے اور ان کے اموال سے کمپنی خاطر خواہ نفع حاصل کرے گی پس یہ بیمہ حقیقۃً ہر صورت میں کفار ہی کو نفع پہنچنے کیلئے ہے بعض نادر صورت میں بیمہ کرانے والے کا فائدہ ہے۔ لہذا ایسا بیمہ شرعًا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ قاضی طیب علی صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ اہلسنت مقام لاڈنون

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ حسب ذیل میں عمومًا آجکل زندگی کا بیمہ ہونے کی کئی کمپنیاں جاری ہیں اور اکثر بیشتر افراد اس کام میں حصہ لیتے ہیں اور ظاہر اسباب فائدہ کی

صورت ہے آیا یہ جائز ہے یا نہیں کوئی سود کی خرابی تو نہیں ہوگی یا ہوگی دس سال پندرہ سال بیس سال تک جتنا روپیہ دیا جاتا ہے اسکا دونا منافع حاصل ہوتا ہے کئی بیمہ زندگی کے ہیں کہ بعد مرنے تک کے ہوتے ہیں جس سے آپ صاحبان واقفیت حاصل کئے ہوئے ہیں ؟

الجواب :۔ اگر یہ کمپنیاں صرف کفار کی ہوں اوسکے شرکا میں کوئی مسلم نہ ہو اور بیمہ بھی اس طرح ہو جسمیں مسلم کا فائدہ ہی فائدہ ہو یہ نہ ہو کہ بعض صورت میں فائدہ ہو اور بعض صورت میں نقصان تو یہ بیمہ جائز ہے کہ جتنا دیا ہے کمپنی اس سے زائد دیتی ہو اسکو یہ سمجھکر لینا جائز ہے کہ کافر اپنا مال اپنی خوشی سے دیتا ہے کیونکہ کافر کا مال بدعہدی کے سوا جس طرح حاصل ہو حرام نہیں۔ اور اگر مسلمانوں کی کمپنی ہو تو بیمہ کرانا جائز نہیں۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ مرسلہ مولوی سید غلام جیلانی صاحب سلمہ صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ ۷ ار ربیع الآخر ۱۳۵۵ھ

زندگی کا بیمہ جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو کس دلیل سے ؟

الجواب :۔ زندگی کے بیمہ کی بہت سی صورتیں ہوتی ہیں بعض میں نفع نقصان دونوں ہوتے ہیں یہ ناجائز ہے اور بعض ایسی صورت ہے کہ نقصان نہیں ہوتا یہ بیمہ اگر کفار سے ہو تو جو کچھ زیادہ ملے لینا جائز ہے ورنہ نہیں واللہ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ مولوی سید غلام جیلانی صاحب سلمہ صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ ۷ ار ربیع الآخر ۱۳۵۵ھ

لاٹری میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو کس دلیل سے ؟

الجواب :۔ یہ جوا اور قمار ہے[۱]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] کوئی عقد شرعی نہیں۔ لہذا ناجائز وحرام ہے۔ ارشاد ہے۔ یا ایہا الذین اٰمنوا انما الخمرُ والمیسرُ والانصابُ والازلامُ رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۰ ۔ لاٹری حرص وطمع کا ایک جال ہے اس میں شریک ہونے والا امید موہوم پر پانسہ ڈالتا ہے۔ اور یہی اصل جوا اور روح قمار ہے۔ رد المحتار میں ہے۔ القمار من القمر الذی یزید وینقص وسمی القمار قمارًا لأن کل واحد من المقامرین ممن یجوز ان یذہب مالہ إلی صاحبہ ویجوز ان یستفید مال صاحبہ۔ یعنی لفظ قمار قمر سے بنا ہے جو گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ قمار کو قمار اسلئے کہتے ہیں کہ جوا کھیلنے والوں میں سے ہر آدمی کے اندر یہ امکان رہتا ہے کہ اسکا مال اس کے مقابل کو مل جائے یا اس کا مال دوسرے کی طرف چلا جائے۔ صاوی علی الجلالین میں ہے۔ قولہ القمار من المقامرۃ وہی المغالبۃ لأن کلا یرید المغالبۃ لصاحبہ (ج ۱ ص ۲۶۳)۔ لہذا لاٹری میں شریک ہونا کسی طرح جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ آلِ مصطفیٰ مصباحی

باب القضاء

مسئلہ: مرسلہ عبدالحمید خاں افسر مسلح خانہ فتحپوری دروازہ ۱۲ر شوال ۱۳۴۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین متین و مفتیان شرع سید المرسلین کثرہم اللہ تعالیٰ الی یوم الدین دریں صورت کہ دو شخص مسلمانان در امرے متخاصم و متنازع شدہ در محکمہ عدالت حجاز مقدمہ و قضیہ دائر کردند۔ آخر الامر حاکم عدالت حجاز آں فریقین را حکم کرد کہ شما حسب شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ منظور کنید آں ہر دو فریقین فیصلہ حکم شرعی منظور و مقبول نمودند کہ عالمے شرعی فیصلہ مقدمہ بایاں نماید، آیا دریں صورت عالمے شرعی در دیار مایاں قاضی و حکم خواہد شد یا نہ؟ بینوا بالکتاب والسنۃ

الجواب: ہر مسلمانان اتباع شرع واجب و لازم ست، و عدول از وے روا نیست و جمیع معاملات خود بر شرع پیش کنند، بآنکہ شرع حکم کنند بے مطیع و منقاد شوند، قال تعالیٰ. فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ[1] و بر حکام فرض ست کہ قطع نزاع و رفع خصومت مطابق شرع کنند. قال تعالیٰ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ[2]، وقال جل مجدہ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ[3]، وقال عز اسمہ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ[4] نظر آں حکم اور ا کند کہ عالم علم دیں باشد، و اگر چنیں نباشد پس لازم است کہ او رجوع بعلما کند تا فیصلہ اش بر طبق شرع واقع شود و بر ہر دو فریق اتباع آں لازم گردد و مصداق فضلوا واضلو نشود در تنویر الابصار فرمود حکما رجلا لیحکم بینہما بینۃ و اقرار او نکول صح لو فی غیر حد و قود و دیۃ علی عاقلتہ اھ

---

[1] سورہ نساء پارہ ۵ رکوع ۵، پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔
[2] پ۶ رکوع ۱۱ سورہ مائدہ۔ اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔ [3] حوالہ مذکور۔ اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ [4] ایضاً۔ اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔ مصباحی

Marfat.com

وفی الھندیہ و لکل من المحکمین ان یرجع مالم یحکم بینھما واذا حکم لزمھما۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ علی بخش صاحب قوم شیخ ساکن بریلی۔ محلہ کانکرٹولہ ۱۱ ربیع الاول شریف ۴۲ھ

شرعی فیصلہ کسی بے علم مسلمان کو کرنا کیسا ہے۔ شرعی فیصلہ عالم کا مکروہ جاننا کیسا ہے؟

الجواب :۔ جو شخص علم نہ رکھتا ہو اس کا فیصلہ کرنا جائز نہیں اور حدیث میں اس پر وعید آئی اور عالم نے جو فیصلہ موافق شرع کیا اس کو مکروہ جاننا حکم شرع کو مکروہ جاننا ہے ایسے شخص کو توبہ کرنی چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مسئولہ ہاشم غلام محمد منشی احمد باد گجرات۔ اسٹوز ہاسٹریٹ انجمن اسلامیہ اسکول ۲ جمادی الآخر ۴۳ھ :۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ بیٹی کا حصّہ اپنے ماں باپ کے مال میں نہیں ؟

ایسا قانون اپنی جماعت کا ٹھہرا کر اس پر بجبر عمل کرنے کی کوشش کرے اور قرآن شریف کے حکم کے خلاف اس حکم کو منوانے کی کوشش کرے ایسے شخص پر شرع شریف کا کیا حکم ہے ؟

مسئلہ (۲) ایک جھگڑے کو ایک گروہ قرآن شریف کے حکم کے موافق فیصلہ کرانا چاہتا ہے مگر فریق دوسرا جماعت کے رکن کے موافق فیصلہ کرانا چاہتا ہے شریعت کے فیصلہ سے دوسرا فریق راضی نہیں اس دوسرا فریق پر حکم شرعی کیا ہے ؟

مسئلہ (۳) اس قانون پر بجنسہٖ عمل کرنے سے انکار کرنے کی وجہ سے کسی شخص کو جماعت سے خارج کرنے والوں پر شرع شریف کا کیا حکم ہے ؟

مسئلہ (۴) جماعت سے خارج کرنیوالوں اور جماعت سے خارج سمجھنے والوں سے مسلمانوں کو کیسے تعلق رکھنا چاہیئے ؟

مسئلہ (۵) آیا یہ حکم ان لوگوں پر عائد ہوتا ہے یا نہیں جو شخص ایسی فساد کی بات اٹھادیں جس سے حکم خدا و سنت رسول جاری نہ ہو اور کافروں کا رسم قائم رہے یا جاہلوں کو کہنے سننے کا خیال کرکے خدا و رسول کا حکم قبول نہ کریں، تو یہ سب قسم کے لوگ کافر ہوتے ہیں، عورتیں

ان کے نکاح سے باہر ہو جاتی ہیں نماز اور روزہ کچھ قبول نہیں، کھانا کھانا یا پانی پینا ان لوگوں کے ہاتھ سے ہرگز درست نہیں اور اپنی شادی وغمی میں ان کو نہ بلادیں اور نہ انکے جنازہ میں جادیں، بینوا توجروا

الجواب: ۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الحکم الا للہ۔ حکم نہیں مگر اللہ کیلئے۔ اللہ عزوجل نے جن لوگوں کے جو کچھ حصے مقرر فرما دیئے انھیں نہ دینا نہایت سخت ظلم ہے اللہ عزوعلا نے لڑکے اور لڑکی دونوں کے حصے والدین کے مال میں رکھے لڑکیوں کو نہ دینا حرام قطعی ہے. فرمایا ہے لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ کَثُرَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا[۱] اور فرمایا۔ لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَا اِلَی الْحُکَّامِ لِتَاْکُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ[۲]۔ آپس میں ایک دوسرے کے اموال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حکام کے پاس لے جاؤ کہ لوگوں کے کچھ اموال گناہ کے ساتھ کھالو حالانکہ تم جانتے ہو۔ قرآن مجید کے حکم کے خلاف قانون بنوانیکی کوشش کرنا بلکہ اس پر جبر کرنا پہلوئے کفر رکھتا ہے اگر حکم الٰہی کو ناپسند کرتا ہے تو یقیناً کافر ہے، ارشاد فرماتا ہے۔ مَنْ لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک هم الکٰفرون ۔ اولٰئک هم الظٰلمون۔ اولٰئک هم الفٰسقون ۔ اور ایسا قانون بنوانیوالا ضرور خلاف مَا اَنْزَلَ اللہ پر حکم کرانیکی کوشش کرتا ہے اور یہ اعانت علی الاثم والعدوان ہا اور کم از کم حرام وفسق ہے فرماتا ہے۔ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ[۳] اور اس قانون پر عمل کرنے میں یتیم لڑکیاں اپنے حصوں سے محروم رہ جائینگی اور یتیم کا مال کھانا آگ کھانا ہے اور آخرت میں اس کا عذاب بھڑکتی آگ، ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا[۴]۔ جو لوگ یتیموں کے مال ظلماً کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں۔

---

[۱] پ ۴ ر ۱۲ سورۂ نساء ۔ مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کیلئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ، اور قرابت والے ترکہ، تھوڑا ہو یا بہت۔ حصہ ہے اندازہ باندھا
[۲] پ ۲ ر ۷ سورۂ بقرہ۔ [۳] پ ۶ ر ۴ سورہ مائدہ ۔ نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔ [۴] پ ۴ ر ۱۲ سورۂ نساء ۔ ۱۲ مصباحی

اور عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہونگے۔ ان کا مال کھانا تو کھانا اچھے کے بدلے میں انھیں برا دینا بھی حرام ہے فرماتا ہے وَاٰتُوا الْیَتٰمٰۤی اَمْوَالَھُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْکُلُوْۤا اَمْوَالَھُمْ اِلٰۤی اَمْوَالِکُمْ اِنَّہٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا [1] یتیموں کے اموال انھیں دیدو اور اچھے کے بدلے میں بُرے نہ دو اور ان کے اموال اپنے مالوں میں ملاکر نہ کھاؤ بیشک یہ بڑا گناہ ہے۔ میراث کے احکام اللہ عزوجل نے بیان فرماکر یہ ارشاد فرمایا اس وعدہ و وعید کو مسلمان غور سے پڑھیں اور احکام الٰہی کے سامنے گردنیں جھکائیں سرکشی نہ کریں: فرماتا ہے تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا خَالِدًا فِیْھَا وَلَہٗ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ [2] یہ اللہ کی حدیں باندھیں ہوئی ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریگا اسے جنتوں میں داخل فرمائیگا جن کے نیچے نہریں بہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ و رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے تجاوز کرے اسے آگ میں داخل کریگا اسمیں ہمیشہ رہنا ہے اور اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ اعاذنا اللہ منہا ومن عذابہا والمومنین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲): شریعت کے حکم پر راضی نہ ہونا اور اس پر اپنے بنائے ہوئے قانون کو ترجیح دینا کفر ہے فتاوی عالمگیری میں ہے اذا قال الرجل لغیرہ حکم الشرع فی ھذہ الحادثۃ کذا فقال ذالک الغیر من برسم کار می کنم نہ بشرع یکفر عند بعض المشائخ حکم شرع سے اعراض کرنا اللہ و رسول جل و علا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر راضی نہ ہونا منافق کا کام ہے، مومن کی شان نہیں، ارشاد فرماتا ہے یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْۤا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّھُمْ ضَلٰلًا بَعِیْدًا وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْکَ صُدُوْدًا [3]

---

[1] پ ۴، سورۂ نساء ر ۱۳، [2] ایضاً۔ [3] پ ۵ رکوع ۵ سورۂ نساء۔ ۱۲ مصباحی

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں صاحب امر ہیں اور اگر تم میں باہم کسی شئی میں نزاع ہو تو اسے اللہ و رسول کی حضور پیش کرو اگر تم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اسکا مآل پسندیدہ کیا تم نے ان کو نہ دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اتارا گیا اور اس پر جو تم سے قبل نازل کیا گیا وہ چاہتے ہیں کہ شیطان کے پاس فیصلہ کو جائیں۔ حالانکہ انھیں حکم دیا گیا کہ اسکے ساتھ کفر کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ انھیں گمراہ کردے دور کی گمراہی میں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اسکی طرف آؤ جو خدا نے اوتارا اور رسول کیطرف تو دیکھو گے کہ منافقین تم سے اعراض کرتے ہیں۔ اور فرماتا ہے فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا[1] تیرے رب کی قسم وہ ایمان والے نہونگے جب تک تمہیں حکم نہ بنائیں۔ ان امور میں جن میں باہم مختلف ہوئے پھر جو تم نے فیصلہ کردیا اس سے اپنے دل میں تنگی نہ پائیں اور اسے پورے طور پر مان نہ لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳): ۔ جو حکم خلاف شرع ہے اس سے بیشک انکار ہی کیا جائیگا اور اس پر عمل کرنے والا یا لوگوں کو عمل کرنے پر مجبور کرنیوالا اور نہ عمل کریں تو جماعت سے خارج کرنے والا سخت فاسق فاجر گنہگار مستحق نار و غضب جبار ہے، اس پر توبہ لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴): ۔ لڑکیوں کا حصہ انھیں نہ دینا رسم کفار ہے، اور اگر کوئی مسلمان ان کی پابندی کرنے تو نہایت سخت مجرم مسلمانوں کو تو قرآن نے یہ حکم دیا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ[2] اے ایمان والے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے پھر اگر ظاہر دلیلوں کے آنیکے بعد اس سے مائل ہوئے تو جان لو بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ باپ دادا کے کفری رسموں پر اڑے رہنا

---

[1] پارہ ۵ رکوع ۶ سورۂ نسار۔ [2] پارہ ۲ رکوع ۹ سورۂ بقرہ۔ مصباحی

کافروں کا طریقہ ہے مسلمان پر تو احکام خدا و رسول کی پیروی لازم، اللہ عزوجل کافروں کی صفت بیان فرماتا ہے۔ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ[1] جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو اتارا ہے اس کا اتباع کرو تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اسکی پیروی کرینگے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا تو کیا اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ نہ سمجھتے ہوں اور راہ پر نہ ہوں جب بھی انھیں کی پیروی کرینگے، پھر قرآن عظیم کے ایسے واضح وبیّن ارشادات ہوتے ہوئے نصوص قطعیہ کے خلاف پر عمل کرنا اور اس پر اڑے رہنا بلکہ لوگوں کو اسکے عمل پر مجبور کرنا کسی مسلمان کی ہرگز شان نہیں ہو سکتی قرآن عظیم نے تو یہ کام منافقوں کا بتایا ہے، فرماتا ہے۔ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُھُمْ مِّنْ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْکَرِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ[2] منافق مرد اور عورتیں آپس میں ایک دوسرے سے ہیں بری بات کا حکم دیتے ہیں اور اچھی بات سے منع کرتے ہیں۔ اور مومن و مسلم کی وہ شان ہونی چاہیئے جو فرماتا ہے۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ[3] مومن مرد اور عورتیں بعض بعض کے دوست ہیں اچھی بات کا حکم دیتے ہیں اور بری بات سے منع کرتے ہیں، اور یہ جماعت سے خارج کرنے والے یا سمجھنے والے بیشک امر بالمنکر اور نہی عن المعروف کرتے ہیں، ان سے میل جول سلام کلام سب ترک کر دیا جائے جب تک تائب ہو کر قرآنی ارشاد کی پابندی پر راضی نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۵):۔ اگر ان لوگوں نے ان احکام کو مانا نہ ہو اور ان پر ایمان نہ لائے تو اسلام سے خارج، کہ پورے قرآن پر انکا ایمان ہی نہیں اور بے اسکے مسلمان نہیں، اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ[4] اور اگر پہلے مانا تھا اور اب انکار کرتے ہیں تو اب کافر و مرتد ہو گئے، ان کی عورتیں نکاح سے خارج ہو گئیں، اور اس صورت میں ان سے میل جول

[1] پارہ ۲ ر ۵ سورۂ بقرہ۔ [2] پارہ ۱۰ رکوع ۱۵ سورۂ توبہ۔ [3] ایضاً۔
[4] تو کیا خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔

مصباحی

شادی بیاہت ان کے ساتھ کھانا پینا سب حرام۔ اوران کے جنازہ کی نماز حرام اوران پرتمام وہی احکام ہیں جو مرتدین کے ہیں اور اگر قرآنی احکام حق جانتے ہیں اور سچ جانتے ہیں ان پر ایمان ہے مگر شامت نفس اور شیطان کے دھوکے میں گرفتار ہیں کہ انکی پیروی نہیں کرتے اور شیطان کے بھلاوے میں پڑے ہیں تو سخت فاسق فاجر ہیں توبہ کریں اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنیوالا ہے ورنہ مسلمان ان سے قطع تعلق کریں اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ[1] اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ عبدالحکیم صاحب شہر کانپور۔ محلہ مصری بازار، بمسجد محمد تقی، ۳ ررجب ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ مسائل شرعیہ عبادات میں غیر مسلم کے فیصلہ کیطرف رجوع کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے باوجودیکہ امیر شریعت موجود ہیں ؟

الجواب :۔ کفار کے پاس فیصلہ لیجانا ممنوع ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّھُمْ ضَلٰلًا بَعِیْدًا[2] واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ عبدالمجید صاحب محلہ لائیکان متصل جونی بال مسجد ریاست جودھ پور ماڑواڑ یکم جمادی الاولیٰ ۴۶ھ

علمائے مذہب احناف سے نہایت ادب کیساتھ التماس ہے کہ ہمارے یہاں اکثر اشخاص مسئولات ذیل کے متعلق گفتگو کرتے رہتے ہیں، اور بارہا مقدمہ بازی کی نوبت آجاتی ہے، اس لئے حسبۃً للہ امورات مندرجہ ذیل کا جواب کتب معتبرہ مذہب احناف سے

---

[1] پارہ ۷ رکوع ۱۴ سورۂ انعام۔ [2] کیا تم نے انھیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اترا۔ اور اس پر جو تم سے پہلے اترا، پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ بنائیں اور ان کو توحکم یہ تھا کہ اسے اصلا نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انھیں دور بہکادے۔ پارہ ۵ رکوع ۶ سورۂ نساء۔ مصباحی

مع حوالہ کتب مزین بمواہیر عنایت فرمادیں اسکا اجر اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے پادیں؟

ع۱ قاضی کا نفقہ یا روزینہ یا تنخواہ کا بیت المال سے مقرر کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

ع۲ اس وقت جبکہ ہندوستان میں بیت المال نہیں ہے اگر قاضی کا نفقہ اہل اسلام پر ڈالا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

ع۳ ہمارے یہاں ہندو ریاستوں میں قاضی کے متعلق صرف نکاح خوانی اور نماز عیدین کی انجام دہی ہے اور بنا بر اسناد شاہی مہاراجگان ریاست مارواڑ بھی وقتاً فوقتاً اسناد نکاح خوانی عطا فرماتے آئے ہیں۔ نیز وقت نزاع فیما بین اہل اسلام (متعلقہ نکاح وطلاق ومہر وغیرہ) قاضی کے رجسٹر سے عدالت ریاست مقدمات کے فیصل کرنے میں مدد حاصل کرتی ہے، اور رجسٹر مذکورہ کو مستند مان کر بموجب احکام شریعت حکم نافذ فرماتی ہے، ریاست مذکورہ نے قاضی مذکور کی اس خدمت کے صلہ میں بطور نفقہ کچھ رقم فی نکاح مقرر کردی ہے جس کو ناکح خواں منکوحہ بروقت ایقاع نکاح ادا کرتے ہیں آیا یہ نفقہ جو راج نے مقرر کردیا ہے قاضی کو لینا جائز ہے یا ناجائز؟

ع۴ ایسے قاضیوں کی بیاض یا رجسٹر میں اگر کوئی اپنا نکاح درج نہ کرائے اور بالا بالا بلا اجازت پڑھلے حالانکہ سرکار سے یہ حکم صادر ہوچکا ہے کہ کوئی بلا اجازت قاضی نکاح نہ پڑھائے تو ایسے لوگوں کا یہ فعل کیسا ہے۔ حسبتاً للہ مسئولات بالا کا جواب بادلہ دبحوالہ کتب معتبرہ و مستندہ سے استنباط و تدقیق منیع فرما کر مع مہر مزین فرمادیں؟

الجواب:۔ قاضی کا وظیفہ بیت المال سے مقرر کیا جائیگا جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنے مصارف بیت المال سے لئے کہ جب قاضی اپنا وقت امور مسلمین میں صرف کرتا ہے تو مصارف اگر بیت المال سے نہ دیئے جائیں تو گذارہ کی کیا صورت ہوگی۔ تنویر الابصار میں ہے۔ ومصرف الجزیۃ والخراج مصالحنا کسد ثغور وبناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء والقضاۃ انتہیٰ ملتقطاً واللہ تعالیٰ اعلم مصباحی

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب (۲):۔ اگر ہندوستان میں بیت المال نہیں ہے تو قاضی بھی نہیں جن کے لئے تکلیف کرنے کی حاجت ہو، رہے علماء یہ نوکری وغیرہ کرکے خدمت دین بھی کرتے ہیں اور گزر اوقات بھی کر لیتے ہیں، غالباً سائل کی مراد قاضی سے وہ لوگ ہوں جو شاہی زمانہ کے قاضیوں کی اولاد سے ہیں اگر یہ ہے تو نہ وہ قاضی ہیں نہ ان کیلئے مصرف مقرر کرنے کی حاجت کہ قضاۃ کوئی میراث نہیں ہے نہ یہ نسب کی صفت ہے کہ باپ قاضی ہو تو بیٹا بھی قاضی بلکہ ان لوگوں کو براہ ادب مجازاً قاضی کہتے ہیں جیسے علماء کی اولاد کو مولوی صاحب مشائخ کی اولاد کو شاہ صاحب وغیرہ کہتے ہیں قضاۃ ایک عہدہ ہے جو بادشاہ کی طرف سے لوگوں کو دیا جاتا ہے اور اس کیلئے تقلید شرط ہے، یعنی جس شخص کو قاضی بادشاہ نے بنایا وہی قاضی ہے وہ مر جائے یا معزول ہو جائے تو اب قاضی نہیں۔ اور قاضی کے متعلق معاملات کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے اور اس عہدہ کی وہی نوعیت ہے جیسے انگریزی سلطنت میں جج کی ہے تو جس طرح جج کی اولاد جج نہیں اسی طرح قاضی کی اولاد قاضی نہیں اور آج کل لوگ انھیں بھی قاضی کہتے ہیں جو نکاح پڑھا دیا کرتے ہیں حالانکہ نکاح پڑھانا ان امور میں نہیں جو قاضی کے سپرد ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳):۔ نکاح خوانی پر اجرت لینا جائز ہے راج نے مقرر کیا ہو جب بھی لے سکتے ہیں اور نہ مقرر کرے اس وقت بھی لے سکتے ہیں اس کے عدم جواز کی وجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴):۔ نہ مسلمانوں کے ذمہ شرعاً یہ لازم کہ نکاح قاضی ہی سے پڑھوائیں نہ یہ واجب کہ نکاح خواں کے دفتر میں نکاح درج کرائیں۔ اگر راج اندراج پر مجبور کرے تو یہ ریاست کا حکم ہوگا جو مسلمانوں پر واجب الاتباع نہ ہوگا بلکہ اس کو مذہبی دست اندازی تصور کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لہ حاشیہ ص۲۴۷ کا:۔ تنویر الابصار ج ۳ ص ۳۰۷ فصل فی الجزیۃ - مصباحی

باب الافتاء

مسئلہ:۔ مرسلہ محمد حسین از بمبئی ۱۹ ر ذیقعدہ سنہ ۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں میڈک وتمساح وغیرہ حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ ہم سے جب کسی مسئلہ کی نسبت سوال ہو کہ امام شافعی کا اس بارہ میں کیا قول ہے تو فقہائے کرام کا یہ حکم ہے کہ یوں جواب دو کہ امام اعظم کا اس امر میں یہ ارشاد ہے۔ اور حق فرمایا کہ ہمیں اپنے ہی مذہب کے متعلق فتویٰ دینے میں کسقدر دشواریاں پیش آتی ہیں، نہ کہ مذہب دیگر امام، جنکے مذہب سے کافی اطلاع نہیں، نہ اس مذہب کی کتابیں موجود، اور ان کے اقوال جو ہماری کتابوں میں منقول، کیا علم کہ وہ کس درجہ کے اقوال ہیں، آیا وہ اس مذہب میں معمول بہا و مفتٰے بہا ہیں یا نہیں، اس امام کا وہ مذہب ہے یا محض ایک روایت ہے، اور مذہب میں وہ قول باقوت ہے یا نہیں، لہٰذا اگر سائل شافعی المذہب ہے تو مفتیان شافعیہ کی طرف اسے رجوع چاہیئے میںڈک وتمساح[1] وغیرہا مچھلی کے سوا تمام پانی کے جانور ہمارے مذہب میں حرام ہیں۔ درمختار میں ہے ولا یحل حیوان مائی الا السمک غیر الطافی جوہرۂ نیرہ میں ہے ولا یوکل من حیوان الماء الا السمک، ہاں امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ نے تمام دریائی جانوروں کو حلال فرمایا اور بعض نے انسان وکلب وخنزیر کا استثنا کیا، ہدایہ میں ہے ولا یوکل من حیوان الماء الا السمک وقال مالک وجماعۃ من اھل العلم باطلاق جمیع ما فی البحر واستثنیٰ بعضھم الخنزیر والکلب والانسان وعن الشافعی انہ اطلق ذالک کلہ والخلاف فی الاکل والبیع واحد لھم قولہ تعالیٰ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ، من غیر فصل، وقولہ علیہ السلام فی البحر

---

[1] مگرمچھ ۱۲

هو الطهور ماؤهٗ والحل میتتهٗ - ولانہ لادم فی ھٰذہ الاشیاء اذ الدموی لایسکن الماء والمحرم هو الدم فاشبہ السمک، قلنا قولہ تعالٰی ویحرم علیهم الخبائث وماسوی السمک خبیث، ونھی رسول اللہ علیہ السلام عن دواء یتخذ فیہ الضفدع، ونھی عن بیع السرطان والصید المذکور فیما تلی محمول علی الاصطیاد وھو مباح فیما لایحل والمیتۃ المذکورۃ فیما روی محمولۃ علی السمک وھو حلال مستثنیٰ من ذالک لقولہ علیہ السلام احلت لنا میتتان ودمان اما المیتتان فالسمک والجراد واما الدمان فالکبد والطحال[ہ] وھٰکذا ھو المذکور فی کتب اخر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی محمد یوسف صاحب از امرتسر جامع مسجد متصل عیدگاہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ

کیا کتاب صلوٰۃ مسعودی کے مسائل عند الحنفیہ درست ہیں اور قوی ہیں یا ضعیف ؟

الجواب:۔ کسی کتاب کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسکے تمام مسائل قوی ہیں، اس میں کوئی ضعیف نہیں، ہدایہ وغیرہا کتب معتبرہ مستندہ کے بعض مسائل پر جب فتوی نہیں دیا گیا تو صلاۃ مسعودی تو صلاۃ مسعودی ہے، مصنفین سے بعض مواقع میں لغزش واقع ہونا کیا مستبعد، یابی اللہ العصمۃ الا لکلامہ او کلام رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ پھر یہ حکم علی الاطلاق کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ اسکے تمام مسائل صحیح و مفتیٰ بہا و معمول بہا ہیں۔ کہ بعض مسائل بوجہ اختلاف عصر و مصر و ملک و عادت وغیرہا وجوہ سے مختلف ہو جاتے ہیں۔ اور صلاۃ مسعودی تو کوئی ایسی کتاب بھی نہیں کہ علماء و فقہاء اسکے اقوال سے استناد کرتے ہوں، فقیر نے کتب متداولہ میں کہیں نہ دیکھا کہ اس کے اقوال سے استناد کیا ہو اور اگر کسی نے اسکا حوالہ دیا ہو تو یہ نظر فقیر سے نہیں گذرا اور اگر استناد کیا بھی ہو اور اسکا کوئی قول عامۂ کتب معتبرہ کے خلاف ہو یا اسکے خلاف پر فتوی ہو، یا جمہور کے خلاف ہو تو عمل اس پر ہوگا جسکی ترجیح ہو، درمختار میں ہے۔ اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ قاسم علی خاں بمقام اسلام پور ریاست جے پور ۵ جمادی الاخری ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر غیر مقلدین

ہ ہدایہ ج ۴ ص ۴۴۲ کتاب الذبائح ۱۲ - مصباحی

اور وہابی کا بہت بڑا زور و شور ہو رہا ہے تو کیا ان کے مسائل پر اور ان کے طریقے پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں!

الجواب :- انکے طریقہ پر چلنا گمراہی اور ان سے مسائل پوچھنا اشد حرام کہ یہ جب گمراہ ہیں تو تمھیں گمراہ کرنے میں کیا کمی کریں گے۔ کہ جب جاہلوں سے فتویٰ پوچھنا ناجائز ہے انتو بغیر علم فضلوا واضلوا۔ اور یہ تو بدترین کہ۔ ع "او خویشتن گم است کرا رہبری کند" واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب الدّعویٰ

مسئلہ:۔ از ضلع ناسک نیل باوڑی کی مسجد مرسلہ رحمت اللہ صاحب امام ۲۴ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے نوکر نے عمرو سے کہا کہ میں نے پانچ ہزار کا مال خرید اہے۔ اور وہ نوکر مر گیا۔ حالانکہ وہ نوکر جنون کی حالت میں تھا۔ اور زید سے بیس۲ کوس کے فاصلہ پر تھا اور زید کو کچھ معلوم نہیں تھا اب عمرو زید کے اوپر دعویٰ کرتا ہے کہ تمہارے نوکر نے ہمکو کہا ہے کہ مینے پانچ ہزار روپیہ کا مال تمہارے واسطے خرید اہے وہ دینا یہ مال کا خریدنا زید کو بالکل معلوم نہیں ہے اور نوکر نے بھی نہیں خرید ا صرف ایک دعویٰ کرتا ہے اب عمرو زید کے اوپر تقاضا کرتا ہے یہ دعویٰ عمرو کا زید کے اوپر صحیح ہے یا غلط ؟

الجواب:۔ جب وہ نوکر مجنون تھا تو اسکی بات کا اعتبار ہی نہیں نہ اسکے تصرفات صحیح ہوسکتے۔ کہ بیع و شرار کیلئے عاقل ہونا ضرور ہے۔ اور مجنون عاقل نہیں حدیث میں فرمایا رفع القلم عن ثلث (الی ان قال) و عن المجنون حتیٰ یفیق در مختار میں ہے۔ و شرطہ اھلیۃ المتعاقدین رد المحتار میں ہے ای بکونہما عاقلین نیز اسی میں بحر سے ہے فشرائط العاقد اثنان العقل والعدد فلا ینعقد بیع مجنون و صبی لا یعقل [1] الخ اور اگر مجنون نہ بھی ہو تو محض اسکا اتنا کہدینا کہ میں نے تیرے واسطے پانچ ہزار کا مال خرید ا ہے۔ اس سے عمرو کو دعویٰ کا اختیار نہیں جبکہ نہ عمرو نے اسے وکیل کیا نہ خریدنے کے بعد اپنی رضا ظاہر کی۔ اور اگر فرض بھی کیا جائے کہ عمرو نے اسے وکیل کیا تھا تو اس پر یا مرنے کے بعد اسکے ورثہ پر دعویٰ کرسکتا ہے زید سے کیا تعلق ہے زید کا تو نوکر تھا جب مر گیا تو زید سے کوئی تعلق نہ رہا نہ زید پر کوئی مطالبہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] در مختار و رد المختار ج ۴ ص ۵ - مصباحی

کتاب الاقرار

مسئلہ (۱) مرسلہ سید اکبر شاہ امام مسجد شریف سو بجر بازار کراچی ۲۷ جمادی الاولی ۷۴ھ
کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ متوفی اپنے تین مکان چھوڑ کر فوت ہوا مگر مکان دوکان جسکو خرید کیا ایک رسید موجود ہے، اس میں خریدار منکوحہ متوفی کا نام ہے، اور اسکے ساتھ ایک قطعہ اسٹامپ آٹھ آنے کا بطور اقرار نامہ ہمرشتہ ہے۔ مضمون اقرار نامہ اس طرح پر ہے کہ اس دوکان کی مالک زوجہ منمقر ہے اور خریدی ہوئی اسکی ہے، جو حاصل ہوگی وہ سب خرچہ مجرا کر کے باقی منکوحہ مذکورہ کو دیا کرونگا لیکن بیعنامہ اپنے نام کرالیتا ہوں۔ اسلئے کہ عورت پردہ نشیں ہیں میرا اور میرے وارثوں کا کوئی حق نہ ہے نہ رہے گا۔ اس کے بعد پھر ایک ہبہ نامہ بلا عوض اسی دکان کے متعلق لکھا ہے۔ اس کے والد صاحب نے اور یہ لڑکا اس منکوحہ سے ہوا ہے۔ حین حیات متوفی کے وہ دکان قبضہ میں اسکے تھی اور اب تک ہے حین حیات زوجہ مذکورہ کے متوفی نے دوسری عورت کی اس سے چار فرزند ہوئے، تب متوفی نے داخل خارج ان چار بچوں کے نام پر کیا ہے، اور جسکو کہ ہبہ نامہ لکھا تھا اسکو کچھ حصہ نہیں دیا۔ لیکن اس نے قبضہ نہیں چھوڑا ہے
س ۲ :۔ دو مکان دوسرے بھی چار بچوں کے نام پر کئے ہیں اسمیں بھی کوئی حق نہیں دیا۔
اب آپ از روئے شرع محمدی کیا فتویٰ فرماتے ہیں، تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔ خداوند تعالیٰ آپکو دونوں جہان کی عزت بخشے؟

الجواب :۔ جب شخص مذکور نے خود اقرار کیا اور کاغذ لکھ دیا کہ یہ مکان زوجہ کی ملک ہے اسی نے خریدا ہے بیعنامہ میں اپنا فرضی نام محض اسلئے لکھوایا کہ مسماۃ پردہ نشیں ہے تو اب وہ ملک زوجہ ہی قرار پائے گا۔ اور زوجہ اولیٰ کے لڑکے کے نام جو ہبہ کیا یہ کوئی چیز نہیں کہ دوسرے کی ملک کو ہبہ کرنیکا اسے کیا اختیار، اور زوجہ ثانیہ کے بچوں کے نام داخل خارج کرنا باطل محض

کہ اگر زوج کی ملک ہوتی بھی تو جب وہ پہلی عورت کے لڑکے کو ہبہ کر چکا تو اب ان چاروں کے نام کس طرح کر سکتا ہے کہ اس صورت میں تو ہبہ سے رجوع بھی نہیں کر سکتا۔ مجمع الانہر میں ہے ینقطع حق الرجوع اذا کان الموھوب لہ ذا رحم محرم منہ، امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ فرماتے ہیں من وھب ھبۃ لذی رحم فلیس لہ ان یرجع فیھا۔ لہٰذا یہ دکان زوجہ ثانیہ کے لڑکوں کے نام نہیں کر سکتا۔ اور داخل خارج محض باطل۔ واللہ اعلم

ج ۲ اس شخص کو اپنی زندگی میں اپنے مال کا اختیار ہے۔ جسے چاہے دیدے اگر مرض الموت سے پہلے زوجہ ثانیہ کی اولاد کو دیدیا تو اب دوسرے وارثوں کو کوئی حق نہ رہا۔ مگر انکو دینا اگر دوسرے وارثوں کو محروم کرنیکی نیت سے ہو تو بہت برا کیا۔ حدیث میں فرمایا۔ من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ[1]۔ جو اپنے وارث کی میراث قطع کرے گا اللہ تعالیٰ اسکی میراث جنت سے قطع فرمادے گا۔ اور اگر مرض الموت میں ان چاروں لڑکوں کے نام کیا تو یہ حکم وصیت میں ہے۔ اور وصیت وارث کے حق میں بغیر اجازت دیگر ورثہ نافذ نہیں۔ حدیث میں فرمایا۔ ان اللہ تعالیٰ اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ للوارث[2]۔ ہدایہ میں ہے لا یجوز الوصیۃ لوارثہ الا ان یجیزھا الورثۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ رائے بہادر سندر لال۔

۱ حکم شرع یہ ہے کہ جب اقرار کاذب کی صورت ہو تو سوائے اسکے کہ مقر لہ سے حلف لیا جائے اور کوئی چارہ کار مقر کے واسطے نہیں ہے؟

۲ اور اب کہا جاتا ہے کہ مکرہ کو جسنے ڈر کی وجہ سے جھوٹا اقرار کیا تھا ثبوت پیش کرنیکا موقع دیا جائے گا اور خاص اس صورت میں مقر لہ سے حلف نہ لیا جائے۔ بدنصیب جاہل دنیادار آخر کس راہ پر چلے ایک جگہ کچھ حکم ہے دوسری جگہ کچھ اس لئے اسکی ضرورت ہے کہ شرعی

---

[1] روی فی المشکوٰۃ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۲۶۶ باب الوصایا۔ ورواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲ [2] مشکوٰۃ ص ۲۶۵ باب الوصایا۔ مصباحی

کوئی روایت ایسی بتائی جائے کہ صورت ۲ میں حکم ۱ نہیں ہوا اور اگر اقرار مکرہ اقرار کاذب سے مستثنیٰ نہیں ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ حکم کلی کا انطباق اس فرد خاص پر نہو؟

الجواب:۔ اقرار کی صحت کیلئے رضا شرط ہے، جو اقرار بغیر رضامندی مقر کے ہو وہ اقرار اقرار ہی نہیں، اور اقرار کے جتنے احکام ہیں اس پر وارد ہی نہیں۔ جبر و تعدی کے ساتھ جو اقرار ہوگا وہ صرف صورۃً اقرار ہے نہ کہ حقیقۃً و شرعًا۔ شریعت مطہرہ نے ایسے اقرار کو جو جبرًا ہو صحیح نہ مانا۔ تو ایسے اقرار کا مقر پر شرعًا کچھ اثر نہیں۔ قاعدہ کلیہ ہے۔ اذا فات الشرط فات المشروط فتاوی خیریہ میں ہے۔ لا یصح الاقرار مع الاکراہ بالاجماع۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔ وکذا الرضا والطوع شرط حتی لا یصح اقرار المکرہ کذا فی النہایۃ۔ درمختار میں ہے فلو اکرہ بقتل او ضرب شدید او حبس حتی باع او اشتری او اقر او آجر فسخ ما عقد ولا یبطل حق الفسخ بموت احدھما ولا بموت المشتری ولا بالزیادۃ المنفصلۃ وتضمن بالتعدی وسیجیئ انہ یسترد وان تداولتہ الایدی او امضی لان الاکراہ الملجئ وغیر الملجئ یعدمان الرضا والرضا شرط لصحۃ ھذہ العقود وکذا لصحۃ الاقرار[1] اکراہ سے جو اقرار ہو اس میں مقر کو اختیار رہتا ہے کہ اگر وہ چیز مقر لہٗ کو نہ دی ہو تو نہ دے اور دیدی ہو تو واپس لے اگرچہ مقر لہٗ نے اسے بیچ ڈالا یا اور کوئی تصرف کرلیا ہو اور اگر اقرار مکرہ اقرار صحیح ہوتا تو یہ احکام نہوتے۔ فتاوی خیریہ میں ہے۔ لا ینفذ اقرارہ اذ الرضا شرط لصحۃ الاقرار فیفسد الاقرار عند فوات الرضا وھذا باجماع المسلمین فلہٗ الامتناع عن دفع المقربہ للمقر لہٗ ان لم یکن دفعہ ولہ استردادہ منہ ان کان دفعہ لہ مکرھا والاکراہ یعدم الرضا ویفسد کل امر تتوقف صحتہ علیہ وقد رفع عن ھذہ الامۃ بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رفع عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرھوا علیہ[2] ان عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ دعویٰ اقرار بالاکراہ دعویٰ اقرار کاذب نہیں کہ اقرار کاذب میں سوا اس کے کہ مقر لہٗ سے حلف لے، مقر کو کچھ اختیار نہیں مقر اگر دعویٰ اکراہ کرے تو ضرور اس سے ثبوت طلب کیا جائے گا۔ بیّنہ پیش کردے

[1] درمختار۔ ج ۵ ص ۹۸ کتاب الاکراہ۔ [2] فتاوی خیریہ ج ۲ ص ۱۳۲ کتاب الاکراہ۔ مصباحی

تو وہ اقرار کالعدم قرار دیا جائے گا محض یہ خیال کر کے کہ وہ تو اقرار کر چکا ہے اس دعویٰ اکراہ کو تناقض قرار دیکر رد کر دینا (جیسا کہ مدعی علیہ کے پیش کردہ فتویٰ میں ہے) بالکل عقل ونقل کے خلاف ہے اگرچہ مقر نے بوقت اقرار یہ بھی کہا ہو کہ یہ اقرار برضا ورغبت ہے جیسا کہ فتاویٰ علمگیریہ کی آئندہ عبارت سے واضح ہوگا اگر اسی کا نام تناقض ہو تو جس سے چاہیں مار پیٹ کر دھمکی دیکر بیع وہبہ اور ہر قسم کا اقرار کرالیا کریں اور اس مظلوم کی نہ داد ہو نہ فریاد کہ دعویٰ کرنے کو جائے تو تناقض قرار دیکر خارج کر دیا جائے اور اس مظلوم کی ایک نہ سنی جائے۔ اگر قسمت سے دعویٰ مسموع بھی ہوا تو اگرچہ ہزاروں آدمیوں کے سامنے اس پر جبر وتشدد ہوا اور سب گواہی وشہادت بھی دیں مگر کسی کی گواہی کا کچھ اثر نہیں۔ بس مدعی علیہ سے حلف لیکر مظلوم کی دادرسی کا خاتمہ کر دیا جائے کہ یہ تو اقرار کاذب ہے، اور اقرار کاذب میں محض مدعی علیہ پر حلف ہے وبس بھلا اسکو دعویٰ اقرار کاذب سے کیا تعلق۔ مقر نے صورت موجودہ میں کب دعویٰ اقرار کاذب کیا ہے اسکا دعویٰ تو اکراہ کا ہے نہ اقرار کاذب کا اقرار کا نفس الامر کے مطابق نہ ہونا اور بات ہے اور کذب اقرار کا دعویٰ کرنا شئے دیگر۔ کیا اگر کسی مجنون نے حالت جنون میں اقرار کیا اور بعد افاقہ دعویٰ کیا کہ اسوقت مجنون تھا تو اسے یہ کہا جائیگا کہ یہ اقرار کاذب کا دعویٰ ہے یا یہ ہوگا کہ اگر جنون کا ثبوت دے تو اقرار لاشئے مانا جائے گا۔ اقرار کاذب اور دعویٰ اقرار کاذب میں فرق نکرنا عجیب ہے کیا اگر مقر کا اقرار واقع میں کاذب ہو اور دعویٰ اقرار کاذب نکرے تو قاضی خواہ مخواہ مقر لہٗ پر حلف رکھ سکتا ہے ہرگز نہیں تو معلوم ہوا کہ دونوں باتوں میں فرق بیّن ہے۔ مُقر اگر کذب کا دعویٰ کرے تو یہ دعویٰ امام اعظم وامام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک نامسموع ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مدعی علیہ پر حلف ہے اور بوجہ فساد زمان اسی پر فتویٰ۔ بالجملہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اور اقرار مکرہ بالاجماع نامعتبر پھر دونوں کو ایک سمجھنا اسکو اسکی فرد قرار دینا کیونکر جیسا کہ فتاویٰ خیریہ کی عبارت مذکورہ بالا سے ظاہر وروشن تر ہے، ان امور کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ دعویٰ اقرار کاذب ودعویٰ اکراہ دو چیزیں ہیں۔ ورنہ جس طرح دعویٰ اقرار کاذب کو امام اعظم ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے نامعتبر ونامسموع فرمایا۔

اور مدعی علیہ سے انکے نزدیک اسمیں حلف بھی نہ لیا جائیگا اسی طرح چاہیئے تھا کہ دعویٰ اکراہ کو نامسموع فرماتے، حالانکہ یہ دعویٰ بالاجماع مسموع ہے، اور خود یہ اقرار ہی بالاجماع نامعتبر۔ لہذا ضرور ہیکہ اگر مقر اکراہ کا دعویٰ کرے تو اس سے بینہ طلب کیا جائے اور اس بینہ کا اعتبار ہوگا زبردستی دعویٰ اقرار کاذب قرار دیکر بینہ کو رد نہ کریں گے فتاوی علمگیریہ ہے۔ لو اکرہ علی ان یقر بانہ لم یتزوج هذه المرأة وانه لا بينة له عليها بذالك او على ان هذ. الیس بعبد وانه حراً صل فاقراره بذلک باطل لان الاکراه دلیل على انه کاذب فیما اقر به فلا یمنع ذلک قبول بینتها على ما یدعی من النکاح والرق بعد ذلک کذا فی المبسوط۔ بلکہ اگر مدعی علیہ طوع ورضا بینہ سے ثابت کرے تو مُدعی کے بینہ کو مُدعیٰ علیہ کے بینہ پر ترجیح ہے۔ بینة الاکراه اولی من بینة الطوع۔ بلکہ صورت مستفسرہ میں خود مدعی علیہ نے جو فتویٰ پیش کیا ہے اسکے نمبر ۲ میں یہ عبارت مذکور ہے۔ اگر وقت بیع میں شرائط اکراہ جو شرع میں ہے موجود ہوں اور بینہ سے ثابت ہوں تو یہ بیع مکرہ ہے جو منعقد غیر لازم ہے رضا بائع پر موقوف ہے وہ چاہے فسخ کرے چاہے جائز رکھے۔ مفتی کی یہ عبارت خود بتاتی ہے کہ مقر کے بینہ کا اعتبار ہے۔ اور یہ اقرار کاذب میں داخل نہیں ورنہ بینہ سے ثبوت کی کیا حاجت تھی۔ مُدعیٰ علیہ کے حلف پر مُدعی کا خاتمہ کردیا جاتا کتب فقہ میں بکثرت روایات موجود ہیں کہ اقرار بالاکراہ میں مقر کے بینہ مقبول ہیں اور اس اقرار کا کچھ اثر نہیں فتاویٰ اسعدیہ میں ہے۔

سوال فی حرمة هدد ها زوجها بالسلاح وهو یقول لها اذا لم تقری لی عند القاضی بان لی فی ذمتک المقدار الفلانی وتصادقینی على دعوای التی ادعی بها علیک والا قتلتک ويحلف ويغلظ الايمان اذا لم توافقینی على ذالک قتلتک فوافقت على ذالک واقرت عند القاضی فقال لها القاضی عندک ما ادعی به زوجک واقرت عند القاضی فسجل عليها ذالک الاقرار فهل لها اذا ثبت التهديد منه لها اقرار ام لا وهل تحتاج الى الاثبات على التهديد ام لا افتونا۔ الجواب ان اقامت بينة على ذالک لا يعتبر اقرارها

مع الاکراہ ولا یلزمہما شئی مما اقرت بہ والحالۃ ما شرح واللہ اعلم[۱]۔ ہاں اگر مقر گواہ اکراہ نہ پیش کر سکے تو اکراہ ثابت نہ ہوگا اور مقر لہ کے حلف پر فیصلہ ہوگا اور بصورت بینہ حلف نہیں فتاوی خیریہ میں ہے۔ سئل فی رجل اشتری من اٰخر ثلثی رحی بثمن قدرہ ستون قرشا و اقر بقبضہا و مات فدعت ورثتہ ان الاقرار بقبض الثمن کان تلجئۃ ولم یقبض منہ شیئا فما الحکم فی ذالک اجاب یلزم المقر لہ الحلف باللہ تعالی لقد اقر اقرارا صحیحا فان حلف علی ذالک منع الحکم الورثۃ عنہ وان نکل عن الیمین لزمہ ما ادعتہ الورثۃ وان اقامت الورثۃ المذکورون البینۃ علی ما ادعوا قبلت واللہ اعلم[۲] بالجملہ ان عبارات سے بخوبی واضح ہوا کہ اقرار کاذب و اقرار مکرہ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اگرچہ اقرار مکرہ بھی بظاہر اقرار کاذب ہی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقتہ یہ اقرار ہی نہیں جیسے مجنون کا اقرار۔ اقرار کاذب طوع و رضا کے ساتھ ہوتا ہے۔ مثلاً عام طور پر رواج ہے کہ قبل وصول زر ثمن اقرار ناموں میں لکھا جاتا ہے کہ زر ثمن تمام و کمال وصول پایا حالانکہ اسوقت تک وصول نہ کیا تھا بلکہ بعد میں ملے گا اسی عام رواج کی بنا پر امام ابو یوسف رحمتہ اللہ نے کذب کے دعوی کو مسموع رکھا اور مدعی علیہ پر حلف عائد کیا قرۃ العیون میں ہے۔ وجہہ ان العادۃ جرت بین الناس انہم اذا ارادو الاستدانۃ یکتبون الصک قبل الاخذ ثم یاخذون المال فلا یکون الاقرار دلیلا علی اعتبار ھذہ الحالۃ فیحلف علیہ لتغیر احوال الناس وکثرۃ الخداع والخیانات۔ اور امام اعظم نے نامسموع فرمایا اور اسکی وجہ بھی اسی قرۃ العیون میں یہ لکھی۔ لان الاقرار حجۃ تلزم شرعا کالبینۃ بل اولی لان احتمال الکذب فیہ ابعد اور ظاہر ہے کہ بصورت اکراہ کذب ہی کا پہلو غالب ہے تو اسے دعوی اقرار کاذب میں داخل کرنا خود دلیل ائمہ ثلثہ کے خلاف ہے، واللہ تعالی اعلم

---

[۱] فتاوی اسعدیہ ج ۲ ص ۳۴۴ کتاب الاکراہ ۔ [۲] فتاوی خیریہ ج ۲ ص ۹۲ کتاب الاقرار۔

مصباحی

کتاب الھبۃ

مسئلہ :۔ مسئولہ از شہر کہنہ محلہ کانکر ٹولہ مرسلہ ظہور محمد خان صاحب

ایک شخص کے چند لڑکے لڑکیاں ہیں۔ ان میں سے بعض جوان ہو گئے۔ بعض کی والدین نے شادی کردی۔ بعض جوان بلا شادی کے ہیں۔ بعض کمسن ہیں۔ اگر والدین کوئی شئی جیسے مکان زمین وغیرہ تقسیم کرنا چاہیں تو جوان اور بچہ کمسن سب کا برابر ایک مطابق حق سمجھ کر تقسیم کریں یا والدین کی رضامندی پر موقوف ہے ؟

الجواب :۔ اگر انمیں کوئی اولاد دینی ترجیح رکھتی ہے تو اسکو زیادہ دینے میں کوئی حرج نہیں ورنہ تمام اولاد کو برابر دیں۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو انکے والد نے ایک غلام عطا فرمایا تھا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی میں نے اپنے اس لڑکے کو غلام دیا ہے، ارشاد فرمایا کیا تم نے اپنی اور اولاد کو بھی اسی کے مثل دیا ہے عرض کی نہیں، فرمایا فارجعہ تو واپس کرلو، اور ایک روایت میں ہے فاتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم۔ خدا سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل کرو۔ اور ایک روایت میں ہے لا اشھد علی جور۔ میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ عبد اللہ از موضع داروٗ ضلع نینی تال ۱۳ ؍ صفر ۱۳۴۱ھ

زید نے اپنے لڑکے کی منگنی بکر کی لڑکی کیساتھ کی بعد منگنی زید بکر کے یہاں ۲۰ ؍ ۲۵ آدمیوں کیساتھ عیدی لیکر آیا۔ عیدی میں لڑکی کو کپڑے اور زیور دے گیا۔ بعد کو زید کا اور زید کے بیٹے کا انتقال ہوگیا۔ اب وہ کپڑے تو لڑکی نے پہن کر پھاڑ ڈالے لیکن وہ زیور باقی ہے اب وہ زیور وارثوں کو دینا چاہیئے یا نہیں ؟

الجواب :۔ اگر لڑکی کو اس زیور کا مالک کردیا۔ یا وہاں کا عرف یہی ہے کہ شادی سے پہلے جو کچھ دیتے ہیں۔ لڑکی کو اس کا مالک کر دیتے ہیں۔ تو اب واپس نہیں لے سکتے کہ ہبہ صحیح ہوگیا

اور موت احد العاقدین مانع رجوع فی الہبہ ہے۔ ہدایہ میں ہے او بموت العاقدین[1]۔ اور اگر مالک نہیں کیا ہے نہ وہاں کا ایسا چلن ہے بلکہ پہننے کو دیا ہے اور ملک اپنی باقی رکھی ہے تو واپس لے سکتے ہیں کہ یہ ہبہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ محمد جمیل اختر موضع شہباز پور۔ پوزنیاں ضلع مظفر پور، ۱۱ رجمادی الاخرہ ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں حامی حمایت دین ومفتی شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زندگی میں اپنی لڑکی کو کوئی چیز ہبہ کیا اور اسکی لڑکی نے اس کی زندگی میں قبضہ کرلیا اب بعد وفات زید کے اس کا لڑکا چاہتا ہے تقسیم کرلیں یہ ہوسکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ جب ہبہ کر چکا اور لڑکی نے قبضہ بھی کرلیا تو یہ ہبہ تمام ہوگیا اور زید کے لڑکے کو اسمیں کچھ دعویٰ نہیں پہنچتا۔ کما ہو منصوص علیہ فی کتب الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ جناب مولوی ممتاز علی صاحب از کانپور محلہ پریڈ مکان شیخ منصور صاحب ۱۳ شعبان ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ نے اپنی کل جائداد غیر منقولہ کے دو غیر مساوی حصے کرکے ایک چھوٹا اپنے واسطے رکھا اور ایک حصہ کو اپنی چار لڑکیوں کے حق میں مساوی طور سے بذریعہ دستاویز ہبہ نامہ رجسٹری شدہ ہبہ کیا۔ اور اس حصہ موہوبہ کے ایک جز میں دو اجنبی شخص جنکا اب انتقال ہوگیا ہے۔ اور شریک تھے۔ اب ان دونوں کے ورثہ موجود ہیں اور ان اجنبی شخصوں کے مقابلہ میں بھی اسوقت تک کوئی تقسیم نہیں ہوئی۔ اور ہندہ کی ان چار لڑکیوں میں ایک لڑکی نابالغہ تھی۔ ہندہ نے اپنے کو اسکی ولیہ سمجھکر کیوں وہ ہندہ کی عیال داری میں تھی۔ عمل درآمد کیا۔ اور ہبہ کے وقت سے تین چار سال تک جائداد اصلی صورت پر غیر منقسم رہی۔ مگر رجسٹر میونسپلٹی میں صرف نام کا داخل خارج کردیا اور کیرایہ بعض جائداد موہوبہ کا خود وصول کرکے لڑکیوں کی دیتی رہیں۔ اور بعض جائداد غیر منقسم کا کیرایہ لڑکیاں خود وصول کرتی رہیں۔ بعد اس کے جائداد موہوبہ کی ایک جزو کو چاروں موہوب لہم نے چار حصوں پر تخمینی مساوی تقسیم کرکے اس میں جداگانہ حد بندی قائم کرلی۔ اور جائداد موہوبہ کا دوسرا قطعہ غیر منقسم یعنی مشاع رہا۔ یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے دو لڑکیوں کا انتقال ہوگیا۔ اور

[1] ہدایہ ج ۳ ص ۲۸۹ کتاب الہبۃ ۱۲ مصباحی

مرمت کل جائداد موہوبہ کی ہندہ ہی کرتی رہیں۔ اس وقت تک جائداد کا دوسرا قطعہ غیر منقسم یعنی مشاع ہے۔ اور مسمّاۃ ہندہ خود حیات ہے۔ اور دو لڑکیاں بھی۔ اور دو متوفیہ لڑکیوں کے ورثہ بھی موجود ہیں۔ بصورت مذکورہ بالا مسماۃ ہندہ کا اپنی لڑکیوں کو ہبہ کر دینا شرعاً مفید ملک ہے یا نہیں۔ اور جس جزو جائداد کو چند سال بعد موہوب لہم نے نظری تخمینی طور پر دے دی۔ تقسیم کیا ہے۔ کیا اس جزو پر اس طرح کا قبضہ ہو جانے سے پوری جائداد موہوبہ پر شرعاً قبضہ تسلیم کیا جائے گا۔ یا کل جائداد پر قبضہ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ یعنی اس جزو منقسمہ اور غیر منقسمہ دونوں پر اعتبار کیا جائے گا۔ یا صرف جزو منقسمہ پر اعتبار کیا جائے گا۔ اور غیر منقسمہ پر نہیں، کیا صرف نام کا داخل خارج کرنا اور بقدر اپنے حصے کے کرایہ پانا اور جائداد کے برابر غیر منقسم یعنی مشاع رہنے کی حالت میں شرعاً قبضہ تسلیم کیا جائے گا۔ یا نہیں۔ اگر یہ ہبہ مفید ملک نہیں تو دو لڑکیوں متوفیہ کے ورثہ اپنے مورث کے کل اس جائداد موہوبہ کو اس کے بعض حصہ کو ترکی کی حیثیت سے پا سکتے ہیں یا نہیں۔ ایک لڑکی نے جائداد کا ایک ٹکڑا بیع کر ڈالا اور ایک نے اس پر عمارت بنوالی ؟

الجواب :۔ یہ ہبہ کہ ہندہ نے کیا ہبہ مشاع ہے۔ اور ہبہ مشاع ناجائز فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔ ھبۃ المشاع فیما یحتمل القسمۃ لاتجوز۔ ہدایہ میں ہے ولاتجوز الھبۃ فیما یقسم الامحوزۃ مقسومۃ۔ نیز اسی میں ہے وان وھبھا واحد من اثنین لایجوز عندہ۔ بلکہ یہ ہبہ مذکورہ فی السوال بالاتفاق ناجائز ہے۔ اس میں وہ خلاف کہ امام و صاحبین میں دربارہ شیوع ہے، نہیں پایا جاتا۔ اسلئے کہ موہوب لہم میں ایک نابالغہ لڑکی ہے اور وہ ہندہ ہی کے عیال میں ہے ایسی صورت میں صاحبین کے طور پر بھی یہ ہبہ ناجائز۔ فتاویٰ قاضیخاں میں ہے۔ وھب دارہ لابنین لہ احدھما صغیر فی عیالہ کانت الھبۃ فاسدۃ عند الکل۔ درمختار میں ہے۔ وھب اثنان دار الواحد صح لعدم الشیوع وبقلبہ لکبیرین لاعندہ للشیوع فیما یحتمل القسمۃ قید بکبیرین لانہ لو وھب لکبیر وصغیر فی عیال الکبیر اولابنیہ صغیر وکبیر لم یجز اتفاقاً[1]۔ جب یہ ہبہ فاسد ناجائز ہے

[1] درمختار ج ۴ ص ۴۰۳، کتاب الہبۃ ۱۲ مصباحی

تو اگر شیوع کے ساتھ موہوب لہم نے اس پر قبضہ کیا تو ظاہر الروایت یہی ہے کہ یہ مفید ملک نہیں اور موہوب لہم کے اس میں تصرفات نافذ نہوں گے اور تصرف کیا ہو تو ضمان دیں درمختار میں ہے۔ ولو سلمہ شائعا لا یملکہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ فیضمنہ وینفذ تصرف الواہب[1] ردالمحتار میں ہے قال فی الفتاوی الخیریہ ولا تفید الملک فی ظاہر الروایۃ قال الزیلعی ولو سلمہ شائعا لا یملکہ حتی لا ینفذ تصرفہ فیہ فیکون مضمونا علیہ وینفذ فیہ تصرف الواہب ذکرہ الطحاوی وقاضیخان وافتی بہ فی الحامدیۃ ایضا والتاجیۃ وبہ جزم فی الجوھرۃ والبحر وفی نور العین عن الوجیز الھبۃ الفاسدۃ مضمونۃ بالقبض ولا یثبت الملک فیہا الا عند اداء العوض نص علیہ محمد فی المبسوط وھو قول ابی یوسف اذا الھبۃ تنقلب عقد معاوضۃ اھ وذکر قبلہ ھبۃ المشاع فیما یقسم لا تفید الملک عند ابی حنیفۃ وفی القہستانی لا تفید الملک وھو المختار کما فی المضمرات وھذا مروی عن ابی حنیفۃ وھو الصحیح اھ[2] جب یہی قول ظاہر الروایت ہے اور اسی کو صحیح اور مختار بتایا گیا پھر محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر نص فرمایا اور خود امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، تو بعض مشائخ کا اسے مفید ملک بتانا کیا مفید ہوگا۔ پھر بھی جو مفید ملک کہتے ہیں اسے ملک خبیث واجب الرد قرار دیتے تو ایسی ملک موہوب لہ کیلئے کیا مفید، جبکہ بندہ پر انکے نزدیک بھی واجب ہے کہ یہ جائداد موہوب لہم سے واپس لے۔ ردالمحتار میں ہے۔ وذکر عصام انہا تفید الملک وبہ اخذ بعض المشائخ اھ۔ ومع افادتہا للملک عند ھذا البعض اجمع الکل علی ان للواہب استردادھا من الموھوب لہ ولو کان ذا رحم محرم من الواھب۔ عبارات مذکورہ بالا سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ ہبہ مفید ملک نہیں۔ نہ موہوب لہ کے تصرفات نافذ۔ تو اس جائداد کے

---

[1] درمختار ج ۴ ص ۵۶۹ کتاب الہبۃ۔ [2] ردالمحتار ج ۴ ص ۵۷۰ ملخصا ۱۲ مصباحی

بیع کا بھی موہوب لہم کو کوئی حق نہیں ردالمحتار میں ہے۔ نقل عن المبتغی انه لو باعه الموهوب له لا یصح۔ عالمگیری میں ہے۔ ونص فی الاصل انه لو وهب نصف دار من آخر وسلمها الیه فباعها الموهوب له لم یجز ونص فی الفتاوی انه هوالمختار کذافی الوجیز الکردری۔ اور یہ امر اظہر ہے کہ موہوب لہم کا باہم تقسیم کرنا یا انکے نام کا داخل خارج ہونا کچھ مفید نہیں نہ جزء منقسم کے مالک ہیں نہ غیر منقسم کے کچہری کے کاغذ میں اندارج نام قبضہ نہیں اور قبضہ ہوتا بھی تو ملک نہ ہوجاتی لہٰذا اس جائداد موہوبہ کی ہندہ ہی مالک ہے لڑکیاں جو فوت ہوچکی ہیں انکی ملک ہی نہیں تو ترکہ کیوں کر ہوسکے اور ورثہ کا کچھ استحقاق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ مبارک علی طالب علم مدرسۂ اہلسنت وجماعت بریلی ۲۴ ربیع الاول ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم سب اہل محلہ نے میلاد شریف کیواسطے کچھ روپیہ چندہ کیا تھا۔ لہٰذا میلاد شریف ختم ہونے کے بعد کچھ روپیہ باقی ہے۔ متولی مسجد کی رائے یہ ہے کہ وہ روپیہ مسجد کے امام کو دینا چاہیئے وہ کتاب خرید کریگا۔ دیگر چند لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ اس روپیہ سے جو مکان مسجد کے نام ہے وہ تعمیر کرانا چاہیئے۔ اب اس روپیہ کو کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب :۔ چندہ جس کام کیلئے لیا گیا اس سے کچھ بچ رہا اگر معلوم ہے کہ یہ روپیہ فلاں کا ہے تو اسے واپس دیں یا اس کی اجازت سے جس کام میں چاہیں صرف کردیں اور معلوم نہو سکے تو بقیہ کو اس جیسے کام مثلاً میلاد شریف کیلئے لیا اور بچا تو میلاد شریف میں صرف کردیں۔ اور یہ نہو تو صدقہ کردیں اور اس صورت میں اگر امام حاجتمند ہے تو اس کو دے سکتے ہیں درمختار باب الجنائز میں ہے۔ فان فضل شئی رد للمتصدق ان علم والاکفن به مثله والا تصدق به۔

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از بریلی محلہ سوداگران مرسلہ سید قناعت علی صاحب امین جماعت رضا مصطفٰے ۱۲ / شعبان ۴۳ھ۔

جو ماں باپ اپنی اولاد کو اپنی زندگی میں کمتی بڑھتی دیتے ہیں ان کے لئے اللہ ورسول کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ زندگی میں جو کچھ اولاد کو دینا چاہے سب کو برابر دے یہانتک کہ لڑکے اور لڑکی میں بھی برابری ملحوظ رکھے۔ لحدیث النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان اباہ اَتٰی بہ اِلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال انی نحلت ابنی ھذا غلاما فقال اکلُّ ولدِك نحلت مثلہ قال لا قال فارجعہ وفی روایۃ انہ قال ایسرك ان یکونوا الیك فی البرّ سواءً قال بلی قال فلا اذاً۔[1] ہاں اگر کم وبیش دینا کسی مصلحت شرعیہ کی بنا پر ہو اضرار مقصود نہ ہو مثلہ ایک خدمت دین میں مشغول ہے کہ کسب معیشت میں مشغول ہو تو اس خدمت میں نقصان واقع ہوگا اور دوسرا ایسا نہیں یا ایک فاسق فاجر ہے کہ مال کو ضائع کردیگا تو ایسی صورتوں میں کمی بیشی جائز ہے اور اگر اضرار مقصود ہے تو گنا ہگار ہے فتاویٰ امام قاضیخان پھر درمختار میں ہے لا باس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانہا عمل القلب وکذا فی العطایا ان لم یقصد بہ الاضرار وان قصدہ یسوی بینھم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیہ الفتویٰ ولو وھب فی صحتہ کل المال للولد جاز واثم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از لاہور مرسلہ صوفی احمد دین صاحب ۲۰ / رجب ۴۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی پھوپھی نے زید کے حق میں جائداد منقولہ وغیر منقولہ ہبہ کی۔ اور قبضہ موہوب الیہ کو دیکر

---

[1] مشکواۃ شریف باب العطایا ص ۲۶۱ ۔ مصباحی

دست بردار ہوئی، زید عرصہ تک اس پر قابض و متصرف رہ کر فوت ہوگیا اور اپنے ورثار میں ایک زوجہ حاملہ اور ایک ہمشیرہ اور دو پھوپھی حیات چھوڑیں۔ زید کی وفات کے بعد اسکی بیوی کو لڑکا پیدا ہوا اور چند یوم زندہ رہ کر فوت ہوگیا اب واہبہ اس جائداد موہوبہ کو اپنی ملکیت بنانا اور اس پر پھر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ آیا زید کی بیوہ کل جائداد موہوبہ کی وارث ہے یا دیگر ورثار زید بقدر حصص شرعیہ کسقدر کے مالک ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ جب ہبہ کر کے قبضہ بھی دلادیا تو تمام ہوگیا اور چونکہ یہ ہبہ بھتیجے کو ہوا جو ذی رحم محرم ہے۔ لہذا اسکی زندگی میں بھی اگر رجوع کرنا چاہتی تو نہ کرسکتی کہ ذی رحم محرم سے ہبہ واپس نہیں ہوسکتا نہ کہ اب کہ زید کا انتقال ہوگیا کہ موت موہوب لہ بھی مانع رجوع ہے ہدایہ میں ہے۔ او بموت احد المتعاقدین لان بموت الموھوب لہ ینتقل الملك الی الورثۃ فصار کما اذا انتقل فی حال حیاتہ۔ نیز اسی میں ہے وان وھب ھبۃ لذی رحم محرم منہ لم یرجع فیھا لقولہ علیہ السلام اذا کانت الھبۃ لذی رحم محرم لم یرجع فیھا[1]۔ لہذا اس جائداد بلکہ زید کی جملہ جائداد میں بحسب شرائط فرائض آٹھ سہام ہوں گے ایک سہم زوجہ کو اور سات سہام اس کے لڑکے کو ملیں گے اور لڑکے کے انتقال کے بعد اگر کوئی عصبہ ہو تو اسکے حصہ میں سے ایک ثلث اسکی ماں کو اور دو ثلث عصبہ کو ملیں گے اور عصبہ نہ ہو تو کل اسکی ماں کو ملیں گے زید کی ہمشیرہ اور پھوپھی بہرحال محروم ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ محمد ذکریا تمباکو فروش ۹ پیلیلیس روڈ ہوڑہ یکم جمادی الاولیٰ ۴۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں اور زید خود جاہل لیکن بڑے لڑکے حافظ قرآن اور درس عربی پر بھی دخل رکھتے ہیں زید کی دونوں لڑکی کی شادی ہوچکی ہے زید کو ۱۹۲٦ء میں ادائے حج کا خیال ہوا قبل حج کے جس قدر جائداد تھی اس جائداد کو اپنے دونوں لڑکے کے نام ہبہ کردیا

[1] ہدایہ ج ۳ ص ۲۹۰ کتاب الھبۃ ، مصباحی

اور دونوں لڑکی کو ایکدم محروم کیا اب اسکے متعلق جو کاغذی کارروائی ہوئی یعنی دستاویز لکھنا اسکے مضمون کے اصلاح کیواسطے زید کے جو بڑے لڑکے حافظ قرآن ہیں چند محکمہ ڈویزن ہیں وکلاؤں سے صلاح ومشورہ کیا اسکے بعد دستاویز تعمیل ہوا زید جاہل ہیں اگران کے لڑکے پڑھے لکھے نہ ہوتے تو ایسا مضمون جس سے دونوں لڑکی ایک دم محروم ہوتی ہیں زید سے انجام نہیں ہوتا زید کی یہ کارروائی ازروی شریعت جائز ہے یا ناجائز اگر ناجائز ہے تو زید پر کیا حکم ہے ۔ اور زید کے لڑکے اپنے نفع کے باعث اس کارروائی میں حصہ لیا ہے جائز ہے یا ناجائز اگر ناجائز ہے تو زید کے لڑکے پر کیا حکم ہے اور اس دستاویز پر جو گواہ ہوئے ہیں ان پر کیا حکم عائد ہوتا ہے جواب بحوالہ کتب ارسال فرمادیں ۔ بینوا توجروا

الجواب :۔ زندگی میں جو جائداد اپنی اولاد کو دینا چاہے تو سب کو برابر دے یہاں تک کہ لڑکی کو بھی اتنا ہی دے جتنا لڑکے کو دیا اگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ بعض اولاد کو دیا بعض کو نہ دیا تو برا کیا ۔ جیسا کہ حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ اکل ولدك نحلت مثل هذا اور فرمایا لا اشهد علی جور پھر بھی اگر دے دیا تو ہبہ ہوگیا جیسا کہ اسی حدیث کی بعض روایات میں آیا اشهد غیری میرے سوا کسی اور کو اس پر گواہ کرلو ۔ زید کے لڑکے نے جو سعی وکوشش کی اس نے بھی اچھا نہ کیا برا کیا کہ برے کام کے متعلق کوشش بھی بری ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از چوری ٹی دیناج پور مرسلہ جناب حاجی شیخ عظیم اللہ انصاری صاحب ۲۸ صفر ۱۳۸۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے چار لڑکے ہیں کیا زید ان چاروں لڑکوں کے حقوق جوان کو اس سے ملنے والے ہیں اپنی زندگی میں یک لخت غیر شخص کو دے سکتا ہے یا نہیں ؟

اگر موافق شرع کے زید کو اختیار بھی ہو تو کیا لڑکے بالکل اس سے محروم ہیں اور ان کا کوئی حق نہیں پہنچتا ؟

الجواب:۔ ہر شخص کو اپنے مال کا زندگی میں اختیار ہے چاہے کل خرچ کرڈالے یا باقی رکھے مگر اس غرض سے دوسرے کو دینا تاکہ ورثہ میراث سے محروم ہو جائیں ناجائز وحرام ہے۔ بلاوجہ شرعی وارث کو محروم کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔ حدیث میں فرمایا من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة۔ جو شخص اپنے وارث کی میراث کو قطع کرے گا اللہ تعالیٰ جنت سے اوسکی میراث کو قطع کر دیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از ناریل بازار بنارس مرسلہ جناب خان محمد و عظیم اللہ گوٹہ فروش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حاجی یار محمد مرحوم ساکن محلہ ہنومان پھاٹک شہر بنارس نے اپنے کل حقوق وجائداد مکان نمبری ۳۳/۹۴ اور زیر مکان مرحوم کی موروثی خرید کردہ جو زمین ہے اور مکان نمبری ۳۳/۹۹ میں سے نصف حصہ جسکے مالک اور حصہ دار ہیں۔ اپنے حین حیات میں موجودہ پسران ولی محمد وحبیب اللہ اور دونوں پوتے عظیم اللہ ومطیع اللہ کو ہبہ کامل کر کے مالک وقابض کر دیا۔ اور احتیاطاً ایک ہبہ نامہ بھی عدالت سرکار میں رجسٹری کرا دیا۔ جسکے مضامین یہ ہیں۔ ہم مقر کے تین بیٹے ہیں اس میں دو بیٹے ایک ولی محمد اور ایک حبیب اللہ زندہ موجود ہیں اور ایک خان محمد پسر کلاں فوت ہو گئے ان کے دو بیٹے ایک عظیم اللہ بعمر ۱۴ سال و ایک مطیع اللہ بعمر ۹ سال نابالغان موجود ہیں۔ اور میں ان سب سے خوش و رضامند ہوں اور یہ سب خدمت وطاعت کرتے ہیں۔ اور مجھے خوش رکھتے ہیں اور اب بعوض ان کے خدمت وتابعداری کے مکان نمبری ۳۳/۹۴ مذکور الصدر یعنی مسلم مکان معہ زمین وعمارت وتمامی حقوق ومرافق متعلقہ مکان مذکور بحق ولی محمد وحبیب اللہ اپنے پسران مذکور ونیز بحق عظیم اللہ ومطیع اللہ پسران نابالغان خان محمد متوفی ساکنان محلہ مذکور کو ہبہ کرتا ہوں و دیدیتا ہوں اس تصریح سے کہ ولی محمد وحبیب اللہ مذکورین ایک ایک سیومی وعظیم اللہ ومطیع اللہ مذکورین ایک سیومی حصہ میں دونوں نصف نصف کے مالک وحقدار ہیں۔ آج کی تاریخ سے ولی محمد

ایک سیومی کے مالک و قابض ہیں اور حبیب اللہ ایک سیومی کے مالک و قابض ہیں۔ اور عظیم اللہ و مطیع اللہ ایک سیومی حصہ میں نصف نصف کے مالک و قابض ہیں۔ اور ہم مقر نے اپنا قبضہ مالکانہ اٹھالیا اور موہوب علیہم کو مالکانہ قابض و دخیل کر دیا۔ اور ایسا ہی مکان نمبری ۳۳/۹ معہ زمین و عمارت مذکورہ میں سے جو میرا نصف حصہ ہے اسکو بھی مذکورین کے حق میں ہبہ کر دیا۔ اسی تصریح کیساتھ اور اس ہبہ کو موہوب علیہم نے قبول و منظور کیا اور عظیم اللہ و مطیع اللہ کا میں ولی شرعی ہوں انکی طرف سے اس ہبہ کو میں نے قبول و منظور کر لیا ہے۔ اب میرا یا میرے وارث کا مکانات موہوبہ میں کوئی حق باقی نہیں ہے۔ اگر خدانخواستہ کوئی دعویٰ کرے تو ناجائز و باطل ہو۔ اس واسطے یہ چند کلمہ بطریقہ ہبہ نامہ تحریر کر دیا کہ وقت پر کام آئے اور سند کامل رہے۔ لہذا از روئے شرع شریف یہ ہبہ نامہ درست ہے یا نہیں اور پوتوں کو روزگار و اثاث البیت سے حصہ ملیگا یا نہیں؟ بالتصریح فرمادیں؟ اور ثواب دارین حاصل کریں۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ ہبہ نامہ کی عبارت مجمل ہے، حاجی یار محمد نے اپنے دونوں مکان اپنے دونوں بیٹوں اور دونوں پوتوں کو ہبہ کئے۔ اسکی دو صورتیں ہیں آیا ہر ایک کا حصہ متعین و ممتاز کر کے ہبہ کیا، اور قبضہ دلا دیا یا بغیر تقسیم و تعیین ایک ایک ثلث ولی محمد و حبیب اللہ کو اور ایک ثلث عظیم اللہ و مطیع اللہ کو ہبہ کیا اگر پہلی صورت ہے کہ تقسیم کر کے قابض کر دیا ہے جب تو یہ ہبہ صحیح و تام و نافذ۔ اور اگر دوسری صورت ہے تو یہ ہبہ تام و نافذ نہوا کہ وقت عقد شیوع پایا گیا اور ایسا شیوع مانع تمامیت ہبہ ہے، بلکہ موہوب لہم میں بعض بالغ اور بعض نابالغ ہیں، لہذا یہ ہبہ صاحبین کے نزدیک بھی درست نہو گا ہدایہ میں ہے، اذا وھب اثنان من واحد دارا جاز وان وھبھا واحد من اثنین لایجوز عند ابی حنیفۃ وقالا یصح درمختار میں ہے وھب اثنان دارا لواحد صح لعدم الشیوع وبقلبہ لکبیرین لا عندہ للشیوع فیما یحتمل القسمۃ اما مالا یحتملہ کالبیت فیصح اتفاقا قید نا بکبیرین لانہ لو وھب لکبیر وصغیر فی عیال الکبیر اولابنیہ صغیر وکبیر لم یجز اتفاقا[1]۔ اور پوتے اپنے دادا کے اس صورت میں وارث نہیں کیوں کہ ان سے اقرب ان کے چچا موجود ہیں۔ البتہ جو کچھ انھوں نے کمایا ہے اس کے مالک ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] درمختار ج ۴ ص ۵۷۳ کتاب الھبۃ ۱۲ مصباحی

کتاب الاجارۃ

مسئلہ:۔ از شہر بریلی محلہ بہاری پور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک اچکن جامہ دار کی درزی سے سلائی اور مبلغ ۹؎ کا صرف کپڑا ہے، علاوہ سلائی کے، لیکن تراش میں اولٹا سیدھا ہوگیا۔ یعنی بوٹیوں کا سرا اوپر ہونا چاہیئے۔ وہ نیچے ہوگئے۔ اور وہ نقص اب نہیں جاسکتا۔ لہذا ایسی صورت میں درزی سے قیمت لینی جائز ہے یا نہیں۔ اور اسکی مزدوری دینی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہیکہ اگر زیادہ تفاوت ہو یعنی اس کام کے کرنے والے یہ کہیں کہ بہت فرق ہے تو اختیار ہے کہ کپڑے کی قیمت لے یا وہی سلا ہوا کپڑا۔ اور اس صورت میں سلائی وہ دے جو اس خراب سلے ہوئے کی ہونی چاہیئے، نہ وہ جو باہم ٹھہر چکی ہے اور تھوڑا فرق ہو تو تاوان لینا جائز نہیں اور صورت مسئولہ میں چونکہ بہت زیادہ تفاوت نہیں کہ کپڑا الٹا نہیں سیا گیا بلکہ بوٹیوں کا رخ جو اوپر کو ہونا چاہیئے نیچے ہوگیا، معمولی درزیوں کو اسکی تمیز بھی نہیں ہوتی، لہذا تاوان جائز نہیں، اور وہ سلائی دیجائے جو اسکی ہونی چاہیئے نہ وہ جو باہم ٹھہر چکی ہے، بحرالرائق میں ہے فی الخلاصة لو صبغ ردئیا ان لم یکن فاحشا لا یضمن وان کان فاحشا بحیث یقول اهل تلک الصناعة انه فاحش یضمن قیمته ثوب ابیض وفیها ایضاً رجل دفع الی خیاط ثوبا وقال اقطعه حتی یصیب القدم وکمه خمسة اشبار وعرضه کذا فجاء به ناقصا ان کان قدر اصبع ونحوه فلیس بشئ وان کان اکثر یضمنه۔ اگر رنگریز نے کپڑا خراب رنگ دیا اگر فاحش خرابی نہ ہو تو اس سے تاوان نہیں لیا جائے گا۔ اور اگر زیادہ خرابی ہے کہ اس کام کے کرنے والے اسے زیادہ خراب بتاتے ہوں تو اس سے سفید کپڑا کی قیمت کا تاوان لے۔ ایک شخص نے درزی کو کپڑا دیا اور یہ کہا کہ اتنا نیچا قطع کرو کہ قدم تک پہونچ جائے اور اس کی آستین پانچ بالشت کی ہو۔ اور

چوڑائی بھی اسکی ایسی ہو، اسکو چھوٹا کرلایا اگر بقدر ایک انگلی سے چھوٹا ہو تو اسکا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زائد چھوٹا ہو تو تاوان دے - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مرسلہ مولوی قادر بخش صاحب از چوہڑ کوٹ تحصیل بارکھان ملک بلوچستان غرہ جمادی الاولیٰ ۴۱ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام علیہم الرضوان اندریں مسئلہ کہ آیا ملازمت و نوکری قوم نصاریٰ کردن جائز است یا نہ خصوصاً شخصے حاجی و مولوی و متقی بمشاہرہ خمس وعشرین بعہدہ معلمی در نوکری مصروف است بعضے عالماں بعدم جواز ایں مشاہرہ قائل ؟

الجواب:- بعض ملازمت ناجائز است مثلاً ملازمت حکم کردن خلاف ما انزل اللہ و ملازمت رجسٹری کہ کاغذ سود بنویسد۔ بر گواہ می باشند۔ وغیرہما۔ واگر در کارہائے متعلقہ محذورے نبود۔ جائز ہست۔ ہمچنین تعلیم کہ اگر بتعلیم امر مباح ماموراست مثلاً حساب و اقلیدس وغیرہ اجارہ جائز ہست واگر بتعلیم عقائد باطلہ و امور منہیہ اشتغال دارد ناروا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مسئولہ عبد الغنی متعلم مدرسہ منظر اسلام ۸ ربیع الاول شریف ۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان زمیندار نے اپنی رعیت سے دو یا تین سال کے باقی خراج وصول کرنے کے وقت اصل خراج سے کچھ زیادہ لیا۔ اس غرض سے اگر یہ خراج زمیندار کے قبضے میں ہوتا تو اس سے نفع حاصل کرتا۔ چونکہ رعیت نے ادا کرنے میں تاخیر کی اس سے زمیندار کا نقصان ہوا۔ آیا اس قسم کی زیادتی لینا جائز ہے یا نہیں ؟ اور یہ سود ہوگا یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب:- کھیت کی جو مالگزاری مقرر ہو چکی ہے۔ زمیندار اتنا ہی لے سکتا ہے اگرچہ کاشتکار نے کئی سال تک ادا نہ کی ہو اس سے زیادہ لینا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مسئولہ جناب عبد العزیز صاحب محلہ سکروال قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد ۲۸ رجب ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو مسلمان ایسے ہوٹل میں ملازم ہوئے کہ جس میں گوشت خنزیر کا پکتا تھا اور بھی ہر قسم کا گوشت پکتا تھا ان دونوں میں سے ایک کا یہ کام تھا کہ ڈھکی ہوئی رکابی اوٹھا کر ایک دوسرے مسلمان کو دیتا تھا جو میز پر رکھتا تھا لیکن ان

دونوں کو علم نہ تھا کہ اس ڈھکی ہوئی رکابی میں کیا ہے جو کہ ظاہر ہیں گوشت خنزیر سے پرہیز کرتا تھا اب ان دونوں کے حق میں کیا حکم ہے۔ آیا شرعاً کوئی کفارہ ہے جو ادا کرکے یہ دونوں برادری میں شامل ہو جائیں؟

الجواب:۔ جبکہ یہ معلوم تھا کہ اس ہوٹل میں خنزیر کا گوشت پکتا ہے اور ان دونوں کے متعلق یہ کام تھا کہ کھانا میز تک پہنچائیں۔ تو ایسے ہوٹل میں انھیں ملازمت ہی نہ چاہئے تھی۔ توبہ کرکے برادری میں شامل ہو جائیں، حدیث میں ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ فیض اللہ ساکن محلہ معماران بریلی ۱۳۴۱ھ ۲۹ شوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام باڑہ اس شرط پر کہ پانچ روپیہ ماہواری کو سرکاری مدرسہ نسوانی کیواسطے دیا گیا تھا کہ کلام مجید اور شرع کی کتابیں پڑھائی جاوینگی اب کلام مجید اور مسائل کی کتابیں نہیں پڑھائی جاتی ہیں، حساب اور اردو کی کتابیں مدرسہ کی تعلیم کی پڑھائی جاتی ہیں اور عیسائیں آکر امام باڑہ میں لڑکیوں کا امتحان لیتی ہیں۔ اب امام باڑہ ان سے خالی کرلیا جاوے یا ان کے پاس رہنے دیا جاوے اسمیں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ مسلمان لڑکیوں کے پاس عیسائی عورتوں کا آنا اور ان کا امتحان لینا اخلاق خراب ہونے کا سبب ہے اور انھیں دیکھ کر لڑکیاں بھی آزادی پسند ہو جائیں گی۔ اور یہ فتنہ کا دروازہ ہے ایسے مدرسہ میں مسلمان اپنی لڑکیوں کو نہ بھیجیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔ اگر مسلمان عورتیں تعلیم قرآن مجید و مسائل شرع کی دیں اور عیسائی عورتوں سے سابقہ نہ پڑے تو مکان دیا جائے ورنہ مدرسہ اٹھا دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ رحمت حسین ساکن محلہ بہاری پور بریلی یکم ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں امام باڑہ پنجاتی عرصہ دراز سے خالی پڑا رہتا تھا جسمیں کہ غلاظت کرتے تھے اور جوا وغیرہ ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے کیرایہ پر جنگی کو دے دیا گیا۔ جسمیں مدرسہ تعلیم نسواں جاری ہو گیا۔ اسمیں تعلیم اردو و قرآن شریف کی ہوتی ہے۔ کافروں کی

کوئی زبان نہیں سکھائی جاتی۔ اس کے کیرایہ کی آمدنی تعمیر ومرمت مسجد میں صرف ہوتی ہے۔ کثرت رائے مدرسہ قائم رکھنے کی ہے۔ چند آدمی اسکے خلاف ہیں۔ اس میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ آیا مدرسہ قائم رکھا جاوے یا خالی کرالیا جائے؟

الجواب:۔ اگر اس مدرسہ میں لڑکیوں کو قرآن مجید ومسائل شرع کی تعلیم دی جاتی ہو تو مسلمان اپنی لڑکیوں کو اسمیں پڑھوا سکتے ہیں۔ جبکہ عیسائی عورتیں یا دیگر کفار عورتوں کی صحبت مسلمان لڑکیوں کو نہ ہوتی ہو۔ اور وہ امام باڑہ چونگی کو کیرایہ پر دیا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا حکم ہے علمائے دین وخلیفہ مرسلین کا مسائل ذیل میں۔ کہ کیبو کی مسجد کی دکان کسی تصویر کھینچنے والے کو دیجا سکتی ہے یا نہیں درانحالیکہ اس مسجد کے گرد وپیش ایسے ہی دوکاندار ہیں جو انگریزوں کے ہاتھ کاروبار کرتے ہیں، نیز مسجد مذکور کے جو ممبر اور چندہ دہندہ ہیں ان کا بھی کام وکاروبار انگریزوں سے ہے؟

الجواب:۔ اس شخص کو دکان کیرایہ پر دیجا سکتی ہے۔ مگر یہ کہکر نہ دیں کہ اس میں تصویر کھینچئے۔ اب یہ اسکا فعل ہے کہ تصویر بناتا ہے اور عذاب آخرت مول لیتا ہے۔ پھر بھی بہتر یہ ہے کہ مسجد کے آس پاس خصوصاً دکان مسجد کو محرمات سے پاک رکھیں۔ اور ایسے کو کیرایہ پر دیں جو جائز پیشہ کرتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ اسمٰعیل صالح محمد از راناواد ضلع کاٹھیاوار ۴ ذی الحجہ ۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میت پر قرآن شریف پیسہ لیکر پڑھا جائے کہ نہیں اور قرآن شریف پڑھ کر پیسہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ قرآن مجید کی تلاوت پر اجرت لینا ناجائز ہے۔ اور اس طرح پڑھوانے کا کچھ ثواب نہیں۔ بلکہ گناہ ہے، جوہرہ نیرہ میں ہے واختلفوا فی الاستئجار علی قراءۃ القرآن مدۃ معلومۃ قال بعضھم لایجوز وھو المختار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ محمد فاروق از رسڑا بلیا ۶ ذی الحجہ ۴۱ھ

بکری اس طرح چرانے کو دینا کہ اسکے بچوں میں نصف چرانے والے کو دیے جائیں جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ بکری یا مرغی یا کوئی جانور چرانے کو اسطرح دینا کہ بچے نصف نصف تقسیم کر دیے جائیں گے۔ یعنی چرائی میں آدھے بچے دیے جائینگے یہ ناجائز ہے۔ درمختار میں ہے۔ ولو دفع غزلا لاخر لینسجه له بنصفه ای بنصف الغزل او استاجر بغلا یحمل طعامه ببعضه او ثورا لیطحن بره ببعض دقیقه فسدت فی الکل لانه استاجره بجزء من عمله والاصل فی ذالك نهیه صلی الله علیه وسلم عن تفیز الطحان[1]۔ ہاں اگر بکری کے مثلاً دو بچے ہیں اور ایک معین کرکے چرواہے کو دیا اور دوسرا اپنے لئے رکھا تو جائز ہے۔ یعنی جبکہ بکری کو بچے دینے کے بعد چرانے کو دیا۔ اور بیانے سے قبل یہ صورت ہو نہیں سکتی۔ درمختار میں ہے والحیلة ان یفرزله الاجر اولا یا ماہوار یا سالانہ چرائی مقرر کر کے دیں جیسے گائے بھینس چرانے کو دیتے ہیں یہ بھی جائز ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ مولوی عبدالعزیز امام کلس داخلی سیر ضلع ہزارہ ۱۱ ذی الحجہ ۴۱ھ
میت کیواسطے قرآن عظیم کا ختم پڑھانا میت کو ثواب حاصل ہو سکتا ہے یا نہ ؟

الجواب :۔ قرآن مجید پڑھکر میت کو ثواب پہنچانا جائز بلکہ مستحسن ہے۔ ہاں قرآن مجید کی تلاوت پر اجرت لینا دینا ناجائز ہے کہ طاعات پر اجارہ صحیح نہیں۔ الا ما استثنی المتاخرون وھٰذہ لیست منہ اور جب اجرت پر پڑھنے کا کچھ ثواب ہی نہیں تو میت کو کیا پہنچیگا۔ واللہ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ شاہ قمرالدین صاحب امام مسجد کلاں جامع مدرسہ معینیہ از پوکرن مارواڑ ریاست جودھپور ۲ ربیع الاول شریف ۴۲ھ
شادی کے موقعہ پر جو قوم خدمت گار ہے۔ مثل سقہ و خاکروب و نائی وغیرہ کو حق خدمت کچھ دینا جائز ہے یا نہیں۔ ؟

الجواب :۔ مواقع خوشی میں ان لوگوں کو اگر بطور انعام کچھ دیا جائے تو کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] درمختار ج ۵ ص ۴۰ ۔ کتاب الاجارہ ۔ مصباحی

مسئلہ:۔ مرسلہ حفیظ اللہ طالب علم الہ آباد۔ محلہ یاقوت گنج مدرسہ عالیہ مصباح العلوم درجہ عالم ۲۴/ ربیع الآخر ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے امام کے متعلق متولیان مسجد یہ طریقہ رائج کریں کہ جسوقت کے نماز میں وہ امام نہ آئے اس وقت کی تنخواہ وضع کرتے ہیں یعنی اس وقت کی تنخواہ نہیں دیتے، کیا یہ عند الشرع جائز ہے اور اس میں امام کی کوئی توہین تو نہیں ہوگی فقط۔ بینوا توجروا

اور کسی جزئیہ سے اسکا ثبوت تحریر کریں؟

الجواب:۔ جب وہ امام نماز پڑھانے کیلئے نوکر ہے تو جن وقتوں کی نماز نہ پڑھائے گا ان وقتوں کی تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا کہ اجیر خاص جب تک تسلیم نفس نکرے مستحق اجر نہیں اور اگر یہ پڑھانے کیلئے تیار تھا مگر لوگوں نے دوسرے سے پڑھوالی تو مستحق اجر ہے۔ درمختار میں ہے۔ ویستحق الاجر بتسلیم نفسہ فی المدۃ وان لم یعمل۔ طحطاوی میں ہے۔ فیستحق الاجر بذالک (ای بتسلیم نفسہ) عمل اولم یعمل اھ زیلعی الا اذا ابی العمل ولو حکما کمرض اومطر فلا اجر لہ اھ درمنتقی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اجرت تعلیم قرآن کا کیا حکم ہے آیا جائز ہے یا نہیں؟

یہاں یہ طریقہ ہے کہ ختم سورہ انعام تین بار پڑھتے ہیں اور ثواب مردہ کو بخشتے ہیں اور اس کا ہدیہ بھی لیتے ہیں اور کھانا بھی کھاتے ہیں آیا مردہ کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ اجرت تعلیم متاخرین فقہاء حنفیہ کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے ایصال ثواب کیلئے جو قرآن مجید پڑھوایا جاتا ہے اسکی اجرت لینا دینا ناجائز اور بغیر اجرت ایصال ثواب کیلئے تلاوت قرآن مجید محمود اور پڑھنے والے کو کھانا کھلانا یا کچھ ہدیہ دیدینا بھی جائز اگر المعروف کالمشروط کی حد کو نہ پہنچا ہو۔ ورنہ پیشتر نفی کردیجائے کہ اس کا عوض کچھ نہ دیں گے

پھر جو ہو سکے اسکی خدمت کیجائے اس میں اصلاً حرج نہیں کہ "الصریح یفوق الدلالۃ، واللہ اعلم

مسئلہ:۔ از پالی مارواڑ ریاست جودھپور مرسلہ سید قمر الدین صاحب امام مسجد جامع ۲۸ شوال ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں قصبہ پالی ملک مارواڑ ریاست جودھپور میں قاضی کو نکاح خوانی کی اجرت اکثر لوگ دیتے ہیں اور بعض قومیں سید و پیرزادہ وغیرہ نہیں دیتے ہیں اسلئے کہ وہ خود نکاح پڑھاتے ہیں، مجھ قمر الدین پیش امام مسجد جامع نے اپنے قدیمی دستور کے موافق اپنی ہمشیرہ اور ہر سہ برادر نے وہاں کا نکاح پڑھایا۔ قاضی نے اجرت نکاح کا دعویٰ عدالت میں پیش کیا اور پے در پے ہر سہ عدالت سے ڈگری حاصل کر کے آخر کار اب ایک رپورٹ چیف جج صاحب کے اجلاس سے یہ دعویٰ مدعی احکام شرع کی محتاج طے پایا جاکر بقائمی سقینات و تحقیقات و تجویز بعد دیکھنے عدالت ماتحت میں واپس رکھا گیا ہے اس لئے سوالات مندرجہ ذیل کے جوابات از روئے شرع شریف بحوالہ کتب فقہ و حدیث پاک مفصل تحریر فرما کر اجر عظیم حاصل فرماویں؟

(۱) از روئے شریعت قاضی جبراً اجرت نکاح کے حاصل کرنے کا مستحق ہے یا نہیں؟

(۲) مسائل نکاح و محرمات و رضاعت و طلاق و عدت وغیرہ وغیرہ سے ناواقف ہو وہ شخص قابل عہدہ قضاۃ ہے یا نہیں؟

(۳) عہدۂ قضاۃ کون کون کتب تحصیل کرنے اور کس قدر علم کی ضرورت ہے؟

(۴) قاضی کو احکام شریعت کے مقابلہ میں ریاست ہذا کا حکم غالب سمجھنا چاہیئے یا نہیں؟

الجواب:۔ نکاح خواں جسکو لوگ قاضی کہتے ہیں یہ شرعاً قاضی نہیں اس کا قاضی کہنا عام لوگوں کی اصطلاح ہے لہذا شرائط قضا کی بھی اس میں ضرورت نہیں عموماً نکاح خواں ایسے ہوتے ہیں جنکو قاضی کہنا عہدۂ قضا کو ذلیل کرنا ہے یہ قاضی عرفی وکیل و معبر ہوتا ہے کہ الفاظ ایجاب کہکر قبول کرانا اس کا کام ہوتا ہے اس کیلئے بس اتنی ہی ضرورت ہے کہ ایجاب و قبول کے الفاظ صحیح طور پر کہہ سکے اور کہلا سکے اسکے لئے نہ عالم ہونیکی ضرورت نہ نکاح و طلاق

مسئلہ:- مرسلہ حفیظ اللہ طالب علم الہ آباد۔ محلہ یاقوت گنج مدرسہ عالیہ مصباح العلوم درجہ عالم ۲۴؍ ربیع الآخر ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے امام کے متعلق متولیان مسجد یہ طریقہ رائج کریں کہ جس وقت کے نماز میں وہ امام نہ آئے اس وقت کی تنخواہ وضع کرتے ہیں یعنی اس وقت کی تنخواہ نہیں دیتے، کیا یہ عند الشرع جائز ہے اور اس میں امام کی کوئی توہین تو نہیں ہوگی فقط۔ بینوا توجروا

اور کسی جزئیہ سے اسکا ثبوت تحریر کریں؟

الجواب:- جب وہ امام نماز پڑھانے کیلئے نوکر ہے تو جن وقتوں کی نماز نہ پڑھائے گا ان وقتوں کی تنخواہ کا مستحق نہ ہوگا کہ اجیر خاص جب تک تسلیم نفس نکرے مستحق اجر نہیں اور اگر یہ پڑھانے کیلئے تیار تھا مگر لوگوں نے دوسرے سے پڑھوالی تو مستحق اجر ہے۔ درمختار میں ہے۔ ویستحق الاجر بتسلیم نفسہ فی المدۃ وان لم یعمل۔ طحطاوی میں ہے۔ فیستحق الاجر بذالک (ای بتسلیم نفسہ) عمل اولم یعمل اھ زیلعی الا اذا ابی العمل ولو حکما کمرض او مطر فلا اجر لہ اھ درمنتقی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اجرت تعلیم قرآن کا کیا حکم ہے آیا جائز ہے یا نہیں؟

یہاں یہ طریقہ ہے کہ ختم سورہ انعام تین بار پڑھتے ہیں اور ثواب مردہ کو بخشتے ہیں اور اس کا ہدیہ بھی لیتے ہیں اور کھانا بھی کھاتے ہیں آیا مردہ کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟

الجواب:- اجرت تعلیم متاخرین فقہاء حنفیہ کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ایصال ثواب کیلئے جو قرآن مجید پڑھوایا جاتا ہے اسکی اجرت لینا دینا ناجائز اور بغیر اجرت ایصال ثواب کیلئے تلاوت قرآن مجید محمود اور پڑھنے والے کو کھانا کھلانا یا کچھ ہدیہ دیدینا بھی جائز اگر المعروف کالمشروط کی حد کو نہ پہنچا ہو۔ ورنہ پیشتر نفی کر دیجائے کہ اس کا عوض کچھ نہ دیں گے

پھر جو ہوسکے اسکی خدمت کیجائے اس میں اصلاً حرج نہیں کہ "الصریح یفوق الدلالۃ، واللہ اعلم

مسئلہ:۔ از پالی مارواڑ ریاست جودھپور مرسلہ سید قمر الدین صاحب امام مسجد جامع ۲۸ شوال ۱۳۴۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں قصبہ پالی ملک مارواڑ ریاست جودھپور میں قاضی کو نکاح خوانی کی اجرت اکثر لوگ دیتے ہیں اور بعض تو میں سید و پیرزادہ وغیرہ نہیں دیتے ہیں اسلئے کہ وہ خود نکاح پڑھاتے ہیں، مجھ قمر الدین پیش امام مسجد جامع نے اپنے قدیم دستور کے موافق اپنی ہمشیرہ اور ہرسہ برادر نے وہاں کا نکاح پڑھایا۔ قاضی نے اجرت نکاح کا دعویٰ عدالت میں پیش کیا اور پے در پے ہرسہ عدالت سے ڈگری حاصل کر کے آخر کار اب ایک رپورٹ چیف جج صاحب کے اجلاس سے یہ دعویٰ مدعی احکام شرع کی محتاج طے پایا جا کر بقائمی سقینات و تحقیقات و تجویز بعد دیکھنے عدالت ماتحت میں واپس رکھا گیا ہے اس لئے سوالات مندرجہ ذیل کے جوابات از روئے شرع شریف بحوالہ کتب فقہ و حدیث پاک مفصل تحریر فرما کر اجر عظیم حاصل فرمادیں؟

(۱) از روئے شریعت قاضی جبراً اجرت نکاح کے حاصل کرنے کا مستحق ہے یا نہیں؟

(۲) مسائل نکاح و محرمات و رضاعت و طلاق و عدت وغیرہ وغیرہ سے ناواقف ہو وہ شخص قابل عہدہ قضاۃ ہے یا نہیں؟

(۳) عہدۂ قضاۃ کون کون کتب تحصیل کرنے اور کس قدر علم کی ضرورت ہے؟

(۴) قاضی کو احکام شریعت کے مقابلہ میں ریاست ہذا کا حکم غالب سمجھنا چاہیئے یا نہیں؟

الجواب:۔ نکاح خواں جسکو لوگ قاضی کہتے ہیں یہ شرعاً قاضی نہیں اس کا قاضی کہنا عام لوگوں کی اصطلاح ہے لہذا شرائط قضا کی بھی اس میں ضرورت نہیں عموماً نکاح خواں ایسے ہوتے ہیں جنکو قاضی کہنا عہدۂ قضا کو ذلیل کرنا ہے یہ قاضی عرفی وکیل و معبر ہوتا ہے کہ الفاظ ایجاب کہکر قبول کرانا اس کا کام ہوتا ہے اس کیلئے بس اتنی ہی ضرورت ہے کہ ایجاب و قبول کے الفاظ صحیح طور پر کہہ سکے اور کہلا سکے اسلئے نہ عالم ہونیکی ضرورت نہ نکاح و طلاق

کے مسائل جاننے کی حاجت، نکاح خواں کو اجرت نکاح خوانی لینا جائز ہے۔ مگر اجرت اسوقت لے سکتا ہے جب اس نے نکاح پڑھایا بھی ہو ورنہ بغیر عمل گھر بیٹھے ہوئے اجرت ہرگز نہیں لے سکتا بلکہ یہ بھی ضرور نہیں کہ یہی لوگوں کے نکاح پڑھائے نکاح کرنے والوں کو اختیار ہے جس سے چاہیں پڑھوائیں اور اگر اس قاضی نے جبراً اجرت لی تو گناہ و حرام ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون۔ حکم شریعت کے مقابلہ میں کسی کا حکم نہیں ان الحکم الا للہ اگر حکم خدا کے مقابل دوسرے کے حکم کو حق جانا تو کفر ہے من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون واللہ اعلم

از جگدل ضلع چوبیس پرگنہ مرسلہ عبدالوحید ۷ محرم الحرام ۴۶ھ

مسئلہ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بے تنخواہ مسجد میں نماز پڑھاتا ہے۔ لوگ اسے عیالدار سمجھکر صدقہ فطرہ وقربانی کے چمڑہ دیا کرتے ہیں اب کچھ عرصہ سے بعض غیر مقلدوں نے لوگوں کو ورغلایا ہے۔ کہ صدقہ فطرہ اور پوست قربانی کھانے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے۔ اسے صدقہ فطراور پوست قربانی نہ دینا چاہئے۔ لہذا لوگ امام کے پیچھے نماز پڑھنے اور فطرہ وپوست قربانی دینے سے باز رہے۔ اسکی بابت صحیح حکم کیا ہے اور ایک دو روپیہ امام کو دینا یہ فطرہ ہے یا نہیں؟

۲ اور اگر زید سے قبل کہا گیا ہو کہ مسجد میں امامت کرو۔ تمہاری حاجت کو ہم لوگ فطرہ عید وچرم قربانی سے پوری کر دیا کریں گے۔ اسکی بابت کیا حکم ہے؟

۳ اگر کسی کی تنخواہ مقرر نہو۔ اور تعلیم وتدریس دیتا ہو۔ اور لڑکوں کے والدین بوجہ مفلسی کے مشاہرہ نہ دیتے ہوں۔ تو اس حالت میں مدرس چرم قربانی اور فطرہ عید سے اپنی تنخواہ لے سکتا ہے؟

۴ زید قبل اپنی تنخواہ مقرر کرتا ہے۔ کہ میں اس قدر تنخواہ لونگا تو امامت کروں گا؟

الجواب (۱): ۔ صدقہ فطر کا مصرف وہ ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے درمختار میں ہے۔ وصدقۃ الفطر کالزکاۃ فی المصارف۔ لہذا اگر امام اسکا اہل ہو تو اسے دے سکتے ہیں

اور چرم قربانی امام کو دینے میں اصلا کوئی مضایقہ نہیں، حدیث شریف میں ہے کلوا وادخروا وائتجروا۔ اگر امام مذکور عیال دار ہے اور اسے صاحب حاجت سمجھکر دیں تو باعث ثواب ہے درمختار و عالمگیری وغیرہما میں ہے۔ ویتصدق بجلدھا۔ صدقہ فطر میں اگرچہ افضل یہ ہے کہ ایک شخص کا صدقہ ایک کو دیا جائے اور اگر ایک صدقہ چند فقیروں پر تقسیم کر دیں یا چند صدقے ایک فقیر کو دیں جب بھی جائز ہے درمختار میں ہے۔ وجاز دفع کل شخص فطرتہ الی مسکین او مساکین علی ما علیہ الاکثر وبہ جزم فی الولوالجیۃ والخانیۃ والبدائع والمحیط وتبعھم الزیلعی فی الظھار من غیر ذکر خلاف وصححہ فی البرھان فکان ھو المذھب کتفریق الزکاۃ والامر فی حدیث اغنوھم للندب[1]۔ یونہی گیہوں یا جو وغیرہ کی جگہ انکی قیمت دینا بھی جائز ہے بلکہ بعض صورت میں افضل، تنویر الابصار میں ہے ودفع القیمۃ افضل من دفع العین علی المذھب۔ درمختار میں ہے وھذا فی السعۃ اما فی الشدۃ فدفع العین افضل کما لا یخفی۔ لہذا اگر صدقہ فطر میں سے دو ایک پیسہ کسی کو دیا جائے تو دے سکتے ہیں یعنی صدقہ کی قیمت متعدد فقراء پر تقسیم کر سکتے ہیں۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ صدقہ فطر و پوست قربانی کھانے والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی وہ غلط کہتا ہے اگر وہ اہل ہے تو صدقہ فطر لینے میں کون سا گناہ ہوا اور پوست قربانی تو محتاج ہو یا نہ ہو بہر حال دے سکتے ہیں پھر اس کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج ۲ اگر یہ کہنا براہ ہمدردی وعدہ کے طور پر ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں وہ لوگ دے سکتے ہیں اور وہ شخص لے سکتا ہے اور اگر اس سے مقصود اسکو نوکر رکھنا ہے تو یہ اجارہ فاسدہ ہے کہ اجرت مجہول ہے اور امام نے نماز پڑھائی تو اجرت مثل دینی پڑیگی یعنی اتنوں دنوں نماز پڑھانے کی جو اجرت ہونی چاہیئے وہ اسے دیجائے، درمختار میں ہے تفسد الاجارۃ بالشروط المخالفۃ لمقتضی العقد فکل ما یفسد البیع یفسدھا کجھالۃ ماجور او اجرۃ الخ نیز اسی میں ہے وحکم الاول وھو الفاسد وجوب اجر المثل بالاستعمال، اور اس صورت میں صدقہ فطر اور

[1] درمختار ج ۲ ص ۸۵ باب الفطر۔ مصباحی

پوست قربانی اجرت میں نہیں دے سکتے صدقہ فطر تو ظاہر ہے کہ وہ مثل زکوٰۃ کسی معاوضہ میں نہیں دیا جاسکتا اور پوست قربانی اس شخص کو ویسے دے سکتے ہیں اجرت میں نہیں دے سکتے کہ اجرت میں دینا بمنزلہ بیع کے ہے اور حدیث میں آیا ہے۔ من باع جلد اضحیۃ فلا اضحیۃ لہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج ۳ تنخواہ میں نہ صدقہ فطر دیا جاسکتا ہے نہ چرم قربانی جیسا کہ نمبر ۲ میں مذکور ہوا۔ ہاں اگر اس شخص نے مفت بلا تنخواہ پڑھایا اور اس نے اسکو مستحق سمجھ کر صدقہ فطر اور چرم قربانی دیا تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج ۴ امام کو نوکر رکھنا اور اسکی تنخواہ کا پیشتر معین کرلینا متاخرین نے جائز کہا اور اب اسی پر فتویٰ ہے درمختار میں ہے ویفتی الیوم بصحتھا لتعلیم القران والفقہ والامامۃ والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قیل فیجب المسمیٰ بعقد واجر المثل اذا لم تذکر مدۃ شرح وھبانیہ من الشرکۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ جناب ابراہیم محمد عمر و صاحب از بھروچ گجرات۔

کیا حکم ہے شرع مطہر کا کہ ضلع بھروچ گجرات میں ہر جگہ امام کو نماز پڑھانے پہ کوئی تنخواہ مقرر نہیں بلکہ اہل دیہات نے یہ مقرر کیا ہوا ہے کہ شادی غمی میں مثلاً ختم خوانی یا نکاح خوانی کے وقت کوئی رقم مقرر کی ہوئی ہے۔ اگر مقرر رقم نہ کی جائے تو بعض خود غرض ایک پائی بھی نہ دیوے۔ بعض جگہ علاوہ مقررہ رقم کے قدرے زمین بھی دی ہوئی ہے۔ جو گذر کیلئے غیر کافی ہے۔ اور یہ بات بھی مشکل ہے کہ چندہ جمع کر کے امام صاحب کو تنخواہ دی جاوے اور جہاں تک گذر ہوا امام صاحب کا قائم رہنا بھی مشکل ہے۔ مذکورہ مقررہ رقم کے سوائے دوسری سبیل گذر کی نہیں ہے۔ اب یہ رقم اہل دیہات کا مقرر کرنا جائز ہے یا ناجائز اور کیا مسجد کی رقم سے امام کو تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ مسجد کی آمدنی سے امام کو تنخواہ دی جاسکتی ہے۔ کہ حسب فتویٰ متاخرین

جب امام کو نوکر رکھنا جائز ہے۔ اور اب اسی پر عمل ہے۔ تو آمدنی مسجد کو اس کام میں صرف کیا جا سکتا ہے کہ امام کو رکھنا بھی ضروریات مسجد سے ہے۔ یونہیں امام کو نکاح خوانی کی اجرت بھی دی جا سکتی ہے۔ تلاوت قرآن پر اجرت لینا دینا ناجائز ہے۔ ہاں اگر بطور احسان اسکو کچھ دیا جائے نہ بطور اجرت تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از بریلی شریف ڈاکخانہ انبریٹ نگر ساکن صالح نگر مرسلہ جناب حاجی کفایت حسین صاحب ۷، شعبان المعظم ۴۷ھ

آرے کشی، بڑھئی، دری سازی وغیرہ وغیرہ کے کام کرنیوالا کاریگر اکثر کارخانہ دار سے قرض روپیہ لیتے ہیں۔ اور وعدہ ادا کرنے کا کرتے ہیں مگر کوئی بھی ادا نہیں کرتے۔ بعض کے دسنادیز تک ہو جاتے ہیں۔ اب وہ روپیہ کل کارخانہ دار کو جب ملیگا جب کاریگر کسی اور کارخانہ دار کے یہاں جائے ورنہ نہیں۔ اگر کام نہیں کرے تو روپیہ مل نہیں سکتا۔ اگر اور کوئی کام کرے جب ملیگا جب بھی روپیہ نہیں مل سکتا ہے۔ لہذا یہ روپیہ کس حیثیت پر ہے کہ روپیہ میں کاریگر رہن ہوتا ہے۔ یا روپیہ کاریگر کی قیمت ہے اگر کاریگر فوت ہو جائے تو قرضہ ساتھ جائے گا؟

الجواب:۔ آدمی نہیں رہن ہے اسکا روپیہ اسکے ذمہ ہے جس طرح چاہے وصول کرے ہاں اگر اس روپیہ کیوجہ سے اجرت میں کمی کیجاتی ہو تو یہ ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید میونسپلٹی میں ملازم ہے، اور اسکے سپرد کام یہ ہے کہ بھینسے جو میونسپلٹی کی جانب سے غلیظ و کوڑا وغیرہ اٹھوانے کو پالے گئے ہیں۔ انکی نگرانی کھانے پینے کا انتظام کرے، زید کو میونسپلٹی سے بھوسہ دانہ وغیرہ ملتا ہے، ان چیزوں میں سے زید اپنے صرفہ میں و نیز اپنے اعزہ کے صرفہ میں بھی لاتا ہے، اسکا خیال یہ ہے کہ یہ کافر حربی کا مال ہے، اور بلا غدر ملتا ہے، لہذا میں اپنے صرفہ میں کیوں نہ لاؤں، اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے، میونسپلٹی کی چیزیں گورنمنٹ کی سمجھی جائیگی یا نہیں، کیونکہ اگرچہ گورنمنٹ نے میونسپلٹی ہندوستانیوں کے ہاتھ دیدی ہے، لیکن

جس وقت جو کچھ چاہے گورنمنٹ کر سکتی ہے ایسی حالت میں میونسپلٹی گورنمنٹ کی سمجھنا چاہیئے یا نہیں؟ شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ زید چونکہ مینوسپلٹی کا ملازم ہے، اور مینوسپلٹی کے جانوروں کی خوراک وغیرہ کا انتظام اس کے سپرد ہے۔ لہذا زید کو ہرگز یہ جائز نہیں کہ ان چیزوں میں خود تصرف کرے یا اپنے اعزہ کو کھلائے کہ ملازم کے پاس جو چیزیں کسی کام کیلئے دی جائیں وہ امانت ہوتی ہیں، اونکے غیر میں صرف کرنا خیانت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تخونوا الامانات لاھلھا، امانت میں خیانت حرام ہے، حدیث میں فرمایا آیۃ المنافق ثلث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا ائتمن خان، اور ایک روایت میں ہے۔ واذا عاھد غدر کوئی معاہدہ کرکے اسکے خلاف کرنا بھی منافق کی علامت ہے، اسکا یہ خیال کہ یہ مال بلا غدر ملتا ہے غلط خیال ہے یہ کھلا ہوا غدر موجود ہے، کہ جب اس نے ملازمت کی تو تمام امور کا جو اس ملازمت سے متعلق ہیں عہد کر لیا، اور جو کام شرائط ملازمت کے خلاف کریگا غدر ہو جائیگا۔ غدر کے معنی عہد توڑنے کے ہیں اور بلاشبہ اس نے عہد کو توڑا پھر غدر کیوں نہ ہوا اور اگر فرض بھی کیا جائے کہ اس نے کوئی معاہدہ نہیں کیا ہے، لہذا غدر نہیں ہے تو امانت میں خیانت تو اب بھی ہے اور خیانت بھی غدر ہے۔ لہذا کافر حربی نے اگر اسکے پاس کوئی امانت رکھی ہو تو اسمیں بھی خیانت نہیں کر سکتا۔ درمختار میں ہے ولا یضمن ماھلک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان لان شرط الضمان فی الامانۃ باطل کالمودع، یعنی اجیر کے پاس جو چیز ہے وہ امانت ہے ہلاک ہو جائے تو ضمان لازم نہیں اگرچہ بوقت اجارہ شرط کر لیا ہو کہ ہلاک ہونے پر تاوان دیگا۔ کہ امانت میں ضمان کی شرط باطل ہے، بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مینوسپلٹی کی چیزیں گورنمنٹ کی ہیں۔ چونکہ اس مد کی آمدنی کو گورنمنٹ نے رفاہ عام میں خرچ کرنیکے واسطے طے کر لیا ہے۔ لہذا اسمیں خرچ کرتی ہے اور اسکا انتظام ہندوستانیوں کے سپرد کر دیا ہے، اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ گورنمنٹ کو اس سے تعلق نہیں

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سب رجسٹراری مثل تحصیلداری وغیرہ کے ناجائز کیوں ہے، اور سب رجسٹراری کی تنخواہ اعلیٰ حضرت نے ناجائز فرمایا ہے، اسکے وجوہ مفصل مطابق شرع شریف کے بیان فرمائیے؟

الجواب:۔ سب رجسٹرار یا رجسٹرار دستاویز کا گواہ ہوتا ہے، جب تک اوسکے دستخط نہوں دستاویز کی تکمیل نہیں ہوتی، اگرچہ اپنے نام کے ساتھ وہ گواہ شد نہ لکھے مگر وہ یقیناً گواہ ہے بلکہ جس دستاویز میں کوئی لین دین ہو تو روپیہ اسکے سامنے دیا جاتا ہے جسکو وہ خود گن کر لکھتا ہے کہ میرے سامنے اتنا روپیہ دیا گیا۔ اور مقدمہ میں ضرورت ہوتی ہے تو رجسٹرار بھی گواہی کیلئے جاتا ہے اور گواہی دیتا ہے پس جبکہ وہ گورنمنٹ کی طرف سے اسواسطے مقرر ہے کہ اسکی گواہی کے ثبت ہونے کے بعد دستاویز قابل قبول وتسلیم ہوتی ہے ورنہ نامقبول ومردود تو چونکہ دستاویز اکثر سودی بھی ہوتی ہے جس میں سود کا لین دین بھی تحریر ہوتا ہے۔ اور یہ اسکا گواہ ہوتا ہے اور اسکی تصدیق وگواہی سے انکار نہیں کرسکتا کہ یہ گورنمنٹ کیطرف سے اسی کام پر مامور ہے۔ لہذا سودی دستاویز پر بھی اسے اپنی گواہی ثبت کرنی ضروری ہے اور سودی دستاویز پر گواہی حرام ہے۔ لہذا یہ نوکری جسکے لوازم سے سودی گواہی بھی ہے حرام ہوئی صحیح مسلم شریف میں مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی وہ فرماتے ہیں لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٰکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ قال وھم سواء۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود لینے والے اور سود دینے والے اور اسکی دستاویز لکھنے والے اور اسکی گواہی کرنے والوں پر لعنت فرمائی کہ یہ سب برابر ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ اعلم

مسئلہ:۔ از مقام چینگائل مسجد ڈاکخانہ چکاسی ضلع ہوڑہ مرسلہ مولوی محمد شمس الحق صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بکری عمرو کو اس شرط پر دی کہ تم اسکو چراؤ اور اسکی پرورش کرو جب بچے پیدا ہونگے تو نصف ہمارا اور نصف تمہارا اور اگر ایک بچہ پیدا ہوگا تو اسکی قیمت آپس میں تقسیم کرلینگے تو کیا اس طرح کا لین دین جائز ہے

اور زید کے حصہ میں جو بچہ آیا اسکی قربانی جائز ؟ اگر ناجائز ہے تو کیوں ؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ جانور کو اس طرح چرائی پر دینا کہ جو بچہ پیدا ہوگا۔ اسکے نصف کا حق دار چرانے والا ہوگا ناجائز ہے اور یہ اجارہ فاسدہ ہے، اولاً یہ کہ جو اجرت مقرر ہوئی وہ مجہول ہے معلوم نہیں بچہ زندہ پیدا ہوگا یا مردہ پیدا ہوگا۔ اور زندہ پیدا ہو تو معلوم نہیں ایک پیدا ہوگا یا کئی ہونگے۔ اور اجرت مجہول ہونے سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے۔ درمختار میں ہے وتفسد بجهالة المسمی كله او بعضه ثانیا یہ اجیر جس چیز میں کام کریگا یعنی جو جانور چرائے گا اسی میں سے ایک حصّہ اپنی اجرت میں لیگا۔ اور ایسا اجارہ صحیح نہیں ۔ ہدایہ میں ہے۔ ومن دفع الی حائك غزلا لينسجه بالنصف فله اجر مثله و وكذا اذا استاجر حمارا يحمل عليه طعاما بقفيز منه فالاجارة فاسدة لانه جعل الاجر بعض ما يخرج من عمله فيصير فی معنی قفيز الطحان وقد نهى النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم عنه۔ بالجملہ یہ اجارہ صحیح نہیں بکری کے جتنے بچے پیدا ہوں گے سب کا مالک زید ہی ہے کہ بچے اسی کی ملک ہوتے ہیں جسکی بکری ہو۔ عمرو کو اس صورت میں اتنے دنوں کی چرائی کی اجرت مثل دیجائیگی۔ یعنی اتنے دنوں تک چرانے کی جو اجرت دیجاتی ہو وہ ملے گی۔ بشرطیکہ وہ اجرت مثل نصف بچوں کی قیمت سے زائد نہ ہو اور اگر زائد ہو تو صرف نصف بچوں کی قیمت ہی دی جائیگی۔ زیادہ نہیں کہ اجارہ فاسدہ کا حکم یہی ہے ہدایہ میں ہے۔ والواجب فی الاجارة الفاسدة اجر المثل لايجاوز به المسمی، اور جبکہ بچے زید کے ہیں تو ان بچوں کی زید قربانی کرسکتا ہے البتہ عمرو کو اگر اجرت میں بچہ ملا ہو تو یہ عمرو اسکی قربانی نہیں کرسکتا کہ عمرو اس بچہ کا مالک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از بلیا مرسلہ مولوی عبد العظیم صاحب ۶ ربیع الاول ۵۰ھ

ما قولكم ايها العلماء الكرام فی هذه المسئلة رحمكم الله الملك العلام

کسی کو گائے بکری وغیرہ اس شرط پر دیا کہ اسکی پرورش کرو اس سے جو بچے پیدا ہونگے

ان میں ہم دونوں آدھے آدھے شریک رہیں گے۔ چنانچہ اگر بکری کے دو بچے ہوئے تو دونوں ایک ایک لے لیں یا ایک اور تین بچہ ہونیکی صورت میں ایک کی قیمت دونوں آپس میں تقسیم کرلیں۔ یا دونوں شخصوں میں سے اس ایک بچے کو ایک ہی رکھ لے اور آدھی قیمت دوسرے کو واپس دیدے۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد تقسیم کیلئے کوئی مدت بھی پہلے سے مقرر نہ ہو جب دونوں کی رائے متفق ہو جائے اس وقت تقسیم کرلیں تو جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ یہ اجارہ کئی وجوہ سے فاسد ہے۔ اوّل یہ کہ یہاں اجرت مجہول ہے معلوم نہیں کہ ایک بچہ ملیگا یا آدھا ملے گا یا کچھ نہ ملیگا۔ دوم یہ کہ مدت مجہول ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ اجارہ اتلاف عین کے ساتھ ہے۔ اور ایسا اجارہ ناجائز ہے۔ یعنی جس چیز میں اجیر کام کرے گا اسی میں سے ایک جزء اجرت قرار پائے۔ جسکو قفیز طحان کہا جاتا ہے۔ یہ اجارہ فاسد ہے۔ اور اس اجارہ کا حکم یہ ہے کہ وہ بچہ یا کل بچے مستاجر کی ملک ہیں، اسی کو ملینگے اور اجیر کو اجرت مثل دی جائے گی۔ فتاوی علمگیری میں ہے۔ دفع بقرة الی رجل علی ان یعلفها وما یکون من اللبن والسمن بینهما انصافا فالاجارة فاسدة وعلی صاحب البقرة للرجل اجر قیامه وقیمة علفه ان علفها من علف هو ملکه لا ما سرحها فی المرعی ویرد کل اللبن ان کان قائما وان اتلف فالمثل الی صاحبها لان اللبن مثلی نیز اسی میں ہے۔ وکذا لو دفع الدجاج علی ان یکون البیض بینهما او بزر الفیلق علی ان یکون الابریسم بینهما لا یجوز والحادث کله لصاحب الدجاج والبزر کذا فی الوجیز للکردری نیز اسی میں ہے۔ لو استاجر عبدا بنهر بنصف ربح مال البزر او رجلا یرعی غنما بلبنها او بعض لبنها او صوفها لم یعز و یجب اجر المثل کذا فی التاتارخانیه[۱]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی موضع میں ایک مدرسہ ہے جس میں صرف طوائف کا پیسہ آتا ہے۔ اور ان طوائف کے پاس جتنی آمدنی ہے وہ

[۱] عالمگیری ج س ص ۴۴۵ کتاب الاجارہ ۱۲ مصباحی

سب حرام اور ناجائز طریقے کی ہے۔ اور اسکا مدرس احتیاط چاہتا ہے۔ تو ایسی صورت میں اس مدرسے کے چلنے کی کوئی صورت ہے یا نہیں۔ نیز یہ کہ طوائف کے پاس جو باجہ وغیرہ بجانے والے رہتے ہیں انکی آمدنی حلال ہے یا حرام بینوا توجروا

الجواب:۔ جبکہ یہ معلوم ہے کہ یہ پیسہ حرام ہے تو اس کا اجرت میں لینا جائز نہیں مدرس کو ایسی ملازمت نہ کرنی چاہیئے جس میں جان بوجھ کر حرام پیسہ لینا پڑتا ہے۔ باجہ بجانے کی اجرت بھی حرام ہے درمختار میں ہے۔ لا تصح الاجارۃ لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاھی - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ آمدہ از جامع مسجد گکھڑ ضلع گوجرانوالہ پنجاب مرسلہ مولوی مرزا محمد عبد الصبور بیگ منشور ہزاروی :۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ آجکل ہر قسم کی منڈیوں میں مندرجہ ذیل ذرائع سے آڑہت کا جو کام کیا جاتا ہے اسکے جائز و ناجائز کے متعلق تسلی بخش تفصیلاً جواب سے سرفراز فرمایا جاوے، ایک صاحب منڈی میں اپنا مال برائے فروخت لاتا ہے اور اسکے فروخت کرنیکی تمام ذمہ داری آڑھتی کے سپرد کرتا ہے۔ آڑھتی اس مال کو خریدار کے ہاتھ بیچ ڈالتا ہے مالک کے مال کو فروخت کرنے کے معاوضہ میں فروخت کنندہ اور خریدکنندہ ہر دو سے وصول شدہ رقم پر ایک آنہ فی روپیہ یا اس سے کم و بیش رقم وصول کرلیتا ہے نیز بکنے والی جنس سے کچھ خریدار کی رضامندی سے سبزی یا جو چیز بھی ہو لے لیتا ہے، جواب کا نہایت بے چینی سے انتظار ہوگا؟

الجواب:۔ فروخت کنندہ کو اپنے اس کام کی اجرت بائع یا مشتری سے لینا جائز ہے اور اشیاء فروختنی میں سے اگر فروخت کرنیکے بعد خریدار نے اپنی رضامندی سے کوئی چیز فروخت کنندہ کو دے دی یہ بھی فروخت کنندہ کے لئے جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الغصب

مسئلہ: مسئولہ فضل حسین صاحب محلہ خواجہ کتب بریلی۔ ۲۰ ربیع الآخر ۴۲ھ

انگریزی سنہ ۱۹۰۰ء میں مولوی فخر الدین مہاجر مدنی نے مدینہ طیبہ میں انتقال فرمایا انکی حقیت زمینداری ضلع بریلی میں واقع ہے، اس پر مولوی حامد حسین سنہ ۱۸۹۰ء سے مختار عام تھے سنہ ۱۹۰۰ء میں مولوی حامد حسین نے مصلحتاً حقیت مذکورہ پر اپنے نام کا داخل خارج کرالیا تھا سنہ ۱۹۰۰ء سے سنہ ۱۹۱۶ء تک حقیت مذکورہ پر خود متصرف رہے آخر سنہ ۱۹۱۶ء میں مولوی حامد حسین کا انتقال ہوگیا سنہ ۱۹۱۱ء میں غفور الدین نے حقیت مذکورہ پر مولوی فخر الدین کے ورثاء مسماۃ نصیر النساء و مشکور النساء ہمشیرگان و لطف النساء زوجہ پر دعوی عصوبۃ کیا کہ میں فخر الدین کا عصبہ ہوں۔ سنہ ۱۹۱۸ء میں غفور الدین کو اس دعوی میں کامیابی ہوگئی آخر سنہ ۱۹۱۶ء میں جب حامد حسین کا انتقال ہوگیا حقیت مذکورہ کے تحصیل میں کاغذات میں نام حامد حسین کا تھا اس وجہ سے بیجا اور غلط داخل خارج امت الرحیم دختر و حکیم النساء و عباسی بیگم زوجگان حامد حسین کا ناجائز روپیہ میں ۰ اہر ہوگیا اور سنہ ۱۹۱۶ء سے سنہ ۱۹۱۸ء تک کا منافعہ بھی ناجائز حقیت مذکورہ کا دختر و زوجگان حامد حسین روپیہ میں ۰۱ ر پاتی رہیں۔ اب سنہ ۱۹۲۱ء میں ورثاء مولوی فخر الدین کی اولاد نے بوجہ انتقال نصیر النساء و مشکور النساء ہمشیرگان و لطف النساء زوجہ فخر الدین کے وارثان نے دعوی استقرار حق اس امر کا کیا کہ جائداد مذکورہ مولوی فخر الدین کا متروکہ ہے، حامد حسین کا نہیں ہے امت الرحیم و عباسی بیگم حکیم النساء مدعا علیہا سے حقیت مذکورہ واپس دلائی جاوے۔ چنانچہ دعوی بحق وارثان لطف النساء اور بحق وارثان نصیر النساء و مشکور النساء حقیت دلائی گئی، وارثان نصیر النساء و مشکور النساء میں حامد حسین مذکور بھی حصہ دار تھے اس وجہ سے دعوی استقرار یہ

مذکورہ میں وہ ترکہ حامد حسین کا ان کی دختر امت الرحیم و عباسی بیگم و حکیم النساء زوجگان و محمود حسین
برادر کو ملا اب غفور الدین نے دعویٰ عصوبہ مندرجہ بالا ۱۹۱۱ء کا خرچہ و زر و اصلات چاہا ہے۔
وارثان لطف النساء کہتے ہیں کہ ہم پر نہیں پڑنا چاہیئے وارثان نصیر النساء و مشکور النساء
کہتے ہیں کہ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۶ء تک کی آمدنی حقیت متنازعہ مندرجہ بالا کی حامد حسین کے
تحت و تصرف میں رہی اور اس سے مستفیض دختر و زوجگان حامد حسین رہے اور بعد وفات
حامد حسین کی آمدنی بھی کل حقیت متروکہ فخر الدین کی ناجائز داخل خارج مذکورہ بالا کی وجہ سے
تین سال تک امت الرحیم و عباسی بیگم و حکیم النساء لیتی رہیں جسکو اب وہ واپس نہیں کرتے
لہذا خرچہ و زر و اصلات حامد حسین کے ترکہ مندرجہ بالا پر پڑنا چاہیئے۔
ورثاء حامد حسین کہتے ہیں کہ سب پر پڑنا چاہیئے یعنی کل متروکہ فخر الدین اور حامد حسین
پر پڑنا چاہیئے اس بارہ میں دریافت طلب یہ ہے کہ حکم شرع شریف کا کیا ہے کس پر اور کس
ترکہ پر خرچہ و واصلات پڑنا چاہیئے حکم صادر فرمایا جاوے؟

الجواب:۔ اپنے حق کے حاصل کرنے میں جو کچھ صرف ہو گا وہ شرعاً اسی پر ہے، نہ کہ مدعا
علیہ پر۔ یہ صرف مدعا علیہ سے کسی عقد کے معاوضہ میں لیا جا سکتا ہے، شرع سے وہ چیز مدعی
کو ملے گی جسکا اس نے دعویٰ کیا اگر اپنے دعویٰ کو ثابت کر دے۔ یوہیں زر واصلات بھی مدعی کو
نہیں مل سکتے۔ بلکہ اگر مدعا علیہ غاصب ہے تو اس پر واجب ہے کہ جو کچھ آمدنی ہے وہ فقراء پر
تصدق کرے اور اگر حقیقۃً غاصب نہیں ہے تو ملک خبیث بھی نہیں نہ تصدق واجب۔
بہر حال مدعی کو زر واصلات کا شرعاً بالکل استحقاق نہیں کہ وارثان لطف النساء سے لینا
جنھوں نے نہ غصب کیا نہ منافع جائداد مغصوبہ سے انھیں سروکار رہا۔ ان سے یا ہمشیرگان
حامد حسین سے خرچہ و زر واصلاحات لینا سراسر ظلم اگر غفور الدین کا حق غصب کیا تھا تو حامد حسین
نے کہ انھوں نے اپنے نام داخل خارج کرایا اگر پڑتا تو حامد حسین کی جائداد پر پڑتا نہ کہ دوسروں
پر اور شرعاً حامد حسین یا حامد حسین کی جائداد پر بھی نہیں تنویر الابصار میں ہے۔ واف استغلہ

تصدق بالغلة۔ ردالمحتار میں ہے۔ اصلہ ان الغلۃ للغاصب عندنا لان المنافع لاتتقوم الا بالعقد والعاقد ھو الغاصب فھو الذی جعل منافع العبد مالا بعقدہ فکان ھو اولی ببدلھا ویؤمران یتصدق بھا لاستفادتھا ببدل خبیث وھو التصرف فی مال الغیر[۱] واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ ازمحلہ خواجہ قطب الدین بریلی مسئولہ خورشید۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک یتیم بچہ کا ترکہ یا حق تلف کرنا یعنی ضائع کرنا چاہتا ہے اور دو فریق بلاوجہ اسکا حق ضائع کرکے اپنا حق ظاہر کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں اور چند آدمی اس امر کی جھوٹی شہادت دینے کو تیار ہیں ایسے شخصوں کے بارے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے اور جو شخص اس امر کی کوشش کرتے ہیں کہ یتیم کا حق یتیم کو ملنا چاہیئے ان کے بارے میں کیا حکم شرع شریف ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ یتیم کا مال کھاجانا سخت حرام اور آخرت کا وبال ہے اللہ تعالٰی فرماتا ہے الذین یاکلون اموال الیتٰمی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا جولوگ یتیم کے مال بطور ظلم کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں اور عنقریب دہکتی آگ میں داخل ہونگے، صحیح مسلم شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من ادعی مالیس لہ فلیس منا ولیتبوأ مقعدہ من النار۔ جو پرائی چیز کا دعوٰی کرے وہ ہم میں سے نہیں اسے چاہیئے کہ جہنم کو اپنا ٹھکانا بنائے۔ جھوٹی گواہی دینا بھی کبیرہ شدیدہ ہے حدیث میں فرمایا۔ عدلت شھادۃ الزور بالاشراک باللہ۔ جھوٹی گواہی شرک کے برابر کی گئی یعنی دونوں کو قرآن شریف میں ایک ساتھ ذکر فرمایا۔ فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور۔ اس میں شرکت دینے والے کوشش کرنے والے سب پر شرعاً جرم ہے قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ مسلمانان موضع کمرہ بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ملّان پیربخش وکموٹو سے ولد جمعی چندے

[۱] ردالمحتار ج ۵ ص ۱۳۲ کتاب الغصب ۱۲ مصباحی

ولد رمضانی ان تینوں شخصوں کے پاس جمعہ میں للعہ روپیہ چندہ مسجد مرمت کرانے کے واسطے جمع کئے تھے۔ انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہم کل کام شروع کرادیں گے جس کے آج ۱۵ دن کے بعد ان سے پوچھا کہ کام شروع نہ کرانے کا کیا سبب ہے انھوں نے اس پر جواب دیا کہ ہم نہ کام شروع کرائینگے نہ ہم روپیہ دیں ہم نے کھالیا۔

تم سے اگر عدالت میں نالش کرکے لیا جاوے تو لے لینا۔ اب جو شریعت کے موافق ان شخصوں کیلئے جرم ہو وہ تحریر فرمائیں۔

الجواب۔ یہ مسجد کے روپے جو ان لوگوں نے مار لئے اسکی وجہ سے شرعاً سخت مجرم و غاصب ہیں مسلمانوں پر لازم ہے کہ جائز کاروائی سے ان سے یہ روپیہ وصول کریں اگر مسجد کے روپے دینے سے انکار کریں تو ان سے میل جول ترک کریں انکا حقہ وغیرہ بند کردیں جب تک اس سے توبہ نکریں اور روپیے نہ واپس دیں انھیں برادری میں شامل نکریں۔ واللہ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تین روپیہ ہے اس میں سے ایک روپیہ حلال ہے اور دو حرام۔ یہ معلوم نہیں کہ کون سا روپیہ حلال ہے اسمیں سے اگر ایک روپیہ کوئی سا لے یہ کہکر کے ہم نے حلال رقم لی ہے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ پرایا مال اگر اپنے مال میں خلط کرلیا کہ امتیاز جاتا رہا۔ اس خلط سے اس کا مالک ہوجائیگا اور اس پر اسکا تاوان لازم ہے اور جب تک ضمان نہ دے ملک خبیث ہے واللہ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کفار و مشرکین سے روپیہ قرض لے کر غصب کرلینا کیسا ہے جبکہ فساد ہونے کا کوئی اندیشہ نہ ہو؟

الجواب:۔ جب قرض لیا ہے تو ادا کرنا ضرور ہے یاایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] ہاں اگر قرض نہ لیا، محض غصب کیا اور فساد کا اندیشہ نہیں، تو لینا جائز ہے۔ کہ کافر حربی کا مال غدر و بدعہدی کے علاوہ جس طرح چاہے لے سکتا ہے۔ ہدایہ میں ہے لأن مالھم مباح فبأی طریق أخذہ المسلم أخذ مالا مباحًا، واللہ تعالیٰ اعلم مصباحی

باب الضمان

مسئلہ:- از بنارس کچی باغ مرسلہ جناب مولوی محمد خلیل الرحمٰن صاحب ۲۱ شوال ۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر اہل ہنود اپنی عناد و دشمنی سے مساجد اہل اسلام کو نقصان پہنچائیں اور منہدم کریں تو اسکا تاوان اُن سے لینا جائز ہے یا نہیں؟ یا اگر اہل ہنود مشورہ کرکے مساجد کو جو منہدم کر دیا ہے۔ اپنے روپیہ سے تعمیر کرانا چاہیں تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا۔

الجواب:- بلا شبہ ان سے عمارت کا تاوان لیا جائے گا۔ اور اس رقم سے تعمیر کرائی جائے یا وہ خود اپنے اہتمام سے تعمیر کرادیں دونوں صورت ممکن ہے، بحر الرائق رد المحتار وغیرہما میں ہے۔ اعلم ان التعمیر انما یکون من غلۃ الوقف اذا لم یکن الخراب بصنع احد ولذا قال فی الولوالجیۃ رجل اجر دار الوقف فجعل المستاجر رواقہا مربطا یربط فیہ الدواب وخربہا یضمن لانہ فعل بغیر الاذن اھ[1] اور صورت مذکورہ میں تاوان نہ لینے کے معنیٰ یہ ہونگے کہ جسکا جی چاہے مسجدوں کو برباد کیا کرے اور اسکو توڑ پھوڑ کرکے برابر کردیا کرے کہ جب مسلمان تاوان بھی نہ لے تو اب مسجدوں کے برباد کرنے میں کیا شئی مانع ہوگی اور یہ خیال نہ کیا جائے کہ اس صورت میں مسجد کے بنانے والے کفار ہوئے یا انکے روپیہ سے مسجد بنی۔ اس لئے کہ صورت مذکورہ میں مسجد کے بنانے والے نہ کفار ہیں نہ انکے روپے سے بنے گی کہ مسجد تو وہ پہلے ہی سے ہے اور مسجد تو مسلمان ہی کی بنائی ہوئی ہے۔ اگر کوئی کافر اسے توڑ ڈالے تو اسکی مسجدیت باطل نہیں ہوئی کہ جس جگہ مسجد بن گئی وہ قیام قیامت تک مسجد ہی ہے ان دیواروں اور چھتوں کے گر جانے سے یہ نہیں ہوا کہ وہ مسجد نہ رہی تاکہ مسجد کے بانی کافر قرار پائیں نیز یہ کہ جب انھوں نے نقصان پہونچایا تو شرعاً انکے ذمہ تاوان ہوگا نہ کہ کار خیر، اور مسجد پر وقف کرنا۔ کہ اسمیں نیت ثواب شرط ہو۔ اور کافر اسکے اہل نہیں کہ ضمان دینا تقرب وعبادت نہیں کہ کافر کو بوجہ عدم اہلیت اِس سے مستثنیٰ کیا جائے۔ بہرحال ادلۂ شرعیہ وعقلیہ سے یہی ثابت کہ ضرور تاوان لیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] رد المحتار - ج ۳ ص ۴۱۲ کتاب الوقف - مصباحی

بَابُ الرِّدّۃ

مسئلہ:۔ مسئولہ ننھے بریلی محلہ جسولی ۲۲ رصفر ۱۳۴۱ھ

جو شخص علمائے اہلسنت وجماعت کثرہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کو نہ مانے اور ان کو نیز ان کے اقوال کو لغو ومہمل جانے اس کیلئے شرع شریف کیا حکم فرماتی ہے ؟

الجواب:۔ عالم نے جو حکم شرع بیان کیا اس کو نہ ماننا شرع کو نہ ماننا ہے۔ اور اس کو لغو ومہمل بتانا حکم شرع کی توہین ہے اور حکم شرع کی توہین کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از ہوڑہ محلہ کرشٹان پاڑہ مرسلہ حکیم ابو محمد عبدالرزاق صاحب امام مسجد مورخہ ۱۴ ر جمادی الآخرہ ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمار دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ زید صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے اور کسی قدر علم بھی رکھتا ہے۔ اور اسکی رائے پر دس بیس آدمی چلتے ہیں۔ چنانچہ اسی بناپر دوران گفتگو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اب اس کے مخالفین اسی قول کو گرفت کر کے کفارہ مقرر کیا ہے، کہ اس قول سے خدائی دعویٰ کرنا ثابت ہوتا ہے اور زید کہتا ہے کہ میرا مطلب یہ ہے کہ دنیاوی معاملات میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں (چنانچہ برابر محاورے میں کہا کرتے ہیں کہ فلاں شخص کسی کا کہنا نہیں مانتا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے یا فلاں شخص ایسا ہے کہ جو ارادہ کیا اسکو کر ہی دیا یا فلاں شخص جو ارادہ کرتا ہے کر ہی ڈالتا ہے، تو ان سب محاورات پر بھی کفر یا کفارہ ہونا چاہیئے ؟ اگر ایسا ہے تو روزمرّہ ہزاروں آدمی کافر ہوتے ہوں گے) نہ کہ صفت خداوندی میں قادر مطلق ہوں نعوذ باللہ تاہم زید پر مخالفین نے بطور کفارہ چالیس ۴۰ فقیر کو کھلانا مقرر کیا۔ اور توبہ بھی کرایا اور اگر نہیں کھلایا تو برادری سے خارج۔ مجبوراً زید نے ایک ایک دو دو چار چار کر کے چالیس عدد فقیر کو کھلایا۔ اور پھر مخالفین کہتے ہیں کہ چونکہ ایک دفعہ چالیس ۴۰ فقیر۔ کو نہیں کھلایا ہے اسلئے یہ کفارہ درست وصحیح ادا نہ ہوا

اور برادری سے خارج کرتے ہیں تو دریافت طلب یہ ہے کہ آیا اس کلمہ سے کفر یا خداوندی صفت آتی ہے یا نہیں، بصورت آنے کے یہ کفّارہ صحیح ادا ہوا یا نہیں، اور یہ کفارہ برادری کے لوگ بطور پنچایت طے کرسکتے ہیں یا جو علماء فتویٰ دیں اس پر عمل ہوسکتا ہے خلاصہ مع ثبوت ارقام فرمادیں تاکہ یہ مخالفت مٹ جائے ؟

الجواب:۔ محاورہ میں یہ لفظ خود مختاری اور تکبّر اور کسی کی بات نہ ماننے وغیرہ معانی میں بولا جاتا ہے بہرحال زید کو محض اس وجہ سے کہ چند شخص اسکا کہنا مانتے ہیں اسکے کہنے پر چلتے ہیں، یہ متکبرانہ لفظ نہ بولنا چاہئے تھا۔ توبہ کرلے، یہ کافی ہے۔ اس پر شرعًا کوئی کفارہ مالی لازم نہیں، جبرًا اس سے فقیر کو کھلوانا منع ہے کہ یہ جرمانہ ہے اور مالی جرمانہ ممنوع، بحر الرائق وغیرہ میں ہے التعزیر بالمال منسوخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ الفدیَة

مسئلہ: مرسلہ مولوی عبدالعزیز امام مسجد کلس داخلی سیر ضلع ہزارہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کا دوران کرنا ساتھ چند روپیہ کے واسطے حیلہ اسقاط میت کو ثابت ہے یا نہیں ؟

الجواب:۔ اسقاط کیلئے جو طریقہ پنجاب کے بعض اطراف میں جاری ہے کہ معاذ اللہ وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ میت کے گناہ ہم اپنے سر لیتے ہیں یہ ناجائز و حرام ہے۔ کہ گناہ کو ہلکا جاننے کا پہلو ہے اور لاتزر وازرۃ وزر اُخریٰ کو فراموش کرنا ہے، اور مصحف شریف کو یہ سمجھکر دینا کہ یہ بیش بہا شئے ہے یہی میت کے تمام روزہ و نماز کا فدیہ ہوجائیگا یہ بھی غلطی ہے، یوں فدیہ ادا نہ ہوگا بلکہ اتنی ہی نمازوں یا روزوں کا فدیہ ہوگا جو اسکا بازار میں ہدیہ ہے اور اس قیمت میں جتنے گیہوں آئیں یہ جتنے صدقۂ فطر کی مقدار کو پہونچیں بلکہ اسکا طریقہ یہ ہے کہ میت کے ذمہ کی تمام نمازیں اور روزے شمار کرلیں اور کچھ روپئے حسب استطاعت فدیہ میں فقیر کو دیں اور یہ حساب کریں کہ ان روپوں کے جتنے گیہوں آئینگے وہ اتنی نمازوں کا فدیہ ہیں، پھر وہ فقیر دوسرے فقیر کو اپنی طرف سے اس میت کے نماز و روزہ کے فدیہ میں دے پھر وہ اسی پہلے یا کسی اور کو دے اور دور کرتے رہیں یہانتک کہ تمام نماز و روزہ کے فدیے ادا ہوجائیں ؛ واللہ اعلم

کتاب الشفعہ

مسئلہ (۱) از یہان ٹولی ریاست شہر جاورہ ملک مالوہ مرسلہ جناب محمد صدیق صاحب ۲ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ ہندہ جو غیر مذہب کی ایک عورت ہے اپنا مکان فروخت کرنا چاہتی ہے۔ ہندہ کے مکان کے مشرقی جانب زید کا مکان اور مغربی جانب بکر کا مکان ہے۔ دونوں ہمسائگان میں سے کس کو مکان خریدنے کیلئے حق شفعہ از روئے شریعت پہنچتا ہے۔ نوٹ۔ ہندہ کے مکان کا شرقی جاندہ یعنی دیوار درمیانی ہندہ ہی کی ملکیت ہے زید کا کوئی حق ملکیت اس میں شامل نہیں ہے۔ برعکس اسکے ہندہ کے مکان کے مغربی جانب کی دیوار بکر کی ملکیت ہے مکان مبیعہ کے عقب میں زمین افتادہ زید کی ہے لیکن مکان مبیعہ کا اس میں نکاس کا کوئی دروازہ نہیں ہے۔ مکان مبیعہ کا دروازہ آمد و رفت صرف ایک ہی جانب جنوب شارع عام پر ہے۔ مکانات زید و بکر کے دروازہ بھی جانب جنوب ہیں ؟

مسئلہ (۲) ہندہ نے زید کو ارادہ بیع مکان کی اطلاع مکان بیع کرنے سے کئی ماہ پیشتر دی اور بیع کرنے کیلئے مکان بھی فروخت کرنے سے دو ماہ قبل خالی کردیا اور عزیزان زید کے مکان میں کرایہ سے جاری اور دو ماہ بعد مکان خود بدست بکر فروخت کردیا اور عدالت میں باقاعدہ رجسٹری بھی کرادی اور مکان مبیعہ پر قبضہ بھی دلادیا اور زید نے پڑوس میں رہتے ہوئے گیارہ ماہ تک کوئی اعتراض نہیں کیا اور بعد گذرنے گیارہ ماہ کے حق شفعہ کا دعویٰ مکان مبیعہ کی بابت کردیا کیا زید کا دعویٰ چل سکتا ہے ؟

الجواب (۱) ہندہ کو اختیار ہے جسکے ہاتھ چاہے مکان کو فروخت کرے اور فروخت کرنے کے بعد شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔ اور جبکہ زید و بکر دونوں جار ملاصق ہیں اور شریک و خلیط ان میں کوئی نہیں۔ دونوں شفعہ کر سکتے ہیں۔ جبکہ تیسرا شخص خریدے اور ان میں سے ایک نے خریدا تو دوسرا شفعہ کر سکتا ہے کہ سبب شفعہ یعنی اتصال ملک ہر ایک میں پایا جاتا ہے درمختار میں ہے۔ و سببہا اتصال ملک الشفیع بالمشتری بشرکۃ او جوار۔ اور زید کی دیوار مکان ہندہ کے ایک جانب ہونا یا زید کی افتادہ زمین مکان ہندہ کے ایک جانب ہونا ان میں سے کسی کو زیادہ حقدار نہیں کرتا کہ اصل وجہ شفعہ جوار ہے اور وہ دونوں میں حاصل ہے ردالمحتار میں ہے ۔ والملاصق من جانب واحد ولو بشبر کالملاصق من ثلثۃ جوانب فہما سواء۔ اور یہ حق شفعہ اوسی وقت حاصل ہوگا جب ہندہ اپنا مکان بیع کر دے قبل بیع شفعہ نہیں درمختار میں ہے وتجب لہ لا علیہ بعد البیع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) شفعہ کے لئے یہ ضرور ہے کہ جس وقت مکان یا زمین مشفوعہ کی بیع ہونا معلوم ہو فوراً بلا تاخیر طلب مواثبت کرے یعنی اپنی زبان سے کہے میں اسکا شفیع ہوں اگر فوراً نہ کہا تو حق شفعہ جاتا رہے گا اور دعویٰ کرنے کا حق نہ رہے گا ہدایہ میں ہے اعلم ان الطلب علی ثلثۃ اوجہ طلب المواثبۃ وھو ان یطلبہا کما علم حتی لو بلغ الشفیع البیع ولم یطلب شفعتہ بطلت الشفعۃ لما ذکرنا و لقولہ علیہ السلام الشفعۃ لمن واثبہا۔ لہذا اگر زید نے طلب مواثبت نہیں کی اور بیع کی خبر سنکر خاموش رہا تو شفعہ کا حق جاتا رہا اور اب دعویٰ کر کے اس مکان کو نہیں لے سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الذبائح

مسئلہ: مرسلہ عبدالرزاق صاحب رضوی از کوہ شملہ مقام لکڑ بازار سیلون ہال ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس چھری میں پریگ یا لکڑی کا دستہ نہ ہو صرف دستہ میں جوڑ ہو اور لوہا ہو اس چھری سے کوئی حرام گوشت کاٹا جائے آیا وہ چھری صاف کرکے اس سے قربانی یعنی ذبح کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور وہ گوشت حلال ہوا یا نہیں؟

الجواب: جس چھری سے جانور ذبح کیا جائے خواہ قربانی ہو یا کچھ اور اس میں لکڑی وغیرہ کسی چیز کا دستہ ہونا ضروری نہیں حدیث میں ہے ما انہر الدم وذکر اسم اللہ فکل۔ یوہیں اگر چھری ناپاک ہو گئی ہو تو اسے پاک کرکے ذبح کر سکتے ہیں اور گوشت دونوں صورتوں میں حلال ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس سوال میں کہ ہر ایک شہر میں دستور ہے کہ قصاب لوگوں کے یہاں قاضی شہر کی جانب سے ذباحت کیلئے آدمی مقرر ہے وہ شخص بکری جاموس وغیرہ جانور ذبح کرتا ہے اور آج کل ایسے کام کرنے کو کوئی شخص ملتا نہیں۔ اور نہ آمادہ ہوتا ہے کہ ذبیحہ کا کام کرے اس لئے وہی شخص بیوپاری مسلمان قصاب جاموس بکری وغیرہ کسی مسلمان سے ذبح کرالیوے تو اس ذبیحہ کا گوشت کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: ذبیحہ کیلئے یہ ضروری نہیں کہ قاضی کا مقرر کیا ہو جب ہی حلال ہو بلکہ جو مسلمان بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کردے جانور حلال ہو جائے گا۔ جبکہ اکثر رگیں موضع ذبح کی کٹ جائیں ؎۔ واللہ تعالیٰ اعلم (حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں)

مسئلہ ۱ مرسلہ عبدالغنی اسمٰعیل اینڈ سنس کپوتھ مرچنٹ صدر بازار رائے پور ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ
زید کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گائے نہیں کھائی ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ گائے کا گوشت کھایا ہے۔ آیا ان دونوں میں کون حق پر ہے ؟

مسئلہ (۲) مچھلی کس زمانہ میں حلال ہوئی ہے۔ اور کس پیغمبر نے حلال کیا ہے زید کہتا ہے کہ بغیر حلال کرنے کے کھانا حرام ہے۔ ولیکن زندہ کو حلال کرنا۔ مری ہوئی مچھلی مطلقاً حرام ہے حرام ہے۔ دلیل سے ثابت کرو ؟

الجواب (۱) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گائے کی قربانی کی یہ امر احادیث سے ثابت صحیح بخاری شریف میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی قالت عائشہ فدخل علینا یوم النحر بلحم بقر فقلت ماھذا فقیل ذبح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ازواجہ مگر کھانا یا نہ کھانا ثابت نہیں لہٰذا زید وعمرو دونوں غلطی پر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) غالباً سائل کی مراد حلال سے ذبح ہے۔ مچھلی ذبح کرنے کی چیز نہیں ذبح کرنے سے مقصود رگوں سے خون نکالنا ہوتا ہے، اور مچھلی میں خون نہیں۔ لہٰذا مری ہوئی مچھلی حلال ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں احلت لنا میتتان ودمان المیتتان الحوت والجراد والدمان الکبد والطحال۔ نیز فرمایا ھوالطھور ماؤہ والحل میتتہٗ۔ دریا کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ (یعنی مچھلی) حلال ہے۔ ہاں جو مچھلی پانی میں مرکر تیر جائے وہ حرام ہے حدیث میں ہے ما القاہ البحر وجزر عنہ الماء فکلوہ وما مات فیہ وطفا فلا تاکلوہ۔ زید کا قول بالکل غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(حاشیہ صـ ۲۹۱)
لہ موضع ذبح کی چار رگیں ہیں (۱) حلقوم جس میں سانس آتی جاتی ہے (۲) مری۔ جس سے کھانا پانی اترتا ہے (۳ و ۴) ودجین۔ جس میں خون کی روانی ہوتی ہے۔ ان میں سے کسی بھی تین رگ کا کٹ جانا ذبح کی صحت کیلئے پہلی اور بنیادی شرط ہے، تنویر الابصار و در مختار میں ہے وحل المذبوح بقطع ای ثلاث منھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از دھلی محلہ چوری والان مرسلہ مولوی یار محمد صاحب ۲ محرم ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمار دین اہلسنت والجماعت کہ مولوی اشرف علی تھانوی اپنے رسالہ اغلاط العوام میں لکھتے ہیں کہ ذابح کے معین پر بسم اللہ اللہ اکبر کہنا واجب نہیں ہے اور ہم نے ہدایہ اور درمختار اور فتادیٰ برہنہ اور عالمگیری اور فتاویٰ عبدالحئی وغیرہ میں دیکھا ہے کہ ذابح کے معین پر تسمیہ کہنا واجب ہے حتیٰ کہ معین اگر قصداً ترک کردے تو وہ ذبیحہ مطلق حرام ہے تو مہربانی فرماکر اسکا جواب مصرح مع دستخط۔ علمائے اہلسنت عنایت ہو تاکہ ہم لوگ مسئلہ مخصوصہ سے مطلع ہوں جواب حوالہ کتب سے ہو ؟

الجواب :- بیشک معین ذابح پر تسمیہ واجب ہے، مگر معین ذابح سے مراد وہ شخص ہے کہ چھری چلانے میں اسکا مددگار رہو کہ اس صورت میں دونوں نے ملکر ذبح کیا اگر ایک نے بھی عمداً تسمیہ ترک کیا، جانور حرام ہے[۱] اور ذبح کے وقت جانور کے ہاتھ پاؤں پکڑنے والے پر تسمیہ واجب نہیں کہ یہ معین ذابح نہیں کہ فعل ذبح میں اسکو دخل نہیں۔ واللہ اعلم

---

[۱] کیونکہ درحقیقت دونوں ہی ذابح ہیں تو دونوں پر تسمیہ ضروری تنویر درّ میں ہے۔ تشترط التسمیۃ من الذابح ردالمحتار میں ہے۔ شمل ما اذا کان الذابح اثنین فلو سمی احدھما وترک الثانی عمداً حرم اکلہ (جلد ۵ ص ۲۱۲) معین ذابح کی توضیح یہ ہے کہ ذبح کرنے میں ذابح کا معین ومددگار ہو اس طرح کہ مثلاً ذابح کا ہاتھ ضعیف ہو اسکی قوت سے ذبح نہ ہو سکتا ہو۔ کوئی شخص نفس فعل ذبح میں اسکی مدد کرے۔ ذابح کے ساتھ چھری پر ہاتھ رکھکر چھری پھیرے اور دونوں کی قوت سے ذبح واقع ہو۔ ایسی صورت میں اگر کسی ایک نے بھی جان بوجھ کر بسم اللہ نہیں پڑھا تو ذبیحہ مردار ہو جائیگا۔ درمختار میں ہے وضع یدہ مع ید القصاب فی الذبح واعانہ علی الذبح سمّی کلہ وجوبا فلو ترکھا احدھما اوظنّ ان تسمیۃ احدھما یکفی حرم۔ شرح نقایہ میں ہے۔ یشترط تسمیۃ من اعان الذابح بحیث وضع یدہ علی المذبح کما وضع الذابح حتی لو ترک احدھما

مسئلہ:۔ از ہوڑہ محلہ کرستان پاڑہ مرسلہ حکیم ابو محمد عبد الرزاق آروی امام مسجد ۳۷۳ ۲۷ صفر ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بروقت ذبح ذبیحہ کا سر جدا ہو جائے مثلاً مرغی و کبوتر وغیرہ تو اسکا کھانا درست ہے یا نہیں۔ غالباً ذبیحہ عورت کے ہاتھ کا کھانا جائز ہوگا۔

الجواب:۔ قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے بلکہ حرام مغز تک چھری کو پہنچا دینا مکروہ ہے مگر وہ جانور حرام نہ ہوگا۔ اس کا کھانا حلال ہے اور بلا قصد گردن کٹ گئی تو حرج نہیں مجمع الانہر میں ہے۔ وکرہ قطع الراس۔ علمگیری میں ہے۔ ویستحب الاکتفاء بقطع الاوداج ولا یبایٔن الراس ولو فعل یکرہ[1] عورت کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا جائز ہے علمگیری میں ہے المرأۃ المسلمۃ والکتابیۃ فی الذبح کالرجل۔ مجمع الانہر میں ہے۔ ولو کان الذابح امرأۃ او صبیا او مجنونا یعقلان حل الذبیحۃ بالتسمیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ مولوی شفاء الرحمٰن طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۶ ربیع الآخر ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں حامی سنت و ماحی بدعت علمائے دین و مفتیان شرع متین اس

بقیہ حاشیہ صـ کا۔ التسمیۃ لا یحل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لہ جانور کا بدن اور اسکے ہاتھ پاؤں پکڑنیوالا معین ذابح نہیں۔ ہاتھ پاؤں پکڑنیوالا تو اسی رسی کے مثل ہے جس سے جانور کے پاؤں باندھے جائیں۔ نہ اس پر تسمیہ لازم اور نہ ہی اسکا مسلمان یا کتابی ہونا شرط۔ اگر جانور کے ہاتھ پاؤں پکڑنیوالا مشرک دبت پرست ہو جب بھی ذبیحہ میں خلل نہ آئے گا کیونکہ تسمیہ ذابح پر شرط ہے اور نفس فعل ذبح میں شرکت دینوالے پر اور جانور کے ہاتھ پاؤں پکڑنیوالا نہ ذابح ہے نہ معین ذابح لہذا اس پر تسمیہ بھی واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] کیونکہ اس میں جانور کو بلا فائدہ تکلیف دینا ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔ ہدایہ میں ہے۔ وفی قطع الراس زیادۃ تعذیب الحیوان بلا فائدۃ وھو منھی عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفیٰ مصباحی

مسئلہ میں کہ سوکھائی ہوئی مچھلی یا گوشت بودار ہو یا بلا بو کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب ۔

الجواب :۔ خشک گوشت یا مچھلی کا کھانا جائز ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قدید (خشک گوشت) کھانا ثابت صحیح بخاری و صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ۔ ان خیاطا دعا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لطعام صنعہ فذھبت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقرب خبز شعیر ومرقا فیہ دباء وقدید فرأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتتبع الدباء من حوالی القصعۃ فلم ازل احب الدباء بعد یومئذ ۔ ایک درزی نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی تھی ایک کھانے کے لئے جس کو دوسائے تیار کیا تھا میں بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ گیا تھا اس شخص نے جو روٹی اور شوربا جس میں خشک گوشت اور کدو پڑا ہوا تھا حضور کے سامنے پیش کیا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ پیالہ کے اطراف وجوانب سے کدو کے ٹکڑے تلاش کرکے تناول فرماتے تھے اس روز کے بعد سے مجھ کو کدو پسند آنے لگا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں مذہب حنفیہ میں اہلسنت جماعت کے نزدیک جو کہ مندرجہ ذیل تحریر ہے اگر گوشت نظر سے غائب ہو گیا ہو اور کسی کافر کے ہاتھ میں گیا ہو تو اس کا لینا اور کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ اگر مشرک کے پاس گوشت رہا اور نظر مسلم سے غائب ہو گیا تو اب اس کا کھانا حرام ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ مولوی شفاء الرحمٰن طالب علم مدرسہ اہل سنت بریلی ۲ جمادی الاولیٰ ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ماکول اللحم جانوروں کی آنتین وبٹ وتلی وپھیپڑا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- تلّی اور پھیپھڑا حلال ہیں ان میں کراہت نہیں۔ تلّی کی نسبت خود حدیث میں ارشاد ہوا۔ احلت لنا میتتان ودمان المیتتان الحوت والجراد والدمان الکبد والطحال۔ ہمارے لئے دو مردہ جانور حلال ہیں یعنی مچھلی اور ٹڈی اور دو قسم کے خون حلال ہیں جگر و طحال۔ آنتیں مکروہ تحریمی ہیں اور علت وہی ہے جو لحم جلالہ کی حرمت میں ہے حدیث میں فرمایا ہے۔ نہٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل الجلالۃ والبانہا۔ غلیظ خوار جانور کے گوشت اور دودھ سے منع فرمایا۔ اور آنتیں خود معدن نجاست ہیں۔ بٹ کی نسبت فقیر کو اسوقت کوئی روایت دستیاب نہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی عبد العظیم صاحب مدرسہ مظہر العلوم علیمی سکندر پور ضلع بلیا ۲ صفر ۴۵ھ

بنگال میں ایک مچھلی جھینگا سے بالکل مشابہ ہوتی ہے جسے گوڑرا کہتے ہیں اور جھینگا سے کچھ بڑی ہوتی ہے بعض آٹھ انگشت بعض ایک بالشت تک مگر اکثر و بیشتر چار چار پانچ پانچ انگشت کی ہوتی ہے اور بہت سے لوگ اسے جھینگا ہی کہتے ہیں۔ انکا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا بالبسط والتفصیل توجروا عند اللہ الملک الجلیل بالاجر الجلیل۔

الجواب :- جھینگا کے مچھلی ہونے میں اختلاف ہے بعض اسے مچھلی قرار دیکر جائز کہتے ہیں مگر بظاہر ان میں مچھلی کی شکل صورت نہیں اسکی بالکل جداگانہ صورت ہے کسی اجنبی کے سامنے پیش کیا جائے تو ہرگز اسے مچھلی نہ کہیگا بلکہ ایک دریائی کیڑا خیال کریگا ایسی حالت میں اس سے اجتناب ہی چاہیئے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازیخاں مرسلہ غلام سدید الدین صاحب خلف سجادہ نشین صاحب یکم جمادی الاولیٰ ۴۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ذبح اعلی الحلق فوق العقدہ واقع ہو تو کیا عند الاحناف جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالبرہان توجروا عند الرحمن

الجواب:- اگر چاروں رگوں میں تین رگیں کٹ گئیں ذبح ہوگیا اگرچہ فوق العقدہ ہو کہ حدیث میں مقام ذبح مابین اللبۃ واللحیین فرمایا گیا نیز مبسوط میں یہ فرمایا الذبح مابین اللبۃ واللحیین واللہ اعلم

مسئلہ:- جنبی مرد یا عورت اور نابالغ لڑکے کو جانور ذبح کرنا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب:- درست ہے۔ جبکہ ذبح کرنا جانتے ہوں۔ درمختار میں ہے۔ فتحل ذبیحتہما ولو الذابح امرأۃ او صبیاً یعقل التسمیۃ والذبح ویقدر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از قصبہ فتح کھلڈا تعلقہ مہکر ضلع بلڈانہ ملک براری پی محمد اسلم خان ولد محمد سرفراز خاں ہماری طرف کھلون یعنی کھیتی کی فصل کا اناج تیار کرتے وقت مسلمان ملا صاحب کے ہاتھ سے بت کے سامنے بکرا ذبح کرتے ہیں۔ اور اس کا گوشت مسلمان بھی کھاتے ہیں ؟

الجواب:- مسلمان کو یہ نہ چاہیئے کہ بت کے سامنے جا کر بکرا ذبح کرے پھر بھی اگر اللہ کے نام سے ذبح کیا بکرا حلال ہوگیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از کلکتہ لین نمبر ۱۶ مرسلہ جناب منظور احمد صاحب

مانی زمانہ یہودیوں کے ہاتھ کا ذبیحہ مسلمان کھا سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب:- یہود کا ذبیحہ جائز ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے اگرچہ قرآن پاک سے مطلقاً اہل کتاب کا ذبیحہ جائز ہونا ثابت ہے[1] مگر نصاریٰ نے ذبح کرنا چھوڑ دیا ہے

---

[1] چنانچہ ارشاد ہے۔ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ (پ ۶ سورہ مائدہ) اور طعام سے مراد ذبیحہ ہے، تفسیرات احمدیہ میں ہے۔ اِنَّ الْمُرَادَ بِالطَّعَامِ الذَّبَائِحُ۔ تو آیت کا معنیٰ یہ ہوا۔ اور کتابیوں کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے۔ لیکن۔ اس زمانہ کے نصاریٰ کے بارے میں تحقیق سے ثابت ہے کہ وہ ذبح نہیں کرتے، گلا گھونٹ دیتے ہیں، یا ذبح میں موضع ذبح کی رگیں نہیں کاٹتے تکبیر نہیں کہتے ہیں۔ لہٰذا ان کا ذبیحہ حرام ہوگا۔ اِس زمانہ کے یہودیوں کا حال معلوم نہیں۔ اگر وہ بطریق شرعی ذبح کرتے ہوں۔ جانور کے موضع ذبح کی رگیں کاٹتے ہوں، تکبیر کہتے ہوں جب تو ان کا ذبیحہ حلال ہوگا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اور یہود اتنک تسمیہ کے ساتھ ذبح کرتے ہیں اس واسطے کتب فقہ میں ہے النصرانی لاذبیحۃ لہ

مسئلہ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عید اضحیٰ میں بکرا ذبح کیا۔ لیکن بسم اللہ اللہ اکبر نہیں کہا۔ قصاب کا بیان ہے کہ میں نے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ لیا ہے ایسی حالت میں صحیح طور پر جانور ذبح ہوگیا یا نہیں ؟

الجواب :- اگر بسم اللہ کہنا بھول گیا تو ذبح ہوگیا۔ جانور حلال ہے حدیث میں ہے المسلم یذبح علی اسم اللہ سمی اولم یسم اور قصداً ترک کیا تو ذبح نہوا۔ اور جانور حرام۔ قال تعالیٰ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ قصاب کا تسمیہ کہنا معتبر نہیں اوسکا کہنا نہ کہنا یکساں ہے جبکہ وہ ذبح نہ کرتا ہو بلکہ جانور کو پکڑے ہو یا کھڑا ہو ذبح کرنے میں ذابح کا تسمیہ کہنا شرط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ سید ضمیر الدین احمد صاحب از الہ آباد محلہ دارا گنج ۲ جمادی الآخرہ ۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گوشت مسلمان ذبح کرتا ہے مسلمان فروخت کرتا ہے مگر ایک مسلمان کسی کافر گوشت فروش کی دوکان سے گوشت منگواتا ہے۔ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :- کافر سے مراد اگر مشرک ہے کہ وہ گوشت فروخت کرتا ہے تو اسکے یہاں کا گوشت خریدنا اور کھانا اسوقت جائز ہے کہ مسلمان نے ذبح کیا ہو اور اسوقت سے خریدنے کے وقت تک برابر نظر مسلم کے سامنے رہا ہو کیسوقت بھی نظر مسلم سے غائب نہوا ہو۔ اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو خریدنا بھی حرام اس کا کھانا بھی حرام اور دونوں باتیں ہوں تو خریدنا جائز ہے مگر مسلمان کی دوکان ہوتے ہوئے مشرک کی دوکان سے خریدنا اچھا نہیں خصوصاً گوشت جیسی چیز کہ بے احتیاطی سے حلال کا حرام ہو جائے، واللہ تعالیٰ اعلم

(بقیہ حاشیہ ص کا۔) ورنہ ان کا ذبیحہ بھی حرام و مردار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفےٰ مصباحی

کتاب الاضحیۃ

مسئلہ: سید شرف الدین صاحب اشرفی جیلانی متعلم مدرسہ اہلسنت ۲ ذوقعدہ ۱۳۹۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ سات لڑکے یا سات لڑکیوں کا عقیقہ ایک گائے یا ایک اونٹ پر ہو سکتا ہے یا نہیں، مع حوالہ کتاب سے مطلع فرمائیے۔ بینوا توجروا

دیگر عقیقہ کا گوشت لڑکے والدین کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا غنی بھی گوشت مذکورہ کھا سکتے ہیں؟

الجواب: عقیقہ میں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرنا سنت ہے۔ حدیث میں ہے۔ عن الغلام شاتان وعن الجاریۃ شاۃ۔ اور یہ ثابت کہ گائے اور اونٹ کا ساتواں حصہ قربانی میں ایک بکری کے قائم مقام ہے۔ اور کتب فقہ میں مصرح کہ گائے یا اونٹ کی قربانی میں عقیقہ کی شرکت ہو سکتی ہے۔ طحطاوی علی الدر میں ہے لو ارادوا القربۃ الاضحیۃ او غیرھا من القرب اجزأھم سواء کانت القربۃ واجبۃ او تطوعاً وکذالک ان اراد بعضھم العقیقۃ عن ولد ولد لہ من قبلہ کذا ذکرہ محمد فی نوائد الضحایا۔ شلبیہ علی الزیلعی میں بدائع سے ہے۔ وان اراد احدھم العقیقۃ عن ولد ولد من قبل جاز لان ذالک جھۃ التقرب الی اللہ بالشکر علی ما انعم من الولد۔

تو جب قربانی میں عقیقہ کی شرکت جائز ہوئی تو معلوم ہوا کہ گائے یا اونٹ کا ایک جزء عقیقہ میں ہو سکتا ہے، اور شرع نے ان کے ساتویں حصہ کو ایک بکری کے قائم مقام رکھا ہے لہذا لڑکے کے عقیقہ میں دو حصے ہونے چاہیئے اور لڑکی کیلئے ایک حصہ یعنی ساتواں حصہ کافی ہے تو ایک گائے میں سات لڑکیاں یا تین لڑکے اور ایک لڑکی کا عقیقہ ہو سکتا ہے۔ بعض عوام میں یہ مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت والدین نہ کھائیں، غلط ہے۔ والدین بھی کھا سکتے ہیں اور غنی کو بھی کھلا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مرسلہ مولوی محمد یوسف صاحب از امرتسر جامع مسجد متصل عیدگاہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ

صلواۃ مسعودی میں بھی ہے اور علامہ مرحوم مولانا مولوی غلام قادر رحمۃ اللہ بھیروی امام مسجد بیگم شاہی لاہور اپنے سلسلہ قادریہ اسلام کی ساتویں کتاب فصل اضحیہ میں قربانی کا جانور کون کون جائز ہے۔ اور کون کون ناجائز۔ (بجنسہ عبارت لفظ بہ لفظ درج کرتا ہوں) جس کے سینگ اصلی نہ ہوں یا کان نہ ہوں یا دُم نہ ہو تو وہ جائز ہے حالانکہ ہدایہ جلد ۴ باب الاضحیہ میں ہے۔ السکاء وھی اللتی لا اذن لھا خلقۃ لا تجوز اور اسی طرح جوہر نیرہ ص ۲۵۴ میں ہے اور اسیطرح سے احکام العیدین والا کہتا ہے آیا جس کے خلقی کان یا دُم نہ ہو عند الحنفیہ درست ہے یا نہیں اگر درست نہیں تو سلسلہ قادری جو حنفیہ کا ایک مستند بچوں کیواسطے سلسلہ تعلیم ہے تو درستی ہونی چاہیئے؟

الجواب:- جس جانور کے کان بالکل نہ ہوں، اس کی قربانی جائز نہیں، ہدایہ کی عبارت خود سائل ہی نے نقل کی اور جوہرہ نیرہ میں بھی یوہیں ہے، انکے علاوہ بدائع و علمگیری و درمختار و تبیین وغیرہا میں مذکور کہ اسکی قربانی جائز نہیں، بلکہ اگر ایک کان ہو اور ایک نہو اسکی بھی قربانی جائز نہیں، علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں۔ اما التی لھا اذن واحدۃ خلقۃ لا تجوز کما فی النہدیہ، یوہیں جس کی دم نہو اسکی بھی قربانی ناجائز۔ اور ایسا جانور جس کے کان نہ ہوں اسکی قربانی کے عدم جواز میں ان کتب مسئلہ کورہ میں کسی کا خلاف بھی منقول نہیں کہ ترجیح کی حاجت پڑے، سلسلہ قادریہ میں یہ قول جواز شاید غلطی کاتب ہو یا مولانا مرحوم کی مراد یہ ہو کہ جس کے چھوٹے چھوٹے کان ہوں اور اسکی قربانی جائز ہے۔ درمختار میں ہے فلو لھا اذن صغیر خلقۃ اجزأت زیلعی طحطاوی میں ہے۔ ای اذنان صغیرتان ای تسمی عرفا اذنا کما فی الخانیۃ۔ جوہرہ نیرہ میں ہے واما اذا کانت لھا اذن صغیرۃ خلقۃ جاز لان العضو موجود وصغرہ غیر مانع علمگیری میں ہے وتجزی الکاء وھی صغیرۃ الاذن فلا تجوز مقطوعۃ احدی الاذنین

بالجملہ عبارت سلسلہ قادریہ ضرور درست کرنی چاہیئے کہ عوام غلطی میں نہ پڑیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی خلیل الرحمن صاحب بنارس محلہ کچی باغ ۴ ربیع الاول ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کرنا بکرا خصی یعنی بدھیا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قربانی خصی یعنی بدھیا جانور کی جائز نہیں ہے پس از روئے شرع شریف جو حکم اس بارے میں ہو بیان فرمائیے اور اجر اسکا خدائے تعالیٰ سے حاصل کیجئے؟

الجواب:۔ خصی کی قربانی غیر خصی سے افضل ہے تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔ ویصح بالجماء والخصی وعن ابی حنیفة هو اولیٰ لان لحمه اطیب. غرر الاحکام میں ہے۔ وصح الجماء والخصی۔ شرنبلالیہ میں بدائع سے ہے۔ وافضل الشاة ان یکون کبشا املح اقرن موجوءا۔ مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے۔ ویجوز الخصی وعن الامام ان الخصی اولیٰ لان لحمه الذ واطیب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ عبد القادر طالب العلم مدرسہ اہلسنت بریلی گیارہ ربیع الآخر ۴۲ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ قربانی کا چمڑا فروخت کرکے مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو اگر کسی نے ایسے عمل کر لیا تو اس کیلئے کیا حکم ہے آیا وہ خرچ کردہ شدہ روپیہ یا چمڑا اعادہ کرنا چاہیئے یا نہیں؟

الجواب:۔ چرم قربانی کا صدقہ کرنا واجب نہیں۔ بلکہ خود اپنے صرف میں بھی لاسکتا ہے مثلاً اسکی جانماز یا جلد یا چلنی یا ڈول وغیرہ بنوا کر استعمال کرسکتا ہے یا اسے کسی باقی رہنے والی چیز کے ساتھ بھی بدل سکتا ہے۔ درمختار میں ہے۔ ویتصدق بجلدها او یعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلوا ویبدله بما ینتفع به باقیا کما مر لا بمستهلك کخل ولحم ونحوه کدراهم فان بیع اللحم او الجلد به ای بمستهلك او بدراهم تصدق بثمنه۔ یونہیں اسے ہر نیک کام میں بھی صرف کرسکتا ہے خواہ مسجد کو دے یا کسی اور اچھے کام میں لگائے حدیث میں فرمایا۔ کلوا وادخروا وائتجروا۔

ہاں اگر اپنے لئے شئے مستہلک کے بدلے میں بیع کیا ہے تو اب تصدق ثمن کا واجب، اور یہ ثمن مسجد میں نہیں صرف ہو سکتا کہ یہ ملک خبیث ہے اور اسکی سبیل تصدق ہی ہے اور اگر مسجد میں صرف کرنے کیلئے بیچا ہے تو مسجد میں صرف کرے کوئی ممانعت نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ معین الدین صاحب محلہ قلعہ بریلی ۲۹ رجمادی الاولی ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ علاوہ بکری کے اور کسی جانور کا عقیقہ میں ذبح کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا آپ کے اصحاب سے ثابت ہے یا نہیں، اگر ثابت ہے تو کون کون جانور اور عقیقہ کا جانور کیسا ہونا چاہیئے ؟

مسئلہ :۔ گائے بھینس اونٹ کا عقیقہ میں ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں بر تقدیر جواز ایک گائے یا بھینس میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں اس صورت میں لڑکا یا لڑکی کے جدا جدا احکام بحوالہ کتب معتبرہ تحریر ہو ؟

الجواب :۔ عقیقہ میں وہی جانور ذبح کئے جا سکتے ہیں جنکی قربانی ہو سکتی ہے اگر گائے بھینس یا اونٹ سے عقیقہ کریں تو انمیں سات حصے تک ہو سکتے ہیں لڑکی میں ایک حصہ کافی ہے اور لڑکے کے لئے دو چاہیئے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ منشی شوکت علی۔ محلہ ذخیرہ بریلی ۲ ررجب ۴۲ھ

کیا حکم ہے شریعت کا کہ قربانی خصّی کی جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ خصّی کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے حدیث میں ہے۔ ذبح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین موجوئین رواہ ابو داؤد وابن ماجہ والدارمی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔

الخصی افضل من الفحل لانہ اطیب لحما کذا فی المحیط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ عبد العزیز خانصاحب از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۲۲ء

ایک گائے میں چار آدمی زندہ اور تین آدمی مردہ ایک ساتھ قربانی کرنا جائز ہے

یا نہیں جیسے ایک شخص نے قربانی کے واسطے گائے خرید کیا اس میں اپنا نام اور اپنے آل عیال کے نام اور اپنے مردہ ماں باپ کے نام ایک ساتھ قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں غرض مردہ اور زندہ ایک ساتھ قربانی کرسکتا ہے کہ نہیں ؟

الجواب :- ایک گائے میں زندہ اور مردہ دونوں شریک ہوسکتے ہیں۔ جبکہ مردہ کیطرف سے اسکا ولی وغیرہ کوئی زندہ قربانی کراتا ہو۔ فتاویٰ علمگیری میں ہے۔ اذا اشتری سبعة بقرة لیضحوا بها فمات احد السبعة وقالت الورثة وهم کبار اذبحوها عنه وعنکم جاز استحساناً[1]۔ قربانی میں شرکت کے جواز کیلئے یہ ضرور ہے کہ وہ سب حصہ دار کی طرف سے قربت کی نیت سے ذبح ہو کسی کا مقصود محض گوشت نہو اسی میں ہے۔

لایشارک المضحی فیما یحتمل الشرکة من لا یرید القربة راساً فان شارک لم یجز عن الاضحیة۔ رہا یہ کہ اس میں سے کوئی حصہ میت کی طرف سے ہو تو اسکی وجہ سے قربانی ناجائز نہ ہوگی کہ میت کی طرف سے قربت ہوسکتی ہے بدائع الصنائع میں امام ملک العلماء فرماتے ہیں۔ لان الموت لا یمنع التقرب عن المیت بدلیل انه یجوز ان یتصدق عنه وقد صح ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ضحی بکبشین احدهما عن نفسه والآخر عمن لا یذبح من امته وان کان منهم من قد مات قبل ان یذبح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئولہ از بنگال ۲۱ محرم ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ جلد قربانی اور اسکی قیمت زکوٰۃ فطرہ ایسے مدارس میں دیں جہاں کچھ علم دینی اور انگریزی پڑھائی ہوتی ہو اور انگریز گورنمنٹ کی کچھ ماہواری تائید بھی ہو۔ یعنی اشیاء مذکورہ بالا اس قسم کے مدارس اسائیل میں دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب :- قربانی کی کھال ہر نیک کام میں صرف کرسکتے ہیں اگر وہ مدرسہ تعلیم علم دین کیلئے ہے اور تھوڑی سی انگریزی بھی پڑھائی جاتی ہو مگر غالب علم دین ہے تو ایسے مدرسہ

[1] عالمگیری ج ۴ ص ۸۴ کتاب الاضحیة

میں چرم قربانی دے سکتے ہیں، اگر اصل میں انگریزی ہی پڑھائی جاتی ہو اور علم دین برائے نام ہو تو نہ دیں، اور زکاۃ وصدقہ فطر میں فقرائے مسلمین کو مالک کرنا ضرور ہے مدرسہ میں جو طلبہ ایسے ہوں ان طلبہ کو دے سکتے ہیں، تنخواہ ملازمین یا خرید کتب یا ضروریات مدرسہ میں نہیں صرف کرسکتے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ فقیر احسان علی عفی عنہ مظفرپور فیض پوری حال قیام بریلی ۲ محرم الحرام شنبہ ۴۳ھ

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دہر دمفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چرم قربانی کی قیمت مسجد میں مصلیٰ ڈول ولوٹا وغیرہ خرید کرکے رکھا جائے تو جائز ہے یا نہیں ونیز مرمت میں صرف کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ ۲۔ کھال قربانی اپنے صرف میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا ۔

الجواب ۱۔ چرم قربانی مسجد میں صرف کرسکتا ہے یونہیں بیچکر اسکی قیمت سے مسجد کی مرمت کرنا یا لوٹا وغیرہ سامان مسجد خریدنا بھی جائز ہے جبکہ اسکی نیت سے بیچا ہو یا متولی مسجد کو چمڑا دیدیا کہ اس نے بیچکر ان چیزوں میں صرف کیا ہو فتاوی عالمگیری میں ہے واللحم بمنزلۃ الجلد۔ اور حدیث میں فرمایا۔ کلوا وادخروا وأتجروا۔ اور اگر داموں سے بیچا اور مقصود یہ ہے کہ اپنے صرف میں لائیگا تو اب مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں کہ یہ ملک خبیث ہے اور اب فقراء پر تصدق کرنا ضرور ہے۔ عالمگیری میں ہے۔ ولا یبیعہ بالدراھم لینفق الدراھم علی نفسہ وعیالہ۔ درمختار میں ہے۔ فان بیع اللحم او الجلد بہ ای بمستھلک او بدراھم تصدق ثمنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب ۲۔ چرم قربانی بعینہ اپنے صرف میں لاسکتا ہے کہ اسکا مصلی بنالے یا ڈول چھلنی وغیرہ اسکی بنواکر استعمال کرے یا کتابوں کی جلد بنوائے عالمگیری میں ہے۔ او یعمل منہ نحو غربال وجراب۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چرم قربانی سے کوئی باقی رہنے والی

چیز خریدے یعنی اسکے بدلے کھال بیچے یہ نہیں کہ روپئے سے بیچ کر پھر روپئے سے یہ چیز خریدلے کہ یہ جائز نہیں اور اب تصدق واجب ہوگا، درمختار میں ہے۔ ویتصدق بجلدھا او یعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو او یبدله بما ینتفع به باقیا کما مر لا بمستهلک کخل ولحم ونحوه کدراھم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از ہوڑہ مرسلہ جان محمد رضوی ۷ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ۱ کہ گائے وغیرہ کی قربانی میں زندہ ہی آدمی کا نام ہونا چاہئے۔ زید کہتا ہے کہ کچھ زندہ کچھ مردہ ایک ساتھ کرنے سے جائز نہیں جو جانور کہ مردہ کے نام ہو۔ اسمیں کل مردہ کے نام ہونا چاہئے۔

مسئلہ ۲: کسی نے جنگل سے ایک بچہ ہرن پکڑ لایا۔ یا شکاری سے خرید کرکے بہ نیت قربانی پرورش کیا تو اسکی قربانی درست ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ ۳: بکرا یا دنبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے نام کرنے سے ثواب ملے گا یا نہیں زید کہتا ہے کہ نہیں کیونکہ ہر معصیت سے پاک ومختار کل وافضل الخلائق ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ بینوا توجروا۔

الجواب ۱ قربانی میں شرکت کیلئے نیت تقرب شرط ہے ان میں کوئی ایسا نہ ہو جس کا مقصود صرف گوشت ہو۔ اور میت کیطرف سے نیت قربت ہوسکتی ہے لہذا شرکت بھی جائز۔ زید کا قول صحیح نہیں درمختار میں ہے۔ وان مات احد السبعة المشترکین فی البدنة وقال الورثة اذبحوا عنه وعنکم صح عن الکل استحسانا لقصد القربة من الکل۔ اسکی شرح میں علامہ سید احمد طحطاوی فرماتے ہیں۔ غیر ان بعضھم ضحی عن بعض قال المصنف والتضحیة عن الغیر عرفت قربة لانه علیه الصلاة والسلام ضحی عن امته اھ۔ امام ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاسانی رحمۃ اللہ تعالیٰ بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں۔ وان کان احد الشرکاء ممن یضحی

عن میت جاز۔ نیز فرماتے ہیں۔ ان الموت لا یمنع التقرب عن المیت بدلیل انہ یجوز ان یتصدق عنہ و یحج عنہ وقد صح ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ضحی بکبشین احدھما عن نفسہ والاخر عمن لا یذبح من امتہ وان کان منھم من قد مات قبل ان یذبح فدل ان المیت یجوز ان یتقرب عنہ فاذا ذبح عنہ صار نصیبہ للقربۃ فلا یمنع جواز ذبح الباقین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب ۲ :۔ ہرن یا نیل گائے وغیرہ وحشی جانور کی قربانی نہیں ہوسکتی بدایع میں فرماتے ہیں۔ ولا یجوز فی الاضاحی شئ من الوحش لان وجوبھا عرف بالشرع و الشرع لم یرد بالایجاب الا فی المستانس۔ بلکہ اگر وہ انسان میں رہتے رہتے مانوس ہوگیا وحشت جاتی رہی جب بھی اسکی قربانی جائز نہیں اسی میں ہے۔ وان ضحی بظبیہ وحشیۃ الفت او ببقرۃ وحشیۃ الفت لم یجز لانھا وحشیۃ فی الاصل والجوھر فلا یبطل حکم الاصل بعارض نادر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب ۳ :۔ بیشک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل خلائق اور بیشک معصوم ہیں مگر ایصال ثواب کیلئے اسکی حاجت نہیں کہ جسے ایصال کیا جائے وہ گنہگار ہو حضور کے نام قربانی کی یہ مثال سمجھو۔ جیسے سلاطین کے یہاں نذر دیجاتی ہے کیا کوئی یہ سمجھ سکتا ہے کہ بادشاہ تمہاری نذر کا محتاج ہے اسکی وجہ سے اسکے خزانہ میں کیا ایسا اضافہ ہوگیا۔ ہاں اسکی وجہ سے یہ شخص مقرب بارگاہ ہوا اسی طرح حضور کے نام جو کچھ نذر کرے اس سے خود اس کا مرتبہ بھی بڑھتا ہے جیسے درود شریف کہ اللہ عزوجل سے طلب رحمت ہے کیا اگر کوئی درود نہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت حضور پر نازل نہ ہو حاشا وکلا وہاں تو رحمت کی بارش لگاتار ہے بلکہ حضور خود رحمت الٰہی ہیں۔ مگر درود شریف سے خود یہ شخص رحمت الٰہی کا مورد بنتا ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں فرمایا۔ من صلی علی مرۃ صلی اللہ علیہ عشرا[1] تم ایک بار

[1] مشکوٰۃ ص

درود پڑھو تو دس رحمتیں تم پر اتریں صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از جود صپور مارواڑ محلہ موتی چوک مسئولہ عبد الغفار وعبد الرحمٰن خان تارکش ۹ محرم ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھال کا ڈول ناڑی بناکر مسجد میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- چرم قربانی کا ڈول بناکر خود اپنی صرف میں بھی لاسکتا ہے اور مسجد میں دیدیا تو اور بہتر۔ ناڑی[1] کے معنی سمجھ میں نہ آئے اگر یہ چیز چمڑے سے بن سکتی ہے تو بناکر مسجد میں دے سکتے ہیں اور اپنے صرف میں بھی لاسکتے ہیں درمختار میں ہے۔ ویتصدق بجلدھا او یعمل منہ نحو غربال وجراب وقربۃ وسفرۃ ودلو او یبدلہ بما ینتفع بہ باقیا۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:- مسئولہ مولوی شفاء الرحمٰن طالب العلم مدرسہ منظر اسلام ۶ ربیع الآخر ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں حامی سنت وماحی بدعت علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کرنے کے عوض میں قیمت جانور کی مصرف کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:- قربانی اراقت دم بروجہ قربت کا نام ہے علمگیری میں ہے۔ وھی فی الشرع اسم لحیوان مخصوص بسن مخصوص یذبح بنیۃ القربۃ فی یوم مخصوص عند وجود شرائطھا وسببھا کذا فی التبیین واما رکنھا فذبح ما یجوز ذبحہ فی الاضحیۃ بنیۃ الاضحیۃ فی ایامھا لان رکن الشئی ما یقوم بہ ذلک الشئی والاضحیۃ انما تقوم بھذا الفعل فکان رکنا۔ درمختار میں ہے۔ رکنھا ذبح فتجب اراقۃ الدم۔ ردالمحتار میں ہے۔ لان الاضحیۃ انما تقوم بھذا الفعل

---

[1] غالباً ناڑی سے مراد رسی ہے۔ بعض مرتبہ چمڑے سے بھی رسی بنائی جاتی ہے۔ اگر چرم قربانی کی رسی بنائی گئی تو اسے اپنے صرف میں بھی لاسکتا ہے اور مسجد میں بھی دے سکتا ہے ۱۲ منہ مد فیوضہ

نکان رکنا۔ جب قربانی کا رکن اراقت دم ہوا تو جس پر قربانی واجب ہے وہ اگر بجائے قربانی ان ایام میں ایک جانور تو کیا کئی جانوروں کی قیمت تصدق کرے قربانی ادا نہو گی گنہگار ہوگا جب تک اس واجب کو ادا نکرے بلکہ خود جانور قربانی کو تصدق کرے جب بھی بری الذمہ نہوگا عالمگیری میں ہے۔ لا یقوم غیرھا مقامھا فی الوقت حتی لو تصدق بعین الشاۃ او قیمتھا فی الوقت لا یجزئہ عن الاضحیۃ۔ ہاں اگر ایام قربانی گزر گئے اور اس نے قربانی نکی تو اب جانور قربانی یا اسکی قیمت تصدق کرنی ہوگی اسی میں ہے۔ انھا تقضی اذا فاتت عن وقتھا ثم قضاءھا قد یکون بعین الشاۃ حیۃ وقد یکون بالتصدق بقیمۃ الشاۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ حکیم عبدالحمید بنارسی معرفت حضرت مولانا ابوالقمر مطیع الرضا محمد شمس الہدیٰ صاحب لکھنؤ مدرسہ عالیہ ۳ محرم الحرام ۴۴ھ

قربانی کرنے والا شخص اس جانور کی کھال فروخت کرکے اپنے صرف میں یا کسی غیر کو اس غرض سے کہ وہ کتاب وغیرہ خرید کر پڑھے آیا کوئی صورت ایسی ہے کہ ان مصارف میں لاسکتا ہے یا جو صورت جواز و عدم جواز کی ہو اسکے جواب سے مطلع فرمائیں یہاں چند اشخاص سے دریافت کیا مگر قابل اطمینان جواب نہ ملا اسلئے حضور کی خدمت میں عریضہ حاضر کیا؟

الجواب:۔ چرم قربانی کو اپنے صرف میں بھی لاسکتا ہے مثلاً اوسکا ڈول یا مصلّٰی یا اور کوئی چیز بنائے یا کتابوں کی جلد بنوائے اور اگر بیچنا چاہے تو ایسی چیز کے بدلے میں بیچے جو باقی رہے مثلاً اوسکے عوض کتاب خریدے اور اگر روپئے یا ایسی چیز کے بدلے میں بیچا جو باقی رہنے والی نہ ہو تو اس چیز کا تصدق کرنا واجب ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ کھال کسی اور کو دیدے اب اسے اختیار ہے جو چاہے کرے چاہے اوسکو تصرف میں لائے یا اوسکی کوئی چیز خریدے اگر قربانی کرنے والے نے اپنے نہ بیچا ہو بلکہ اسلئے بیچا کہ اوسکی قیمت کسی اور کو دیگا تو اس میں بھی حرج نہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ویتصدق بجلدھا او یعمل منہ نحو غربال وجراب ولا باس بان یشتری ماینفع بعینہ مع بقائہ استحسانا وذلک مثل ما ذکرنا ولا یشتری بہ مالا ینتفع بہ

الا بعد الاستهلاک نحو اللحم والطعام ولا یبیعہ بالدراھم لینفق الدراھم علی نفسہ وعیالہ واللہ تعالیٰ اعلم وجل علا مجدہ اتم واحکم

مسئلہ :۔ مرسلہ حافظ دین محمد صاحب حامدی رضوی ۱۱ صدر بخشی لین شہر لاہور ۱۶ محرم ۴۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چرم قربانی یا اور کسی قسم کا صدقہ یا اجرت امام مسجد لے سکتا ہے یا نہیں۔ اور اہل محلہ جو کہ چندہ کرکے امام مسجد کو دیتے ہیں اس میں حقیر طبقہ کے لوگوں کا پیسہ ہوتا ہے مثلاً شرابی سود خوار زانی وغیرہ تو ایسا پیسہ امام کس صورت سے لے سکتا ہے کہ اکثر حضرات ان ہر دو مسئلہ میں الجھ پڑتے ہیں کہ بہار شریعت میں یہ لکھا ہے اور اعلیٰ حضرت کے وصایا شریف میں یہ لکھا ہے لہٰذا ان ہر دو مسئلوں کو بحوالہ کتاب وسنت ومعہ مہر ودستخط معہ تصریحاً خلاصہ کرکے جواب باصواب سے آگاہ فرمادیں؟

الجواب :۔ چرم قربانی خود بھی استعمال میں لا سکتے ہیں اور دوسرے کو بھی دے سکتے ہیں اگر امام کو دیا جب بھی حرج نہیں بشرطیکہ یہ دینا اجرت امامت میں نہ ہو بلکہ بغرض اعانت ہو در مختار میں ہے ویتصدق بجلدھا او یعمل منہ نحو غربال وجراب۔ یوہیں صدقہ بھی امام کو دے سکتے ہیں ہاں اگر صدقہ واجبہ ہے جیسے صدقہ فطر اور امام غنی ہو تو اسے نہیں دے سکتے اور اجرت امامت میں بھی نہیں دے سکتے امام کو نوکر رکھنا مثلاً ماہانہ اتنا دیا جائیگا یہ جائز ہے مگر یہ اجرت صدقۂ فطر یا زکوۃ یا چرم قربانی سے ادا نہ کیجائے بلکہ مسجد کی آمدنی سے یا چندہ کرکے تنخواہ ادا کریں چندہ جو سود خوار وغیرہ سے لیا گیا اگر معلوم ہے کہ یہ مال بعینہ حرام ہے تو ایسا مال امام کو لینا جائز نہیں اور معلوم نہ ہو تو حرام نہیں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بہ ناخذ مالم نعرف شیأ حراما بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ پھر بھی جسکے پاس زیادہ تر مال حرام ہو اوسکے مال سے بچنا ہی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی حافظ مجید الدین صاحب مقام اونچا محلہ سلیم پورہ بنارس ۲ صفر ۱۳۳۵ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ قربانی ہیں ہمیشہ سے یہ عمل درآمد رہا ہے کہ ایک بکری ایک شخص کیطرف سے اور ایک گائے سات شخصوں کی طرف سے قربانی ہوا کی۔ اور شرکا ریں سے ہر شخص ساتواں حصہ قیمت کا ادا کرتا اور ساتواں حصہ گوشت لیتا مثلاً سات روپیہ کی ایک گائے ہیں سات شریک ہوئے تو فی کس ایک روپیہ ادا کرتا اور اگر تین شریک ہوتے تو ایک چار حصہ کا اور ایک دو حصہ کا اور ایک ایک حصہ کا ہوا۔ چار حصہ والا چار روپیہ دو حصہ والا دو روپیہ اور ایک حصہ والا ایک روپیہ دیتا اور گوشت اسی پرتہ سے لیتا۔ اب بعض جگہ تین اور چار شریک بحصہ مساوی قیمت ہیں شریک ہوں اور بحصہ مساوی گوشت لیتے ہیں مثلاً گائے سات روپیہ کی ہے چار شریک ہوئے تو پونے دو دو روپئے دیا۔ اور تین ہوئے تو ہر شخص نے دو روپیہ پانچ آنہ چار پائی دیا۔ اور گوشت حسب پرتہ لیا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب ایک گائے برابر سات بکری کے ہے۔ اور ایک شخص ایک بکری یا ایک گائے یا سات شخص ایک گائے کرسکتے ہیں تو جب چار شریک ہوئے تو ہر شخص نے چوتھائی یعنی پونے دو بکری قربانی کیا۔ اور اگر تین شخص شریک ہوئے تو فی کس نے ⅓ حصہ گائے بحصہ مساوی قربانی کیا ایک بازیادہ بکری تو ضرور ایک شخص کرسکتا ہے یہ پونے اور ڈیوڑھا اور سوائی کی قربانی کیسی لہذا بدلائل معتبرہ بالتصریح و توضیح قول مفتی بہ تحریر فرما کر عنداللہ اسکا ثواب حاصل فرمائیں ؟

الجواب :- گائے اونٹ میں سات شخص شریک ہوسکتے ہیں یعنی ایک گائے کے سات مساوی حصے ہوسکتے ہیں سات حصے کرنا ضروری نہیں کہ سات سے کم ہوں تو قربانی ہی نہو اگر دو یا تین یا پانچ یا چھ حصے کئے گئے جب بھی جائز ہے یعنی کوئی حصہ ساتویں سے کم نہ ہو اور زیادہ ہو تو حرج نہیں ہدایہ میں ہے۔ وتجوز عن خمسة او ستة او ثلثة ذكره محمد في الاصل لانه لما جاز عن سبعة فعمن دونهم اولى ولا تجوز عن ثمانية اخذا بالقياس فيما لا نص فيه وكذا اذا كان نصيب احدهم اقل من السبع لا يجوز عن الكل لانعدام

وصف القربة فی البعض ولو کانت البدنة بین اثنین نصفین تجوز فی الاصح لانه لما جاز ثلثة الاسباع جاز نصف السبع تبعا له[1] درمختار میں ہے ولو لاحدھم اقل من السبع لم یجز عن احد وتجزی عما دون سبعة بالاولی۔ ردالمحتار میں ہے۔ اطلقه فشمل ما اذا اتفقت الانصباء قدرا اولا لکن بعد ان لا ینقص عن السبع ولو اشترک سبعة فی خمس بقرات او اکثر صح لان لکل منهم فی بقرة سبعها لا ثمانیة فی سبع بقرات او اکثر لان کل بقرة علی ثمانیة اسهم فلکل منهم اقل من السبع[2] واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خصّی بکری کی قربانی جائز ہے یا نہیں حدیث میں کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ جائز ہے بلکہ بہتر ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کی قربانی کی جن کے انثیین کوٹے ہوئے تھے امام احمد وابوداؤد وابن ماجہ ودارمی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، فرماتے ہیں ذبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوأین فلما وجههما قال انی وجهت الخ[3] ہمارے امام اعظم نے فرمایا افضل ہے لانه اطیب لحمًا۔ اسکا گوشت اچھا ہوتا ہے اس حدیث کو امام محمد رحمہ اللہ نے موطاء میں ذکر کر کے فرمایا کہ خصّی کی قربانی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از سکندر پور ضلع بلیا مرسلہ مولوی عبدالعظیم سلمہ ۱۳ ر ذی الحجہ ۴۶ھ

جس پر قربانی واجب ہے وہ اگر اپنے لڑکے یا بی بی وغیرہ کے نام سے کرے تو اس کے

---

[1] ہدایہ ج ۴ ص ۴۴۴ کتاب الاضحیۃ ۱۲ [2] درمختار وردالمحتار ج ۵ ص ۲۲۲ کتاب الاضحیۃ۔

[3] ابوداؤد ج ۲ ص ۳۸۶ کتاب الضحایا۔ ابن ماجہ ص ۲۲۵ ابواب الاضاحی

ترجمہ:۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی کے دن سینگوں والے، سفید وسیاہ رنگ والے خصّی کئے ہوئے دو مینڈھوں کو ذبح کیا۔ تو جب ان دونوں کو قبلہ رُخ لٹادیا تو یہ دعا پڑھی۔ انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض علی ملة ابراهیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک له وبذلک أمرت وأنا من المسلمین اللهم منک ولک عن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وامته "، مصباحی

ذمہ کا واجب ساقط ہو گا یا نہیں ؟ اور یہ قربانی صحیح ہوگی یا اسکی صحت معلق رہے گی اس پر کہ وہ خود اپنے نام سے بھی قربانی کرے یا ایام نحر گذرنے کے بعد قیمت صدقہ کرے ؟

الجواب :۔ جس پر قربانی واجب ہے، اوسکو خود اپنے نام سے قربانی کرنی چاہیئے۔ لڑکے یا زوجہ کیطرف سے کریگا تو واجب ساقط نہ ہوگا۔ اپنے نام سے کرنیکے بعد جتنی قربانیاں کرے مضائقہ نہیں، مگر واجب کو ادا نہ کرنا اور دوسروں کی طرف سے نفل ادا کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔ پھر بھی دوسروں کی طرف سے جو قربانی کی، ہوگئی۔ اور ایام نحر باقی ہوں تو یہ خود قربانی کرے، گزرنے پر قیمت اضحیہ تصدق کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے ایک عزیز سے کہدیا کہ ایک بکرا یا بھیڑ میرے لئے بھی لے لینا۔ اور قربانی کے بعد یا قربانی کے ایام ختم ہونے پر قیمت ادا کی، تو قربانی کا ثواب ملیگا یا نہیں، اور قرض لیکر قربانی کرنا کیسا ہے ؟

الجواب :۔ وہ عزیز جو خرید کر لایا ہے زید کا وکیل ہے اوسکو یہ اختیار تھا کہ بغیر قیمت وصول کئے زید کو جانور نہ دیتا مگر جب زید کو اس نے دیدیا تو زید اسکی قربانی کر سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں قربانی کی قیمت پہلے ہی ادا کر دینا ضرور نہیں، ہاں ملک ضروری ہے اور وہ حاصل، اگر قربانی اوس پر واجب ہے اور اس وقت اس کے پاس روپیہ نہیں تو قرض لیکر یا کوئی چیز فروخت کر کے قربانی کا جانور حاصل کرے اور قربانی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھال کی قیمت مسجد کے فرش وغیرہ میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں اور اپنی مسجد میں ضرورت ہوتے ہوئے کسی دوسری مسجد یا مدرسہ میں کھال کی قیمت یا چندہ دینا کیسا ہے ؟ پہلے حق کس کا ہے ؟

الجواب :۔ قربانی کی کھال مسجد میں بھی دے سکتے ہیں حدیث میں ہے۔ کلوا و ادخروا و ائتجروا۔ البتہ اگر وہ کھال اس لئے بیچی کہ قیمت اپنے تصرف میں لائے تو اب اس قیمت کو مسجد میں صرف نہیں کر سکتا، بلکہ اس کا تصدق مساکین پر

واجب ہے[1] اپنی مسجد کا حق زیادہ ہے مگر دوسری مسجد یا مدرسہ میں بھی دینا جائز ہے۔ اور جہاں زیادہ ضرورت ہے وہاں زیادہ مناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بقرعید کی نماز کے قبل قربانی کردے تو خلاف حکم شرع شریف نہ ہوگا؟

الجواب:۔ جہاں عیدین کی نماز جائز ہے، یعنی مصر وفنائے مصر یہاں قربانی کا وقت بعد نماز ہے، جب تک نماز نہ ہوئی ہو قربانی نہ ہوگی، بلکہ گوشت کا جانور ہوگا، اور جہاں نماز

---

[1] چوں کہ اپنی مالداری کے لئے قربانی کی کھال بیچنا ناجائز و گناہ ہے۔ اسکی وجہ سے کھال کی قیمت پر اس کی ملک، ملک خبیث ہوگی جس کو دور کرنا واجب۔ اور یہاں اس کی صورت یہی ہے کہ فقراء و مساکین پر تصدق کر دیا جائے۔ کہ اس صورت میں یہ صدقہ واجبہ کے قبیل سے ہوگا۔ اور صدقہ واجبہ میں تملیک فقیر شرط ہے۔ فتح القدیر میں ہے۔ حقیقة الصدقة تملیک الفقیر۔ اس لئے اس قیمت کو مسجد میں نہیں لگا سکتے۔ لیکن اس تصدق کا واجب ہونا ایک عارض کی وجہ سے ہے اس کی ذات کی وجہ سے نہیں۔ ہدایہ میں ہے۔ "ولا یشتری به مالا ینتفع به الا باستهلاکه کالخل و الابازیر اعتبارا بالبیع بالدراهم والمعنی فیه انه تصرف علی قصد التمول۔ ولو باع الجلد او اللحم بالدراهم تصدق بثمنه۔ لان القربة انتقلت الی بدله" اه۔ حاشیۂ ہدایہ عینی میں ہے "قوله والمعنی انه تصرف علی قصد التمول وهو قد خرج عن جهة التمول فاذا تموله بالبیع وجب التصدق لان هذا الثمن حصل بفعل مکروه فیکون خبیثا۔ فیجب التصدق اه" (ہدایہ و حاشیۂ ہدایہ جلد ۴ صفحہ ۴۵۰) اور اگر اپنے تصرف میں لانے کی غرض سے نہ بیچے۔ بلکہ صدقہ کرنے کی نیت سے بیچے۔ تو جائز، اور اس کی قیمت پر ملک، ملک طیب۔ لہذا اس کا تصدق بھی غیر واجب۔ اور مصرف ہر کار خیر و ثواب۔ خواہ مسجد کی تعمیر و مرمت ہو یا سامان مسجد لوٹا مصلیٰ وغیرہ یا مدرسین و امام و مؤذن کو بطور امداد و اعانت دی جائے۔ ان سب میں اس کا استعمال جائز و حلال۔ عالمگیری میں ہے۔ ولا یبیعه بالدراهم لینفق الدراهم علی نفسه وعیاله ولو باعها بالدراهم لیتصدق بها جاز لانه قربة کالتصدق (ج ۴ ص ۸۲) واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

جائز نہیں مثلاً گاؤں وہاں دسویں ذی الحجہ کی طلوع فجر سے قربانی کا وقت ہو جاتا ہے تنویر الابصار میں ہے۔ واول وقتها بعد الصلوٰۃ ان ذبح فی مصر وبعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ۔ جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں شہدت الاضحیٰ یوم النحر مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم یعدُ ان صلی وفرغ من صلاتہ وسلم فاذا ھو یریٰ لحم اضاحی قد ذبحت قبل ان یفرغ من صلاتہ فقال من کان ذبح قبل ان یصلی او نصلی فلیذبح مکانہا اخریٰ[1] میں یوم النحر میں نماز عید میں حضور کے ساتھ حاضر تھا۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی حضور نے قربانیوں کا گوشت ملاحظہ کیا۔ فرمایا جس نے نماز سے قبل قربانی کی ہے وہ اسکی جگہ دوسری قربانی کرے۔ رواہ الشیخان وغیرہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از مقام حاجی نگر چنگل ضلع چوبیس پرگنہ مرسلہ جناب محمد بابُ اللہ شاہ پیش امام مسجد۔

اگر کوئی معلّم چرم قربانی کو مدرسہ کے نام سے لیوے حالانکہ اسکی تنخواہ دوسرے طریقہ سے معقول ملتی ہو، مدرسہ کے طلبہ میں کوئی غریب فرماں بردار طالب علم بھی نہیں جس کی بھی ضرورت ہو بلکہ وہ خود ہی بیچکر انکی قیمت اپنے تصرف میں لاتا ہے آیا اس صورت میں اس کو چرم قربانی لینا اور دوسروں کا اسکو دینا جائز ہے یا ناجائز نیز چرم قربانی کے مصارف کیا ہیں؟

الجواب:۔ مدرسہ کی اعانت کیلئے چرم قربانی دیا جاسکتا ہے۔ اگر خود اس معلّم کو لوگ دیں تو دے سکتے ہیں۔ جبکہ اجرت میں دینا لینا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ سید ضمیر الدین احمد صاحب از الہ آباد محلہ دارا گنج ۲۰ جمادی الآخرہ ۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عید الضحیٰ میں لوگ قربانی کر کے کفارہ

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب فی الاضحیۃ الفصل الثالث ص ۱۲۸۔ مصباحی

کو بھی گوشت بانٹتے ہیں اس کے بابت کیا حکم ہے ؟

الجواب:۔ یہاں کے کفار کو قربانی کا گوشت نہ دینا چاہیئے۔ کہ یہاں کے کفار حربی ہیں، اور حربی کو کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از شیو رامپور ڈاکخانہ بانسڈیہ ضلع بلیا مرسلہ جناب عبد الغنی صاحب ۱۹ ذیقعدہ سنہ ۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو بکرا قربانی ہوتا ہے بہت سے بھائی ہندو بھائی کے گھر اپنے دوست آشنا کو ہندو بھائی کو تقسیم کرتے ہیں بہت سے لوگ منع کرتے ہیں کہ دوسری قوم میں نہ دینا چاہیئے بہت سے لوگ دوسرا بکرا لاکر ہندو بھائی کو تقسیم کرتے ہیں ؟

الجواب:۔ ہندو تو مسلمانوں کو ذبح و قتل کرنے پر تیار ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ ان دشمنان دین کو اب تک آپ لوگ بھائی اور دوست ہی تصور کئے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ۔ اے ایمان والوں میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ سوال کا جواب یہ ہے کہ ان کافروں کو نہ قربانی کا گوشت دینا جائز ہے نہ اور دوسرا بکرا ذبح کرکے اس کا گوشت دینا جائز کہ جو جانور خدا کی عبادت کیلئے ذبح کیا گیا اوسکا گوشت خدا کے دشمن کو دیکر خدا کی خوشنودی حاصل ہوگی، یا ناخوشی۔ اسکو ہر عاقل جان سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از ضلع بلیا۔ مرسلہ مولوی عبد العظیم صاحب ۶ ربیع الاول سنہ ۵۰ھ

ما قولکم ایہا العلماء الکرام فی ہذہ المسائل رحمکم اللہ الملک العلام

سـ۱ ہندوستان میں عموماً قربانی کے جانور ایام نحر سے پہلے ہی خرید لیتے ہیں اور خریدنے کے بعد اسی معین جانور کی قربانی کی نیت ایام نحر سے پہلے کرلیتے ہیں، بلکہ خریدتے وقت ہی قربانی کی نیت ہوتی ہے اور اسی قربانی ہی کی نیت سے خریدتے ہیں اور قبل از ایام نحر جانور اس وجہ سے خرید لیتے ہیں کہ اگر ایسا نہ کریں تو خاص ایام نحر میں بسا اوقات جانور میسر نہونگے اکثر افراد ایسا بھی کرتے ہیں کہ ایام نحر تو کجا ماہ ذی الحجہ سے بھی مہینوں پہلے بہ نیت قربانی

جانور خرید کر پرورش کرتے ہیں یا خانہ زاد جانور ہے اور مہینوں پیشتر قربانی کی نیت کر لیتے ہیں چنانچہ ہر صورت میں پوچھنے پر یہی جواب دیتے ہیں کہ قربانی کیلئے خریدا یا رکھا ہے۔ مالدار و غریب دونوں ہی ایسا کرتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ کیا کن صورتوں میں وہ خریدا ہوا یا خانہ زاد معین جانور جسکی قربانی کی نیت کی گئی ہے نذر ہو گیا، کیا ان صورتوں میں مالداروں پر یا غریبوں پر جو ایام نحر میں مالدار ہو گئے دوسری قربانی بھی بہ سبب غنی واجب ہے اگر نہیں تو رد المحتار کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے جو۔ ولو ترکت التضحیۃ ومضت ایامہا تصدق بہا حیۃ ناذر لمعیّنۃ۔ کی تحت میں ہے وہی ہذہ بدائع کی عبارت نقل کر کے اسکے اس حصہ او قال جعلت ھذہ الشاۃ اضحیۃ کے متعلق فرماتے ہیں وقد استفید منہ ان الجعل المذکور نذر۔ بینوا توجروا

س۲ ایام نحر سے پہلے خریدنے کے علاوہ عموماً اپنے متعلقین واحباب کے سامنے لوگ قربانی کا ارادہ ظاہر کرتے اور بہ نیت قربانی جانور کے خریدنے کا تذکرہ اور چرچہ کرتے ہیں کہ اس سال میں بکر قربانی کرونگا۔ یا گائے قربانی کرونگا۔ فلاں تم ذرا میرے ساتھ فلاں دن یا فلاں وقت چلنا قربانی کیلئے جانور خریدنا ہے۔ اور سب کی نیت بھی یہی ہوتی ہے کہ خدا ہی کیلئے قربانی کرونگا۔ اگرچہ اس تذکرہ اور چرچہ میں مالداروں کی نیت اسی قربانی کی ہوتی ہے۔ جو منجانب شرع بہ سبب غنی ان کے ذمہ واجب ہوتی ہے۔ لیکن عبارات بدائع و شامی اس تذکرہ و چرچہ کو بھی نذر ٹھہرا کر ایام نحر میں مالدار ہونے کی تقدیر پر دو قربانیاں واجب کرتی ہیں۔ چنانچہ اسی عبارت سابقہ کے سلسلے میں اولاً بدائع سے نقل فرمایا۔ ولو قبل ایام النحر لزمہ شاتان بلا خلاف لان الصیغۃ لا تحتمل الاخبار عن الواجب اذ لا وجوب قبل الوقت وکذا لو کان معسرا ثم ایسر فی ایام النحر لزمہ شاتان الخ۔ اب علامہ شامی خود فرماتے ہیں۔ ومقتضی ھذا ان الموسر اذا نذر فی ایام النحر وقصد الاخبار لم یکن ذلک منہ نذرا حقیقۃ وان لزوم الشاۃ علیہ

بایجاب الشرع۔ اما اذا اطلق ولم یقصد الاخبار او کان قبل ایام النحر او کان معسرا فاشتریٰ فیہا فانہ وان لزمتہ شاۃ اخریٰ بالنذر لکنہا لم تکن واجبۃ قبل الواجبۃ غیرہا انہو نذر حقیقۃ وعلی کل فلم یوجد نذر حقیقی بواجب قبلہ فانفع الحال وطاح الاشکال الخ۔[1]

پھر مقام موعود میں بھی دس قربانی نذر کی بحث میں یہی مضمون ادا کیا کما قال

اقول وباللہ تعالیٰ التوفیق ان کتب المذہب طافحۃ بصحۃ النذر بالاضحیۃ من الغنی والفقیر وقد منا ان الغنی اذا قصد بالنذر الاخبار عن الواجب علیہ وکان فی ایام النحر لزمہ واحدۃ والا فثنتان قال الزیلعی یلزمہ اخریٰ الا اذا عنی بہ الواجب علیہ فاذا نذر عشر اضحیات لم یحتمل الاخبار عن الواجب اصلا کما قدمناہ عن البدائع من ان الغنی لو نذر قبل ایام النحر ان یضحی شاۃ لزمہ شاتان احداہما بالنذر والاخریٰ بالغنی لعدم احتمال الصیغۃ الاخبار عن الواجب اذ لا وجوب قبل الوقت وکذا لو نذر وھو فقیر ثم استغنیٰ وھنا کذلک لعدم وجوب العشر فتلزمہ اھ ملتقطا۔[2]

اب سوال یہ ہے کہ جب پہلے سے جانور کو بہ نیت قربانی خرید لینا۔ خرید کر پالنا۔ یا آغاز جانور کے حق میں قربانی کی نیت کر لینا بہ سبب تعیین کے اس کو نذر کر دیتا ہے۔ ایام النحر سے پہلے احباب ومتعلقین سے یہ کہنا کہ قربانی کرونگا۔ نذر ہو گیا۔ اور بر تقدیر مالدار پر دوسری قربانی جو بایجاب شرع واجب ہوئی وہ بدستور واجب ہے۔ جب تک دوسری قربانی نہ کرے سبکدوش نہیں ہو سکتا تو آخر جانور کے خریدنے پالنے اور نیت قربانی کے ظاہر کرنے میں اب وہ کون سی صورت اختیار کرے کہ وہ جانور نذر نہ ٹھہرے نہ اسکا یہ قول کہ (قربانی کرونگا) نذر ٹھہرے۔ ورنہ ہندوستان کے تقریباً تمام اطراف میں یہی حالت ہے، جو دونوں سوال میں عرض کی گئی، تو اب سوائے ان غریبوں کے جن کو ایام نحر میں بھی قدر احباب پر دسترس نہ ہوئی شاید و باید ہی کوئی شخص فریضہ اضحیہ سے سبکدوش ہوتا ہوگا۔ کیوں کہ عموماً جان

[1] ردالمحتار ج ۵ ص ۲۲ کتاب الاضحیۃ
[2] ص ۲۲۴ مصباحی

پہلے ہی خرید کر معین کر دیتے ہیں۔ اور اگر معین نہ کریں یا ایام نحر سے پہلے نہ خریدیں جب بھی سخت مشکل ہے کہ آخر ذبح یا نحر سے پہلے ضرور ہے کہ جانور کو معین کریگا کہ یہ جانور قربانی کرونگا اور اس کے متعلق علامہ شامی بھی فرما چکے کہ قد استفید منہ ان الجعل المذکور نذر تو چاہے کتنی ہی قربانیاں کرے جب تک خاص اخبار عن الواجب کی نیت سے معین کرسکا سبکدوش نہیں ہوسکتا اور ایام نحر سے پہلے خرید لینے کی صورت میں یا کسی سے ارادہ ہی ظاہر کرنے کی صورت میں تو نذر سے بچنے کا کوئی راستہ ہی نہیں سمجھ میں آتا چاہے جتنی قربانیوں کی نیت کرے جتنے جانور خرید لے سب نذر ہو جاتے ہیں۔ بینوا وحققوا المقام توجروا بالاجور الجزیلۃ عند الملک العلام

س۳ :۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام یا صحابہ کرام واولیاء عظام سابقین میں سے کسی کی طرف سے یا اپنے خاندان کے کسی مسلمان میت خواہ اور کسی مسلمان میت کی طرف سے اپنے مال سے قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو خود اس میں سے کھا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

س۴ :۔ اکثر عوام بلکہ بعض مولوی صاحبوں سے بھی ایسا سنا جاتا ہے کہ چرم قربانی مسجد کی کسی ضرورت کیلئے مسجد میں دینا اور صرف کرنا ناجائز ہے کیا اس عدم جواز کی کوئی اصل بھی ہے بعض ان مولوی صاحبوں سے جو عدم جواز کے قائل ہیں اسکی اصل پوچھی لیکن نہ بتا سکے اور فقیر کے سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔ لہٰذا جو حق ہو تحریر فرمایا جائے؟ بینوا توجروا

س۵ :۔ کیا بھیڑ چھ ماہ کی حسب القدر فربہ ہو کہ ایک سال والوں سے ممتاز ہوسکے قربانی کیلئے جائز نہیں ہے؟ بینوا توجروا

الجواب ۱ــ۲ :۔ عبارت بدائع و علامہ شامی کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کی نذر درست ہے۔ لہٰذا اگر کسی نے قربانی کی منت مانی، تو اس منت کی بناء پر اس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔ پھر اگر یہ منت ایام نحر میں ہے اور وہ شخص فقیر ہے تو فقط یہی نذر والی قربانی واجب ہوگی۔ اور غنی ہے تو اسکے علاوہ ایک دوسری قربانی بھی جو ایجاب شرع

سے واجب تھی واجب ہوگی۔ یعنی اس پر دو قربانیاں واجب ہوں گی اور اگر ایام نحر میں صیغہ نذر بولا اور نیت خبر ہے تو نذر نہیں اور نیت نذر ہے یا کچھ نیت نہ ہو تو نذر ہے اور اگر ایام نحر سے پہلے ایسا صیغہ بولا یا وقت تلفظ فقیر تھا پھر مالدار ہوگیا۔ تو نذر ہی ہے کہ ان صورتوں میں خبر کی نیت کرے بھی تو صحیح نہیں بدائع الصنائع کا یہ قول کہ جعلت ھذہ الشاۃ اضحیۃ صیغہ نذر ہے اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ میں نے اس کو اضحیہ کردیا اور یہ کہ قربانی کردیا اس وقت صحیح ہوسکتا ہے جب بعد قربانی یہ الفاظ بولے جائیں اور جب قربانی سے پہلے تلفظ کیا تو خبر دینا صحیح نہ ہوا۔ اور اسکی تصحیح یونہی ہوسکتی ہے کہ اس لفظ سے وجوب کی خبر دیتا ہے، اور خبر بالوجوب دو طرح سے ہوسکتی ہے۔ یا وہ وجوب ایجاب شرع سے ہوگا۔ یا خود ایجاب عبد سے مستفاد ہوگا اور ایجاب شرع سے صرف وہ وجوب ہے جو غنی پر ایام نحر میں ہوتا ہے۔ لہذا اگر یہ لفظ غنی نے ایام نحر میں کہے اور نیت اس واجب سے خبر دینے کی ہے جو جانب شرع سے ہے تو نیت صحیح ہے اور صیغہ نذر نہ رہے گا اور اگر ایام نحر سے قبل کہے یا فقیر نے یہ لفظ کہے تو ایجاب شرع موجود نہیں۔ لہذا ایجاب عبد مراد ہوگا اور یہ لفظ اگرچہ حقیقۃ خبر ہے مگر خبر کیلئے محکی عنہ ہونا چاہیئے اور یہاں ایجاب عبد بھی نہیں جس سے اخبار صحیح ہو۔ لہذا اس لفظ کو خود انشاء ایجاب قرار دیا جائے گا اور ایجاب کا افادہ یہی لفظ کرے گا جیسا کہ تمام انشاءات۔ انت حر۔ انت طالق۔ میں یہی صورت بعینہا اختیار کی گئی ہے۔ اسکے بعد میں نے بدائع کو دیکھا اسکی عبارت کا مفہوم بھی یہی ہے جو بیان کیا وہ یہ ہے۔

ولنا ان ھذہ الصیغۃ فی عرف الشرع جعلت انشاء کصیغۃ الطلاق والعتاق لکنھا تحتمل الاخبار فیصدق فی حکم بینہ وبین ربہ عزشانہ ولو قال ذلک قبل ایام النحر یلزمہ التضحیۃ بشاتین بلاخلاف لان الصیغۃ لا تحتمل الاخبار عن الواجب اذ لا وجوب قبل الوقت والاخبار عن الواجب

ولا واجب یکون کذبا فتعین الانشاء مرادا بہا وکذلک لو قال ذلک وھو معسر ثم ایسر فی ایام النحر فعلیہ ان یضحی بشاتین لانہ لم یکن وقت النذر اضحیہ واجبۃ علیہ فلا یحتمل الاخبار فیحمل علی الحقیقۃ الشرعیۃ وھو الانشاء فوجب علیہ اضحیۃ بنذرہ واخری بایجاب الشرع ابتداء لوجود شرط الوجوب وھو الغنی[1]

ثم اقول یہ تقریر اس بنا پر ہے کہ تمام الفاظ کیلئے علامہ شامی وصاحب بدائع ایک ہی حکم ہو کہ ایام نحر میں اخبار کی نیت صحیح ہے۔ اور غیر ایام نحر میں نذر کیلئے متعین ہیں یعنی جعلت ھٰذہ الشاۃ اضحیۃ بھی اسی حکم میں داخل ہو مگر اس فقیر کا خیال ہے کہ جعلت ھٰذہ الخ اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور دیگر الفاظ نذر مثلاً للہ علیّ ان اضحی وغیرہ جو ایجاب شرع سے اخبار کا احتمال رکھتے ہیں، ان کا یہ حکم ہے اور جعلت الخ اخبار عن ایجاب الشرع کا محتمل نہیں کہ اس جعل کو متکلم اپنی طرف نسبت کرتا ہے۔ پھر ایجاب شرع سے یہ کیوں کر اخبار ہوگا۔ اس مختصر تمہید کے بعد سوال کا جواب یہ ہے کہ ان الفاظ سے جو سوال میں ہیں کہ قربانی کیلئے خریدا ہے یا رکھا ہے یا اسکی قربانی کرونگا۔ یا اس قسم کے دیگر الفاظ سے جو اس موقع پر عام طور سے بولے جاتے ہیں نذر نہیں ہوگی۔ اور ان لوگوں پر دوسری قربانی واجب نہ ہوگی۔ کہ یہ الفاظ جعلت ھذہ الشاۃ اضحیۃ کے معنیٰ میں نہیں ان الفاظ سے یہ خبر دیتا ہے کہ ایام نحر میں اسکی قربانی کرونگا اس ارادہ کا اظہار ہے یا خریدنے کی غایت ومقصد کا بیان ہے۔ نہ یہ کہ اپنے ذمہ واجب کرنے سے اخبار یا انشاء ان دونوں باتوں میں بہت فرق ہے۔ کروں گا اور کر دیا ان میں یہ فرق ہے کہ پہلا اضحی کا ترجمہ ہے جس میں جعل کا پتہ نہیں اور نذر کے اس صیغہ میں لفظ جعل ہے۔ جس طرح اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے ان کو طلاق دی تو طلاق ہو گئی کہ یہ انشاء طلاق ہے۔ اور اگر یہ کہے کہ طلاق دونگا تو طلاق واقع نہ ہوئی کہ یہ ارادہ طلاق سے اخبار ہے نہ کہ انشاء اسی طرح میں نے اس کو اضحیہ کر دیا انشاء ہے اور اس سے نذر ہو جائے گی اور قربانی کرونگا

[1] بدائع ج ۵ ص ۶۲ کتاب التضحیۃ - مصباحی

ارادہ کی خبر ہے یہ نذر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج ۳ انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام اور دیگر اموات مسلمین کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کی طرف سے قربانی کی اور فرمایا۔ عمن لم یضح من امتی، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کی۔ ابوداؤد و ترمذی میں حنش سے روایت ہے کہتے ہیں رایت علیا یضحی بکبشین فقلت لہ ما ھٰذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ۔ بدائع الصنائع میں ہے ان الموت لا یمنع التقرب عن المیت بدلیل انہ یجوز ان یتصدق عنہ و یحج عنہ و قد صح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحیٰ بکبشین احدھما عن نفسہ والاخر عمن لا یذبح من امتہ وان کان منھم من قدمات قبل ان یذبح فدل ان المیت یجوز ان یتقرب عنہ فاذا ذبح عنہ صار نصیبہ للقربۃ[1]۔ اور اس کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے دوسرے کو بھی کھلا سکتا ہے۔ ہدایہ میں ہے ویاکل من لحم الاضحیۃ ویطعم الاغنیاء والفقراء ویدخر۔ تبیین الحقائق میں ہے وھذا فی الاضحیۃ الواجبۃ والسنۃ سواء اذا لم تکن واجبۃ بالنذر وان وجبت بالنذر فلیس لصاحبھا ان یاکل منھا شیئا ولا ان یطعم غیرہ من الاغنیاء سواء کان الناذر غنیا او فقیرا لان سبیلھا التصدق ولیس للمتصدق ان یاکل من صدقۃ ولا ان یطعم الاغنیاء۔ شلبیہ میں ہے قال فی شرح الطحاوی

[1] ترجمہ:۔ میت کی طرف سے حصول تقرب کو موت ختم نہیں کرتی اس پر دلیل یہ ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا اور میت کی طرف سے حج کرنا جائز ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو مینڈھے کی قربانی کی ایک اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی ان امتیوں کی طرف سے جو قربانی دینے کی استطاعت نہیں رکھتے، اگرچہ ان میں سے کچھ وہ حضرات بھی تھے جن کا انتقال ذبح سے پہلے ہو چکا تھا۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ میت کی طرف سے تقرب جائز ہے لہذا اگر میت کی طرف سے ذبح کیا جائے تو قربت (ثواب) میں اسکا بھی حصہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بدائع الصنائع ج ۵ ص ۲، کتاب التضحیہ ترجمۃً) آل مصطفیٰ مصباحی

ولا یجوز الاکل من الدماء الا من اربعة من الاضحیة ودم المتعة ودم القران ودم التطوع اذ بلغ محله وھو الحرم یعنی لا یجوز الاکل من دماء الکفارات والنذور وھدی الاحصار وھدی التطوع اذا لم یبلغ محله ۔ بلکہ خود حدیث بھی بتاتی ہے کہ اس کا کھانا جائز ہے حدیث یہ ہے ۔ اذا اضحی احدکم فلیاکل من اضحیته ویطعم غیرہ کہ جب اس نے ہی قربانی کی ہے تو بمقتضائے حدیث تو خود اس سے کھا بھی سکتا ہے نیز یہ حدیث ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو قربانیاں کی تھیں ایک اپنی طرف سے اور ایک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ۔ اور بدائع میں ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ۔ انہ قال لغلامة قنبر حین ضحیٰ بالکبشین یا قنبر خذلی من کل واحد منھما بضعة وتصدق بھما بجلودھما وبرؤسھما وباکارعھما[1] معلوم ہوا کہ ان مینڈھوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہما نے خود کھایا لہٰذا اگرچہ دوسرے کیطرف سے قربانی کرے خود کھا سکتا ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج ۴ یہ غلط ہے کہ مسجد میں چرم قربانی کو صرف نہیں کیا جا سکتا ، کہ چرم قربانی واجب التصدق نہیں کہ مساکین ہی کا حق ہو ، بلکہ قربانی کرنیوالا خود بعینہ اس کھال کو اپنے صرف میں لا سکتا ہے مثلاً مشک یا ڈول بنالے یا کتابوں کی جلدیں لگالے بلکہ عین باقی سے اس کا استبدال بھی کر سکتا ہے جبکہ تمام کتب فقہ میں مصرح ہے البتہ اگر دراہم و دنانیر کے بدلے میں بیچے تو اب ان کا تصدق واجب ہو جاتا ہے حدیث میں ہے کلوا وادخروا وأتجروا ۔ کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور نیک کام کرو مسجد کو دینا بھی نیک کام ہے لہٰذا جائز ہے ۔ اور یہ حدیث اگرچہ گوشت کے بارے میں ہے ۔ مگر پوست کا وہی حکم ہے جو گوشت کا ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے واللحم بمنزلة الجلد فی الصحیح البتہ قول غیر صحیح میں گوشت میں صرف کھانا یا

---

[1] بدائع الصنائع ج ۵ ص ۸۱ ۔ مصباحی

کھلانا ہے اور عین باقی کے ساتھ استبدال جائز نہیں تو تخصیص جانب لحم سے ہے نہ جانب جلد میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج ۵ :۔ چھ ماہ کی بھیڑ جو ایک سال والی سے مشابہ ہو اس کی قربانی جائز ہے تبیین الحقائق میں ہے۔ وجاز الثنی من الکل والجزع من الضان لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لاتذبحوا الامسنۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان رواہ البخاری ومسلم واحمد وجماعۃ وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام یجوز الجذع من الضان اضحیۃ رواہ ابن ماجۃ وقالوا ھذا اذا کان الجذع عظیما بحیث لوخلط بالثنیات یشبہ علی الناظر من بعد والجذع من الضان ما تمت لہ ستۃ اشہر عند الفقہاء، شلبیہ میں ہے، وروی اصحابنا فی کتبہم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال نعمت الاضحیۃ الجذع من الضان وروی محمد فی کتاب الآثار اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم فی الجذع من الضان یضحی بہ قال یجزی والثنی افضل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ شیخ عبدالحفیظ صاحب قادری رضوی از جائس محلہ شیخانہ ضلع رائے بریلی ۲۶ ذی الحجہ ۵۶ھ

کیا ارشاد ہے شریعت مطہرہ کا مسئلہ ذیل میں۔

قربانی کی کھال مدرسہ میں دی جاسکتی ہے یا نہیں اور اگر دی جاسکتی ہے تو کس مدرسہ میں کیا مسجد میں یہ کھال صرف کی جاسکتی ہے ؟

الجواب :۔ چرم قربانی کو کار خیر میں صرف کرنا جائز ہے۔ دینی مدرسہ بھی امور خیر سے ہے اس میں بھی صرف کرسکتے ہیں حدیث میں فرمایا کلوا وادخروا وأتجروا درمختار وغیرہ میں ہے ویتصدق بجلدھا او یعمل منہ نحو غربال وجراب ویبدلہ بما ینتفع بہ باقیا۔ مسجد میں بھی صرف کرنا جائز ہے۔ مدرسہ میں اگر مدرس کی تنخواہ نہیں ہے اور مدرس کو

چرم قربانی بطور اعانت دیا جائے تو بلاشبہ جائز ہے۔ اور اگر مدرس کی تنخواہ ہے تو کھال کو تنخواہ میں نہیں دے سکتے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ مہتمم مدرسہ کو ان کھالوں کا مالک کر دیا جائے اور وہ اپنی طرف سے تنخواہ مدرسین میں صرف کرے کہ اس صورت میں جس نے قربانی کی اوس نے کسی معاوضہ میں نہیں دیا بلکہ اوس کا دینا بلا معاوضہ ہے اور جسے دی گئی وہ اب ہر طرح صرف کر سکتا ہے۔ متولی یا مہتمم مدرسہ اگر مالدار ہو جب بھی اوس کو دے سکتے ہیں کہ پوست قربانی میں یہ شرط نہیں کہ فقراء ہی کو دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولانا عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم قصبہ مبارکپور ضلع اعظم گڈھ یوم پنجشنبہ ۲ ذی الحجہ ۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم محمد آباد گوہنہ کے رہنے والے ہیں۔ ایک گائے موشی خانہ سے بازار میں نیلام ہونے کو آئی جو کہ ہم نے بولی بول کر خرید لیا تو اب وہ قربانی کے نام جائز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہو سکتی ہے تو کس طریقہ سے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ قربانی کے جانور کا قربانی کرنے والے کی ملک ہونا ضروری۔ دوسرے کے جانور کی قربانی نہیں کر سکتا۔ موشی خانہ کے نیلام کرنے سے اور بولی بول کر لے لینے سے ... کی ملک سے خارج نہیں ہوتا۔ یہ جانور کسی کے مطالبہ میں نیلام نہیں کیا جاتا اور نیلام کر کے ثمن نہ مالک کو دیا جاتا ہے نہ کسی کا جائز مطالبہ اس سے ادا کیا جاتا، لہٰذا ملک مالک سے خارج نہیں ہوتا ایسے جانور کو ذبح کرنے سے قربانی نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ عثمان غنی ولد عبدالرحمٰن محلہ چھیپاں بڑی مسجد کے قریب پالی مارواڑ

کسی صاحب نصاب کو اپنے احباب میں سے کوئی شخص بطور تحفہ ایک بکرا دیا۔ کیا یہ بکرا آخذ کیلئے بطور اضحیہ کافی و جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ جبکہ دینے والے نے وہ بکرا تحفۃً اس کو دیا اور اس نے قبول کر لیا اور قبضہ بھی کر لیا تو مالک ہو گیا۔ اس کو اپنی طرف سے قربانی کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ آمدہ از پالی مارواڑ محلہ چھیپان علاقہ جودھپور مرسلہ عثمان غنی ولد عبدالرحمٰن

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

قربانی کی کھال کا پیسہ اپنے بھائی اور اپنے والدین کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ قربانی کی کھال اگر اپنے لئے بقصد تمول بیچی تو اس قیمت کا صدقہ کرنا مساکین پر واجب ہے اور اس صورت میں اپنے والدین کو دینا جائز نہیں اور بھائی اگر مالک نصاب نہ ہو تو اوسکو دے سکتے ہیں اور قربانی کی کھال ہی کو اگر اپنے بھائی یا والدین کو دیدے تو جائز ہے پھر وہ بیچ کر اپنے صرف میں بھی لا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ محمد خلیل صاحب قادری از جین پور مدرسہ عربیہ انوار العلوم ضلع اعظم گڈھ ۲۸ ذیقعدہ سنہ ۱۹۶۶ء

(۱) جانور دستیاب نہیں ہو رہا ہے میں بھی جانور کی تلاش میں ہوں مگر ابھی کوئی جانور نہیں ملا خزانچی صاحب کے یہاں ایک گائے ہے مگر گابھن ہے دو مہینہ میں بچہ دے گی۔ محلے میں بکریاں بہت ہیں۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ قریب قریب سب گابھن ہیں۔ بعض جانور پندرہ بیس روز کے گابھن ہیں۔ بعض زیادہ کے۔ تو عرض یہ ہے کہ اگر باوجود کوشش کے وقت پر سوائے گابھن کے دوسرا جانور نہ ملے تو آیا اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ اور بصورت جواز واجب و نفل دونوں قربانیاں ہو سکتی ہیں یا صرف واجب؟

(۲) جو لوگ گائیں قربانی کی نیت سے خرید چکے ہیں۔ بطور فرض اگر وہ گائے کی قربانی نہ کر سکے اور اسکے بجائے دوسری قربانی بکری وغیرہ کی کر ڈالی۔ تو آیا اس صورت میں بھی اس پر گائے کا صدقہ کرنا واجب ہے یا اپنے مصرف میں بھی لا سکتے ہیں؟

الجواب (۱) گابھن جانور کی بھی قربانی ہو سکتی ہے۔ مگر گابھن ہونا معلوم ہے تو احتراز اولیٰ ہے اور اگر صرف پندرہ بیس روز کا گابھن ہے تو اس میں کسی قسم کا مضائقہ نہیں۔ واللہ اعلم

(۲) جس شخص نے گائے خرید لی ہے اور قربانی نہیں کر سکا اگر وہ شخص فقیر یعنی غیر مالک نصاب

نصاب ہے تو اسپر اسی کی قربانی کرنی ضروری ہے۔ یا صدقہ کرنا واجب ہے۔ اور غنی ہے تو دوسرا جانور بھی قربانی کرسکتا ہے اور خریدے ہوئے کو اپنے مصرف میں لا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی محمد صدیق صاحب خیرآبادی از مدرسہ عربیہ مالیگاؤں ضلع ناسک ۲۱ ذی الحجہ ۶۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے موقع پر جب کہ مسلمانوں کے جان و مال کا بے حد خطرہ ہے اور حکومت بھی ہندؤں کی ہے۔ اور لیگی بڑے زور و شور سے اس طرف قربانی گاؤ کے لئے منع کررہے ہیں جیسا کہ اخباروں سے ظاہر ہے۔ اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی المولیٰ تعالیٰ ایک بار حج ملتوی کردیئے تھے تاکہ مسلمانوں کی جان محفوظ رہے۔ تو اگر امسال اسی خوف سے گائے کی قربانی نہ کی جائے تو بہتر ہے؟

الجواب:۔ فقیر کے پاس یہ سوال اس وقت پیش ہوا جبکہ عید الاضحیٰ کو گذرے ہوئے ڈیڑھ ہفتہ ہوگیا ہے جن کو قربانی کرنی تھیں کرچکے، بہرصورت سوال کا جواب یہ ہے کہ گائے کی قربانیاں جہاں ہوتی چلی آئی ہیں اب بھی ہونی چاہئے جو لوگ قربانی گاؤ کو روکنا چاہتے ہیں اور اوسکے متعلق طرح طرح کے حیلے تراشتے ہیں اونکی بات قابل سماعت نہیں، قربانی گاؤ شعائر اسلام میں سے ہے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ اونٹ اور گاؤ ہم نے تمہارے لئے اللہ کے دین کے شعائر میں سے کیا ان میں تمہارے لئے خیر ہے، گائے کی قربانی کو حکومت ہند نے اب تک نہیں بند کیا نہ اسکے متعلق کوئی قانون بنایا مذہب سے ناواقف اور دین سے غدار ہندؤں کی خوشامد میں مسلمانوں کا یہ شرعی و دینی حق جو انھیں صدیوں سے حاصل ہے اس سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ اگر اس سال نہ کریں تو سال آئندہ اون کیلئے کیا چیز ایسی ہاتھ آجائیگی جس کی بنا پر قربانی کرنے پر وہ تیار ہونگے بلکہ ہنود کے نزدیک وہ اپنے عمل سے ثابت کردیں گے کہ قربانی گاؤ یہ ایک بالکل اختیاری فعل ہے مسلمان چاہیں اوسکو کریں یا نہ کریں اور ہوسکتا ہے اس صورت میں مخالفت کا کوئی

قانون بن جائے جسکی وجہ سے وہ اس سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو جائیں، ہندوستان میں عموماً جہاں گائے کی قربانیاں ہوتی ہیں قربانی کرنے میں یقینی طور پر جانی خطرہ نہیں، محض ہنود کے شور کر دینے کا نام خطرۂ جان نہیں رکھا جا سکتا، اگر کسی جگہ پر واقعی اور صحیح طور پر ایسا خطرہ ہو تو وہاں کے لوگوں کو ترک کرنے کی اجازت ہے نہ کہ سبھی جگہ سے اس قربانی کو بند کر دیا جائے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج تو کبھی کفار کی وجہ سے ملتوی فرمایا نہیں، ہاں عمرۂ حدیبیہ ضرور ملتوی فرمایا تھا مگر مطلقاً وہ بھی نہیں بلکہ اس موقعہ پر کفار سے مصالحت فرمائی جس میں یہ بات بھی طے پائی کہ سال آئندہ عمرہ فرمائیں گے یہاں قربانی گاؤ کے متعلق ان لوگوں نے ہنود سے کون سی ایسی مصالحت کر لی ہے کہ اس سال گائے کی قربانی نہیں کریں گے اور سال آئندہ یہ قربانی ہوگی جس میں ہنود کی جانب سے روک ٹوک نہیں ہوگی۔ کہاں حدیبیہ کی صلح اور کہاں ان لوگوں کا اپنی جانب سے قربانی کی رکاوٹ۔ بینہما بون بعید[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی محمد صدیق صاحب خیر آبادی از مالیگاؤں مدرسہ عربیہ حنفیہ ۷ محرم الحرام ۱۳۶۷ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نو ذی الحجہ کو شام کے وقت حکومت ہند کی جانب سے یہ اعلان ہوا کہ مسلمان جہاں جہاں اپنی قربانیاں کرتے تھے۔ وہاں نہ کریں بلکہ سلاکر ہاؤس (مذبح) میں اپنی گائیں لے جا کر قربانی کریں پھر دس ذی الحجہ کو سکھوں کی مسلح فوج آئی اور یہ کہا کہ اگر پندرہ منٹ کے اندر یہاں سے اپنے جانور سلاکر ہاؤس نہ لیگئے تو تمام مسلمانوں کو قتل کر دیا جائے گا اور ختم کر دیا جائے گا مجبوراً سب لوگ اپنے اپنے جانور وہاں لیگئے اور تقریباً سات آٹھ سو تک گائیں ذبح ہو گئیں۔ اس کے بعد سکھ لوگ مع اسلحہ سلاکر ہاؤس پہنچے اور جو گائیں ذبح کرنے سے باقی رہ گئیں تھیں لوگوں سے چھین چھین کر رسیاں کاٹ کر بھگا دیں

[1] تفصیل کے لئے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" کا مطالعہ کیا جائے۔ مصباحی

اور جو بولتا اسے سخت مار مارتے اگر مسلمان کچھ بھی چون وچرا کرتے تو مالیگاؤں کے سب مسلمان ختم کردیئے جاتے اس صورت میں کفش بردار نے فتویٰ دیدیا کہ جن کے پاس گائے رہ گئی ہے وہ روک لیں بجائے گائے کے جن پر قربانی واجب ہے۔ ایک بکری یا بکرا قربانی کریں۔ اور اگر بکرا یا بکری اس کس مپرسی کی حالت میں نہ ملے یہاں تک کہ قربانی کے ایام گذر جائیں تو گائے کو زندہ صدقہ کردیں مسلمانوں نے اسی پر عمل کیا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ حضور یہ جو کچھ میں نے کہا شریعت عزہ کے موافق ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو کیا صورت اختیار کرنی چاہیئے تھی جبکہ جان کے لالے پڑے تھے؟

(۲) بعد گزرنے ایام نحر کے جتنی قیمت گائے کی تھی اتنے پر فروخت نہ ہوسکی۔ بیس۲۰ پچیس۲۵ تیس۳۰ کم پر بعض لوگوں نے بیچی تو کیا یہ جتنی کمی ہے اسے اپنی جانب سے صدقہ کرے تاوان دے کیا اس قدر کمی کے ساتھ جو گائے فروخت کی گئی اور جتنی قیمت ملی وہ صدقہ کردی گئی تو ادائے وجوب کیلئے کافی ہوگی یا کیا صورت ہوگی؟

(۳) زندہ ہی صدقہ کرے یا فروخت بھی کرسکتا ہے ردالمحتار و عالمگیری و ہدایہ میں ہے کہ زندہ صدقہ کردے ہاں عالمگیری میں اتنا ضرور پتہ چلا کہ اگر بیچنے میں اتنی کم قیمت پر بکی کہ اندازہ کرنے والے بہت کم بتائیں تو اس صورت میں کمی پوری کرنی ہوگی صحیح کیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب (۱) :۔ جبکہ حکومت کی جانب سے مسلمانوں پر قربانی گاؤ کے متعلق ایسے سخت احکام جاری ہوئے اور مسلمان حکماً اور جبراً اس ادائے واجب سے روک دیئے گئے اور مسلمانوں کے قتل ہوجانے کا خطرہ پیدا ہوگیا تو اس صورت میں گائے کی قربانی نہ کرتے ہیں وہ معذور ہیں تحفظ جان کیلئے جو آنعزیز نے فتویٰ دیا وہ صحیح تھا۔ پھر وہ اگر قربانی کا جانور معیّن ہے مثلاً یہ شخص فقیر (یعنی غیر مالک نصاب) ہے اور اس نے قربانی کیلئے جانور خریدا، یا اس نے کسی معیّن جانور کے قربانی کرنے کی منت مانی ہے اجب تو اس پر یہ لازم نہیں کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے، بلکہ ایام نحر گذر جانے کے بعد بعینہ اس جانور کو صدقہ کردے، اور اگر اس جانور کو ایام نحر گذر جانے کے بعد ذبح کرڈالا تو گوشت کو صدقہ کرڈالے اور اس صورت میں اگر گوشت پوست کی قیمت میں زندہ جانور

کی قیمت سے کچھ کمی ہو تو اس کمی کو بھی صدقہ کرے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس صورت میں بجائے زندہ جانور صدقہ کرنے کے اس کی قیمت صدقہ کرے درمختار میں ہے ولو ترکت التضحیة و مضت ایامہا تصدق بہا حیة ناذر لمعینة ولو فقیرا ولو ذبحہا تصدق بلحمہا ولو نقصہا تصدق بقیمة النقصان ایضا ولا یاکل الناذر منہا فان اکل تصدق بقیمة ما اکل و فقیر شراہا لوجوبہا علیہ بذلک حتی یمتنع علیہ بیعہا۔ ردالمحتار میں ہے قولہ تصدق بہا حیة لوقوع الیاس عن التقرب بالاراقة وان تصدق بقیمتہا اجزأہ ایضاً لان الواجب ھنا التصدق بعینہا وھذا مثلہ فیما ھو المقصود اھ ذخیرہ۔[1]
اور اگر وہ شخص غنی یعنی مالک نصاب ہے اور اوس نے بجائے اس گائے کے بکری یا بکرے کی قربانی کی تو اب اوسے ایام نحر گذر جانے کے بعد اس جانور کا نہ تصدق کرنا واجب ہے نہ ایام نحر میں اسکی قربانی ضروری، کہ جو قربانی اس کے ذمہ واجب تھی ادا کرچکا۔ یہی من حیث النظر ظاہر۔ چنانچہ کتب فقہ میں یہ مصرح ہے کہ اگر قربانی کا جانور گم ہوگیا یا چوری ہوگیا پھر اس قربانی کرنے والے نے اگر دوسرا جانور خرید لیا ہے اس کے بعد وہ پہلا جانور مل گیا تو فقیر پر دونوں کی قربانی ضروری ہے اور غنی پر صرف ایک کی واجب درمختار میں ہے ولو ضلت او سرقت فشری اخریٰ فظھرت فعلی الغنی احداھما وعلی الفقیر کلاھما۔ پھر اگر غنی نے پہلے جانور کی قربانی کرلی تو اگرچہ اوسکی قیمت دوسرے سے کم ہو وہ بالکل کافی ہوگئی اس قربانی کے سوا اس پر کوئی چیز لازم نہیں اور اگر دوسرے کی قربانی کی ہے اور یہ دوسرا پہلے جانور سے قیمت میں کم ہے تو جتنی کمی ہے اوسکو صدقہ کرے ہاں اگر اس غنی نے پہلے کو بھی قربان کردیا تو اب کسی چیز کا تصدق اس پر لازم نہیں ردالمحتار میں ہے لو ضحی بالاولیٰ اجزاہ ولا یلزمہ شئی و لو قیمتہا اقل وان ضحی بالثانیة وقیمتہا اقل تصدق بالزائد قال فی البدائع الا اذا ضحی بالاولیٰ ایضا فتسقط الصدقة لانہ ادی الاصل فی وقتہ فیسقط الخلف۔[2]

---

[1] درمختار و ردالمحتار ج ۵ ص ۲۲۶ کتاب الاضحیة۔ [2] درمختار و ردالمحتار

مصباحی

توجس طرح گم ہوجانے یا چوری ہوجانے کی مجبوری سے غنی پر دونوں کی قربانی واجب نہ ہوئی حالانکہ دوسرا جانور اسکی جگہ پر خرید چکا ہے صرف ایک ہی کی قربانی کافی ہے اسی طرح یہاں جبکہ حکومت کی طرف سے گاؤ کی قربانی ممنوع قرار پاگئی تو اس گائے کے ذبح کرنے میں گم ہونے اور چوری ہوجانے سے بڑھکر مجبوری اور معذوری ہے کہ یہاں جان کا خطرہ ہے لہذا اگر بکریوں کی قربانی گائے کی جگہ پر کرچکے ہیں تو واجب ادا ہوچکا اور اس گائے کا تصدق اغنیاء پر لازم نہیں ہاں اگر بفرض بکری کی قیمت گائے کے ساتویں حصے سے کم ہو تو اس کمی کو صدقہ کردے جیسا کہ سرقہ وغیرہ کی صورت میں صدقہ کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ عیدالاضحیٰ کے چند روز قبل سے جانوروں کی قیمتیں خریداروں کی کثرت کی وجہ سے زیادہ ہوجایا کرتی ہیں۔ اور ایام نحر گذرنے کے بعد قیمتیں کم ہوجاتی ہیں پس صورت مسئولہ میں کرنا تو یہ چاہیئے تھا کہ زندہ جانور کو صدقہ کردیتا اگر وہ فقیر ہے یا اس نے اس معین جانور کی قربانی اپنے ذمہ واجب کی ہے مگر اس کو اگر فروخت کر ڈالا ہے اور اتنے داموں میں فروخت کیا کہ اس وقت بازار کا یہی نرخ تھا۔ نرخ بازار سے کم میں نہیں فروخت کیا ہے تو انھیں داموں کا صدقہ کردینا کافی ہے۔ اور اگر اس روز جو نرخ تھا اس سے کم پر بیچا ہے تو جتنی کمی ہے اسے بھی صدقہ کردے۔ اگر وہ اتنی کمی ہے جو تحت تقویم مقوین داخل نہیں ہوتی اور اگر وہ شخص غنی ہے۔ اور اس نے بکرے یا بکری کی قربانی کرلی ہے۔ تو اس کا حکم جواب ۱ میں مذکور ہوچکا کہ اس پر نہ جانور کا تصدق کرنا واجب ہے نہ اسکی قیمت کا کہ جو واجب تھا ادا کرچکا، ہدایہ میں ہے ولولم یضح حتی مضت ایام النحران کان اوجب علی نفسہ اوکان فقیرا وقد اشتری الاضحیۃ تصدق بہا حیۃ وان کان غنیاً تصدق بقیمۃ شاۃ اشتری اولم یشتر لانہا واجبۃ علی الغنی وتجب علی الفقیر بالشراء بنیۃ التضحیۃ عندنا فاذا فات الوقت یجب علیہ التصدق اخراجا لہ عن العہدۃ کالجمعۃ تقضی بعد فواتہا ظہرا والصوم بعد العجز فدیۃ۔[1]

[1] ہدایہ ج۴ ص۴۴۶ - ۴۴۰ کتاب الاضحیۃ - مصباحی

عالمگیری میں ہے۔ لو اشتری شاۃ للاضحیۃ عن نفسہ اوعن ولدہ فلم یفع حتی مضت ایام النحر کان علیہ ان یتصدق بتلک الشاۃ حیۃ اوبقیمتہا وقال الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ لایلزمہ شئی ھکذا فی فتاوی قاضیخاں وان کان اوجب شاۃ بعینہا او اشتریٰ شاۃ لیضحیٰ بہا فلم یفعل حتی مضت ایام النحر تصدق بہا حیۃ ولایجوز الاکل منہا فان باعہا تصدق بثمنہا فان ذبحہا وتصدق بلحمہا جاز فان کانت قیمتہا حیۃ اکثر تصدق بالفضل ولو اکل منہا شیئاً غرم قیمتہا فان لم یفعل ذلک حتی جاء ایام النحر من العام القابل فضحیٰ بہا من العام الماضی لم یجز فان باعہا بعد ایام النحر یتصدق بثمنہا فان باعہا بما یتغابن الناس فیہ اجزاہ وان باعہا بما لایتغابن الناس فیہ تصدق بالفضل کذا فی الظہیریۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس کا جواب نمبرہائے سابقہ کے جوابوں سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ جناب قاضی غلام الثقلین صاحب از مدرسہ معراج العلوم اٹاوہ یوپی

(۱) مخزن علوم سبحانی معدن فیوض یزدانی عالیجناب صدرالشریعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا مولوی حکیم محمد امجد علی صاحب اعظمی قادری قبلہ وکعبہ دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی یا عقیقہ کا چمڑا مسجد کو دیا جاسکتا ہے یا نہیں یعنی مسجد کو دینا جائز ہے یا نہیں بہار شریعت حصہ پانزدہم ص ۱۵۱ کی تیسری سطر میں اور ص ۱۵۵ کی پندرہویں سطر میں اس طرح مذکور ہے کہ ہوسکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لئے دیدے مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ یا کسی فقیر کو دیدے، معترض یعنی مسجد کی دلیل چاہتا ہے۔ اس کا ماخذ درکار ہے تاکہ مخالف کو دکھایا جاسکے فقیر کے لئے جو بہار شریعت میں مذکور ہے وہ ہی کافی ہے؟

(۲) کیا قربانی وعقیقہ کی پوست حصہ داروں کی ملک رہتی ہے یا نفس قربانی کے

ساتھ وہ بھی تصدق میں محسوب ہو جاتی ہے ؟

الجواب ما :۔ قربانی یا عقیقہ کا چمڑا مسجد کو دیا جا سکتا ہے اس کو صدقہ کرنا واجب نہیں بلکہ اس کو خود قربانی کرنے والا اپنے صرف میں بھی لا سکتا ہے مثلاً اسکی جانماز بنالے یا مشک ڈول بنا کر اپنے استعمال میں لائے، بلکہ ایسی چیز سے بدل بھی سکتا ہے جو باقی رہنے والی ہو، پس جبکہ وہ واجب التصدق نہیں تو اسکا حکم زکوٰۃ کا سا نہیں، اور جبکہ اپنے صرف میں لا سکتا ہے تو مسجد میں یا کسی نیک کام میں دے دینا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا حدیث میں ارشاد فرمایا۔ کلوا وادخروا واتجروا۔ کھاؤ اور جمع رکھو اور اس سے نیک کام کرو، یہ حکم اگرچہ گوشت کے متعلق بیان فرمایا ہے مگر چمڑے کیلئے بدرجہ اولیٰ یہی حکم ثابت ہوگا فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ویجوز الانتفاع بجلدھا وھدی المتعۃ والقران والتطوع بان یتخذھا فراشا اوخرزا اوجرابا اوغربالا ولہ ان یشتری بھا متاع البیت کالجراب و الغربال والخف لا الخل والزیت واللحم درمختار میں ہے ویتصدق بجلدھا ویعمل نحو غربال وجراب وقربۃ وسفرۃ ودلوا ویبدلہ لما ینفع بہ باقیا کما مر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) پوست قربانی وعقیقہ بلکہ گوشت بھی اس شخص کی ملک رہتا ہے۔ جس نے قربانی یا عقیقہ کیا اسی وجہ سے گوشت کو وہ کھاتا ہے اور اسکے چمڑے کو استعمال میں لا سکتا ہے اور ایسی چیز سے بدل بھی سکتا ہے جو باقی رہنے والی ہو جیسا کہ جواب سوال اوّل میں ذکر کیا گیا قربانی صرف جانور کو بہ نیت تقرب ذبح کر دینے کا نام ہے درمختار میں ہے ھی (ای الاضحیۃ) شرعاً ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب العقیقہ

مسئلہ :۔ مسئولہ جناب سیدانی بی صاحبہ صاحبزادی حضرت سید محمود میاں صاحب انصاری نومحلہ بریلی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو بچہ شب کے نو بجے پنجشنبہ کا دن گذار کر پیدا ہو جس کی صبح کو جمعہ ہوگا اسکا عقیقہ پنجشنبہ کو ہو یا چہارشنبہ کو ؟

الجواب :۔ عقیقہ پنجشنبہ کے دن ہونا چاہیئے کہ ساتواں دن پنجشنبہ ہوگا۔ شریعت میں آفتاب ڈوبنے پر دن اور تاریخ بدل جاتی ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مردہ کی جانب سے عقیقہ جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ مردہ کا عقیقہ نہیں ہوسکتا کہ عقیقہ دم شکر ہے اور یہ شکرانہ زندہ ہی کیلئے ہوسکتا ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتابُ الرّہن

مسئلہ: مسئولہ مولوی احسان علی طالب علم مدرسہ اہلسنت ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کاشت مرہونہ راہن آباد کرتا ہے۔ پیداوار نصف مرتہن بھی لیتا۔ اور روپیہ بھی پورا لیگا اس غلہ کا کچھ مجرا نہیں دے گا۔ اور مرتہن نصف مالگذاری دیتا ہے۔ بفرض ہوجانے جواز کے۔ اور اگر مرتہن آباد کرے تو کل پیداوار خود لے۔ اور راہن کچھ نہیں۔ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں یا نہیں؟ اور صورت اخیر میں کل مالگذاری مرتہن دیتا ہے؟

الجواب:۔ رہن میں شے مرہون پر مرتہن کا قبضہ شرط ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے فرھٰن مقبوضۃ جس کا حاصل یہ ہے کہ بغیر قبضہ رہن صحیح نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے وصحح فی المجتبیٰ انہ شرط الجواز۔ طحطاوی میں ہے ای الصحۃ اھ حلبی وکذا صححہ فی المحیط ونص محمد فی کتاب الرھن لایجوز الرھن الامقبوضا فقد اشار الی ان القبض شرط جواز الرھن اور جب مرتہن کا قبضہ اوٹھ جائے گا، رہن باقی نہ رہے گا، طحطاوی میں ہے واستدامۃ القبض واجبۃ عندنا۔ جب یہ امر ثابت ہوچکا کہ رہن بغیر قبضہ کے نہیں اور قبضہ جانے سے رہن باقی نہیں رہتا، تو اگر راہن نے کھیت کو بویا تو مرتہن کے قبضہ سے نکل گیا۔ لہٰذا رہن نہ رہا اور غلہ میں مرتہن کا کوئی حق نہیں کہ یہ غلہ کس بنا پر اس سے لیتا ہے، غلہ کی تنصیف کس عقد کی رو سے ہے ظاہر ہے کہ کوئی عقد شرعی نہیں پایا گیا جو اس تنصیف کو لازم کرے، بلکہ یہ قرض کی بنا پر ہے۔ اور حدیث میں ہے کل قرض جر منفعۃ فھو ربا۔ لہٰذا یہ ناجائز و باطل نہ یہ نصف مالگذاری دینا اسکو جائز کرے۔ اور صورت اخیرہ میں کہ مرتہن کاشت کرتا ہے اور مالگذاری دیتا ہے، یہ اجارہ ہوا اس صورت میں بھی رہن باطل ہوگیا کہ اجارہ و رہن دونوں جمع نہیں ہوتے، درمختار میں ہے بخلاف الاجارۃ والبیع والھبۃ ومن المرتھن او من اجنبی اذا باشرھا احدھما

باذن الآخر حیث یخرج من الرھن لایعود الا بعقد مبتدأ لانہا عقود لازمۃ. طحطاوی میں ہے قال الاتقانی نقلا عن الاسبیجابی ما نصہ وکذالک لو استاجرہ المرتہن صحت الاجارۃ وبطل الرھن اذا جدد القبض للاجارۃ ولو ھلک فی یدہ قبل انقضاء مدۃ الاجارۃ وبعد انقضائہا ولم یحبسہ عن الراھن ھلک امانۃ ولا یذھب بھلاکہ شئی من الدین ولو حبسہ عن الراھن بعد انقضاء مدۃ الاجارۃ صار غاصبا۔ وقال الولوالجی رحمۃ اللہ تعالی ولو اٰجر الراھن من المرتہن بطل الرھن لان الاجارۃ عقد لازم لا ینعقد علی المرتہن الا بعد انتقاض الرھن۔ بلکہ بنظر واقعہ سرے سے رہن ہوا ہی نہیں کہ یہ سب امور عقد رہن کے وقت طے ہوتے ہیں اور راہن کی تمامیت قبضہ سے ہوتی ہے اور جب قبضہ سے قبل عقد اجارہ منعقد ہوگیا تو رہن ہوا ہی نہیں پھر اگر اجارہ کے ضروریات متحقق ہیں تو صحیح ہوگا ورنہ نہیں مثلاً ایک یہ کہ اسکی مدت معین ہو کہ یہ کھیت اتنی مدت کیلئے لیا جسکی اجرت یہ ہے اور اس صورت میں اس مدت کے ختم ہونے پر اجارہ بھی ختم ہو جائیگا، ہدایہ میں ہے ولا یصح حتی تکون المنافع معلومۃ والاجرۃ معلومۃ والمنافع تارۃ تصیر معلومۃ بالمدۃ کاستیجار الدور للسکنیٰ والارضین للزراعۃ فیصح العقد علی مدۃ معلومۃ ای مدۃ کانت، ملتقطاً، اور ظاہر ہے کہ مدت پوری ہونے پر مالک کو کھیت نہ ملیگا۔ جب تک زرِ قرض ادا نہ کرلے اور یہ غصب ہے، جیسا کہ طحطاوی کی عبارت سے معلوم ہوا لہذا یہ اجارہ بھی درست نہ رہا۔ نیز یہاں اجرت مثل نہیں دیجاتی۔ بلکہ صرف اتنا کہ زمیندار گورنمنٹ کو دیا کرتا ہے جسکو مالگذاری کہتے ہیں تو یہ نفع اسی قرض کی بنا پر ہے اگرچہ مذکور نہو کہ المعروف کالمشروط لہذا ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئولہ مولوی رحیم الدین طالب علم درجۂ اولیٰ مدرسۂ اہلسنت ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس اپنا مکان رہن رکھا۔ کچھ دنوں بعد مرتہن نے راہن کو وہ مکان کیرایہ پر دے دیا اب راہن کے ذمہ اس کا کرایہ لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب:۔ مرتہن کا راہن کو کرایہ پر دینا باطل محض ہے، اور کرایہ لینا بھی حرام، کہ یہ اجارہ باطل ہے۔ اجارہ دوسرے کی ملک سے بعوض نفع حاصل کرنے کو کہتے ہیں، اور جب مکان ملک راہن ہے تو اس کے اجارہ میں کیونکر ہو سکتا ہے، اور جو کچھ کرایہ میں دیگا اگر جنس دین سے نہیں ہے تو واپس لیگا۔ اور جنس دین سے ہے تو وہ سب دین میں محسوب ہوگا، فتاوی خیریہ میں ہے۔ استیجار الراھن من المرتھن باطلٌ لانہ ملکہ واستیجار المالک ملکہ باطل والباطل لا اجرۃ لہ فیرجع بما دفع ان لم یکن من جنس الدین وان کان من جنسہ تقع المقاصۃ بہٖ[1] نیز اسی میں ہے لاتصح ولاتلزم الاجرۃ للراھن فقد صرح فی البزازیۃ والظھیریۃ وغیرھما بان الاجارۃ من الراھن باطلۃٌ وعللوا بانہ مالک فکیف یستاجر ملکہ، وقد افیت مرارا لاتحصی فی الرجل یرتھن محدودا فیؤجرہ الراھن قبل قبضہ منہ بانہ لایصح الرھن ولا الاجارۃ أما الراھن فلعدم القبض وأما الاجارۃ فلعدم جوازھا للمالک والمسائلۃ کثیرۃ النقل لاتخفٰی علی من لہ ادنٰی عقل[2] واللّٰہ اعلم۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ محمد جمیل از محلہ خواجہ قطب بریلی۔ ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۴۰ھ

علماء دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید اپنی ملکیت رہن رکھنا چاہتا ہے، اور شرعی الزام سے بچنا چاہتا ہے؟

الجواب:۔ جتنے روپئے قرض لینا چاہتا ہے بغیر شرط، قرض لے، اور قرض دینے والے کے پاس کوئی چیز چاقو وغیرہ رکھدے، اور یہ کہدے کہ اسکی حفاظت کا میں اتنے ماہوار دونگا اور وہ رقم تم کرایہ دکان یا مکان جس کو رہن رکھنا چاہتا ہے اس سے وصول کرلو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی مسلمان کی جائداد کسی دیگر مسلمان کے پاس رہن بالقبض کی جاوے۔ اور وہ مرتہن اس جائداد کا کرایہ بذریعہ رجسٹری کرائے تامہ ماہ بماہ لیا کرے تو وہ کرایہ جائز سمجھا جائے گا یا نہیں؟

---

[1] فتاوی خیریہ ص ۱۸۹ کتاب الرہن۔ [2] ایضاً ص ۱۹۳۔ مصباحی

چونکہ ہندوستان دار الحرب قرار دیدیا گیا ہے اور اہل ہنود سے سخت تکلیفات مسلمانان کو خصوصاً جائداد کے متعلق پہونچی ہیں یہاں تک کہ کل جائداد غصب کرلی جاتی ہے۔ اگر اس حالت میں اگر کوئی مسلمان تھوڑے کرایہ پر مسلمان کی جائداد رہن کرکے کرایہ لیتا رہے تو اس حالت میں وہ جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ مرتہن اگر مرہون کو کرایہ پر دے تو اسکی دو صورتیں ہیں خود راہن کو کرایہ پر دیا یا اجنبی کو۔ اگر راہن کو دیا تو اجارہ صحیح نہیں اور اگر دوسرے کو راہن کی اجازت سے کرایہ پر دیا تو رہن جاتا رہا۔ اور بغیر اذن دیا تو جو کرایہ حاصل ہوگا مال خبیث ہے، حکم ہے کہ تصدق کرے عالمگیری میں ہے ولو ارتہن الرجل دابۃ وقبضھا ثم اٰخرھا من الراھن لا تصح الاجارۃ وان اٰجر المرتھن من اجنبی بامر الراھن یخرج من الرھن وتکون الاجرۃ للراھن وان کانت الاجارۃ بغیر اذن الراھن یکون الاجرۃ للمرتھن یتصدق بہ۔ نیز اسی میں ہے لیس للمرتھن ان یؤاجر الرھن۔ اگر ہندو زیادہ سود لیتا ہے تو مسلمان کو یہ حکم نہیں دیا جاسکتا کہ تھوڑا سود لیکر مسلمانوں کو روپیہ قرض دیا کرے اگر ہمدردی کرنا چاہے تو بغیر سود قرض دے قرض کے ذریعہ سے جو نفع حاصل ہو وہ سود ہے حدیث میں فرمایا کل قرض جر منفعۃ فھو ربا۔ ہندوستان دار الحرب نہیں، اور دار الحرب بھی ہو تو مسلم کو مسلم سے سود لینا جائز نہ ہوگا بلکہ حرام ہوگا، ہاں مسلم و کافر حربی میں جو عقد بصورت ربا ہو وہ ربا نہیں کتب فقہ میں ارشاد ہوا لا ربا بین المسلم والحربی فی دار الحرب، اسمیں حربی کی تخصیص ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ جناب مولوی عبد العظیم صاحب از سکندر پور ضلع بلیا ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ مسئلہ ذیل میں کہ اگر زمین اس صورت میں رہن کی کہ اسکی مالگذاری خود ہی ادا کرے نہ صاحب زمین۔ تو اس صورت میں اس زمین سے نفع حاصل کرسکتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اس کیلئے کوئی حیلہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ اگر وہ زمین کاشتکار سے لی ہے۔ اور کاشت کرتا ہے۔ اور مالگذاری زمیندار کو ادا کرتا ہے۔ تو اس میں کچھ قباحت نہیں ہے کہ یہ حقیقتاً رہن نہیں۔ بلکہ کاشتکار کا اجارہ فسخ ہوگیا۔ اور یہ مرتہن مستاجر ہوا اور اس کے روپئے کاشتکار پر قرض ہیں۔ اور اگر زمیندار یعنی مالک زمین

سے رہن لیتا ہے، تو نفع حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر معاوضہ نہ دے تو سود ہے اور لگان ادا کرے تو اجارہ ہے۔ اور اجارہ و رہن مجتمع نہیں ہو سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از بریلی شریف ڈاکخانہ انسپیکٹ نگر ساکن صالح نگر مرسلہ جناب حاجی کفایت حسین صاحب ۷ رشعبان المعظم ۱۳۴۷ھ۔ (۱) رہن کی کیا تعریف ہے؟

مسئلہ (۲) زید کے پاس ایک کھیت ہے جسکا لگان زمیندار کو ۱۰؍ روپیہ سال ادا کرتا ہے اب بکر نے زید کو ۱۵؍ نقد دیئے اور کہا کہ زمیندار کو لگان ۳؍ سال ہم ادا کرتے رہیں گے ۵ پانچ سال تک بعد پانچ سال کے تم کھیت کے مستحق ہو جاؤ گے، اور تمہیں سال کا نفع ہو جائیگا لہٰذا ان ۱۵؍ روپے کی کیا تعریف ہے؟

مسئلہ (۳) زید ایک کھیت جس کا لگان ۳؍ سال ادا کرتا ہے اب بکر زید کو بسبب ضرورت کے ۵۰؍ روپیہ نقد دیتا ہے اور یہ شرط کرتا ہے کہ پانچ برس تک لگان زمیندار کا ادا کرتا رہونگا بعد پانچ برس کے میری ۵۰؍ روپئے تم کو ادا کرنے پڑیں گے ورنہ چارہ جوئی کرنا پڑے گی اور کھیت کے تم مستحق بغیر روپیہ دیئے ہوئے نہیں ہو گے، لہٰذا اس روپیہ کی کیا تعریف ہے۔؟

الجواب (۱):۔ جس شخص کو کچھ قرض دیا ہو اپنے قرض کی مضبوطی کیلئے اسکی کسی چیز پر اس لئے قبضہ کرنا کہ اگر اس سے دین وصول نہ ہو گا تو بذریعہ اس چیز کے وصول کیا جائے گا اس کو دین کہتے ہیں[۱] اور اگر رہن صحیح ہو تو مرتہن اس چیز سے نفع حاصل نہیں کر سکتا[۲] کہ یہ سود و حرام ہے[۳] واللہ تعالیٰ اعلم

---

[۱] تنویر الابصار و درمختار میں ہے۔ هو حبس شئ مالى بحق يمكن استيفاؤه منه كالدين حقيقة أو حكما ج ۵ ص ۳۲۲

[۲] درمختار میں ہے۔ لا الانتفاع به مطلقا لا باستخدام ولا سكنى ولا لبس ولا اجارة ولا اعارة سواء كان من مرتهن أو راهن ۔ رہن سے کسی طرح کا انتفاع نہ مرتہن کے لئے جائز ہے اور نہ ہی راہن کے لئے بلنہ تو رہن سے خدمت لے سکتا ہے، نہ رہن میں سکونت اختیار کر سکتا ہے، نہ پہن سکتا ہے، نہ ہی اجارہ یا عاریت میں رہن کو لیا دیا جا سکتا ہے۔ ۱۲

[۳] حدیث میں ہے۔ کل قرض جر منفعة فهو ربا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مصباحی

ج (۲) یہ صورت ناجائز نہیں ہے کہ پانچ سال کا پٹہ ہے اور پانچ سال میں ختم ہو جائے گا اور کھیت والے کو مل جائے گا اور یہ رہن نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج (۳) شرعاً کھیت کا مالک زمیندار ہے کاشتکار نہیں اور یہ زمین چونکہ کاشتکار نے رکھا ہے، اور زمیندار کی اجازت سے نہیں ہے لہذا یہ رہن نہیں ہے، بکر کا روپیہ کاشتکار اول پر ہے اور بکر اسکی جگہ کاشتکار ہے زمیندار کو لگان ادا کرتا ہے اور کھیت پر تصرف کرتا ہے یہ ناجائز نہیں واللہ اعلم

مسئلہ:- مرسلہ سید ضمیر الدین احمد صاحب از الہ آباد محلہ دارا گنج ۲۰ رجمادی الآخرہ ۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک مکان ایک مہاجن کے یہاں آٹھ سو روپیہ میں گروی رکھا، اسکا سود بڑھ کر ایک ہزار ہوگیا بکر کہتا ہے کہ سود تمہارے اوپر بڑھتا جاتا ہے لہذا میں ایک ہزار دیکر مکان کو چھڑوا لوں تاکہ تمہاری جائداد بچ جائے مگر اسکا کرایہ مجھکو معاف کر دو یعنی جو کرایہ آتا ہے میں لیا کروں جب تم میرا روپیہ ادا کر دوگے تمہارا مکان واپس کر دونگا تو ایسی صورت میں اگر زید کرایہ معاف کر دے تو سود تو نہ ہو گا یا اگر کوئی صورت جس میں کہ بکر اس مکان سے فائدہ اٹھا سکے اور سود نہ ہو مطابق شرع ہو سکتی ہے؟

الجواب:- رہن رکھکر اس کا کرایہ وصول کرنا یا اس سے اور قسم کے منافع حاصل کرنا جائز نہیں، حدیث میں ہے کل قرض جر منفعۃ فھو ربا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- عبدالکریم از ہوڑہ بکجن گلاب صدر بخشی لین، محمد اسلام میاں کی باڑی ۲۳ محرم الحرام ۱۳۵۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ کاشتکاروں سے رہن لینا کیسا ہے یعنی ایسا کاشتکار جو زمیندار کو لگان دیتا ہو اور اسکو اس زمین کا ملک تام حاصل ہو حتی کہ فروخت بھی کر سکتا ہو زمیندار اس سے کبھی زمین واپس نہیں لے سکتا؟

الجواب:- کاشتکار زمین کا مالک نہیں ہے مالک زمیندار ہے اور کاشتکار اجیر ہے اور کاشتکاری کو شرعاً بیع نہیں کر سکتے کہ یہ مال نہیں ہے مگر اس زمین کو رہن لینا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از الہ آباد مدرسہ سبحانیہ مرسلہ مولانا مولوی محمد حبیب الرحمٰن صاحب صدر مدرس
زمیندار خود اسکو رہن رکھے اگرچہ وہ رہن باطل ہے مگر اس سے نفع حاصل کرنا زمیندار
کو جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب:۔ اگرچہ سوال میں تصریح نہیں ہے کہ زمیندار راہن ہے یا مرتہن، مگر
بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرتہن ہے اور چونکہ زمیندار خود مالک زمین ہے لہذا یہ رہن صحیح
نہیں ہے، اتنا ہوا کہ زمیندار کو زمین پر قبضہ کی قانونی ممانعت تھی اس رہن کے ذریعے سے
قابض ہو سکے گا اور شرعاً چونکہ زمیندار مالک تھا اور بلا اذن شرعی کاشتکار اوس پر قابض تھا
یہ قبضہ زمیندار کو رہن کے ذریعے سے حاصل ہوا اس میں نام اگرچہ رہن کا ہے مگر شرعاً اوسکی
ملک اوسکے قبضہ میں آگئی یہ قبضہ مالکانہ قبضہ قرار پائیگا اور اسی زمین سے وہ ہر طرح کے منافع حاصل
کرنے کا مجاز ہے۔ خود بھی کاشت کر سکتا ہے اجارہ پر بھی دے سکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از مکولپور بریلی۔
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے
ایک دکان قیمتی الرسار عمرو کے پاس بعوض بمبلغ ۵ روپیہ کے دخلی رہن کی یہ شرط قرار پائی
کہ زید اس دکان کو اگر دو سال کے اندر واگذاشت کرالیگا تو کرا سکتا ہے ورنہ وہ بعد انقضائے
میعاد بمنزلہ بیع متصور ہوگی اور عمر بعد گذرنے کے روپیہ زر رہن کے رسارع اور دیدیگا۔ مگر زید بعد
انقضائے میعاد تک اسے رہن نہیں کرایا، لہٰذا حسب شرط عمرو پر بقیہ زر قیمت واجب ہوتا ہے
یا نہیں دو امور دریافت طلب ہیں (۱) دخلی رہن جبکہ مرتہن اسکے کرایہ سے مفاد حاصل کرنے
جائز ہے یا نہیں یا وہ زر کرایہ سود متصور ہوگا (۲) متذکرہ بالا صورت میں بیع نافذ ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب (۱) دخلی رہن ناجائز و حرام ہے اور مرتہن جو کرایہ لیگا وہ سود ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۲) اولاً تو وہ بیع نہیں بلکہ رہن ہے اور دو برس گذرنے پر اس رہن کو بیع بلکہ بمنزلہ بیع متصور
ہونے کو کہتا ہے۔ جو کسی طرح عقد بیع نہیں ہو سکتا اور بیع ہونا لکھنا جب بھی صحیح نہیں ہوتی کہ بیع کی

تعلیق ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ مولوی سید غلام جیلانی صاحب صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ، ۱ ربیع الآخر ۱۳۵۵ھ

کسی ہندو یا عیسائی کا مکان رہن رکھکر مرتہن کو اس سے انتفاع جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ جائز ہے جبکہ انھیں تک محدود رکھے اگر خدانخواستہ اسکی عادت پڑ جائے کہ مسلمانوں سے بھی اسی طرح کے معاملے کرنے لگے تو ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ مولوی عبدالغفار صاحب مدرس مدرسہ عربیہ علیمیہ اندرون خانقاہ شریف موضع سرکاہی ڈاک خانہ سنگانہ ضلع مظفر پور

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں (الف) زید ایک خطہ زمین کا مالک ہے جسکی سرکاری مالگذاری براہ راست دفتر گورنمنٹ میں جمع کرتا ہے۔ (ب) اور عمرو نے ایک خطہ زمین کو مالک زمین سے دو چار سو روپیے نقدی دیکر اور شرح مالگذاری پانچ یا سات روپیے سالانہ مقرر کراکر رجسٹری کرایا۔ جس کو عرف عام میں کاشت کہتے ہیں۔ جس زمین کو عمرو ہر طرح کام میں لاسکتا ہے۔ اب مالک زمین کا تعلق اس زمین سے صرف شرح معینہ سالانہ سے رہتا ہے۔ زمین پر کسی طرح قابض نہیں ہو سکتا ہے۔ اب عمرو کو اختیار ہوتا ہے کہ اس کو بیع کر دے یا اپنے پاس رکھے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ان دونوں قسم کی زمین کو بکر بطور رہن کے دو چار سو روپیے دیکر اس شرط پر رجسٹری کراتا ہے کہ اس زمین کی جو شرح مالگذاری ہے اسکو میں ہی دونگا۔ اور جس وقت تم میرا روپیہ دیدوگے میں زمین چھوڑ دونگا۔ تو اس قسم کی رہن زمین لینی جائز ہے یا نہیں۔ سلیم کہتا ہے اس قسم کی زمین لینی جائز نہیں ہے اگرچہ بکر شرح مالگذاری دینے پر راضی ہے مگر پھر بھی سود ہے؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ کاشتکار جس کے قبضہ میں زمین ہے۔ وہ نہ زمین کا مالک ہے نہ اس زمین کو بیچ سکتا ہے۔ وہ حقیقتاً مستاجر اور کرایہ دار کی حیثیت رکھتا ہے کہ زمیندار کو اجرت یعنی لگان ادا کرے اور اس میں کاشت کرکے منفعت حاصل کرے۔ یہ حیثیت جو قانون انگریزی

یں اسکو دی گئی ہے کہ زمیندار اس زمین کو نہ نکال سکے۔ یہ شرع کی رو سے درست نہیں لہذا بغیر اجازت زمیندار اس زمین کو کاشتکار رہن نہیں رکھ سکتا۔ اگر اس نے کسی کے پاس بطور رہن یہ زمین رکھ دی۔ تو حقیقتاً رہن نہیں کہ مرتہن کو اس سے انتفاع جائز نہ ہو اور سود ٹھہرے۔ البتہ مرتہن کو مالک زمین یعنی زمیندار سے اجازت لینی چاہیئے، اور یہ کہدینا چاہیئے کہ فلاں زمین کی کاشت میں کروں گا۔ اور لگان ادا کرتا رہوں گا، اگر زمیندار نے اجازت دیدی اگرچہ یہ اجازت زبانی ہو تو اب مرتہن شرعًا کاشتکار ہوگیا اور زمین کی پیداوار اور اس سے نفع حاصل کرنا اس کے لئے حلال ہوگیا، اور خود زمیندار نے کسی کے پاس زمین رہن رکھی تو یہ حقیقتاً اور شرعًا رہن ہے اس سے مرتہن کو نفع اٹھانا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بَابُ السَّرِقَه

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی قادر بخش صاحب از چوہڑکوٹ تحصیل بارکھان ملک بلوچستان غرہ جمادی الاولیٰ سنہ ۴۰ھ

اگر کسے سرقہ کرد بعدہ نادم شد۔ اکنوں اگر سارق بالفظ صریح گوید کہ فلاں چیز من دزدیدہ ام شرمسار وگرفتار شود۔ وخواہد کہ قیمت مسروقہ بمالک می دہم واصل چیز از دست برفت۔ ولیکن چوں قیمت بمالک می دہم وایفا رکند ظاہر نمی گوید۔ کہ ایں قیمت در مقابلہ فلاں چیز ہست کہ شرمسار شود۔ و در یک جا قیمتش ادا می خواہد کرد۔ اگر باایں طریقہ قیمت مال مسروقہ ادا کند۔ ایا گردنش بروز قیامت رہا گردد۔ یا نہ یا لازم است کہ ظاہر گفتہ ادا کند تا از گناہ پاک شود۔ ہرچہ حکم شرع شریف باشد تحریر فرمایند؟

الجواب:۔ چوں اصل شئی فوت شدہ قیمتش ادا کند۔ وایں لازم نیست کہ ظاہر کند و گوید کہ ایں قیمت آں چیز است کہ دزدیدہ بودم[1] واللہ تعالیٰ اعلم

[1] محض از ادائیگی مال مسروق بمالک، سارق از گناہ سرقہ پاک نمی شود۔ زیرا کہ سرقہ گناہ کبیرہ است کہ بے توبہ صحیحہ از وے بری نمی شود۔ پس بر سارق لازم است کہ از فعل سرقہ توبہ کند۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مصباحی

کتاب الوصایا

مسئلہ:۔ مسئولہ بہادر وغیرہ محلہ اعظم نگر بریلی ۲۷ صفر ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم پنجان کے پاس سیف اللہ وغلام نبی وسلیمان اور علاوہ ان کے چند اشخاص آکر کے ہم نے الہی بخش کی والدہ کو چندہ کرکے دیا تھا، واسطے خرچ خانہ کعبہ کے، وہ راہ میں فوت ہوگئیں، اور وقت انتقال کے انھوں نے وصیت کی کہ میرا اسباب وروپیہ جو کچھ ہے وہ سب راہ خدا میں صرف کردیا جائے تاکہ مجھ کو ثواب ملے، اور جن کے سامنے وصیت کی تھی ان کا نام بھی درج ہے، مسماۃ ننھی وحبیب اللہ ان کے اوپر حلف رکھا گیا کہ تم سچ کہو کہ مسماۃ نے وقت مرنے کے کیا کہا تھا۔ انھوں نے حلفیہ کہا کہ ہمارے سامنے مسماۃ نے کہا تھا کہ میرا روپیہ راہ خدا میں خرچ کردینا جو کچھ روپیہ تھا اسکے پاس، وہ وہاں راہ خدا میں صرف کردیا اور ... کا مبلغ ... الہی بخش کے پاس واپس آیا الہی بخش کہتا ہے کہ وہ میرا حق ہے اور اوپر جو نام تحریر کئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ روپیہ راہ خدا میں خرچ کردیا جاوے۔ آیا ہمکو اس معاملہ میں کیا کرنا چاہیئے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ اس معاملہ کے متعلق فقیر سے چند بار سوال ہوئے۔ اس سے قبل دوبار تحریری سوال آئے اور کئی مرتبہ زبانی، مگر صورتیں نئی نئی پیش ہوئیں، پہلی مرتبہ الہی بخش کے ماموں نے سوال کیا کہ مسماۃ کا ترکہ کس کو ملے گا۔ جب انھیں یہ لکھکر دیا گیا کہ صرف لڑکے وارث ہیں تو انھوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم مسجد میں دینا چاہتے ہیں، ان سے کہدیا گیا کہ تم کو کوئی حق نہیں، پھر الہی بخش سوال لایا کہ اہل برادری جبراً اس روپیہ کو مسجد میں دینا چاہتے ہیں نہ دینے پر اسے خارج از برادری کردیا۔ اس کا بھی جواب دے دیا کہ

جبراً لینا جائز نہیں، اور اس بنا پر برادری سے بند کرنا بھی ناجائز اس وقت تک وصیت کا کوئی ذکر نہ تھا۔ اب یہ وصیت کی صورت پیدا ہوئی، اگر عورت نے وصیت کی تھی تو پیشتر اس کا اظہار کرنا تھا، مفتی صورت مستفسرہ کا جواب دیگا اگر خلاف واقع سوال کر کے اپنے مطلب کے موافق جواب لیا جائے تو قیامت کے مواخذہ سے رہائی نہ ہوگی بلکہ دو جرم ہیں، اہل برادری پر لازم ہے کہ جو سچی بات ہو اسکے موافق عمل کریں ایسا نہ ہو کہ مخالفت اور ضد میں اپنے ذمہ آخرت کا وبال مول لیں، اب اس صورت سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر عورت نے وصیت کی ہو تو جو کچھ مال چھوڑا یعنی نقد یا سامان ان سب کو تین حصہ کریں ایک حصہ خیرات کر دیا جائے اور دو حصہ دونوں لڑکوں کو دیئے جائیں۔ اب جو کچھ پیشتر خیرات کیا گیا اگر پوری تہائی ہے، فبہا ورنہ اگر کم ہے تو جو کچھ کمی ہے اب خیرات کریں اور اگر تہائی سے زیادہ خیرات کیا تو جتنا زیادہ کیا وہ خیرات کرنیوالا لڑکوں کو واپس دے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا۔ الثلث والثلث کثیر۔ یہ اس صورت میں ہے کہ وصیت کا ثبوت ہو اور ثبوت نہ ہو تو کچھ لازم نہیں اور ثبوت کیلئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں چاہیئے جو فاسق و فاجر نہ ہوں، اور یہاں ایک مرد اور ایک عورت ہے اور اس مرد کی نسبت سنا گیا کہ بے نمازی ہے اگر ایسا ہے تو اسکی گواہی قابل قبول نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ قمرالدین ساکن کچھا ضلع نینی تال ۲۹ صفر ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے وصیت کی کہ میرے بعد میری جائداد میری دونوں لڑکیوں کو نصف نصف دی جائے بھائیوں کو یا ان کی اولاد کو کچھ حصہ نہ دیا جائے یہ وصیت نامہ قابل سماعت ہے؟

الجواب:۔ یہ وصیت کہ زید نے اپنی دو لڑکیوں کیلئے کی بغیر اجازت دیگر ورثہ نافذ نہ ہوگی حدیث میں ہے ان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ الا لا وصیۃ لوارث۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ حامد حسن معرفت جناب عزیز احمد محلہ ملوکپور۔ بریلی ۵ شعبان ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی چار بیویاں تھیں

کو زید کیطرف سے دیا ہوا مال زیورات و کپڑے وغیرہ اور لڑکی کے سسرال کی جانب سے دیئے ہوئے زیورات و کپڑے وغیرہ میں زید کی لڑکی کے انتقال کے بعد اسکے ورثار کون کون حقدار ہیں ورثار یہ ہیں عمرو یعنی لڑکی کا شوہر۔

زید کی عورت یعنی لڑکی کی والدہ تین بھائی دو بہنیں ہیں لہذا بیماری کی صورت میں بیاہ کر دینا جائز ہے یا نہیں اور حصہ جس جس کو جو پہنچتا ہے تقسیم کیساتھ از روئے شریعت بیان فرما کر اجر پاویں ؟

الجواب :۔ عورت کا مہر معاف کرنا اگر ایسی حالت میں ہوا کہ اس وقت مرض کی زیادتی ظاہر ہو جس سے معلوم ہوتا ہو کہ اب تھوڑے دنوں میں مر جائے گی تو اس کیلئے یہ حالت مرض الموت قرار پائیگی، اگہ دق و سل امراض مزمنہ میں جب تک ایسی حالت پیدا نہ ہو مرض الموت نہیں قرار دیا جاتا جب کہ وہ مرض پورے ایک سال تک رہا۔ درر وغرر میں ہے۔ المقعد والمفلوج و الاشل والمسلول ان طال مدته سنة کا یصح والا فکالمریض یعنی ان ھذہ امراض مزمنة فمن مرض له واحد منھا وتصرف بشئ من التبرعات ثم مات قبل تمام سنة مشتملة علی الفصول الاربعة کان المرض مرض الموت فتعتبر تصرفاته من الثلث وان مات بعد تمامھا لم یکن مرض الموت لانه اذا فی الفصول التی کل منھا مظنة الھلاک صار المرض بمنزلة طبع من طبائعه وخرج صاحبه من احکام المریض حتی لایشتغل بالتداوی منھا شرنبلالیہ میں ہے۔ کذا فی فسر الطول بسنة فی الخانیة وقید ھذا فی الخلاصة بما اذا لم یتغیر حاله فقال اذا طال به المرض ویخاف علیه الموت کالفالج والشلل اذا کان زمنا او مقعدا او یابس الشق فھذا لایکون حکم المریض الا اذا تغیر حاله من ذالک ومات من ذالک التغیر فما فعل فی حالة التغیر یعتبر من الثلث اھ۔ لہذا اگر ایسی حالت میں معاف کیا اور اسی تغیر سے وہ مرگئی تو مہر معاف نہ ہوا کہ معافی کیلئے مرض الموت نہ ہونا شرط ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔ ولابد فی صحة حطھا من الرضا حتی لو کانت

مکرھتہ لم یصح ومن ان لا تکون مریضۃ مرض الموت ھکذا فی البحر الرائق. شوہر نے علاج میں عورت پر جو کچھ خرچ کیا ہے اگر یہ بطور تبرع واحسان تھا تو اس کا معاوضہ نہیں پا سکتا اور اگر کہدیا تھا کہ علاج کے مصارف عورت سے لیگا تو جو کچھ خرچ ہوا ہے لے سکتا ہے کہ یہ مصارف شوہر کے ذمہ واجب نہیں عالمگیری میں ہے۔ ولا یجب الدواء للمریض۔ جہیز میں عورت کو جو کچھ زیور کپڑے وغیرہا باپ کے یہاں سے ملا وہ سب عورت کی ملک ہے ردالمحتار میں ہے: کل احد یعلم ان الجہاز ملک للمرأۃ۔ اور زیورات جو چڑھاوے میں شوہر کے یہاں سے گئے اس میں وہاں کا عرف اور چلن دیکھا جائیگا اگر وہاں کا عرف یہ ہے کہ عورت مالک ہوتی ہے جیسا کہ یہاں شرفا میں یہی رواج ہے تو ملک عورت ہے اور اگر شوہر کی ملک مانی جاتی ہو اور محض زیب و زینت کیلئے عورت کو دیتے ہوں تو ملک شوہر۔ اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ دیتے وقت کچھ نہ کہا ہو اور اگر کہکر دیا گیا کہ ملک عورت ہے یا ملک شوہر تو جو کہدیا وہ ہے زید کے مرنے کے بعد یہ لڑکی بھی زید کی وارث ہے اور زید کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ سے اسے ۴۲ سہام سے سات سہام ملینگے اور یہ سات سہام اور جو کچھ اپنی ملک کے زیورات و پارچہ جات اور ہر قسم کے سامان جو اسکی ملک میں ہیں ان سب کو اڑتالیس ۴۸ سہام پر تقسیم کرکے چوبیس ۲۴ سہام شوہر کو ملیں گے اور آٹھ ماں کو اور چار چار بھائیوں اور دو دو بہنوں کو ملیں گے۔ اور بیماری کی حالت میں جو نکاح ہوا وہ نکاح صحیح ہے اور لڑکی نے جو وصیت کار خیر میں صرف کرنیکی کی ہو وہ تہائی مال میں جاری ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از ضلع راولپنڈی تحصیل گوجرخاں ڈاکخانہ سکھو موضع مرادی جنجیل مرسلہ مولوی مرد النعلی ۱۷ صفر ۴۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیان شرع متین دریں مسئلہ کہ مظہر ایک مسکین مسلمان صاحب جائداد ہوں منجملہ کل جائداد کے ایک مکان سکونتی بمع ایک کوٹھری و برانڈہ کے تخمیناً تیس ۳۰ کناں یا کچھ کم وبیش اراضی یہ جائداد پدری میں سے ہے علاوہ ایک مکان مویشی والا متصل مسجد نترخانہ جسکا خانہ شماری ۶۴ ہے وہ اور دیگر کل زمین میری خود پیدا کردہ جائداد ہے

حتی یتم لکل صلوٰۃ ماذکرنا کذا فی الخلاصۃ وفی فتاویٰ الحجۃ وان لم یوص لورثتہ وتبرع بعض الورثۃ یجوز۔ جب کوئی ایسا شخص مرجائے جس کی نمازیں فوت ہوگئی ہیں اور اس نے یہ وصیت کی کہ اسکی نمازوں کا کفارہ دیا جائے اس کے تہائی مال سے۔ تو ہر نماز کے لئے آدھا صاع گیہوں دیا جائے۔ اور نماز وتر کیلئے بھی نصف صاع اور ہر روزہ کے مقابلہ میں نصف صاع دیا جائے۔ اور اگر اس نے کچھ مال نہیں چھوڑا تو اس کے ورثہ نصف صاع گیہوں قرض لیں اور وہ کسی مسکین کو دیدیں۔ پھر وہ مسکین میت کے بعض ورثہ کو دیدیں۔ پھر وہ وارث فقیر کو صدقہ کرے اسی طرح کرتے رہیں یہاں تک کہ ہر نماز کیلئے نصف نصف صاع دینا مکمل ہوجائے کہ ایسا ہی خلاصہ میں ہے اور فتاویٰ حجہ میں ہے کہ اگر اس نے وصیت نہیں کی اور بعض ورثہ نے بطور تبرع ایسا کیا تو یہ بھی جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

بابُ الموالات

مسئلہ:۔ از بریلی مدرسہ اشاعت العُلوم بریلی معرفت انور خان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سکھوں نے لاہور کی مسجد شہید گنج کو شہید کردیا ہے، جس سے تمام دنیا کے مسلمانوں کے دل دکھ رہا ہے۔ ہر مسلمانو کو سکھوں کے ساتھ ترک موالات یا موالات کرنا چاہیئے ؟ اور جو مسلمان سکھوں کو مالی امداد پہونچاتے ہیں یعنی سکھوں کے سنیما تماشا میں روپیہ پیسہ دیتے ہیں وہ کیسے ہیں ان کے ساتھ مسلمانوں کو کیسا برتاؤ چاہیئے ؟

الجواب:۔ موالات ہر کافر سے ناجائز و حرام ہے قرآن مجید میں مطلقا اوسکی ممانعت وارد ہے اور ترک معاملت میں اگر مسلمانوں کا فائدہ ہو یہ بھی اچھی چیز ہے، سنیما دیکھنا ناجائز ہے اور اس میں پیسہ خرچ کرنا خرچ بیجا و حرام ہے، سکھوں نے مسجد شہید کرکے

مسلمانان عالم کو جو ایذا پہونچائی ہے وہ ظاہر ہے ایسے وقت مسلمانوں کی غیرتِ ملّی کا یہی تقاضہ ہونا چاہیئے کہ اس قوم کو جس نے مسجد کی اتنی شدید بے حرمتی کی۔ مالی مدد نہ پہونچائیں اور اپنی حلال کمائی کا پیسہ حرام طور پر ادنکو دیکر اعانت نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بابُ الشہید

مسئلہ:۔ از شہر کہنہ بریلی محلہ ربڑی ٹولہ مرسلہ احمد یار خان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین

(۱) اس مسئلہ میں کہ صوبہ بہار میں جو مسلمان مشرکین کے ہاتھ مارے گئے اور گڑھ کے میلے میں بھی مارے گئے تو ان کو کوئی درجہ شہادت ملے گا یا نہں ؟

(۲) اگر کوئی مسلمان شرابی یا زانی یا جواری ہو اور وہ کافروں کے مقابلہ پر مسلمانوں کے ساتھ مارا جائے تو وہ درجہ شہادت کا پائے گا یا نہیں ؟

الجواب (۱):۔ صوبہ بہار یا گڑھ میں جو مسلمان قتل کئے گئے وہ یقیناً مظلوم تھے۔ اور مشرکین کے ہاتھ سے مارے گئے اور جو شخص ظلماً قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا۔ من قتل دون دمہ فھو شھید ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) شراب خواری اور قمار بازی اور زنا کاری اشد کبائر سے ہیں مگر ان کی وجہ سے مسلمان کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ یہ گناہ ان کے ذاتی افعال تھے اور کفار نے جو انھیں قتل کیا محض اس وجہ سے قتل کیا کہ وہ مسلمان تھے لہذا ان کا یہ قتل کیا جانا شہادت میں شمار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الفرائض

مسئلہ :- مرسلہ عبداللہ از موضع درؤ۔ ضلع نینی تال - ۱۲ / صفر ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بعد انتقال زید کے پانچ وارث رہے باپ، زوجہ۔ ایک پسر۔ ایک دختر۔ ایک بھائی۔ لیکن بھائی باپ سے ایک اور ماں سے دو ہیں بعد ایک سال کے زید کی زوجہ نے نکاح کر لیا۔ زید کے باپ نے مہر شرعی ادا کر دیا، اور اس عرصہ میں زید کا لڑکا بھی فوت ہو گیا۔ اب کل زید کے چار وارث رہے۔ مال زید کے باپ کے پاس ہے اور لڑکی نابالغ ہے۔ اسکا ترکہ ماں کو دیا جائے یا دادا کو اور زید کے لڑکے کا انتقال ہوا تو صرفہ بھی اسی جائداد سے ہوا۔ اب جو حکم شرع شریف کا ہو اس پر عمل کیا جائے۔ اور مع مہر کے جواب تحریر فرمایا جائے۔ نہایت آسان الفاظ ہونے چاہیئے تاکہ سمجھ سکیں۔؟

الجواب :- اگر زید کسی کو کہہ گیا ہے کہ میرے نابالغ بچوں کا مال تو اپنے پاس رکھنا تو اسکے پاس لڑکی کا حصہ رہے گا۔ ورنہ دادا اپنے پاس رکھیگا اور لڑکے کے انتقال میں جو کچھ تجہیز و تکفین میں موافق سنت کے خرچ ہوا ہے وہ اسکے حصہ میں سے دیا جائیگا۔ اور باقی اس کی ماں اور بہن اور دادا کو ملیگا۔ اور تجہیز و تکفین کے علاوہ جو کچھ خرچ ہوا۔ وہ جس نے خرچ کیا وہ دے۔ اور زید کی بی بی بھی زید کی وارث ہے علاوہ مہر کے اپنا آٹھواں حصہ پائے گی۔ نکاح کرنے کی وجہ سے ترکہ سے محروم نہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ :- مرسلہ سلطان علی خان دکاندار چوب عماراتی سبحان نگر لکھنؤ ۲ / ربیع الاول ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔ زید نے اپنی جائداد منقولہ و غیر منقولہ اور ایک زوجہ ہندہ اور دو بیٹے عمرو و بکر کو چھوڑ کر انتقال کیا۔ اور

ہندہ نے زید کے مرنے پر دفن سے قبل اعزار واقارب کے سامنے اپنا دین مہر برضا ورغبت معاف کردیا تھا پس اس صورت میں زید کے ترکہ سے کس کو کس قدر ملیگا ؟

مسئلہ :۔ ہندہ نے جائداد متروکہ زید سے مبلغ چھ سو روپئے اپنے ایک بیٹے عمرو کو اپنی طرف سے حج ادا کرنے کیلئے دیا۔ پس یہ روپیہ ہندہ کے حصہ میں محسوب ہوگا یا نہیں ؟

الجواب ۱ :۔ حسب شرائط فرائض ترکہ زید کا سولہ سہام پر منقسم ہوگا دو سہام ہندہ کو اور سات سات سہام دونوں بیٹوں کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب ۲ :۔ ہندہ نے جتنے روپئے اپنے بیٹے عمرو کو اپنے حج بدل کے لئے ترکۂ زید سے دیا وہ سب ہندہ کے حصہ میں محسوب ہوں گے۔ دوسرے ورثہ پر اسکا کچھ اثر نہ پڑیگا۔ واللہ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ قاضی رحیم بخش شاہ از چتور گڑھ میواڑ محلہ نوہاران ۵ جمادی الاخرہ ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ابراہیم شاہ کے کئی لڑکے تھے عبدا شاہ، سمن شاہ، تاجو شاہ، عبدا شاہ کا پوتا حسین بخش شاہ اور سمن شاہ کا پوتا رحیم بخش شاہ موجود ہیں اور تاجو شاہ کا لڑکا نظام الدین شاہ فوت ہوا اس کے پیچھے نہ عورت ہے نہ لڑکا نہ لڑکی نہ حقیقی بھائی نہ بہن۔ متوفے نظام الدین شاہ نے جائداد منقولہ وغیر منقولہ چھوڑی۔ عبدا شاہ کے پوتے حسین بخش نے متوفی مذکورہ کی تمام جائداد پر قبضہ کرلیا اور یہ کہتا ہے کہ متوفی نے مجھے اپنا وارث بنایا ہے اور اسٹانپ لکھدیا ہے مگر اس کے وارث بنانے یا اسٹانپ لکھنے سے نہ تو رشتہ دار واقف ہیں نہ ہمسایہ نہ اہل محلہ۔ حالانکہ جس طرح رشتہ میں حسین بخش شاہ متوفی نظام الدین شاہ کا ہوتا ہے ایسا ہی رحیم بخش شاہ کے بھی دادا کے بھائی کا لڑکا ہوتا۔ ایسی حالت میں از روئے شرع شریف دونوں وارث ہونگے یا ایک۔ اور حصہ برابر ہوگا یا کم زیادہ اور یہ اسٹانپ جس سے کوئی واقف نہیں صحیح ہے یا غیر صحیح ؟

الجواب :۔ سوال مجمل ہے سائل نے یہ نہیں لکھا کہ نظام الدین شاہ نے حسین بخش شاہ کو جائداد ہبہ کی ہے یا وصیت کی ہے اگر ہبہ ہے تو قبضہ بھی دلایا ہے یا نہیں۔ اگر قبضہ دلادیا ہے

توہبہ تمام ہے ورنہ ناتمام مجمع الانہر میں ہے وتتم الهبة بالقبض الكامل۔ اور اگر وصیت کی ہے تو بغیر اجازت دیگر ورثہ نافذ نہ ہوگی۔ حدیث میں فرمایا إنّ الله تعالىٰ أعطى كل ذى حق حقه الا لا وصية لوارث نیز مجمع الانہر میں ہے ولا تصح الوصية لوارثه الا باجازة الورثة۔ یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ نظام الدین شاہ نے اسے اپنی جائداد دی ہو اور گواہوں سے ثابت ہو، ورنہ مجرد تحریر اسٹامپ کچھ قابل اعتبار نہیں۔ جب تک گواہوں سے ثبوت نہو۔ اور وارث بنانا جو سوال میں لکھا ہے یہ کوئی شئے نہیں کہ وارث تو وہ ہے جسے اللہ و رسول نے وارث بنایا جو کسی کے بنانے یا نہ بنانے کو اس میں دخل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ محمد احمد خان قادری ہیڈ ماسٹر فاکلنڈ روڈ مینوسپل اردو اسکول بمبئی ۱۲ ، ۲۲ر جمادی الاخرہ ۱۳۸۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا انتقال ہوگیا اور اس کے وارثوں میں سے کوئی بھی وارث کسی درجہ کا زندہ نہیں ہے اور متوفی نے کچھ وصیت بھی نہیں کی، کیوں کہ اس کی موت اچانک واقع ہوئی ہے کیوں کہ متوفی نے اپنی جائداد غیر منقولہ اپنی زندگی میں مرنے سے بہت پہلے کسی مدرسۂ اسلامیہ کے نام وقف کردی ہے لیکن جائداد منقولہ مثل زر نقد کسی ایک امین کے پاس متوفی کی زندگی سے امانت رکھا ہوا ہے سوال یہ ہے کہ اس زر نقد کو کسطرح اور کس مصرف میں صرف کیا جائے کہ متوفی کی روح کو ثواب پہونچے جواب مدلل تحریر ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ ایسا مال حق بیت المال ہے مگر چونکہ ہندوستان میں بیت المال نہیں لہذا مسلمان بطور خود اس مال کو مصارف بیت المال میں صرف کریں۔ یعنی ایسے فقراء پر صرف کریں جنکا کوئی ولی نہو کہ ان کا نفقہ اسکے ذمہ واجب ہو ان فقرائے کے کھانے پینے میں اور بیمار ہوں تو ان کی دواؤں میں اور مرجائیں تو ان کی تجہیز و تکفین میں صرف کیا جائے درمختار میں ہے ورابع وهو لقطة وتركة بلا وارث ودية مقتول بلا ولى

ومصرفها اللقیط الفقیر والفقیر بلا ولی۔ ردالمحتار میں ہے۔ قال فی البحر یعطون منہ نفقتھم وادویتھم ویکفن بہ موتاھم ویعقل بہ جنایتھم اھ نیز ردالمحتار باب العشر میں ہے۔ واما الرابع فمصرفه المشهور وھو اللقیط الفقیر والفقراء الذین لا اولیاء لھم فیعطی منہ نفقتھم وادویتھم وکفنھم وعقل جنایتھم کما فی الزیلعی وغیرہ وحاصلہ ان مصرفہ العاجزون الفقراء۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ نثار احمد صاحب ساکن کچھا ضلع نینی تال ۳ شوال ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی علیم کا انتقال ہوا اس نے ایک زوجہ ایک بیٹا دو بیٹی اور دو حقیقی چچا زاد بھائی مسمی قمرالدین و جلال الدین وارث چھوڑے اسکے بعد لڑکے کا انتقال ہوگیا اب علیم کی بیوہ کیساتھ جلال الدین نے نکاح کرلیا اور جلال الدین کی پہلی عورت سے دو لڑکے تھے ایک کو اپنے بیوی کے پاس رکھا اور ایک اپنی دادی کے پاس تھا۔ چند روز کے بعد جلال الدین کا بھی انتقال ہوگیا۔ اس نے دو بیٹے ایک والدہ ایک بھائی ایک زوجہ چھوڑی۔ زوجہ نے وقت وفات اپنا مہر معاف کردیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس بیوہ نے اپنا عقد پھر ایک غیر شخص کیساتھ کرلیا اب یہ عورت اپنا مہر معاف شدہ اور ترکہ لینا چاہتی ہے۔ اور جلال الدین کا لڑکا جو اپنی سوتیلی ماں کے پاس تھا اپنے بھائی اور دادی کے پاس آنا چاہتا ہے، اس غیر شخص کے پاس رہنا نہیں چاہتا۔ اب علیم نے جو دو نابالغ لڑکیاں چھوڑی ہیں ان کی ولایت نکاح ازروئے شرع کس کو ہوسکتی ہے اور یہ مال جلال الدین کا کس کس وارث پر تقسیم ہوگا۔؟

الجواب :۔ جب کہ عورت نے اپنا مہر معاف کردیا تو معاف ہوگیا اور شوہر کے ذمہ سے ساقط ہوگیا اب اس کو مطالبۂ مہر کا کوئی حق نہ رہا۔ درمختار میں ہے وصح حطھا لکلہ او بعضہ عنہ قبل اولا دیرتد بالرد کما فی البحر ہاں ترکہ اس کا حق ہے وہ لے سکتی ہے جلال الدین کا نابالغ لڑکا جو اپنی سوتیلی ماں کے پاس ہے یہ سوتیلی ماں اسے نہیں روک سکتی

اپنی دادی کے پاس آنا چاہتا ہے چلا آئے یہ تو سوتیلی ہے اگر حقیقی ماں غیر محرم سے نکاح کرلے
تو حق پرورش ساقط ہوجاتا ہے، درمختار میں ہے الا ان تکون متزوجۃ بغیر محرم الصغیر
علیم کی دونوں لڑکیوں کی ولایت نکاح جلال الدین کے بالغ لڑکے کو ہے اگر کوئی دوسرا
عصبہ اس سے مقدم نہ ہو کہ بیان سائل سے معلوم ہوا کہ جلال الدین کے بھائی کا انتقال
ہوگیا۔ درمختار میں ہے الولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ، ترکہ جلال الدین کا ۴۸ سہام
پر تقسیم ہوکر ۸ ماں کو اور چھ زوجہ کو اور سترہ سترہ دونوں لڑکوں کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۱:۔ مرسلہ عبدالمجید از ہوڑہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا خود
زر خریدہ جائداد کم و بیش تیس ہزار کی ہے۔ اس جائداد میں اس کے ہمشیرہ کا کچھ حق ہے
یا نہیں، حالانکہ زید کے لڑکے بالے وغیرہ موجود ہیں۔ عمرو کہتا ہے کہ زید کا خود زر خریدہ جائداد میں
بھی ہمشیرہ کا حق ہوتا ہے۔ لہذا دریافت طلب ہے کہ عمرو کا کہنا صحیح ہے یا نہیں اگر ہے تو سیکڑا کیا حساب ہے؟

الجواب:۔ جب زید کے لڑکے موجود ہیں تو بہن کو کچھ نہ ملیگا۔ ہاں اگر لڑکا کوئی موجود
نہ ہوتا صرف لڑکیاں ہوتیں تو بہن عصبہ ہوتی اور بعد اصحاب فرائض جو کچھ بچتا اسمیں حقدار ہوتی
حدیث میں ہے اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۲:۔ مسئولہ الٰہی بخش شہر کہنہ قاضی ٹولہ بریلی ۹ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت
کے شوہر نے طلاق دیدی، اور دو بیٹے چھوڑ کر اپنے بھائیوں کے یہاں چلی آئی اس کے بھائیوں
نے اسکا نکاح دوسرے آدمی کیساتھ کردیا وہ بھی تھوڑے دنوں کے بعد فوت ہوگیا۔ اور اسکے
دونوں لڑکے اپنے حقیقی باپ کے یہاں رہے، جب یہ جوان ہوئے تو انھوں نے اپنی ماں کو
اپنی شادی میں شریک کیا اور وقتاً فوقتاً اپنے ماں کی خدمت اپنی حیثیت کے موافق کرتے
رہے اس کے بعد وہ حج کو چلی گئی وہاں انتقال ہوگیا۔ کچھ اسباب اور روپیہ بچا تھا وہاں

لوگوں نے اس کو تجہیز و تکفین میں صرف کر دیا۔ اور کچھ خیرات کر دیا جسوقت بمبئی میں اس نے ٹکٹ
خرید اتھا اسکا روپیہ دیا تھا اس وقت اس سے وارث دریافت کیے گئے تو اس عورت نے
اپنے دو بیٹے الٰہی بخش اور کریم بخش بتائے تھے۔ انتقال کے بعد وہ ٹکٹ کے بچاسی روپیہ ان
دونوں لڑکوں کے پاس گئے۔ اس عورت کے دو بھائی حقیقی بھی ہیں وہ ان روپیوں میں
سے حصہ مانگتے ہیں آیا ان کو حصہ پہنچتا ہے یا نہیں۔ ان لڑکوں نے اپنے ماں کی وفات کی خبر
سن کر تیجہ وغیرہ کیا اور کچھ خیر خیرات اور چالیسواں وغیرہ کیا۔ ان لڑکوں کے ماموں نے ان لڑکوں
سے علیحدہ جو اپنے طور پر کچھ فاتحہ درود میں خرچ کیا تھا ان لڑکوں سے مبلغ ساڑھے سترہ روپیہ
جبراً لے لئے۔ ایسی حالت میں ان روپیوں میں سے ان کے ماموں حصہ پا سکتے ہیں یا نہیں اور یہ
سترہ روپیہ آٹھ آنے ان کو واپس دینا چاہیئے یا نہیں اور اگر ان روپیوں میں سے از روئے شرع
شریف لڑکوں کو پہنچتا ہے اور پنچ کہیں کہ ان روپیوں کو مسجد میں صرف کر دو تو ایسی حالت میں
جبراً مسجد میں دینا جائز ہے یا نہیں اور وہ ان روپیہ میں سے مسجد میں دیدیں تو قبل اسکے کہ
پنچایت سے علیحدہ کر دیئے جائیں اور پنچ ان کو پنچایت سے علیحدہ کریں تو انکے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ یہ سوال پیشتر لڑکوں کے ماموں فقیر کے پاس لائے انھیں جواب دیا
جاچکا تھا کہ ان کا اپنی ہمشیرہ کے ترکہ میں کچھ حق نہیں، عورت نے جو کچھ چھوڑا بعد تجہیز و تکفین
موافق سنت واد ائے دیون و دیگر امور متقدمہ علی المیراث کے سب کچھ دونوں لڑکوں کو ملیگا
ماموں کا اسمیں کوئی حق نہیں۔ اور عورت کے بھائیوں نے تیجہ وغیرہ میں جو کچھ خرچ کیا ہے
وہ سب انھیں کے ذمہ ہے لڑکوں سے اسکا مطالبہ نہیں کر سکتے اور ساڑھے سترہ روپئے
جو جبراً وصول کئے ہیں واپس دیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل
نہ جبراً مسجد کیلئے وصول کیا جا سکتا ہے یہ حرام ہے، اور ایسے مال کو کہ جبراً وصول کیا گیا
مسجد میں صرف کرنا ناجائز و حرام، اور الٰہی بخش اور کریم بخش کو محض اس بنا پر خارج از برادری
کرنا ناجائز، پنچوں پر لازم ہے کہ حکم شرع کو مانیں اور جبر و ظلم و ستم سے باز آئیں اور عذاب آخرت سے
ڈریں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئولہ مرزا محمد اسمٰعیل بیگ بیجناتھ پارہ رائپور ممالک متوسط ۸؍صفر المظفر ۱۳۲۱ھ

عاق مانع ارث ہے یا کیا؟

الجواب: عقوق مانع ارث نہیں کہ موانع ارث چار ہیں۔ انمیں عقوق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مرسلہ سید کاردعلی مرادآباد محلہ ٹھٹھیرا کارخانہ شیخ نہال الدین ۴؍ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مسماۃ اصغری بیگم کا انتقال ہوا مرحومہ نے اپنے وارثان میں سے ایک شوہر مسمی کاردعلی ایک پدر آں ہی ایک ماں مسمی نفیس بیگم چار برادر آل علی، اولاد علی، محمود علی، محمد علی چھوڑے یہ بات معلوم کرنی ہے کہ ان وارثان کا بروئے فرائض کس قدر حصہ ہوتا ہے مرحومہ کی کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی ہے؟

الجواب: حسب شرائط فرائض ترکہ مسماۃ اصغری بیگم کا چھ سہام پر منقسم ہوکر تین شوہر اور دو باپ اور ایک سہم ماں کو ملے گا بھائی محروم ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئولہ امیر احمد موضع سرنیاں ضلع بریلی ۸؍ربیع الآخرہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نابالغہ لڑکی کا نکاح باذن والد کے ہوا نکاح ہونے کے بعد فوراً خاوند کے مکان پر گئی دوسرے دن واپس چلی آئی، مدت تین ماہ والد کے یہاں رہی پھر انتقال کرگئی اس حالت میں ازروئے شرع والد اس مہر کا حقدار ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: نصف مہر والد پائے گا اور نصف حق شوہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئولہ جناب نواب نثار احمد خانصاحب بازار صندل خاں بریلی ۹؍جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں کہ ایک شخص کی دو بی بیاں تھیں، پہلی بی بی کو بعوض دین مہر کے نقد روپیہ یا جائداد تعین مہر سے بہت زیادہ دیدی پس جو روپیہ نقد یا جائداد زیادہ دی گئی ہے وہ اس سے یا اس کے ورثار سے واپس ہوکر مابقی متروکہ میں شامل ہوکر موجودہ ورثار کو تقسیم ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب :- جو کچھ دین مہر کے عوض اپنی ایک بی بی کو دے چکا ہے اگرچہ تعین مہر سے بہت زیادہ ہو وہ سب دین مہر ہی میں شمار ہوگا اور اب شوہر یا ورثۂ شوہر عورت یا اسکے ورثہ سے واپس نہیں لے سکتے درمختار میں ہے۔ زید علی ما سمی فانها تلزمه بشرط قبولها فی المجلس او قبول ولی الصغیرة ومعرفة قدرها وبقاء الزوجیة۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئولہ منشی محمد حسین خان محلہ گلاب نگر بریلی ۱۸ رجمادی الاولیٰ ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا انتقال ہوا جس نے ورثا میں شوہر دو لڑکیاں اور ایک ہمشیرہ چھوڑی ان ورثا کو کتنا کتنا جائداد میں سے حق پہنچتا ہے ؟

الجواب :- حسب شرائط فرائض ترکہ اس عورت کا بارہ سہام پر منقسم ہوکر چار چار سہام دونوں لڑکیوں کو اور تین شوہر کو اور ایک ہمشیرہ کو ملے گا۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ محمد جمیل اختر موضع شہباز پور۔ پورنیاں ضلع مظفر پور ۱۱ رجمادی الآخرہ ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں حامی حمایت دین و مفتی شرع متین اس مسئلہ میں کہ امیر الدین کا انتقال ہوا اور انکا پیشہ پیری مریدی کا تھا اس نے اپنے زوجہ منکوحہ بیوی جوشن بیگم اور ایک بھائی بشارت کریم کو چھوڑا ترکہ تقسیم نہونے پایا تھا کہ جوشن بیگم نے لوگوں کی رائے سے بشارت کریم کو اپنے شوہر کی جگہ گدی نشین بنایا اور بشارت کریم کا انتقال ہوا اس نے اپنی زوجہ منکوحہ خاتون جنت اور ایک لڑکی بالوں بیگم چھوڑا اب یہ دونوں مسمات یعنی خاتون جنت و جوشن بیگم چاہتی ہیں بشارت کریم کے داماد محمد جمیل اختر کو انکی جگہ گدی نشین بنائے اور تمام میریدان کی یہی رائے ہے کہ جس کو مسماۃ چاہیں انکی جگہ قائم مقام بنائیں ہملوگ بیعت حاصل کریں گے حالانکہ نہ امیر الدین نے کسی کو اجازت دی تھی اور نہ بشارت کریم نے کسی کو اجازت دی اور نہ محمد جمیل اختر ان دونوں صاحب سے کسی کے مرید ہیں، اب بشارت کریم کے سالے یہ چاہتے ہیں کہ ہیں اس گدی پر بیٹھوں حالانکہ نہ انکو اجازت ہے اور نہ یہ مریدوں میں ہیں ازروئے شریعت کسی کو اس گدی پر بیٹھایا جائے یا نہیں اور اگر بیٹھایا جائے تو کس کو اور کون مستحق ہے

اوران کے مال سے کس کو کتنا ملے گا ؟

الجواب :- پیری اور مشیخت کوئی مال و ترکہ نہیں جو مرنے کے بعد وارثوں پر تقسیم ہو نہ وہ شخص سجادۂ مشیخت پر بیٹھ سکتا ہے جو مجاز و ماذون نہ ہو۔ محمد جمیل اختر اور بشارت کریم کے سالے دونوں اسکے حق دار نہیں۔ بلکہ بشارت کریم یا امیر الدین کے خلفاء میں جو سب سے زیادہ اس منصب کا اہل ہو اسے مقرر کریں، اگرچہ وہ نسباً اس خاندان سے نہ ہو۔ ورثہ کی پوری تفصیل معلوم ہونے سے مال کی تقسیم ہو سکتی ہے۔ سوال میں یہی تین عورتیں بتائی گئیں کوئی عصبہ بشارت کریم کا موجود ہے یا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بنارس محلہ مدنپورہ مرسلہ حافظ حکیم محمد شفیع صاحب شاغل ربیع الآخر ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید مقروض نے انتقال کیا صرف جائداد و اسباب خانگی چھوڑ کر جس کو کہ دو پسر و تین دختران، و یک زوجہ جملہ شرکاء ستہ حقیقی ہیں بعدہ ہر دو برادران حقیقی بکر و عمرو نے بعد انتقال پدر خاص کے باہمی شریک حال رہے۔ بفضلہ تعالیٰ زر و جائداد پیدا کیا نیز بکر لاولد کار کن انتقال کر گیا، جسکو عمرو موصوف و تین ہمشیرگان ہیں منکوحات و مادر حقیقی موجود ہیں پس تحقیق طلب امر ضروری ہے کہ بکر و عمرو کے حقوق نصفاً نصف تقسیم ہو کر بقیہ بکر متوفی میں عصبہ کل شرکاء کے تقسیم ہونگے یا کل میں از روئے شریعت محمدیہ و ملت حنفیہ بالتفصیل والسہام حکم فرمایا جاوے ؟

الجواب :- حسب شرائط فرائض ترکہ زید بعد ادائے دیون آٹھ سہام پر تقسیم ہو کر ایک زوجہ اور ایک ایک تینوں لڑکیوں اور دو دو سہام دونوں لڑکوں کو ملیں گے اور بکر و عمرو اگر دونوں شرکت میں کام کرتے تھے تو دونوں آمدنی میں برابر کے شریک قرار پائیں گے اگرچہ کام برابر نہ کرتے ہوں اور بعد انتقال بکر اسکے حصہ کو شرکاء پر تقسیم کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ شعبان ۴۳ھ

مسئلہ :- از بریلی محلہ سوداگران مرسلہ سید قناعت علی صاحب امین جماعت رضا مصطفیٰ جو یہ کہتا ہے ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کے مال میں سے لڑکیوں کو حصہ یعنی ترکہ نہ دیا جاوے

اس لئے کہ اسکا ہمارے یہاں رواج نہیں اور وہ رواج پر عمل کرتا ہے وہ اللہ و رسول کے نزدیک مسلمان ہے یا نہیں ؟

الجواب :- بیشک لڑکیوں کا حصہ نص قطعی قرآن مجید سے ثابت جو اس حکم سے انکار کرے یقیناً کافر ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک وان کانت واحدۃ فلھا النصف۔ اور اگر اس حکم کو حق مانتا ہے مگر شامت نفس سے اس پر عمل نہیں کرتا تو گنہگار فاسق فاجر ہے، فرض ہے کہ توبہ کرے اور اگر رسم و رواج کو حکم شرع پر مقدم رکھتا ہے اور رسم کو ترجیح دیتا ہے تو یہ بھی کفر ہے فتاوی عالمگیری میں ہے اذا قال الرجل لغیرہ حکم الشرع فی ھذہ الحادثۃ کذا فقال ذلک الغیر من برسم کار می کنم نہ بشرع یکفر عند بعض المشائخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از نصیر آباد راجپوتانہ محلہ دودھیا مرسلہ ڈاکٹر شیخ عمرو ۲۰ ربیع الآخر ۴۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمانوں میں خواہ وہ کسی فرقہ اور اعتقاد کا ہو لڑکا گود لینا از روے شرع شریف جائز ہے یا نہیں اور وہ صلبی بیٹے کی طرح ورثہ پانے کا حق دار ہے یا نہیں ؟

الجواب :- تبنی کرنا یعنی لڑکا گود لینا شرعاً منع نہیں مگر وہ لڑکا اسکا لڑکا نہ ہوگا بلکہ اپنے باپ ہی کا کہلائیگا اور وہ اپنے باپ کا ترکہ پائیگا، گود لینے والے کا نہ یہ بیٹا ہے نہ اس حیثیت سے اوسکا وارث ہاں اگر وارث ہونیکی بھی اوسمیں حیثیت موجود ہے مثلاً بھتیجہ کو گود لیا تو یہ وارث ہو سکتا ہے جبکہ کوئی مانع نہ ہو اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ وما جعل ادعیاءکم ابناءکم ذلکم قولکم بافواھکم واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ادعوھم لاباءھم ھو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا اباءھم فاخوانکم فی الدین وموالیکم تمہارے منہ بولے بیٹے تمہارے بیٹے نہیں یہ تمہارے منہ کی بات ہے اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھے راستے کی ہدایت کرتا ہے ان کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کرکے بلاؤ یہی اللہ کے نزدیک ٹھیک بات ہے

اور اگر تمہیں معلوم نہ ہو کہ ان کے باپ کون ہیں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور مولیٰ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از اندورکچی مسجد رانی پورہ معرفت محمد عبداللہ پیش امام مرسلہ رحمت بی بی یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۴۴ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتیان شرع مبین مسائل ذیل ہیں۔
زید متوفی کے دو، بیوی اور ایک بھائی عینی پسماندگان ہیں سے موجود ہیں اس وقت ہر ایک کو جائداد و متروکہ ہیں سے از روئے شرع شریف کتنا کتنا لگنا چاہیئے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ حسب شرائط فرائض اگر زید کے وارث صرف یہی ہیں تو دَین وغیرہ امور متقدمہ کے بعد ترکہ زید کا آٹھ سہام پر منقسم ہو کر ایک ایک سہام دونوں عورتوں کو اور چھ سہام بھائی کو ملیں گے قال اللہ تعالیٰ ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ سید سرکار وعلی مرادآباد محلہ اصالت پورہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ ہیں کہ مسماۃ جعفری بیگم کا انتقال ہوا ایک شوہر ارشاد حسین اور ایک دختر صابرہ بالغ ایک پسر باسط حسین نابالغ وارث چھوڑے ترکہ ہیں ایک مکان پختہ ایک دوکان جوار شاد حسین نے مبلغ ۔۔۔ کی فروخت کر دی، اور کچھ زیور و برتن لڑکی کو ارشاد حسین نے کچھ نہیں دیا۔ ۔۔۔ کا زیور بنا کر اور کچھ متوفی کا زیور چڑھا کر مسماۃ اصغری بیگم سے شادی کرلی۔ مسماۃ اصغری کا بھی انتقال ہو گیا۔ کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ اب تیسری شادی مسماۃ قیومًا سے کی۔ بروقت نکاح کوئی زیور ارشاد حسین نے نہیں چڑھایا بعد نکاح گھر لا کر وہی ۔۔۔ کا زیور اور باقی متوفی جعفری بیگم کا زیور پہنا دیا۔ اب ارشاد حسین کا انتقال ہو گیا۔ لہٰذا ذیل کی باتیں دریافت طلب ہیں

۱۔ اس زیور کی مالک قیومًا ہے۔ یا صابرہ و باسط حسین۔ ۲۔ مکان جو جعفری بیگم کو بذریعہ ترکہ پدری ملا تھا۔ اس ہیں سے مسماۃ قیومًا لے سکتی ہے یا نہیں۔ یا جو حصہ ارشاد حسین کا بعد انتقال جعفری ہو گا اس ہیں سے یا اس کو اس طرح طے کیا جاوے۔ کہ جو سامان مسماۃ قیومًا

اپنے جہیز میں لائی اس کو دلایا جاوے۔ جو سامان اور مکان جعفری بیگم کا ہے۔ اس میں سے حصہ تہائی ارشاد حسین نکال کر صابرہ اور باسط حسین کو دلایا جاوے۔ باقی حصہ ارشاد حسین بقدر حصہ سب وارثان کو تقسیم کردیا جائے۔ اب ارشاد حسین کے یہ وارث ہیں۔ صابرہ دختر پسر باسط حسین پسر ساجد حسین نابالغ قاسم حسین نابالغ پسر قیومًا زوجہ؟

الجواب:۔ جعفری بیگم کے کل متروکہ مکان و دوکان و زیور وغیرہا بعد تجہیز و تکفین وادائے دیون و اجرائے وصیت جو کچھ بچا اس کے چار حصے کئے جائیں ایک شوہر ارشاد حسین اور ایک حصہ صابرہ کو اور دو حصے باسط حسین کو دیئے جائیں صابرہ اور باسط حسین کا حصہ جو ارشاد حسین نے تلف کردیا ارشاد حسین کے مال میں سے بقدر ان کے حصوں کے دلایا جائے اگر انکے حصے دینے کے بعد ارشاد حسین کا کچھ مال بچے۔ تو اسکے آٹھ حصے کئے جائیں ایک صابرہ کو اور ایک قیومن کو اور دو دو تینوں لڑکوں کو دیئے جاویں جہیز جو قیومن لائی ہے اسکی مالک وہی ہے اس میں ارشاد حسین یا اسکے ورثہ کا کوئی حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم

مسئلہ:۔ از غازیپور محلہ نورالدین پور مرسلہ محمد مطلوب۔ یکم جمادی الاولیٰ ۴۶ھ

۱۔ محمد خالد۔ محمد اسحاق۔ محمد ذکی۔ فاطمہ بی بی کے دادا کے بھائی کے پوتے ہیں۔ پوتی ہیں اور بیٹی ہیں اور پرپوتی ہیں ۲۔ محمد ہاشم محمد قاسم فاطمہ بی بی کے خالہ زاد بھائی اور خالہ زاد پھوپھو کے پوتے ہیں۔ ۳۔ فاطمہ بی بی کے شوہر نے فاطمہ بی بی کی زندگی میں ایک اور عقد کرلیا تھا۔ اور یہ بی بی ہمیشہ فاطمہ بی بی کے ساتھ فاطمہ بی بی کے مکان میں رہیں۔ فاطمہ بی بی کے شوہر کے انتقال کو پندرہ سولہ برس ہوتے ہیں۔ اور جو بعد نکاح فاطمہ بی بی تادم آخر فاطمہ بی بی کے مکان میں رہے۔ فاطمہ بی بی کے اولاد کا فاطمہ بی بی کے سامنے انتقال ہوگیا سوتیلی بیٹیاں موجود ہیں جن کو وہ اپنی بیٹیاں سمجھتی تھیں۔ اور تازندگی انکی پرورش اور انکی تربیت میں مشغول رہیں۔ یہ یتیم لڑکیاں جو ابھی کمسن اور ناکتخدا ہیں۔ اپنی ماں کے ساتھ ابتدائے پیدائش سے اس مکان میں رہیں۔ اور مسرت سے شریفانہ زندگی بسر کرہی ہیں

ء۴ فاطمہ بی بی کا ترکہ وہی ایک مکان مسکونہ ہے۔ جس کو لڑکیوں کے نام بارہا متعدد شخصوں کے سامنے ہبہ زبانی کر چکی ہیں، ء۵ یہ مکان فاطمہ کو آبائی ترکہ میں نہیں ملا ہے بلکہ نانہالی ترکہ میں ملا ہے۔ یعنی یہ مکان غلام رسول خاں کا ہے۔

لہٰذا کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فاطمہ بی بی نے انتقال کیا اور اپنے دادا کے بھائیوں اور خالہ زاد پھوپھیرے بھتیجوں کو اور اپنے شوہر کی دوسری بی بی اور سوتیلی لڑکیوں کو چھوڑا۔ اور چونکہ ترکہ صرف ایک قطعہ مکان مسکونہ نانہالی فاطمہ بی بی ہے، جس میں انکے شوہر کی دوسری بی بی عقد کے بعد سے اور سوتیلی لڑکیاں ابتدائے پیدائش سے اسی مکان میں رہتی چلی آئی ہیں۔ اور اب تک اس میں مقیم ہیں۔ اور فاطمہ بی بی تا زندگی انکی تربیت اور پرورش میں مشغول رہیں۔ لیکن بعد وفات فاطمہ بی بی متذکرہ بالا شرکاران یتیم اور لاوارث لڑکیوں کو اور انکی بیوہ ماں کو اس مکان مسکونہ سے بے دخلی کرنا چاہتے ہیں۔ تو شرع شریف کی رو سے اس مسئلہ کی اچھی طرح توضیح کی جائے کہ مکان متنازع فیہ کی مالک بلحاظ امور متذکرہ بالا یہ بی بی اور لڑکیاں ہیں یا نہیں؟ بر تقدیر شق ثانی کس وارث کو کتنا ملے گا؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ اگر وہ مکان شرعی طور پر ہبہ کر دیا ہو مثلاً ہبہ کرنے سے پہلے اس کے دو حصے کر کے ایک ایک حصہ ہر ایک لڑکی کو دے دیا ہو مثلاً مکان کا یہ قطعہ فلانی کو اور یہ قطعہ فلانی کو۔ اور قبضہ بھی دلا دیا ہو۔ تو یہ ہبہ صحیح تام نافذ ہے، ان لڑکیوں کے علاوہ اس پر کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔ اور اس ہبہ کو واپس بھی نہیں کیا جا سکتا کہ موت واہبہ مانع رجوع ہے۔ یوں ہی اگر وہ مکان نہایت چھوٹا ہو کہ قابل قسمت نہ ہو جب تو تقسیم کی بھی حاجت نہیں کہ ایسی شئی میں شیوع مانع ہبہ نہیں اور اگر مکان قابل قسمت تھا اور بغیر تقسیم ہبہ کر دیا تو اگرچہ یہ ہبہ فاسد ہے مگر بعد قبضہ مفید ملک ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ هبة المشاع فيما لا يحتمل القسمة تجوز من الشريك ومن الاجنبي نیز اسی میں ہے هبة المشاع فيما يحتمل القسمة

من رجلین او من جماعۃ صحیحۃ عندھما وفاسدۃ عند الامام ولیست بباطلۃ حتی تفید الملک بالقبض کذا فی جواھر الاخلاطی) اور اگر وہ لڑکیاں وقت ہبہ غنی نہ ہوں تو بہرحال جائز ہے مشاع ہو یا منقسم، عالمگیری میں ہے ولو وھب من اثنین ان کانا فقیرین یجوز بالاجماع اور ہبہ زبانی کافی ہے تحریر یا اسٹامپ کی کوئی ضرورت نہیں یوں ہی جس صورت میں تقسیم کی حاجت ہو اس کیلئے بھی اسکی ضرورت نہیں کہ کچہری سے تقسیم کرائی جائے نہ اس کی ضرورت کہ بیچ سے دیوار اوٹھائی جائے۔ فقط اتنا کافی ہے کہ یہاں سے یہاں تک اوسکا اور اتنا اسکا۔ رہا قبضہ اگر وہ لڑکیاں وقت ہبہ نابالغہ تھیں اور واہبہ کی پرورش میں تھیں تو قبضہ کی بھی حاجت نہیں کہ واہبہ کا قبضہ خود انھیں کا قبضہ ہے۔ عالمگیری میں ہے۔ وھبۃ الوالد لطفلہ تتم بالعقد ولا فرق فی ذالک فی ما اذا کان فی یدہ او فی ید مودعہ بخلاف ما اذا کان فی ید الغاصب او فی ید المرتھن او فی ید المستاجر حیث لا تجوز الھبۃ لعدم قبضہ وکذا لو وھبتہ امہ وھو فی یدھا والاب میت ولیس لہ وصی وکذا کل من یقولہ کذا فی التبیین وھکذا فی الکافی۔ اور اگر ہبہ تمام نہ ہو تو یہ مکان فاطمہ بی بی کے دادا کے بھائی کے پوتوں کا ہے کہ وہ عصبہ ہیں اور باقی سب ذوی الارحام، اور عصبہ کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام محروم ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱):۔ از گوالیار مرسلہ حافظ احسان اللہ خاں وکیل ہائی کورٹ محلہ ماہو گنج لشکر گوالیار یکم ذی الحجہ ۴۶ھ

کوئی ایسا پدر جو ضعیف العمر ہو۔ عورت ثانی رکھتا ہو مکمل طور پر پابند شرع نہ ہو اپنی ایسی اولاد کو جو کافی طور پر صوم وصلوٰۃ واحکام شریعہ کے پابند ہونیکے علاوہ حاجی ہونے کا فخر رکھتی ہو۔ محض اس خیال کو مدنظر رکھکر کہ ہمارے بعد ہماری موجودہ بی بی کی اولاد کلاً ترکہ کی مالک ہو تاکہ موجودہ بی بی خوش رہے عاق کر سکتا ہے اور ایسی عاق شرعاً جائز ہے۔

مسئلہ (۲):۔ عاق کیلئے عمر کی کیا معیاد ہے۔ کیا ۵۰ سال کی ایسی اولاد کو بھی عاق

کیا جاسکتا ہے جو خود صوفی صفت ہو اور اسکی اولاد کو مولوی ہونیکا اعزاز حاصل ہو؟

مسئلہ (۳):- کیا اس اولاد کو عاق کیا جاسکتا ہے جسکی پرورش اسکی اوائل عمری یعنی چار سال کی عمر سے اسکے نانا نے کی ہو اور اس وقت سے موجودہ وقت تک اسکے پدر نے کوئی حق پدری ادا نہ کیا ہو۔ بلکہ کسی قسم کا تعلق نہ رکھا ہو محض بخیال دوراندیشی وانتظام اپنی جدید اولاد کے ایسا عمل کرے؟

مسئلہ (۴):- عاق کئے جانیکے اصلی اسباب کیا ہیں؟

الجواب (۱):- عقوق والدین سخت گناہ ہے، یہ اون گناہوں میں ہے جنکو حدیث میں فرمایا کہ اجتنبوا السبع الموبقات اون سات گناہوں سے بچو جو ہلاک کرنیوالے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا۔ الاشراك بالله وقتل النفس وعقوق الوالدين الخ مگر عقوق کے یہ معنی نہیں کہ ماں باپ کہدیں کہ تو عاق ہے تو عاق ہوگیا۔ ورنہ نہیں۔ بلکہ عقوق کے معنی ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے۔ خواہ وہ عاق کریں یا نکریں یعنی اگر ماں باپ کی نافرمانی کرے تو عاق ہے۔ اگرچہ والدین نے عاق نہ کیا ہو اور نافرمانی نکرے تو عاق نہیں۔ اگرچہ اونھوں نے کہدیا ہو کہ تو عاق ہے۔ لہذا جب یہ اولاد اپنے باپ کی مطیع وفرمابردار ہے تو عاق نہیں عنداللہ وعندالناس ہرگز مجرم نہیں اور بہرحال اگر یہ نافرمانی بھی ہو باپ نے عاق کر بھی دیا ہو۔ جب بھی تو اولاد ترکہ سے محروم نہ ہوگی اگرچہ عقوق کا گناہ کبیرہ اس کے سر پر ہوگا۔ اور اسکی وجہ سے عذاب شدید کا مستحق ہوگا۔ موانع ارث چار ہیں۔ ان میں عقوق نہیں لہذا ایسی اولاد اپنے باپ کا ترکہ پائیگی، اور اگر باپ کا مقصود عاق کرنے سے صرف یہی ہے کہ اولاد کو ترکہ سے محروم کردے تو اولاً یہ خیال خام ہے کہ ترکہ کی تقسیم کا حق والدین کو نہیں وہ اللہ عزوجل کا ایک حکم ہے۔ جس کو نہ والدین بدل سکیں نہ کوئی دوسرا۔ ثانیاً اس میراث سے محروم کرنیکا وبال خود باپ پر ہوگا۔ اگرچہ محروم ہوگا بھی نہیں، حدیث میں ہے۔ من حرم میراث وارثه حرم الله میراثه من الجنة جو وارث کو میراث سے محروم کرے۔ خدا اس کو جنت کی میراث سے محروم کرے گا۔ محروم کرنا

تو بڑی بات ہے اولاد میں عدل نہ کرنا، ایک کو ہبہ کرنا اور دوسرے بلا وجہ شرعی نہ دینا یہ ممنوع ہے نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد نے انھیں ایک غلام دیا تھا۔ اور دوسری اولاد کو نہ دیا تھا اسکو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا اور فرمایا لا تشہدنی علی جور ظلم وجور پر مجھے گواہ نہ کرو۔ والد کو چاہیئے کہ تمام اولاد کیساتھ یکساں برتاؤ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :۔ عاق کیلئے نہ عمر کا کوئی معیار ہے، نہ حاجی وصوفی و مولوی ہونا اسکا مانع جب مکلف ہے اور والدین کی نافرمانی کرے عاق ہے۔ اگرچہ ۷۵ یا زیادہ کی عمر رکھتا ہو۔ واللہ اعلم

الجواب (۳) :۔ والد کا حق اولاد پر ہر حالت میں ہے۔ اگرچہ اس کے یہاں پرورش نہ ہوئی ہو اس نے کوئی کفالت نہ کی ہو۔ کہ اسکا حق والد ہونے کی وجہ سے ہے اور اسکی نافرمانی بہر حال ناجائز ہے، اور اگر اس نے حقوق اولاد کی مراعات نہ کی، جب بھی اولاد کو یہ جائز نہیں کہ اوسکی نافرمانی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) :۔ جواب سوال اوّل سے اسکا جواب ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از چوری پٹی دیناجپور مرسلہ جناب حاجی شیخ عظیم اللہ صاحب انصاری ۵ صفر المظفر ۴۸ھ

دادا کی زندگی میں باپ مرگیا تو کیا پوتے کا حصہ کچھ بھی اور کسی زمانہ میں نہیں ہوتا؟

الجواب :۔ دادا کی زندگی میں باپ مرگیا پھر دادا نے انتقال کیا اور کوئی بیٹا چھوڑا ہے تو پوتے کو کچھ نہیں ملے گا کہ جو کچھ ذوی الفروض سے بچے گا وہ بیٹا لے گا اور اگر دادا نے بیٹا نہیں چھوڑا ہے تو پوتا وارث ہے اور عصبات میں مقدم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از شہر بنارس محلہ کچی باغ مرسلہ جناب حاجی حشمت اللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ لال بی بی نے ایک مکان خام ماصہ روپیہ کا خرید ا بعد اسکے مسماۃ نے اسی مکان کی پختہ تعمیر کرایا۔ مالی ۲۵۰۰، پھر انتقال کیا اور شوہر حاجی حمید اللہ اور تین پسران محمد اسحٰق و محمد ابراہیم و حاجی حشمت اللہ اور دو لڑکی مسماۃ ہاجرہ اور سائرہ کو چھوڑا، لہذا شرع شریف سے کتنا حصہ کس کو ملیگا؟ نیز شوہر

مذکورہ وعدہ کرتا ہے کہ میں لڑکوں اور لڑکیوں کا باپ ہوں میرے ہوتے ہوئے کسی کا کچھ حصہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ اسکا کہنا صحیح ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ شوہر کا یہ کہنا غلط ہے بلکہ اس مکان میں یہ سب شریک ہیں شوہر صرف ایک چہارم کا حقدار ہے باقی لڑکے اور لڑکیوں کا ہے۔ یعنی مسماۃ کی جائداد حسب شرائط فرائض ۳۲ سہام پر منقسم ہوگی۔ آٹھ سہام شوہر کو ملیں گے اور چھ چھ سہام ہر لڑکے کو اور تین تین لڑکیوں کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴ ــــ ۳۲ لال بی بی

زوج	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت
حاجی حمید اللہ	محمد اسحاق	محمد ابراہیم	حشمت اللہ	ہاجرہ	سائرہ
۸	۶	۶	۶	۳	۳

مسئلہ :۔ از لکھنؤ محلہ تکیہ داتا شاہ ۔ مرسلہ سید محمد یوسف صاحب نگینہ ساز

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محمودہ نے انتقال کیا اور اسکے انتقال سے تقریبا ایک ماہ قبل اسکے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو کچھ روز زندہ رہ کر گذر گئی، لہذا اب محمودہ کے اسباب جہیز اور مہر کے پانے کا مستحق کون ہوگا درانحالیکہ محمودہ کے باپ، بھائی اور شوہر موجود ہیں، محمودہ کے شوہر کا یہ قول ہیکہ مرحومہ کو ہم سے ارادت تھی لہذا ہم اسکے مال کے مالک ہیں، حالانکہ مرحومہ نے اپنے شوہر سے بیعت نہیں کی جس کی مفصل کیفیت بزبانی محمودہ یہ ہے کہ اسکے شوہر نے اس سے خواہش ظاہر کی تم میری مرید ہو جاؤ اس وقت اس نے یہ کہکر ٹالدیا کہ پھر کبھی دیکھا جائے گا اسکے بعد وہ بحالت بیماری اپنے میکے چلی آئی یہاں جب اس سے سوال کیا گیا کہ تو مرید ہوگئیں تو جواب میں کہا ابھی نہیں پھر اسی بیماری میں اس کا انتقال ہوگیا۔ اب کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت وطریقت اس صورت میں کہ آیا مرحومہ کے ورثاء شرعی محض مرحومہ کی ارادت بیعت پر اپنا حق شرعی

پانے سے محروم ہو جائیں گے، اور ایک پیر ارادی محض ارادت پر تمام مال کا مالک ہو جائیگا اس کے متعلق جو حکم شرعی ہو تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ جہیز جو عورت کو اوسکے میکے سے ملتا ہے وہ عورت ہی کی ملک ہے۔ کذا فی ردالمحتار یوہیں چڑھاوے میں جو زیور سسرال سے آتے ہیں یا ڈال بری کے جوڑی یہ بھی عورت ہی کی ملک ہے، ہندوستان میں یہی رواج ہے کہ یہ چیزیں عاریت نہیں دیتے بلکہ عورت کو اوسکا مالک کر دیتے ہیں۔ پس جبکہ محمودہ کے انتقال کے بعد اوسکی کوئی اولاد نہ تھی تو اوسکا کل متروکہ از کم جہیز و زیور و لباس اور دین مہر بعد تقدیم ما تقدم دو حصے پر منقسم ہو کر ایک حصہ اوسکے شوہر کو ملیگا اور ایک اسکے والد کو، شوہر کا یہ کہنا کہ وہ ہم سے بیعت ہونا چاہتی تھی لہذا ہم کل مال کے مالک ہیں، عجیب انوکھی بات ہے یہ تو فقط ارادہ تھا اگر بیعت ہو بھی جاتی جب بھی مالک نہ ہوتا، شاید اس نے یہ سمجھا کہ بیعت بیع سے ہے اور جب وہ میرے ہاتھ بک گئی تو میں اوسکا اور اوسکے تمام اموال کا مالک ہو گیا مگر یہ نہ سمجھا کہ حرا در حرہ کی بیع کب جائز ہے اور من اعتبد محررا کی وعید سے واقف نہیں ہے کہ حر کو لونڈی کا غلام بنانا کب جائز ہے حالانکہ یہ بیعت ایک معاہدہ ہے کہ پیر و مرید کے درمیان ہوتا ہے کہ پیر مرید کو خدا کا راستہ بتاتا ہے اور مرید پیر کے حکم پر چلتا ہے اور اسکی وجہ سے اگرچہ پیر کا بڑا مرتبہ ہوتا ہے مگر پیر شرعی مولی نہیں ہوتا نہ ورثہ شرعیہ کو محروم کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ سید ضمیر الدین احمد صاحب از الہ آباد محلہ دارا گنج ۲ جمادی الآخرہ ۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو ہزار روپیہ میں تین شریک ہیں دو بھائی او بہن، تو بہن کا کتنا روپیہ نکلتا ہے۔ اور اس دو ہزار روپیہ کا ایک مکان زید نے بنوایا ہے جسکا کیرایہ سولہ روپیہ ماہوار آتا ہے اس کیرایہ میں بہن کا کتنا حصہ نکلتا ہے؟

الجواب:۔ چار سو روپئے لڑکی کا حصہ ہے۔ اور آٹھ آٹھ سو دونوں لڑکوں کے اگر مکان تمام شرکا کی اجازت سے بنا تو ہر ایک شریک اپنے حصہ کے مطابق کرایہ کا

مستحق ہے۔ یعنی لڑکی تین روپیہ ۳ ۲ ۲/۵ پائے اور ہر ایک لڑکا ۶ روپیہ ۶ ، ۴ ۴/۵ پائے ماہوار کرایہ کا مستحق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از نصیر آباد ضلع مشرقی ناندس احاطہ بمبئی مرسلہ جناب قاضی سید مظہر علی صاحب ۵ ربیع الاول ۵۰ھ

ایک محروم الوراثت نے قرابت والونکا دباؤ ڈالکر ورثہ سے ترکہ میں حصہ لے لیا۔ کچھ زمانے کے بعد اگر ورثہ کو اس حصہ کے واپس لینے کا موقع ملے تو واپس لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ اگر اس نے جبراً حصہ لے لیا ہے تو واپس لے سکتے ہیں شرعاً جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از ریاست بھاولپور دربار معلی حضرت سجادہ نشین چاچران شریف مرسلہ مولانا مولوی سراج احمد صاحب ۱۳ ربیع الاول ۵۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے مذہب حنفیہ اس مسئلہ میں کہ مسمی حیاتو فوت ہوکر ایک زوجہ مسماۃ جانو ایک اخ عینی مسمی کھوتہ ایک اخت عینیہ مسماۃ سبھل اور دو ابنا ءالاخ مسمیان خدابخش و بخت علی وارث چھوڑے بعدہٗ کھوتہ فوت ہوکر ایک زوجہ حاملہ مسماۃ شاہل ایک بیٹی مسماۃ بچی ایک اخت عینی مسماۃ سبھل مذکورہ دو ابناء الاخ خدابخش و بخت علی وارث چھوڑے بعدہٗ مسماۃ جانو فوت ہوکر تین بیٹے بچو، شکرو، پلو۔ ایک بیٹی مسماۃ شملان وارث چھوڑے مگر کھوتہ و جانو باہمی فیصلہ کرکے بغیر تقسیم متروکہ حیاتو پر قابض رہ کر کھاتے رہے۔ سبھل کو کچھ نہ دیا۔ اب سبھل کے منازعہ پر مولوی نور حسن متروکہ حیاتو کو چار حصہ کرکے ایک حصہ جانو ایک حصہ سبھل دو کھوتا کو دینا لکھتا ہے۔ مناسخہ کرنا ضروری نہیں جانتا کہ جب تک حمل کی خبر نہ پڑے کھوتہ و جانو کی تقسیم بند رکھی جاوے گی۔ بعد تولد حمل کھوتہ کا علیحدہ مسئلہ اور جانو کا علیحدہ مسئلہ بنایا جاویگا۔ مناسخہ کرنا بے سود ہے۔ اور مولوی سراج احمد صاحب فتویٰ دیتا ہے کہ مناسخہ کرنا ضروری ہے تاکہ جو وہ متروکہ حیاتو ہے۔ ایک کھوتہ و جانو کو آتا ہے وہی حصہ انکے ورثہ پر تقسیم ہو ورنہ علیحدہ علیحدہ مسئلہ بنانے میں کھوتہ و جانو کا اپنا اپنا علیحدہ متروکہ سالم انکے ورثہ کیطرف منتقل ہوگا۔ انکے سہام از ترکہ حیاتو کا انتقال بغیر عمل مناسخہ نہیں ہوگا

یہی وجہ عمل مناسخہ لانے کا ہے۔ نیز مسئلہ حمل ابھی یعنی قبل تولد بنا کر اسکا حصّہ موقوفہ بمعہ تفصیل حصص اور وارث بشرائط مذکورہ نوشتہ مردہ تولد حمل لکھا جاوے صرف ایک ولد کا حصّہ زائد اور باقی وارثوں کا حصّہ اوّل موقوف رکھنے کا حکم مفتی بہ ہے۔ نہ یہ کہ سالم متروکہ موقوف رکھکر نفع حمل کیلئے دوسرے وارثوں کو ضرور دیا جاوے۔ ہاں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کہ جن وارثوں کا حصّہ تعدد حمل سے متغیر نہ ہو۔ انکو دیگر باقی وارثوں کو نہ دیا جاوے تا انکشاف حمل یہاں زوجہ کھوتہ شاہل غیر متغیر الفرض ہے کس بناء پر تا انکشاف حمل اسکو بھی اور اولاد جانو کو بھی محروم رکھا جاتا ہے۔ اس لئے دونوں فتووں کی نقل مرسل خدمت کر کے تکلیف دی جاتی ہے کہ جو فتوی صحیح ہو اس پر کثیر علماء حاضرین کی نہ صرف تصدیق بلکہ پوری تقریظ لکھی جاوے تا کہ ہمیں معلوم ہو کہ کون مفتی عالم متبحر قابل استفتاء ہے، بینوا توجروا

نقل فتویٰ مولوی نور حسن۔ مسئلہ ۴۱ حیاتو

زوجہ	اخ عینی	اخت عینیہ	ابناء الاخ
جانو	کھوتہ	سبھل	خدا بخش، بخت علی
۱	۲	۱	محروم

شرعاً اس صورت میں کل متروکہ متوفی بعد ادائے حقوق مترتبہ سابقہ تجہیز میت ودین علیہ ووصیت منہ بشرط عدم موانع ارث از قتل ورق واختلاف دین و دار نیز بشرط حصہ ورثہ باشخاص مرقومۃ الصدر اسی طریق پر منقسم ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس استخراج میں واضحاً عیاں ہے۔ انتہیٰ

بعد تردید بعینہ یہی فتویٰ لکھکر جواب دیا کہ تا انکشاف حمل حصہ مال کھوتہ موقوف رکھا جاوے کہ مذکر پیدا ہوتا ہے یا مؤنث جو ہو پھر اسکے موجب اسکا مسئلہ بنایا جاویگا علیحدہ انتہیٰ ملخصاً بحذف الکلمات التوہینیہ۔

نقل فتویٰ مولوی سراج احمد صاحب۔

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔ چونکہ کتب فقہ ومیراث میں طریق مناسخہ حمل صریحاً

ومثالاً نہیں لکھا اور مسئلہ مسئولہ میں جانوزوجہ حیا تو کھوتہ کے بعد فوت ہوئی ہے۔ اس لئے
محرر فتویٰ نے یہ سد سکندری دیکھکر نہ مسئلہ حمل بنا کر مناسخہ حصہ کھوتہ کیا یا نہ مناسخہ حصہ جانو کیا بلکہ تا انکشاف حمل
بجائے موقوف رکھنے حصہ زائد حمل وحصہ اقل باقی وارثان کھوتہ کے جو مفتی بہ مذہب حنفیہ ہے
سالم حصہ کھوتہ وجانو از حیا تو کو تا انکشاف حمل موقوف کر کے اضرار ورثہ کی ایک غلطی اور بجائے
منتقل کرنے حصہ کھوتہ وجانو از ترکہ حیا تو بذریعہ مناسخہ کے ہر ایک کے سالم اپنے متروکہ کا انتقال
انکے وارثوں کے طرف بذریعہ علیحدہ علیحدہ مسئلہ بنانیکے دوسری غلطی کی۔ اور مسئلہ حیا تو میں کھوتہ
وجانو وارثان مردہ تک مسئلہ ختم کر کے انکا حصہ انکے وارثان کو نہ دینا تیسری غلطی ہے پس اصل
مسئلہ مسئولہ کا جواب صحیح یہ ہے کہ جب کسی وارث کا حصہ قبل از تقسیم میراث بنجادے تو عمل
مناسخہ کرنا ضروری ہے۔ اگر وارث مردہ کے علیحدہ علیحدہ مسئلہ بغیر عمل مناسخہ بنانے سے کام
چل سکتا تو وضع قواعد مناسخہ لغو ہوتی۔ اسیطرح وضع قواعد مسئلۃ الحمل سے بھی مقصود صرف
توقیف حصہ زائد حمل وحصہ اقل بقیہ ورثار کے ذریعہ دفع انتقار واضرار بقیہ وارثان ہے۔
ورنہ حسب تحریر محرر کتب میراث میں فصل حمل لانا ضروری نہ تھا صرف یہ لکھدینا کافی تھا کہ
تا انکشاف حمل کسی وارث کو کچھ نہ دیا جاوے نہ مسئلہ بنایا جاوے۔ ہاں یہ امام شافعی کا
مذہب ہے مگر وہ یہ شرط کرتے ہیں کہ جس وارث کا حصہ تعدد حمل وعدم تعدد سے متغیر نہ ہو
جیسے ما نحن فیہ میں شاہل زوجہ کھوتہ ہے۔ تو اسکو ضرور حصہ دیکر باقی وارثوں کے تا انکشاف منتظر
رکھا جائے۔ یہاں بوجہ نکرنے مناسخہ کے حمل کی وجہ سے شاہل بجائے خود اولاد جانو بھی ظاہر
انتظار میں ڈالی جاکر حقیقۃً حصہ جانو از متروکہ حیا تو سے مطلقاً محروم کیے جاتے ہیں۔ افسوس
محرر خود تو نہیں سمجھا مگر سمجھانے سے بھی نہیں سمجھا الٹا خاکسار کی توہین وتضلیل کر رہا ہے

الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاہ بہ۔ آمین

شریفی فصل حمل میں ہے۔ وروی الخصاف عن ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انہ یوقف
نصیب ابن واحد او بنت واحد ایہما اکثر ھذا ھو اصح وعلیہ الفتویٰ وذالک لان المعتاد الغالب

ان لا تلد المرأة فی بطن واحد الا ولدا واحدا فیتبنی علیه الحکم ما لا یعلم خلافه وذکر فی فتاوی اھل سمرقند ان الولادة ان کانت قریبة توقف القسمة لمکان الحمل اذ الولادة لو عجلت لربما لغت بظھور العمل علی خلاف ماقدر وان کانت بعیدة لم توقف اذ فیه اضرار لباقی الورثة ولم یعین للقرب حد بل احیل علی العادة وقیل مادون اشھر وفی واقعات الناطفی انه تقسم الترکة ولا یعزل نصیب الحمل اذ لا یعلم ان مافی البطن حمل ام لا وان ولدت تستانف القسمة وعند الشافعی انه لا یدفع الی احد من الورثة شئی الا من کان له فرض لا یتغیر بتعدد الحمل وعدم تعدده فانه یدفع الیه فرضه علی تقدیر العول ان تصور عول ویترک الباقی الی ان تنکشف الحال اھ ایضا باب مناسخه میں ہے المناسخة ھی مفاعلة من النسخ بمعنی النقل والتحویل والمراد بھا ھھنا ان ینتقل نصیب بعض الورثة بموته قبل القسمة الی من یرث منه والیه اشار بقوله ولو صار بعض الانصباء میراثا قبل القسمة اھ اگر محرر نے اس خیال پر جانو کا مناسخہ کر کے علیحدہ مسئلہ بنانے پر کمربستہ ہو کر وہ اپنا ربع کھوتہ سے فیصلہ کر کے تقسیما لے چکی ہے جو سوال اور بیان سائل سے باطل ہے۔ تو بغیر موجودگی ورضا شبھل کے انکی قسمت باہمی بغیر نکالے حصہ سبھل کے قسمت غیر شرعیہ باطلہ قابل فسخ ہے۔ پس جبکہ ایسی قسمت شرعًا لا قسمت ہو گئی تو بغیر مناسخہ چارہ نہ را، درمختار باب قسمت میں ہے۔ وصحت برضاء الشرکاء والا اذا کان فیھم صغیرا ومجنون لا نائب عنه اوغائب لا وکیل عنه لعدم لزومھا حینئذ الا باجازة القاضی اوالغائب والصبی اذا بلغ اوولیه ھذا الورثة ولو شرکاء بطلت اھ ایضا بعد السطر وفی استحقاق بعض شائع فی الکل تفسخ اتفاقا اھ یہاں شامی میں ہے۔ قوله ظھر دین فی الترکة المقسومة تفسخ القسمة الا اذا قضوه ومثله لو ظھر موصی بالف مرسلة نفسخ الا اذا قضوه لتعلق حق الدائن والموصی له مرسلا بالمالیة بخلاف ما اذا ظھر وارث اٰخر اوموصی له بالثلث اوالربع فقال الورثة نقضی حقه ولا تفسخ القسمة لتعلق حقھما بعین الترکة فلا ینتقل الی مال اٰخر الا برضاھما کما فی النھایه اھ پس مناسخہ مانحن فیه

میں حسب ذیل کیا جاوئے

مسئلہ ۴ ر ۸۴ ر ۳۳۶

زوجہ	اخ عینی	اخت عینیہ	ابناء الاخ
جانو	کھوتہ	سبھل	خدابخش، بخت علی
۱/۱۲	۲	۱۲/۸۴	محروم

ثم مسئلہ ۲۴ تداخل — کھوتہ ر ۱/۲

زوجہ	حمل بالفرض	بنت	اخت عینیہ	ابناء الاخ
شاہل	ابن	بچی	سبھل	خدابخش، بخت علی
۳/۲۱	۱۴/۹۸	۷/۴۹	محروم	محروم

مسئلہ ۲۴ تداخل — کھوتہ مر ۱/۲

زوجہ	حمل بالفرض	بنت	اخت عینیہ	ابناء الاخ
شاہل	بنت	بچی	سبھل	خدابخش، بخت علی
۳/۲۱	۸/۵۶	۸/۵۶	۵/۳۵	محروم

ثم مسئلہ ۲۴ تداخل — کھوتہ مر ۱/۲

زوجہ	حمل بالفرض	بنت	اخت عینیہ	ابناء الاخ
شاہل	میت	بچی	سبھل	خدابخش، بخت علی
۳/۲۱		۱۲/۸۴	۹/۶۳	محروم

ثم مسئلہ — جانو ر ۱۲

ابن	ابن	ابن	بنت
بچو	بنو	شکرو	شہلان
۲/۲۴	۲/۲۴	۲/۲۴	۱/۱۲

الاحیاء

سبھل	شاہل	بچی	حمل مذکر	بچو	بنو	شکرو	شہلان
۸۴	۲۱	۴۹	۹۸	۲۴	۲۴	۲۴	۱۲
بقیہ	بقیہ	بقیہ	مؤنث				
۲۵		۷	۵۶				
۶۳		۳۵	میت				

یعنی بعد اخراج خرچ متوسط تجہیز وتکفین واداے وصیت الی الثلث و دیون بشرط صدق السائل فی التبیین و عدم قتل الوارث للمورث و عدم ارتداد ہما بالتوہین وانکار ضروریات دین کل متروکہ جانو کو تین صد چھتیس سہام پر منقسم کر کے ہر ایک بچو بنو شکرو کو چوبیس ۲۴ چوبیس ۲۴ سہم اور شہلان کو بارہ سہم شاہل کو اکیس ۲۱ سہم اور سبھل کو چوراسی ۸۴ سہم اور بچی کو بالفعل انچاس ۴۹ سہم اور حمل کیلئے اٹھانوے سہم امانت میں رکھے جاویں اور دیکھا جاوے اگر حمل مذکر زندہ پیدا ہو تو دس سہم موقوفہ اسکو سالم دیدیا جائے۔ اور اگر حمل زندہ مؤنث پیدا ہو تو اس سہم موقوفہ اٹھانوے ۹۸ سے چھپن ۵۶ سہم حمل مؤنث کو اور سات سہم پھر بچی کو اور پینتیس ۳۵ سہم پھر سبھل کو دیدیا جاوے جسکا مجموعہ اٹھانوے ۹۸ ہے اور کل حصہ بچی کا چھپن ۵۶ برابر حصہ حمل مؤنث ہوگا اور کل حصہ سبھل کا انیس ۱۹ ہے اگر حمل مردہ جنایتہ پیدا ہو تو اس سہم موقوفہ حمل (۹۸) سے پینتیس ۳۵ سہم بچی کو اور ترسٹھ ۶۳ سہم سبھل کو پھر دی جاوے

جنکا مجموعہ اٹھانوے ہے اب کل حصہ سابقہ ولاحقہ یہی چوراسی سہم اور سہل کا (۱۴۷) سہم ہوگا
ھٰذا ماعندی من الجواب واللہ اعلم بالصواب فقط

الجواب :۔ یہ جواب کہ تا انکشاف حمل کھوتہ کا حصہ موقوف رکھا جائے صحیح نہیں حمل تواب بھی منکشف وظاہر ہے انکشاف پر موقوف رکھنے کے کیا معنٰی۔ اور اگر ہنوز حمل منکشف نہیں ہے، شبہ ہے کہ حمل ہے یا نہیں جب بھی کھوتہ کا حصہ موقوف نہیں رکھا جائیگا۔ ردالمحتار میں ہے ولولم یعلم ان ما فی البطن حمل اولا لم یوقف فان ولدت تستانف القسمۃ۔ غالبًا انکشاف حمل کے معنٰی وضع حمل کے ہیں مگر جواب اب بھی صحیح نہیں کہ جس وارث کے حصہ میں حمل کیوجہ سے تغیر بھی نہیں ہوتا مثلاً صورت مسئولہ میں زوجہ کہ حمل ذکر ہو یا انثٰی زوجہ کو بہرحال ثمن ہی ملیگا۔ وضع حمل تک اوسکا حصہ کیوں موقوف رکھا جائیگا۔ بالجملہ جواب مولوی سراج احمد صاحب کا صحیح ہے کہ حمل کو ذکر یا انثٰی فرض کرتے ہیں جس کا حصہ زیادہ ہو وہ موقوف رکھا جائے۔ اور باقی ورثہ کو انکے حصص دیدیئے جائیں پھر بعد ولادت دیکھا جائے کہ وہی پیدا ہوا ہے جسکا حصہ محفوظ ہے تو مال محفوظ دیدیا جائے اور اگر اس کا حصہ محفوظ سے کم ہے تو اس کو دیکر باقی مستحقین کو دیدیئے جائیں درمختار میں ہے ووقف للحمل حظ ابن واحد او بنت واحدۃ ایھما کان اکثر وعلیہ الفتوٰی لانہ الغالب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ :۔ ۲۹ ربیع الاوّل ۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت لاولد فوت ہوگئی۔ اور اس نے زرمہر جو بوقت نکاح مقرر ہوا تھا نہیں بخشا ہے۔ ایسی صورت میں جو زیورات و سامان جہیز جو کہ اسکو والدین اور شوہر کیجانب سے پہنچا تھا اسکا کون وارث ہے آیا شوہر یا اس کے والدین۔ ؟

الجواب :۔ جہیز جو والدین کے یہاں سے عورت کو ملتا ہے اس کی مالک عورت ہی ہوتی ہے۔ یوہیں جو زیور چڑھاوے میں عورت کو دیے جاتے ہیں ان کے متعلق بھی

ہندوستان کا عرف عام یہی ہے کہ عورت کو مالک کر دیتے ہیں، محض پہننے کیلئے نہیں دیئے جاتے لہذا انکی مالک بھی وہی ہے اور جو زیور بعد میں شوہر دیتا ہے ان کے متعلق صراحۃً یا دلالۃً تملیک ہو تو عورت مالک ہے ورنہ یہ شوہر کی ملک قرار پائینگے۔ عورت کے مرنے کے بعد مہر و جہیز اور جو زیور اوسکی ملک ہیں وہ حسب فرائض عورت کے وارثوں کو ملیں گے۔ شوہر بھی اسکا وارث ہے اگر عورت کی کوئی اولاد ہے تو شوہر چہارم کا وارث ہے ورنہ نصف کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از ٹالیگنج کلکتہ بذریعہ محمد شکر اللہ خان قادری مرسلہ نجیب اللہ صاحب جمعدار ۶ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حسین خان مرحوم کی اولاد میں دو پوتے ہیں نجیب اللہ خان اور عبد الغفار خان اسوقت عبد الغفار خان کا ارادہ ہے کہ اپنی کل جائداد کو اپنی دختر کے لڑکے صفات اللہ خان کے نام لکھدیں حالانکہ عبد الغفار کے مرنیکے بعد اسکی جائداد کا مالک نجیب اللہ خان ہونگے البتہ عبد الغفار خاں کی لڑکی رابعہ بی بی مرحومہ کا حق دختری حصہ صفات اللہ خاں کو ملنے و پانے کا حق ہے اگر عبد الغفار نے اپنی کل جائداد اپنے نواسہ کو لکھدیا تو کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب:۔ وارث کو میراث سے محروم کرنے کا ارادہ یا اسلئے کوئی فعل کرنا یعنی غیر وارث کو دیدینا بہت برا اور گناہ ہے حدیث میں ہے من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة مگر اپنی زندگی و صحت میں اگر اوسنے ہبہ کر دیا اور قبضہ بھی دلا دیا تو یہ ہبہ صحیح ہوگا ورثہ کو واپس لینے کا کوئی حق نہو گا۔ تقسیم فرائض مرنیکے بعد ہوتی ہے زندگی میں وہ خود مالک ہے اوسکی جائداد میں دوسرے کا حق نہیں نہ حصص شرعی پر تقسیم ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو لڑکے ایک لڑکی چھوڑے اور جائداد منقولہ و غیر منقولہ یا صرف غیر منقولہ یا صرف منقولہ چھوڑے تو تقسیم اس کی کیونکر کیجائے۔ لڑکی کا ۵ آنہ اور لڑکے کا ۱۰ آنہ تو لڑکوں کو ۱۰ آنہ دیا جائے گا یا ۱۰ آنہ میں دونوں لڑکوں کو اور اگر لڑکی ایک سے زیادہ ہے تو اسی ۵ آنہ میں ان لڑکیوں کو دیا جائے یا ہر لڑکی کو ۵ ۔ ۵ آنہ

دیا جائے جو کچھ ہو از روئے شرع شریف کے صاف صاف تحریر فرمائیے ؟

الجواب :۔ اگر وارث صرف یہی تین ہیں یعنی دو لڑکے اور ایک لڑکی تو کل متروکہ پانچ حصے پر تقسیم کرکے ہر لڑکے کو دو دو حصے دیئے جائیں اور لڑکی کو ایک حصہ۔ یوہیں اگر لڑکے یا لڑکیاں زیادہ ہوں تو اس طرح تقسیم کریں کہ ہر لڑکے کو ہر لڑکی سے دونا ملے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از ہوڑہ بنیا پاڑہ سنترالین ۲ جی ٹرائن ۱۷ جمادی الآخرہ سنہ ۱۵ھ

مرسلہ جناب حکیم ابو محمد عبدالرزاق صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو بیوی زوجہ اولیٰ سے تین لڑکے محمد حنیف مرحوم و محمد حسین و محمد یوسف اور زوجہ ثانیہ سے دو لڑکے محمد شکور و محمد عاشق مرحوم مگر زید کے انتقال سے پہلے محمد حنیف و محمد عاشق انتقال کرگئے اسکے بعد زید نے انتقال کیا اور حسب ذیل وارث چھوڑے۔

ابن محمد یوسف، ابن محمد حسین۔ ابن محمد شکور۔ زوجہ اولیٰ۔ زوجہ ثانیہ۔

ابن الابن محمد حنیف مرحوم ابن الابن محمد حنیف مرحوم۔ بنت الابن محمد حنیف مرحوم۔ زوجہ محمد حنیف مرحوم ؟

الجواب :۔ زید کا متروکہ ۴۸ سہام پر منقسم ہوکر تین تین سہام دونوں زوجہ کو اور چودہ چودہ سہام تینوں لڑکوں کو ملینگے محمد حنیف کے بیٹے اور بیٹی اور زوجہ سب محروم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ فدویان امیر بخش و چندا میراثی شہر بریلی محلہ براہمپورہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہماری پھوپھی مسماۃ نیازاً عمر تقریباً ستر سال اور نابینا تھیں، جس کو بریلی سے گئے ہوئے عرصہ نو ماہ کا ہوا۔ نہیں معلوم کہاں گئیں۔ لہذا مسماۃ مذکور کا ایک مکان محلہ براہمپورہ میں ہے اور کچھ روپیہ اور نقد ایک معزز صاحب کے پاس امانتہً موجود ہے۔ میں اور میرا چچا زاد برادر دونوں اسکے وارث ہیں لہذا ہم دونوں پر ورثہ کس طرح تقسیم ہوگا یا نہیں ؟ اور مسماۃ کا انتظار کب تک کیا جاوئے ؟

الجواب :۔ جو شخص ایسا غائب ہو کہ اس کا پتہ نہ چلے اوسے مفقود کہتے ہیں اور اسکا حکم یہ ہے

کہ اوسکا مال اسوقت تک محفوظ رکھا جائے جبتک اوسکی موت معلوم نہ ہو، یا یہ کہ قاضی اوسکی موت کا حکم دیدے اور قاضی کب موت کا حکم دیگا اسمیں علماء کے مختلف اقوال ہیں مگر امام ابن ہمام نے جس قول کو اختیار فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اسکی عمر ستر سال کی ہو جائے رد المحتار میں فتح القدیر سے ہے

واختار ابن همام سبعين لقوله عليه الصلوٰة والسلام اعمار امتي ما بين الستين الى السبعين فكانت المنتهى غالبا۔ اور چونکہ مسماۃ مذکورہ کی عمر تقریباً ستر سال کی ہے۔ لہذا اگر ثابت ہو کہ ستر سال کی عمر ہو چکی ہے تو حکم موت دیا جا سکتا ہے مگر یہ کام قاضی کا ہے اور یہاں ہندوستان میں قاضی نہیں یہ کام شہر کا سب میں بڑا عالم کر سکتا ہے کہ وہ ایسی صورت میں قاضی کے قائم مقام ہو سکتا ہے اسکے پاس معاملہ کو پیش کیا جائے اگر وہ موت کا حکم دیدے تو جو کچھ مسماۃ کا مال ہے وہ صورت مسئولہ میں دونوں وارثوں میں حسب شرائط فرائض برابر برابر تقسیم کر دیا جاوے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از الور محلہ نواب پورہ مسجد دائرہ بر مکان حافظ اختر خاں مرسلہ زوجہ جرنل داؤد خان مرحوم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتی صاحبان شہر بریلی یوپی۔ ان سوالات کے بارمیں

(۱) زید سرکاری ملازم ہونیکی وجہ سے لڑائی پر جانے لگا تو اس نے حسب ذیل مضمون کی ایک تحریر لکھکر چند گواہی گواہوں کی کرا کر اس تحریر کو باقاعدہ رجسٹری کرا دی اسکا مضمون یہ کہ میری دو بیٹیاں ہیں پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہے اور تین لڑکیاں ہیں اس لڑکے کو ایک مکان دیتا ہوں، جسمیں اسکی والدہ بھی حقدار ہے رہی تین لڑکیاں انکو حق نقد دیدیا گیا ہے دوسری بیوی کے چار لڑکے اور ایک لڑکی ہے ان چاروں کو دوسرا مکان دیتا ہوں جسمیں انکی ماں حق دار ہے۔ یہ بیوی اور چار لڑکے اس پہلی اور انکے مکان میں کوئی حق نہیں رکھتے اور نہ وہ بیوی اس کا لڑکا اس دوسری بیوی کے اور لڑکوں کے مکان سے کوئی تعلق رکھیں گے اگر دونوں بیبیوں سے پھر اولاد ہو تو وہ اپنے اپنے ترکہ میں حصہ پا دیگی یہ تحریر لکھکر جنگ کو چلا جاتا ہے کچھ عرصہ کے بعد زید واپس آتا ہے اور ستترہ سال زندہ رہ کر انتقال کر جاتا ہے زید کی زندگی میں ہی اسکی پہلی بیوی کا

لڑکا ایک بیوی اور ایک لڑکی چھوڑ کر مرجاتا ہے اور دوسری بیوی کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں اور پیدا ہوتی ہیں گویا زید کے مرنے کے بعد دو بیویاں اور سات لڑکے اور چھ لڑکیاں زندہ موجود ہیں پہلی بیوی کی صرف تین لڑکیاں اور ایک اس کے مرحوم پسر کی بیوی اور ایک لڑکی موجود ہے دوسری بیوی کے سات لڑکے اور تین لڑکیاں زندہ موجود ہیں ؟

(۲) یہ امر بھی قابل تذکرہ ہے کہ پہلی بیوی کا مہر پانچ صد روپیہ تھا دوسری بیوی کا ۳۲ روپیہ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے ملاحظہ ہو بڑی بیوی کو جو مکان دیا وہ بارہ سو روپیہ کی لاگت کا تھا اور چھوٹی بیوی کو جو مکان دیا وہ سات ہزار کی لاگت کا ہے پس جبکہ شریعت کے مطابق شرعاً یہ حکم ہے کہ جب تم انصاف کر سکو تو ایک سے زائد چار تک نکاح کر سکتے ہو لیکن زید نے دونوں کے مابین انصاف نہیں کیا نہ تحریر میں لاگت جائداد تھی نہ تعین مہر اور لڑکیوں کے حق کی تفصیل کی پس ایسی تحریر زید کے جانب سے قابل التفات ہے یا نہیں حالانکہ چار لڑکیاں جنکو تحریر میں حق دینا لکھا ہے وہ قطعی انکاری ہیں ان لڑکیوں سے کسی نے وقت تصدیق تحریر مذکور دریافت نہیں کیا اور نہ اسکی تحریر میں کسی دیگر حقوق شرعی و جائداد منقولہ کا ذکر ہے تو کیا یہ تحریر وصیت نامہ کہی جائیگی یا ہبہ نامہ اور نیز سترہ سال تک جو زید نے کمایا اور اس جائداد کے علاوہ دیگر جائداد غیر منقولہ و منقولہ پیدا کری اسکا بھی فیصلہ شرعی نہیں تو پس اب ایسی صورت میں کون کون کتنے کتنے حصہ کا شرعاً حقدار ہے ؟

الجواب ۱-۲ :- تحریر مذکور ہبہ نامہ ہے اس کو وصیت سے کوئی تعلق نہیں اور چونکہ یہ ہبہ مشاع ہے کہ ایک مکان زوجۂ اولیٰ اور اسکے لڑکے کو دیا اور دوسرا زوجۂ ثانیہ اور اسکے لڑکوں کو دیا یعنی ہر ایک ہبہ میں موہوب لہٗ متعدد ہیں لہذا یہ ہبہ صحیح نہیں ۔ درمختار میں ہے ۔ وشرائط صحتها فی الموهوب انیکون مقبوضا غیر مشاع ممیزا غیر مشغول ۔ نیز اسی میں ہے ۔ لا تتم بالقبض فیما یقسم ولو وهبه شریکه اولاجنبی ۔ لہذا صورت مستفسرہ میں زید کی کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ سے اولا تجہیز و تکفین ہوگی اوسکے بعد دین ادا کئے جائیں اور دونوں بیویوں کے مہر دیئے جائیں اگر معاف نہ کئے ہوں ۔ پھر جو کچھ بچے تین سو بتیس ۳۲ سہام پر تقسیم کرکے ہر ایک

زوجہ کو بیس بیس سہام ملینگے اور چودہ چودہ سہام ہر ایک لڑکی کو اور اٹھائیس اٹھائیس سہام ہر ایک لڑکے کو ملیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی غلام جیلانی صاحب سلمہ از میرٹھ

زید کے والد نے انتقال کیا جس کو تقریباً دس سال ہوئے۔ ترکہ کی تقسیم شرعی نہیں ہوئی تھی۔ اسکی دو بہنوں نے اور ایک بہن مرحومہ کی اولاد نے اپنے حصص شرعی ایک غیر شخص کے نام بیع کر دیے۔ اور زید کو اطلاع بھی نہیں دی اس بیع نامہ کو تقریباً ایک ماہ ہوا اور نہایت خفیہ طور پر یہ کاروائی کی گئی ہے۔ جو جائداد کہ ترکہ میں ورثہ کو ملی ہے۔ وہ مکانات میں ہر ایک مکانات میں چند اشخاص کا حصہ ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کو حق شفعہ کا دعویٰ کرنا چاہیئے۔ یا اس پہ دعویٰ کرے کہ یہ بیع بدون اجازت سرکار ہوئی ہے لہذا ناجائز اگر حق شفعہ کا دعویٰ کرے تو از روئے شرع اس کی کیا صورت ہے۔ یعنی کچہری میں کس طرح دعویٰ دائر کرنا چاہیئے۔ حق شفعہ کیلئے کیا شرائط ہیں اور کب تک شفعہ کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے اسکو عمل میں لانے کی کیا شکل ہے۔ ایک شفعہ کی نالش صرف اس بنا پر خارج ہوچکی ہے کہ جس وقت شفعہ کرنے والے کو بیع کا علم ہوا تھا وہ اسی وقت فوراً بیتاب ہوکر بائع کے پاس نہیں گیا بلکہ ۲۰ منٹ کے بعد گیا۔

اور اگر بیع کو ناجائز قرار دے تو اس کا دعویٰ کس طرح پیش کیا جائے مال مشترک میں ایک شریک بدون دوسرے کی اجازت کے بیع نہیں کرسکتا اگر شریک آخر کے نقصان کو مستلزم ہو اگر کر دیا تو یہ بیع ناجائز ہے یعنی باطل یا قاضی اسکو ساقط قرار دے سکتا ہے۔ بہرکیف زید کو کیا کرنا چاہیئے اور ہر ایک صورت کو بالتفصیل بیان کیا جائے۔ برائے کرم جمعہ سے پیشتر جواب عنایت کر دیا جائے ورنہ جمعہ تک تو ضرور آنا چاہیئے کتابوں کی عبادتیں بھی نقل کر دی جائیں؟

الجواب:۔ کچہری کی کاروائیوں کو وکلاء سے دریافت کیا جائے وہ خوب جانتے ہیں۔ شرعی جواب یہ ہے مال مشترک کی بیع بلاشبہ جائز ہے اگر اس بیع سے شریک کو ضرر پہنچنے کا خیال ہو تو اسکے لئے حق شفعہ رکھا ہے اگر بیع بھی جائز نہ ہوتی تو اس صورت میں شفعہ کی کیا ضرورت ہوتی

ہدایہ میں ہے۔ الشفعۃ واجبۃ للخلیط فی نفس المبیع ثم للخلیط فی حق المبیع کالشرب والطریق ثم للجار۔ حق شفعہ ثابت ہونے کیلئے یہ ضرور ہے کہ جس وقت شفیع کو خبر ملی فوراً بلا تاخیر اپنی زبان سے شفیع ہونا ظاہر کرے اگر کچھ بھی توقف کرے گا شفعہ باطل ہوگا اسکو طلب مواثبت کہتے ہیں،

ہدایہ میں ہے اعلم ان الطلب علی ثلاثۃ اوجہ طلب المواثبۃ وھو ان یطلبھا کما علم حتی لو بلغ الشفیع البیع ولم یطلب شفعۃ بطلت الشفعۃ۔ اس کے بعد طلب تقریر واشہاد کرے کہ مبیع اگر بائع کے قبضے میں ہے تو اس کے پاس جاکر یا مشتری کے پاس جاکر یا خود اس مبیع کے پاس جاکر گواہوں کے سامنے یہ ظاہر کرے کہ تونے یا فلاں نے اس مکان کو خریدا ہے میں اس کا شفیع ہوں اے حاضرین تم اسکے گواہ ہو جاؤ اس طلب میں اگر تاخیر ہو تو شفعہ ساقط نہ ہوگا۔ سوم طلب خصومت ہے یعنی قاضی کے یہاں دعویٰ کرنا، تفصیلات کیلئے ہدایہ وغیرہ کی کتاب الشفعہ کا مطالعہ کیا جائے، واللہ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ سلیم الدین ابن شیخ محمد بخش مرحوم گھوڑیا باغ ضلع علی گڈھ بتاریخ ۲۵ رجمادی الاولیٰ ۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو زوجہ چار لڑکے پہلی زوجہ سے اور دو لڑکے چار لڑکیاں دوسری زوجہ سے چھوڑا اور چار ہزار کی مالیت جس میں دو ہزار کی جائداد اور دو ہزار کا کاروبار تیار چھوڑے از زوجہ اولیٰ اور زوجہ ثانیہ اور اسکی اولاد نے بالاتفاق باہمی تقسیم کرلی جائداد میں تین مکانوں میں بڑا مکان ایک ہزار کی مالیت کا زوجہ ثانیہ اور اسکی اولاد کے حصہ میں آیا اور دو مکان قیمتی ایک ہزار زوجہ اولیٰ اور اسکی اولاد کو ملا کارخانہ کی تقسیم میں زوجہ اولیٰ اور اسکی اولاد نے فریق ثانی کو مبلغ ایک ہزار روپیہ برضامندی فریق ثانی ادا کردیا گویا زوجہ اولیٰ کی اولاد کو ترکہ ایک ہزار کی مالکیت کے دو مکان اور ایک ہزار کی لاگت کا کاروبار پہنچا زوجہ اولیٰ کے بڑے لڑکے نے جو بالغ تھے اپنی والدہ اور صغیر السن بھائیوں کی کفالت کی اور کاروبار کو بھی اپنی محنت ومشقت سے بذریعہ تجارت اعلیٰ پیمانہ پر پہونچا دیا دریافت طلب یہ امر ہے کہ زوجہ اولیٰ کی اولاد میں تقسیم حصص آیا مالیت متروکہ سے کیجائیگی یا اس آمدنی سے

جواب اس مالیت مال متروکہ سے بدرجہا زائد ہے اور اس ترکہ کو تجارت میں لگانے سے پیدا ہوئی ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ یہاں دو صورتیں ہیں اگر بڑے لڑکے کے علاوہ دوسرے لڑکے بھی کاروبار میں شرکت کرتے تھے اگرچہ بڑا لڑکا زیادہ کام کرتا تھا اور زیادہ سمجھدار اور امور تجارت میں ماہر تھا۔ اگرچہ یہ شرکت مفاوضہ نہیں قرار پائے گی مگر یہ سب نفع میں برابر کے شریک ہیں۔ ردالمحتار میں ہے یقع کثیراً فی الفلاحین ونحوھم ان احدھم یموت فتقوم اولادہ علی ترکتہ بلا قسمۃ ویعملون فیھا من حرث وزراعۃ وبیع وشراء واستدانۃ ونحو ذالک وتارۃ یکون ھو الذی یتولی مھماتھم ویعملون عندہ بامرہ وکل ذالک علی وجہ الاطلاق والتفویض لکن بلا تصریح بلفظ المفاوضۃ ولا بیان جمیع مقتضیاتھا مع کون الترکۃ اغلبھا او کلھا عروض لا تصح فیھا شرکۃ العقد ولا ان ھذہ لیست شرکۃ مفاوضۃ خلافا لما افتی بہ فی زماننا من لا خیرۃ لہ بل ھی شرکۃ ملك کما حررتہ فی تنقیح الحامدیۃ ثم رأیت التصریح بہ بعینہ فی فتاوی الحانوتی فاذا کان سعیھم واحد الم یتمیز ما حصلہ کل واحد منھم یعملہ یکون ما جمعوا مشترکا بینھم بالسویۃ وان اختلفوا فی العمل والرای کثرۃ وصوابا کما افتی بہ فی الخیریۃ۔ اور اگر چھوٹے بھائیوں نے کام نہیں کیا ہے خرید وفروخت بڑا بھائی کرتا تھا مگر روپیہ سب کا تھا تو نفع کا مالک صرف بڑا بھائی ہے فتاوی عالمگیریہ میں ہے۔ لو تصرف احد الورثۃ فی الترکۃ المشترکۃ وربح فالربح للمتصرف وحدہ کذا فی الفتاوی الغیاثیہ۔ لہٰذا اگر صورت واقعہ یہ ہو تو اصل ترکہ میں جتنا حصہ ہر بھائی کیلئے ہوتا ہے اسکو ملے گا اور تجارت کے منافع بڑے بھائی کیلئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی غلام جیلانی صاحب محلہ اندر کوٹ میرٹھ ۲۵ محرم ۱۳۵۶ھ

مسئلہ ہندہ زوج بنت ۲ سوال یہ ہے کہ ایک سہم باقی ماندہ بتمامہ بنت پر رد کر دیا جائے۔ یا کیا صورت ہوگی موجودہ زمانہ میں زوج وزجہ پر رد کیا جائے یا نہیں؟

الجواب:۔ اصل مذہب وروایت متون یہی ہے کہ زوجین پر رد نہ کی جائے مگر متاخرین

یہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس لئے تھا کہ بیت المال صحیح حالت پر زمانۂ سابق میں موجود تھا بعد فرض احد الزوجین مال بیت المال کا ہوتا ہے اور وہاں صحیح مصرف میں صرف ہوتا اور اس زمانہ میں بیت المال کی حالت خراب ہو چکی ہے۔ لہذا رد کیا جائے یہ وہاں کا حکم تھا کہ بیت المال تھا اگرچہ خراب حالت میں تھا یہاں ہندوستان میں اسکا وجود نہیں لہذا ناچار رد کرنا ہی ہے۔ متاخرین نے رد کرنے پر ہی فتویٰ دیا۔ رد المحتار میں ہے۔ وقال فی المستصفٰی الفتویٰ الیوم بالرد علی الزوجین وھو قول المتاخرین من علمائنا وقال الحداوی الفتویٰ الیوم بالرد علی الزوجین وقال المحقق احمد بن یحییٰ بن سعد التفتازانی افتی کثیر من المشائخ بالرد علیھما اذا لم یکن من الاقارب سواھما لفساد الامام وظلم الحکام فی ھذہ الایام۔ متاخرین کا یہ فتویٰ اگرچہ بظاہر متون مذہب وظاہر الروایۃ کے خلاف ہے مگر ان کی تعلیل و تصریحات کو دیکھتے ہوئے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مخالفت حقیقۃ مخالفت نہیں بلکہ اسکی بنا اختلاف زمان ہے اور اسکی نظایر شرع میں کثیر ہیں کہ اختلاف زمان وعادات سے حکم مختلف ہوجاتا ہے۔ چنانچہ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں لایخفی ان المتون موضوعۃ لنقل ما ھو المذھب وھذہ المسئلۃ مما افتی بھا المتاخرون علی خلاف اصل المذھب للعلۃ المذکورۃ کما افتوا بنظیر ذلک فی مسئلۃ الاستیجار علی تعلیم القراٰن مخالفین لاصل المذھب لخشیۃ ضیاع القراٰن ولذلک نظایر ایضا وحیث ذکر الشراح الافتاء علی مسئالتنا فلیعمل بہ ولا سیما فی مثل زماننا انما یاخذہ من یسمی وکیل بیت المال ویصرفہ علی نفسہ وخدمہ ولا یصل منہ الی بیت المال شئی والحاصل ان کلام المتون انما ھو عند انتظام بیت المال وکلام الشروح عند عدم انتظامہ فلا معارضۃ بینھما فمن امکنہ الافتاء بذلک فی زماننا فلیفت بہ۔ لہذا حالاتِ زمانہ کو دیکھتے ہوئے زوجین پر رد ہی حکم دینا چاہیئے رہی یہ بات کہ احد الزوجین پر رد ہر صورت میں ہے یعنی ان کے سوا دوسرا وارث ہو جب بھی یا صرف اسی صورت میں ہے کہ دوسرا وارث نہ ہو بظاہر کلمات متاخرین سے صورت اولیٰ ثابت ہوتی ہے کہ جب احد الزوجین پر رد کا حکم متاخرین نے دیدیا تو

توچاہے مَن یُرد علیہ ہو یا نہ ہو اس پر رد ہوگا مگر علمار نے جو علّت بیان کی ہے وہ فساد بیت المال ہے لہٰذا جس صورت میں بیت المال میں دینے کا حکم تھا اسمیں احدالزوجین کو دیدیا جائے مگر جہاں مَن یُرد علیہ موجود ہے اور بیت المال میں دیا ہی نہیں جائے گا۔ ایسی صورت میں ظاہرالروایۃ سے عدول کی کوئی وجہ نہیں لہٰذا اس صورت میں احدالزوجین پر رد نہ ہونا چاہیئے ردالمحتار کی عبارت منقولہ بالا میں محقق احمد بن یحییٰ تفتازانی کی عبارت کا بھی مقتضیٰ ہے وہ رد کی یہ شرط بتاتے ہیں اذالم یکن من الاقارب سواھما اور روایت فقہیہ میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے پس من یرد علیہ کے ہوتے ہوئے احدالزوجین پر کیوں رد کیا جائے نیز ردالمحتار میں ایک دوسری عبارت بھی صاف اس پر دلالت کرتی ہے۔ وھی ھذہ فی المستصفیٰ والفتویٰ الیوم علی الرد علی الزوجین عند عدم المستحق لعدم بیت المال اذالظلمۃ لا یصرفونہ الی مصرفہ۔ پس صورت مسئولہ عنہا میں بنت کو تین سہام دئے جائیں اور ایک سہم زوج کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئولہ مولوی مسعودالرحمٰن خانصاحب رئیس حبیب گنج ۲۱ر ذی الحجہ ۶۰ھ

ایک شخص ولی محمد خان مرحوم کا انتقال ہوگیا۔ انھوں نے حسب ذیل قریبی رشتہ دار چھوڑے ہیں ان میں سے وارث کون کون ہوگا اور حصص وراثت کس طرح متعین ہونگے؟

ولی محمد خاں

بھتیجا حقیقی ایک — بھتیجی حقیقی چار

دوسرے یہ امر دریافت طلب ہے کہ متوفی مرحوم نے یہ وصیت کی ہے کہ ان کی قبر پختہ کردی جائے آیا یہ وصیت شریعت کے احکام کے مطابق ہے؟

الجواب: ولی محمد خان کا وارث اس صورت مذکورہ میں صرف حقیقی بھتیجا ہے بھتیجیاں محروم ہیں اور متوفی نے قبر پختہ کرنے کی جو وصیت کی ہے یہ مختلف فیہ ہے کیوں کہ قبروں کو پختہ کرنے میں علمار مختلف ہیں جو لوگ اس کے عدم جواز کے قائل ہیں ان کے طور پر یہ وصیت باطل ہے اور جو جائز کہتے ہیں ان کے نزدیک وصیت بھی صحیح ہے صحیح مسلک اس بات میں یہ ہے

کہ علماء ومشائخ کی قبور کو اوپر سے پختہ کرنا جائز ہے عوام کیلئے مکروہ لہٰذا اس وصیت کو ویسا ہی سمجھنا چاہیئے ۔ درمختار میں ہے اوصی ان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فھی باطلۃ کما فی الخانیۃ وغیرھا وقدمناہ عن السراجیۃ وغیرھا لکن قدمنا فیھا فی الکراھیۃ انہ لایکرہ تطیین القبور فی المختار فینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا علی القول بالکراھیۃ لانھا حینئذ وصیۃ بالمکروہ کذا قالہ المصنف فتاوٰی عالمگیری میں ہے واذا اوصی بان یطین قبرہ او یوضع علی قبرہ قبۃ فالوصیۃ باطلۃ الا ان یکون فی موضع یحتاج الی التطیین لخوف سبع ونحوہ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ یاد علی صاحب وارثی از ہنداول ضلع بستی ۲۰ محرم الحرام ۶۶ھ

زید اور زبیدہ عرصہ سے والدین اور بھائی بندوں سے علیحدہ رہتے تھے ۔ دونوں زید و زبیدہ میاں بیوی تھے ۔ کاروبار سب علیحدہ تھا اتفاقاً زید کا انتقال ہوگیا ۔ اب زید کے والدین بھائی برادر زید کا جو کچھ روپیہ پیسہ تھا اس میں سے حصہ چاہتے ہیں از روئے شریعت زید کے ترکہ کا کون وارث ہوگا ؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ زید کے متروکہ سے ایک چوتھائی اسکی بیوی زبیدہ کو ملے گی اور چھٹا حصہ اسکی ماں کو باقی اس کے باپ کو ۔ اس کو یوں سمجھئے کہ زید کا ترکہ بارہ سہام پر تقسیم کیا جائے گا تین حصے اس کی زوجہ زبیدہ کو اور دو حصے اسکی ماں کو اور باقی سات سہام اسکے باپ کو ملیں گے ۔ اس صورت میں اس کے بھائیوں کو کچھ نہ ملے گا ۔ یہ تقسیم ترکہ بعد اخراج اخراجات تجہیز و تکفین و بعد ادائے دین مہر و جملہ دیون کے ہوگی ۔ اور اگر کوئی وصیت کی ہے تو وصیت بھی تقسیم ترکہ پر مقدم ہے جبکہ وہ اس کے مال کی تہائی تک ہو اس سے زیادہ نہ ہو ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بسمہٖ وحمدہٖ تعالیٰ

فہرست فتاویٰ امجدیہ سوم

کتابُ الوقف

از صفحہ ۱ تا ۵۲

۱۰	مکان وقف میں کسی قسم کا تصرف کرنا یا اسے نقصان پہونچانا جائز نہیں
.	ایک وقف کی خاطر دوسرے وقف کو نقصان پہونچانا درست نہیں
۱۱	ہبہ صحیح و تام ہو تو موہوب لہٗ اسے وقف کر سکتا ہے
۱۶	کیا ایک مدرسہ پر وقف کیا ہوا روپیہ دوسرے مدرسہ میں صرف ہو سکتا ہے
"	وقفی قبرستان میں مدرسہ کنواں وغیرہ بنانا جائز نہیں۔ اگر بنا دیئے ہوں تو منہدم کر دیا جائے
۱۷	توسیع مسجد کے لئے مصالح مسجد کی زمین بدلنا جائز ہے۔
۱۸	بلا وجہ جبراً وصول کیا ہوا روپیہ مسجد میں نہیں لگایا جا سکتا
۱۹	قبر یا قبر کے آس پاس مسجد کی دیوار اٹھانا کیسا ہے ؟
"	عیدگاہ کیلئے زمین وقف ہونے اور اس پر نماز پڑھ لینے کے بعد بالاتفاق وقف تام و لازم ہو گیا
۲۰	تغییر وقف حرام ہے
"	وقفی عیدگاہ میں میت دفن کر دے تو کیا حکم ہے ؟
۲۱	وقفی قبرستان میں اپنے لئے۔ یا قبرستان کیلئے لگائے گئے درختوں کا کیا حکم ہے ؟
۲۲	مسجد سے وقف کی گئی زمین سے اگر مسجد کو فائدہ نہ ہو تو اسے مصالح مسجد کے لئے فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟
۲۴	متولی اگر مال وقف میں خیانت کرے تو اسے معزول کرنا لازم ہے۔
۲۵	مسجد یا اسکے متعلقہ کارآمد اشیاء کو بیچنا خریدنا جائز نہیں
"	مسجد کا بیکار سامان بھی بغیر اذن قاضی فروخت نہیں کیا جا سکتا۔
"	وقف کیلئے تحریر ضروری نہیں، شہرت کافی ہے۔
"	وقف کی بیع باطل ہے۔

باب المسجد از ص ۱۱۰ تا ص ۱۵۰

مسجد	صفحات
مسجد کا سرمایہ بیکار ہو جائے اور مسجد میں صرف کرنے کی صورت نہ ہو تو کیا کرے	۱۱۱
سنیوں کی مسجد کی متولیہ رافضیہ نہیں ہو سکتی	۱۱۲
رافضی تبرائی علی العموم کافر و مرتد ہیں	۱۱۳
مسجد کیلئے خریدی ہوئی چیز کو فروخت کر کے دوسری بہتر چیز خریدنا جائز ہے	۱۱۴
مسجد کیلئے کافر ہندو کی دی ہوئی زمین پر مسجد ہو سکتی ہے یا نہیں ؟	"
حربی کی زمین پر بلا اجازت نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے ؟	"
روافض کو مسجد میں آنے سے روکا جائے	۱۱۵
جو مسجد مسجد جامع ہے مشہور ہو اور اس میں جمعہ ہوتا ہو تو شرعاً مسجد جامع ہی ہوگی	۱۱۶
وہابی مسجد کا منتظم ہو سکتا ہے یا نہیں ؟	"
در تہہ حوض مسجد یافتن استخوان رمیم دلیل قبر نیست	۱۱۷
برائے ثبوت قبرستان کدام امور باضرور است ؟	"
چندہ جمع کر کے وعظ کرانا شیرینی تقسیم کرانا جائز ہے	۱۲۱
مبارک راتوں میں جہاں کثرت روشنی کا رواج ہو روشنی کرنا کیسا ہے ؟	"
وقت وقف واقف کی لگائی گئی شرط کے مطابق آمدنی خرچ کی جائے گی	۱۲۲
واقف کی شرط کا علم نہ ہو یا اس نے کوئی شرط نہ لگائی ہو تو آمدنی کس میں صرف کرے	"
مسجد پر وقف کی ہوئی جائداد کا مصرف کیا ہے	"
مسجد کو مسجد کر دینے کے بعد اپنی ملک قرار دینا صحیح نہیں	۱۲۳
ایک مسجد کے قریب دوسری مسجد بھی مسجد ہے	"
مٹی کا تیل پاک مگر بدبو کی وجہ سے مسجد میں جلانا ممنوع	"

کتاب البیوع از ص ۱۵۱ تا ص ۱۹۸

بیوع	صفحات

صفحات	اقرار و ہبہ

صفحات	ہبہ

کتاب الذبائح

از ص ۲۹۴ تا ۳۰۱

کتاب الاضحیہ

از ص ۳۰۲ تا ص ۳۳۵

ختم شد

نوٹ

فقیر نے فہرست کی ترتیب میں جملہ مسائل کے احاطہ کی کوشش کی ہے۔ اگر کوئی اہم مسئلہ فہرست میں شامل ہونے سے رہ گیا ہو تو براہ کرم آپ مجھے مطلع فرمائیں۔ انشاء المولیٰ تعالیٰ دوسرے ایڈیشن میں اُسے شامل اشاعت کیا جائے گا۔

آل مصطفیٰ مصباحی

پیشکش:۔ نبیرۂ صدر الشریعہ حافظ قاری مصطفیٰ سرور اعظمی

العلم خزائن ومفاتیحها السؤال

فتاویٰ امجدیہ

(جلد چہارم)

تصنیف

صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی صاحب اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان

(مصنف بہار شریعت)

تبییض: حضرت مولانا عبد المنان صاحب کلیمی • ترتیب و تعلیق مولانا آل مصطفے مصباحی

باہتمام

قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی ابن حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ خطیب نیومیمن مسجد کراچی ۲

مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی ۱ فون: ۲۱۶۴۶۴ ۲۱۷۸۸۹

کتاب ______ فتاویٰ امجدیہ (جلد چہارم)
تصنیف ______ صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی
تعلیق و ترتیب ______ مولانا مفتی آل مصطفےٰ صاحب مصباحی

بار اول ______ سنہ ۱۴۱۸ھ / سنہ ۱۹۹۷ء
تعداد ______ ایک ہزار
طباعت ______ فرید آرٹ پریس کراچی
ناشر ______ دار العلوم امجدیہ، آرام باغ روڈ، کراچی
قیمت ______
پیشکش ______ نبیرۂ صدر الشریعہ حافظ قاری مصطفیٰ سرور اعظمی

ملنے کے پتے

(۱) ______ مکتبہ نوریہ رضویہ، گلبرگ اے، فیصل آباد
(۲) ______ شبیر برادرز، ۴۰ - اردو بازار - لاہور
(۳) ______ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور

ہم اپنی اس عظیم اشاعتی خدمت کو بطور

نذرانۂ عقیدت

اس ذاتِ گرامی کی بارگاہِ اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں جنکو دنیائے علم و سُنّیت۔

عمدۃُ المتکلمین ممتاز الفقہا محدّثِ کبیر فاتح افریقہ جانشین حضور صدرُ الشریعہ حضرت علامہ مفتی ضیاءُ المصطفٰی صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی، مہتمم طیبۃ العلماء جامعۃ امجدیہ رضویہ گھوسی۔ مئو کی حیثیت سے یاد کرتی ہے، اور .... جن کے فیوض و برکات سے آج ہزاروں تشنگانِ علم سیراب ہو رہے ہیں اور اپنی منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہیں۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف۔

علاءُ المصطفٰی قادری ——— آلِ مصطفٰی مصباحی

مصطفٰی سرور اعظمی

تأثرات

ازقلم:- محدّث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری

بانی جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی

فتاویٰ امجدیہ کی جلد چہارم آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ مالی بحران اور بعض دیگر مصروفیات کے باعث اس کی اشاعت میں بہت زیادہ تاخیر ہوئی جس کیلئے میں معذرت خواہوں۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہی کی وہ شخصیت ہے جنھیں فقہ حنفی کا وہ مجدد قرار دیا جاتا ہے کہ بلاشبہ آپ متقدمین فقہاء کی صفوں میں نظر آتے ہیں۔ سچ فرمایا ہے، علمائے حرمین طیبین نے اگر امام ابوحنیفہ انھیں پالیتے تو اپنے اصحاب کی صفوں میں جگہ دیتے۔

اعلیٰ حضرت کے طریقہ استدلال وطرز استنباط، حسن بیان اور جامع تعبیر کا پرتو سب سے زیادہ صدر الشریعہ کے یہاں ملتا ہے۔

مولانا آل مصطفیٰ مصباحی نے فتاویٰ امجدیہ کی اس جلد پر بھی حواشی تحریر کئے ہیں بعض حواشی میں نے پڑھے پسند آئے۔ مولانا موصوف پر فتویٰ نویسی کا رنگ غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں اور زیادہ پختہ کار بنائے اور علما وعوام کو فتاویٰ امجدیہ سے اکتساب فیض کا موقع عطا فرمائے، وما التوفیق الا باللہ العلی العظیم۔

ضیاء المصطفیٰ قادری
۹ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ

وارد حال پورٹ لیس ماریشش

پیغام

نائب مفتیِ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی

صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور

الحمد للّٰہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللّٰہ وعلیٰ اٰل اصحاب نبی اللّٰہ

یہ بات بڑی خوشی کی ہے کہ سوا سال بعد ہی فتاویٰ امجدیہ جلد رابع پریس جا رہی ہے جبکہ تیسری جلد بارہ سال ۸ / مہینے کے بعد چھپی تھی فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک
فتاویٰ امجدیہ کی اشاعت امجدی فیملی پر ایک قرض تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہٗ کے وصال کے بعد ۵۰ / سال گزرنے پر یہ قرض ان کے نبیرہ عزیزم علاء المصطفٰی زید مجدہٗ نے چکا دیا۔ ایک قرض اس سے بھی بڑا ان لوگوں پر شرح طحاوی کی اشاعت کا ہے۔ جس کے شائع نہ ہونے کا مسئلہ ایسا چیستاں ہے کہ اب تک حل نہیں ہو سکا۔ خدا کرے وہ روز سعید آئے کہ شرح طحاوی بھی چھپ جائے۔

چاروں جلدوں کے مجموعی صفحات ۱۸۲۸ سائز $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۸}$ ہیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے حضرت صدر الشریعہ نے ۷ / ربیع الاوّل سنہ ۱۳۴۰ھ سے جو فتاویٰ لکھے ہیں ان کی نقلیں محفوظ رکھی تھیں۔ یعنی یہ فتاویٰ صرف ستائیس سال کے ہیں۔ اس میں بھی ایک جلد غائب ہو چکی ہے
صدر الشریعہ صرف دار الافتاء کی خدمت پر ہی مامور نہ تھے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی حیات مبارک ہی سے حضرت صدر الشریعہ کئی کئی اہم دینی خدمات انجام دیتے تھے۔
دار العلوم منظر اسلام کے صدر المدرسین کی حیثیت سے دار العلوم کے تمام اندرونی نظم و ضبط کو بحال رکھنا۔
دورۂ حدیث کے ساتھ شرح مواقف شمس بازغہ وغیرہ جیسی کم از کم چھ کتابوں کا پورے

اوقات تعلیم میں درس دینا۔

مطبع اہلسنت چلانا۔ اس میں چھپنے والی کتابوں اور پوسٹروں کی تصحیح۔

اور بوقت ضرورت آریوں وہابیوں، گاندھویوں، غیر مقلدوں، دیوبندیوں، کے مقابلے میں جلسوں اور مناظروں میں جانا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی حیات ظاہری میں اعلیٰ حضرت کے نام آئے ہوئے خطوط کو پڑھکر سنانا اوران کے اعلیحضرت جو جواب ارشاد فرمائیں ان کا املا کرنا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے وصال کے بعد اخیر خدمت تو موقوف ہوگئی، بقیہ ساری خدمات باقی رہیں، اخیر موقوف تو ہوئی مگر اس کی جگہ فتاویٰ نے لے لی۔ میں اپنی نجی تحقیق اور معلومات کی بنا پر کہتا ہوں کہ اعلیحضرت قدس سرہٗ کے وصال کے بعد جو استفتا روہاں پہنچتے تھے۔ تقریباً سب کے جوابات حضرت صدر الشریعہ لکھا کرتے تھے۔ اب ناظرین صدر الشریعہ کے متعلق مذکورہ بالا خدمات پر نظر ڈالیں اور پھر فتویٰ نویسی کی پیچیدگی کو سامنے رکھیں تو انھیں کہنا پڑے گا کہ ان اہم گوناگوں دینی خدمات میں مصروفیت کے باوجود فتویٰ لکھ لینا، وہ بھی اتنا زیادہ اور اتنا اہم مافوق النظر خرق عادت سے کم نہیں

یوں تو صدر الشریعہ عدیم الفرصتی کی وجہ سے بہت اختصار کے ساتھ فتاویٰ لکھتے تھے لیکن جب مسئلہ اہم ہوتا یا مختلف فیہ ہوتا تو اس وقت صدر الشریعہ کا اشہب قلم ایسی جولانی دکھاتا کہ بڑے بڑے عش عش کرتے رہ جاتے۔ کانپور مسلم ہال کی مسجد کے سلسلے میں مولانا عبد الباری صاحب مرحوم نے جو فیصلہ کیا اس کے خلاف صدر الشریعہ کا پورا رسالہ قامع الواہیات من جامع الجزئیات تیسری جلد میں چھپ گیا جس کا جی چاہے اس کا مطالعہ کرے۔ اس پر واضح ہو جائیگا کہ حضرت صدر الشریعہ علم کے ایسے بحر ناپیدا کنار تھے کہ نہ جس کی گہرائی کا پتہ تھا اور نہ ساحل کا۔

بہر حال یہ ،، دائرۃ المعارف الامجدیہ ،، کا بہت بڑا کارنامہ ہے کہ اس نے فتاویٰ امجدیہ چھپوا کر ہمیں اس سے مستفید ہونے کا موقعہ دیا۔ مولیٰ عزوجل قبول فرمائے۔ اور اس قسم کے دوسرے اہم کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد شریف الحق امجدی
۲۵ ر رمضان ۱۴۱۷ھ

بسمہٖ تعالیٰ وحمدہٗ

آل مصطفیٰ مصباحی

عرضِ حال

صدر الشریعہ، فقیہ اعظم ہند علامہ حکیم مفتی امجد علی قادری علیہ الرحمۃ والرضوان، ایک ایسے مستند فقیہ، دقیقہ رس مدرس، باکمال مصنف اور متبحر عالم دین کا نام ہے، جو اپنے فکر و تفقہ علم و آگہی اور عبقریت و صلاحیت میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے۔ برصغیر میں علم و فن کی جو قندیلیں آج روشن ہیں۔ وہ بلاواسطہ یا بالواسطہ فقیہ گرامی کے چراغِ قلم سے مقتبس ہیں ؎

یک چراغ ست دریں بزم کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

فقہ حنفی میں حضرت صدر الشریعہ کی حیثیت ایک محقق و قانون داں کی ہے۔ جو فقہ کے اصول و مبادی و جزئیات و معانی کے عالم و عارف کی حیثیت سے معروف ہیں۔ فقہ حنفی کا کون سا ایسا باب ہے جس کے جزئیات اور دلائل آپ کے ذہن میں مستحضر نہ ہوں۔ سفر ہو، یا حضر، حالتِ صحت ہو یا مرض بلاتکلف زبانی و تحریری فتویٰ دینا آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔

فتاویٰ امجدیہ:۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے تحریری فتاویٰ کا مجموعہ ہے، جو اہل علم خصوصاً اربابِ افتاء کے لئے ایک عظیم علمی و فقہی سرمایہ ہے، جو آیاتِ قرآنیہ، احادیث کریمہ، قواعد و اصول اور فقہائے احناف کے محقق، مرجح، مؤثق اور مختار و مفتیٰ بہ اقوال و ارشادات سے مزین ہے۔ دلائل و ابحاث اور ندرت استدلال و حسنِ استنباط کے لحاظ سے "فتاویٰ رضویہ" کا خلاصہ اور مثنیٰ ہے۔

فتاویٰ امجدیہ جلد اوّل و دوم کی اشاعت کے تقریباً تیرہ سال بعد، سال گذشتہ (۱۴۱۶ھ ۱۹۹۶ء) دو سال کی تگ و دو کے بعد تیسری جلد منظر عام پر لائی گئی۔ اور شکرِ خدا کہ ابھی سال بھر کا عرصہ بھی نہیں گذرا ہے کہ اس کی چوتھی جلد اپنی ظاہری و معنوی خوبیوں کے ساتھ زیور طبع سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اتنی عجلت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ۱۱ / ۲ / ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ

مطابق ۱۰ / ۱۱ / مارچ ۱۹۹۷ء کو مصنف علیہ الرحمہ کا پچاسواں عرس پاک ہے۔ جس میں معروف تقریبات کے علاوہ بعض اہم علمی و دینی پروگرام کا بھی اہتمام کیا جارہا ہے۔ حضرت صدر الشریعہ پر ایک علمی سیمینار بھی منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس لئے طے ہوا ہے کہ عرس امجدی تک فتاوٰی امجدیہ جلد چہارم اور تفصیلی نہ سہی تو مختصر " سوانح صدر الشریعہ " ہی منظر عام پر لایا جائے۔ فتاوٰی امجدیہ کا کام میرے حصّہ میں تھا۔ اور سوانح کا کام دوسرے کے ذمے۔ لیکن تقسیم کار کے باوجود جب صورتِ حال مایوس کن رہی۔ تو بالآخر " سوانح " کا کام بھی فقیر ہی کو انجام دینا پڑا۔ جسے میں اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ " سوانح " کی وجہ سے فتاوٰی امجدیہ کے کام میں قدرے تاخیر ہونے لگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر حضرت صدر الشریعہ کا فیضان کرم شامل حال نہ ہوتا۔ تو مجھ جیسا بے بضاعت و بے مایۂ علم دانش، " فتاوٰی امجدیہ " کا یہ غیر معمولی کام وہ بھی اتنی عجلت کے ساتھ انجام نہیں دے پاتا۔ اس جلد کی تبییض و تبویب کا کام بھی گرامی قدر حضرت مولانا مفتی عبد المنان صاحب کلیمی نے انجام دے رکھا تھا۔ تہہ دل سے ہم ان کے شکر گذار ہیں۔ فقیر نے از سرِ نو ترتیب کے بعد پہلے مسودہ سے مبیضہ کا مقابلہ کیا۔ حوالہ کی عبارتوں میں جہاں خامی نظر آئی، اصل کتاب سے مقابلہ کرکے اس کی تصحیح کرتا گیا۔ بعض کتابیں جو بروقت دستیاب نہ ہوسکیں۔ ان کی مشتبہ عبارتیں اندازہ سے درست کی گئیں۔ جہاں جہاں مناسب سمجھا حاشیہ لکھا، اور حسبِ سابق اپنے دو کرم فرما اساتذہ (فقیہ عصر علّامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، محدّث کبیر علّامہ ضیاء المصطفٰی قادری مدظلہما العالی) سے قطعی صحت اور اصلاح کرائی۔

جلد سوم کی طرح اس جلد کی بھی فہرست بھی فقیر کی تیار کردہ ہے۔ عجلت کی بنا پر اپنی خواہش کے مطابق کماحقہٗ فہرست مرتب نہ کرسکا۔ تاہم کوشش یہی کی گئی ہے کہ جملہ مسائل کا احاطہ ہو جائے۔ کتابت شدہ کاپی کا مبیضہ سے مقابلہ بھی فقیر نے کیا ہے اس جلد کی بھی مستقل کتابت کیلئے اور کوئی کاتب تیار ہوا۔ جس نے جلد سوم کی کتابت

کی تھی۔ مگر اِس بار بھی اُس نے وہی اپنا مذہبی رنگ دکھایا۔ جہاں جہاں دیوبندی وہابی مکتب فکر کی تردید تھی۔ اس کی کتابت چھوڑ دی۔ دوسرے کاتب سے لکھوانا پڑا۔ کام کا سلسلہ کچھ اس طرح رہا کہ مقابلہ و تصحیح وغیرہ ضروری کام کرکے مبیضہ کاتب کے حوالے کرتا، اور وہ کتابت کرتا تعلیمی سال کے اواخر میں تدریس و افتار کی مشغولیات کے علاوہ ,, سوانح صدر الشریعہ ،، کا کام بھی میرے ذمہ آگیا۔ جس کی وجہ سے کام کی رفتار سست ہوگئی۔ اور کاتب نے بھی دوسروں سے کتابت کا معاملہ طے کرلیا۔ وسط شعبان تک کسی طرح ہیں نے اپنا کام تو پورا کردیا۔ مگر کاتب کے پاس تقریباً دو سو صفحات کی کتابت باقی رہ گئی۔ جتنی کتابت ہو چکی تھی اُسے اپنے ساتھ گھر لیتا آیا۔ پھر مولانا علاء المصطفےٰ قادری نے مولوی عسجد رضا سلمہٗ کی معرفت ۵؍ رمضان المبارک کو بقیہ کاپی میرے پاس بھیجی۔ بہر حال کسی طرح محبی مولانا فیاض عالم مصباحی اور دو تلامذہ عزیزم مبشر رضا و سعید الرحمٰن سلمہما کو لے کر بڑی تیزی سے پروف ریڈنگ کا کام شروع کردیا۔ پھر فہرست مرتب کی۔ آج ۱۴؍ رمضان کو میرے پاس سے یہ کاغذات گھوسی جا رہے ہیں۔ پھر کاتب کی تصحیح و کتابت کے بعد پریس بھیج دیئے جائیں گے۔

؎ بہ حرفے می تواں گفتن تمنائے جہانے را ✤ من از شوقِ حضوری طول دادم داستانے را

بہر حال! پچاسویں عرس امجدی کے حسین موقع پر ہم یہ کتاب اپنے قارئین کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے بے پناہ خوشی محسوس کر رہے ہیں۔ کتاب کی ترتیب، تعلیق اور تصحیح میں حزم و احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ مگر اس کے باوجود کتابتی اغلاط، طباعتی نقائص، اور تصحیح کی فروگذاشتوں کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اسلئے اگر کوئی غلطی نظر آئے۔ تو اُسے میری علمی کم مائیگی اور کوتاہ فکری پر محمول کریں حضرت صدر الشریعہ کا دامن اس سے پاک ہے۔

فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم: ۔ حضرت صدر الشریعہ کے محفوظ تحریری فتاویٰ کی آخری جلد ہے۔ اِس جلد میں تین کتابیں ہیں (۱) کتاب الحظر والاباحۃ (۲) کتاب الشتی (۳) کتاب السیر۔ ۵۰۲ فتاویٰ ہیں اصل کتاب کے صفحات ۵۲۹ ہیں۔ ذیل میں تینوں عنوان کی مختصر وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

کتاب الحظر والاباحۃ: ۔ یعنی ممنوع اور مباح چیزوں کا بیان، شریعت طاہرہ مسلمانوں کو اچھے کردار و عمل سے مزین دیکھنا چاہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسنے انسانی زندگی

کیلئے مکمل نظام پیش کیا ہے، یوں تو فقہ کے جملہ ابواب عمدہ نظامہائے حیات کے اصول پر مشتمل ہیں
لیکن خصوصیت کیساتھ "حظر واباحت" کا باب اسلامی اعمال واخلاق کا گویا دوسرا نام ہے۔ جس
میں کھانے پینے، اوڑھنے پہننے، سلام وکلام وغیرہ کے شرعی آداب مذکور ہیں۔ اور لہو ولعب
بغض وحسد، کذب وغیبت اور ظلم وتکبر جیسی بُری خصلتوں کی ممانعت بھی ہے۔
اس باب میں بیان کئے محظورات سے بچ کر۔ اور جائز امور کو اپنا کر مسلمان اس پر فتن
دور میں بھی شرعی سماج کی تشکیل اور معاشرتی زندگی میں ایک نئے دور کا آغاز کرسکتے ہیں۔
زیر نظر کتاب میں مذکورہ عنوان کے تحت اسی قسم کے فتاویٰ درج ہیں۔

کتابُ الشتّیٰ :۔ اس عنوان کے تحت فقہ کی کتابوں میں متفرق مسائل درج ہوتے ہیں
کبھی ان مسائل کا تعلق کسی خاص باب یا کتاب سے بھی ہوتا ہے، اس کتاب میں مذکورہ عنوان
کے تحت عموماً واصالۃً ایسے فتاویٰ درج کئے گئے ہیں، جن کا تعلق بظاہر دوسرے کسی خاص باب سے نہیں ہے۔

کتابُ السیر :۔ قدیم کتب فقہ میں اس عنوان کے تحت اسلام کی خارجہ پالیسی کے ضابطوں
کا بیان ملتا ہے، مثلاً غیر مسلم ممالک سے مسلمانوں کے تعلقات ومعاملات کس انداز کے ہوں؟ ممالک
کی سیاسی تقسیم کس طرح ہو؟ اسلام سے منحرف ہونے والوں کیلئے تعزیر کی کون سی صورت اختیار کی جائے؟
وغیرہ، مگر طویل عرصہ سے مسلمانوں نے اپنا اقتدار کھو دیا ہے، اور اسلامی حکومت کی کایا پلٹ کر رہ گئی ہے
طرح طرح کی گمراہیاں جنم لے رہی ہیں اور شرعی راہ عمل سے دوری کا رواج بڑھتا جا رہا ہے، یہی وجہ ہیکہ
اسلام سے کفر کی طرف ڈھکیلنے والے الفاظ کے بولنے اور لکھنے میں خوف محسوس نہیں کیا جاتا۔
(أعاذنا الله عن هٰذه الشرور والفتن) چوں کہ عصر حاضر میں ممالک کی سیاسی تقسیم اور غیر مسلم
دنیا سے تعلقات جیسے معاملات تقریباً متروک ہیں۔ اسلئے مذکورہ عنوان کے تحت مندرج فتاویٰ کا تعلق
مذاہب باطلہ کے رد، کفریہ الفاظ کے استعمال کرنیوالوں کے حکم شرعی، اور مرتدین کے احکام وغیرہ سے ہے۔
بقیہ جلدوں کی طرح اس جلد کے فتاویٰ میں بھی حضرت صدر الشریعہ کا تحریری اسلوب
صاف، سلیس، اور شگفتہ ہے۔ اختصار وجامعیت تو آپ کے فتاویٰ کی امتیازی خصوصیت ہے

اور جہاں تفصیل سے کام لیا ہے تو تحقیق کے موتی بکھیر دیئے ہیں۔

دونوں طرح کے فتاویٰ کا ایک ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

آپ سے بعد نماز و عیدین مصافحہ کی بابت پوچھا گیا۔ آپ نے جواب دیا:۔

["مصافحہ جائز، اور حدیث سے اس کا جواز مطلقاً ثابت۔ نماز کے بعد یا عید کے دن مصافحہ کرنا اسی مطلق میں داخل، اپنی طرف سے مطلق کی تقیید باطل"]

اس جواب پر غور کیجئے! حکم بھی مذکور ہے، دلیل بھی ہے، ضابطہ بھی ہے، مانعین جواز کا رد بھی ہے، اور دلیل رد کی طرف واضح اشارہ بھی موجود ہے۔ جہاں تفصیل و تحقیق فرمائی ہے، حق ادا کر دیا ہے جس کی متعدد نظیریں فتاویٰ میں آپ کو ملیں گی۔ سجدۂ تعظیمی سے متعلق آپ سے استفتاء ہوا کہ اس کا جواز تو قرآن کریم سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے سجدہ کیا تھا۔ اس جواز کے نسخ پر کوئی دلیل قطعی نہیں ہے بلکہ ممانعت پر صرف خبر آحاد ہے، جو قطعی کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔ آپ نے تقریباً اٹھارہ صفحات پر مشتمل اسکا ایسا تحقیقی جواب عنایت فرمایا، کہ گویا دلائل و ابحاث کا دریا موجیں مار رہا ہے آپ نے اپنے فتوی میں پہلے اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا سجدہ کرنا، یا برادرانِ یوسف علیہ السلام کا ان کو سجدہ کرنا کس معنی کے لحاظ سے تھا۔؟ آپ نے معتبر تفسیروں اور شروحِ احادیث کی روشنی میں اس تعلق سے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں۔

(۱) یہاں سجدہ کے لغوی معنی "انحنار" یعنی جھک جانا مراد ہے، ان مواقع میں سجدہ سے پیشانی زمین پر رکھنا مراد نہیں۔ (۲) وہ سجدہ شرعی سجدہ تھا یعنی پیشانی کا زمین پر رکھنا، مگر وہ سجدہ ان کو نہ تھا جن کے سامنے کیا گیا، بلکہ یہ سجدہ خدا کو تھا، اور حضرت آدم اور حضرت یوسف علیٰ نبینا علیہما السلام محض قبلہ تھے۔ (۳) وہ سجدہ بوضع جبہتہ تھا۔ اور شرائع سابقہ میں تحیت و اکرام کیلئے سجدہ جائز تھا۔ ہماری شریعت میں اسکا جواز منسوخ ہو گیا پھر استفتاء میں مذکور اعتراض کے دفعیہ کی طرف ان الفاظ میں رخ فرماتے ہیں۔

["جب اس قدر عظیم اختلافات موجود ہیں۔ اور سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسکو انحنار پر محمول کرتے ہیں، تو ظاہر کہ یہ آیت جوازِ سجدۂ تحیت و اکرام میں قطعی الدلالۃ نہیں]

پھر اس کے ناسخ کا قطعی ہونا کیا ضرور، جبکہ دلیلِ جواز قطعیت کا افادہ نہیں کرتی، بلکہ یہ جواز بر تقدیر ثبوت ظنی ہے، ...... یہ قولِ رابع جو بکر نے اختراع کیا ہے، بالاجماع باطل ہے۔ (ملخصاً)

اِس طرح کی بحثوں اور دلیلوں سے پورا فتویٰ مالامال ہے۔ جو ایک رسالہ کی شکل اختیار کر گیا ہے، نقیر اس کا نام "التحقیقات الأنیفة فی ردّ جواز السجدة التحیة" منتخب کرتا ہے۔ پوری کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے، مطالعہ کرتے جائیے اور مصنف علیہ الرحمہ کی فقہی بصیرت کے جلووں سے آنکھیں منور کیجئے۔

ناشر:- معروف دینی و تعلیمی ادارہ "طیبة العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ" ہے۔ مجدد دین و ملت امام احمد رضا اور اُن کے تلمیذ و خلیفہ حضور صدر الشریعہ علیہما الرحمہ سے منسوب یہ عظیم ادارہ کوئی دس سال سے خدمتِ دینِ متین میں سرگرم عمل ہے۔ قانون اسلام اور عربی ادب کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تصنیفی و اشاعتی اور اصلاحی خدمات میں مصروف ہے ــــ اب تو بحمدہٖ تعالیٰ ادارہ کی بے لوث خدمات اور زرّیں کارناموں کی گونج ملک و بیرون میں سنائی دے رہی ہے۔ جس کی تعمیر و ترقی میں سب سے بڑا دخل بانی جامعہ و سربراہ اعلیٰ محدثِ کبیر علّامہ ضیاء المصطفیٰ قادری جانشین صدر الشریعہ کی تگ و دو اور کوشش و محنت کا ہے۔ ان کے علاوہ مدیر جامعہ مولانا علاء المصطفیٰ قادری اور اساتذۂ کرام کی جد و جہد اور اخلاص نے اس میں چار چاند لگائے ہیں جامعہ کا دوسرا شعبہ عورتوں کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کے لئے مخصوص ہے۔

اخیر میں ہم اپنے اساتذہ خصوصاً حضور محدثِ کبیر صاحب قبلہ اور محب محترم مولانا علاء المصطفیٰ قادری اور ان احباب و تلامذہ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں، جنھوں نے اِس کام کی تکمیل میں میرا ساتھ دیا ہے۔ شکریہ کے رسمی الفاظ سے زیادہ ان کے لئے بڑا توشہ وہ اجر ہے جو انشاء المولیٰ تعالیٰ انھیں آخرت میں عطا کیا جائیگا۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہمارے حوصلوں میں نئی قوتِ پرواز اور عزائم میں طاقتِ ثبات و استقلال عطا فرمائے۔ اور اس خدمت کو نجاتِ آخرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین. بجاہ سید المرسلین علیہ التحیة والثناء۔

خاک پائے اولیاء

آل مصطفیٰ مصباحی

خادم تدریس و افتاء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو۔ (یوپی - انڈیا)

متوطن شہجنہ، ڈاکخانہ پورلہ وایا بارسوئی ضلع کٹیہار، بہار۔

۱۳ر رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ
۱۹۹۷ء

عرضِ ناشر

فتاویٰ امجدیہ کی چوتھی اور آخری جلد ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے ہمیں حد درجہ خوشی بھی محسوس ہو رہی ہے اور اطمینان بھی۔ خوشی اس بات کی کہ ملّت کا ایک عظیم علمی سرمایہ جو اب تک نگاہوں سے پوشیدہ تھا وہ ملت کو سپرد کیا جا رہا ہے اور اطمینان اس کا کہ صدر الشریعہ کی طرف منسوب ہونے کی حیثیت سے اُن کی علمی و ادبی بقیات/ ورثے کے تعلق سے جو ذمہ داری ہمارے سر تھی اسکی ایک اہم کڑی سے آج ہم عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔

مندرجہ ذیل علماء اور مفتیانِ کرام و مخیر حضرات کی نگرانی میں فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم کا مسوّدہ ترتیب دیا گیا۔

۱۔ محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ
۲۔ فقیہِ عصر حضرت مفتی شریف الحق صاحب مفتیٔ اعظم جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ
۳۔ مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی صاحب، استاد جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی اعظم گڑھ
۴۔ مولانا علاء المصطفیٰ قادری، مدیر جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی۔ اعظم گڑھ
۵۔ الحاج احسان اللہ خان صاحب بمبئی
۶۔ عالیجناب الحاج عبد العظیم صاحب۔ بنارس
۷۔ عالیجناب الحاج حافظ زبیر احمد صاحب۔ دہلی

رضاء المصطفیٰ اعظمی
خطیب نیو میمن مسجد
مہتمم دار العلوم نوریہ رضویہ
کلفٹن۔ کراچی

۷۸۶/۹۲

اپنی باتیں

فقیہ اعظم حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان علم کے ایک ایسے کوہِ گراں تھے جن کے چشمۂ فیض سے آج بھی سارا عالم سیراب ہو رہا ہے ۔ درسگاہوں کی رونق، خانقاہوں کی چہل پہل انھیں کی مرہون منت ہے ۔ امام اعلیحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی نگاہِ کیمیا اثر نے آپ کی باوقار علمی شخصیت میں چار چاند لگا دیا۔ حضرت صدرالشریعہ نے اپنے مرشد کامل کی جانشینی اور خلافت کا ایسا حق ادا کیا کہ اعلیحضرت نے یہ کہکر "تفقہ جس کا نام ہے میرے بیٹھنے والوں میں مولانا امجد علی میں سب سے زیادہ پایئے گا،، حضرت صدرالشریعہ کے فقیہ اعظم ہونے کی سند دیدی ۔

یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ حضرت صدرالشریعہ کے فتاویٰ کی چوتھی جلد منظر عام پر آرہی ہے ۔

مولانا آل مصطفٰے صاحب مدرس جامعہ امجدیہ رضویہ کی یہ سعادتمندی ہے کہ آپ نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود فتاویٰ کی چوتھی جلد پر بھی حواشی تحریر کئے ۔

مولیٰ تعالیٰ انھیں اس کا اجر عطا فرمائے ۔ آمین

فداء المصطفٰے قادری
رکن جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو
مدرس مدرسہ شمس العلوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

کتاب الحظر والاباحۃ
(جائز وناجائز کا بیان)

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین زید وعمرو وبکر وخالد نے ایک عالم کو بغرض اہانت وتذلیل برسرعام گذرگاہ مار دیا۔ جس پر تعزیراً عام مسلمانان باشندگان قصبہ ومضافات نے اسکے ساتھ مہاجرہ ومقاطعہ کا اعلان کردیا ہے، اور امام قصبہ نے زجراً یا ترہیباً ایسے اشخاص کو مجمع خاص میں جہاں اکثر اہل علم ورؤسائے قصبہ موجود تھے کافر کہدیا ہو، اور پھر امام مذکور بایں خیال کہ مذکورہ اشخاص یعنی ضاربین عالم میرے پڑوسی یا محلہ یا قبیلہ کے ہیں۔ بلا اجازت عامۃ المسلمین باخبر دہی اور بغیر توبہ خالص کرائے ہوئے اسکی پاس کرے اوران لوگوں کے ساتھ مواکلت ومشاربت اور مجالست اختیار کرتا ہو بایں وجہ اکثر لوگ امام سے متنفر ہوجائیں تو اس کو امام بنانا یا امامت سے معزول کرنا کیسا ہے باوجود تنفر واکراہ اسکی اقتدا ہی جائز ہے یا نہیں۔ بصورت قباحت امام سے کم عمر یا کم علم کوئی دوسرا شخص اکثر اہل اسلام کی رائے سے امام ہوسکتا ہے یا نہیں اگرچہ امام سابق کو بھی اقتدی کرنی پڑے۔ بینوا توجروا؟

الجواب:۔ عالم تو عالم کسی عام مسلمان کو ذلیل کرنا اور اسکی توہین حرام ہے

حدیث میں ارشاد فرمایا من اٰذی مسلماً فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ جس نے
کسی مسلم کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ عزوجل
کو اذیت دی ، یہ حکم عام مسلمانوں کے ذلیل ورسوا کرنے کا ہے اور عالم دین چونکہ مذہبی
پیشوا ومقتدا ہے اس کو ذلیل کرنا اور زیادہ اشد ہوگا ، بلکہ بعض علماء نے ایسے شخص
کی تکفیر فرمائی ہے ، حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے۔ من قال لعالم عویلم یکفر،
جو کسی عالم کو ملا ٹا یا مولویا کہے وہ کافر ہو جائے گا جب صیغہ تصغیر سے پکارنے کا یہ حکم ہے
تو مارنے میں بدرجہ اولیٰ تذلیل وتحقیر ہے ، بیشک ایسے لوگ جنھوں نے عالم دین
کی توہین کی ہے ضرور ایسے ہیں کہ ان سے مقاطعہ کیا جائے اور جب تک توبہ نکریں
اور اس عالم سے معافی نہ چاہیں اس وقت تک بدستور مقاطعہ جاری رکھا جائے اور
امام کا پہلے ان کی نسبت ایسے احکام جاری کرنا پھر ہمسائیگی وقرابت وغیرہ کے خیال سے
ایسے فساق وفجار کی اعانت کرنا اور ان کے ساتھ مواکلت ومشاربت کرنا احکام شریعیہ
سے بے پرواہی وسخت بیباکی وکبیرہ وفسق ہے اور یہ ایسا امر ہیکہ اسکی وجہ سے
بنی اسرائیل کے علماء پر اللہ عزوجل کی لعنت اتری اور انھیں فاسق بتایا گیا اور ایمان
سے خالی ہونا بیان کیا گیا۔ سنن ابن ماجہ میں بروایت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ، ان بنی اسرائیل لما وقع فیھم
النقص کان الرجل یریٰ اخاہ علی الذنب فینھاہ عنہ فاذا کان الغد لم یمنعہ
ما رأی منہ ان یکون اکیلہ وشریبہ وخلیطہ فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض
ونزل فیھم القراٰن فقال لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داود
وعیسی بن مریم حتی بلغ ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی وما انزل الیہ ما اتخذوھم
اولیاء ولکن کثیرا منھم فاسقون قال وکان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم متکئاً فجلس وقال لا حتی تاخذوا علی یدی الظالم فتاطروہ

علی الحق اطرا[1]، وسنن ابی داؤد و ترمذی کے الفاظ یہ ہیں، لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نہتھم علماؤھم فلم ینتھوا فجالسوھم فی مجالسھم و اکلوھم وشاربوھم فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض فلعنھم علی لسان داؤد وعیسی ابن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون قال فجلس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکان متکئاً فقال لا والذی نفسی بیدہ حتی تاطروھم اطرا، جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے ان کے علماء نے منع کیا وہ باز نہ آئے پھر وہ علماء ان کی مجالس میں ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگے اور ایک ساتھ کھانے پینے لگے اللہ تعالیٰ نے بعض کے قلوب بعض کے مشابہ کر دیئے اور داؤد و عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی ان پر لعنت بھیجی یہ اس وجہ سے کہ نافرمانی کرتے اور حد سے گذرتے تھے پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے تھے سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا قسم ہے اسکی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے نجات نہ پائیں گے جب تک ان کو حق پر نہ روکیں، بنی اسرائیل میں جب نقص واقع ہوا اس وقت کوئی شخص اپنے بھائی کو گناہ کرتے دیکھتا تو اسے گناہ سے منع کرتا مگر دوسرے دن یہی اس کا ہم نوالہ ہم پیالہ ہوتا اور میل جول کرتا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک دوسرے کے مشابہ کر دیئے اور ان کے بارے میں قرآن نازل ہوا، اور فرمایا جو بنی اسرائیل سے کافر ہوئے داؤد و عیسیٰ بن مریم کی زبان سے ان پر لعنت کی گئی اور اگر یہ لوگ اللہ و نبی اور اس پر ایمان لاتے جو ان پر اتارا گیا تو ان کو دوست نہ بناتے مگر ان میں اکثر فاسق ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس امام کو معزول کریں کہ فاسق کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھی تو لوٹانا واجب، غنیہ

---

[1] سنن ابن ماجہ ص ۲۸۹ باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر ۱۲ مصباحی

میں ہے۔ فی تقدیمہ تعظیمہ وقد امر باھانتھم شرعاً[1]۔ اور لازم ہے کہ جب تک امام توبہ نہ کرے دوسرے لائق امامت کو امام مقرر کریں اگرچہ وہ امام اول سے علم وعمر میں کم ہو کہ اعلم کو ترجیح اس وقت ہے کہ وہ ضروریاتِ امامت کا جامع ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ مسئولہ حافظ محمد حسین، گندہ نالہ بریلی ۴ جمادی الآخرہ ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم چار پانچ شخص مولود شریف پڑھتے ہیں اور ہم لوگوں کو خوشی دل سے شوق ہے اب یہاں پر چند لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو کہ مولود خوانوں کی مذمت کرتے ہیں اور ان کے پڑھنے کی نقلیں بناتے ہیں اور انکے نام تبدیل کر کر کے رکھتے ہیں، اب ہم کو یہ نہیں معلوم کہ گانڈھوی وہابی لوگ تو دشمن تھے مگر یہ نہیں معلوم کہ اب کونسا فرقہ نکلا ہے کہ جو حضور کے نام لیوا ہیں انکو بر ملا بُرا کہتے ہیں پس ہم کو یہ بتا دیا جائے کہ یہ کون سا فرقہ نکلا ہے اور ان کے واسطے شریعت کیا فرماتی ہے؟

الجواب:۔ کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی بُرا کہنا اس پر طعنہ کرنا اس کی نقلیں کرنا حرام ہے کہ یہ ایذائے مسلم ہے اور ایذائے مسلم حرام، حدیث میں فرمایا من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔ جس نے مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی[2] اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا پہونچائی۔ اور فرمایا۔ لیس المومن بالطعّان

[1] ردالمحتار میں ہے۔ إن فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم إھانتہ شرعاً (ج۱، ص۳۷۶)
غنیہ میں ہے۔ لو قدّموا فاسقاً یاثمون بناء علیٰ أن کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم (ص ۴۷۹)
درمختار میں ہے۔ کل صلوٰۃ أُدّیتْ مع کراھۃ التحریم تجب إعادتھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[2] رواہ الترمذی عن عبد اللہ بن مسعود۔ ج ۲ ص ۱۹ ابواب البر والصلۃ ۱۲ آل مصطفیٰ مصباحی

مومن کی شان طعن کرنا نہیں۔ رواہ الترمذی والبیہقی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرمایا۔ ما احب انی حکیت وان لی کذا وکذا۔ اگر مجھے بہت کچھ ملے جب بھی میں کسی کی نقل نہ کروں۔ رواہ الترمذی عن ام المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امام نووی نے فرمایا کہ نقل کرنا بھی از قبیل غیبت ہے اور غیبت بنص قطعی حرام اور اپنے بھائی مردہ کا گوشت کھانا ہے۔[1] اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الغیبۃ اشد من الزنا۔ غیبت زنا سے سخت تر ہے۔ قالوا یا رسول اللہ وکیف الغیبۃ اشد من الزنا۔ صحابہ نے عرض کی غیبت کیونکر زنا سے سخت تر ہے۔ قال ان الرجل یزنی فیتوب اللہ علیہ وان صاحب الغیبۃ لا یغفر لہ حتی یغفرھا لہ صاحبہ فرمایا کہ آدمی زنا کرتا ہے پھر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور غیبت کرنیوالے کی مغفرت نہو گی جب تک وہی معاف نکرے جس کی غیبت کی ہے، پھر یہ احکام تو ہر اس شخص کیلئے ہیں جو مسلمان کو ایذا پہنچاتا ہے یا اسکی نقل کرتا ہے اور یہاں تو حکم اور سخت ہے کہ اللہ و رسول کے ذکر کرنے والے کو ایذا پہنچائی گئی۔ اور اس کی خاص اس بارے میں نقل کی گئی اسے معافی مانگنا اور توبہ کرنا شرعاً لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ عبدالحکیم صاحب شہر کانپور۔ محلہ مصری بازار مسجد محمد تقی ۲ رجب ۱۳۴۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں زید و قوم زید۔ قوم نور باف کو جو لفظ مؤمن سے معروف ہیں بنظر حقارت و تذلیل بلفظ ''جولاہا'' جو بزبان پنجابی ہندو پارچہ باف کو کہتے ہیں استعمال کرنا خلاف شریعت ہے یا نہیں؟

(۲) ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے منافقت رکھنا کیا حکم رکھتا ہے؟

---

[1] ارشاد ہے۔ لَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ۔ ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ تو یہ تمہیں گوارہ نہو گا۔ پ۲۶ حجرات
مصباحی

الجواب (۱) :- اگر صرف قوم کا بتانا مقصود ہو طعن مد نظر نہو تو حرج نہیں پھر بھی ایسے لفظ سے تعبیر کریں کہ ان کو برا نہ لگے - اور اگر طعن و تحقیر و تذلیل ملحوظ ہو تو حرام حدیث میں فرمایا - لیس المؤمن بالطعان - مومن کی شان یہ نہیں کہ طعن کرنیوالا ہو اور فرمایا - ان اللہ قد اذھب عنکم عُبِّيَّةَ الجاهلية وفخرها بالآباء انما هو مؤمن تقی او فاجر شقی [1] اور صحیح مسلم شریف کی حدیث میں طعن فی الانساب کو امور جاہلیت میں شمار فرمایا، واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) منہ پر کچھ اور پیٹھ پیچھے کچھ یا بغض و حسد رکھنا حرام ہے [2] - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ سلیمان شکرانی برادس قادری رضوی از مقام لبی نیاسا لینڈ برٹس سنٹرل افریقہ -

بعد نماز جمعہ مصافحہ کرنا سنت نبوی ہے یا فرض ہے یا عام رواج پر ؟

الجواب :- مطلقا مصافحہ سنت ہے بعد نماز جمعہ مصافحہ بھی اسی مطلق کا ایک فرد ہے - طحطاوی علی الدر میں ہے - تستحب المصافحة بل هی سنة عقب الصلوات کلها وعند کل لقی ابو السعود عن الشرنبلالیة - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از شہر کہنہ بریلی - ۲۲ محرم الحرام ۸۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مسئلہ ذیل میں - زید بعد نماز عیدین کے معانقہ کرتا ہے - اور بکر اس کو معانقہ سے منع کرتا ہے کہ یہ رسم کفار ہے معانقہ عیدین کے بارہ میں شرع شریف کا کیا حکم صادر ہے ؟

الجواب :- بعد نماز عید معانقہ جائز ہے اگر محل فتنہ نہو، بکر کا قول سراسر

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۸ باب المفاخرۃ والعصبیۃ - ۱۲

[2] حدیث میں فرمایا - لا تباغضوا ولا تحاسدوا، آپس میں بغض و حسد نہ رکھو، رواہ الترمذی عن انس رضی اللہ عنہ ج ۲ ص ۱۵، ایضا مسلم شریف ج ۲ ص ۳۱۵ کتاب البر والصلۃ ۱۲ مصباحی

غلط ہے کہ یہ رسم کفّار ہے اگر کسی موقع پر کفّار کرتے ہوں تو ان کی رسم ہونا کیسے ثابت ہوا ممکن کہ انہوں نے مسلمانوں سے سیکھا ہو اور یوں تو کفّار بھی اپنے تہواروں میں نئے کپڑے پہنتے ہیں خوشی کرتے ہیں انھیں بھی رسم کفّار قرار دیکر عید کے دن حرام کر دیا جائے اس کی کافی بحث مع ثبوت و دلائل رسالہ وشاح الجید میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از پوکرن مارواڑ مدرسہ معینیہ مسئولہ شاہ قمر الدین دھلوی ۲۳ محرم ۴۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین کہ انبیاء علیہم السّلام اور اولیاء اللہ حیات ہیں یا نہیں ؟

(۲) بعد نماز جمعہ و عیدین مصافحہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب (۱) انبیاء علیہم السّلام کا زندہ ہونا اور ان کی حیات حدیث سے ثابت ابن ماجہ کی روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق۔ اور اولیاء کی حیات کلام اولیاء سے ثابت۔ الا ان اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینقلون من دار الی دار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) مصافحہ جائز۔ اور حدیث سے اس کا جواز مطلقاً ثابت۔ نماز کے بعد یا عید کے دن مصافحہ کرنا اسی مطلق میں داخل۔ اپنی طرف سے مطلق کی تقیید باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ از بنگال ۲۱ محرم ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز عیدین عیدگاہ میں مصافحہ و معانقہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب:۔ عید کے دن مصافحہ و معانقہ جائز ہے[1]۔ کما حققہ شیخنا المجدد

---

[1] فتنۂ شہوت کا خوف نہ ہو، اور کپڑوں کے اوپر معانقہ ہو تو یہ بلاشبہ جائز ہے، جس کے جواز پر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی رسالتہ وشاح الجید۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از ہوڑہ محلہ کرسٹان پاڑہ مرسلہ حکیم ابو محمد عبد الرزاق آروی امام مسجد ۳۷۳ ۲۷ صفر ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز پنجگانہ علی العموم مقتدی آپس میں مصافحہ کیا کرتے ہیں اور اس کو بھی ضروری خیال کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ روکنے والے سے جھگڑتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ شامل شامل مسجد میں حاضر ہیں بعد فراغت نماز جماعت مصافحہ کریں اور پہلے سے نہ کریں ایسا اعتقاد کیسا ہے؟

الجواب:۔ مصافحہ بعد نماز جائز ومباح بلکہ بہتر ہے متون میں جواز مصافحہ کو مطلق رکھا اور بغیر دلیل شرعی مطلق کی تقیید نہیں ہوتی، لہذا یہ حکم مصافحۂ بعد نماز کو بھی شامل اسی وجہ سے صاحب درمختار نے اطلاق متون سے مصافحۂ بعد نماز کے جواز پر استدلال کیا فرماتے ہیں۔ اطلاق المصنف تبعا للدرر والکنز والوقایۃ والنقایۃ والمجمع والملتقی وغیرہا یفید جوازہا مطلقا ولو بعد العصر وقولھم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہ[1]۔ مصنف کا اتباع درر وکنز وقایہ ومجمع وملتقی وغیرہا میں مصافحہ کو مطلقا ذکر کرنا یہ فائدہ دیتا ہے کہ وہ مطلق جائز ہے اگرچہ بعد نماز عصر کیا جائے اور بعض فقہا کا بدعت کہنا اس سے مراد یہ ہے کہ یہ بدعت مباحہ وحسنہ ہے

حاشیہ ص ۷ کا۔ ائمۂ دین کا اجماع ہے۔ درمختار میں ہے۔ وکرہ تحریما تقبیل الرجل ومعانقتہ فی ازار واحد وقال ابو یوسف لا باس بالتقبیل والمعانقۃ فی ازار واحد ولو کان علیہ قمیص أوجبۃ جاز بلا کراھۃ بالاجماع، ج ۵ ص ۲۶۹ کتاب الحظر والاباحۃ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] درمختار ج ۵ ص ۲۶۹ کتاب الحظر والاباحۃ۔ ال مصطفیٰ مصباحی

جیساکہ نووی نے اپنے اذکار میں اور دوسرے لوگوں نے دوسری کتابوں میں ذکر فرمایا، حدیقہ ندیہ میں ہے۔ بعض المتاخرین من الحنیفۃ صرح بالکراھۃ فی ذالک ادعاء بانہ بدعۃ مع انہ داخل فی عموم سنۃ المصافحۃ مطلقا۔ حنفیہ میں سے بعض متاخرین نے اس میں کراہت کی تصریح کی اس ادعا سے کہ وہ بدعت ہے حالانکہ یہ سنت مصافحہ کے عموم میں داخل ہے، مجمع البحار میں ہے۔ ھی من البدعۃ المباحۃ۔ مصافحہ بدعت مباحہ سے ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔ قال الشیخ ابوالحسن البکری وتقییدہ بما بعد الصبح والعصر علی عادۃ کانت فی زمنہ والا فعقب الصلوات کلھا کذالک کذا فی رسالۃ الشرنبلالی فی المصافحۃ ونقل مثلہ من الشمس الحانوتی وانہ افتی بہ مستدلا بعموم النص الوارد فی مشروعیتھا وھوالموافق لما ذکرہ الشارح من اطلاق المتون۔ یعنی شیخ ابوالحسن بکری نے فرمایا وران کا نا بعد صبح وعصر" کے ساتھ مقید کرنا بربنائے عادت تھا اس زمانہ میں ان دو نمازوں کے بعد مصافحہ کرتے تھے ورنہ تمام نمازوں کے بعد اس کا حکم یہی ہے جیساکہ شرنبلالی کے رسالہ مصافحہ میں ہے، اور اسی کے مثل شمس حانوتی سے بھی منقول ہے اور یہ کہ انھوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا اس دلیل سے کہ جو نص اسکی مشروعیت میں وارد ہے عام ہے اور وہی موافق ہے اس چیز کے جس کو شارح نے ذکر کیا کہ متون کی عبارتیں اس بارے میں مطلق ہیں۔ الحاصل یہ مصافحہ جائز اور غالباً ان کا جھگڑنا اسی بنا پر ہوگا کہ مخالف سے ناجائز وگناہ بتاتا ہوگا نہ یہ کہ اسکو فرض و واجب جانتے ہوں گے اور جب علماء اس کو جائز بتاتے ہیں اور بعض نے اسے مکروہ کہا اگرچہ اصح قول اوّل ہی ہے پھر دوسرا اگر اس قول کو اختیار نہ کرے تو اوروں کو جو جائز جانتے اور کرتے ہیں، سختی سے منع بھی نہیں کرسکتا، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ مولوی احسان علی طالب علم مدرسہ اہل سنت ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

کتے کو مکان کی نگہبانی کے لئے پال سکتے ہیں یا نہیں؟ اگرچہ شکاری نہ ہو؟

الجواب:- مکان کی نگہبانی کیلئے اگر کتا پالنے کی ضرورت ہو تو پال سکتے ہیں۔
فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ فی الاجناس لاینبغی ان یتخذ کلبا الا ان یخاف من اللصوص
اوغیرھم وکذا الاسد والفھد والضبع وجمیع السباع وھذا قیاس قول ابی
یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کذا فی الخلاصۃ ویجب ان یعلم بان اقتناء الکلب لاجل
الحرس جائز شرعًا وکذلک اقتناءہ للاصطیاد مباح وکذلک اقتناءہ لحفظ الزرع
والماشیۃ جائز، کذا فی الذخیرۃ۔ اجناس میں ہے۔ کتے کو پالنا نہیں چاہیئے مگر
جبکہ چور وغیرہ کا خوف ہو۔ یہی حکم ہے شیر اور بجو اور چیتا اور دیگر درندوں کے پالنے
کا، اور یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول کا قیاس ہے، ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔ اور
یہ جاننا ضروری ہے کہ کتے کا پالنا حفاظت کیلئے جائز ہے، ایسے ہی شکار کیلئے اسکا
پالنا مباح ہے۔ اور اسی طرح کھیتی اور چوپائے کی حفاظت کیلئے پالنا بھی جائز ہے۔
ایسا ہی ذخیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مرسلہ مولوی قادر بخش صاحب از چوہڑ کوٹ تحصیل بارکھان ملک بلوچستان
غرہ جمادی الاولیٰ سنہ ۴۰ھ

(۱) انگریزی خواندن و تعلیم کردن جائز یا نہ بعضے علماء فتوی بکفر می دہند؟

(۲) بعضے آدمی چوں کلمہ طیبہ خوانند اوّل بسم اللہ الرحمن الرحیم گفتہ کلمہ گویند یک دو
ملایاں گفتہ کہ ایں چنین گفتن نشاید۔ بعضے گویند ہیچ پرواہ نہ۔ ہرچہ حکم باشد تحریر فرمایند؟

(۳) بعضے چوں کلمہ طیبہ خوانند بایں لفظ زائد میگویند کہ لا الہ الا اللہ پاک محمد رسول اللہ آیا
بایں لفظ زائد پاک دراعراب ومعنیٰ نقصان شود یا ہیچ حرج نیست؟

الجواب (۱):- از نفس تعلم و تعلیم زبان انگریزی باکے نیست۔ اما بسا اوقات بسبب امر
آخر قباحت رونماید مثلاً صحبت کفار و فجار و تعلم امور خلاف شرع کہ ازیں اسباب عقائد فاسدہ

دردل جاگیرد۔ وبعض وقت از اسلام برطرف شود، فاما اگر ایں چنیں نباشد مضائقہ ندارد واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) قبل کلمہ طیبہ تسمیہ خواندن چرا نشاید، ہیچ سببے نیست کہ منع گردد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) درمیان درجملہ عربی لفظ پاک کہ فارسی است داخل کردن من حیث الترکیب نشاید ومن حیث المعنیٰ خللے ندارد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ مولوی احسان علی طالب علم مدرسہ اہلسنت ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ انگوٹھی سیپ یا بالوں کی بنی ہوئی استعمال کرنا چاہیئے یا نہیں؟

(۲) کسی فقیر یا غیر فقیر سے کوئی شخص مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھائے اور فقیر مصافحہ سے انکار کرے یہ کیسا ہے؟

(۳) دو چھلے ایک جگہ جڑے ہوئے یا صرف ایک چھلا پہننا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) سہرا باندھنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز تو کس قسم کا اور ناجائز تو کس قسم کا جواز میں کوئی حدیث ہے یا نہیں؟

(۵) حرام حمل سے جو بچہ پیدا ہو۔ بوجہ ننگ وعار مار ڈالنا چاہیئے یا نہیں؟

(۶) مسلمان درویش جس کا کلام شرعی اور طریقی تذکرہ سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ کشف اور کرامتیں بھی اکثر ظاہر ہوا کرتی ہیں اور غیروں کو نصیحت بھی کرتا ہے۔ لیکن خود منکرات میں مبتلا۔ بظاہر نماز سے کچھ علاقہ نہیں۔ ایسے شخص سے مرید اور ارادت کرنا چاہیئے یا نہیں اور ان کا اعتقاد بالولایت کرنا چاہیئے یا نہیں۔ اگر ممنوعات چیزیں لانیکے لئے کہیں یا پیسہ طلب کریں تو ان کی بات ماننا چاہیئے یا نہیں؟

الجواب (۱) نہیں چاہیئے تنویر الابصار و درمختار میں ہے۔ ولا یتختم الا بالفضة لحصول الاستغناء بہا فیحرم بغیرھا۔ یعنی انگوٹھی نہ پہنے مگر چاندی کی کہ اس سے

حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ لہٰذا دوسری چیزوں کی انگوٹھی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بلا وجہ شرعی مصافحہ سے ہاتھ کھینچنا اور اس سے مصافحہ نہ کرنا ایذائے مسلم ہے اور حدیث میں ہے۔ من اٰذی مؤمنا فقد اٰذانی۔ جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) چھلا ایک نگ یا دو جڑے ہوئے پہننا مرد پر حرام ہے۔ تنویر الابصار میں ہے ولا یتحلی الرجل بذھب و فضۃ الا بخاتم و منطقۃ وحلیۃ سیف منھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) سہرا باندھنا جائز ہے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِہٖ۔ ہاں وہ سہرا جسمیں نلکیاں ہوتی ہیں۔ جو خاص ہندوؤں میں رائج ہے ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) قتل نفس ناحق حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ جس نفس کو اللہ نے حرام کیا اسے قتل نہ کرو مگر حق کیساتھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) پیر کیلئے چار شرطیں ہیں[1]۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ فاسق معلن نہ ہو۔ اور جب یہ شخص تارک صلوٰۃ و شارب خمر ہے تو ہرگز اسے پیر نہ بنایا جائے اگرچہ اس سے خوارق ظہور میں آتے ہوں اور نہ اس کے کہنے سے ممنوعات کا ارتکاب کیا جائے لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ اور اسے پیسہ بھی نہ دیا جائے کہ شراب خور ہے تو شراب میں بھی صرف کریگا۔ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی

---

[1] اگر ان میں سے ایک شرط بھی کم ہو تو بیعت جائز نہیں۔ وہ چار شرائط یہ ہیں (۱) پیر سنی صحیح العقیدہ ہو۔ (۲) فقہ کا اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی حاجت کے سب مسائل جانتا ہو اور کوئی نئی حاجت درپیش ہو تو اس کا حکم کتاب سے نکال سکے۔ (۳) اس کا سلسلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک صحیح و متصل ہو۔ (۴) فاسق معلن نہ ہو یعنی اعلانیہ کسی کبیرہ کا مرتکب یا کسی صغیرہ پر مصر نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم ال مصطفیٰ مصباحی

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از مرو ہی ٹولہ شہر کہنہ بریلی مسئولہ مسیح اللہ ۲۲ محرم الحرام ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایام محرم الحرام میں اپنے بچوں کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے نام پر فقیر بنانا اور اس کو گود میں لے کر بھیک منگوانا اور سقہ بنانا اور پیک بنانا اور گلے میں پیلا سرخ ڈورا جس کو کلاوا کہتے ہیں پہنانا اور سبز کپڑے رنگ کر پہنانا اور علم اور تعزیہ پر سرخ سبز رومال رنگ کر چڑھانا اور یہ کام لڑکپن سے زندگی بھر تک جاری رکھنا جائز ہے یا ناجائز، اور مٹی کے برتنوں کے منہ پر پیلا سرخ ڈورا باندھ کر شربت بھرنا اور اس پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی فاتحہ دلانا۔ مصنوعی کربلا کو جانا علم اور تعزیہ بنانا اور سینہ کوٹ کر ماتم کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ سوا فاتحہ و ایصال ثواب کے تمام امور ناجائز ہیں۔ فقیر بننا اور بھیک مانگنا ناجائز، بلا ضرورت شرعیہ سوال حرام ہے، حدیث میں اس کی سخت ممانعت آئی۔ سقہ بنانا اور زیور پہنانا بھی حرام ہے، ہاں ایصال ثواب کیلئے کوئی پانی یا شربت پلائے تو یہ کار خیر ہے اور محمود۔ مگر نہ زیور پہنے۔ نہ رنگے ہوئے ہرے کپڑے کہ عشرۂ محرم میں یہ تعزیہ داروں کی علامت ہے اور منع۔ اور پیک بننا بھی بالکل ناجائز و مہمل اور اسکی کمر میں گھنٹیاں باندھنا حرام، حدیث میں فرمایا۔ لا تصحب الملئکۃ رفقۃ فیھا جرس ایسے لوگوں کے ساتھ ملٰئکہ رحمت نہیں ہوتے، کلاوہ پہننا پہنانا بھی ناجائز۔ علم و تعزیہ بنانا ناجائز اور اس پر کپڑے چڑھانا بھی ممنوع، شربت کے گھڑوں پر کلاوہ باندھنا بھی ناجائز۔ یونہیں اس مصنوعی کربلا کو جانا۔ سینہ کوٹنا ماتم کرنا حرام۔ حدیث میں فرمایا لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیۃ۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عمل خیر کی توفیق دے، وہ کام کریں جس سے امامین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روحیں خوش ہوں، نہ کہ بیکار باتوں میں مال ضائع کریں، اور آخرت کا

مواخذہ سر پر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ فقیر شفاء الرحمٰن غفرلہ الرحمٰن مظفر پوری ۲۳ر صفر ۴۲ھ جمعہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محرم میں تعزیہ داری و تخت اٹھانے یا اسی قسم کے گناہ کے کام کے ذریعہ و واسطہ سے اگر ہندو مسلمان میں فساد و خون ریزی ہو جائے اور اس صورت میں کوئی مسلمان کفار کے ہاتھ سے مارا جائے تو آیا یہ مسلمان متوفی درجہ شہادت پائیگا یا نہیں ؟

ایسے ہی اگر ہندؤں کے رسوم و رام لیلا وغیرہ کے اٹھانے میں فساد ہو اور مسلمان مقتول ہوں تو اس کا کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ تعزیہ داری ناجائز و گناہ ہے، اگر قتال و قتل اس کی ترویج کیلئے ہوں تو شہادت نہیں، مگر جب کہ جنگ کا یہ مقصد نہ ہو بلکہ یہ کہ ہمارا مسلمان ہونا کفار پر شاق و گراں اور اس وجہ سے کفار ہم سے لڑیں اور غالبًا۔ اسلام و کفر کے قتال کا مآل یہی ہوتا ہے، اگرچہ ابتداءً کوئی معصیت ہی سبب ہو، تو یہ بلاشبہ شہادت ہے کہ قتل ہونا اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے ہے، ایک صاحب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ کوئی غنیمت کیلئے لڑتا ہے اور کوئی ذکر و شہرت کیلئے لڑتا ہے اور کوئی اس لئے لڑتا ہے کہ اپنا مرتبہ یعنی شجاعت لوگوں پر ظاہر کرے، اس میں سے کون اللہ کی راہ میں ہے فرمایا۔ من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ ۔ جو اس لئے لڑے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو وہ اللہ کی راہ میں ہے۔ رواہ البخاری و مسلم عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ رام لیلا یا اس کے مثال کفریات کی دفع میں مسلمان مارا جائے تو شہید ہے کہ یہ مرنا کفر کے دفع میں ہوا اور دفع کفر اعلاء کلمۃ اللہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ از مدرسہ مظہر العلوم سکندر پور ضلع بلیا ۱۲ر شوال ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ داری اس شخص کیلئے جو اپنے کو حنفی اور سنّی المذہب کہتا ہے۔ شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں اور مجلس ذکر شہادت میں مرثیہ پڑھنا اور شیعوں کی طرح نوحہ کرنا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ تعزیہ داری ناجائز و بدعت ہے، اور ایک نہیں بلکہ بدعات کثیرہ پر مشتمل مرثیے اکثر روافض کے ہیں۔ جو اغلاط و اکاذیب پر مشتمل، بے اصل و بیادر ہوا حکایات کو متضمن، اور بہتوں میں تبرّا بھی ہے، ان کا پڑھنا حرام و نہایت سخت حرام مسلمانوں کو ان سے احتراز لازم، اور نوحہ بھی امور جاہلیت سے ہے، احادیث میں نوحہ کرنے پر شدید وعیدیں آئیں، ہاں جو امور شرع نے جائز رکھے ہیں مسلمان وہ کریں کہ حضرت امامین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایصال ثواب کریں، تصدق کریں روزے رکھیں، اور ثواب ان کا نذر کریں، اور تشبہ روافض سے بچیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ عبداللہ از موضع درو ضلع نینی تال ۱۳ صفر ۱۳۴۱ھ

(۱) تعزیہ بنانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) غیر مقلد اور وہابی رافضی ان لوگوں سے عداوت رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب (۱) تعزیہ بنانا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) وہابی رافضی اور تمام بدمذہبوں سے دور رہنا چاہیئے، یہ ایمان کے دشمن ہیں، دشمن کو دشمن ہی جاننا چاہیئے، اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظٰلمین، اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ، حدیث میں فرمایا۔ ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم، اپنے کو ان سے دور رکھو اور ان کو اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈالدیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ قاسم علی خاں بمقام قصبہ اسلامپور ریاست جےپور ۱۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں پر غیر مقلدین اور وہابی کا بہت بڑا زور شور ہو رہا ہے تو کیا ان لوگوں کے ساتھ کھانے وغیرہ میں شامل رہنا اور ان سے میل محبت رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ ان سے میل جول ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ان کا ہم نوالہ وہم پیالہ ہونا حرام حدیث میں ارشاد ہوا۔ ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم تم اپنے کو ان سے دور رکھو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کریں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈالدیں اور ارشاد ہوا۔ ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم نہ ان کے ساتھ کھاؤ نہ ان کے ساتھ پیو۔ ولا تصلوا معھم ولا تصلوا علیھم نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھو۔ وان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم اگر بیمار پڑیں تو پوچھنے کو نہ جاؤ اور مر جائیں تو انکے جنازہ پر نہ جاؤ غرض سنیوں کو بد مذہبوں سے کوئی علاقہ نہیں اسی میں ایمان کی سلامتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ حکیم حاجی سید نعیم الدین صاحب بہاری حال مقام مانی کاچر ڈاک خانہ مانی کاچر ضلع دھوبڑی ۱۲ر صفر ۴۲ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے حقانی نائب رسول صراط مستقیم کہ غیر مقلدین وہابیوں کا اخبار وکتاب نصیحت اگرچہ اس میں حدیث وآیت قرآن ہو پڑھنا عوام الناس کو جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:۔ بد مذہب کے اخبار وکتب عوام نہ دیکھیں اگرچہ وہ آیات واحادیث بھی لکھیں کہ یہ لوگ اپنی کتابوں، تحریروں میں موقع پاکر ضرور کچھ باتیں اپنی بد مذہبی کی بھی لکھ دیا کرتے ہیں۔ بہت ممکن کہ عامی کے ذہن میں گھر کر جائے اور ہلاک ہو۔ امام ابن سیرین کے پاس دو بد مذہب حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم آپ سے

ایک حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں فرمایا نہ، عرض کی تو کوئی ہم آیت پڑھ کر سنائیں۔ فرمایا
نہ، یا تم اٹھ جاؤ یا میں چلا جاؤں گا۔ وہ دونوں نکل گئے لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی فرمایا
انی خشیت ان یقرءا علی آیۃ فیحرفانہا فیقر ذالک فی قلبی۔ میں ڈرا کہ آیت پڑھ کر
اس کے معنیٰ میں کچھ تحریف کریں اور میرے دل میں گھر کرلے۔ اسی وجہ سے حدیث
میں ایسے لوگوں سے اجتناب تام کا حکم فرمایا ہے، إیاکم وایاہم لا یضلونکم و
لا یفتنونکم۔ تم اپنے کو ان سے دور رکھو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں ایسا
نہ ہو کہ تمہیں گمراہ کردیں اور تمہیں فتنہ میں ڈالدیں۔ نیز ان کی کتابیں وغیرہ اسطرح
پڑھنے میں مصنفین کی وقعت ذہن میں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور بد مذہب کی
توقیر حرام۔ حدیث میں ہے، مَنْ وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام
جو کسی بد مذہب کی توقیر کرے اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔ رواہ الطبرانی
عن عبداللہ ابن بشیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم شرح مقاصد وغیرہ میں ہے
ان حکم المبتدع البغض والاھانۃ والرد والطرد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: ۔ مرسلہ مولوی محمد یوسف صاحب از امرتسر جامع مسجد متصل عیدگاہ ۱۹ ذیقعدہ ۴۰ھ
امرتسر میں انجمن تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے جس کے بانی مبانی مولوی نور احمد
دیوبندی امام مسجد شیخ بڈھا ہیں، باقی ممبر ہر طبقہ کے ہیں اور غزنوی طبقہ بھی ہے
مولوی ثناء اللہ بھی شامل ہے، اور کل اماماں مساجد کو مدعو کیا گیا ہے۔ گو وہابی ہو،
دیوبندی ہو حنفی ہو، اور ہمیں بھی بلایا گیا ہے کیا اس مجلس میں شرعاً شامل ہونا
جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب: ۔ ایسی انجمن جس میں ہر قسم کے بد مذہب رکن ہوں بلکہ بانی انجمن خود
وہابی عقیدہ کا شخص ہو، اس میں شریک ہونا اور ان کے زیر اثر کام کرنا ناجائز ہے،
اہلسنت اپنی الگ انجمن قائم کریں یا کسی سنی انجمن کے ماتحت کام کریں، کہ اس امر کیلئے

سنّی انجمنیں قائم ہوچکی ہیں اور کام کر رہی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ معین الدین ساکن محلہ گندہ نالہ بریلی ۱۹ ذی الحجہ ۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ زید جو کہ وہابیوں کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور میلاد شریف بھی پڑھتا ہے۔ اسی زید نے کہا کہ اذانِ قبر کو ہم نے بریلی میں چند روز سے سنا ہے اور کسی دیگر شہر میں نہیں سنا اس پر ایک شخص سنّی عمرو نے کہا کہ "اور کوئی بیٹی چود جاتا بھی ہے"، اس پر زید نے عمرو سے کہا کہ تو کافر ہوگیا، بعدہ حاضرین نے پوچھا کہ تو نے کس کو گالی دی، عمرو نے کہا وہابیوں کو۔ اس واسطے کہ وہ اذانِ قبر کو جائز نہیں کہتے ہیں تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ عمرو نے جو وہابیوں کو گالی دی وہ کافر ہوا یا نہیں؟ اور زید نے جو ایک سنّی شخص یعنی عمرو کو فتویٰ کفر دیا یہ خود کافر ہوا یا نہیں۔ اگر کافر ہوا تو اسکو تجدید اسلام وتجدید نکاح ضروری ہے یا نہیں؟ (شخص مذکور بالا دونوں جاہل مگر زید قدرے اردو پڑھتا ہے)

الجواب:۔ فحش لفظ زبان سے نکالنا نہ چاہیئے، وہابیہ تو اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دیتے ہیں، اگر مسلمان نے انھیں گالی دی تو کیا برا کیا، مگر یہ ضرور ہے کہ فحش لفظ سے بچے اور یہ عجیب بات ہے کہ جس نے وہابی کو گالی دی تو وہ زید کے نزدیک کافر ہوگیا۔ اور جس نے اللہ اور رسول کو گالی دی زید کے نزدیک مسلمان ہے کہ زید ان کے پیچھے یا ان کو مسلمان جاننے والے کے پیچھے نماز پڑھتا ہے، حالانکہ اکابر علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق فرمایا۔ من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر۔ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے بہر حال زید پر توبہ فرض اور وہابیہ سے قطع تعلق لازم ورنہ ایسے شخص سے میلاد شریف پڑھوانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از گورہٹی ورکس شاپ ڈاکخانہ انگس ضلع ہوگلی مرسلہ تجمل حسین ۲۹ ذیقعدہ ۴۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ آیا اس شخص کیسا تھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا اور سلام و کلام جائز ہے یا نہیں، جو شخص ہر عقائد کو حق سمجھ کر (خواہ وہ عقائد قادیانی کے ہوں یا وہابین یا اہل سنت والجماعت یا روافض کے ہوں) ان مذاہب مذکورہ کے خلاف مذہب والے کے سامنے کہتا ہے ان مذاہب کو، اور کہتا ہے کہ میرے دل میں ایسا نہیں ہے؟ بینوا بسند الکتاب والدلیل توجروا باجر عظیم من حضرۃ الرب الجلیل۔

الجواب: جو شخص تمام مذاہب کو حق جانتا ہے وہ گمراہ ولا مذہب ہے[1] اس کے ساتھ میل جول اوٹھنا بیٹھنا سلام کلام ناجائز۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ[2] واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] تمام مذاہب کو حق جاننا ارشاد رسول کو جھٹلانا ہے۔ صحیح حدیث میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تفرقت الیہود علی اثنتین وسبعین ملۃ وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی (ترمذی ج ۲ ص ۸۹ ابواب العلم) بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائیگی سب کے سب جہنمی ہیں سوائے ایک فرقہ کے۔ صحابہ نے عرض کیا ناجی فرقہ کون ہے فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں ـــــ اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ تمام مذاہب حق نہیں۔ حق صرف ایک مذہب ہے۔ جس کو اہل سنت وجماعت کہتے ہیں۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ در اہل ہفتاد و دو ملت در آتش دوزخ اند و اہل یک ملت در بہشت و آں اہل یک ملت مسمّی بجماعت است از جہت اجتماع ایشاں بر کلمۂ حق بر آنچہ اجماع کردند بر آں سلف کہ براہ راست بودہ اند۔ (اشعۃ اللمعات باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ج ا ص ۱۴۲)
لہٰذا تمام مذہب کو حق جاننا یقیناً گمراہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[2] پ ۱۲ ر ۱۰ سورۂ ھود۔ آل مصطفیٰ مصباحی

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص وہابی ہے۔ یا وہابی کا مرید ہے۔ جس کی تحریروں سے حضور رصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہانت ثابت ہو چکی، باوجود اس کے وہ خود وہابی نہیں وہابی کو برا سمجھتا ہے۔ لیکن پھر بھی اس سے میل جول رکھتا ہے۔ اور اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے؟ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ اگر زید کو وہابیہ کے اقوال کفریہ کی اطلاع ہے، اور باوجود اس کے پھر انہیں مسلمان جانتا ہے اونکے پیچھے نماز پڑھتا ہے، تو اونہیں کے حکم میں ہے، جہاں تک نرمی وآسانی سے اوسے سمجھا سکیں سمجھائیں اور نہ مانے تو اونہیں کے سے برتاؤ اس کے ساتھ بھی کئے جائیں اور ناواقف ہو اور ان کے اقوال کفریہ وعقائد سے خبر نہ ہو تو اسے اس وقت تک جب تک علم نہ ہو اس کے حکم میں داخل نہ کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از رانی کھیت جامع مسجد نینی تال مرسلہ مولوی قاری جلیل الدین صاحب ۱۹ ربیع الثانی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ ایسی انجمن جس کے اندر قادیانی، وہابی، سنی شیعہ بہر نوع جتنے فرق باطلہ بھی ہوں سب شریک ہوں تو ایسی انجمن دینی انجمن کہلانے کے مستحق ہے کہ نہیں۔ اور سنی حنفی لوگ شریک ہوں کہ نہیں؟

الجواب:۔ ایسی انجمن ہرگز دینی انجمن نہیں، نہ اس میں سنیوں کو شرکت جائز بدمذہبوں سے میل جول ناجائز ہے، اور جب شریک ہوں گے تو علاوہ میل جول کے کبھی ان کی تعظیم بھی ہوگی، ان سے تقریر بھی کرائی جائے گی، ردالمحتار میں ہے فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ وقال تعالیٰ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] پ ۷ س انعام

مسئلہ:۔ مسئولہ جناب ولایت حسین صاحب محلہ بہاری پور بریلی ۲۰ شعبان ۱۳۴۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میری لڑکی کے نکاح میں کچھ چند سوال آپس میں ردوبدل کے ہوئے جن میں میرا حقہ پانی پنچایت کر کے بند کر دیا۔ اور چار مہینے تک یہ حکم لگایا کہ تمہاری کچھ نہیں سنی جائے گی، پھر میں نے پنچایت کی اور بہت عاجزی سے ان لوگوں کے سامنے یہ کہا کہ بھائی میری لڑکی کا معاملہ ہے، میری خطا جا بیجا ہوئی ہے اس کو واسطے خدا و رسول کے معاف کر دی جائے، ان لوگوں نے یہ کہا کہ واسطہ خدا و رسول کا ہمارے دلوں سے پہلے ہی اٹھ گیا ہے لہذا چند آدمیوں نے یہ پوچھا کہ بھائی یہ کلمہ تو بہت برا کہا، انہوں نے جواب دیا کہ اگلی پنچایت میں بھی ایک شخص نے واسطہ خدا و رسول کا دیا تھا اسکی بھی نہیں مانی تھی لہذا تمہاری بھی نہیں مانی جائے گی۔ انھیں لوگوں میں سے چند آدمیوں نے توبہ کی خدا ہم کو معاف کرے، اب ایسی حرکت نہیں کریں گے نہ ہم ایسے لفظ کے شریک ہیں مگر ان آدمیوں نے یہی کہا کہ ہم اسی بات کے قائل ہیں۔ جو ہم چار مہینہ تک تم کو بند کیا ہے اب ہم چار مہینہ تک اپنے حکم کے قائل ہیں، بیشتر کوئی بات نہیں سننگے، ان میں چند آدمی امامت کرتے ہیں آیا ان لوگوں کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ جس مسلمان کے سامنے اس کا بھائی اپنی خطاء کی معافی چاہے تو اس پر لازم ہے کہ خطا معاف کر دے، ورنہ حدیث میں نہ معاف کرنے والے کے بارے میں جو وعید آئی ہے اسکا مستحق ہے اور اس کلمہ سے یہ لوگ توبہ کریں ورنہ اہل برادری انکا حقہ پانی بند کر دیں اور ان کو امامت سے معزول کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ عبد الغنی ساکن فتح گنج غزلی ضلع بریلی ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۴۰ھ

علماء دین شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کیا فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے لوگوں کو روزہ نماز کیواسطے کہا کہ تم لوگ نماز روزہ کیوں نہیں رکھتے اگر تم لوگ اس

کام کو کرو تو چھوٹے بڑے سب کریں، اس پر ان لوگوں نے کہا کہ تم کوئی پارسا ہے یا پرہیزگار، جو ہم لوگوں کو ہدایت کرتا ہے۔ اس پر اس شخص سے ۵۰ روپئے تاوان کا لیا ہے اور الزام یہ لگایا ہے کہ تم نے ہم لوگوں کو گالی دیا ہے اس کا تاوان ہے اور کچھ لوگ نشہ پیتے ہیں، ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ جو لوگ نماز روزہ کے پابند نہیں ہیں ان پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور صوم وصلاۃ کی پوری پابندی کریں، کہ نماز و روزہ کے ترک کرنیوالے بہت سخت گنہگار و مستحق غضب جبار ہیں اور جرمانہ لینا ناجائز ہے وہ روپئے واپس کریں بحرالرائق میں ہے۔ والتعزیر بالمال منسوخ، اگر واقعی اس شخص نے گالی دی ہے تو ان لوگوں سے معافی چاہے، ورنہ حق العبد میں گرفتار رہے، اور جو لوگ نشہ کا استعمال کرتے ہیں اسے ترک کریں، اور توبہ کریں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ جومی موضع ساری پور ضلع بریلی

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص موسوم جھنگے مسلمان ذم نورباف نے جو ایک عورت کو بلا نکاح کئے ہوئے تین برس سے اپنے گھر میں جورو بنا کر رکھا ہے، آیا از روئے شرع شریف اس عورت کو بلا نکاح کئے ہوئے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ حرام حرام سخت حرام ہے[1] اس پر لازم ہے کہ فوراً عورت سے علیحدہ ہو جائے اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ حاجی عبد اللطیف ایوب از ٹمرنی ضلع ہوشنگ آباد ۵ ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سونے کے بٹن بغیر زنجیر کے

---

[1] جتنی قربت ہوئی سب زنا خالص، اس سے جو اولاد پیدا ہوگی ولد الزنا ہوگی، واللہ تعالیٰ اعلم منہ آجی

پہننا جائز ہے یا نہیں۔ اگر گم ہونے کے خوف سے سوت یا ریشم کا ڈورا پیرو کر پہننا درست ہے یا نہیں۔؟

الجواب:۔ سونے کے بٹن بغیر زنجیر کے جائز ہیں[1] اور اس میں ڈورا لگانا بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ حافظ عبدالمجید خاں صاحب از موضع مسنہ ڈاکخانہ ندواسرائے ضلع اعظم گڈھ۔ ۹ رمحرم الحرام ۱۳۴۱ھ

مردے کیواسطے طالب العلم کو دعوت کھانا کھلا کر قرآن شریف پڑھانا یا بخشنا امام صاحب کے نزدیک جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب:۔ میت کو ایصال ثواب جائز، فقراء وطلبہ کو کھانا کھلانا اور قرآن پڑھوا کر ثواب پہنچانا بھی جائز، مگر اجرت پر قرآن مجید پڑھوانا خواہ اجرت پیشتر طے ہو جائے یا وہاں ایسا دستور ہو، دونوں صورتیں ناجائز، کہ المعروف کالمشروط۔ رد المحتار میں ہے والحاصل ان اتخاذ الطعام عند قرأۃ القرآن لاجل الاکل یکرہ وفیہا من کتاب الاستحسان وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا، وھوتعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ ظفر علی خاں رضوی محلہ قرولان بریلی ۲۱ رمحرم الحرام ۱۳۴۱ھ

ماموں اور بھانجے کی ایک ساتھ ایک وقت میں مسلمانی کرانا منظور ہے اس میں عورتوں کو اعتراض ہے، لہذا اس معاملے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے آگاہ فرمائیے؟

الجواب:۔ ماموں اور بھانجے کے ایک ساتھ ختنہ کرنے میں شرعا کوئی ممانعت نہیں، عورتوں کا اعتراض غلط ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] درمختار میں ہے۔ وفی التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لا باس بازرار الدیباج والذھب (ج ۵ ص ۲۵۰ کتاب الحظر والاباحۃ)۔ مصباحی

مسئلہ:۔ مسئولہ جناب محمد ظہور الحق صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ موضع سچھورہ ضلع علی گڈھ ۵ رذو الحجہ ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سود خوار کے یہاں کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ خواہ پابند صوم و صلوٰۃ ہو یا نہ ہو ؟

الجواب:۔ اگر وہ شئ جو کھانے کے لئے لائی گئی معلوم ہے کہ یہ حرام ہے تو اسکا کھانا حرام، ورنہ حرام نہیں، امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ۔ مگر سود خوار اس کے یہاں کھانے سے اجتناب ہی چاہئے[1] واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از ضلع فرید پور پوسٹ نربا قاضی صاحب کا آفس مرسلہ محمد مبارک علی ۷ رصفر ۴۳ھ

مریدان شیفتہ حال و طالبان سوختہ بال بارادہ تعظیم و تحیت بجائے سلام مسنون سر بہ پیش شیخ خود بنہند، ایں فعل بحسب شریعت و طریقت چہ حکم دارد جائز است یا نہ ؟

الجواب:۔ سجدۂ تحیت دریں شریعت حرام است بلکہ بقصد تعظیم مجرد انحنا تا حد رکوع ممنوع و ناروا۔ قال رجل یا رسول اللہ الرجل یلقی اخاہ او صدیقہ اینحنی لہ قال لا[2] وھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ فقر ۱۸ رصفر ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بالصفا صابون و ہڑتال سے بال اڑانا جائز ہے یا نہیں ؟

---

[1] خصوصًا عالم دین کو، کہ اسی میں شرعی مصلحت ہے تاکہ سود خوار کی زجر و توبیخ ہو، اور مسلمانوں کی نگاہ میں اس کے فعل کی تقبیح ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[2] وگفت امام علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ در حدیقۂ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ۔ الانحناء البالغ حد الرکوع لا یفعل لأحد کالسجود ۱۲۔ مصباحی

الجواب:۔ موئے زیرناف وغیرہ جہاں کے بال دور کرسکتے ہیں ایسے مقام کے بال ہرتال چونا یا صابن سے اوڑا سکتے ہیں[1]۔ علمگیری میں ہے۔ ولو عالج بالنورۃ فی الحانۃ یجوز کذا فی الغرائب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ مولوی ولی الرحمٰن پوکھریروی مظفرپوری ۲۰ صفر المظفر ۴۳ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ روضہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایسا اگر کوئی شخص ہندوستان میں اس غرض سے بنادے کہ اسکو ہمیشہ دیکھ کر یاد آوے کہ روضہ مبارک ایسا ہے اور اس میں قبر شریف نہ بنائی جائے صرف مکان روضہ ہو ایسا بنانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۲) روضہ مبارک کا نقشہ ہندوستان میں بنا کر کے آپ کا ریش مبارک یا نعلین مبارک یا جبہ اقدس رکھکر زیارت کرنا اور اس کا بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب:۔ روضۂ منورہ کی صحیح نقل بنا کر بقصد تبرک رکھنا جائز ہے[2] جس طرح

---

[1] موئے زیرناف کو مونڈا جائے یا کترا جائے یا ہرتال، چونا، صابن، نورہ، وغیرہ لگا کر صاف کیا جائے۔ سب صورتیں جائز ہیں۔ مقصود اس جگہ کی نظافت ہے۔ مگر مردوں کیلئے مونڈنا افضل ہے۔

امام نووی خمس من الفطرۃ والی حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔ الافضل فیہ الحلق ویجوز بالقص النتف والنورۃ۔ عالمگیری میں ہے۔ (شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸ باب خصال الفطرۃ) الافضل ان یسلم اظفارہٗ ویحلق عانتہٗ۔ اور عورتوں کیلئے قول اسلم یہ ہے کہ نوجوان عورت کیلئے نتف (اکھیڑنا) اور عمر رسیدہ کیلئے حلق (مونڈانا) افضل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[2] شرع مطہر میں جاندار کی تصویر حرام ہے اور غیر جاندار کی تصویر جائز۔ جس طرح ذی روح کی تصویروں کی حرمت یقینی ہے یوں ہی غیر ذی روح کی تصویروں کا جواز اجماعی۔ بکثرت حدیثیں اسکے جواز کی تصریح فرماتی ہیں،

کاغذ پر اسکا فوٹو بہت سے مسلمان رکھتے ہیں۔ یوہیں اگر پتھر وغیرہ کی عمارت بنائیں تو اس میں اصلا حرج نہیں، جانور کی تمثال حرام وناجائز ہے، غیر ذی روح کی تصویر میں کوئی قباحت نہیں، نقشۂ نعلین مبارک کو ائمہ وعلماء جائز بتاتے اور اس کے مکان میں رکھنے کو سبب برکت جانتے، شبیہ روضہ کا بھی وہی حکم ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب [۲] :۔ تبرکات شریفہ اس میں رکھنا اور ان کی زیارت کرنا اور بوسہ دیناسب جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از ملوکپور بریلی مسئولہ مولوی عبد المجید طالب علم مدرسہ منظر اسلام، ربیع الاول ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ سوائی پیغمبر اور اصحاب کے کوئی بزرگان دین کو حضور پرنور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قدس سرہٗ کہنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تب کس صورت پر جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ لفظ ”اعلیحضرت“ و ”حضور پرنور“ انبیاء کرام علیہم السلام یا صحابۂ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ خاص نہیں، نہ عرفاً خاص نہ شرعاً۔ حضرت اور حضور کا لفظ تو بہت عام ہے اب اگر کسی معظم دینی کو اعلیحضرت کہا یا حضور پرنور کہا، تو اسے نبی یا صحابہ کے کسی خاص وصف میں شریک کرنا نہوا۔ بلکہ ان تمام لوگوں میں جنھیں حضرت یا حضور کہا جاتا ہے اسے بڑا مانا اور اسمیں اصلاً حرج نہیں بلکہ معظمان دین کو عظمت کے ساتھ ذکر کرنا چاہئے بلکہ قرآن مجید تو مطلقا مؤمنین کے لئے فرماتا ہے۔ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ تمہیں اعلیٰ ہو اگر مؤمن ہو، یوہیں ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ یا ”قدس سرہٗ“ بھی

بقیہ حاشیہ صـ۲۵ کا۔ روضۂ منورہ، نعلین مبارک کے نقوش وتصاویر وتماثیل بھی اسی جواز اجماعی میں داخل جس کے جواز میں اصلاً کلام نہیں، بہت سے علمائے کرام، علمائے اعلام اور اکابر دین وبزرگان معتمدین نے روضۂ مبارکہ ونعلین اقدس کے نقشے بنائے اور ان کی تعظیم اور ان سے برکتیں حاصل کیں۔ (تفصیل کیلئے زرقانی علی المواہب، جذب القلوب، فتاویٰ رضویہ وغیرہ کا مطالعہ کریں) واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

صحابہ کرام کے ساتھ خاص نہیں۔ صاحب ہدایہ کے تلامذہ نے ان کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ جا بجا کہا ہے، بہت سے مواقع میں ہدایہ کے ہے قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور اس سے مراد خود صاحب ہدایہ ہیں۔ قرآن مجید نے صحابۂ کرام کے متبعین کو بھی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہا ارشاد فرمایا۔ السابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: ۔ از محلہ ذخیرہ بریلی مسئولہ منشی شوکت علی صاحب ۲۶ ربیع الاول شریف ۴۳ھ

کیا حکم ہے علمائے اہلسنت والجماعت کا اس مسئلہ میں کہ بیری کی کڑیاں مکان میں ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ۔ عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں، شاید لوگ یہ سمجھتے ہوں گے کہ بیری کی لکڑی قبر میں ڈالی جاتی ہے تو مکان میں لگانا شگون بد ہے۔ اگر ایسا خیال ہے تو وہم فاسد وجہالت ہے، کوروں کے تختے قبر میں لگاتے ہیں تو اسکی کڑیاں بھی نہ ڈالیں ایسے اوہام قابل اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: ۔ مولوی شفاء الرحمٰن طالب العلم مدرسہ منظر اسلام ۶ ربیع الآخرہ ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں حامی سنت وماحی بدعت علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندو بنئے کے گھر کی بنائی ہوئی شیرینی (یعنی مٹھائی) سے میلاد شریف ونیاز بزرگان دین جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ۔ کفار ہنود کی بے احتیاطیاں کون نہیں جانتا نہ ان کے یہاں نجاسات سے اجتناب ہے نہ اصول طہارت سے واقف، مگر معاملہ طہارت ونجاست میں مجرد اوہام کا اعتبار نہیں، اصل طہارت ہے جب تک نجاست کا یقین نہو کسی خاص شئی میں حکم نجاست نہو گا۔ محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ۔ مگر ان ملیچھوں کی یہاں

کے کھانے شیرینی وغیرہ سے جہاں تک ممکن ہو اجتناب ہی چاہیئے خصوصا مجلس میلاد شریف اور فاتحہ میں ان کے ہاتھ کی بنائی ہوئی مٹھائی سے پرہیز وگریز کرنا چاہیئے، ہر چیز پر فاتحہ ہو سکتی ہے پلاؤ وغیرہ روٹی گوشت چاول ان سب پر فاتحہ ہو سکتی ہے اور اگر میٹھی ہی چیز چاہیں تو بلا تکلف ہر شخص کے یہاں حلوا تیار ہو سکتا ہے اس پر نیاز دلائیں یا چھوہارا کھجور اور دیگر پھلوں پر فاتحہ دیکر تقسیم کریں ہندو کی یہاں کی مٹھائی کیوں خریدیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از بریلی شہر کہنہ محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ عزیز احمد خانصاحب ۵ ربیع الآخر ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ دو تحریکوں میں سے (جو ذیل میں درج ہیں) کس میں مسلمانوں کی شرکت جائز ہے۔ اور کس میں ناجائز، اگر ناجائز ہے تو گناہ کی نوعیت کیا ہے، اور نمایندگان قوم کے سلسلہ مخالفت و روک تھام کے کیا فرائض ہیں۔ (تحریک بوائے اسکاوٹ)

یہ تحریک ابتداً مغربی ممالک سے شروع ہوئی۔ اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ طلباء میں ورزش اور اصول صحت کا شوق پیدا کیا جائے۔ اور تھوڑی سے ابتدائی فوجی تعلیم دیکران کو چند ایسے ضرور کام سکھلائے جائیں۔ جوان کو آئندہ زندگی میں کار آمد ثابت ہوں اوران کمزوریوں سے بچایا جائے جو موجودہ تعلیم کی لوازمات ہیں۔ اس اصول کو مدنظر رکھکر اس تحریک کے تین وعدے اور دس قانون مندرجہ ذیل ہیں۔

(اسکاوٹ کے عہد)

(۱) میں از روئے قسم عہد کرتا ہوں کہ خدا اور اپنے بادشاہ اور ملک کی خدمت بدل وجان بجالاؤں گا۔

(۲) عوام الناس کی امداد پر کمربستہ رہوں گا۔

(۳) اسکاوٹ کے قوانین کی پابندی کروں گا۔

آئین مذکورہ

(۱) اسکاوٹ کی عزت پر بھروسہ کرنا چاہئیے۔ (۲) اسکاوٹ بادشاہ کا وفادار افسران و والدین کا مطیع وفرماں بردار اور ملک کا خیرخواہ ہوتا ہے۔

(۳) اپنے عہد کو مفید ثابت کرنا اور دوسروں کی امداد بہی اسکاوٹ کا عین فرض ہے

(۴) اسکاوٹ ہر شخص کا خیرخواہ اور آپس میں بھائی ہوتا ہے بلاتصور ملت و مذہب۔

(۵) اسکاوٹ نہایت مہذب اور خلیق ہوتا ہے۔ (۶) اسکاوٹ جانوروں کو بھی عزیز رکھتا ہے۔ لیکن شکار و خوراک سے باز نہ آویگا اور موذی جانوروں کو دفع کرے گا۔

(۷) اسکاوٹ اپنے والدین۔ پرول لیڈر۔ اسکاوٹ ماسٹر کے احکامات کو بسر وچشم بجالاتا ہے۔

(۸) اسکاوٹ ہر حالت میں سدا خوش وخرم اور خندہ پیشانی رہتا ہے۔

(۹) اسکاوٹ کفایت شعار ہوتا ہے۔ (۱۰) اسکاوٹ نہایت صفائی پسند ہوتا ہے

اس تحریک نے جن جن ممالک میں ترقی کی، وہاں نہایت بارآور۔ اور نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ اور یہی وجہ اس کی عام مقبولیت کی ہوئی۔ جب یہ تحریک ہندوستان پہنچی تو اس کو مفید اور کارآمد دیکھ کر اہل ہنود نے اس کا خیرمقدم کیا۔ مگر فوراً اس کی شدھی کرلی اور "سیوا گنتی بوائے اسکاوٹ" اس کا نام رکھدیا۔ اور اس کی آڑ میں شدھی اور سنگٹھن کے مقاصد پورا کرنے کیلئے مسلمانوں کو بھی دعوت شرکت بہت ذوق وشوق سے دینا شروع کردی۔ کچھ بھولے بھالے مسلمان شریک بھی ہوگئے۔ منجملہ دیگر اصولات کے اس تحریک کے خاص اصول مذکورہ ذیل قابل غور ہیں۔

(۱) یہ کہ اسکی تنظیم فوجی نمونہ پر رکھی گئی ہے۔ فوج کا ایک جھنڈا ہوتا ہے۔ "سیواستمی بوائے اسکاوٹ" کا جھنڈا بالکل ہندو عقاید کے موافق بنایا گیا ہے۔ جس کا نمایاں نشان سَتیہ ہے۔ جس کو مسلمانوں نے اکثر ہندو مکانوں پر بنا ہوا دیکھا ہوگا جس کی شکل یہ ہے۔ 卐

(۲) ہر اسکاوٹ کو جو سیوا سمتی میں شریک ہوگا اس جھنڈے کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہوگا
(۳) یہ کہ اس جھنڈے کو "آریہ انداز" سے سلام کیا جاتا ہے یعنی دونوں ہاتھ جوڑ کر ماتھے سے لگا کر، گردن کو جھکا کر بجنسہ اسی طرح کہ جیسے ہندو اپنی بتوں کو مندروں میں ونڈوت کرتے ہیں۔
(۴) روزانہ تعلیم کے اول و آخر ایک دعا، سب ملکر پڑھتے بلکہ گاتے ہیں کہ جو ٹھیٹھ سنسکرت میں ہے۔ جس میں ہند کی دیوی کی مدح سرائی کی گئی ہے۔ اس دعا، کا نام "بندے ماترم" رکھا گیا ہے۔ جو عرصہ تک انقلاب پسندوں کا خاص راگ رہا ہے
(۵) ہر روز بعد اختتام کام باآواز بلند "بھارت ماتا کی جے" پکاری جاتی ہے۔
(۶) اس کا تمام انتظام ہندی میں رکھا گیا ہے۔ وعدے۔ قانون، لکچر، اسپیچ ایڈریس، نوٹس، وغیرہ سب ہندی میں ہے۔ تاکہ اردو زبان کے مقابلہ میں ہندی زیادہ رواج پا جاوے۔
(۷) اس تحریک "سیوا سمتی بوائے اسکاوٹ" کی آڑ میں ہندو سنگٹھن کے تمام مقاصد پورے کئے جاتے ہیں۔
(۸) اس تحریک کے اصول کے موافق ایک زندہ شخصیت بطور نمونہ پیش کی جاتی ہے جس کو چیف اسکاوٹ کہتے ہیں، اور جس کی تقلید اخلاقیات و سیاسیات و عقائد میں ہر اسکاوٹ پر فرض ہوتی ہے۔ چنانچہ "سیوا سمتی بوائے اسکاوٹ" تحریک میں بہترین نمونہ اور مثال مسلمانوں کے قدیمی کرم فرما۔ شدھی کے حامی اور سنگٹھن کے بانی پنڈت مدن موہن (مالوی) مقرر کئے ہیں، جن کی پیروی و اتباع ہر اسکاوٹ پر فرض ہے

"ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا"

امور مذکورہ بالا میں شرکت دینا ہر اسکاوٹ کے واسطے خواہ وہ مسلم ہو یا عیسائی ضروری و لازمی ہے۔ یہ تحریک اس وقت تمام انگریزی مدرسوں میں نہایت سرعت

وسرگرمی کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ اور مسلمانوں کو شریک ہونے کی خاص کوششیں ہو رہی ہیں۔ اس وجہ سے یہ مسئلہ علمائے کرام و نمایندگان قوم کی خاص توجہ کا محتاج ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: — اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ ہر مسلم کا فرض اہم و اعظم اصول اسلام کی پابندی ہے۔ اسی پر ہر فلاح و نجاح ترقی و عزت موقوف۔ مسلمانوں نے جو کچھ ترقیاں کیں اسلام ہی کے سایۂ عاطفت میں رہکر کیں۔ اور جتنا اسلام کا ساتھ چھوڑا اسی قدر پستی میں گرتے گئے۔ قرآن مجید کا ارشاد کریم ہے۔ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ[1] مسلمان اگر اپنی ترقی چاہتے ہیں تو احکام اسلام کے پابند ہو جائیں، اور کفار کا پس رو و متبع بنکر مسلمان کیوں کر ترقی کر سکتا ہے۔ کافر کب چاہیگا کہ مسلمانو کو فروغ ہو قرآن عظیم فرماتا ہے۔ لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا[2] — کفار تمہیں نقصان پہنچانے میں کمی نہ کریں گے۔ ودوا ما عنتم۔ ان کی تو آرزوئے دلی یہ ہے کہ تم مشقت میں پڑو۔ ان تعلیموں کو پس پشت ڈال کر فرزندان اسلام کو جو مصیبتیں اٹھانی پڑیں وہ دنیا نے دیکھیں مگر لیڈران اب بھی اسی لکیر کو پیٹتے ہیں اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے سے اب بھی باز نہیں آتے۔ بالجملہ جو تحریک اٹھائی جائے اس میں سب سے پہلے اس امر کا لحاظ ضرور ہے کہ اصول اسلام کے مخالف نہو کہ اگرچہ بظاہر اس میں بہت کچھ نفع نظر آتا ہو مگر جب خلاف شرع ہے تو انجام ہمیشہ خراب ہوگا اور بجائے نفع، نقصان ہوگا۔ اسکاوٹ کے عہد میں یہ شرط ضرور ہونی چاہئیے کہ جہاں تک اسلام اجازت دیگا کہ گناہ میں کسی کی اطاعت نہیں۔ لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ اس کے قوانین کا نمبر اول قبیح ہے مسلمان کو خدا ہی پر بھروسہ چاہئیے نہ کہ اسکاوٹ کی عزت پر وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ[3]

---

[1] پ ۴ آل عمران۔ [2] پ ۴ س آل عمران رکوع ۳۔ [3] پ ۱۳ س ابراہیم رکوع ۱۴۔ مصباحی

نمبر ۲ - یں بھی وہی شرط چاہئے - نمبر ۴ یں بلا امتیاز ملت اخوۃ قائم کی ہے -
حالانکہ اخوت صرف مسلمانوں یں ہوگی مومن و کافر یں اخوت کیسی، قرآن عظیم بصیغۂ
حصر فرماتا ہے - اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ [1] قواعد اسکاوٹ یں ان امور کی ترمیم کیطرف
ضرور لحاظ چاہئے کہ یہ باتیں خلاف شرع ہیں - دوسری تحریک سیوا سمتی سے
نامزد کی گئی اس یں مسلمانوں کو شریک ہونا حرام حرام سخت حرام کہ یہ کفریات
وضلالات پر مشتمل ہے خاص ہندوؤں کی وضع کا جھنڈا کہ یہ ان کے شعار سے ہے
یہی پتا دے رہا ہے کہ یہ خاص ہنود کی جماعت ہے - اور ایسی جماعت یں مسلمان کا
منسلک ہونا ہنود کے جھنڈے کے نیچے آنا اور کام کرنا اور اس کا حامی بننا کب روا
ہو سکتا ہے - پھر ہندوؤں کی طرح اس کے آگے سرخم کرنا اور ڈنڈوت کرنا تشبہ
بہنود ہے - اور حدیث یں فرمایا - من تشبہ بقوم فھو منھم - اور سنسکرت
زبان یں وہ مدح سرائی اور وہ بھی ہند کی دیوی کی - یہ بھی خاص کفار کا طریقہ ہے
بلکہ کفر ہے اور کچھ بعید نہیں کہ اس یں دیگر الفاظ کفر بھی ہوں اور نہ سہی تو یہ دیوی
کی مدح سرائی کیا کفر نہیں - اور جے بولنا بھی خاص ہنود ہی کا شیوہ ہے - اور وہ
بھی بھارت ماتا کی کہ یہ تو ہندوؤں ہی کی ماتا ہوگی - اور سب سے شدید واشد
خباثت یہ کہ اس کی آڑ یں ہندو سنگھٹن کے مقاصد پورے کرنا اس کا کام ہے
اور اس کے اہم مقاصد یں ہنود کا باہم اتحاد اور مسلمانوں پر ان کا تسلط اور مسلمانوں
کو مرتد بنانے کی کوشش وغیرہ وغیرہ ہے اور چونکہ یہ سیوا سمتی ہندوؤں سے خصوصیت
رکھتی ہے اسلام و مسلمین سے ادنیٰ تعلق منظور نہیں اس وجہ سے ہندوستان کی
موجودہ زبان اردو جسے ہندوؤں نے مسلمان کی زبان سمجھ رکھا ہے ترک کردی
اور زبان بھی وہی جاری کرنا چاہتے ہیں جو خالص ہندو زبان ہے اور جب اس کا
مقصد پوشیدہ ہندو سنگھٹن کو کامیاب کرنا ہے تو یہ بالکل کفر کی مشین ہے -

اور مسلمانوں کو اس میں شریک ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کفار کو خاص ان کے مذہب باطل کی ترویج میں اعانت دیتے ہیں قرآن کریم تو اعانت علی الاثم کو حرام فرماتا ہے۔ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔[1] اور بے شک اعانت علی الاثم اثم ہے یوں ہیں اعانت علی الکفر بھی کفر۔ خلاصہ یہ کہ اس کے قوانین از اول تا آخر سراسر باطل اور اسلام کے بالکل مخالف، اب بھی سب کچھ دیکھکر مسلمانوں کی آنکھیں نہ کھلیں اور نافع و مضر دوست و دشمن میں تمیز نکریں تو سوا اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ان میں اسلامی احساس نہ رہا اور اپنے تراشیدہ خیالات کا نام اسلام رکھ لیا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ:۔ از بنارس تھانہ جیت پورہ محلہ ناگ مرسلہ محمد یوسف ۱۹ ؍ جمادی الاولیٰ ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر دو شخص ہیں جس میں زید کچھ اردو فارسی پڑھا لکھا ہے بکر محض ان پڑھ ہے حتی کہ حروف شناس تک نہیں ہے زید و بکر دونوں وعظ و نصیحت کیا کرتے ہیں اور بدن و سر کو جبہ و دستار عربی سے مزین کرتے ہیں۔ آیا مذکورہ بالا شخصوں میں سے کس کو وعظ و نصیحت و جبہ و دستار کی ازروئے شرع شریف کے اجازت ہو سکتی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ وعظ گوئی کیلئے علم درکار ہے، بے علم سے کیا توقع کہ صحیح مسائل بیان کرسکے بلکہ صحیح کو بھی غلط پیرایہ میں ادا کرکے غلط کردے گا۔ پھر ایسے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب ان سے مسائل پوچھے جائیں تو یہ نہ کہیں گے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس میں اپنی سبکی سمجھتے ہیں اور لوگوں کے سامنے اپنے خیال میں سمجھتے ہیں کہ ہمارا بے علم ہونا ظاہر ہو جائے گا۔ لہذا الٹا سیدھا جو جی میں آیا کہدیا۔ حدیث میں ہے اتخذ الناس رؤسا جہالا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔ اگر ان کو وعظ گوئی کا شوق ہے تو پہلے علم حاصل کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] پ ۶ س مائدہ۔ مصباحی

مسئلہ:۔ مسئولہ مولوی شفاء الرحمٰن طالب العلم مدرسہ اہلسنت بریلی ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک مسلمان درویش شرعی اور طریقی تذکرہ سے بھرا ہوا ہے کشف اور کرامتیں بھی اکثر ظاہر ہوتی ہیں، اور غیروں کو نصیحت بھی کرتا ہے۔ لیکن خود مسکرات میں مبتلا، بظاہر نماز سے کچھ علاقہ نہیں۔ ایسے شخص سے مرید ہونا چاہئے یا نہیں۔ اگر وہ ممنوعات چیزیں لانے کیلئے کہے یا پیسہ طلب کرے تو اس کی بات ماننا چاہئے یا نہیں۔؟

(۲) دستور ہے کہ ہندو مسلمان کے درمیان وطن وجواری علاقہ کیوجہ سے راہ ورسم لین دین کھانا پینا ہوتا ہے، ایسی حالت میں ہندو کے گھر سے کچھ غلہ کی بیج بلاقیمت لاکر اپنے کھیت میں بونا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ (۱) جب مسکرات کا استعمال کرتا ہے تو اس سے بیعت ناجائز ہے، کہ عدم فسق بالاعلان شرط بیعت ہے، اور خوارق کا ظہور اسے ولی اللہ نہ کردے گا۔ اس کے کہنے سے نہ ممنوعات کا مہیا کرنا جائز، نہ اس لئے اسے پیسہ دینا روا۔ لاطاعة للمخلوق فی معصیة الخالق ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ہندو سے غلہ لیکر اپنے کھیت میں بونا تو جائز ہے۔ مگر اس سے اتنا میل جول کہ کھانے پینے میں شرکت ہو ناجائز۔ حدیث میں ہے۔ لا یترأ ای نارا ھما۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از بریلی محلہ سوداگران مرسلہ سید قناعت علی صاحب امین جماعت رضا مصطفیٰ ۱۲ / شعبان ۱۳۴۳ھ

علمائے اہلسنت کی خدمت میں گذارش ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مطابق عقائد اہلسنت وجماعت مع ثبوت آیات وحدیث مرحمت فرمادیں؟

(۱) جو مسلمان ہو کر یہ کہے کہ اللہ ورسول چاہیں تو میرا یہ کام ہو گا وہ مسلمان ہے یا نہیں؟

(۲) جو مسلمان ہو کر بزرگان دین جو قبروں میں ہیں۔ ان کا وسیلہ لیتا ہے اور ان کو پکارتا ہے، ان سے مرادیں منگواتا ہے، اس عقیدہ سے کہ یہ اللہ کے پیارے ہیں۔ اللہ ان کی سنتا ہے اور قبول کرتا ہے وہ مسلمان اللہ و رسول کے نزدیک مسلمان ہے یا نہیں ؟

(۳) وسیلہ اللہ و رسول کا کیا حکم ہے ؟

(۴) علم غیب کس کو کہتے ہیں ؟

(۵) جو مسلمان ہو کر نبی و لی کو علم غیب کا بتاتا ہے جیسے کہ اللہ کو ہے۔ وہ مسلمان اللہ و رسول کے نزدیک مسلمان ہے یا نہیں ؟

(۶) جو مسلمان ہو کر یہ عقیدہ کر رکھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات ہو گئی وہ اللہ و رسول کے نزدیک مسلمان ہے یا نہیں ؟

(۷) جو مسلمان ہو کر یہ کہے کہ میں صرف قرآن کو مانتا ہوں، حدیث سے انکار کرتا ہوں، وہ مسلمان اللہ و رسول کے نزدیک مسلمان ہے یا نہیں ؟

الجواب (۱): یوں کہنا بہتر ہے کہ اللہ چاہے پھر اوسکا رسول، کہ حدیث میں یوہیں تعلیم فرمائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لاتقولوا ماشاء اللّٰہ وشاء فلان ولکن قولوا ماشاء اللّٰہ ثم شاء فلان ۔ مگر سوال میں جو مذکور ہے اوسطرح کہنے سے بھی شرک وکفر لازم نہیں کہ مسلمان ہرگز اللہ و رسول کو برابر نہیں جانتا مسلم پر ایسا خیال اتہام و بدگمانی ہے، اور بدگمانی سے بچنا فرض قال اللہ تعالیٰ ۔ یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ[۱] ۔ اے ایمان والو بہت گمان سے بچو بیشک بعض گمان گناہ ہیں اور حدیث میں فرمایا ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ۔ گمان سے بچو بیشک گمان سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے، بعض اکابر فرماتے ہیں ۔ الظن الخبیث لاینشؤ الامن قلب خبیث

[۱] پ ۲۶ سورہ حجرات ۔

براگمان نہیں پیدا ہوتا مگر خبیث دل سے، اگر فقط ذکر میں اللہ ورسول کا ایک ساتھ بیان کرنا ہی شرک ہو جایا کرے، تو اس شرک عام سے کون بچے گا صحابہ کرام کی عادت کریمہ تھی کہ فرمایا کرتے "اللہ ورسولہ اعلم" اللہ ورسول جانیں، اور اس کی مثالیں کتب حدیث میں بکثرت ہیں، اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔ اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ[1] انھیں اللہ ورسول نے اپنے فضل سے دولتمند کردیا۔ اور فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗ[2] اور اچھا تھا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول نے انھیں دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے، اب دیتا ہے ہمیں اپنے فضل سے اللہ اور اس کا رسول۔ ان آیتوں میں اللہ عزّ وجل نے دولتمند کرنے اور دینے میں اپنے ذکر کے ساتھ رسول کا بھی ذکر فرمایا۔ تو جس طرح یہاں شرک نہیں وہاں بھی شرک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب ۲ بزرگان دین سے توسل جائز و محمود، مستحب و محبوب ہے خواہ وہ اپنی ظاہری حیات میں ہوں یا اس عالم سے پردہ فرما گئے ہوں۔ قرآن عظیم سے توسل کا جواز ثابت، صحابہ و تابعین و ائمہ دین میں اس پر عمل جاری اور اب تک اہل حق میں رائج و معمول بہا ہے۔ اگرچہ کور باطن اسے ناجائز کہتے بلکہ شرک تک پہونچاتے ہیں اور بزعم خود "ایاک نستعین" سے اپنے مدعائے باطل پر استدلال کرتے اور اسکے حصر سے اپنے لیکھے یہ سمجھتے ہیں کہ محبوبان خدا انبیاء و اولیاء سے استعانت کی اور شرک دوڑ پڑا۔ اگر آیت کا یہی مفہوم ہو جسے انھوں نے سمجھ رکھا ہے تو یہ شرک کا حکم دینے والے کب اس سے بچے ہیں، کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے کسی سے استعانت نہیں کی، یہ لوگ نوکر چاکر جورو بچے سے مدد نہیں لیتے مصیبت پڑتی ہے تو اہل محلہ اور پڑوسیوں سے استعانت نہیں کرتے، مقدمہ بازیوں میں حکام

[1] پ ۱۰ سورہ توبہ [2] ایضاً

ووکلاء سے استعانت نہیں چاہتے بیمار پڑتے ہیں تو طبیبوں ڈاکٹروں سے علاج نہیں کراتے' یہ سب کچھ جائز و روا مگر بزرگان دین کو پکارا کہ انکے کلیجوں میں تیر لگا اور شرک کا زہر اگل دیا۔ کیا نوکر چاکر جورو بچے حکیم ڈاکٹر حکام و وکلاء وغیرہم انکے خدا ہیں کہ انھیں پکارنا ان سے مدد لینا حصر ایاک نستعین کے منافی نہیں' غیر تو صرف انبیاء و اولیاء ہیں کہ انکے پکارنے میں شرک کو دیکھتا ہے یا یہ سمجھ رکھا ہوگا کہ وہ تو زندہ ہیں زندوں کو پکارنے اون سے مدد لینے میں کچھ باک نہیں' اور انبیاء و اولیاء کو یہ لوگ بالکل مردہ اور بے اختیار و مجبور محض جانتے ہیں جیساکہ امام الطائفہ نے تقویۃ الایمان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ افترا باندھا اور حدیث کا بالکل غلط مطلب یہ گڑھا کہ " یعنی میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں" نہ حدیث میں اسکا ذکر نہ پتہ نہ اشارۃً نہ صراحۃً اور مفتری کو ایسا ملعون افترا کرتے ہوئے نہ شرم آئی نہ حیا۔ نہ حدیث " من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار" سے خوف کیا' نہ آیت " اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ" کی پرواہ کی' تو اگر اوس خیال باطل سے اپنے زعم میں زندہ و مردہ کا فرق سمجھ رکھا ہے اور غالباً سائل نے اسی وجہ سے یہ قید بڑھائی کہ بزرگان دین جو قبروں میں ہیں تو ان کے مذہب کا محصل یہ ہوا کہ زندوں کو خدا کا شریک ماننا جائز' اس شریک کرنے میں انکی توحید کو ٹھیس نہیں لگتی شرک تو جب ہے کہ ان سے مدد چاہو جو قبور میں آرام فرما ہیں مگر ایاک نستعین کا کیا جواب دیں گے کیا اس آیت نے کچھ زندہ مردہ کا فرق کیا ہے' اگر فرق ہے تو حصر کدھر گیا' ولاکن الوھابیۃ قوم لا یعقلون اگر غیر خدا سے استعانت شرک ہوگی تو جس طرح مُردوں سے استعانت شرک ہوگی زندوں سے بھی شرک ہوگی' خدائے وحدہ لاشریک لہ ہے کوئی اوسکا شریک نہیں ہوسکتا۔ بلکہ شرک وہ استعانت ہے کہ غیر خدا کو قادر بالذات و مستقل مان کر اوس سے استعانت کرے اور آیت کریمہ

ہیں یہی مراد اور بیشک اس معنی کے اعتبار سے کسی سے استعانت نہیں کرسکتے اور نہ معاذ اللہ مسلمان ایسا عقیدہ رکھتے کہ اولیار انبیار مستقل و بالذات قادر ہیں اور اگر اولیار وانبیار کو مظاہرِ الٰہی و واسطۂ فیض جاننا تو اس میں اصلاً حرج نہیں بلکہ ایسی استعانت قرآن وحدیث سے ثابت اللہ عزوجل فرماتا ہے " وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَۃَ[1] " اللہ کی طرف وسیلہ طلب کرو اور فرماتا ہے " تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی[2] " نیکی اور تقوی پر آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو' اور فرماتا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوۃِ[3] " اے ایمان والو صبر و نماز سے استعانت کرو " کیا وہابیہ کے نزدیک صبر و نماز عینِ خدا ہیں کہ ان سے استعانت حصر ایاک نستعین کے مخالف نہیں ۔ مگر ہے یہ کہ یہود کی طرح وہابیہ بھی اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۔ کے مصداق ہیں قرآن کریم کی ایک آیت دیکھتے ہیں دوسری سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اہل اسلام انبیار و اولیار سے اسی قسم کی استعانت کرتے کہ واسطۂ فیض جانتے ہیں نہ یہ کہ قادر بالذات و فاعل مستقل قرار دیتے ہوں اور مسلمانوں کی طرف اس کی نسبت افترار و اتہام ہے امام تقی الدین سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفار السقام میں فرماتے ہیں لیس المراد نسبۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الخلق والاستقلال بالافعال ھذا لا یقصدہ مسلم نصرف الکلام الیہ ومنعہ من باب التلبیس فی الدین والتشویش علی عوام الموحدین " اور اسی استقلال وعدم استقلال کا فرق ظاہر کرنے کو امام ابن حجر مکی قدس سرہ " جوہر منظم " میں یہ فرماتے ہیں " فالتوجہ والاستغاثۃ بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبغیرہ لیس لہا معنی فی قلوب المسلمین غیر ذالک ولا یقصد بہما احد منہم سواہ فمن لم ینشرح صدرہ لذالک فلیبک علی نفسہ نسأل

[1] پ ۶ سورہ مائدہ ۔ [2] ایضاً [3] پ ۲ سورہ بقرہ

الله العافیۃ والمستغاث بہ فی الحقیقۃ ھو اللہ تعالیٰ والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واسطۃ بینہ وبین مستغیث فھو سبحانہ مستغاث بہ والغوث منہ خلقا وایجادا والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مستغاث بہ والغوث منہ سببا وکسبا۔ احادیث اس باب میں بکثرت ہیں بعض حدیثیں سنئے طبرانی عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا ضل احدکم شیئا واراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عبادا لایراھم۔ جب کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی مونس نہ ہو تو یہ کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو کہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جنھیں یہ دیکھتا نہیں وہ اسکی مدد کریں گے، اور حدیث جلیل الشان رفیع المکان جس کو ترمذی ونسائی وابن ماجہ وابن خزیمہ وطبرانی وحاکم وبیہقی نے سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یہ کہے اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم فشفعہ فی' انھوں نے اس پر عمل کیا نابینائی دور ہوئی بینائی حاصل ہوئی اور اس حدیث پر صحابہ وتابعین نے عمل کیا لوگوں کو تعلیم دی عمل کرنے والوں کے مقاصد پورے ہوئے مگر جن کے ظاہر وباطن کا نور سلب کر لیا گیا ہو اوسے نہ حدیث نفع دے نہ قرآن۔ من لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور والعیاذ باللہ رب العلمین حضور قطب عالم غوث اعظم امام العرب والعجم سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ارشاد فرماتے ہیں من استغاث بی فی کربۃ کشفت عنہ ومن نادانی باسمی فی شدۃ فرجت عنہ ومن توسل بی الی اللہ فی حاجۃ قضیت حاجتہ جو مصیبت میں مجھ سے فریاد کرے وہ مصیبت دور ہو اور جو سختی میں میرا نام لے کر مجھے پکارے وہ سختی زائل ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ عزوجل کی طرف مجھ سے توسل کرے اس کی حاجت پوری ہو، بزرگان دین اولیائے کاملین علمائے راسخین کے اقوال نہایت کثیر ہیں جن سے استعانت ثابت، شیخ محقق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں۔" آنچہ مروی ومحکی ست از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل واستفادہ ازاں خارج از حصر ست و مذکور ست در کتب ورسائل ایشاں ومشہور است میان ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم وشاید کہ منکر متعصب سود نکند اورا کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذالک اور مسئلہ استعانت واستمداد کی تفصیل تام دیکھنی ہو تو رسائل امام اہلسنت مجدد دین وملت، اعلحضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے مطالعہ سے آنکھیں منور کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ج۳ اللہ عزوجل احکم الحاکمین مالک الملک، ہے معطی حقیقی ہے جو چاہے عطا فرمائے اس کے حکم کو کون پھیرنے والا، یہ نہیں ہو سکتا کہ اوسکو وسیلہ ٹھہرایا جائے حدیث میں اسکی ممانعت آئی ہاں اس کے نیک بندوں کو اوسکے حضور وسیلہ کرنا جائز آیت وحدیث سے اسکا جواز ثابت جیسا کہ جواب نمبر۲ سے ظاہر، منکر متعصب کا یہ دعویٰ ہے کہ بعد وفات نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم حضور کو وسیلہ نہیں کیا جاسکتا اور دلیل یہ پیش کرتا ہے صحابی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بطور وسیلہ کے نماز استسقار کیلئے لے گئے وہ صحابی اللہ کے رسول کو حیات النبی جانتے تھے انھوں نے اللہ کے رسول کا وسیلہ نہیں لیا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ صحابیوں کا طریقہ اختیار کرے

جوزندہ عالم درویش ہو پھر اللہ و رسول کا۔ ابعدار بھی ہو اسکی دعا کا وسیلہ لینا چاہئے۔ یہ واقعہ اسکے دعوے کیلئے اصلاً مفید نہیں، حدیث میں یہ ہرگز نہیں کہ حضور کو وسیلہ نہیں کر سکتے یا توسل جائز نہیں حدیث کے الفاظ یہ ہیں ان عمر بن الخطاب کان اذا قحطوا استسقی بالعباس بن عبد المطلب فقال اللھم کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقون جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل سے طلب باراں کرتے اور یہ کہتے الٰہی ہم تیری طرف اپنے نبی کو وسیلہ کرتے اور تو مینھ برساتا اور ہم تیری طرف اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ کرتے ہیں تو مینھ برسا اور بارش ہوئی۔ اس حدیث سے یہ کہاں نکلا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا توسل جائز نہیں اسلئے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ کرتے ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلئے کیا ہو کہ لوگ یہ سمجھیں کہ غیر نبی کو وسیلہ کرنا جائز نہیں یا یہ بتانا مقصود ہو کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول سے بھی توسل ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بالاتفاق افضل ہیں اور یہ خود ان سے توسل کرتے ہیں بعد وفات حضور کو وسیلہ کرنا کیوں جائز نہیں کیا اس وجہ سے کہ زندگی میں تصرف ہو سکتا ہے اور بعد وفات تصرفات باطل ہو گئے اب کچھ نہیں کر سکتے جیسا وہابیہ کا امام کہتا ہے کہ "میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں" تو یہ باطل محض ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ اور جب خود یہ شخص بھی کہتا ہے کہ صحابی اللہ کے رسول کو حیات النبی جانتے تھے تو ما بین حیات ظاہری و بعد وفات میں کیا فرق رہا کہ اوسوقت توسل جائز تھا اور اب نہیں، کیا اوسوقت حضور دعا کر سکتے اور اب نہیں یا اوسوقت اللہ عزوجل حضور کی سنتا تھا اور اب نہیں نعوذ باللہ من ذلک۔ بلکہ حضور کے مراتب علیا یوماً فیوماً آناً فاناً ہمیشہ ترقی پر ہیں اور جسطرح اوسوقت توسل جائز تھا اب بھی جائز، حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پیشتر مذکور ہو چکی اور یہ کہ صحابہ کرام نے بعد وفات حضور بھی اوسپر عمل کیا اور حضور کو وسیلہ کیا اور اونکے مقاصد پورے ہوئے بلکہ توسل منجملہ آداب دعا کے ایک ادب ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ردالمحتار میں فرماتے ہیں وقد عد من آداب الدعاء التوسل علی ما فی الحصن بلکہ توسل کا انکار بدعت و بدمذہبی ہے کہ یہ انکار توسل ابن تیمیہ کی بدعت ہے اوس سے پہلے کسی نے اس سے انکار نہ کیا، اوسی ردالمحتار میں ہے قال السبکی یحسن التوسل بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی ربہ ولم ینکرہ احد من السلف ولا الخلف الا ابن تیمیۃ فابتدع ما لم یقلہ عالم قبلہ اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ع۴ - غیب وہ ہے کہ نہ اوسے حواس سے جان سکیں نہ اوسے بداہت عقل مقتضی ہو علامہ بیضاوی تفسیر میں فرماتے ہیں المراد بہ الخفی الذی لا یدرکہ الحس و لا یقتضیہ بداھۃ العقل، واللہ تعالیٰ اعلم

ع۵ - علم غیب دو قسم ہے ذاتی کہ کسی کا دیا ہوا نہ ہو اور عطائی کہ اللہ عزوجل کے عطا سے ہو قسم اول اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے کہ اوسکا علم بلکہ اوسکی ہر صفت ذاتی ہے یہ علم غیب سوا خدا کے کسی کو نہیں ہو سکتا آیات نفی لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا هُوَ، وغیرہ میں یہی مراد اور قسم دوم انبیاء کو عطا ہوتا ہے اور اونکے توسط سے اولیاء کو بھی ملتا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے

۲ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ اور فرماتا ہے لَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا

۶ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم بل رفعہ اللّٰہ الیہ۔ آج کل قادیانی یہ کہتے ہیں کہ انکی وفات ہوگئی۔ اور یہ لوگ بالاجماع یقیناً کافر مرتدین ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۷ جو یہ کہتا ہے وہ قرآن کو بھی نہیں مانتا۔ قال اللّٰہ تعالیٰ مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔[1] حدیث میں ہے رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الا انی اتیت القرآن ومثلہ معہ الا یوشک رجل شبعان علی اریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ وما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ فان ما حرم رسول اللّٰہ کما حرم اللّٰہ (الحدیث) بیشک مجھے قرآن ملا ہے اور اس کے ساتھ اس کا مثل کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر بیٹھا یہ نہ کہے کہ اس قرآن کو لازم پکڑو جو اس میں حلال پاؤ حلال جانو اور جو اس میں حرام پاؤ حرام جانو اور بیشک رسول اللہ نے جسے حرام فرمایا اوسکے مثل ہے جسے اللہ نے حرام فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از مقام کوسالپورہ مارواڑ مرسلہ مولابخش امام مسجد ڈاکخانہ گوڑیہ

(۱) شادی کے اندر گانا اور ناچنا کیسا ہے ؟

(۲) عورت و مرد شادی میں ناچیں یہ درست ہے یا نہیں ؟

الجواب (۱) :۔ ناچنا حرام ہے اور عورتوں کا گانا جب مزامیر کے ساتھ ہو یا آواز اجنبی تک پہونچے یہ بھی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از کوسالپورہ ملک مارواڑ ڈاکخانہ گڑیا مرسلہ پیرزادہ سید مولابخش ۳ ذی الحجہ ۴۳ھ

(۱) جس کے مکان پر شادی ہو اور وہاں پر ناچ گانا ہو وہاں کھانا کھانا عالم کو جائز ہے یا نہیں ؟ اگر ناجائز ہے تو کس میں ؟

[1] پ ۲۸ سورہ حشر۔

(۲) دھوبی کے یہاں کھانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ جہاں منہیات شرعیہ، ناچ، رنگ، گانا، بجانا ہوتا ہو وہاں جانا ہی نہیں چاہیئے اور اگر لاعلمی میں وہاں چلا گیا تو حکم یہ ہے کہ اگر قدرت رکھتا ہو تو بند کردے ورنہ وہاں سے چلا آئے۔ اور کھانا نہ کھائے اور اگر پیشتر یہ معلوم ہو کہ وہاں ناچ وغیرہ ہے تو نہ جائے عالم ہو یا غیر عالم دونوں کو ایسی جگہ جانا منع ہے درمختار میں ہے۔ فان قدر علی المنع فعل وإن لا یقدر صبر ان لم یکن ممن یقتدی به فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیه شین الدین وان علم أولا باللعب لا یحضر اصلا سواء کان ممن یقتدی به أولا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲ دھوبی مسلمان ہو تو اس کے یہاں کھانے میں کوئی حرج نہیں[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از ضلع راولپنڈی تحصیل گوجرجاں ڈاکخانہ سکھو موضع مراوی جنجیل مرسلہ مولوی مراد علی ۷ رصفر سنہ ۴۰ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو کہ اکثر لوگ نکاح شادیوں پر ڈھولک بجواتے ہیں اور مستورات ہمراہ ڈھولک کے غیر محرم مردوں کے سامنے بآواز بلند تالیاں بجا کر گیت گاتی ہیں انکو اور ان کے خاوندوں کو اور خویش کو خوشی سے سننے والوں کے لئے شریعت محمدی صلی تعالیٰ علیہ وسلم کیا حکم دیتی ہے ؟

(۲) دولہا کو سہرا باندھنا دولہا و دولہن دونوں کو گانہ باندھنا چھوٹی چھوٹی رڈیاں

---

[1] دھوبی مسلمان ہو تو محض اس کے پیشے کی وجہ سے اس کے یہاں کھانا نہ کھانا جہالت اور تقلید ہنود ہے جب دھوبی مسلمان ہے تو ضرور اپنے کھانے پینے کی چیزوں میں طہارت کا خیال رکھے گا۔ حدیث میں فرمایا گیا ظنوا المؤمنین خیرا۔ البتہ جو دھوبی طہارت کا لحاظ نہ رکھے۔ اس کے کھانے پینے سے احتراز بہتر ہے۔ مگر اس خصوص میں دھوبی ہی کیا۔ جو بھی طہارت کا لحاظ نہ کریگا۔ اس کے یہاں کھانے سے احتراز چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

آل مصطفیٰ مصباحی

تیل میں تلکر دولہا و دولہن کے ہاتھوں پر رکھنا جس کو پنجابی زبان میں ''دمانیاڈالنا''
کہتے ہیں۔ یہ رسمیں کرنا کیسا ہے؟
(۳) اگرچند مسلمان بڑی کوشش سے ان ناجائز فعلوں کو بند کرتے ہوں اور
حسب خواہش مستورات کے جو شخص مسلمان کہلانے والا جابرانہ طور پر یہ لفظ کہے
کہ لوگ بڑے بڑے گناہ بھی کرتے ہیں اور یہ مستورات کے ساتھ ڈھولک مارنا کوئی
کفر نہیں ہے دو چار گھڑی ان کو دل خوش کرتے۔ یہ کہکر ڈھولک بجوانا اور
مستورات کا اس کے ساتھ گانا شروع کرادیوے، اس کے واسطے شرع محمدی صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا فرماتی ہے۔؟ بینوا توجروا

الجواب ۱ ڈھولک بجانا ناجائز ہے یوہیں عورتوں کا اسطرح گانا کہ نامحرم کو آواز
پہونچے اور وہ بھی تالیاں بجاکر، حرام ہے اور اسکا قصداً سننا بھی حرام ہے اور ایسی
مجلس میں شرکت کا بھی یہی حکم ہے درمختار میں ہے وفی البزازیہ استماع صوت
الملاھی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام استماع الملاھی
معصیۃ والجلوس علیہا فسق والتلذذ بہا کفر ای بالنعمۃ فصرف الجوارح
الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لا شکر فالواجب کل الواجب ان یجتنب کی لایسمع
لما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام ادخل اصبعہ فی اذنہ عند سماعہ، فتاوی قاضی
خاں میں ہے۔ استماع صوت الملاھی کالضرب ونحوہ حرام حضرت عبداللہ ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کان میں ایک بار باجے کی آواز آئی تو کان میں انگلی رکھ لی
اور راستہ سے اتنی دور ہوگئے کہ آواز آنا موقوف ہوگیا جب نافع نے خبر دی کہ
اب آواز نہیں آتی، اوسوقت کان سے انگلی نکالی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔
عن نافع قال کنت مع ابن عمر فی طریق فسمع زمارا فوضع اصبعیہ فی اذنیہ وناء
عن الطریق الی الجانب الآخر ثم قال لی بعد ان بعد یا نافع ھل تسمع شیئا قلت لا

فرفع اصبعیہ من اذنیہ قال کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمع صوت یراع فصنع مثل صنعت قال نافع وکنت اذ ذالک صغیرا رواہ احمد وابوداؤد غرض ایسے مجمع میں شرکت ہرگز جائز نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ۔ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ سہرا باندھنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس قسم کا سہرا نہ ہو جو خاص ہندوؤں کی رسم ہے یوہیں دولہا اور دولہن کے ہاتھوں پر روٹی رکھنے میں بھی کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی اور گانہ باندھنا سمجھ میں نہیں آیا کہ اس سے کیا مراد ہے واللہ اعلم

۳۔ گناہ کرنا اور اس پر اصرار کرنا اس گناہ کو اور سخت کر دیا کرتا ہے جنھوں نے ایسا کیا بہت برا کیا اور گناہ کو ہلکا سمجھنا اور سخت ہے اور جو اسے جاری کرتا ہے سب کے مجموعہ کے برابر اسے گناہ کا عذاب ہے۔ حدیث میں ہے۔ من سن سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرہا ووزر من عمل بہا من غیر ان ینقص من اوزارھم شیئ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ غلام حمدانی از پٹن ضلع اورنگ آباد ریاست حیدرآباد دکن ۷ صفر ۴۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین زید کا پسر بدچلن ہو گیا ہے یعنی شراب خوار اور مکان میں چوری کرتا ہے اور والدین کی خدمت نہیں کرتا والدین کی نافرمانی کرتا ہے، بدیں وجہ زید چاہتا ہے اپنے پسر کو عاق کر دوں۔ لہذا امید کہ حسب الحکم شرع شریف فتویٰ صادر فرما دیا جائے؟

الجواب:۔ والدین کی نافرمانی سخت کبیرہ شدیدہ ہے صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں شرک کے بعد اسے ذکر فرمایا۔ ارشاد فرماتے ہیں۔ الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین الخ دوسری حدیث میں ہے۔ ولا تعقن والدیک وان امراک ان تخرج من اھلک ومالک۔ اپنے والدین کی نافرمانی نہ کر اگرچہ وہ تجھے حکم کریں کہ اہل ومال سب کو چھوڑ دے مگر عاق ہونا یا نہ ہونا یہ اولاد کی صفت ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی

کرنے سے خود ہی عاق ہو جائے گا اگرچہ ماں باپ یہ نہ کہیں کہ ہم نے عاق کیا اور اگر فرمانبردار ہے تو عاق نہ ہو گا اگرچہ والدین کہیں کہ ہم نے عاق کیا، بہرحال عاق کرنے کے معنی جو عوام میں مشہور ہے کہ ماں باپ جب ایسا کہدینگے تو اولاد ترکہ سے محروم ہوجائے گی یہ صحیح نہیں، عاق کرنے کے بعد بھی ترکہ پا سکتی ہے کہ عقوق موانع ارث نہیں۔ ہاں اگر اپنی زندگی میں دوسرے نیک اولاد کو مال دینا چاہتا ہے اور اس سے بدکار کو نہ دینا چاہے تو اس میں مواخذہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ مولوی عبدالحی سلمہ از ہلدوانی ضلع نینی تال ۱۵ رصفر ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ انگوٹھی یا چھلا چاندی کا مردوں کو پہننا مذہب حنفیہ میں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ مرد کو چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی جائز ہے، جس کا وزن ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو، اور چھلا یا چند نگ کی انگوٹھی ممنوع ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔ ثم الخاتم من الفضۃ انما یجوز للرجل اذا ضرب علی صفۃ مایلبسہ الرجال اما اذا کان علی صفۃ خواتم النساء فمکروہ وھو ان یکون لہ فصان کذا فی السراج الوھاج۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از گورہٹی ضلع ہوگلی بنگال مرسلہ مولوی عظیم اللہ صاحب ۲۰ رجب ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شریعت و طریقت ان مسائل میں جو نمبروار عرض کئے جاتے ہیں۔ کہ زید جو کسی قدر اردو جانتا ہے اور چٹکل میں تانت بننے کا کام کرتا تھا اب وہ پیر بن کر مسلمانوں کو مرید کرتا پھرتا ہے، اور اسی پیری مریدی کو ذریعۂ معاش بنا رکھا ہے اور ظاہر کرتا ہے میں نقشبندی ہوں اور اصول شرع سے بھی بیسا چاہیئے واقف نہیں ہے۔

ایک دن وہ اپنے مریدین کو لیکر حلقہ کرنیکے واسطے مسجد میں آیا اور دروازہ

بند کر کے مسجد کے اندر اس کے مرید بھی (جو کما حقہ مسائل نماز تک نہیں جانتے اور محض بے علم ہیں اور جماعت مسجد میں بھی بلا عذر شرعی حاضر نہیں ہوتے ہیں) ذکر کرنے لگے اور زید درمیان میں بیٹھکر اشعار الاپنے لگا۔ اور اس کے مریدین اچھلنے کودنے اور شور کرنے لگے تو امام مسجد جو مسائل شریعت و طریقت سے واقف ہیں اچھلنے کودنے شور کرنے اور زید کے اشعار پڑھنے سے منع کیا بخوف ریا۔ تو زید نہایت برہم ہو کر امام صاحب پر ناشائستہ کلمات سے حملہ کرنے لگا اور نہایت بدتہذیبی سے حملے کر رہا ہے تو عرض یہ ہے کہ بے علم مریدین کا اچھلنا کودنا جائز ہے یا ناجائز اور ان کو بخوف ریا اچھلنے کودنے سے روکنا چاہیئے یا نہیں اور زید کا ذاکرین عوام کو جوش دلانے کیواسطے ان کے درمیان بیٹھ کر اشعار الاپنا اصول مشائخ نقشبند کے خلاف ہے یا نہیں اور جو مرید زیادہ اچھلتا کودتا ہے زید اس کے روبرو اس کی بہت تحسین کرتا ہے بایں الفاظ ہے کہ "دو برا مست ہے"، کیا زید کا بے علم مرید کو گمراہ بنانا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا، رحمکم اللہ

(۲) سوال زید ایسے آدمی پر جس کے تقویٰ و صلاحیت کو عام و خاص مسلمان جانتے ہیں زنا اور فاحشہ کا اتہام لگاتا ہے اور اس کے علاوہ بہت سے جھوٹے جھوٹے بہتان باندھ کر اعلان کرتا پھرتا ہے تو زید کیلئے کیا حکم ہے؟

(۳) زید اپنے مریدین کو تعلیم دیتا ہے انھیں لفظوں کے ساتھ کہ "دو پہلے اپنے پیر کا حکم مانو اس کے بعد خدا کا حکم ماننا"، کیا یہ زید کی ضلالت اور گمراہی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو زید سے مرید ہونا چاہیئے یا نہیں؟

(۴) زید اپنے فضل و کمالات پر دعویٰ کرتا ہے کہ میں سراپا نور ہو گیا ہوں اور کہتا ہے کہ دوسرے پیر اپنے مریدین کو بیٹھا دیں اور میں اپنے جاہل اور نئے مرید کو بیٹھا کر توجہ دیتا ہوں۔ دیکھو کس کا اثر پڑتا ہے۔ کیا صوفیائے کرام

اپنے فضل وکمال پر دعوی بھی کرتے ہیں۔ اگر نہیں کرتے ہیں تو کیا زید اپنے دعوی میں کذاب و مضل عوام ہے یا نہیں ؟ بفرمان واجب الاذعان انک لاتھدی من احببت :-

(۵) زید اس روایت کا مقر و معترف ہے کہ نوح علیہ السلام کی ایک لڑکی تھی اور آپ نے چار شخصوں سے ایک ایک شرط کی کہ اگر تم اس شرط کو پوری کردگے تو تم سے اپنی لڑکی بیاہ دونگا پس چاروں نے اپنی اپنی شرطیں پوری کردی اب نوح علیہ السلام گھبرائے کہ لڑکی ایک چاروں سے ایفائے وعدہ کیونکر ہو۔ ارشاد باری ہوا کہ اے نوح نہ گھبراؤ ایک کتی اور ایک گدھی اور ایک بندری لاکر حجرہ میں بند کرکے کلمہ پڑھ کر منہ پر ہاتھ پھیردو پس نوح علیہ السلام نے ایسا ہی کیا تینوں لڑکیاں بن گئیں چاروں سے ایفائے وعدہ کیا اور اسی کتیاں کی نسل سے ابتک لوگ ہورہے ہیں۔ جو بزرگوں پر حملہ کرتے تو اس روایت کی اصلیت کیا ہے ؟ اگر غیر اصل ہے تو اس روایت کے معتقد و مقر پر کیا ہوگا اس لئے کہ ایک تو نبی پر افترا کرنا اور دوسرا اشرار کا نسل کلاب سے ہونا۔ ابولہب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا اور یزید امام حسین علیہ السلام کے خاندان سے تھا اور ان کے مثل اور بھی بہت ہیں ؟

(۶) زید کے نزدیک خلافت طریقت وارشاد اتنی ارزاں ہے کہ زید ایسے آدمی کو خلافت و اجازت بیعت دیتا ہے جو علم شریعت سے نابلد او راس کی بی بی بازاروں میں پھرا کرتی ہے اور تارک صلاۃ ہے، کیا زید کی ضلالت اور خلافت کو ذلیل کرنا نہیں ہے اگر ہے تو کیا حکم ہے ؟

(۷) زید اپنے مریدوں سے کہا کرتا ہے کہ ہر واجب اور سنت کے مسائل

کے سیکھنے کا وقت نہیں ہے چھوڑ دو تم لوگ ذکر کیا کرو اور اس شعر کو مریدوں میں پڑھا کرتا ہے ؎ علم ظاہر سے گرے وہ خاک پر
علم باطن سے چڑھے افلاک پر
کیا یہ ضلالت اور کفر ہے یا کیا ؟

(۸) قوال نیچے بیٹھکر حمد و نعت اور منقبت گاتے ہیں، اور زید تخت بلند پر بیٹھکر سنتا ہے کیا زید بے ادب ہے یا نہیں اور خلاف سنت و طریقت کرتا ہے یا کیا حکم ہے ؟

(۹) زید جس کے عقائد و حالات اوپر عرض کئے گئے اس سے مرید ہونا جائز ہے یا ناجائز ؟ اور پہلے جو لوگ مرید ہو چکے ہیں ان کو زید کی بیعت توڑ دینا چاہیئے یا کیا ؟ جو حکم ہو ارشاد فرمائیں ؟ بینوا توجروا رحمکم اللہ۔

الجواب (۱) مسجد میں اچھلنا، کودنا، شور کرنا منع ہے۔ مسجد کا احترام واجب ہے۔ حدیث میں ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال جنبوا مساجدکم صبیانکم و مجانینکم وشراءکم وبیعکم وخصوماتکم ورفع اصواتکم واقامة حدودکم وسل سیوفکم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی مسجدوں کو بچوں اور پاگلوں اور خرید و فروخت اور جھگڑوں اور آوازوں کے بلند کرنے اور حد قائم کرنے اور تلواروں کے برہنہ کرنے سے بچاؤ۔ رواہ عبد الرزاق عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دوسری حدیث میں ہے۔ ایاکم وھشیات الاسواق۔ بازاروں کی طرح چلانے سے بچو۔ رواہ مسلم عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شخص قادر ہو تو اس کو ضرور اچھلنے، کودنے، اور شور کرنے سے روکنا چاہیئے یوہیں اگر اشعار، حمد و نعت اور امور دین سے متعلق نہوں تو ایسے اشعار کے پڑھنے سے بھی منع کیا جائے گا۔ متعدد احادیث میں ایسے اشعار مسجد میں پڑھنے کی ممانعت آئی

یہ احکام ریا کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اگر ریا نہ بھی ہو جب بھی ممنوع۔ اور ریا ہو تو ممانعت اور زیادہ۔ مونھ پر تعریف نکرنا چاہیئے۔ حدیث میں اسکی ممانعت ہے اور اس سے عجب، تکبر وغیرہ معائب پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ خصوصا عوام کم ظرف کہ ان کی تعریف مونھ پر کرنا اور وہ بھی جو انکا پیر ہو اوسکی زبان سے سم قاتل اور سخت مہلک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) زنا کی تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے جب تک چار مسلم مردوں کی شہادت سے ثبوت شرعی نہ دے۔ اور ایسا شخص بحکم قرآن مجید اسی درہ کا مستحق ہے اور ہمیشہ کیلئے مردود الشہادۃ ہے اور یہ شخص فاسق ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ[1] اس نص قطعی قرآنی سے زید کیلئے تین حکم ثابت ہوئے، اسی کوڑے لگائے جائیں، اوسکی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے، اور وہ فاسق ہے۔ زید پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور جس پر تہمت لگائی، اس سے معافی مانگے اور ان حرکات شنیعہ سے باز آئے۔ یوہیں بہتان باندھنا کبیرہ ہے اور مسلم کی شان سے مستبعد۔ قال اللہ تعالیٰ۔ اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ[2] اس کبیرہ شدیدہ سے بھی زید توبہ کرے اور اگر زید ان امور سے توبہ نکرے تو لوگ اس سے میل وجول ترک کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ[3] اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم کے پاس نہ بیٹھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] پ ۱۸ سورۂ نور رکوع ۱۔ [2] پ ۱۴ سورۂ نحل۔ [3] پ ۷ سورۂ انعام۔ مصباحی

(۳) یہ کلمہ بظاہر گمراہی و ضلالت کا کلمہ ہے۔ پیر کا حکم خدا ہی کا حکم ہوتا ہے اور حکم خدا کے خلاف جو حکم کرے وہ شیطانی حکم ہے۔ اس سے بچنا فرض اور ایسے کو پیر بنانا بھی حرام۔ قال اللہ تعالیٰ۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ [1] غیر خدا کے لئے کوئی حکم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) بعض مشائخ کرام و اولیاء عظام سے کسی کسی موقع خاص پر ایسا منقول ہے کہ ضرورت و مصلحت کی بنا پر اپنے مراتب و کمال کا اظہار فرمایا اور انکا فرمانا بے شک حق تھا وہ واقعی صاحب کمال تھے اس سے نہ تفاخر مقصود تھا، نہ دوسروں کی تذلیل، نہ مخلوق کو اپنی طرف متوجہ کر کے دنیا کمانا اور زید جس کے متعلق یہ سوالات ہیں۔ شیخیت کے ہرگز قابل نہیں۔ اور یہ قول مردود ونا قابل قبول، بظاہر جاہ طلبی و تحصیل دنیا کیلئے معلوم ہوتا ہے زید کو ایسی باتوں سے اجتناب لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) ایسے موضوعات و اکاذیب جس کا نشان و پتہ نہ ہو بیان کرنا جائز نہیں انسان اولاد کلب سے نہیں۔ ہاں جو لوگ بزرگان دین پر حملے کرتے ہیں وہ کتوں سے بدتر۔ اور بد مذہب جہنمیوں کے کتے۔ حدیث میں ارشاد ہوا۔ اهل البدع کلاب اهل النار۔ اور جو شخص جماع کے وقت بسم اللہ نہیں کہتا تو اولاد میں شیطانی اثر ہوتا ہے۔ پھر ایسی اولاد سے جو نہ ہو کم ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) خلافت اسکو دی جاتی ہے جو اہل ہو اور وہ دیتا ہے جو اہل ہو۔ اگر نا اہل نے نا اہل کو خلافت دی، تو کیا جائے شکایت۔ کہ جیسا پیر ویسا خلیفہ۔ ورنہ پیر کے شرائط میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ بقدر ضرورت علم رکھتا ہو تا کہ فرض و واجب کا ترک نہ ہو اور حرام سے بچے۔ صوفیۂ کرام فرماتے ہیں ,, صوفی بے علم مسخرۂ شیطان ست،، اور بغیر علم مکائد شیطان سے ہرگز نجات نہیں پا سکتا۔ پھر دوسروں کو کیا رہنمائی کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] پ ۱۳ ، سورۂ یوسف رکوع ۵

(۷) مسائل واجب کا سیکھنا واجب کہ جب تک علم نہ ہو عمل کیونکر، اور جب واجب کو ترک کریگا گنہگار ہوگا اور سنت کا سیکھنا سنت، بغیر اتباع سنت سلوک کی منازل طے نہیں کر سکتا، مشائخ فرماتے ہیں۔ من تصوف بغیر علم فقد تزندق علم ظاہر بیشک خاک پر گرنے یعنی تواضع کا سبب ہوتا ہے۔ اور حدیث میں فرمایا من تواضع للہ رفعہ اللہ۔ جو شخص خاکساری اختیار کریگا اس کیلئے رفعت وبلندی ہے اور جو تکبر کرتا اور اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اسے خدائے تعالیٰ ذلیل کرتا ہے حدیث بخاری میں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ان حقا علی اللہ ان لا یرفع شئی من الدنیا الا وضعہ۔ الحاصل علم ظاہر سبب تواضع ہے اور جب باطن درست ہو اور خودی و تکبر زائل ہو تو رفعت وبلندی حاصل ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) حمد ونعت ومنقبت کو ادب کیساتھ سننا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۹) ہر سوال کا جواب مذکور ہوا۔ جبکہ زید میں یہ تمام باتیں پائی جاتی ہے تو ہرگز اس قابل نہیں کہ اسکے ہاتھ پر بیعت کی جائے اور جو لاعلمی میں ہو چکے انھیں چاہیئے کہ کسی شیخ جامع شرائط بیعت کے ہاتھ پر پھر مرید ہوں۔

مسئلہ:۔ از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۲۲ مرسلہ منشی محمد عبد العزیز خانصاحب ۲۶ رجب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چشمہ رولڈ گولڈ یا پیتل کا لگا کر نماز پڑھنے سے مکروہ ہوگی یا نہیں؟

الجواب:۔ چشمہ لگا کر نماز پڑھنے میں کراہت نہیں۔ کمانی اگرچہ کسی چیز کی ہو۔ کہ کمانی تابع ہے خود ملبوس نہیں، تو جس طرح بٹن کا استعمال جائز ہے اس کا بھی جائز کہ علت مشترک ہے، خاص کمانی کا کوئی جزئیہ نظر فقیر سے نہیں گذرا۔ بٹن پر اس کو قیاس کر کے حکم لکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

کہ مسلمان آدمی مسلمان لڑکے کا ختنہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اور بیل اور بکرا وغیرہ کا خصی کرنا اور خصیتین ان جانوروں کے توڑ ڈالنا جائز ہے یا نہیں۔ اور عوام لوگ ان امور کے کرنے والوں کو حقارت کرتے ہیں اور ان لوگوں کے ساتھ کھانے پینے کو روک دیتے ہیں۔ آیا اس کی شرعاً کوئی ممانعت ہے، اور ایسا کرنا چاہیئے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ ختنہ کرنا سنت ہے اور یہ شعار اسلام ہے اور اسی وجہ سے اسے عرف میں سنت کرنا اور مسلمانی کرنا بھی کہتے ہیں، ایسے افعال کے کرنے والے کو نظر حقارت سے دیکھنا یا ان کے ساتھ کھانے پینے کو منع کرنا جائز نہیں، یوہیں بکرے وغیرہ کو خصی کرنا یا ان کے خصیتین کوٹنا بھی جائز ہے جب کہ اوسمیں منفعت ہو مثلاً اوسکے گوشت کا اچھا اور فربہ ہونا، عالمگیری میں ہے۔ واما خصاء الفرس فقد ذکرہ شمس الائمۃ الحلوانی فی شرحہ انہ لاباس بہ عند اصحابنا وذکرہ شیخ الاسلام فی شرحہ انہ حرام واما فی غیرہ من البھائم فلاباس بہ اذا کان فیہ منفعۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از بادرہ ریاست بڑودہ مرسلہ مولوی حشمت علی لکھنوی سلمہ ۲۶ محرم الحرام

ایک مسئلہ کی تحقیق مطلوب ہے کہ سر پر انگریزی فیشن کے بال رکھنے حرام ہیں یا مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی اور منع کی دلیل دہی حدیث تشبہ ہے یا کچھ اور۔ ایک شخص نمازی بھی ہے ڈاڑھی بھی مطابق شریعت رکھتا ہو بظاہر ہر فسق سے بچتا ہو صرف انگریزی بال رکھتا ہو وہ فاسق معلن ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے یا نہیں ؟

الجواب:۔ انگریزی طرز کے بال رکھنا مکروہ ہے اور ظاہر یہ کہ مکروہ تحریمی ہے کہ اولاً عاداتِ فقہاء ہے کہ مکروہ جب مطلق بولتے ہیں اسی کو مراد لیتے ہیں

دوم دلیل کی طرف نظر کیجائے تو تحریم ہی کا تقاضا کرتی ہے جس طرح دیگر امور میں کفار سے مشابہت کم از کم مکروہ تحریمی ہے، یہ بھی انہیں کے حکم میں ہے۔ فتاوی عالمگیری و ردالمحتار میں ذخیرہ سے ہے۔ لا باس للرجل ان یحلق وسط راسہ ویرسل شعرہ من غیر ان یفتلہ وان فتلہ فذلک مکروہ لانہ یصیر مشابہا ببعض الکفرۃ والمجوس فی دیارنا یرسلون الشعر من غیر فتل ولکن لایحلقون وسط الراس بل یجزون الناصیۃ لذا فی الذخیرہ مکروہ تحریمی و حرام کا محصل ایسے امور میں ایک ہے یعنی گنہگار ہونا اور عادت کرنے پر مکروہ تحریمی میں فاسق ہوتا ہے۔ اور حرام میں ایک بار کا ارتکاب بھی فاسق کر دیتا ہے، اور جب بطور عادت ہو تو اعلان ظاہر ہے کہ عادۃً سر کے بال کی حالت پر بکثرت لوگ مطلع ہوتے ہیں، ہمیشہ کہاں تک چھپائے گا لہذا ایسے کو امام نہ بنانا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئولہ عبدالواحد خانصاحب پریسیڈنٹ درگاہ معلے اجمیر شریف۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آستانہ درگاہ حضرت خواجہ غریب نواز میں جو احاطہ سنگ مرمر ہے۔ اس کے اندر کوئی طوائف بیٹھکر گانا گا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: عورتوں کا ایسا گانا جسکی آواز مردوں تک پہنچے حرام ہے، عورت اس چیز کو کہتے ہی ہیں جس کے چھپانے کا حکم ہے، اور یہ صنف چونکہ چھپانے کیلئے ہے، اسی لئے اس کو عورت اور مستورات کہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفہا الشیطان۔ عورت چھپانے کی چیز ہے، جب وہ نکلتی ہے شیطان اسکی طرف جھانکتا ہے۔ رواہ الترمذی عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، لہذا اس کی آواز بھی بلاضرورت مردوں سے مخفی رہنی چاہیئے، یہاں تک کہ جو زیور پہنیں ان کی آواز بھی اجنبی کو نہ پہنچے۔ اور خوشبو

لگائیں تو ایسی نہ ہو کہ اسکی مہک دوسروں کو پہونچے۔ حدیث صحیح میں ارشاد ہوا
طیب الرجال ریح لا لون لہا وطیب النساء لون لا ریح لہا۔ جب شرع مطہر نے
یہاں تک لحاظ رکھا ہے تو گانا کہ فطرۃً اس میں مقناطیسی کشش ہے بلا قصد اس
طرف نفس کو توجہ ہوتی ہے عورتوں کو اسکی اجازت کیونکر ہو سکتی ہے۔ خصوصاً جبکہ
قواعد موسیقی کی بھی اس میں رعایت ہو۔ ایسے گانے کے مظنۂ فتنہ ہونے میں کیا
کلام ہو سکتا ہے۔ اور گانے والی جب بازاری عورت ہو تو بلا تکلف سننے کیلئے
سوا حیا کے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے، پھر سننے والے ضرور ادھر جائیں گے اور اس
گانے سے لطف اٹھائیں گے۔ اور گانے کا اثر جذبات کو ابھارتا ہے، پھر اہل زمانہ
خصوصاً عوام کی حالت معلوم، ان کے دلوں میں جو خیالات وجذبات اسے سن کر
پیدا ہوں گے ظاہر، ردالمحتار میں ہے۔ فی النوازل نغمۃ المرأۃ عورۃ وتعلمہا القرآن
من المرأۃ احب قال علیہ الصلاۃ والسلام التسبیح للرجال والتصفیق للنساء فلا یحسن
ان یسمعہا الرجل اھ وفی الکافی لا تلبی جہرا لان صوتہا عورۃ ومشی علیہ فی المحیط
فی باب الاذان بحر قال فی الفتح وعلی ھذا لوقیل اذا جہرت بالقرأۃ فی الصلاۃ فسدت
کان متجہا ولہذا منعہا علیہ الصلاۃ والسلام من التسبیح بالصوت لاعلام الامام
بسہوہ الی التصفیق اھ واقرہ البرہان الحلبی فی شرح المنیۃ الکبیر وکذا فی الامداد
ثم نقل عن خط العلامۃ المقدسی ذکر الامام ابو العباس القرطبی فی کتابہ السماع
ولا یظن من لا فطنۃ عندہ انا اذا قلنا صوت المرأۃ عورۃ انا نرید بذلک کلامہا
لان ذلک لیس بصحیح فانا نجیز الکلام مع النساء للاجانب ومحاورتہن عند الحاجۃ
الی ذلک ولا نجیز لہن رفع اصواتہن ولا تمطیطہا ولا تلیینہا وتقطیعہا لما فی ذلک
من استمالۃ الرجال الیہن وتحریک الشہوات منہم ومن ھذا لم یجز ان تؤذن
المرأۃ اھ۔ اس عبارت سے بخوبی ظاہر کہ شرع مطہر نے عورتوں کی آواز کو غیروں سے

محفوظ رکھنے میں کہاں تک خیال فرمایا ہے جب تسبیح وتلبیہ و اذان کہ ذکر الٰہی ہیں ان میں آواز کو بلند کرنے سے منع فرمایا تو اشعار عاشقانہ کا گانا کیونکر جائز ہوسکتا ہے کہ ایسے مضامین سے ایسے ہی خیالات پیدا ہوں گے اور خواہش نفسانی میں جوش پیدا ہوگا سننے والے اس کی طرف چل کینگے۔ اور جب بے پردہ بے حجاب ہوگی تو دیکھینگے بھی، اور طرح طرح کے معاصی میں مبتلا ہوں گے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ماترکت بعدی فتنۃ اضر علی الرجال من النساء، میرے بعد عورتوں سے زیادہ کوئی فتنہ مردوں پر ضرر رساں نہیں۔ رواہ البخاری ومسلم عن اسامۃ بن زید رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، میں نے حضور سے سوال کیا کہ اگر اچانک (بلاقصد) نظر پڑجائے تو کیا حکم ہے ارشاد فرمایا نگاہ پھیر لے رواہ مسلم، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا، یا علی لاتتبع النظرۃ النظرۃ فان لک الاولیٰ ولیست لک الآخرۃ ای علی اگر دفعتاً نگاہ پڑجائے تو اسکے بعد دوسری نگاہ نہ پڑے (یعنی فوراً نظر پھیر لو) کہ پہلی نظر (جو بلاقصد تھی) جائز ہے اور دوسری جائز نہیں، رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والدارمی عن بریدۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، جب ایسے بڑے جلیل القدر صحابی سردار ولایت کو یہ حکم دیا جاتا ہے، تو اب اس زمانہ کے غیر متشرع فسق وفجور میں مبتلا رہنے والوں کا قول کہ ہمیں اپنے دل پر قابو ہے۔ عورتوں کی طرف نظر کرنے سے ہمارے خیالات خراب نہ ہوں گے، ایک شیطانی دھوکا ہے، جو عندالشرع ہرگز مقبول نہیں جو لوگ گانا سننا جائز کہتے ہیں وہ بھی مطلق جائز نہیں کہتے، بلکہ ان کے نزدیک اس کے جواز کیلئے چند شرطیں ہیں۔ انمیں ایک بھی معدوم ہو تو جائز نہیں، ردالمحتار میں ہے۔ ومن اباحہ من الصوفیۃ فلمن تخلی عن اللہو وتحلی بالتقوی واحتاج الی ذلک احتیاج المریض الی الدواء ولہ شرائط ستۃ ان لایکون فیہم امرد الخ

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ ان شرائط میں پہلی شرط یہ ہے کہ امرد نہ ہو، جب امرد کا ہونا ناجائز کر دیتا ہے تو جہاں عورت گانے والی ہو وہ کب جائز ہو سکتا ہے بالجملہ بازاری عورتوں کے گانے ضرور ناجائز، خصوصاً اماکن متبرکہ میں کہ اولاً ایسی جگہ کو ایسی ناجائز باتوں سے زیادہ محفوظ رکھنا چاہیئے، ثانیاً، حاضرین فیض و برکت لینے کیلئے حاضر ہوتے ہیں اور ان امور میں مبتلا ہو کر گنہگار ہوتے ہیں، جو لوگ اتنا قابو رکھتے ہیں کہ اوسے روک سکیں ان پر لازم کہ اپنے اختیارات ازالہ منکر میں صرف کریں، حدیث میں ہے۔ من رای منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان - واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱ مرسلہ جناب کفایت حسین صاحب حنفی رضوی قادری بریلوی ساکن صالح نگر بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و وارثان انبیاء و مرسلین صلوۃ اللہ وسلام علی نبینا وعلیہم اجمعین۔ اس مسئلہ میں کہ زید کا ایسے آدمیوں سے رسم و تعلق بسبب دنیا کے میل جول سے ہے کہ وہ قمار باز ہیں اور نشہ باز و زنا کار و رشوت خور ہیں ان کے ساتھ کھانا پینا کوئی حرج شرع تو نہیں ہوتا ہے اور اگر ہوتا ہے تو کیا اور کتنا؟

۲ زید کا ایسے آدمیوں سے بھی رسم و تعلق ہے کہ ان کے بھائی برادر نشہ کا کام کرتے ہیں مثلاً نشہ بناتے ہیں یا نشہ فروخت کرتے ہیں یا قمار بازی کرتے ہیں اور وہ پیسہ زید کے تعلق داروں کے گھر آتا ہے زید ان کے ساتھ رہے اور کھائے پیئے تو کیا حرج شرع ہوگا۔؟

۳ ایسے شخص جیسے کہ اوپر تحریر ہیں ان کے کوئی تقریب خاص و نام یا نیاز و فاتحہ ہو تو شرکت بروئے شرع کیسا؟

۴ عورت اگر مرد کو سلام کرے مثلاً بڑے بھائی چچا ماموں نانا وغیرہ کو تو کن

لفظوں میں اوران مردوں میں جواب کن لفظوں میں ہوناچاہیئے ؟
۵ مرد اگر عورت کو سلام کرے مثلاً بڑی ہمشیرہ، چچی، خالہ، ممانی، نانی وغیرہ کو توکن لفظوں میں، اور عورت کا جواب کن لفظوں میں ہونا چاہیئے ؟
بینوا توجروا۔ جواب کتبہائے معتبرہ سے فرمائیں جائیں ؟

الجواب (۱) :۔ فساق سے میل جول میں اگر گمان غالب ہوکہ وہ فسق وفجور سے باز آئیں گے تو بہ نیت اصلاح اون سے میل جول کرے اور اگر یہ گمان غالب ہوکہ ترک تعلق میں نفع ہوگا یعنی متاثر ہوکر فسق کو ترک کریں گے، اور آج کل عام طبائع اسی قسم کی ہیں تو ایسی صورت میں میل جول نہ کرے اور اگر نہ میل جول سے باز آنے کا گمان ہو نہ مقاطعہ سے، جب بھی ترک تعلق ہی کرے۔ کہ اپنا فائدہ اسی میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :۔ بہتر یہی ہے کہ زید اون سے جدائی کرے، اور اگر وہ کھانا مشتبہ ہو تو اوس سے پرہیز کرے۔ من اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) :۔ اگر مجلس دعوت میں کوئی قبیح شئی ہو مثلاً ناچ وغیرہ تو اوس میں ہرگز شریک نہ ہو کہ حرام ہے اور نہ ہو تو وہی تین صورتیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴-۵) :۔ مرد کو سلام کرے تو السلام علیک یا السلام علیکم کہے، عورت کو سلام کیا جائے تو السلام علیکِ یا علیکن کہا جائے۔ اور آج کل جس طرح رواج ہے کہ صرف سلام کہتے ہیں اس سے بھی سلام کی سنت ادا ہوجاتی ہے قرآن مجید میں فرمایا۔ قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ۔[۱] واللہ تعالیٰ اعلم

---

[۱] پ ۱۲ سورہ ھود، رکوع ۶۔ مصباحی

مسئلہ:۔ از قصبہ فتح کھلڈا۔ تعلقہ مہکر۔ ضلع بلڈانہ ملک میرا رسی پی محمد اسلم خان ولد محمد سرفراز خان صاحب۔

مشرک لوگ جو کھانا یا شیرینی یا میوہ یا غیر کھانے والی شئی وہ اپنے دیوتاؤں کے نام خیرات کرنے اور نذر کرنے کی نیت سے تقسیم کرتے ہیں۔ وہ لینا کھانا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ یا جو بکرا دیوؤں کے نام سے چھوڑا ہوا ہو اس کا گوشت کھائیں یا نہیں؟ یا دیوؤں کے نام سے باغ یا کنواں وقف کیا ہو تو اس کا پانی پھل مسلمان استعمال کریں یا نہیں؟ خلاصہ فرمائیں؟

الجواب:۔ جو مٹھائی وغیرہ بتوں پر چڑھاتے ہیں۔ اگرچہ وہ حرام نہیں ہو جاتی تاہم اس سے اجتناب اولیٰ ہے۔ کہ وہ اسے تبرک سمجھ کر تقسیم کرتے ہیں۔ اور بت پر چڑھنے کے بعد کوئی چیز تبرک نہیں ہو سکتی۔ جانور جو بتوں کے نام پر چھوڑتے ہیں۔ وہ مالک کی ملک میں باقی رہتا ہے۔ اگر اس کے مالک سے اجازت لیکر کسی نے اللہ کے نام سے ذبح کیا حلال ہو گیا۔ کہ ذبح میں نیتِ ذابح کا اعتبار ہے، اگر اس نے اللہ کے نام سے ذبح کیا۔ حلال ہے۔ اور غیر اللہ کے نام ذبح کیا تو حرام اگرچہ مالک کی نیت کچھ ہو۔ یوہیں باغ کا پھل اور کنویں کا پانی بھی جائز ہے حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ(۱) از مولوی عبدالکریم صاحب اسلام میاں کی باڑی محلہ بیجن تلہ شہر ہوڑہ۔ ۵ رجب سنہ ۴۶ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں آج کل کے مصنوعی ہجڑے جن کا پیشہ ناچ و رنگ ہے۔ اور دیگر افعال منکرات کے مرتکب ہیں، اگر وہ میلاد کرائیں تو ان کی مجلس میلاد شریف میں شرکت کرنی اور شیرینی لینی یا ان کے شادی وغیرہ کی ضیافت قبول کرنی اور ان سے

مسجد وغیرہ کیلئے چندہ اور کسی قسم کی امداد لے سکتے ہیں یا نہیں ؟

۲۔ عورتوں کو اینگور، سیندور، ابسن وغیرہ مانگ میں لگانا اور پیشانی پر ٹکلی چسپاں کرنا، کیا اس میں کوئی کراہت ہے ؟ کیونکہ بکر کہتا ہے کہ حرام ہے ؟

۳۔ سعد و نحس یا عقرب جنتریوں میں لکھا رہتا ہے، اس کے مطابق عمل کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے ؟

۴۔ انگریزوں کے مستعمل گرم کوٹ جو بازاروں میں کم قیمت پر فروخت ہوتے ہیں، آیا خرید کر استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں۔ اور انگریزوں کی وضع پر کمینز کوٹ از سر نو بنوانا جائز ہے یا ممنوع ؟ اگرچہ دامن نیچا ہو ؟ کیونکہ ان کے کوٹ کمیز کا دامن کمر سے کچھ نیچے ہوتا ہے۔ واسکٹ پہننا کیسا ہے ؟

الجواب:۔ (۱) اگر معلوم ہے کہ یہ مال جو چندہ وغیرہ میں دے رہا ہے، بعینہ حرام ہے۔ تو اس کا لینا جائز نہیں۔ یوہیں اگر غالب گمان اوسی کا ہے۔ جب بھی نہ لے۔ اور اگر اس کے پاس حرام و حلال دونوں قسم کے مال ہیں۔ اور یہ علم نہیں کہ یہ جو دے رہا ہے حرام ہے۔ تو اس صورت میں احتیاط اولیٰ ہے۔ من اتقی الشبہات فقد استبراء لدینہ۔ ایسے لوگوں سے اتنا خلط نہ کرنا چاہئے کہ اونکی شادی وغیرہ تقریبات میں شرکت ہو کہ اولاً ایسے لوگوں کی تقریبات منکرات شرعیہ سے خالی نہیں ہوتیں، اور ہوں بھی تو ان کے یہاں جانا تہمت سے خالی نہیں۔ اتقوا مواضع التہم۔ یوہیں ان کے یہاں مجلس میلاد شریف میں بھی شرکت نہ کرے۔ مگر جب کہ مقصود شرکت سے امر بالمعروف و ازالۂ منکر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) سیندور لگانا مثلہ میں داخل اور حرام ہے۔ نیز اوسکا جرم پانی بہنے سے مانع ہوگا۔ جس سے غسل نہیں اترے گا۔ اور افشاں یا ٹکلی بھی وضو و غسل کے ادا کرنے میں مانع ہیں۔ اور ٹکلی میں ہندؤں سے مشابہت ہوتی ہے کہ

مسلمان عورتیں استعمال نہیں کرتیں۔ ان کے استعمال سے احتراز چاہئیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۳) یہ سب بے اصل اور نجومیوں کے ڈھکوسلے ہیں کہ اونکا اعتبار ہرگز نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۴) کفار کے وضع کے کپڑے پہننا ناجائز۔ یعنی جو وضع اونکے ساتھ مخصوص ہو اس سے احتراز لازم، حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ایاکم وزی الاعاجم کما ھو مروی فی صحیح مسلم۔ اگر خاص ان کی وضع کے نہ ہوں، تو استعمال کرسکتے ہیں، اگرچہ پرانے خریدے گئے ہوں۔ کہ قرن اوّل میں صحابہ کرام اموال غنیمت میں کفار کے کپڑے بھی لیتے اور انھیں استعمال فرماتے۔ یوہیں وہ کپڑے جو اون کی وضع کے ہیں اون کو کاٹ کر دوسری وضع کے بنالیئے جائیں کہ اب وہ کفار کی وضع کے باقی نہ رہیں، تو اون کا استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ (۱) از گرمٹکال ڈاکخانہ نارائن پیٹھ ریاست حیدرآباد دکن مرسلہ مولوی اسرار الرحمٰن صاحب ۱۸ رجب ۱۳۳۶ھ

کتاب سید الاولیاء مطبوعہ مطبع محب ہند دہلی فیض بازار کے صفحہ ۲۸۷ سطر ۱۴ میں شہر صفر کے آخری چہارشنبہ کو لکھا ہے کہ قوی البرکت ہے۔ اور خوشی منائیے، خیرات کرے، وغیرہ ایک رباعی بھی واللہ اعلم کس کی ہے مشہور ہے کہ ؎

آخری چہارشنبہ زماہ سفر ؛ جانب باغ سیر کن بنگر
ہرکہ شادی کند دریں آوان ؛ غم نہ بیند بقول پیغمبر

تیسرا مصرع مجھے اس وقت یاد نہیں آیا۔ ظنی لکھدیا ہے۔ ماثبت من السنۃ فی ایام السنۃ، حضرت شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی جن کے خاندان سے اس نااہل کا بھی تعلق ہے۔ اس کا رد معلوم ہوتا ہے۔ لہذا اس کا فیصلہ آپ فرمادیں

اس کا یہاں اور غالباً ہندوستان کے اور مقامات میں بھی بہت رواج ہے۔ کہ جنگل کو سیر کیلئے جاتے ہیں۔ اور کئی قسم کے کھانے تیار کرتے ہیں؟

مسئلہ (۲) محرم شریف میں ایستادگی علم و تعزیہ کے متعلق لوگوں کے مختلف روایات ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ان کے نام کی چیز ہے۔ اور علموں پر نام پاک آل اطہار و بعض آیات قرآنی بھی رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ بعض روایات ہیں کہ حافظ محمد علی صاحب حضرت شاہ سلیمان موسوی کے خلیفہ اس کے خلاف تھے ایک بار سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تعزیہ کے ساتھ دیکھا۔ جب سے وہ تعزیہ کیلئے اپنے ہاتھ سے بانس کی کھپچیاں چھیلا کرتے ہیں۔ لہذا اس کے متعلق احکام شریعت و طریقت لکھیئے؟

الجواب (۱) :۔ آخر چہار شنبہ بالکل بے اصل ہے، اور یہ جو مشہور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس روز غسل صحت فرمایا۔ کتابوں سے ثابت نہیں۔ بلکہ اس کا عکس ثابت ہوتا ہے یعنی اس دن میں مرض شدید و سخت تھا۔ لہذا جس بنا پر خوشی منائی جاتی ہے، وہ صحیح نہیں، تو یہ کام بھی وجہ صحت نہیں رکھتا، رہا حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس دن کو بابرکت فرمانا ہو سکتا ہے کہ اپنے کشف سے معلوم فرمایا ہو۔ چونکہ آپ کے کلام سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کے بابرکت ہونے کی کیا وجہ ہے۔ لہذا اس کو اوس بے اصل بات پر حمل نہ کیا جائے گا۔ اور ممکن ہے کہ حضور کے مرض کی شدت کا دن ہے اس وجہ سے صدقہ دینے کو فرماتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ چونکہ خود حضرت محبوب الٰہی سلطان الاولیاء کی ولادت کا دن ہے۔ اس وجہ سے بابرکت فرماتے ہیں، اور خوشی کرنے کا حکم دیتے ہیں جس طرح بزرگان دین کا روز وصال بابرکت دن ہوتا ہے، اسی طرح روز ولادت بھی بابرکت ہے۔ کہ اہل دنیا کو یہ نعمت اوس روز ملی ہے اور یہ رباعی اوسی

بے اصل روایت کی بنا پر ہے، لہذا قابل اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲):۔ علم و تعزیہ بدعت ہیں، بلکہ سیکڑوں بدعتوں کے مجموعہ کا نام تعزیہ داری ہے، ایسی روایتوں اور حکایتوں پر احکام شریعت کا مدار ہو تو شریعت نہ ہوئی کھیل ہوا۔ آپ ان تمام افعال کی طرف نظر کیجئے جن کو تعزیہ داری کا جزو لاینفک تصور کیا جاتا ہے، تو واضح ہو جائیگا کہ تعزیہ داری کتنے قبائح پر مشتمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از قصبہ بھینڈاڈاکخانہ خاص ضلع ییچ علاقہ ریاست ادمپور میواڑ مرسلہ جناب عبدالمجید صاحب پیش امام مسجد نداخان۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسلمان کو دھوتی کا پہننا درست ہے یا نادرست، اس طرح پر کہ جیسے عام کافر و مشرک دھوتی پہنتے ہیں، یعنی دھوتی کی دونوں لنگوں کو ٹانگوں میں ڈال کر پیچھے کمر پر گھرس لینا، لہذا بموجب قرآن مجید و حدیث شریف کے مفصل و مشرح جواب مرحمت فرمادیں، عنداللہ و عندالرسول ماجور و مشکور ہوں گے۔؟

مسئلہ (۲) مسلمان عورت کو لہنگا پہننا درست ہے یا نادرست؟

الجواب (۱-۲):۔ مسلمان کا لباس اوس قسم کا ہونا چاہئے جس طرح عام مسلمانوں خصوصاً صالحین کے لباس ہوتے ہیں۔ ایسا لباس جو کافروں کی وضع قطع کہلاتا ہے ناجائز ہے۔ خصوصاً جبکہ اوسکی وجہ سے مسلم و کافر کا امتیاز جاتا رہے۔ ان بلاد میں جہاں دھوتی خاص ہندوؤں کا لباس گنا جاتا ہے، مسلمانوں کو پہننا نہ چاہئے صحیح مسلم شریف کی حدیث میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد موجود ہے۔ ایاك وزی الاعاجم۔ عجمیوں یعنی مجوسیوں کے لباس سے بچو، یوہیں لہنگا کہ یہ بھی ہندوانی وضع گنی جاتی ہے، اس سے بھی مسلمان عورتیں پرہیز کریں مسلمانوں پر لازم ہے کہ ظاہری حالت کو بھی کفار سے مشابہ نہ ہونے دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از کاٹھیاواڑ مرسلہ جناب محمد عمر خانصاحب لکھنوی مقام گونڈل بر دکان جناب موسیٰ میاں حاجی ہاشم میاں ٹوپی والے ۱۰ ذی الحجہ ۴۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چیناسلک ،، جو چین کا ریشم ہوتا ہے۔جس کا تانا بانا دونوں ریشم ہوتا ہے، اسکا پہننا کیسا ہے۔ آیا جائز ہے یا نا جائز ہے۔ اور جائز ہے تو اس کی کیا وجہ ہے مفصل جواب روانہ کیجئے گا، چیناسلک کا نمونہ بھی حاضر ہے ؟

الجواب:۔ ریشم کے کپڑے پہننا مردوں پر حرام ہے، حدیث میں ارشاد ہوا، محرم علی ذکور امتی ۔ ریشم کیڑے سے پیدا ہوتا ہے۔ آج کل درختوں کی چھال کو باریک کر کے بھی ریشم بناتے ہیں مگر یہ نہ حقیقتاً ریشم ہے نہ اوسکا پہننا حرام اگر یہ ،، چیناسلک ،، نقلی ریشم ہو تو جائز ہو گا۔ جو لوگ اس کے ماہر ہیں وہ شناخت کر سکیں گے۔ کہ یہ اصلی ریشم ہے یا نقلی۔ بظاہر دیکھنے سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصلی ریشم ہے، بہر حال اگر اس کا نقلی ہونا ثابت ہو جائے، تو حرام نہ ہو گا پھر بھی احتیاط چاہیئے اگرچہ حرام نہ ہو۔ مگر لوگوں کو بدگمانی کا موقع ہے۔ اور ایسے امور سے بھی پرہیز چاہیئے۔ حدیث میں ہے۔ اتقوا مواضع التھم ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از اجمیر شریف ۱۱ ذی الحجہ ۴۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں جو حسب ذیل تحریر ہیں کہ لڑکی بالغ زمانہ حال میں کس عمر میں ہو جاتی ہے ؟

(۲) جس سے نکاح جائز ہے اس سے پردہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب:۔ (۱) کم سے کم نو برس کی عمر میں لڑکی بالغ ہو سکتی ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ پندرہ برس میں، درمختار میں ہے، فان لم یوجد فیھما شئی (ای من علامۃ البلوغ) فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی ۔ اوسی میں ہے۔ وادنیٰ مدتہ

لہا تسع سنین وھو المختار ، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب(۲) :۔ جس سے نکاح جائز ہے اوس سے پردہ لازم ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ محمد اسد اللہ طالب علم مدرسہ منظر اسلام بریلی ۱۰ رجمادی الآخرہ ۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ذکر جلی کی حد کیا ہے؟ کس طریقہ پر کرنا چاہیئے ۔ ؟

الجواب :۔ اتنی آواز سے ذکر ناکہ دوسرے سنیں "ذکر جہر" ہے اور مشائخ کے یہاں اس کے بہت سے طریق ہیں، مبتدی کیلئے ذکر جہر چار ضربی زیادہ مفید ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ چار زانوں بیٹھکر بائیں پاؤں کی رگ کی ماس دہنے پاؤں کے انگوٹھے سے دبائے اور سر اتنا جھکائے کہ پیشانی گھٹنے کے مقابل ہوجائے اور بائیں جانب سے لاَ شروع کرکے دہنے گھٹنے کے مقابل تک سر لائے اور یہاں سے الٰہ شروع کرے یوں کہ دہنے مونڈھے پر لٰ کو ختم کرے اور ہ مونھ پیچھے پھیر کر کہے اور الا اللہ کی ضرب قلب پر لگائے ، ذکر جہر بقوت زیادہ مفید ہے مگر نہ اتنا قوی کہ اپنے کو ضرر پہونچے اور یہ بھی خیال رہے کہ مریض یا سوتے یا نمازی یا کسی کو اسکی وجہ سے تکلیف نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ سید ایوب علی صاحب بریلی محلہ سوداگران ۲۵ رشعبان ۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب کو لڑکی پیدا ہوئی گھر کے لوگ "عاصیہ" نام رکھتے ہیں اس کے متعلق جو ارشاد ہو جواب دیا جائے ۔ ؟

الجواب :۔ یہ نام اچھا نہیں حدیث میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک صاحبزادی کا نام "عاصیہ" تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام کو بدلکر "جمیلہ" نام رکھا۔ رواہ مسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اس لڑکی کا وہی نام رکھیں جو حضور نے رکھا یعنی جمیلہ یا آسیہ نام رکھدیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئولہ شمس الدین ساکن محلہ بہاری پور بریلی ۷ رشوال
کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے آقا ومولیٰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف حضرت کہدینا کیسا ہے۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت لکھا ہے، یا آپ کے خلفائے راشدین نے بھی کہیں لکھا ہے۔ یا ہمارے علماء نے کہیں لکھا ہے یا ہمارے اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہیں لکھا ہے۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت نہ کہیں تو کیسا ہے؟

الجواب: لفظ حضرت الفاظ تعظیم سے ہے اس کے بولنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں اس کے بعد درود شریف بھی ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جب ذکر کیا جائے، درود شریف کے ساتھ ہونا چاہئے۔ نیز درود شریف سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ یہ لفظ خصائص سے نہیں، اور غیر نبی وملک پر بالاستقلال درود بھیجنا منع ہے، اور لفظ حضرت کہنا ضروری نہیں بلکہ اختیار ہے کہ کوئی دوسرا لفظ استعمال کریں مثلاً حضور، آقا، مولیٰ، جناب یا اوصاف کریمہ رسول اللہ، نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی یاد کرسکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئولہ رحیم بخش ساکن محلہ شاہدانہ بریلی ۲۸ رشوال ۱۳۴۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس فرائض کی نافرمانی کی، اسواسطے برادری نے اس کو بند کردیا۔ اور کچھ لوگوں نے اسکی شراکت دی، اور اس شخص نے کھانا کیا، وہ کھانا کیسا ہے، کھانے کے واسطے اور جن آدمیوں نے انکی شراکت دی ہے ان کو شرع شریف کیا حکم دیتی ہے؟

حاشیہ عہ **مسئلہ:** مسئولہ غلام عباسی محلہ تکیہ بقر علی بریلی ۱۵ رشوال ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عرصہ تین سال کا ہوا شادی کیئے ہوئے۔ پہلی رخصت میں ایک شبانہ روز رہ کر چلی گئی دوسری رخصت میں بیس روز رہ کر چلی گئی اس کے بعد یہیں جھگڑے شروع ہوئے۔ اب اپنا مہر گھر بیٹھے طلب کرتی ہے۔ اس وجہ پر برادروں نے یہ فیصلہ کردیا تھا کہ نہ تو لڑکی والا اپنی لڑکی کو بلا عذر شرعی روک سکتا ہے۔ اور نہ لڑکا والا بلا عذر شرعی لڑکے کی بیوی روک سکتا ہے۔ اب لڑکی نے یہ عذر پیش کیا ہے کہ میرا مہر دلوا دیا جائے۔ لہذا کس شکل پر وہ مہر لے سکتی ہے؟

الجواب:۔ بیان سائل سے معلوم ہوا کہ مہر میں مؤجل یا معجل کی کوئی شرط نہ تھی۔ لہذا اس وقت عورت مہر نہیں لے سکتی بلا رضامندی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ سلطان احمد عفی عنہ ۱۲ منہ

الجواب:۔ اگر صورت واقعہ یہی ہے کہ اس شخص نے حکم شرع کو نہ مانا، اس بنا پر اہل برادری نے بند کردیا، تو جب تک توبہ کرکے حکم شرع کو قبول نہ کرے اہل برادری اسکی شرکت نہ دیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے، فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ، اور جو ایسے کا شریک ہو اس کیلئے بھی یہی حکم ہے، اور یہ شرکت ناجائز، قال اللہ تعالیٰ۔ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ اور یہ کھانا جو مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنیکے لئے کیا گیا ہے اسے کھانا بھی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ مسیت اللہ محلہ عالمگیری گنج بریلی ۲۸ رشوال ۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے لڑکے کا ختنہ کیا، اور اس کی خوشی میں اہل برادری کا کھانا کیا، مگر زید کی منکوحہ دختر اپنے شوہر کے یہاں جانے سے بسبب آپس کے نزاع

کے رکی ہوئی ہے، اور اس کی خواہش یہ ہے کہ میرا مہر معجل مجھکو دیدیا جائے،
تب میں شوہر کے یہاں جاؤنگی، لہذا بدیں وجہ اہل برادری کا اعتراض ہے کہ زید کے
یہاں کا کھانا حرام ہے، لہذا دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ یہ کھانا حرام، یا حلال اور
اگر حلال ہے تو اعتراض کرنے والوں پر حد شرع کیا قائم ہو؟

الجواب:۔ پیشتر فقیر کے پاس اس مضمون کی تحریر آئی کہ زید نے حکم شرع کو
نہ مانا اس بنا پر اہل برادری نے اسے بند کیا۔ پھر برادری کے توڑنے اور اپنا شریک
بنانے کیلئے یہ کھانا کیا۔ اگر واقعہ یہی ہے تو کھانا اور شریک ہونا ناجائز، اب اس
استفتاء سے معلوم ہوا کہ اس زید نے نہ حکم شرع کی مخالفت کی اور نہ برادری نے اسے
بند کیا اور یہ کھانا بتقریب ختنہ ہے لہذا اگر صورت واقعہ یہ ہے تو کھانے میں شریک
ہوسکتے ہیں، مسلمانوں پر لازم ہے کہ کذب وافتراء سے بچیں، اور جو سچا معاملہ ہو اس
پر کاربند ہوں، اور ناجائز نزاع و نفسانیت کو دور کرکے حکم شرع کا اتباع کریں۔
احکام شرعیہ عمل کیلئے ہیں اس لئے نہیں کہ دوسرے کو زد پہنچائی جائے، اور خود عمل
نہ کیا جائے، اللہ عزوجل نیک راستہ پر چلائے اور نفسانیت کو دور کرے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس سوال کے بارے
میں طوائفان کے یہاں وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں، اور وعظ ختم ہونے کے بعد شرینی
وغیرہ تقسیم ہو تو اسکا لینا اور کھانا درست ہے یا نہیں؟ اور مولوی یعنی واعظین کو وہ
لوگ نذرانہ دیویں تو اسکا لینا درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲) وعظ یا میلاد شریف میں اکثر میلاد خواں یا واعظین کا یہ دستور ہوا
کرتا ہے کہ وعظ ختم کرنے کے پہلے ہی بتاشہ یا شرینی تقسیم کروادیا کرتے ہیں، اور
بعد ختم وعظ کے صرف دعا کر لیتے ہیں، اور بعض واعظین یا میلاد خواں کا یہ دستور ہوتا ہے
کہ بعد ختم وعظ کے کچھ شرینی سامنے رکھ کر اس پر فاتحہ دیکر بعد کو تقسیم کرواتے ہیں، جو

تبرک سمجھی جاتی ہے، چونکہ طوائفان کے یہاں وعظ ختم ہونے سے پہلے ہی شرینی وغیرہ تقسیم کروادی تھی اور بعد ختم واعظ کے صرف دعا مانگی تو کیا وہ شیرینی تبرک سمجھی جاوے گی، کیونکہ اس پر فاتحہ تو ہوئی ہی نہیں تھی تو اسکا لینا اور کھانا درست ہوا یا نہیں؟

اور یہ بھی ہمکو علم نہیں ہے کہ وہ شیرینی جو تقسیم ہوئی تھی ناجائز پیسہ کی تھی یا جائز کی سوا اس شیرینی کا لینا اور کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب (۱):۔ طوائف کے یہاں جانا ہی ناجائز ہے، مگر جبکہ اس امر کیلئے گیا کہ اس کے پیشہ کی مذمت بیان کریگا اور توبہ کرائیگا اور چھوڑ دلانے کی کوشش کریگا۔ اور انکی شرینی اور نذرانہ سے اجتناب ہی چاہئے۔ اتقوا مواضع التهم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲):۔ جبکہ بعینہ اس شرینی کا حرام ہونا معلوم نہ ہو تو حرام نہیں، اشباہ والنظائر میں ہے الحرمة تنتقل مع العلم، امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وبه ناخذ مالم نعرف شيئاً حراماً بعينه[۱]، مگر طوائف کے یہاں جائے کیوں کہ شیرینی لینے نہ لینے کا سوال پیدا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ عبد الحکیم محلہ قصابان بریلی ۴ محرم ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مذاقاً بہ نیت اہانت برہمن کے اسکو ہاتھ دکھلانا اور بعد ہاتھ دکھلانے کے اس کے سامنے

---

[۱] طوائف کی شیرینی یعنی نفسِ طعام اس صورت میں حرام ہوگا جبکہ بعینہ وہی طعام اسے بطریقِ حرام ملا ہو یعنی زنا کی اجرت میں بعینہ وہی شیرینی والی چیز دی گئی، یا طوائف نے اسے حرام روپئے سے خریدا اور خریداری میں عقد ونقد اسی حرام روپئے پر جمع ہوئے حرام پر عقد ہونیکے یہ معنی ہیں کہ وہ حرام روپئے دکھا کر کہا کہ اسکے بدلے فلاں چیز دے دو، ۔ پھر جب بائع نے وہ چیز دے دی تو مشتری نے وہی حرام روپئے ثمن میں دیئے یہ حرام کا نقد ہوا ان دونوں صورتوں میں وہ شیرنی حرام ہے ورنہ نہیں، البتہ اس سے اجتناب اولیٰ ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم آلِ مصطفےٰ مصباحی

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھنا اور برہمن کو دل سے جھوٹا سمجھنا، اور اس کی بات پر عمل نہ کرنا کیسا ہے، بینوا توجروا

الجواب:۔ اگر اہانت مقصود تھی اور اسے جھوٹا جانا تو اس غرض سے ہاتھ دکھانے میں کوئی حرج نہیں، مگر یہ ظاہر بھی اسی وقت کر دے کہ دوسروں کو دھوکا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ بہار شاہ ساکن ہرہرپور تھانہ حافظ گنج ضلع بریلی ۱۲ محرم ۱۳۴۲ھ

علمائے دین و شرع متین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک موضع میں فقیروں کا چھاندہ بند کر دیا، مسلمانوں نے اس وجہ پر کہ اہل اسلام تو یہ کہتے ہیں کہ ہم لڑکے کی شادی میں چھاندہ نہیں دیں گے، اور نیاز و تیجے و چالیسویں میں دیں گے اور فقیر یہ کہتے ہیں کہ جب تم دعوت کر دگے تو ہم چھاندہ لیں گے، اور اگر آپکو یہی منظور ہے کہ ہم لڑکے کی شادی میں چھاندہ نہیں دیں تو آپ فقیروں کی دعوت لڑکے کی شادی میں نہ کریں، یہ بات اہل اسلام کو منظور نہیں ہے، اور اسی بات پر فقیر بند تھے، لیکن ایک مسلمان کے یہاں پر عقیقہ ہوا تھا اس نے سب فقیروں کی دعوت کی، اور قریب قریب کے آدمی علاوہ فقیروں کے تھے، اور صاحب خانہ اس بات کی قسم بھی کھاتا ہے کہ جس وقت میں نے فقیروں کی دعوت کی تھی تو اس وقت مجھکو یہ معلوم نہیں تھا کہ فقیر بند ہیں لیکن جس وقت فقیر اور سب اہل اسلام کھانا کھانے کے واسطے آئے، اور کھانا سامنے سب صاحبوں کے آچکا تھا، تو اس وقت جملہ مسلمانوں نے کہا کہ ہم کھانا نہ کھاویں گے اور باہم طرفین سے خوب گفتگو ہوئی اور صاحب کھانا نے مجبور ہو کر خدا اور رسول کا واسطہ دیا، اور توبہ بھی کرتا تھا اور بار بار رنجیدہ ہو کر خدا اور رسول کا واسطہ دیتا تھا لیکن کسی مسلمان نے نہیں مانا، اور یہ کہا کہ فقیروں کو اٹھا دو تو کھانا کھاویں، لہذا ایسا ہوا کہ فقیروں کو اٹھا دیا تو سب مسلمانوں نے کھانا کھایا، علاوہ پھر بارھویں دن پنچایت ہوئی تو اسی شخص کو پھر خطا دار بنانا چاہا تو اس نے کہا کہ میں نے تو حکم کی پابندی کی، کس طرح خطا دار ہوں

تو اس کو معافی ملی ؟

الجواب :۔ بیان سائل سے معلوم ہوا کہ فقیروں کو کھانا کھلانے کے بعد کچھ کھانا گھر لیجانے کیلئے دیتے ہیں، اسے چھاندہ کہتے ہیں۔ فقیروں کو کھانا کھلانا یا انھیں گھر لیجانے کے واسطے کچھ دینا یہ دینے والے کے اختیار میں ہے، فقیر اس کو جبراً نہیں لے سکتے وہ اپنی خوشی سے شادی یا غمی میں دیں، تو فقیر لے لیں، نہ دیں تو ان کا کچھ اختیار نہیں اور جس شخص نے فقیروں کو عقیقہ میں بلایا، اس کا شرعاً کوئی گناہ یا جرم نہیں، اور صاحب خانہ پر یہ تشدد کہ فقیروں کو اٹھادو، اس وقت ہم کھانا کھائیں گے، یہ سخت زیادتی ہے اور اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطہ دلانے پر بھی نہ ماننا، بہت بیجا ہٹ اور ضد ہے، بلا وجہ شرعی کسی کو ذلیل کرنا کب روا ہے، جس نے فقیروں کی دعوت کی یہ کوئی خطا نہیں، زبردستی اسے خطادار ٹھہرانا ظلم ہے، یہ لوگ اس سے معافی مانگیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ رحیم بخش محلہ بہاری پور بریلی ۱۵ محرم ۱۳۴۲ھ

(۱) چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین و ہادی راہ یقین حسب ذیل مسئلہ میں کہ زید فریق اکہرے میں ہے، اور عمرو فریق دوہرے میں۔ عمرو فریق دوہرے والے زید سے دوہرا حصّہ کے واسطے جبر کر کے زور ڈالتے ہیں کہ دوہرا حصّہ چودھری کو دو، دوہرا حصّہ جبراً طلب کرنا یا دینا ہماری شریعت مطہرہ میں جائز ہے یا ناجائز جو لوگ جبراً لڑ کر کے دوہرا حصّہ لیتے ہیں ان کا کھانا کیسا ہے ؟

۲۔ سوم میں جو حصّہ چنے اور بتاشا تقسیم ہوتے ہیں وہ کس کا ہے ؟ اور جس پر یہ حصّہ چودھری صاحب دوہرا مانگتے ہیں وہ لینا کیسا ہے ؟

۳۔ سرپنچایت کسی سے خطاداری لیکر مٹھائی منگاتے ہیں اور چودھری لوگ اسکا بھی دوہرا حصّہ لیتے ہیں یہ کیسا ہے ؟

۴۔ اور میت کے چالیسویں کا جو کھانا ہوتا ہے اسکے بھی چودھری لوگ دوھری دعوت لیتے ہیں یہ جائز ہے یا ناجائز ؟

۵۔ شادی کی تقریب منگنی میں جو بتاشا تقسیم ہوتے ہیں اس کا بھی دوہرا حصّہ لیتے ہیں ؟

۶۔ جب شادی کا دن مقرر ہوتا ہے اس کا بھی دوہرا حصّہ لیتے ہیں یہ کل حصّہ جبر کرکے لیتے ہیں ؟

الجواب :۔ لوگ اگر اپنی خوشی سے بلا جبر و تشدد اگر چودھری کو بوجہہ اسکی عزت و امتیاز کے دوہرا حصہ دیں، تو اس میں کچھ حرج نہیں، اور اگر جبراً چودھری اپنی قوم سے دوہرا حصہ لے تو یہ ناجائز و حرام ہے، ہاں اگر چودھری کسی کام کے معاوضہ میں دوہرا حصہ لیتا ہو تو یہ ایک اجارہ ہوگا، اگر اجارہ کے شرائط پائیں جائیں مثلاً کام اور اجرت کی تعیین ہو تو اجارہ صحیح ہوگا، ورنہ فاسد، تیجے کے چنے بتاشے اور چالیسویں کا کھانا یہ حق فقرا ہے، اغنیا کو ان سے اجتناب چاہئیے، فتح القدیر میں ہے، ھی بدعة مستقبحة لأن الدعوة انما شرعت فی السرور لا فی الشرور، ہاں اگر چودھری یا برادری کے جو لوگ محتاج و فقیر ہوں تو کھا سکتے ہیں مگر دوہرا حصہ جبراً نہیں لے سکتے، خطاواری یعنی جرمانہ شرعاً ناجائز ہے، بحر الرائق میں ہے، التعزیر بالمال منسوخ۔ یہ رقم جب ناجائز ہوئی تو اس کا اکہرا حصّہ بھی ناجائز ہے نہ کہ دوہرا شادی یا منگنی وغیرہ خوشی کی تقریبوں میں خویش واقارب یا اہل برادری کو جو حصّے بانٹے جاتے ہیں یہ ہدیہ و ہبہ ہے یہ امیر و غریب سب کھا سکتے ہیں، اس میں اصلاً کراہت نہیں مگر جبراً دوہرا تو دوہرا اکہرا بھی نہیں لے سکتے، اور وہ اپنی خوشی سے دو تو کیا۔ دس حصّے بھی دیدے تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ حکیم حاجی سید نعیم الدین صاحب بہاری۔ حال مقام مانی کا چر

ڈاک خانہ زمانی کاچر ضلع دھوبڑی ۱۲ ر صفر ۴۲ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے حقانی نائب رسول صراط مستقیم کہ دسترخوان بچھا کر ہاتھ دھو کر کھانا کھانا سنت ہے، یا ہاتھ دھو کر دسترخوان بچھانا سنت ہے اور بعد کھانا کھانے کے دسترخوان پر ہاتھ منہ دھونا جائز ہے یا نہیں ؟ دسترخوان زمانہ نبوی سے ایجاد ہوا ہے یا بعد میں کسی شاہی وقت سے یا قبل زمانہ نبوی سے ایجاد ہے اور دسترخوان کس خیال سے ایجاد کیا گیا ؟

الجواب :۔ کھانے سے قبل اور بعد ہاتھ دھونا سنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی عن سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور دسترخوان ہونا بھی بہتر ہے احادیث سے ثابت۔ مگر یہ امر کہ پہلے دسترخوان بچھایا جائے یا پہلے ہاتھ دھوئے جائیں نظر فقیر سے نہیں گذرا، مگر جب اسی جگہ ہاتھ دھوئیں جائیں تو زیادہ نظافت اسمیں ہے کہ دسترخوان بچھانے سے قبل اور اٹھانے کے بعد ہاتھ دھوئیں کہ ہاتھ دھلانے والے کے پاؤں دسترخوان پر نہ پڑیں کہ اگر پاؤں صاف نہ تھے تو دسترخوان آلودہ ہوگا۔ اور اس پر روٹی رکھنے میں کراہت معلوم ہوگی اور بعد میں اگر کھانے کے ریزے گرے ہیں تو ان پر پاؤں پڑنا بھی اچھا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ جناب ثابت علی از ٹانڈا محلہ سکراول پورب طرف ضلع فیض آباد ۱۸ ر صفر ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ بینوا بسند الکتاب توجروا عند اللہ بغیر حساب عورت کو گائے وغیرہ کا دودھ دوھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ دودھ دوہنے کیلئے مرد ہونا شرط نہیں عورت بھی دوہ سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ محمد اسمٰعیل بیگ بیجناتھ پارہ رائپور ممالک متوسط ۱۸ صفر ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ والدین اپنی اولاد کو کسی قصور پر عاق کرنے کے مجاز ہیں اور کیا ایک بھی عاق کر سکتا ہے؟

الجواب:۔ اولاد کا عاق ہونا خود انکی صفت ہے والدین کے عاق کرنے پر موقوف نہیں، بلکہ شرعاً عاق کرنے کے کوئی معنی بھی نہیں، جو اولاد ماں باپ کی نافرمانی کرے یا انھیں ایذا دے وہ عاق ہے۔ اگرچہ والدین نے یہ نہ کہا ہو کہ میں نے عاق کیا اور یہ سخت کبیرہ ہے اور والدین میں ایک کا بھی عاق ہونا کبیرہ ہے اور دونوں کا ہے تو دوچند گناہ۔ عقوق الوالدین کی شرح میں مرقاۃ میں ہے۔ والمراد عقوق احدھما اور ایک حدیث میں خصوصیت کے ساتھ ماں کا ذکر آیا ہے۔ نھی عن عقوق الامہات صحیحین کی روایت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ہے۔ ان اللہ حرم علیکم عقوق الامہات۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۱) مرسلہ علی بخش صاحب قوم شیخ ساکن بریلی محلہ کانکر ٹولہ ۲ ربیع الاول ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ وہ کھانے جو غریبوں سے زبردستی اور اصرار کرکے لئے جاتے ہیں اور اگر نہ دیویں تو ذلیل کرتے ہیں اور طعن مارتے ہیں کہ ہم نے بھی کھلایا ہے ادلا بدلا ہے۔ یہ کھانے ہم کو شریک میں کیسے ہیں؟

مسئلہ (۲) کربلا کی سبیل میں جبراً چندہ لینا اور کربلا میں عورتوں کا جانا کیسا ہے؟

مسئلہ (۳) جوا کھیلنا اور جو کھیلنے کو منع کرے اس کو یہ جواب دینا کہ نہ کھیلیں گے تو چھچھوندر کا جنم ہوگا یہ کیسا ہے؟

مسئلہ (۴) یہ رسوم بیاہ شادی کے اندر موجود ہیں منڈھا گاڑنا۔ مٹی بھرنی ڈھولک بجانا۔ اور عورتوں کو گانا رسم رت کرنا۔ گھوگنی اور گلگلوں پر اصرار کرنا۔ دیگر ناچ باجہ وطائفہ وغیرہ کرنیکو جو منع کرے اسکو ہا بڑا وہا بڑا ولامذہب کہنا کیسا ہے؟

الجواب (۱) :۔ جبراً کھانا لینا حرام ہے۔ اور کھانا نہ دینے پر اس غریب کو ذلیل کرنا بھی حرام۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ اور کھانا جو دعوتوں میں کھلایا جاتا ہے یہ قرض نہیں ہو سکتا کہ قرض میں تملیک ہوتی ہے اور یہاں تملیک نہیں بلکہ اباحت ہے۔ کہ کھلانے والے کی ملک میں رہے۔ اور یہ کھاتا ہے تو جبراً وصول نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :۔ جبراً چندہ لینا حرام ہے اور اس مصنوعی کربلا میں مردوں کو بھی جانا جائز نہیں نہ کہ عورتوں کو ہرگز ہرگز جانے نہ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) :۔ جوا کھیلنا حرام وکبیرہ اور شیطانی کام ہے قرآن عظیم میں ہے انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن۔ اور یہ کہنا کہ جوا نہ کھیلے گا تو چھچھوندر کا جنم ہو گا کفر ہے۔ کہ یہ تناسخ (آواگون) کا قائل ہونا ہے اور تناسخ کا قائل ہونا کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) :۔ ڈھول بجانا، عورتوں کا گانا، ناچ، باجا، یہ سب حرام ہیں، گلگلے یا گھوگنیوں میں حرج نہیں جبکہ ان کے ساتھ گانا بجانا نہ ہو، رت جگا جو عام طور پر ہوتا ہے کہ عورتیں گاتی بجاتی ہیں یہ ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ڈاڑھی منڈانا کیسا ہے۔ ڈاڑھی جس کی منڈی ہوئی ہو۔ اس کے پیچھے نماز واجب الاعادہ ہے یا نہیں۔ لوگ عام طور پر ڈاڑھی کتروانے اور منڈوانے والے کو ایک نہیں سمجھتے یہ ان کا سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب :۔ داڑھی جب تک ایک مشت سے زائد نہ ہو اس کا کتروانا حرام ہے اور منڈانا اس سے زائد برا، حدیث شریف میں ارشاد ہوا۔ احفوا الشوارب واعفوا اللحیٰ، مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ اس مسئلہ کا کافی بیان رسالہ لمعۃ الضحیٰ

مصنفہ شیخ الاسلام امام اہلسنت مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ
میں مطالعہ کیا جائے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ حسین میاں از ہنیگلہ متعلقہ بھروچ ۷ ربیع الآخر ۴۲ھ
کیا حکم ہے شرع شریف کا کہ جو شخص داڑھی کترواے (یعنی ایک مشت سے کم کرنا) اس کی امامت ناجائز ہے۔ چونکہ یہاں ایک مولوی صاحب کسی عربی رسالہ کے حوالہ سے امامت نادرست اور خود کی نماز نادرست یہاں تک کہ اس کے ساتھ سلام کرنا بھی نادرست ہے۔ اور اسکی دعاء بھی قبول نہیں ہوتی کہتے ہیں اگر ایسا ہی ہے تو اکثر لوگوں کی نماز نادرست ہوگی اور سلام کا نادرست ہونا وغیرہ ایک فساد پیدا کرنے والا ثابت ہوگا۔ جناب اگر کسی متداول کتب کا حوالہ دیکر مرقوم فرمائیں عین نوازش ہوگی، اور مہر وغیرہ کا نقش بھی مرقوم ہو چونکہ چند آدمی جھگڑا کرنے کے درپے ہیں جو بغیر شرع کے تسلی نہیں ہوسکتی ہے۔ لہذا جتنا ہو مفصل طور پر مرقوم فرماویں اور منڈانے اور کترنے میں کیا فرق ہے؟

الجواب:۔ داڑھی کو کترکر ایک مشت سے کم کرنا ناجائز وحرام ہے درر وغرر وغیرہ میں ہے۔ الاخذ من اللحیۃ وھی دون القبضۃ کما یفعلہ بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحہ احد واخذ کلھا فعل مجوس الاعاجم والیھود والھنود وبعض اجناس الافرنج۔ شیخ محقق لمعات میں فرماتے ہیں۔ قص اللحیۃ کان من صنیع الاعاجم وھو الیوم شعار کثیر من المشرکین کالافرنج والھنود ومن لاخلاق لھم فی الدین۔ درمختار میں ہے۔ فی المجتبیٰ قطعت شعرھا اثمت ولعنت زاد فی البزازیہ ولو باذن الزوج لانہ لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال۔ حدیث میں ہے۔ احفوا الشوارب واعفوا اللحیٰ۔ اور جب یہ معصیت وگناہ ہے تو چند بار کرنے سے

کبیرہ وفسق ہوگا کہ اصرار علی الصغیر کبیرہ ہے اور اسکا بالا علان ہونا خود ظاہر محتاج بیان نہیں۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ غنیہ میں ہے فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا۔ افسوس کہ مسلمانوں کو حکم شرع اگر کوئی بتائے تو تسلیم وقبول کرنے کے عوض فساد کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں ان کی اس حرکت سے حکم شرع نہیں بدلا جائیگا اور اگر فساد کرینگے تو گناہ اور زیادہ ہوگا ایسے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی صورتیں اور سیرتیں موافق شرع کریں نہ یہ کہ الٹے لڑیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم اگر زیادہ تفصیل درکار ہو تو اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت قدس سرہ العزیز کا رسالہ لمعۃ الضحیٰ مطالعہ کریں

مسئلہ:۔ مرسلہ حکیم عبدالرحیم۔ شہر امرتسر۔ دروازہ گلوالی بازار مس گراں ۲۴ شعبان ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیان شرع متین بابت اس مسئلہ کے جو کہ اشتہار بازار اور کوچوں میں ہوتے ہیں اور خشک ہوکر وہ نالیوں میں گر پڑتے ہیں اور یا کوئی لڑکا اوتار کر لیجاتا ہے اور اکثر دیکھا جاتا ہے نالیوں اور بازاروں میں پڑے ہوئے ہوتے ہیں ان پر قرآن پاک کی آیات اور حدیثیں لکھی ہوئی ہوتی ہیں سخت درجہ کی بے ادبی اور بے عزتی ہوتی ہے، وہی کاغذ کوڑے کرکٹ بازار صاف کرکے ڈالدیتے ہیں۔ آیا ایسے شخص سخت درجہ کے گناہ گار تو نہیں ہوتے؟ اور ایسا ہی اخباروں میں دیکھا جاتا ہے؟

الجواب:۔ ایسے اشتہاروں پر جو ان مواقع بیحرمتی میں چھاپے کئے جاتے ہیں آیات واحادیث لکھنا منع ہے، اور لکھی ہوں تو چسپاں کرنا ایسی جگہ جائز نہیں بلکہ مسلمانوں کے ہاتھ میں دیئے جائیں اور ان پر لازم کہ ادب وحرمت کو ملحوظ رکھیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از بیجناتھ پارہ رائپور سی پی مرسلہ عبدالرشید صاحب ۷ محرم الحرام ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صورت مسئولہ میں جو پرچہ منسلکہ میں درج ہے۔ شرک و بت پرستی ہے یا کیا ؟

(۱) اگر شرک ہے یا لزوم کفر اس سے ثابت ہوتا ہے۔ تو ایسی حالت میں مسلمانوں کی عورتیں ان کے نکاح سے علیحدہ ہوجاتی ہیں یا نہیں ؟

(۲) اگر علیحدہ ہوتی ہیں۔ تو ایسی حالت میں بلا تجدید نکاح و بلا توبہ اگر کوئی اولاد ہوئی تو اس اولاد کا کیا حکم ہے ؟

(۳) ایسے جلسوں اور مذموم و مشرکانہ رسوم کی امداد کرنیوالوں و اسکے جواز پر شاد کرنیوالوں کی نسبت کیا حکم ہے ؟

(۴) شیر وغیرہ کی صورتیں بنا کر اپنے جسم کو رنگا کر ناچنے والوں اور صورتوں کے بدلنے والوں کا کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا

از راہ کرم اس کا جواب آٹھ روز کے اندر عطا فرمائیں تاکہ اس رسم قبیح کے دفعیہ کی کوشش کی جائے ورنہ فردائے قیامت حضور رحمۃ للعالمین میں جوابدار علمائے کرام ہوں گے۔ اس ملک یعنی اکثر حصہ صوبہ متوسط و برار میں ماہ محرم الحرام کی پہلی تاریخ سے بدعتیں شروع ہوتی ہیں۔ تاریخ ۵ محرم الحرام کی صبح کو ایک نیزہ تیار کیا جاتا ہے۔ وہ اس طور سے کہ لکڑی کا ایک مجسمہ بنایا جاتا ہے جس کی شکل درج ذیل ہے۔ اور اس پر ایک نعل جو کہ صندل سے چھپا رہتا ہے۔ اوپر کی لکڑی میں لگایا جاتا ہے۔ اس مجسمہ کو وہ لوگ اپنی اصطلاح میں سواری کہتے ہیں بعض سواریوں میں ایک شکل بنا کر لگاتے ہیں۔ جس میں بہت سا صندل پیس کر لگا دیا جاتا ہے ہم یہ نہیں بتلا سکتے کہ وہ کس طرح بنائی جاتی ہے۔ مگر اس میں دو آنکھیں سونے یا چاندی کی لگائی جاتی ہیں۔ اور اس بت کے شانوں پر دو چاندی کے پنجے لگا دیئے جاتے ہیں اور بعض میں پنجے نہیں لگاتے ہیں۔ ان تینوں

لکڑیوں میں کپڑا رنگین یا سفید لپٹا رہتا ہے۔
محرم الحرام کی ساتویں نویں تاریخوں کو اور کبھی دسویں تاریخ کو وہ سواریاں اٹھائی جاتی ہیں۔ اس سواری کی خدمت کرنے والے کو مجاور کہتے ہیں۔ وہ مجاور نہا کر اور لنگوٹ کس کر گھٹنوں کے اوپر دھوتی پہنے ہوئے اس سواری کے سامنے آکر کھڑا ہوتا ہے۔ اور تماشائیوں میں سے کوئی ایک آدمی سواری کے سامنے فاتحہ پڑھتا ہے۔ فاتحہ ختم ہونے کے بعد کہا جاتا ہے کہ بجنے دو باجا۔ اور سب لوگ بولو دولھا پکارتے ہیں۔ تب سب تماشائی دولھا دولھا حسین حسین خوب زور سے چلاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ تماشائی پکارتے ہیں کہ جو دولھا نہ بولے وہ امام حسین کا چور۔ خوب دولھا دولھا اور حسین حسین کے نعرہ باجے کے ساتھ لگائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اس سواری کے مجاور کو حال آتا ہے۔ اور وہ زمین پر گر پڑتا ہے اور تڑپنے لگتا ہے۔ لوگ سنبھالتے ہیں۔ اور سواری جس کا بیان اوپر ہو چکا ہے مجاور کے کمر میں دیدی جاتی ہے۔ اور وہ مجاور اس سواری کے لینے کیلئے پیشتر سے کمر میں ایک چمڑے کا تسمہ باندھ لیتا ہے۔ جس میں سامنے کی طرف ایک چمڑے کی تھیلی لگی ہوئی ہوتی ہے وہ سواری کو لگا دی جاتی ہے دو آدمی اپنے ایک ایک ہاتھ سے مجاور کی جو کہ سواری اٹھائے ہوئے ہے اسکی کمر میں تھامتے ہیں اور دوسرے ہاتھوں سے سواری کو پکڑے رہتے ہیں۔ تاکہ وہ سواری اس مجاور سے چھوٹ نہ جاوے اس سواری کے پیچھے دو مضبوط رسی رہتی ہے جس کو تناوا کہتے ہیں۔ اس کو ایک آدمی پیچھے کی طرف اس مجاور کے سر کے اوپر سے کھینچے رہتا ہے جس جگہ وہ سواریاں بیٹھائی جاتی ہیں۔ اس کو امام باڑہ کہتے ہیں سواری اٹھا لینے کے بعد لوگ اپنی اپنی مرادیں مانگتے ہیں۔ یہ سب مرادیں اس مجاور سے مانگتے ہیں جو کہ سواری اٹھائے رہتا ہے۔ لوگ یہ کہتے ہیں۔ یا امام حسین میرا فلاں کام

ابھی تک نہیں ہوا۔ اور کب تک ہو گا۔ وہ مجاور کہتا ہے۔ کہ جاؤ تمہارا کام ہو جائیگا
اور پردہ نشین عورتیں اس مجاور کے قدموں پر گرتی ہیں۔ اور منتیں مانگتی ہیں
کہ ہم کو اولاد دیجئے۔ ہم بیمار ہیں اچھے ہو جائیں۔ اگر ہماری مرادیں پوری ہو جائیگی
تو نعل چڑھائیں گے۔ اور سونے کی آنکھیں چڑھائیں گے، بعض عورتیں اس مجاور
کی پاؤں دو دفعہ سے دھو کر پیتی ہیں، اس کے بعد وہ سواری تمام شہر میں گشت
کرتی ہے اور اس سواری کے پیچھے اکثر عورتیں جس میں بعض پردہ نشیں ہوتی ہیں
چادر اوڑھے ہوئے چلتی ہیں عام طور پر رات کے وقت امام باڑوں میں تاریخ
۵ محرم الحرام سے ۱۰ تک صدہا عورتیں و مرد منتیں مانگتے ہیں۔ اور سواری کا مجاور
اپنی مورچھل ان کے اوپر پھیرتا ہے اور سواری اٹھنے کے پیشتر ایک گڈھا تیار کیا
جاتا ہے جس میں تاریخ ۹ محرم الحرام کو آگ جلائی جاتی ہے جسے الاؤ کہتے ہیں۔
اس الاؤ میں مجاور کودتا ہے۔ اور اپنے ننگے پیروں سے بجھاتا ہے۔ اکثر ہندو
اور کمتر مسلمان اس میں چندہ دیتے ہیں۔ اور اس قدر روشنی کی جاتی ہے کہ رات
دن کے برابر معلوم ہوتا ہے۔ پردہ نشیں عورتیں یہ تمام واہیات باتیں دیکھتی ہیں
اور ان کے مرد شوق سے انھیں اجازت دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے
ہندو اور کمتر مسلمان شیر وغیرہ بنکر ناچتے ہیں۔ اور شیر کا فوٹو چہرہ پر لگاتے ہیں
آیا شریعت مطہرہ میں ایسی رسم جائز ہیں کہ نہیں ؟

ان لوگوں کیلئے جو سواری اٹھاتے ہیں۔ یا اس میں شرکت کرتے ہیں، یا کہ
منّت مانگتے ہیں یا کہ چندہ دیتے ہیں، کیا حکم ہے، کیا سید مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی روح ان لوگوں پر آتی ہے۔ واضح رہے کہ سواری اٹھانے والے صوم صلوٰۃ
کے پابند نہیں ہوتے ہیں۔ کہیں ہندو اور کافر بھی سواریاں اٹھاتے ہیں، اور
کہتے ہیں کہ امام آئے، چنانچہ زیادہ تر ایسے ہی بد اطوار لوگ اس رسم قبیح کے پابند ہیں

شرابیوں اوراوباشوں پر زیادہ حال آتا ہے۔ اور جو مسلمان سواری اٹھاتے ہیں وہ ایک دوسری سواری سے ملتے ہوئے ہندو کی سواری سے ملتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے بھائی ہیں۔ نیز سواری جب بیٹھائی جاتی ہے تو روپیہ ناریل، لیموں شیرنی۔ دونے کی پتیاں چڑھائی جاتی ہیں ۔

سر
پنجہ
پنجہ
رسی
(۲) سواری کی شکل

نعل
رسی
(۱) سواری کی شکل
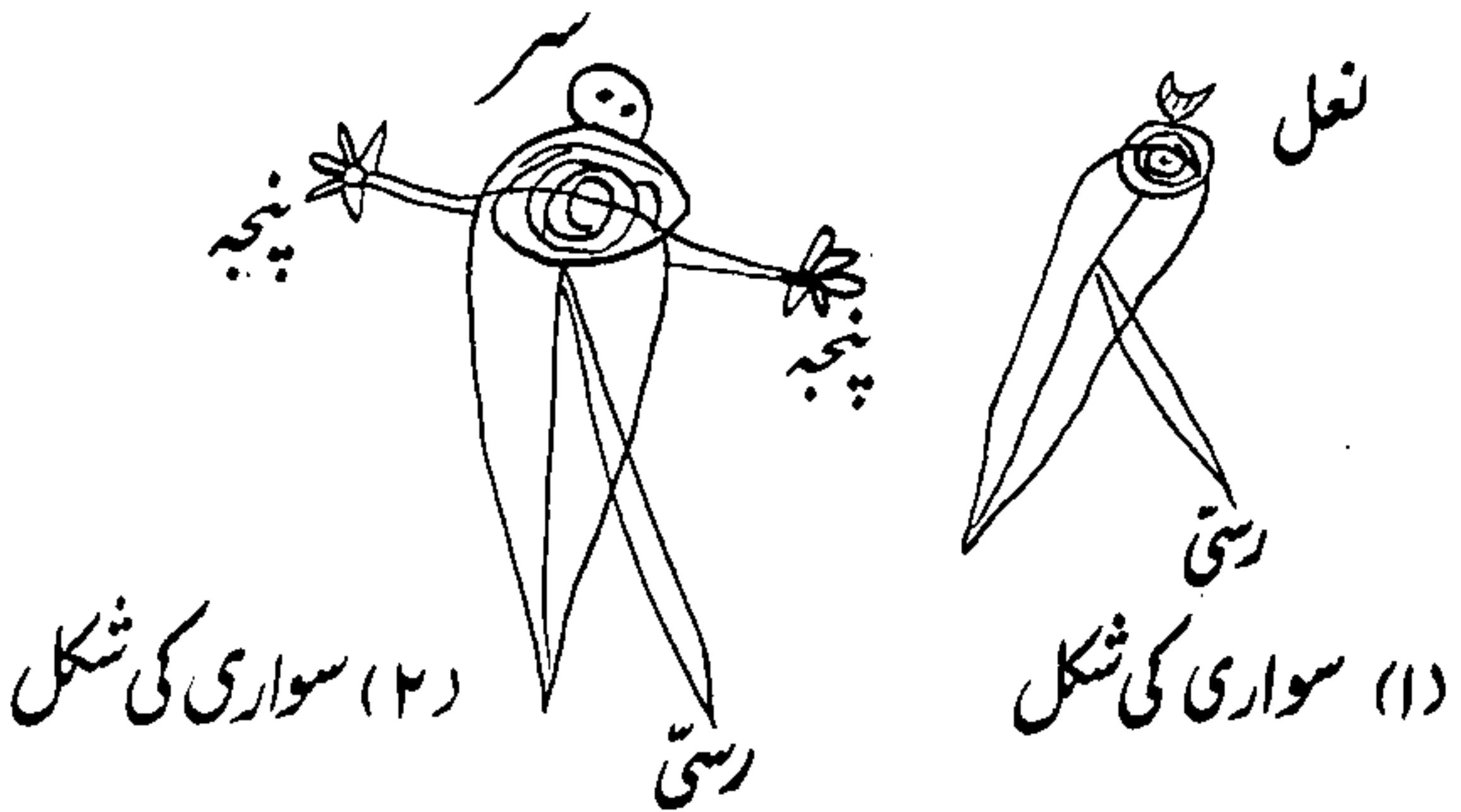
الجواب:۔ یہ سواری اٹھانا اور اس کو گشت کرانا اور اس سے یا اسکے مجاور سے منّت ماننی یہ سب امور بدعت و ناجائز ہیں۔ عورتوں کا ایسی جگہ جانا گناہ ان کے شوہروں پر واجب ہے کہ انھیں روکیں سواری اٹھانے والے یا اس میں چندہ دینے والے یا شرکت کرنے والے یا اس کا تماشا دیکھنے والے سب مجرم ہیں حدیث میں فرمایا۔ من کثر سواد قوم فھو منھم ۔ یوہیں شیر وغیرہ بننا اور ناچنا بھی حرام ہے اور سواری اٹھانے والے ہندوں کو اپنا بھائی کہنا بھی ناجائز ہے اور اس پر چڑھاوا چڑھانا بھی بدعت قبیحہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان حرکات سے باز آئیں اور فاتحہ وایصال ثواب خیرات کرکے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ودیگر شہدائے کربلا کی ارواح طیبہ کو خوش کریں مگر ان امور کے کرنے سے

ان لوگوں پر کفر و ارتداد کا حکم نہیں دیا جا سکتا نہ ان کی عورتیں نکاح سے باہر نہ اولاد ولد الزنا اور اس کے جواز کا حکم دینے والا جاہل بیباک ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: ۔ از محلہ چھیپی ٹولہ بریلی مسئولہ جہانگیر خاں ۲۲ محرم ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یا محمد کہنا جائز ہے یا نہیں، اور جو شخص کہے "یا محمد حرام ہے" اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب: ۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام پاک لیکر ندا کرنا ناجائز ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے، لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔[1] رسول کو پکارنا آپس میں ایسا نہ کرلو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ ابونعیم حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی۔ کانوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنہاہم اللہ عن ذالک اعظاما لنبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالوا یا نبی اللہ یا رسول اللہ ۔ بیہقی امام علقمہ و امام اسود اور ابونعیم امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے اس آیت کی تفسیر میں راوی لا تقولوا یا محمد ولکن قولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ یعنی یا محمد نہ کہو بلکہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہو یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں اگر کسی دعاء میں یا محمد مروی ہو تو اس کی جگہ یا رسول اللہ کہا جائے ۔ اگر سائل کا یہی مقصد ہے کہ اسم پاک کے ساتھ ندا کرنا حرام ہے تو ٹھیک کہنا ہے صحیح مذہب یہی ہے کہ اس طرح ندا کرنا ممنوع ہے اور اگر مطلقاً ندا ہی کو حرام بتاتا ہے تو پہلے التحیات میں سے ایھا النبی نکال ڈالے ۔ کہ حضور کی ندا تو ہر نماز میں کی جاتی ہے کوئی نماز اس کے بغیر کامل نہیں ہو سکتی جس کو وہ حرام بتاتا ہے ۔ ہر نماز میں واجب بلکہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرض ہے اور اس تقدیر پر اسکا یہ منع کرنا اور حرام بتانا غالباً بربنائے وہابیت ہوگا ۔ اور وہابیت زمانہ کا حکم معلوم و مشہور و حسام الحرمین

[1] پ ۱۸ ر کوع ۵ سورہ نور ۔ ۱۲

میں مذکور۔ بالجملہ اوصاف کریمہ کے ساتھ پکارنا۔ احادیث واقوال علماء سے ثابت اور تفصیل درکار ہو تو رسالہ انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ دیکھیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے ایک حدیث دیکھی ہے کہ "حدیث" آنحضرت اپنی تعظیم کیلئے منع کرتے تھے۔ حضرت عباس فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو آنحضرت سے کوئی بھی زیادہ پیارا نہ تھا اس پر صحابہ کا یہ دستور تھا کہ جب آپ کو دیکھتے تو تعظیم کیلئے نہ کھڑے ہوتے کیونکہ اس بات سے خود آنحضرت نے منع کر دیا تھا۔ لا تقوموا کما تقوم الاعاجم مت کھڑے ہوا کرو تم جس طرح عجمی قوموں میں رواج ہے۔ اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ بیمار تھے، کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے، بیٹھ گئے صحابہ جو پیچھے نماز کو کھڑے تھے ان کو اشارہ کیا کہ تم بیٹھ جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بات میری تعظیم کے خیال سے کی جاوے آیا یہ نماز میں اشارہ کرنا کیسا ہے۔ برائے مہربانی مندرجہ ذیل سوالات کے اجوبہ تحریر فرمائیے؟

۱ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کو آنحضرت سے زیادہ کوئی پیارا نہ تھا پھر بھی صحابہ آنحضرت کو دیکھتے تو تعظیم کیلئے نہ کھڑے ہوتے یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟

۲ آنحضرت نے خود منع فرمادیا تھا کہ لا تقوموا کما تقوم الاعاجم یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟

۳ آنحضرت نے جو اشارہ نماز میں کیا تھا صحابہ کو کہ تم بیٹھ جاؤ صحیح ہے یا نہ اور کس لئے کہا بیٹھ جاؤ؟

۴ اور وہ نماز کونسی نماز تھی فرض تھی یا نفل اور اشارہ کیوں کیا صحیح ہے یا نہیں؟

۵ اور بخاری کی حدیث میں ہے قوموا الی سیدکم الخ جو آیا ہے آنحضرت

نے کیوں فرمایا ہے اور کس لئے فرمایا ہے ؟ بینوا توجروا
الجواب :- یہ حدیث ترمذی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اسکے الفاظ یہ ہیں - لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکانوا اذا رأوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھتہ لذلك - ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا رہا یہ کہ اس حدیث سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے لئے کھڑے ہونے کو جو ناپسند فرماتے تھے - اسکی وجہ یا یہ تھی کہ یہ ناپسند فرمانا تواضعًا تھا - یا اس لئے کہ اس سے متکبرین کی مخالفت کرنی منظور تھی جیسا کہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں - تواضعًا لربہ ومخالفۃ لعادۃ المتکبرین والمتجبرین، یا اس واسطے کہ حضور کو بار بار آنا جانا پڑتا تھا - اور بار بار کھڑا ہونا ایک قسم کا تکلف ہے اور تکلف ناپسند تھا - وما انا من المتکلفین یا یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو چونکہ حضور کے ساتھ محبت بروجہ کامل تھی - جیسا کہ خود اس حدیث کا لفظ لم یکن شخص احب الخ اس پر دال ہے - اور محبت جب بروجہ کامل ہو تو آپس کے اظہار کی حاجت نہیں - اور تکلفات اٹھ جاتے ہیں کہ تکلفات باقی رہنا ایک قسم کی اجنبیت پر دلیل ہے - اور جب مغایرت جاتی رہی تکلفات بھی گئے - جیسا کہ اسی مرقات میں امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے -
مہما تم الاتحاد خفت الحقوق بینھم مثل القیام والاعتذار والثناء فانھا وان کانت من حقوق الصحبۃ لکن فی ضمنھا نوع من الاجنبیۃ والتکلف فاذا تم الاتحاد انطوی بساط التکلف بالکلیۃ فلا یسلك بہ الا مسلك نفسہ لان ھذہ الآداب الظاھرۃ عنوان الآداب الباطنۃ فاذا صفت القلوب بالمحبۃ استغنت عن تکلف اظہار ما فیھا جب اتحاد کامل ہو تو آپس کے حقوق میں تخفیف ہو جاتی ہے - جیسے کھڑا ہوا اور کسی بات کے متعلق عذر پیش کرنا - اور اس کی تعریف کرنا - کہ اگرچہ یہ چیزیں حقوق

صحبت سے ہیں۔ مگران کے ضمن میں مغایرت اور تکلف پایا جاتا ہے۔ لہذا جب اتحاد کامل ہو بساط تکلف بالکلیہ اٹھ جاتا ہے۔ اب اس کے ساتھ وہی معاملہ ہوتا ہے جو اپنے نفس کے ساتھ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ آداب ظاہری آداب باطنی کے لئے عنوان ہوتے ہیں۔ لہذا جب قلوب محبت کے ساتھ صاف ہوجائیں تو اس کی حاجت نہیں رہتی کہ جو کچھ دلوں میں ہے اس کا اظہار کیا جائے۔

یا اس قیام سے مراد وہی قیام اعاجم ہے جس کی ممانعت ہے، غرض یہ کہ حدیث اگرچہ صحیح ہے مگر اس میں تاویل ہے اس واسطے کہ اگر قیام مطلقاً ممنوع ہوتا تو صحابہ کرام کبھی نہ کرتے حالانکہ صحابہ سے قیام کرنا ثابت ہے، بلکہ خود حضور نے امر بھی فرمایا۔ قوموا الی سیدکم صحیح بخاری شریف میں ہے۔ قال کعب بن مالک دخلت المسجد فاذا برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقام الی طلحۃ بن عبید اللہ یہرول حتیٰ صافحنی وہنأنی کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا۔ ناگاہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اور طلحہ بن عبید اللہ میرے لئے کھڑے ہوگئے اور دوڑ کر میرے پاس آئے یہاں تک کہ مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔ اور نسائی و ابوداؤد و ترمذی نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رأی فاطمۃ بنتہ قد اقبلت احب بہا ثم قام فقبلہا ثم اخذ بیدہا حتی یجلسہا فی مکانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ کو آتے دیکھتے تو انھیں مرحبا کہتے پھر کھڑے ہو جاتے۔ اور انھیں بوسہ دیتے پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ نیز یہ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے قیام کیا جب وہ حبشہ سے واپس آئے اور عکرمہ بن ابی جہل کے لئے قیام کیا۔ تو اگر قیام ممنوع ہوتا تو ان لوگوں کے لئے

قیام نہ فرماتے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲؎ اس حدیث کو ابوداؤد و ابن ماجہ ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ۔ طبرانی نے کہا ۔ ھذا حدیث ضعیف مضطرب السند فیہ من لا یعرف یہ حدیث ضعیف ہے اور اسکی سند میں اضطراب ہے ۔ اور اس کا راوی مجہول ہے اور اس حدیث سے مطلقاً قیام کی ممانعت ثابت نہیں ۔ بلکہ اس قیام کی ممانعت جو اعاجم اپنے امراو سلاطین کیلئے کرتے ہیں ۔ یعنی محض ان کے مال و منصب کے لحاظ سے تعظیم کرتے ہیں اس لئے نہیں کہ ان میں علم و صلاح ہے ۔ علامہ علی قاری فرماتے ہیں ۔ ای لمالہ و منصبہ و انما ینبغی التعظیم للعلم والصلاح ۔ یا قیام اعاجم کی صورت یہ ہے کہ امرائے عجم بیٹھے ہوتے ہیں ۔ اور اراکین سلطنت بادشاہوں کے سامنے دستہ بستہ تعظیماً کھڑے رہتے ہیں ۔ اس قسم کا قیام بیشک ممنوع ہے جیسا کہ حدیث ، من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاماً کے تحت میں علامہ علی قاری فرماتے ہیں ، ای یقفون بین یدیہ قائمین لخدمتہ وتعظیمہ یعنی اس کے سامنے اس کی خدمت و تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں ۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے ۔ معناہ من اراد ان یقوم الرجال علی راسہ کما یقام بین یدی ملوک الاعاجم ، اس حدیث کے معنیٰ یہ ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ میرے سر پر اس طرح کھڑے ہوں جیسا کہ عجم کے بادشاہوں کے سامنے قیام کیا جاتا ہے ۔ چنانچہ ایک حدیث میں اس کی تصریح بھی آگئی ہے ۔ قال ان کدتم لتفعلوا فعل فارس والروم یقومون علی ملوکھم وھم قعود فلا تفعلوا ۔ قریب ہے کہ تم فارس اور روم کے سے کام کرو کہ وہ اپنے بادشاہوں کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور بادشاہ بیٹھے ہوتے ہیں ۔ دوسری روایت طبرانی کی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ، انما ھلک من کان قبلکم بانھم عظموا ملوکھم بان قاموا وھم قعود

تم سے پہلے کے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ انھوں نے اپنے بادشاہوں کی تعظیم یوں کی کہ وہ کھڑے رہتے اور بادشاہ بیٹھے رہے۔ یہ قیام ممنوع ہے اور قادم کے اکرام کیلئے جو قیام کیا جاتا ہے وہ جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴-۳ زمانہ رسالت میں احکام میں کبھی کبھی نسخ ہوتا تھا کہ ایک وقت یہ حکم ہوتا دوسرے وقت وہ حکم بدل جاتا۔ اور دوسرا حکم صادر ہوتا۔ مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا۔ پہلے یہ حکم تھا کہ اگر امام عذر کیوجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے۔ تو مقتدی بھی بیٹھکر پڑھیں۔ اذا صلی جالسا فصلوا جلوسا اجمعون۔ یہ اس وقت کی حدیث ہے کہ حضور بیمار تھے۔ اور صحابہ نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور یہ واقعہ دو بار ہوا۔ ایک بار نماز فرض تھی۔ اور ایک مرتبہ نفل۔ مگر مرض وفات میں جب حضور نے امامت کی تو اس موقعہ پر تمام صحابہ کرام نے کھڑے ہوکر نماز پڑھی۔ اور حضور نے بیٹھکر نماز پڑھائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ حکم سابق منسوخ ہے۔ ورنہ ضرور تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں قیام سے منع فرماتے جس طرح پہلے منع کیا تھا۔ اور منسوخ نہ ہوتا تو خود صحابہ کرام بھی کھڑے نہ ہوتے۔ جبکہ حضور نے قیام سے منع فرمایا تھا۔ صحیح بخاری شریف میں جب یہ حدیث نقل کی تو اس کے ساتھ امام بخاری نے تصریح کردی۔

قال الحمیدی قوله واذا صلی جالسا فصلوا جلوسًا هو فی مرضه القدیم ثم صلی بعد ذلك النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم جالسا والناس خلفه قیام لم یامرهم بالقعود وانما یؤخذ بالآخر فالاخر من فعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم

حمیدی امام بخاری کے استاد نے فرمایا کہ یہ حدیث کہ جب امام بیٹھکر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو۔ پہلے کے مرض میں تھا۔ اس کے بعد پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ حضور

نے انھیں بیٹھنے کا حکم نہیں دیا۔ اور حضور کا پچھلا ہی فعل لیا جائے گا پھر اسکے
بعد جو پچھلا ہے، امام بدرالدین عینی شرح میں فرماتے ہیں۔ اشارۃ الی ان
الذی یجب بہ العمل ہو ما استقر علیہ آخر الامر من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ولما کان آخر الامر منہ صلاتہ قاعد والناس وراءہ قیام دل علی ان ما کان
قبلہ مرفوع الحکم، حمیدی کے قول میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ عمل اس پر
واجب ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو عمل آخر امر میں مستقر ہوا، اور
جبکہ آپ کا پچھلا عمل یہ تھا کہ حضور نے بیٹھکر نماز پڑھی۔ اور لوگ آپ کے پیچھے
کھڑے تھے۔ تو اس نے اس بات پر دلالت کی کہ وہ جو حضور کا پہلا ارشاد
تھا منسوخ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور نے ارشاد فرمایا
قوموا الی سیدکم، فتح الباری وعمدۃ القاری میں ہے قال ابن بطال فی ھذا
الحدیث امر الامام الاعظم باکرام الکبیر من المسلمین ومشروعیۃ اکرام
اھل الفضل فی مجلس للامام الاعظم والقیام فیہ لغیرہ من اصحابہ و
الزام الناس کافۃ بالقیام الی الکبیر منھم، اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا
ہے کہ امام اعظم نے حکم دیا ہے کہ مسلمان اپنے بڑے کا اکرام کریں اور اس کی
مجلس میں اہل فضل کا اکرام مشروع ہے۔ اور وہاں دوسرے کیلئے قیام کیا
جائے گا۔ اور سب لوگوں پر لازم ہے کہ اپنے بڑے کیلئے قیام کریں، امام
عینی یہ فرماتے ہیں، وفیہ ان قیام المرؤس للرئیس الفاضل وللامام العادل
والمتعلم للعالم مستحب وانما یکرہ لمن کان بغیر ھذہ الصفات۔ رعایا کا رئیس
صاحب فضل یا امام عادل کیلئے اور متعلم کا عالم کے لئے قیام مستحب ہے،

کراہت صرف اس صورت میں ہے جب اس میں یہ صفات نہ ہوں۔ اس حدیث کے تحت میں امام عینی فرماتے ہیں۔ قال البیہقی علی وجہ البر والاکرام جائز کقیام الانصار لسعد وطلحۃ لکعب ولا ینبغی لمن یقام لہ ان یعتقد استحقاقہ لذلک حتی ان ترک القیام لہ حنق علیہ او عاتبہ او شکاہ۔ خلاصہ یہ کہ اکرام کیلئے قیام جائز اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے ثابت اور اعاجم کی طرح قیام ممنوع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از بھیمڑی ضلع تھانہ محلہ سوداگراں مرسلہ جناب مولانا محمد یوسف صاحب فقیہ شافعی ۱۱ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کو خط میں بجائے، السّلام علیکم، السّلام علی من اتبع الھدیٰ، لکھا عمرو کہتا ہے یہ سلام کافروں کیلئے ہے، اور زید نے مجھکو کافر سمجھکر یہ سلام لکھا ہے، حالانکہ میں کلمہ گو مسلمان ہوں۔ پس علمائے اہلسنت کا کیا ارشاد ہے کہ آیا مذکور سلام کافروں ہی کیلئے ہے، یا اہل اسلام کو بھی کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ کسی کتاب فقہ و حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ یہ لفظ یعنی السّلام علی من اتبع الھدیٰ کافر کیلئے خاص ہے، اور جس کے لئے یہ لفظ لکھا گیا ہو اس کا کافر ہونا ضروری ہے۔ یوہیں اس لفظ کے معنی بھی ایسے نہیں جس کی وجہ سے یہ کہا جائے کہ جس کو لکھا گیا اوسکو کافر کہا گیا، اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص پر سلام جو ہدایت کا متبع اور پیرو ہے۔ اور ہدایت کا پیرو مسلمان ہی ہے نہ کہ کافر، صحیحین کی حدیث ہے، ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مر بمجلس فیہ اخلاط من المسلمین والمشرکین عبدۃ الاوثان والیہود فسلم علیہم۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مجلس میں تشریف لے گئے جس میں مسلمان اور مشرک بت پرست اور یہود تھے۔ حضور نے ان پر سلام کیا۔ اس حدیث کی

تحت میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں، پس سلام داد برین مجمع مخلوط از مردم بقصد سلام بر مسلمانان وازین جا معلوم شد کہ اگر جماعت دار ہم نشستہ باشند بعضے مستحق سلام بعضے غیر مستحق چنانکہ کافران و مبتدعان سلام کند بر آن جماعت بہ نیت سلام بر مستحقان و گفتہ اند کہ مخیر است کہ السلام علیکم گوید و مسلمانان را مراد دارد یا گوید السلام من اتبع الہدیٰ، اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس مجلس میں مسلمان کیساتھ کافر بھی ہوں وہاں السلام علی من اتبع الہدیٰ، اوسے کہنے کا اختیار ہے۔ تو اگر یہ لفظ کافر کے ساتھ خاص ہو تو لازم آیا کہ مسلمانوں کو سلام نہ کیا اور کافروں کو سلام کیا، اور یہ خلاف شرع ہے، کیونکہ مسلمان کا مسلمان پر حق ہے کہ سلام کرے، جیساکہ حدیث میں مذکور ہے۔ تو جس کا حق تھا اوسے تو سلام کیا نہیں، اور جس کا حق نہ تھا اوسے سلام کیا، اور اگر اس سلام سے مراد مسلمان ہوں اور بیشک مسلمان ہی مراد ہیں کہ وہی متبع ہدایت ہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ لفظ کافر کے لئے خاص نہیں، اور فتاوی عالمگیری میں بھی اس مضمون کی روایت موجود ہے۔ وہ یہ ہے، قال الفقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ تعالیٰ ان مررت بقوم وفیہم کفار فانت بالخیار ان شئت قلت السلام علیکم وترید بہ المسلمین وان شئت قلت السلام علی من اتبع الہدیٰ کذا فی الذخیرۃ، اور اگر اس عبارت سے کوئی یہ شبہ کرے کہ السلام علیکم میں نیت مسلمین شرط کی، اور السلام علی من اتبع الہدیٰ میں شرط نہیں، لہذا یہ کافر کیلئے سلام ہوا، تو اولاً اس شبہ کا وہی جواب ہوگا کہ اگر یہ کافر پر سلام ٹھہرے تو مسلمان کیلئے سلام نہوا اور یہ سنت کا خلاف ہوا، ثانیاً ہم یہ کہیں گے کہ السلام علیکم صیغۂ خطاب ہے۔ اور چونکہ بحسب ظاہر مخاطب مسلم اور کافر دونوں ہیں اور کافر کو سلام بغیر ضرورت جائز نہیں

لہذا مسلم کی نیت ضرور ہے۔ اور السلام علی من اتبع الھدیٰ میں صرف متبعین ہدایت پر سلام وہ صرف مسلمان ہیں یہ لفظ کافر کو شامل ہی نہیں پھر اس جگہ نیت تخصیص بیکار ہے۔ اسی وجہ سے نیت مسلم اس میں شرط نہیں۔ نیز حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مکتوبات کی طرف اگر نظر کیجائے، تو بکثرت ایسے مکتوبات ملیں گے جن میں یہ لفظ السلام علی من اتبع الھدیٰ موجود ہے۔ حالانکہ وہ مکتوبات اون لوگوں کے نام ہیں جو مسلمان ہیں، لہذا یہ کہنا کہ کافروں کے ساتھ مخصوص ہے بالکل غلط ہے۔ یہ جواب اس تقدیر پر ہے۔ کہ عمرو حقیقتاً مسلمان اور مستحق سلام ہو۔ اور اگر واقع میں صرف اون لوگوں میں سے ہے جو صرف برائے نام مسلمان ہیں، اور حقیقتاً کافر جیسے کہ آج کل کے بعض مدعیان اسلام کہ ضروریات دین کا انکار کرتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں۔ یا کم از کم ایسے لوگوں کو اپنا امام و پیشوا جانتے یا اون کو مسلمان سمجھتے ہیں، تو ایسا شخص خود کافر ہے۔ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر، علماء حرمین طیبین نے اونھیں کافر کہا، پھر ایسے کو اس دعویٰ کا حق ہی نہیں کہ مجھے ویسا سلام نہیں کیا، ایسا سلام کیا۔ یا کافر نہو بد مذہب و مبتدع ہو تو اوسے بھی ایسے دعویٰ کا حق نہیں، کہ وہ سلام کا مستحق ہی نہیں جیسا کہ اشعۃ اللمعات کی عبارت مذکورہ بالا سے ثابت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم

مسئلہ:۔ مسئولہ مولوی شفاء الرحمٰن طالب العلم مدرسہ اہلسنت ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ بیماری کی حالت میں شراب یا تاڑی دوا کی طریقہ سے جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب:۔ مسکر کا استعمال دواءً بھی ناجائز ہے حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان اللہ انزل الداء والدواء

وجعل لکل داء دواءً فتداووا ولا تداووا بحرام۔[1] دوسری حدیث میں ہے۔ نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الدواء الخبیث۔[2] فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ولا یجوز ان یداوی بالخمر جرحا او دبر دابته ولا ان یسقی ذمیا ولا ان یسقی صبیا للتداوی والوبال علی من سقاه کذا فی الهدایه۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] رواہ ابو داؤد عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۸ کتاب الطب والرقیٰ۔

[2] ایضاً رواہ ابو داؤد والترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مصباحی

[3] حرام اشیاء کے ذریعہ معالجہ شرعًا اور عقلًا دونوں اعتبار سے قبیح ہے، شرعی اعتبار سے اسکی قباحت احادیث کریمہ میں مذکور ہے۔ دو حدیثیں، فتویٰ میں مذکور ہوئیں۔ ان کے علاوہ ممانعت پر متعدد حدیثیں وارد ہیں۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے یہ حدیث بیان کی ہے اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَجْعَلْ شِفَاءَ کُمْ فِیْمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ خدا نے تمہارے لئے حرام کردہ چیزوں میں شفا نہیں رکھی۔ ابو داؤد و ترمذی میں ہے۔ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سئل عن الخمر یجعل فی الدواء فقال انہا داء ولیست بدواء۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ جس میں دوا تیار کی جاتی ہے، آپ نے فرمایا بیماری ہے دوا نہیں ہے۔ حرام کردہ چیزوں کے ذریعے علاج عقلًا اس لئے قبیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو خباثت کی بنیاد پر حرام قرار دیا ہے۔ کوئی بھی پاکیزہ چیز امت محمدیہ پر بطور سزا حرام نہیں کی گئی۔ اس امت پر جو بھی چیز حرام ہوئی۔ اس کے خُبث کی وجہ سے۔ لہذا حرام چیزوں کے ذریعہ بیماری سے شفاء حاصل کرنا جائز نہیں، حرام چیز سے ازالۂ مرض ممکن ہے۔ بلکہ بسا اوقات مرض سے شفاء مل جاتی ہے۔ لیکن اس کے استعمال سے بہت سے دوسرے امراض پیدا ہو جاتے ہیں چنانچہ شراب کے بارے میں تمام اطباء کا اتفاق ہے کہ شراب حرکت عقل و دماغ کیلئے بہت زیادہ نقصان دہ ہے۔ شراب کی خاصیت میں بتایا گیا ہے کہ وہ دماغ اور اعصاب دونوں کو

بقیہ حاشیہ صہ ۹۲ کا :-
نقصان پہنچاتی ہے۔ نیز یہ کہ مومن کا نفس حرام چیزوں کو ناپسند کرتا ہے۔ اور طبیعت اسکی موافقت نہیں کرتی۔ اور دوا کے ذریعہ شفا اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب نفس اس کو پسند کرے اور طبیعت اس کے موافق ہو اور دل میں اسکی منفعت کا اعتقاد بھی ہو۔ لہذا شراب اور دیگر حرام چیزوں میں شفا نہیں۔ اگر ظاہراً کسی مرض میں شفا نظر آئے تو یہ درحقیقت شفا نہیں۔ کہ دوسرے بہت سے امراض کا باعث بھی ہے۔ اس لئے فقہا نے صاف ارشاد فرمایا۔ لایجوز للتداوی ولا لغیرہ۔ بعض حضرات نے حرام کردہ چیزوں سے ایسے موقع پر علاج کرنا جائز بتایا ہے جب کہ کوئی مباح چیز مرض کے علاج کیلئے نہ ہو۔ اور مسلمان طبیب حرام چیز سے علاج کرنے پر شفا کی خبر دے۔ درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۲۷۵ میں ہے۔ وکل تداو لایجوز الا بطاھر وجوزہ فی النھایۃ لمحرم اذا اخبرہ طبیب مسلم ان فیہ شفاء ولم یجد مباحاً یقوم مقامہ۔ لیکن علامہ شامی نے صاحب نہایہ کے قول کو مذہب کے خلاف بتایا۔ جیسا کہ شامی ہی میں ہے ان المذھب خلافہ ہاں اگر حرام چیز کے بارے میں یہ علم و یقین ہو کہ اس میں شفا ہے اور دوسری جائز چیز دوا کیلئے نہ ملے۔ تو اس صورت میں حرام چیز سے علاج کی رخصت ہے۔ درمختار میں ہے وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یعلم دواء آخر کما رخص الخمر للعطشان وعلیہ الفتویٰ (ج ۱۰ ص ۱۵۴)
لیکن چونکہ ہمارے پاس یقین تک پہونچنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اور محض اطبا کا شفا کی خبر دینا یقین کیلئے کافی نہیں۔ ردالمحتار میں ہے۔ انہ علیہ الصلاۃ والسلام عرف شفاء ھم بہ وحیا ولم یتیقن شفاء غیرھم لان المرجع فیہ الاطباء وقولھم لیس بحجۃ حتی لو تعین الحرام مدفعاً للھلاک یحل کالمیتۃ والخمر عند الضرورۃ وتمامہ فی البحر (ج ۱۰ ص ۱۵۴)
فتاوی قاضی خاں علی ہامش فتاوی ہندیہ میں ہے۔ ولو ان رجلا ظھر بہ داء فقال لہ الطبیب علیک الدم ناخرجہ فلم یفعل حتی مات لا یکون آثما لانہ لم یتیقن ان الشفاء فیہ (ج ۳ ص ۴۰۳)
یعنی کسی آدمی کو بیماری ہے۔ طبیب نے کہا خون کا غلبہ ہے کسی ذریعہ سے خون نکال دو۔ مریض نے

مسئلہ:- از ہوڑہ مرسلہ جناب شہاب الدین و نور محمد بذریعہ جناب شکر اللہ خانصاحب
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہجڑہ اپنا
اعضاء تناسل کٹوا کر لواطت اغلام بازی کراتے پھرتے ہیں، بازار میں زنانہ لباس
میں گاتے، بجاتے، ناچتے، پھرتے ہیں، اکثر پردہ نشیں مستورات میں جاکر گاتے
بجاتے ہیں، روزہ نماز سے کوئی غرض نہیں، جب یہ مرجاتے ہیں تو مسلمانوں کے
قبرستان میں دفن کئے جاتے ہیں، ایسی حالت میں ان کو مسلمانوں کے قبرستان
میں دفن کردینا چاہیئے یا نہیں؟ یا دوسری جگہ دفن کیلئے جائیں؟ اور ان کے
نماز جنازہ میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ اور پردہ نشیں مکان میں داخل ہونے دینا

حاشیہ بقیہ ص ۹۳ کا - طبیب کی ہدایت پر عمل نہ کیا اور مرگیا تو وہ گنہگار نہ ہوا۔ کیونکہ اس علاج سے
شفاء ہونے کا یقین نہیں ہے۔ فتاوی بزازیہ میں ہے - امتنع عن الاکل حتی مات جوعًا اثم وان عن
التداوی حتی تلف مرضًا لا - لان عدم الھلاک بالاکل مقطوع والشفاء بالمعالجة مظنون - یعنی بھوکے
نے کھانا نہ کھایا اور بھوک کی وجہ سے مرگیا تو گنہگار رہوا ۔ اور مریض نے اگر دوا نہ کی اور مرگیا تو گنہگار نہ ہوا۔ کیونکہ
کھانا نہ کھانے کیوجہ سے ہلاکت یقینی ہے اور علاج سے شفا یابی یقینی نہیں بلکہ ظنی ہے - خود علم طب کے
قواعد و اصول ظنی ہیں - ردالمحتار میں ہے - قد علمت ان قول الاطباء لا یحصل بہ العلم - پھر یہ کہ
دوا و علاج کرنا نہ شرعًا فرض ہے نہ واجب - بلکہ مستحب ہے - کہ علاج کرنے پر ثواب پائے گا
نہ کرنے پر گناہ نہیں - امام نووی رحمۃ اللہ علیہ "لکل داء دواء" والی حدیث کے تحت
ارشاد فرماتے ہیں - ان فی ھذا الحدیث اشارۃ الی استحباب الدواء وھو مذھب
اصحابنا وجمہور السلف وعامۃ الخلف (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۲۴) یعنی اس حدیث پاک
میں دوا کے مستحب ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہ ہمارے اصحاب اجمہور سلف اور عامۃ خلف کا مذہب ہے
لہذا - ایک مستحب فعل کیلئے کسی حرام و ناجائز چیز کے استعمال کی شرعًا اجازت نہ ہوگی - واللہ تعالیٰ اعلم -
آل مصطفےٰ مصباحی

چاہیئے یا نہیں ؟ بحوالہ کتاب وسنت و مع مہر و دستخط ارقام فرمایا جاوے ؟

الجواب :- ایسے افعال کرنے والے فساق فجار ہیں سخت حرام کے مرتکب ہیں مگر جب کہ مسلمان ہوں تو ان کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی، کہ نماز جنازہ کیلئے میت کا مسلم ہونا شرط ہے، متقی و صالح ہونا شرط نہیں، ہاں علماء و مشائخ ایسے لوگوں کے جنازے میں بغرض عبرت شریک نہ ہوں، اور جبکہ مؤمن ہوں تو مقبرہ مسلمین میں اونھیں دفن بھی کریں گے ہیجڑوں اور مخنثوں سے بھی عورت کو پردہ کرنا ویسا ہی ہے جیسے اور مردوں سے کرایا جاتا ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے

لاینبغی للمرأة الصالحة ان تنظر الیها المرأة الفاجرة لانها تصفها للرجال فلا تضع جلبابها ولا خمارها عندها - یعنی نیک بی بی کو چاہیئے کہ بدکار عورت کو اپنی طرف نظر نہ کرنے دے تو جب بدکار عورت سے پردہ کا حکم ہے، حالانکہ عورت کا عورت کو دیکھنا بہ نسبت مرد کے دیکھنے کے اخف ہے۔ تو یہ تو بدکار بھی ہیں اور مرد بھی ہیں، تو بہ نسبت اوسکے اوسمیں حکم سخت ہوگا۔ چنانچہ ایک مخنث کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دولت خانہ سے نکال دیا تھا، اور ازواج مطہرات سے فرما دیا تھا کہ تمہارے پاس نہ آنے پائے، درمختار میں ہے

والخصی والمجبوب والمخنث فی النظر الی الاجنبیة کالفحل وقیل لا بأس بمجبوب جف ماؤه لکن فی الکبری ان من جوزه فمن قلة التجربة والدیانة - اگرچہ بظاہر ناکارہ معلوم ہوتے ہوں اونھیں بھی مکان میں آنے کی اجازت دینا دیانت و تجربہ کی کمی کی دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) ازمقام پورہ ڈاکخانہ جگرسنڈ ضلع بلیا مرسلہ جناب ابونصر فتح محمد صاحب ۱۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں

زید جس کی عمر ۱۵ یا ۱۶ برس کی ہے اپنی جوان چچی سے تخلیہ میں دن یا رات کو سر پر تیل رکھوا سکتا ہے یا اس کی جوان چچی اپنی رضامندی اور پیار سے تخلیہ میں اس کے سر پر تیل رکھ سکتی ہے، زید اپنے چچا کے عدم موجودگی میں اپنے چچا کے مکان میں بلا اذن اور بے ضرورت جا سکتا ہے؟

مسئلہ (۲) اہل سنت والجماعت کے لڑکے دیوبندی یا غیر مقلد کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں؟

مسئلہ (۳) جو شخص اپنے کو اہل سنت والجماعت بتائے اور قیام میلاد شریف اولیاء کرام کے مزارات پر جانے اور اولیاء کرام سے مرادیں مانگنا انکے مزاروں پر چادر چڑھانا، نذر و نیاز کو منع کرتا ہو، اور شرک و بدعت ٹھہراتا ہو ایسے شخص کے پاس اہل سنت والجماعت اپنی اولاد کو تعلیم کیلئے بھیج سکتے ہیں؟

مسئلہ (۴) جو شخص روپیہ یا روٹی کے لالچ سے مذہب کو بدل دیتا ہے مثلاً دیوبندیوں کے پاس دیوبندی اور غیر مقلدوں کے یہاں غیر مقلد بن جاتا ہو ایسے شخص کے متعلق از روئے شرع شریف کیا حکم ہوتا ہے۔ بینوا توجروا بالدلائل الشرعیۃ

الجواب (۱) :- چچی محارم سے نہیں ہے، اس سے بھی پردہ کرنا ویسا ہی لازم ہے جیسے دیگر اجنبیات سے، اور جب وہ جوان ہے تو تنہائی میں اسکے پاس جانا بھی نہ چاہیئے۔ حدیث میں ہے۔ ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یارسول اللہ ارأیت الحمو قال الحمو الموت ۔ عورتوں کے پاس جانے سے پرہیز کرو کسی نے عرض کی شوہر کے رشتہ والوں کا کیا حکم ہے فرمایا وہ تو موت ہے۔ رواہ البخاری ومسلم عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہوا لایخلون رجل بامرأۃ الا کان ثالثہما الشیطان ۔ جب مرد عورت کے ساتھ خلوت میں ہوتا ہے تو تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ رواہ الترمذی عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خصوصاً جبکہ چچا پردیس میں ہو تو اس وقت اس کے پاس تنہائی میں ہونا اور زیادہ بُرا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ لاتلجوا علی المغیبات فان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم۔ جن عورتوں کے شوہر غائب ہوں ان کے پاس نہ جاؤ کہ شیطان مجاری خون میں تیرتا ہے، یعنی اس وقت فتنہ میں واقع ہونا بعید نہیں، رواہ الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، درمختار میں ہے وفی الاشباہ الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام الا الملازمۃ مدیونۃ ھربت ودخلت خربۃ اوکانت عجوزا شوھاء اوبحائل خصوصاً ایسی بے تکلفی کی خلوت کہ وہ عورت پیار سے اوسے تیل لگائے کہ بلا ضرورت یہ ضرور فتنہ کی صورت ہے، چچا موجود ہو یا نہ ہو، اگر جانا ہو تو اجازت لے اور خلوت سے بحرحال بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲):۔ بدمذہب کی صحبت سمِ قاتل ہے۔ شیطان کو گمراہ کرتے دیر نہیں لگتی فساق کی صحبت سے اعمال میں خرابی کا اندیشہ اور بدمذہب کی صحبت سے عقائد خراب ہوجانے کا ڈر ہے، اور فسادِ عقیدہ فسادِ عمل سے بدتر ہے، اسلئے سلف صالحین نے مبتدعین سے پرہیز کرنے کی بہت تاکید فرمائی، یہ تو مطلق صحبت کا حکم ہے اور تلمذ و شاگردی میں تو وبزرگی کی نسبت استاذ سے ہوتی ہے، اور جب اسے عِلم دین کا استاذ بناتا ہے تو علاوہ اس کے کہ اوسکی تعظیم و تکریم کریگا استاذ کو اسکے گمراہ کرنے کا بہت زیادہ موقع ہاتھ آئے گا اسی وجہ سے بدمذہبوں سے پڑھنے والے عموماً بدمذہب ہوتے ہیں، بہت کم عقائدِ حقہ پر باقی رہتے ہیں، اور حکم اکثر کیلئے ہوتا ہے، اسی واسطے حدیث میں ارشاد ہوا ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳):۔ یہ امور وہابیت کی علامت ہیں خصوصاً بلاوجہ مسلمانوں کو مشرک کہنا اور بات بات پر شرک و بدعت کا حکم لگانا وہابیہ کا خاصہ ہے، یہ شخص اگرچہ اپنے کو سُنی کہتا ہے

نگر وہابی ہے' ایسے کے پاس اپنے لڑکوں کو تعلیم کیلئے بھیجنا ناجائز' وہابی سے پڑھ کر انہیں کے عقائد سیکھیں گے' معاذ اللہ خود بھی گمراہ ہونگے دوسروں کو بھی گمراہ کرینگے واللہ اعلم

الجواب (۴) :۔ ایسا شخص متبع شیطان ہے' اور یہ شخص مصداق ہے بئس عبداللدراہم و والدینار کا' اسکی کوئی بات قابل اعتبار نہیں' اس سے پرہیز لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از یوکرن مارواڑ مدرسہ معینیہ مسئولہ شاہ قمر الدین دہلوی ۲۴ محرم الحرام ۱۳۹۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین کہ وہ مذہب حنفی کی کون سی کتابیں ہیں جن کو پڑھکر عالم ہوتا ہے مولوی اشرف علی تھانوی کی تصنیف کردہ کتابیں' براہین قاطعہ و تقویۃ الایمان و حفظ الایمان و بہشتی زیور پڑھنا پڑھانا کیسا ہے ؟

(۲) شادی کے موقع پر نکاح کی تاریخ مقرر کرنا اور اسکی خوشی میں کھانا پکا کر کھلانا عزیزوں مہمانوں کو جائز ہے یا نہیں' نکاح سے پہلے یا بعد باجا بجانا تو نکاح جائز ہے یا نہیں ؟

(۳) تحریر اشرف علی تھانوی تصنیف کردہ کتابیں حفظ الایمان و براہین قاطعہ مولفہ رشید احمد خلیل احمد سہارن پوران کا پڑھنا پڑھانا جائز ہے یا نہیں ؟

(۴) ندا یارسول اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں ؟

(۵) ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا اور اذان میں نام پاک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنکر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں سے لگانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب (۱) :۔ عالم ہونے کیلئے بہت سی کتابیں پڑھنے کی ضرورت ہے اور صرف بہت کتابیں نہیں بلکہ بہت علوم و فنون پڑھنے کی حاجت ہے' حدیث و فقہ و تفسیر و اصول فقہ و اصول حدیث ۔ اور انکے مبادی و مقدمات' تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ و حفظ الایمان و بہشتی زیور ان کتابوں میں کلمات کفریہ ہیں[۱] ۔ بغیر ضرورت دینیہ ان کتابوں کا دیکھنا جائز نہیں

---

[۱] اہل سنت وجماعت اور دیوبندی مکتب فکر کے درمیان اختلافات کی اصل بنیاد دیوبندی پیشواؤں کے کفریہ کلمات ہیں ۔ اکابرین دیوبند نے اپنی کتابوں میں ضروریات دین کا انکار کیا ہے ۔ اور اللہ و رسول جل و علا

وسلم اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی بھی کی ہے جس کی مختصر تفصیل یہ ہے۔ اس پر تمام دنیا کے مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے آخری نبی ہیں۔ حضور کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" یہ اللہ کے رسول اور نبیوں میں سب سے آخر ہیں۔ حدیث میں فرمایا لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مگر دیو بندی اکابرین کا عقیدہ ہے کہ نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونا عوام اور جاہلوں کا خیال ہے۔ چنانچہ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے اپنی کتاب تحذیر الناس صفحہ ۳ پر لکھا ہے۔

> عوام کے خیال میں تو رسول صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

صفحہ ۱۳ پر لکھا ہے

> اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو۔ جب بھی آپکا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے

صفحہ ۲۴ پر لکھا ہے

> اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

ان عبارتوں کا صاف وصریح مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء نہیں، حضور کے بعد نیا نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ضروریات دین سے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء ہیں۔ حضرت امام غزالی قدس سرہ کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں "ان الامة فهمت من هذا اللفظ انه افهم عدم نبی بعده ابدا وعدم رسول بعده ابدا وانه ليس فيه تاويل ولا تخصيص ومن اوله بتخصيص فكلامه من انواع الهذيانات

ورنہ ویسے انکا پڑھنا پڑھانا حرام ۔ براہین قاطعہ مولوی رشید احمد گنگوہی کی کتاب ہے جو انھوں نے اپنے ایک شاگرد مولوی خلیل احمد انبیٹھی کے نام سے شائع کرائی ہے ۔ اور تقویۃ الایمان

لا یمنع الحکم بتکفیرہ لانہ مکذب لهذا النص الذی اجمعت الامۃ علی انہ غیر مؤول ومخصوص

تمام امت نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا ہے کہ حضور کے بعد کبھی بھی نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول اور اس میں نہ کوئی تاویل ہے (کہ آخری نبی کے سوا خاتم النبیین کے کچھ اور معنی گڑھے) نہ اس عموم میں کوئی تخصیص ہے (کہ حضور کے ختم نبوت کو زمانہ یا زمین کے کسی طبقہ سے خاص کیجئے) لہٰذا جو شخص اس میں تاویل کرے یا تخصیص بتائے تو اس کا کلام ہزیان سمجھا جائے گا اور اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ وہ اس نص کا جھٹلانے والا ہے جس کے غیر مؤول اور غیر مخصوص ہونے پر امت کا اجماع ہے ۔

درمختار میں ہے وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ یکفر بها ۔ اسی طرح تمام مسلمانان عالم کا اتفاق ہے کہ مخلوقات میں سب سے زیادہ علم والے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں مگر دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی اور ان کے خلیفۂ روحانی وجسمانی مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ ص۵۱ پر لکھا

> شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے کہ شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے

اس عبارت کا صاف صریح اور متعین مطلب صرف یہ ہے کہ شیطان کے علم کا وسیع ہونا زائد ہونا نص قرآن کریم اور حدیث سے ثابت ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی وسعت قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ۔ بلکہ حضور کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ شیطان لعین کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ ہے ۔ اسی طرح

امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تصنیف ہے ۔ یہ دونوں کتابیں مولوی اشرف علی تھانوی کی تصنیف نہیں ہے اگرچہ مولوی اشرف علی تھانوی بھی ان باتوں کے

دیوبندیوں اور وہابیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان کے صہ ۸ پر لکھا

آپکی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے

اس عبارت میں تھانوی جی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم ارفع و اطیب کو بدھو، جمن، خیرو۔ بلکہ بچوں پاگلوں اور جانوروں چوپائیوں کے علم سے تشبیہ دی ہے یا ان کے برابر بتایا ہے ۔ ہر عقل والا بتائے گا کہ حفظ الایمان اور براہین قاطعہ کی مذکورہ بالا عبارتوں میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح توہین ہے اور امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ جو کسی نبی کی توہین کرے وہ ضرور کافر و مرتد ہے ۔ ایسا کہ جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔ شفا شریف و شرح شفا للملا علی قاری اور رد المحتار میں ہے اجمع المسلمون علی ان شاتمہ کافر من شك فی عذابہ وکفرہ کفر، مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ کسی نبی کی توہین کرنے والا کافر ہے جو اس کے عذاب دیئے جانے اور کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے

اسی طرح دیوبندی اکابرین کی دوسری کتابوں جیسے تقویۃ الایمان، صراط مستقیم وغیرہ میں بھی کلمات کفریہ موجود ہیں۔ مثلاً رسول خدا مر کر مٹی میں مل گئے ہیں ـــ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (نبی ہو یا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں ـــ صراط مستقیم میں لکھا رسول اللہ کا خیال نماز میں لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہ بدتر ہے ـــ بہشتی زیور صہ ۳۴/۳۵ میں مولوی اشرف علی تھانوی نے کفر اور شرک کی باتوں کے بیان میں لکھا " کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اسکو خبر ہو گئی " ـــ سہرا باندھنا ـ علی بخش حسین بخش، عبد النبی وغیرہ نام رکھنا وغیرہ وغیرہ ـــ

قائل ہیں۔ جو ان کتابوں میں درج ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲):۔ شادی کی تاریخ مقرر کرنا جائز اور ولیمہ کی دعوت مسنون۔ حدیث میں فرمایا اولم ولو بشاۃ اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ولیمہ کی دعوت کی، نکاح کے موقع پر صرف دف بلا جھانج کے بجانا جائز اور باقی باجے ناجائز وحرام، مگر نکاح بہرحال ہو جائے گا کہ نکاح نام ہے ایجاب وقبول کا، جب یہ پائے گئے نکاح ہو گیا۔ منہیات شرعیہ اگر ہونگے تو نکاح ناجائز نہ ہو گا البتہ ان کا گناہ ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳):۔ ناجائز جیسا کہ جواب نمبر اول میں گذرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴):۔ جائز ہے، ہر نماز میں " ایہا النبی" پڑھا جاتا ہے۔ بلکہ یہ پڑھنا نماز میں واجب ہے۔ یہ ندا احادیث واقوال صحابہ وتابعین سے ثابت، اس کی پوری بحث رسالہ انوار الانتباہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۵):۔ قیام بوقت ذکر ولادت مستحب ومستحسن، علامہ برزنجی فرماتے ہیں۔ واستحسن القیام عند ذکر ولادتہ ائمۃ ذو روایۃ وروایۃ فطوبیٰ لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ۔ اور انگوٹھے چومنا انہیں آنکھوں سے لگانا جائز وبہتر۔ رد المحتار میں ہے۔ یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشہادۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند الثانیۃ منہا قرۃ عینی

ظاہر ہے کہ ان اقوال کفریہ کو پڑھنے کے بعد سادہ لوح مسلمان کے عقیدہ وعمل کا کیا حال ہو گا۔؟ اسلئے شرعاً بغیر ضرورتِ دینیہ ایسی کتابوں کا دیکھنا جائز نہیں۔ ہاں ضرورتِ دینیہ ہو۔ مثلاً کوئی ان کا رد کرنا چاہتا ہے۔ اور رد پر قادر بھی ہے، رد کی خواہش رکھتا ہے، مسلمانوں کو ان اقوال کی خباثتوں سے آگاہ کرنا چاہتا ہے۔ ان کی تلبیسات کا پردہ چاک کرنا چاہتا ہے۔ تو اُسے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

آل مصطفیٰ مصباحی

بك يا رسول الله ثم يقول اللهم متعنى بالسمع والبصر بعد وضع ظفري الابهامين على العينين فانه عليه السلام يكون قائداً له الى الجنة كذا فى كنز العباد اھ قہستانی ونحوه فى الفتاوى الصوفية، واللہ تعالیٰ اعلم

؎ ترجمہ:۔ مستحب ہے کہ شہادتِ اولیٰ کو سنتے وقت " صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ " کہے اور شہادت ثانیہ کے وقت " قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ " کہے۔ پھر دونوں انگوٹھے کے ناخن کو دونوں آنکھوں پر رکھنے کے بعد یہ دعا پڑھے " اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ "۔ دونوں مسئلہ کی تفصیل کے لئے " اقامة القيامة " اور " تقبيل الابهامين " کا مطالعہ کریں۔ ۱۲ مصباحی

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں مذہب حنفیہ میں اہل سنت جماعت کے نزدیک جو کہ مندرجہ ذیل تحریر ہے کہ انگریزی دوا وغیرہ یا جس دوا میں ایسی چیز ملی ہو جس کا کھانا مکروہ تحریمی ہے کھانا یا پینا درست ہے یا نہیں؟ ہم کو علم ہو یا نہ ہو؟

الجواب: وہ دوائیں جن میں اسپریٹ یا کسی حرام و نجس شئے کا ملنا معلوم ہو ان کا استعمال حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

لہ الکحل اور اسپریٹ وغیرہ رقیق وسیّال مسکرات کا قطرہ قطرہ ناپاک اور حرام و ناجائز ہے حدیث شریف میں فرمایا گیا۔ مَا اَسْکَرَ کَثِیْرُہٗ فَقَلِیْلُہٗ حَرَامٌ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول مفتیٰ بہ یہی ہے عالمگیری میں ہے "والفتویٰ فی زماننا بقول محمد حتی یحد من سکر من الاشربۃ المتخذۃ من الحبوب والعسل واللبن والتین، لان الفساق یجتمعون علی ھذہ الاشربۃ فی زماننا ویقصدون السکر واللھویۃ بھا کذا فی التبیین (ج ۴ ص ۱۴۰) ہمارے زمانے میں فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے۔ لہٰذا ایسے شخص پر حد جاری کی جائے گی۔ جو دانوں، شہد، دودھ اور انجیر سے بنائی گئی، شرابوں کو پی کر نشہ میں ہو جائے۔ وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں فساق و فجار ان مشروبات کو نشہ بازی اور لہو و لعب کے ارادہ سے پیتے ہیں۔
تنویر الابصار و در مختار میں ہے۔ "وحرمھا محمد ای الاشربۃ المتخذۃ من العسل والتین ونحوھما مطلقاً قلیلھا وکثیرھا وبہ یفتیٰ ذکرہٗ الذیلعی وغیرہ"۔ (ج ۵ ص ۳۲۳)
لہٰذا اگر کسی دوا میں الکحل یا اسپریٹ ملی ہو، تو قول مختار و مفتیٰ بہ میں اس کا استعمال ناجائز ہوگا۔ لیکن آج کے زمانہ میں نہ صرف ہندو پاک، بلکہ پوری دنیا کے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں عوام سے لیکر خواص تک سبھی الکحل آمیز دواؤں کے استعمال میں مبتلا ہیں اور جڑی بوٹی والے اطبّاء نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں اور مریضوں کا ڈاکٹروں کے پاس

مسئلہ (۱) از علاقہ جودھپور مقام لاڈنوں قاضی طبیب علی صاحب
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ
دائی جنانیوالی کے گھر کا کھانا اور دائی کے ہاتھ کا پکا کھانا اور دائی کی کمائی کھانا
جائز ہے یا نہیں ؟

مسئلہ (۲) محفل میلاد شریف کی مجلس تین چار جگہ ہو اور ایک ہی مولود خواں
تینوں چاروں جگہ پڑھے تو یہ جائز ہے یا نہیں ؟ اور دن کو مولود شریف پڑھنا
چاہیئے یا نہیں ؟

مسئلہ (۳) ارنڈی اور مونگا سوتا جو اکثر آسام میں یہ کپڑے بنے جاتے ہیں
یہ دونوں قسم کے کپڑے ریشم میں شمار کئے جاتے ہیں ؟ یا کوئی دوسری چیز
تصور کرتے ہیں۔ ارنڈی اوڑھکر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب (۱) :۔ دائی کا پیشہ شرعاً جائز ہے۔ اس سے جو اجرت حاصل ہوئی
اس کا کھانا جائز ہے، اگر وہ دوسرے کو کھلائے تو یہ بھی کھا سکتا ہے، یونہیں
اس کے گھر کا کھانا یا اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی جائز ہے۔ ناجواز ی
کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :۔ ایک دن یا رات میں ایک شخص متعدد جگہ اور متعدد مرتبہ

بقیہ حاشیہ ص۱۰۴ کا :۔ آئے بغیر علاج کرا لینا، سخت دشوار اور باعث حرج ہے۔ لہذا آج
کے دور میں جبکہ ابتلائے عام ہے دفع حرج کی بنا پر بغرض علاج ایسی دواؤں کا استعمال
جائز ہوگا۔ مصنف علیہ الرحمہ کے زمانے میں یونانی اطباء بکثرت موجود تھے، شہروں، قصبوں
بلکہ دیہاتوں میں بھی ماہر اطباء پائے جاتے تھے، الکحل آمیز دواؤں کے استعمال میں
ابتلائے عام نہ تھا۔ لہذا قول مفتی بہ سے عدول کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اسلئے آپنے ایسی دواؤں کے استعمال کو حرام فرمایا
واللہ تعالیٰ اعلم، آل مصطفےٰ مصباحی

میلاد پڑھ سکتا ہے، اور جس طرح رات میں جائز، دن میں بھی جائز۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر شریف کیلئے کسی وقت ممانعت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳):۔ فقیر ان کپڑوں کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ اگر یہ ریشم کے کیڑے سے جو ریشم نکلتا ہے اوس سے بنتے ہیں تو حرام ہیں ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از بمبئی ۳ متصل منارہ مسجد دوکان فالودہ و آئسکریم مرسلہ جناب شیخ امام علی صاحب مالک دوکان یکم رجب ۱۳۷۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی مسلم گرے ہوئے دانت کی جگہ پر مصنوعی دانت سونے کا بنوائے تو شریعت مطہرہ سے جائز ہے کہ نہیں؟ مع ادلہ و ثبوت سے آگاہ فرمائیے؟ اور بعد انتقال اس طلائی دانت کا نکال لینا ضروری ہے کہ نہیں؟ اگر قبر میں ساتھ جائے تو کیسا ہے؟ کچھ خلاف ہے کہ نہیں۔ وہ مصنوعی انگریزی دانت جو پتھر یا ہڈی کا بنایا جاتا ہے۔ وہ صرف دکھانے کا ہے اس سے کھایا پیا نہیں جاتا ہے۔ نیز اس میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اور طلائی دانت ان عیوب سے پاک ہے؟

الجواب:۔ امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ سونے کا دانت بنوانا جائز نہیں۔ یہ مصنوعی دانت جو پتھر یا مسالے سے بنائے جاتے ہیں کارآمد ہوتے ہیں۔ میں نے خود بہتوں کو دیکھا ہے۔ کہ ان سے اچھی طرح کھاتے ہیں۔ رہی بدبو وہ صفائی سے جاتی رہے گی، اونمیں اتنی بدبو نہیں پیدا ہوتی کہ صاف کرنے سے بھی نہ جائے۔ لہٰذا ایسی صورت میں سونا استعمال کرنا بلا ضرورت ہوا جو نا جائز ہے، ردالمحتار میں ہے:۔ واذا سقط سنہ فاراد ان یتخذ سنا اخر فعند الامام یتخذ ذلک من الفضۃ فقط وعند محمد من الذھب ایضا،

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از گونڈل۔ کاٹھیاواڑ در کوچ محمد عیسیٰ بھائی مرسلہ جناب سیٹھ آدم جی ابن یعقوب یکم رجب ۷۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس امر میں کہ مشہور ہے کہ بعض زمینیں نحوست والی ہوتی ہیں جو اپنے مالک کو تباہ وبرباد کردیتی ہیں، اور اکثر مکانات ہندؤں میں بھی ان کے مرے ہوئے مردوں کے بھوت وغیرہ کا خوف رہتا ہے، کیا یہ سچ بات ہے کہ زمین کی نحوست کی وجہ سے اور کفار کے مکان میں بھوت ہونے کیوجہ سے جان ومال کو نقصان پہنچتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ خیر وشر سب منجانب اللہ تعالیٰ ہے، حقیقتاً نحوست کسی چیز میں نہیں، نہ اللہ کے سوا عالم میں کوئی چیز مؤثر، زمین کی نحوست بایں معنیٰ کہ اسکی سکونت اس کے مقاصد دینی میں مخل ہے، مثلاً وہ زمین مسجد سے دور ہے، یا وہاں کے رہنے والے بکثرت فساق وفجار وکفار ہیں، جن کی صحبت ومعیت مضر ہوگی، یا وہاں کی آب وہوا اس کے مزاج سے ناموافق ہے اگر اس معنی کے لحاظ سے منحوس کہا جائے تو درست ہے، اور یہ خیال نہ ہو بلکہ یہ سمجھتا ہو کہ فلاں مکان میں رہنے سے دولت کم ہوگئی یا آدمی مرگئے تو یہ غلط ہے، بخاری شریف کی حدیث انما الشؤم فی ثلثة فی الفرس والمرأة والدار یہ حدیث بایں معنیٰ نہیں کہ یہ چیزیں منحوس ہوتی ہیں بلکہ اس حدیث کے معنیٰ دوسری حدیث جو سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بخاری شریف میں جو اس پہلی حدیث سے متصلاً مذکور ہے، واضح ہوتی ہیں، ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان کان فی شئی ففی المرأة والفرس والمسکن۔ نیز ابوداؤد میں سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ان تکن الطیرة فی شئی

نفی الدار والفرس والمرأۃ۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ اگر نحوست کسی شئی میں ہوتی جو ان تین میں
ہوتی اور جب ان میں بھی نہیں تو کسی شئے میں نہیں، یعنی یہ حدیث اوس
حدیث کے مثل ہے جس میں حضور نے فرمایا لوکان شئی سابق القدر سبقتہ العین
اسی لیئے اس حدیث کے ظاہر معنی سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
نے انکار کیا اور یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہے
کہ ان تین میں نحوست ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اہل جاہلیت ایسا کہتے تھے کہ
ان تین میں نحوست ہے، بعض احادیث میں نحوست کی یہ تفصیل مذکور ہے
کہ مکان کی نحوست یہ کہ اس کے پڑوسی خراب ہوں، اور عورت کی یہ کہ وہ شوہر
کی نافرمانی کرے، اور گھوڑے کا یہ کہ شریر ہو۔ یعنی یہ چیزیں جب خلاف
شرع یا خلاف طبع کیلئے سبب ہو جائیں تو ان سے جدائی کی جائے، پس نحوست
کے صرف اتنے معنیٰ ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرقات میں لکھا ہے
الشوم فی الاحادیث المستشھد بھا محمول علی الکراھیۃ التی سببھا ما فی الاشیاء من
مخالفۃ الشرع او الطبع کما قیل شؤم الدار ضیقھا وسؤجیرانھا وکذا شبھتہ
فی سکناھا وبعدھا عن الجماعۃ بحیث تفوتہ الصلوٰۃ مع الامام وشؤم المرأۃ
عدم ولادتھا وسلاطۃ لسانھا وغلاء مھرھا ونحوھا من حملھا الزوج علی
مالا یلیق بار باب التقوٰی وشؤم الفرس ان لا یغزی علیھا او یرکب علیھا
افتخار وخیلاء۔ بھوت کوئی چیز نہیں حدیث میں ہے لاغول یعنی بھوت کوئی
چیز نہیں یا ہوں تو نقصان نہیں پہونچا سکتے، کفار کی روحیں مقید ہیں وہ کیا
کسی کو آکر تکلیف پہونچا سکتی ہیں۔ البتہ شیاطین لوگوں کو پریشان کرتے ہیں
اگر مکان والے نماز پڑھیں اور قرآن مجید کی تلاوت کریں، اور بسم اللہ پڑھ
کر رات میں دروازہ بند کریں، اور آیۃ الکرسی پڑھ کر سوئیں اور صبح کو بسم اللہ پڑھ

کر دروازہ کھولیں، تو انشاء اللہ تعالیٰ شیاطین کے فتنہ سے محفوظ رہیں گے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: ۔ از باسنی ناگور مارواڑ مرسلہ محمد غیاث الدین کمہاروی ۳۰ صفر ۱۳۸۵ھ
قادیان ضلع گرداسپور پنجاب سے جو قاعدہ یسرنا القرآن چھپکر شائع ہوا ہے وہ بچوں کو پڑھانا کیسا ہے؟

الجواب: ۔ مذہب قادیانی[1] رکھنے والے یقیناً اجماعاً بلاشک وشبہ کفار ومرتدین ہیں۔ ایسے لوگوں کی کتابیں بچوں کو پڑھانا ناجائز ہے اگرچہ ان کتابوں میں انکی گمراہی کی باتیں نہ ہوں مگر مصنف کی عزت دل میں پیدا ہوگی اور انکی باتیں قبول کرنیکا مادہ پیدا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] قادیانی، مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو کو کہتے ہیں، یہ شخص کھلا ہوا کافر ومرتد تھا۔ اسنے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ حضرت مریم کی شان رفیع وجلیل میں طرح طرح کی گستاخیاں کی، بیہودہ کلمات استعمال کئے، اس شخص نے اپنی نبوت کا دعویٰ کرکے ضروریات دین کا انکار کیا ہے، نیز انبیاء کرام کی تکذیب وتوہین کی اور قرآن عظیم کا بھی انکار کیا ہے،

اس کے مختصر عقائد واباطیل یہ ہیں

(۱)۔ ازالۂ اوہام ص ۵۳۲ میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے۔

„خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ، میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی،،

(۲)۔ اسی کتاب کے ص ۶۸۸ میں ہے۔

„حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے الہام و وحی غلط نکلی تھیں،،۔

(۳) اسی کے ص ۲۶، ۲۸ میں لکھتا ہے۔

„قرآن شریف میں گندگی گالیاں بھری ہیں اور قرآن عظیم سخت زبان کے طریق کو

-: بقیہ حاشیہ صـ۱۰۹ کا :-

استعمال کر رہا ہے"
(۴) ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں جو آیتیں تھیں ۔ مرزاجی نے انھیں اپنے اوپر چسپاں کر لیا ۔ چنانچہ اپنی کتاب انجام صـ۷۸ میں لکھتا ہے ۔
"وما ارسلنٰک الا رحمۃً للعالمین"۔ تجھکو (غلام احمد کو) تمام جہاں کی رحمت کے واسطے روانہ کیا ۔ اور آیت کریمہ "ومبشراً برسول یاتی من بعد اسمہٗ احمد" سے اس نے اپنی ذات مراد لی ۔
(۵) ۔ اربعین نمبر ۲ صـ۱۳ پر لکھا "کامل مہدی نہ موسٰی تھا نہ عیسٰی" حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے ، اعجاز احمدی کے صـ۱۳ پر لکھا "یہود تو حضرت عیسٰی کے معاملہ میں اور انکی پیشن گوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں ۔کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں ۔ بغیر اس کے کہ یہ کہدیں کہ ضرور عیسٰی نبی ہے ۔ کیوں کہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے ۔ اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی ۔ بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں" ۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۴ پر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے "عیسائی تو انکی خدائی کو روتے ہیں ۔ مگر یہاں نبوت بھی ان کی ثابت نہیں"
اس طرح کے توہین آمیز کلمات اور انکار ضروریات دین سے مرزاجی کی کتابیں بھری ہیں ۔ بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی نے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نیا نبی پیدا ہونے کو ممکن بتایا ۔ اور مرزا احمد قادیانی نے اپنی نبوت کا اعلان کر کے حضور علیہ السلام کے بعد نیا نبی پیدا ہونے کو واقع تسلیم کر لیا ۔ اس کے متبعین اسے علی الاعلان نبی مانتے اور اس کی نبوت کا اعتقاد رکھتے ہیں ۔ لہذا مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین (قادیانی کہنے والے) ضروریات دین کا انکار کرنے ، انبیاء کرام کی شان میں گستاخی کرنے ، اور قرآن کریم کا انکار کرنے کی وجہ سے یقیناً اجماعاً بلاشک وشبہ کافر و مرتد ہیں ۔

مسئلہ:۔ از نصیر آباد چھاؤنی ۲۸ جمادی الاخرہ ۴۷ھ مرسلہ غلام قادر
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام کہ زید کہتا ہے کہ حسب منشاء فرمان حضرت رب العزۃ۔ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَھُنَّ ہ[1] اسلام میں غیر اللہ کے حق میں سجدہ تعظیم حرام ہے، بکر کہتا ہے چونکہ حضرت خلیل اللہ پر فرض عبادت میں ستاروں معہ چاند و سورج کی عبادت قطعاً حرام ہو چکنے کے بعد سجدہ تعظیم ملت ابراہیمی میں رائج تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو آپ کے والدین مع گیارہ برادران کے سجدہ تعظیم کرنیکی شہادت قرآن مجید میں موجود ہے۔ حضرات صوفیہ کرام میں بھی یہ قدامت سے رائج چلا آرہا ہے، زید نے جس کا حوالہ دیا ہے اس آیت میں صرف شمس و قمر کو

بقیہ حاشیہ صـــ۱۱۰ کا۔ ایسے کہ مَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ وَعَذَابِہٖ فَقَدْ کَفَرَ۔ جو ان کی کفریات پر مطلع ہو کر ان کے کافر و مرتد ہونے اور عذاب دیئے جانے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ ایسے عقیدہ والوں کی کتابیں بچوں کو پڑھانا ان کے عقیدہ و عمل کے فساد کا باعث ہے۔ معروف محدث امام ابن سیرین علیہ الرحمہ کے پاس دو بدمذہب نے آکر عرض کی کہ۔ ہم آپ سے ایک حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں آپ نے منع فرمایا۔ انھوں نے کہا تو پھر آپ ہی کوئی حدیث ہمیں پڑھ کر سنائیے۔ فرمایا یہ بھی نہیں۔ یا تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ یا میں چلا جاؤں گا وہ دونوں نکل گئے، لوگوں نے امام موصوف سے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا۔ اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ یَّقْرَأَ عَلَیَّ اٰیَۃً فَیُحَرِّفَانِھَا فَیَقِرَّ ذَالِکَ فِیْ قَلْبِیْ۔ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں آیت پڑھ کر اس کے معنی میں کچھ تحریف کر دیں اور میرے دل میں وہ بات گھر کر جائے۔ جب ایک امام وقت اور محدث عصر کا یہ حال تو ہمہ شما کا کیا ٹھکانا، وہ بھی بچوں کا۔

لہٰذا مذہب قادیانی رکھنے والوں کی کتابوں کا بچوں کو پڑھانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آلِ مصطفیٰ مصباحی

[1] سجدہ، پارہ ۲۴ رکوع ۱۹۔

سجدہ کرنیکی نفی ہے، نہ کہ مسجود ملائک کی، نیز سجدہ عبادت کے متعلق ہے نہ کہ سجدہ تعظیمی سے، نیز اگر زید کا قول درست ہے تو کیا اس سے حضرت یوسف و یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسّلام جیسے جلیل القدر معصوم انبیاء جنکی معصیت سے بریت قرآن مجید سے ثابت ہے، نعوذ باللہ کفر و شرک کے مرتکب ثابت ہونگے حالانکہ اس سجدہ تعظیم کی شہادت کے بعد قرآن مجید سے نسیخ ثابت ہونا محالا سے ہے، اس کا خلاف صرف ایک حدیث آحاد ہی ہے، اور بس۔ لہذا زید و بکر کے کلام میں مسلمانوں کے لئے قابل عمل قوی تر کونسا ہے؟ اور قابل اجتناب ضعیف و موضوع کونسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب :- شرائع سابقہ کے بہت سے احکام ہماری شریعت میں منسوخ ہو گئے۔ بعض امور ایک شریعت میں جائز تھے اور دوسری میں حرام، بلکہ خود اس شریعت میں بھی بعض باتیں ابتداً جائز تھیں۔ اور پھر حرام ہو گئیں، یا پہلے حرام تھیں، بعد میں جائز ہو گئیں۔ مگر یہ ضرور ہے کہ جو امر جائز تھا۔ پھر ممنوع ہوا۔ وہ کفر نہیں ہو سکتا کہ کفر قبیح لعینہ ہے، وہ کبھی جائز نہیں ہو سکتا، قرآن مجید میں جہاں غیر خدا کیلئے سجدہ کا حکم ہے۔ جیسا کہ ملائکہ کو حکم ہوا۔ کہ آدم کو سجدہ کرو یا برادران یوسف علیہ السّلام نے ان کو سجدہ کیا۔ اس سجدہ کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ یہاں سجدہ کے لغوی معنی انحناء یعنی جھک جانا مراد ہے۔ ان مواقع میں سجدہ سے پیشانی زمین پر رکھنا مراد نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہی تفسیر منقول ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ وہ سجدہ شرعی سجدہ تھا۔ یعنی پیشانی کا زمین پر رکھنا مگر وہ سجدہ ان کو نہ تھا جن کے سامنے کیا گیا۔ بلکہ یہ سجدہ خدا کو تھا۔ اور سجدہ

ملائکہ میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا سجدہ برادران یوسف علیہ السّلام میں یوسف علیہ السلام قبلہ تھے - مَسْجُوْدُ لَہٗ - نہ تھے - اور آیۃ کریمہ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ - اور آیۃ کریمہ - وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا - میں لام بمعنی الیٰ ہے یعنی شرائع سابقہ میں انسانوں کو قبلہ قرار دینا کہ اسکی طرف سجدہ کیا جائے ، جائز تھا اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الف صلاۃ وتحیۃ میں قبلہ صرف کعبہ معظمہ میں ہے۔ غیر کعبہ کا قبلہ ہونا آیت کریمہ - فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ، سے منسوخ ہوگیا یا یہ لام سببیہ ہے - جس طرح اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ ، میں دُلُوْكِ الشَّمْسِ سبب وجوب نماز ہے - اسی طرح تخلیق آدم علیہ السّلام سبب وجوب سجدہ ہے ان دونوں تفسیروں کے لحاظ سے ظاہر کہ نہ ملائکہ نے آدم علیہ السّلام کو سجدہ کیا نہ برادران یوسف علیہ السّلام نے ان کو سجدہ کیا بلکہ محض جھکنا تھا - کہ زمانہ سابق میں یہ بطور تحیت تھا - یا یہ سجدہ خدا کو تھا اور آدم و یوسف علیہما السلام قبلہ تھے - یا آدم علیہ السلام کی تخلیق سبب وجوب تھی - اور یوسف علیہ السلام سے ملنا ایک نعمت تھا کہ ان کے ملاقات پر ان کے والدین اور بھائیوں نے سجدۂ شکر ادا کیا تفسیر بیضاوی میں ہے - والماموربہ اما المعنی الشرعی فالمسجود لہ فی الحقیقۃ ھو اللہ تعالیٰ وجعل اٰدم قبلۃ سجودھم تفخیمًا لشانہ او سببًا لوجوبہ فاللام فیہ کاللام فی قول حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) الیس اول من صلی لقبلتکم ، او فی قولہ تعالیٰ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ واما المعنی اللغوی وھو التواضع لاٰدم تحیۃً وتعظیمًا لہ کسجود اخوۃ یوسف لہٗ [1] - اسی کے مثل جمل حاشیہ تفسیر جلالین میں خطیب سے نقل کیا ، تفسیر

---

[1] تفسیر بیضاوی شریف ج ۱ ص ۶۳ - مصباحی

جلالین میں ہے ۔ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ، سُجُوْدَ تَحِیَّۃٍ بِالْانحناءِ [1]
جمل میں ہے ۔ ای سجود تعظیم لاٰدم ثم نسخ الاسلام ھذہ التحیۃ وجعل
التحیۃ ھی السلام وقولہ بالانحناء ای من غیر وضع الجبھۃ علی الارض
وھذا اصح القولین فی المقام اھ ۔ شیخنا،، [2] تفسیر مدارک میں ہے اسجدوا
لاٰدم ای اخضعوا لہ واُقرّوا بالفضل لہٗ عن اُبی بن کعب وعن ابن عباس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان ذالک انحناء ولم یکن خرورا علی الذقن [3] ۔ تفسیر
بیضاوی میں زیر قولہ تعالیٰ وَخَرُّوْا لَہٗ سُجَّدًا یہ ہے ۔ وقیل معناہ خروا
لاجلہ سجدا اللہ شکرا وقیل الضمیر للہ تعالیٰ والواو لابویہ واخوتہ [4] ۔
خفاجی میں ہے ۔ قال الامام انہ قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
وھو الاقرب اس کا صریح مفہوم یہ ہے کہ یہ لام سببیہ ہے کہ یوسف
علیہ السلام کی ملاقات پر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا، حاشیہ شیخ زادہ میں ہے
فمعنی الآیۃ علی ھذا خروا ای لاجل وجدان یعقوب ایاہ شکر اللہ فذالک
السجود سجود شکر والمسجود لہ ھو اللہ تعالیٰ لان ذالک السجود انما کان
لاجلہ تعالیٰ بمقابلۃ نعمۃ وجد ان یوسف وقیل المراد معناہ خروا الیہ سجدا للہ
شکر النعمۃ وجدانہ علی ان یجعلوا یوسف کالقبلۃ ویسجد واللہ تعالیٰ ۔ یا
(لہٗ) کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے، یوسف علیہ السلام کی طرف
راجع نہیں کہ یہ سجدہ یوسف علیہ السّلام کو ہو، جو علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ سجدہ خدا
کو تھا یوسف علیہ السلام کو نہ تھا وہ اپنے قول کی تائید میں یہ بحث کرتے ہیں کہ
اگر یہ سجدۂ تحیت یوسف علیہ السلام کو ہوتا تو تخت پر پہونچنے کے بعد نہ ہوتا
کہ سجدۂ تحیت اول ملاقات میں ہوتا ہے نہ یہ کہ یوسف علیہ السلام ان کے
استقبال کیلئے شہر سے باہر گئے اور شہر میں لائے اور اپنے تخت پر لے گئے

[1] بقرہ ص ۸، [2] تفسیر جمل ج ۱ ص ۴۱، [3] تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۲ ۔ [4] تفسیر بیضاوی ص ۴۰۷ مطبع نول کشور ۔ مصبا

اس کے بعد لوگوں نے سجدہ کیا اب سجدۂ تحیت کا کیا موقع ہے اگر سجدہ کیا ہوتا تو اس وقت کرتے جب پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ قرآن مجید میں فرمایا فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ آوٰی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِیْنَ وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شہر سے باہر استقبال کیلئے یوسف علیہ السّلام گئے تھے، جب تو ان سے کہا کہ مصر میں تشریف لے چلئے، اس واسطے بیضاوی میں ہے واستقبله یوسف والملك اور وقت استقبال سجدہ نہ تھا بلکہ معانقہ تھا کہ اوی الیه ابویه سے معانقہ مراد ہے چنانچہ بیضاوی میں ہے، ضم الیه اباه وخالته واعتنقهما[1]۔ تو جب وقت ملاقات سجدہ نہ کیا بلکہ معانقہ ہوا تو تخت پر جانیکے بعد سجدہ تحیت کیونکر ہوگا دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اگر یہ سجدہ تحیت ہوتا تو یوسف علیہ السلام اپنے والد کو سجدہ تحیت کرتے نہ یہ کہ یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ ان کو بہت وجوہ سے ان پر فضیلت تھی الغرض یہ سجدہ یوسف علیہ السّلام کیلئے نہ تھا اور اگر تھا تو مجرد انحناء تھا ان دونوں قرآن سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اگرچہ پہلی بات کا جواب قاضی بیضاوی نے یہ دیا ہے والرفع مؤخر عن الخرور وان قدم لفظا للاهتمام، یعنی سجدہ پہلے تھا اور تخت پر جانا بعد میں ہوا، خفاجی میں ہے۔ وهذا دفع لقول الامام تقوية للوجه الثانی بان قوله رفع ابویه وخروا یدل علی انهم صعدوا ثم سجدوا ولو كان السجود لیوسف علیه الصلوة والسلام كان قبل الصعود یعنی لانه یكون تحية والمعتاد وفعلها حین الدخول لا بعد الصعود والجلوس بخلاف سجدة الشكر

---

[1] تفسیر بیضاوی ص ۴۰۷ سورۂ یوسف ۔ مصباحی

ومخالفة لفظه ظاهر الترتیب ظاهر المخالفة للظاهر۔ **دوسرا اعتراض مع جواب**
علامہ خفاجی اس طرح ذکر کرتے ہیں واما انه کان الالیق حینئذٍ سجود یوسف
لیعقوب علیهما السلام فدفع بانه تحقیق لرؤیا لحکمة خفیة وبان یعقوب
علیه الصلوٰة والسلام انما فعله لتتبعه الاخوة فیه لان لانفة ربما حملتهم علی
الانفة منه فیجر الی ظهور الاحقاد الکامنة وعدم عفو یوسف علیه السّلام
حاشیہ شیخ زادہ میں ہے۔ ولما ورد ان یقال کیف جاز السجود لغیر اللّٰه تعالیٰ
علی وجه التعظیم وعلی تقدیر جوازه کان یعقوب احق بذلك من یوسف علیهما
السّلام لان یوسف وان کان نبیا الا ان یعقوب کان اعلیٰ حالا منه من حیث
التقدم فی النبوة ولحرمة الابوة ومن حیث الاجتهاد فی تکثیر الطاعات ومن
حیث انه کان شیخا کبیرا والشاب یجب علیه تعظیم الشیخ فما وجه قوله تعالیٰ
وخروا له سجدا اجاب عنه المصنف تحیة وتکرمة له بناء علی انهم لم یکونوا
نهوا عن السجود لغیر اللّٰه تعالیٰ فی شریعتهم وکان تحیة الناس بعضهم لبعض بالسجود
ولم یزل تحیة الناس ذلك الی ان جاء اللّٰه تعالیٰ بالاسلام فذهب بالسجود
وجاء بالمصافحة۔ **تیسرا قول یہ ہے کہ وہ سجدہ بوضع جبہۃ تھا اور شرائع سابقہ**
میں تحیت واکرام کیلئے سجدہ جائز تھا اس شریعت میں اس کا جواز منسوخ
ہوگیا قاضی بیضاوی نے وخروا له سجدًا **کی تفسیر میں اسی کو مقدم کیا**
اور دوسرے اقوال کو بصیغۂ تمریض ذکر کیا اسکی عبارت یہ ہے وخروا له
سجدًا تحیة وتکرمة له فان السجود کان عندهم یجری مجراها **خفاجی میں**
ہے۔ دفع به السوال بان السجود لا یجوز لغیر اللّٰه بانه فی غیر شریعتنا وقد
کان جائزًا للتکرمة فنسخ۔ **تفسیر مدارک میں بھی اسی قول کو اختیار کیا اور دوسرے**
اقوال کو قیل کے ساتھ ذکر کیا بلکہ ان پر اعتراض بھی کئے اوسکی عبارت یہ ہے،

وکانت السجدة عندهم جاریة مجری التحیة والتکرمة کالقیام والمصافحة وتقبیل الیہ وقال الزجاج سنة التعظیم فی ذلک الوقت ان یسجد للمعظم وقیل ما کانت الا انحناء دون تعفیر الجباه وخرورهم سجدا ایاه وقیل وخروا لاجل یوسف سجدا للہ شکرا وفیہ بنوة ایضا۔ نیز اسی میں ہے، والجمہور ان المامور بہ وضع الوجہ علی الارض وکان السجود تحیة لآدم علیہ السلام فی الصحیح اذ لوکان للہ تعالیٰ لما امتنع عنہ ابلیس وکان سجود التحیة جائزا فیما مضی ثم نسخ بقولہ علیہ السلام لسلمان حین اراد ان یسجد لہٗ لا ینبغی للمخلوق ان یسجد لاحد الا للہ تعالیٰ۔ تفسیر کشاف میں ہے، السجود للہ علی وجہ العبادة ولغیرہ علی وجہ التکرمة کما سجدت الملئکة لآدم وابو یوسف واخوتہ لہ ویجوز ان تختلف الاحوال والاوقات فیہ، جمل حاشیہ جلالین میں ہے۔ کان ذلک جائزا فی ذلک الزمان فلما جاء الاسلام نسخت ھذہ الفعلة حاشیہ شیخ زادہ میں ہے۔ واکثر المفسرین علی ان المراد بالخرور سجدا وضع الوجہ علی الارض بناء علی انہ ھو المتعارف المتافھم، مفسرین کے چند اقوال اس لئے ذکر کئے گئے تاکہ معلوم ہو کہ سجدہ برادران یوسف علیہ السلام میں اس قدر شدید اختلافات ہیں کہ آیا وہ محض انحناء تھا یا زمین پر پیشانی لگا دینا، بر تقدیر ثانی وہ اللہ عزوجل کو سجدہ تھا یا یوسف علیہ السلام کو، جب اسقدر عظیم اختلافات موجود ہیں اور سید المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کو انحناء پر محمول کرتے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ یہ آیت جواز سجدۂ تحیت واکرام میں قطعی الدلالت نہیں، پھر اسکے ناسخ کا قطعی ہونا کیا ضرور۔ جبکہ دلیل جواز قطعیت کا افادہ نہیں کرتی۔ بلکہ یہ جواز بر تقدیر ثبوت ظنی ہے، جمہور مفسرین جو یہاں، وضع جبہہ مراد لیتے ہیں وہ خود تصریح کرتے ہیں کہ یہ حکم شرائع سابقہ کا ہے ہماری شریعت نے یہ حکم

منسوخ کردیا توجس طرح جواز سجود میں ان کے قول کو اعتبار کیا جاتا ہے نسخ میں بھی ان کا قول اعتبار کرنا چاہیئے، ورنہ پہلے دونوں گروہ مفسرین تو غیر اللہ کے لئے مطلقاً سجدہ کو ممنوع قرار دیتے ہیں، ان کے قول کا حاصل تو یہ ہے کہ نہ پہلے جائز تھا نہ اب جائز ہے اور یہ قول رابع جو بکر نے اختراع کیا ہے بالاجماع باطل ہے اور ایسا قول ہرگز قابل قبول نہیں، پھر ہم احادیث کی طرف نظر کرتے ہیں تو ممانعت سجود کے راوی صرف حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نہیں ہیں بلکہ دیگر صحابۂ کرام بھی اس کی روایت کرتے ہیں اگرچہ الفاظ میں کچھ اختلافات ہیں، مگر ممانعت سجود میں سب مشترک ہیں مثلاً نسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام احمد نے معاذ بن جبل وعبداللہ بن ابی اوفی وانس و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حاکم نے بریرہ وقیس بن سعد، وابن ماجہ نے عائشہ وعبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ابن حبان نے ابوہریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ترمذی نے انس وابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، طبرانی نے ابن عباس وزید ابن ارقم ومعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبد ابن حمید نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعید بن منصور نے زید ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث یہ ہے، اتیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقلت انی اتیت الحیرۃ فرأیتہم یسجدون لمرزبان لھم فانت احق بان یسجدلك فقال أرأیت لومررت بقبری اکنت تسجد لہ فقلت لافقال لاتفعلوا۔ لوکنت أمرأحداً ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجھن لما جعل اللہ لھم علیھن من حق۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی خدمت میں میں نے حاضر ہو کر یہ عرض کی یا رسول اللہ میں حیرہ گیا تھا وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں لہذا حضور کو سجدہ کیا جانا زیادہ درست ہوگا ارشاد فرمایا کیا تو میری قبر پر آئے گا تو اسے سجدہ کرے گا۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا کہ نہ کرو اگر میں کسی کو کسی کیلئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں کہ خدا نے شوہروں کا عورتوں پر حق رکھا ہے، مرقاۃ میں ہے۔

لاتفعلوا ای فی الحیاۃ کذلک لاتسجدوا، قال الطیبی رحمہ اللہ تعالیٰ ای اسجدوا للحی الذی لایموت وعن ملکہ لایزول، ا۔امام احمد کی روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ ہے، ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان فی نفر من المہاجرین والانصار فجاء بعیر فسجد لہ فقال اصحابہ یارسول اللہ تسجد لک البہائم والشجر فنحن احق ان نسجد لک فقال اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم ولوکنت أمرأحداً ان یسجد لأحدٍ لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجہا،، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک روز مجمع مہاجرین وانصار میں تشریف فرما تھے، کہ ایک اونٹ نے حاضر ہو کر حضور کو سجدہ کیا صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ جب چوپایہ اور درخت حضور کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم کو زیادہ سزاوار ہے کہ ہم حضور کو سجدہ کریں ارشاد فرمایا کہ اپنے رب کی عبادت کرو اور میرا اکرام کرو اور اگر میں کسی کو کسی کیلئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے، اعبدوا ربکم ای بتخصیص السجدۃ فانہا غایۃ العبودیۃ ونہایۃ العبادۃ واکرموا اخاکم ای عظموا تعظیماً یلیق بہ بالمحبۃ القلبیۃ والاکرام المشتمل علی الاطاعۃ الظاہریۃ والباطنیۃ وفیہ اشارۃ الی قولہ تعالیٰ مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَہُ اللّٰہُ الْکِتٰبَ

وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ ثُمَّ یَقُوْلُ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبَّانِیّٖنَ، وایماء الی قولہ ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم واما سجدۃ البعیر فخرق للعادۃ واقع بتسخیر اللہ تعالیٰ وامرہ فلا مدخل لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی محالہ والبعیر معذور حیث انہ من ربہ مامور کامر اللہ تعالیٰ ملئکتہ ان یسجدوا لآدم۔ حاصل یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے سجدہ کو اللہ عزوجل کیلئے خاص کر دیا ہے لہذا صحابہ کرام کو حکم فرمایا کہ سجدہ کو خدا ہی کیلئے مخصوص رکھو اور میری تعظیم وتکریم اس طرح کرو جو میرے لئے لائق ومناسب ہے اور شتر نے جو سجدہ کیا تھا وہ بطور خرق عادۃ تھا وہ خدا کی طرف سے مامور تھا جس طرح ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو خدا کے حکم سے سجدہ کیا تھا۔

اقول شتر کا سجدہ کرنا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس کو منع نہ فرمانا حالانکہ ہر شئ حضور کی مطیع تھی اور ہے اگر شتر کو منع فرما دیتے تو وہ ضرور باز آجاتا، باوجود اس علم کے حضور نے منع نہ فرمایا اور جب صحابہ نے سجدہ کی اجازت طلب کی تو منع فرما دیا۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جانوروں کو اللہ عزوجل نے شرک وکفر کے قبول کرنے کا مادہ نہیں عطا فرمایا ہے۔ یہ قواء متضادہ اور ہر قسم کی صلاحیت جن وانسان ہی میں ہے، جانوروں کو علم تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں وہ اگر حضور کو سجدہ کرتے تو یہ کبھی احتمال نہ ہوتا کہ حضور کو معبود جانتے ہیں، بخلاف انسان کے کہ تجربہ شاہد تھا کہ سجدہ تحیت کرتے کرتے اس نے سجدۂ عبادت شروع کر دیا۔ اگرچہ حاضرین صحابہ تھے اور وہ کامل الایمان تھے اور ان کے قلوب ودماغ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم سے بہرہ مند تھے مگر ان کو اگر اجازت دی جاتی تو

بعد والوں کو سجدہ کرنے کی سند ملتی اور ان میں شرک کا پایا جانا اتنا مستبعد نہ تھا۔ اس وجہ سے صحابہ کرام کو مطلقاً منع فرمایا اور جانور کو منع نہ فرمایا۔ اسی واسطے دوسری روایت میں لفظ بشر ذکر فرمایا کہ بہائم واشجار سجدہ کریں تو کر سکتے ہیں مگر انسان کو اس کی اجازت نہیں، اور اسی مصلحت سے اس حدیث میں اعبدوا ربکم فرمایا کہ تمہارا سجدہ عبادت کی طرف منجر ہوگا جو خدا کے سوا دوسرے کیلئے نہیں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری روایت شتر کے سجدہ کرنے کی مواہب سے نقل کی، وہ یہ ہے۔ روی احمد والنسائی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان اهل بیت من الانصار لهم جمل یسقون علیه ای یستقون وانه استصعب علیهم فمنعهم ظهره وان الانصار جاؤا الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقالوا انه کان لنا جمل نستقی علیه وانه استصعب علینا ومنعنا ظهره وقد عطش النخل والزرع فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قوموا فقاموا فدخل الحائط یعنی البستان والجمل فی ناحیته فمشی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نحوه فقالت الانصار یا رسول الله قد صار مثل الکلب و انا نخاف علیک صولة فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لیس علیّ منه باس فلما نظر الجمل الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اقبل نحوه حتی خر ساجدا بین یدیه فاخذ رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بناصیته اذل ما کان قط حتی ادخله فی العمل فقال له اصحابه یا رسول الله هذه بهیمة لا تعقل تسجد لك ونحن نعقل فنحن احق ان نسجد لک فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا یصلح لبشر ان یسجد لبشر لو صلح البشر لأمرت المرأة ان تسجد لزوجها لعظم حقه علیها۔ اس حدیث کا مضمون

یہ ہے کہ بعض انصار کا ایک شتر تھا جس سے وہ لوگ اپنے کھیت اور باغ کو سیراب کرتے تھے وہ شوخی اور سختی کرنے لگا کام کرنا چھوڑ دیا انھوں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہمارے شتر نے کام چھوڑ دیا ہے درخت اور کھیت کو پانی کی ضرورت ہے، حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ اٹھو چلو سب صحابہ حضور کے ساتھ ہو لئے حضور اس باغ کے اندر تشریف لے گئے جس کے ایک کنارہ میں وہ شتر تھا حضور اس کی جانب تشریف لے جانے لگے انصار نے عرض کی یا رسول اللہ یہ شتر دیوانہ کتے کی طرح ہو گیا ہے۔ ہم کو اندیشہ ہے کہ کہیں حضور پر حملہ نہ کر دے، ارشاد فرمایا مجھے اسکی طرف سے کچھ اندیشہ نہیں جب اونٹ نے حضور کو دیکھا حضور کے قریب آیا اور حضور کے سامنے سجدہ میں گر پڑا حضور نے اس کی چوٹی کے بال پکڑ لئے وہ ایسا فرماں بردار ہو گیا، کہ اتنا فرماں بردار کبھی نہ تھا، حضور نے اسے کام میں لگا دیا صحابہ نے عرض کی کہ یہ بے عقل جانور حضور کو سجدہ کرتے ہیں اور ہم تو ذوی العقول ہیں ہم کو زیادہ سزاوار ہے کہ حضور کو سجدہ کریں، حضور نے ارشاد فرمایا بشر کو درست نہیں کہ بشر کو سجدہ کرے اگر یہ درست ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کہ عورت پر شوہر کا حق بہت زیادہ ہے۔ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز نہیں اور یہ احادیث گیارہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں اور بہت ممکن ہے کہ تلاش و تفتیش کرنے سے عدد رُواۃ میں اور اضافہ ہو اور اگر حدیث ”لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد“ کو بھی شامل کر لیا جائے، اور اس کے اختلافات روایت کی طرف نظر کی جائے تو ممانعت سجود کے رواۃ بہت کثیر ہوں گے، کہ یہ حدیث بھی ابن عباس و

ابو سعید خدری و ابو ہریرہ و اسامہ بن زید و عائشہ صدیقہ و انس بن مالک و عبداللہ بن مسعود و جندب و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے اور ہو سکتا ہے کہ تتبع کرنے پر اس حدیث کے رُواۃ میں بھی اضافہ ہو جائے اور ہرگز یہ حدیث متروک العمل نہیں ہو سکتی، اس لئے بلا اختلاف و نکیر تمام ائمہ مجتہدین نے غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام بتایا، اس میں کسی کا اختلاف منقول نہ ہوا ممانعتِ سجود کی روایات کی طرف نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ الفاظ آحاد ہیں مگر ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث معنیً متواتر ہو اسی واسطے شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں کہ سجدۂ تحیت کا جواز احادیث متواترہ سے منسوخ ہے اون کی عبارت یہ ہے دو پیشانی را بر زمیں رسانیدن بدو طریق واقع می شود۔ یکے آنکہ برائے ادائے حق عبودیت باشد و ایں قسم در جمیع ادیان و ملل برائے غیر خدا حرام و ممنوع است و ہیچگاہ جائز نشدہ زیرا کہ محرمات عقلی است و محرمات عقلیہ بہ تبدیل ادیان و ملل متبدل نمی شوند و دلیلش آنکہ ایں نوع تعظیم مشعر بغایت تذلل است و غایتِ تذلل برائے کسے سزاوار است کہ در غایتِ عظمت باشد و غایتِ عظمت آنست کہ ذاتی باشد و عظمت ذاتی خاص بحضرت حق (سبحانہ) است در ہیچ مخلوق یافتہ نمی شود، دوم آنکہ برائے تکریم و تحیۃ باشد مانند سلام و سرخم کردن و ایں معنی باختلاف رسوم و عادات و تبدل ازمنہ و اوقات مختلف است گاہے جائز است و گاہے حرام، در امتہائے سابقہ جائز بود چنانچہ در قصہ حضرت یوسف و اخوان شان واقع شدہ کہ خَرُّوا لَہٗ سُجَّدًا و در شریعت ما ایں طریق ہم فیما بین مخلوقات حرام و ممنوع است، بدلیل احادیث متواترہ کہ دریں باب وارد شدہ، نیز فقہائے کرام اپنی کتابوں میں

تصریح فرماتے ہیں کہ غیر اللہ کو سجدہ حرام ہے اور بہ نیت عبادت ہو تو شرک و کفر، اور ہم مقلدین کیلئے ان کے اقوال کافی ہیں اور بیشک وہ ناسخ و منسوخ کو ہم سے اچھا جانتے تھے تو جب وہ کہتے ہیں کہ یہ سجدہ منسوخ ہے تو ان کے اقوال کو پس پشت ڈالنا اور اس کے خلاف عمل کرنا مقلد کو کب سزاوار ہو سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ،، من سجد للسلطان علی وجه التحية او قبل الارض بين يديه لايكفر ولكن يأثم لارتكابه الكبيرة هو المختار، رد المحتار میں ہے ،، اختلفوا فی سجود الملئكة قيل كان لله تعالى والتوجه الى آدم للتشريف كاستقبال الكعبة وقيل بل لآدم على وجه التحية والاكرام ثم نسخ بقوله عليه الصلوٰة والسلام لو أمرتُ احدًا ان يسجد لأحدٍ لأمرتُ المرأة ان تسجد لزوجها، تاترخانیه قال فی تبيين المحارم والصحيح الثانی ولم يكن عبادة له بل تحية واكرامًا ولذا امتنع عنه ابليس وكان جائزًا فيما مضى كما فى قصة يوسف قال ابو منصور الماتريدی وفيه دليل على نسخ الكتاب بالسنة ،، امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ کہ علم کلام کے امام ہیں وہ فرماتے ہیں کہ سجدہ تحیت منسوخ ہو گیا۔ لہٰذا اس میں کلام کی گنجائش نہیں۔ بکر کا یہ کہنا کہ اس کا نسخ قرآن مجید سے ثابت کرنا محالات سے ہے یہ اس کے قلت علم کی دلیل ہے اگر وہ حنفی ہے تو اس کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ کتاب اللہ کا نسخ سنت سے بھی ہوتا ہے۔ اصول فقہ کی کتابیں دیکھئے اسے معلوم ہو جائے گا کہ یجوز نسخ الكتاب بالكتاب والسنة، ہاں خبر آحاد چونکہ ظنی ہوتی ہے لہٰذا کتاب کی قطعیت کا نسخ نہیں کر سکتی اور اگر حدیث متواتر ہو تو اب نسخ میں انکار کی کیا جگہ، خصوصاً جبکہ فقہاء و ائمہ اس کا منسوخ ہونا بیان کر رہے ہیں۔ اور شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی حدیث کو

متواتر بتائے ہیں چوں کہ اس شریعت کو خدائے پاک نے کامل بنایا ہے لہذا ہر ایسے امر کو کہ شرک کی طرف منجر ہو منع فرما دیا۔ شرائع سابقہ میں سجدۂ تحیۃ جائز تھا مگر یہود و نصاریٰ نے تحیت ہی تک اسے محدود نہ رکھا بلکہ غیراللہ کی عبادت کیلئے سجدہ کرنے لگے اسی وجہ سے حدیث میں ان پر لعنت فرمائی لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائہم مساجد، یعنی قبور کو بہ نیتِ عبادت سجدہ کرتے تھے ورنہ بہ نیت اکرام لعنت کی کوئی وجہ نہ تھی کہ ان کی شریعت میں بہ نیتِ اکرام سجدہ حرام نہ تھا، اور نبی کا اکرام واجب تھا پھر لعنت کی کیا وجہ، مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بوقت وفات ایسا فرمایا جس سے مقصود یہ تھا کہ کہیں اکرام میں حد سے گذر کر سجدہ نہ کریں اور اس سے تجاوز کر کے عبادت نہ کرنے لگیں۔ صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عباس و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی، قالا لما نزل برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طفق یطرح خمیصۃ علی وجہہ فاذا اغتم بہا کشفہا عن وجہہ فقال وھو کذلک لعنۃ اللہ علی الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائہم مساجد یحذر ما صنعوا[1]، دوسری روایت بخاری شریف کی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال قاتل اللہ الیہود اتخذوا قبور انبیائہم مساجد، تیسری حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے، قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی مرضہ الذی لم یقم منہ لعن اللہ الیہود اتخذوا قبور انبیائہم مساجد قالت عائشۃ لولا ذلک لأبرز قبرہ غیر انی اخشی ان یتخذ مسجدا[1]۔ اگر یہ

---

[1] بخاری ج ا کتاب الجنائز، باب مایکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور۔ مصباحی

اندیشہ نہ ہوتا کہ قبر انور کو مسجد کر دیا جائے تو ظاہر کی جاتی مگر اسی اندیشہ سے ظاہر نہ کی گئی، پس معلوم ہوا کہ اس مادۂ شرک کو شریعت مطہرہ نے اس شدت سے دور کیا کہ جو چیزیں فی نفسہ جائز تھیں مگر اندیشہ تھا کہ کہیں شرک کی طرف منجر نہ ہو جائیں، وہ بھی روک گئیں۔ اور چونکہ سجدہ عبادت وتحیت میں صرف نیت ہی کا فرق تھا شریعت مطہرہ اس کو کیسے جائز رکھتی البتہ تفاوتِ نیت کا اتنا اثر ہے کہ سجدۂ عبادت کفر ہے۔ اور سجدۂ تحیت حرام، اور ان امور میں یہاں تک احتیاط کی گئی کہ سجدہ تو سجدہ حدِ رکوع تک تعظیم کیلئے جھکنا بھی ممنوع قرار پایا۔ ترمذی شریف میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے،، قال رجل یا رسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ او صدیقہ أینحنی لہٗ قال لا ،، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے،، قال من الانحناء وھو امالۃ الراس والظھر تواضعًا وخدمۃً (قال لا) ای فانہٗ فی معنی الرکوع وھو کالسجود من عبادۃ اللہ تعالیٰ، نیز اسی میں نووی شرح صحیح مسلم سے ہے حنی الظھر مکروہ للحدیث الصحیح فی النھی عنہ، اور اسی وجہ سے عبادت میں کفار سے مشابہت بھی ممنوع قرار پائی مثلاً یہود ونصاریٰ قبور کی عبادت کرتے تھے۔ مسلمانوں کو قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ممنوع قرار پایا۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا، فرمایا القبر القبر قبر سے بچو قبر سے بچو۔ ابوداؤد و ترمذی و دارمی ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الارض کلھا مسجد الا المقبرۃ والحمام ترمذی و ابن ماجہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یصلی فی سبعۃ مواطن فی المزبلۃ والمجزرۃ والمقبرۃ الحدیث۔

درمختار میں ہے۔ وکذا تکرہ فی اماکن (وعد منہا) ومقبرۃ، ردالمحتار میں ہے قیل لان اصل عبادۃ الاوثان اتخاذ قبور الصالحین مساجد وقیل لانہ تشبہ بالیہود وعلیہ مشیٰ فی الخانیۃ ولا بأس بالصلوٰۃ فیہا اذا کان فیہا موضع اعد للصلوٰۃ ولیس فیہ قبر ولا نجاسۃ کمافی الخانیۃ ولاقبلتہ الی قبر حلیہ۔[1] بلکہ کسی آدمی کے منہ کی طرف مواجہ کرکے نماز پڑھنا بھی مکروہ قرار پایا اور یہ نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی، حالانکہ ظاہر ہے کہ یہ اسکی عبادت نہیں کرتا ورنہ نماز مکروہ ہونا کیا معنی؟ یہ شخص کافر نہ ہو جائے، عالمگیری میں ہے ولوصلیٰ الی وجہ انسان یکرہ کذا فی المعدن، درمختار میں ہے۔ وصلوٰتہ الی وجہ انسان ککراھۃ استقبالہ فالاستقبال لومن المصلی فالکراھۃ علیہ والا فعلی المستقبل، ردالمحتار میں ہے، فی صحیح البخاری وکرہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان یستقبل الرجل وھو یصلی وحکاہ القاضی عیاض عن عامۃ العلماء وتمامہٗ فی الحلیۃ، وقال فی شرح المنیۃ وھو محمل مارواہ البزاز عن علی ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام رای رجلا یصلی الی رجل فامرہٗ ان یعید الصلوٰۃ ویکون الامر بالاعادۃ لازالۃ الکراھۃ لانہ الحکم فی کل صلوٰۃ ادیت مع الکراھۃ ولیس للفساد اھ والظاھر انہا کراھۃ تحریم لماذکر ولما فی الحلیۃ عن ابی یوسف قال ان کان جاھلا علمتہٗ وان کان عالما ادبتہ اھ ولانہٗ یشبہ عبادۃ الصورۃ۔ اور اسی وجہ سے مصلے کے سامنے آگے ہونا مکروہ ہے کہ مجوسیوں سے مشابہت ہے، اور مصلے کے آگے داہنے بائیں اوپر تصویر کا ہونا یا تصویر والا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، عالمگیری میں ہے

---

[1] درمختار وردالمحتار ج ا ص ۲۷۹۔ مطبوعہ ماجدیہ پاکستان۔ مصباحی

ویکرہ ان یصلی وبین یدیہ اوفوق راسہ اوعلی یمینہ اوعلی یسارہ اوفی ثوبہ تصاویر ردالمحتار میں ہے۔ وعلۃ کراھۃ الصلوٰۃ بھا التشبہ، بلکہ تصویر بنانا حرام ہوا اور تصویر کا مکان میں بروجہ اعزاز رکھنا ناجائز ہوا کہ بت پرستی کی ابتداء اسی سے ہوئی، اور احادیث صحیحہ میں ان امور سے جس شدت کے ساتھ ممانعت آئی، محتاج بیان نہیں، الحاصل جب شرع مطہرہ نے تھوڑی مناسبت بھی روا نہ رکھی تو اس چیز کو کس طرح جائز رکھے جس میں صرف نیت کا فرق ہے وبس۔ اور اگر بکر کو قرآن مجید کی آیت ہی درکار ہے کہ جس سے غیر اللہ کو سجدہ حرام ہونا ثابت ہو تو وہ آیت جو زید نے بیان کی ہے غیر اللہ کے سجدہ کی مطلقاً نفی کرتی ہے کیونکہ سجدہ مطلق ہے اور وہ خالق کو ہونا چاہئے نہ کہ غیر خالق کو جیسا کہ آیت کا مفاد ہے اس لئے کہ اس آیت میں الذی خلقھن سے سجدہ کی علت کا بیان ہے چنانچہ امام رازی نے اعبدوا ربکم الذی خلقکم کے متعلق تحریر فرمایا ہے "انہ بیان لان العبادۃ لا تستحق الا بذلک"، لہذا یہاں بھی یہ بیان ہے کہ سجدہ کا مستحق وہی ہے جو خالق ہو تو غیر اللہ چونکہ خالق نہیں، لہذا اسے سجدہ بھی نہیں، چنانچہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری نے غیر اللہ کے لئے سجدہ حرام ہونے پر مرقات میں اسی آیت سے استدلال کیا، بکر کا یہ کہنا کہ حضرت یوسف اور یعقوب علیہما الصلوٰۃ والسلام کفر و شرک کے مرتکب ہونگے یہ صحیح نہیں کہ جن علماء کے نزدیک انھوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا ہی نہیں، ظاہر ہے کہ شرک کے مرتکب کیونکر ہونگے اور جن کے نزدیک سجدہ کرنا ثابت ہے وہ شرائع سابقہ کا حکم بتاتے ہیں اور سجدہ کی دو قسمیں کرتے ہیں، (۱) سجدۂ عبادت (۲) وسجدۂ تحیت، سجدۂ عبادت بے شک کفر ہے اور سجدۂ تحیت کفر نہیں مگر وہ اُس شریعت میں جائز تھا

اس شریعت میں حرام، پھر کیا استحالہ؟ اور صوفیائے کرام قدست اسرارہم کو یہ کہنا کہ قدامت سے ان میں رائج چلا آرہا ہے، یہ بزرگان دین پر بہتان ہے نہ انھوں نے خود کسی کو سجدہ کیا اور نہ کسی سے سجدہ کرایا۔ صوفیائے کرام ہرگز شریعت مطہرہ کے خلاف افعال نہیں کرتے تھے جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو سجدہ سے منع کردیا تو حضور سے بڑھ کر کون ہے جس کو سجدہ کیا جائیگا اگر کسی بزرگ کی طرف کسی نے اس قسم کی نسبت کردی ہو تو یہ قابل اعتبار نہیں۔ اثنائے تحریر میں یہ حدیث بیان کی گئی کہ ملاقات کے وقت ایک شخص دوسرے کے لئے انحنار نہ کرے،، اس مضمون سے اگر کوئی شخص یہ شبہ کرے کہ علماء ومشائخ کی دست بوسی وقدمبوسی بھی ناجائز ہے کہ انھیں بھی تاحدرکوع بلکہ اس سے بھی زائد جھکنا ہوتا ہے۔ اور جھکنا ناجائز لہٰذا یہ بھی ناجائز، تو یہ جواب دیا جائیگا کہ یہ استدلال صحیح نہیں، مطلقاً جھکنا ممنوع نہیں بلکہ وہ ممنوع ہے جو بقصد تعظیم ہو جس طرح آج کل بہت سے لوگ سلام کے لئے اتنا جھکتے ہیں کہ رکوع کی ہیئت پیدا ہو جاتی ہے یہ ناجائز ہے، دست بوسی وقدم بوسی میں جھکنا مقصود بالذات نہیں۔ اگر فرض کیا جائے جس کے ہاتھ چومتے ہیں وہ کھڑا ہے یا اسکا ہاتھ اتنا بلند ہے کہ بغیر جھکے ہوئے بوسہ دے سکتا ہے تو ہرگز نہ جھکے گا یونہی اگر پاؤں اتنی بلندی پر ہو کہ جھکنے کی حاجت نہیں تو کوئی نہ جھکے گا، معلوم ہوا کہ یہ جھکنا بغرض تعظیم نہیں۔ لہٰذا جائز، چنانچہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کو بوسہ دیا۔ یونہی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعد وفات بوسہ دیا، بعد ہجرت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار ہوئیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے مزاج پرسی

کے بعد ان کے رخسار پر بوسہ دیا، اس کو ابوداؤد نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا بلکہ صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دست بوسی وقدم بوسی کیا کرتے تھے۔ اگر یہ اس انحنا میں داخل ہوتا تو ضرور حضور انھیں منع فرماتے، حالانکہ منع نہ فرمایا، زارع رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو وفد عبد القیس میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے وہ کہتے ہیں۔ لما قدمنا المدینۃ فجعلنا نتبادر من رواحلنا فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورجلہ۔ جب ہم مدینہ پہونچے تو اپنی منزلوں سے جلدی کرکے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کے دست پاک و پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ رواہ ابوداؤد، و ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مرقات میں فرماتے ہیں، قال النووی تقبیل ید الغیر ان کان لعلمہ وصیانتہ وزھدہ ودیانتہ ونحو ذلک من الامور الدینیۃ لم یکرہ بل یستحب وان کان لغناہ اوجاھہ فی دنیاہ کرہ وقیل حرام اھ " درمختار میں ہے کہ " لاباس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک درر ونقل المصنف عن الجامع انہ لاباس بتقبیل ید الحاکم والمتدین السلطان العادل وقیل سنۃ مجتبیٰ ولا رخصۃ فیہ لغیرھما ھو المختار، طلب من عالم او زاھد ان یدفع الیہ قدمہ ویمکنہ من قدمہ یقبلہ اجابہ وقیل لا۔ ردالمحتار میں ہے۔ وقیل سنۃ قال الشرنبلالی وعلمت ان مفاد الاحادیث سنیتہ اوندبہ کما اشار الیہ العینی، قولہ اجابہ لما اخرجہ الحاکم ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ارنی شیئا ازداد بہ یقینا فقال اذھب الی تلک الشجرۃ فادعھا فذھب الیھا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدعوک فجاءت حتی سلمت علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال لھا ارجعی فرجعت قال ثم اذن لہ فقبل راسہ ورجلیہ

وقال لوکنت اٰمرُ احدًا ان یسجد لاحدٍ لأمرتُ المرئۃ ان تسجد لزوجھا وقال صحیح الاسناد اھ[1] واللہ تعالیٰ اعلم علمہٗ جل مجدہٗ اتم واحکم۔ ۸ ربیع الآخرہ ۴۲ھ

مسئلہ (۱) مسئولہ برکات احمد صاحب سب انسپکٹر پنشنر۔ ساکن بریلی محلہ جسولی ۸ ربیع

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بابت مسائل مندرجہ ذیل

---

[1] ترجمہ! حصول تبرک کے ارادہ سے عالموں اور پرہیزگاروں کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ مصنف نے جامع سے نقل کیا ہے، کہ دین دار حاکم اور عادل بادشاہ کے ہاتھ کو بوسہ دینے میں حرج نہیں، اور بعض لوگوں نے اسے سنت کہا ہے۔ عالموں اور عادلوں کے علاوہ کی دست بوسی میں رخصت کا نہ ہونا ہی مختار ہے۔ اگر کوئی شخص کسی عالم یا زاہد کی قدم بوسی کیلئے ان سے اپنی طرف قدم بڑھانے کا مطالبہ کرے، تو انھیں اس شخص کی بات مان لینی چاہیے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ انھیں اسکی رخصت نہیں۔ ردالمحتار میں ہے، دست بوسی کو بعض لوگوں نے سنت کہا۔ علامہ شرنبلالی نے کہا کہ یہ آپ جان چکے کہ حدیثوں کا مفاد دست بوسی کا مسنون یا مندوب ہونا ہے جیساکہ علامہ عینی نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔

مصنف کا قول "اس کی درخواست منظور کرلینی چاہیئے"، کیونکہ حاکم نے تخریج کی ہے، ایک شخص رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ مجھے کسی ایسی چیز کا مشاہدہ کرائیے جس سے میرے ایمان ویقین میں اضافہ ہو تو آپ نے فرمایا اس درخت کے پاس جا اور اسے بلالے آ۔ وہ شخص اس درخت کے پاس گیا اور کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے بلایا ہے، وہ درخت حضور کے پاس چلا آیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا حضور نے اس سے فرمایا کہ اب لوٹ جا۔ وہ درخت لوٹ گیا، راوی کہتے ہیں کہ پھر اس شخص کو آپ نے اجازت دی تو اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اور پیروں کو بوسہ دیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی کو کسی کیلئے سجدہ کرنیکا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا۔ (درمختار وردالمحتار ج ۵ ص ۲۷۱، کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ ماجدیۃ پاکستان) آل مصطفےٰ مصباحی

جواب بحوالہ قرآن شریف وحدیث شریف تحریر فرمایا جاوے . بینوا توجروا

بموجب عقیدہ اہلسنت وجماعت بموقع مجلس میلاد شریف حضور اقدس سرور عالم فخر بنی آدم حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود رونق افروز مجلس ہوتے ہیں ، مجلس میں کوئی روایت غیر معتبر جس کی سند کلام پاک وحدیث شریف سے نہ ہو پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ، اگر ناجائز ہے تو ذاکر وسامعین کسی گناہ کے مرتکب ہیں یا نہیں ؟

مسئلہ (۲) مجلس میلاد شریف عموماً کم علم ذاکر پڑھتے ہیں اور ذاکر صاحب کے ہمراہ اکثر نوجوان جنکے ڈاڑھی مونچھ نہیں ہوتی خوش گلوئی سے ہمراہ ذاکر اشعار نعتیہ مختلف لب ولہجہ وراگ راگنی ودھن وغیرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں اس طرح کا میلاد شریف کا پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ؟

مسئلہ (۳) مجلس میلاد کے موقع کو اس قصد سے آراستہ کرنا کہ مخلوق دیکھ کر تعریف کرے کہ واہ واہ خوب سجایا ہے جائز ہے یا ناجائز ؟

مسئلہ (۴) ہر ماہ میں عموماً اور ماہ ربیع الثانی میں خصوصاً فاتحہ گیارھویں شریف میں عام طور پر اپنے دوست واحباب اور اہل برادری کو بلا کر شریک دعوت کیا جاتا ہے غرباء ومساکین کو تھوڑا سا بچا بچایا دیدیا جاتا ہے ، ایسے عمل کیساتھ یہ فاتحہ گیارھویں شریف کے کہاں تک قابل ثواب ہے ؟

مسئلہ (۵) ہر سال بماہ رجب یوم پنجشبہ وجمعہ کو فاتحہ حضرت سید جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کورہ کونڈوں میں شیرینی یا فیرینی یا دیگر اقسام کے طعام رکھ کر فاتحہ دی جاتی ہے ۔ اور اسی جگہ اپنے دوست احباب وغیرہم کو بلا کر کھلا دیا جاتا ہے اس جگہ سے طعام فاتحہ کو منتقل کرنے کو ممانعت جانی جاتی ہے یہ فعل شرعاً جائز ہے یا ناجائز اگر ناجائز ہے تو اس کے مرتکب کیسے گناہ کے

مواخذہ دار ہیں ؟

مسئلہ (۶) چند سال سے اس شہر بریلی میں ۲۲ رماہ رجب کو دن کے وقت میٹھی و نمکین پوریوں پر کونڈہ ہوتے ہیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ کورہ کونڈوں میں پوریاں بھر کر اس پر فاتحہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دی جاتی ہے، اور اپنے دوست واحباب اور رشتہ داروں وغیرہ کو بلا کر کھلادیا جاتا ہے اس طعام کو بھی منتقل کرنے کی اجازت نہیں ہے، آیا یہ رسم شرعاً جائز ہے، اگر ناجائز ہے تو ایسا کرنے والا کیسے گناہ کا مرتکب ہے ؟

الجواب (۱) :۔ یہ عقیدہ نہیں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مجلس میں تشریف لاتے ہیں، نہ اس کا کہیں سے ثبوت ہے، ہاں اگر اپنے کسی غلام پر کرم فرمائیں تو یہ حضور کا ایک کرم خاص ہوگا، اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ کسی مجلس خیر میں تشریف نہیں لاتے کہ بعض موقع پر تشریف لانے کی روایتیں موجود ہیں۔ بہرحال اگر تشریف فرما اس خاص مجلس میں نہ بھی ہوں جب بھی غلط اور موضوع روایتوں کا پڑھنا ناجائز ہے، اور ذاکر و سامع سب گنہگار ہونگے۔ صحیح روایتیں بیان کرنے کیلئے کیا کم ہیں کہ انھیں چھوڑ کر موضوعات و بے اصل باتیں بیان کریں۔ مگر شاید نئی اور من گڑھت باتوں کے بیان سے اپنے علم وفضل کا اظہار مقصود ہو۔ اگرچہ ایسی باتوں سے نظر عوام میں بھی اسکی بزرگی کچھ نہ بڑھیگی ہاں عوام کے عقائد خراب ہونگے اور خیالات فاسد ہوں گے اور یہ گنہگار ہوگا ایسے بے تمیز لوگوں کو صرف وہی کتابیں اور روایتیں پڑھنی چاہیئے، جنکی علماء سے تحقیق کرلیا ہو، اور ایسا نہ کریں تو لوگ ان سے ہرگز نہ پڑھوائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :۔ امرد خوبصورت خوشگلو وخوش آواز جس کی خوش آوازی سے

پڑھنے میں اندیشہ فتنہ ہو، اس سے نہ پڑھوایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳):۔ اگر صرف یہی مقصود ہو تو نیت بری ہے، استحقاق ثواب نہیں اور اگر محل ذکر کو تعظیم ذکر کیلئے بارونق کیا تو ثواب کا کام ہے، اور لوگوں کے واہ واہ کرنے سے اسکا ثواب فوت نہ ہوگا، جب تک اس کی نیت خود ہی فاسد نہ ہو اور مسلمان کی طرف بدگمانی کہ اس نے بری نیت سے کام کیا ہے گناہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴):۔ دوست و احباب و عزیز و اقارب و اہل برادری کو کھلانا بھی ثواب ہے، اگر گیارہویں شریف کا کھانا انھیں کھلایا تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ثواب نہیں بلکہ اہل و عیال کے کھلانے میں بھی ثواب ہوتا ہے۔ احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، پھر اگر ان میں غربا و صاحب حاجت ہوں تو صلہ و صدقہ دونوں کا ثواب ہے، گیارہویں شریف کی نیاز کوئی صدقہ واجبہ نہیں کہ صرف مساکین ہی کا حق ہو، اغنیا کے لئے ناجائز ہو، ہاں یہ بات ضرور قابل لحاظ ہے کہ مساکین کو دھکے نہ دیں، ایذا نہ پہنچائیں، اونکی بیحرمتی نہ کریں کہ ثواب جاتا رہے گا۔ بلکہ گنہگار ہوگا، اللہ عزوجل فرماتا ہے یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی[۱] واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۵، ۶):۔ نیاز میں جائز اور یہ خیال کہ اپنی جگہ سے کونڈا ہٹایا نہ جانا چاہیئے جہالت ہے۔ انھیں سمجھایا جائے یا کہ قول و عمل سے عوام کو بتایا جائے اور ان پر ظاہر کیا جائے کہ اس جگہ سے ہٹانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام و مفتیان شرع خیر الانام اس مسئلہ میں کہ زید نے باپ کا مال دبانے کی غرض سے بوڑھے باپ پر اپنے بی بی

---

[۱] سورۂ نساء پارہ ۵ رکوع ۶۔ مصباحی

سے زنا کی تہمت لگائی، جبکہ وہ بی بی سے بھی ناراض تھا۔ اور اسکی سزا میں خود باپ کی سفید ڈاڑھی پکڑ کر جوتیاں ماریں، اور یہ واقعہ اس کے بڑے بھائی جو حاجی اور شرعی متقیانہ وضع کا انسان ہے، بچشم خود دیکھا، باپ کا مال مارنے کو مقدمہ کیا، عدالت میں باپ نے عذر کیا کہ اول میری ڈاکٹری کرا لی جائے، اگر میں مرد ہوں تو ضرور رجولیت کے آثار ہوں گے، پس میں مجرم ہوں اور اگر میری رجولیت زائل ہو چکی تو انصاف کا خواستگار ہوں۔ مقدمہ خارج ہو گیا مگر زید نے بی بی کو طلاق دیدی ہنوز نہ اس خطا سے توبہ کی، نہ باپ سے عفو خطا چاہی۔ وہ بی بی بے خطا جس کو بلا شرعی شہادت کے طلاق دیدی ویسے ہی باپ کے گھر بیٹھی ہے عدت وغیرہ کا زمانہ گذر گیا۔ اسکے علاوہ بھی زنا میں ایک عورت سے اس کے بعد مشہور ہوا جو محصنہ ہے۔

دریں صورت کیا زید کے پیچھے نماز جائز ہے اور اس سے میل ملت اسلامی اکل وشرب سلام علیکم وغیرہ کرنے میں شرعی ممانعت ہے یا کیا؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ زید مذکور فاسق ہے کہ اس نے اپنے باپ کو جوتیاں ماریں قرآن مجید نے تو ماں باپ کو اُف کہنا بھی حرام بتایا ہے، نہ کہ جوتا مارنا۔ ارشاد فرمایا۔ لَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا۔ ماں باپ کو نہ اُف کہہ نہ انھیں جھڑک یوہیں اگر باپ پر جھوٹا دعویٰ کیا۔ تو حد درجہ کی ایذا دینے اور فسق اور اسکا بالاعلان ہونا ظاہر۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ، اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھی ہو تو پھیرنی واجب۔ بالجملہ اگر زید ایسا ہی ہے جیسا بیان کیا گیا تو جب تک توبہ نہ کرے اور باپ سے معافی نہ مانگے اور اسے راضی نہ کرے زید کو امام بنانا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ اختاب الدین طالب العلم مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی ۱۲ جمادی الآخرہ ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اشعار جو نعتیہ ہے خواہ عربی خواہ فارسی خواہ اردو خوش الحان کیساتھ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ جائز نہیں اور علت کیا ہے کہ داعی الی الزنا۔ آیا زید کا قول صحیح ہے؟

الجواب:۔ اشعار نعتیہ کو داعی الی الزنا قرار دینا سراسر باطل، اور خوش الحانی سے پڑھنا اسکا داعی ہے جو شعر کا مضمون ہے، اور جب اشعار حمد و نعت ہیں تو اللہ و رسول کی محبت جوش زن ہو گی، ہاں اگر عورتیں یا خوبصورت امرد پڑھتے ہوں تو ممانعت کی جائے گی کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے آتنی آواز سے پڑھنے کی اجازت نہیں جو غیر مرد کو پہنچے، یوہیں امرد خوبصورت کا خوش الحانی سے پڑھنا مظنۂ فتنہ ہے، اسے بھی روکا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ محمد صدیق احمد محلہ ذخیرہ بریلی ۱۲ رجمادی الآخرہ ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بچہ کی بسم اللہ خوانی ہے اس کی میعاد شرع شریف سے کیا ہے؟ اور اگر میعاد مقررہ سے کچھ یوم قبل "بسم اللہ" کرادیں تو اس میں کچھ حرج ہے یا نہیں؟ اور بچہ کی زبان ماشاءاللہ خوب اچھی طرح ٹوٹتی ہے؟

الجواب:۔ اس کے لئے شرعاً کوئی میعاد و وقت مقرر نہیں کہ اس سے قبل یا بعد ناجائز یا مکروہ ہو، ہاں بعض بزرگان دین کی ابتدائی تعلیم چار برس چار ماہ چار یوم کی عمر میں ہوئی۔ عموماً تبرکاً لوگ آتنی عمر میں شروع کراتے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے قبل یا بعد میں حرج ہے۔ اگر بچہ کی زبان صاف ہے اور اسے پڑھنے کے قابل سمجھتے ہیں تو تعلیم کو کیوں مؤخر کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: مسئولہ عبدالرحمٰن محلہ نیلگران بریلی ۱۹ ؍ جمادی الاولی ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص جنکا نام خیالی ہے توم کا نداف ہے اور رہنے والا موضع ھنسا کا ہے، وہ شخص نماز نہیں پڑھتا ہے اور نہ روزہ رکھتا ہے مشرکین سے زیادہ میل اور محبت رکھتا ہے، اور اہل اسلام اس کو منع کرتے ہیں کہ تو مشرکین سے مت مل، تو وہ اس کے جواب میں یہ کہتا ہے کہ مشرکین سے ملوں گا اور تم سے نہیں ملتا۔ لہذا تمام اہل اسلام بستی والوں سے میل چھوڑ دیا ہے اور ہر وقت بیٹھنا اور اٹھنا مشرکین میں رکھتا ہے اور ڈاڑھی کترواتا ہے اہل اسلام تمام بستی والوں سے بابت اذان دینے کے مشرکین سے جھگڑا ہوا۔ اس بنا پر کہ مسلمان اذان نہ دیں، مشرکین اذان دیتے وقت تھالی اور سنکھ بجاتے ہیں کیونکہ ان کے مکان مسجد سے قریب ہیں، اہل اسلام نے تھالی اور سنکھ بجانے سے منع کیا تو مشرکین نے جھگڑا کیا، اور اہل اسلام کو مارا پیٹا۔ کیونکہ اہل اسلام کل مع بچوں کے ۱۶ ؍ کی تعداد میں ہیں اور وہ تمام گاؤں مشرکین ہیں۔ اور اہل اسلام نے تمام گاؤں کے مشرکوں پر کچہری میں فوجداری کا دعوی کیا اور جس وقت فوجداری میں مقدمہ ہوا تو خیالی نداف نے مشرکین کی جانب سے یہ گواہی دی کہ کچھ مار پیٹ اور جھگڑا نہیں ہوا اور مسلمانوں نے کچہری میں جھوٹا دعوی کیا، ڈپٹی صاحب نے اس کی گواہی سن کے یہ کہا کہ تمہارے اسلام کا آدمی یہ کہتا ہے کہ کچھ جھگڑا نہیں ہوا اور کیوں کہ یہ اسی گاؤں میں رہتا ہے اسی وجہ سے مقدمہ خارج کرتے ہیں اور گواہی دینے سے پیشتر یہ سمجھا چکے تھے کہ یہ اسلام کا معاملہ ہے مشرکین کی گواہی نہ دینا، اس نے اس کے جواب میں کہا کہ میں ان میں رہتا ہوں انہیں کی گواہی دونگا اور تمہاری نہیں دیتا، مقدمہ خارج ہوتے ہی اہل اسلام پر مشرکین کا عزت ہتک کا مقدمہ عائد ہوا اور اہل اسلام

وہاں کے بہت حیران و پریشان ہیں ؟

الجواب :۔ یہ شخص سخت فاجر و فاسق ہے۔ اور یہ نہایت درجہ کی خباثت ہے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر ہندوؤں سے ملتا اور مسلمانوں کے مقابل ہندوؤں کی بیجا طرفداری کرتا ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے نہ اپنے پاس اٹھنے بیٹھنے دیں، نہ اسے کھلائیں پلائیں اس سے مقاطعہ کرلیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے فَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ[1]۔ اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ اور فرماتا ہے۔ وَلَا تَرْکَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ[2]۔ ظالموں کی طرف میل نہ کرو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ سید حسن اشرف ضلع بستی محلہ پورانی بستی ۱۹ رجمادی الاولیٰ ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ اہل ہنود کے یہاں کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں ؟ اور کون کون سی چیزیں ان کے یہاں کی کھانا جائز ہیں ؟

الجواب :۔ ہندو کے یہاں کا گوشت کہ نظر مسلم سے غائب ہو گیا ہو کھانا حرام ہے، اور باقی چیزوں میں بچنا ہی تقاضائے احتیاط ہے۔ اگرچہ جب تک شئی معین کے نجس ہونیکا علم نہو، نجاست کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ بہ نأخذ مالم نعرف شیئاً حراماً بعینہ وھو قول ابی حنیفۃ۔ مگر جو چیز نجس ہے وہ ان کے یہاں پاک و پوتر ہے پھر کیا اطمینان۔ پھر یہ کہ وہ تو مسلمانوں کو ملیچھ جانیں، یہاں تک کہ مسلمان کے ہاتھ میں سودا نہ دیں اوپر

---

[1] سورۂ انعام پارہ ۷ رکوع ۱۳ ۔ [2] سورۂ ھود پارہ ۱۲ رکوع ۱۰۔ مصباحی

ہی سے پھینک دیں اور مسلمان سے پیسہ وغیرہ اپنے ہاتھ میں نہ لیں بلکہ ترازو یا کسی اور چیز میں لیں، اور مسلمان انھیں کی دوکان سے خریدیں اور انکا پکایا ہوا کھائیں بڑی بے غیرتی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی آنکھیں کھولے کہ اپنا نفع نقصان پہچانیں اور کفار و مشرکین کے سامنے اپنی ذلت دیکھنا گوارا نہ کریں۔ وھو مقلب القلوب، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ عبد الجبار صاحب از کانپور سرکی محال مسجد متصل چوکی ۵ رجمادی الاخرہ ۱۳۴۰ھ

چہ می فرمایند علمار دین وفضلار شرع متین اندریں مسئلہ ذیل آیا در شریعت غرا سرائیدن غزلیات مع طرب دوتارہ وہ سہ تارہ جائز است یا ناجائز، اگر کسے مرتکب چنیں فعل باشد و گوید ایں فعل برما جائز است زیرا کہ ما اہل طریقت ومعرفت ہستیم بروے چہ حکم است؟

مسئلہ (۲) اگر شخصے باعلم وشرع استخفاف واستہزار کند برائے او حکم شرع چیست بحوالہ کتب تصریح کنند زیرا کہ سائل مستدعی آنست؟ بینوا بالادلہ توجروا

الجواب (۱) :۔ سماع بامزامیر حرام است اللہ عزوجل ارشاد فرمود۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ [1] در در مختار است الملاھی کلھا حرام قال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ صوت اللھو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات وفی البزازیۃ استماع صوت الملاھی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام استماع الملاھی معصیۃ والجلوس علیھا فسق والتلذذ بھا کفر ای بالنعمۃ [2]۔ وآں کس کہ ایں را برخود جائز گوید

---

[1] پارہ ۲۱ سورۂ لقمان رکوع ۱۰۔ اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں۔ [2] در مختار ج ۵ ص ۲۴۶ کتاب الحظر والاباحۃ۔ مصباحی

وگوید کہ من از ارباب طریقت ہستم قول او باطل است کہ طریقت مغایر شریعت نیست، ہر چہ در شریعت حرام است در طریقت ہم حرام ہست، کسے راعدول از شریعت جائز نیست ہر کہ عدول کند بخدا نمی رسد بلکہ بسوئے جہنم رود۔ ازیں چنیں شخص پرہیز کردن لازم است۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲):۔ استخفاف کردن بعلم دین وشریعت کفر است، بلکہ بمجرد انکار کافر شود نہ کہ استخفاف، در قرآن مجید آمدہ است، قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ[1] واللہ تعالیٰ اعلم ۱۳۴۷ھ

مسئلہ (۱) از بنارس کچی باغ مرسلہ جناب نور الحق پسر منشی محمد حسن حاجی صاحب ۹ محرم الحرام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں کہ دیگر معازف ومزامیر یعنی ہر وہ باجہ جو منھ اور ہاتھوں سے مختلف اوزان وتال وسم پر بجاتے ہیں کیا حکم شرعی ہے؟ نیز جو شخص یا جماعت احکام شرعیہ کی تحقیر وتذلیل تخریب وتکذیب بعنوانات مختلفہ کرے عند الشرع ایسے شخص یا جماعت کا فعل کیسا ہے؟

مسئلہ (۲) کسی ایسے مسئلہ یا حدیث نبوی کی اشاعت پر جو کسی وجہ سے عام طور سے شائع نہ ہوئی ہوں۔ یا ایک مدت کے بعد دوبارہ شائع ہوئے ہوں کوئی شخص یا جماعت یہ کہے کہ نئی نئی حدیث یا نئے نئے مسئلہ مولویان آئے دن نکالا کرتے ہیں۔ ایسا کہنے والا یا کہنے والے کے متعلق کیا حکم شرعی ہے؟

مسئلہ (۳) کوئی شخص بغیر دف کے بارات نکالے اور بارات دیکھکر کوئی شخص یہ کہے کہ جنازہ جاتا ہے، اس نے شرع کی توہین کی یا نہیں؟ اور ایسا کہنے والا فاسق ہوا یا کافر۔ اور اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح کرے یا نہیں؟

الجواب (۱) تمام ملاہی معازف ومزامیر ناجائز وحرام، درمختار میں ہے کہ

---

[1] پارہ ۱۰ رکوع ۱۴ سورۂ توبہ۔ ترجمہ:۔ تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے ہو مسلمان ہو کر۔ مصباحی

ان الملاھی کلھا حرام ردالمحتار میں ہے قول الامام ابتلیت دلیل علی انہ حرام
نیز درمختار میں ہے قال ابن مسعود صوت اللھو والغناء ینبت النفاق فی القلب
کما ینبت الماء النبات قلت وفی البزازیہ استماع صوت الملاھی کضرب
قصب ونحوہ حرام لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام استماع الملاھی معصیۃ الخ
احکام شرعیہ کی تحقیر و تذلیل کرنا کفر ہے۔ کما فی الھندیۃ وغیرھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :- اولاً اگر وہ شخص جاہل ہے تو سمجھایا جائے۔ اور سمجھانے پر
باز نہ آئے تو قابل سزا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) :- یہ قول بہت سخت ہے۔ اگر اس سے مقصود شرع شریف
کی توہین ہے تو کفر ہے۔ اور اگر محض اس برات سے استہزا ہے۔ یہ مقصود
نہ ہو کہ شرعی برات ہونے کی وجہ سے یہ مسخراپن کرتا ہے تو بُرا کیا۔ پہلی صورت
میں یعنی جبکہ مقصود توہین شرع ہے، بی بی سے نکاح دوبارہ کرنا ضرور ہے
اور دوسری صورت میں بھی اگرچہ کفر نہیں، مگر اس قول میں چونکہ توہین شرع کا
پہلو نکلتا ہے۔ لہٰذا تجدید نکاح کرلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مسئولہ جناب محمد حنیف مدرس مدرسہ نورالہدیٰ مقام پوکھریرا ڈاکخانہ رائیور ضلع مظفرپور ۲۷ رمضان ۴۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بوڑھا
آدمی سے کسی نے سوال کیا کہ مزامیر سننا شرعاً ممانعت ہے اس نے جواب دیا کہ
ہاں منع ہے لیکن جس کا دل اس طرف کو گیا اس کیلئے جائز ہے اور جس کا دل
دنیا کی طرف گیا اس کے لئے گناہ ہے، آیا یہ اس کا جواب جائز ہے یا ناجائز ؟

الجواب :- مزامیر حرام ہے بکثرت احادیث اسکی حرمت میں وارد[1] واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] امام احمد بن حنبل نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم
(حاشیہ بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسئلہ (۱) از جودھپور مرسلہ شیخ محمد احمد حسین صاحب امام مسجد لوہاران ۲۰ ذیقعدہ ۴۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آسیب زدہ لڑکی پانچ یا چھ سال سخت مصیبت میں ہے۔ آسیب بھی شیخ سدھو چین نہیں لینے دیتا جس سے گھر والے بڑی آفت میں گرفتار ہیں۔ اور ہنوز فی زمانہ بہت عامل آئے گئے کسی سے کچھ فائدہ نہیں ہوا، لہٰذا مجبوراً سوچا گیا ہے کہ تیل کے گلگلے وغیرہ پکائیے، اور ڈفالیوں کو بلائیے، گائیے بجائیے بغیر یہ ہرگز نہیں جائے گا۔ اب فرمائیے یہ امر قبیح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲) اور اکثر مسجدوں کے دروازوں پر لوگ کسی گلاس یا کٹورے میں پانی لیکر صبح شام کھڑے ہوتے ہیں، اور ہر ایک نمازی سے جو باہر نکلتا ہے، پانی میں پھونک مارنے کی درخواست کرتے ہیں، اور پھر وہ پانی اپنے بیمار کو پلاتے ہیں کیا یہ کسی حدیث میں ثابت ہے کہ یہ بدعت ہے اور جائز نہیں ہے؟

الجواب (۱): شیخ سدو کے گلگلے پکوانا، اور ڈفالیوں سے گوانا بجوانا ہرگز جائز نہیں شیطان ایسی حرکتیں کرتا ہے۔ کہ ایذا پہونچاتا ہے۔ اور اپنے موافق کام کرا کے

حاشیہ بقیہ ص ۱۴۱ کا:- نے ارشاد فرمایا کہ ان اللہ بعثنی ھدی و رحمۃ للمومنین و امرنی بمحق المعازف والمزامیر۔ یعنی مجھکو اللہ تعالیٰ نے مومنین کی ہدایت و رحمت کیلئے بھیجا ہے اور مجھے راگ اور مزامیر کے مٹانے اور محو کرنے کا حکم دیا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لیکونن من امتی قوم یستحلون الحریر والخمر والمعازف۔ میری امت کے کچھ لوگ ریشم، شراب، اور باجوں کو حلال جانیں گے۔ جامع ترمذی میں ہے۔ تکون فی امتی خسف مسخ اظھرت القینات والمعازف۔ ان کے علاوہ ابن ماجہ، ابوداؤد، بیہقی، حاکم، مسند حمیدی، مسند ابن ابی الدنیا، وغیرہ میں بھی اس مضمون کی حدیثیں وارد ہیں۔ اسلئے فقہائے کرام نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفےٰ مصباحی

چھوڑتا ہے۔ اہل ایمان کو چاہیئے کہ شیطان کے مکروکید سے بچیں۔ جو لوگ شریعت کے موافق اعمال کرتے ہیں ان کی طرف توجہ کیجائے۔ یہ باتیں زائل ہوجائنگی وہو تعالیٰ اعلم

الجواب (۲):۔ پانی پر دم کرنا جائز ہے۔ صحابۂ کرام نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اونکے فعل کو جائز رکھا ہے[1]۔ خود حضور کے پاس لوگ پانی لاتے اور حضور اپنا دست مبارک پانی میں ڈالتے، لوگ اوسے پیتے، اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور کے موئے مبارک کا غسالہ مریضوں کو دیتیں، لوگ پیتے شفا پاتے۔ وہو تعالیٰ اعلم

---

[1] ترمذی شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں "بعثنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی سریّۃ فنزلنا بقوم فسألنا ھم القریٰ فلم یقرُ ونا فلُدِغ سید ھم فاتونا فقالوا اھل فیکم من یرقی من العقرب قلت نعم انا ولکن لا ارقیہ حتی تعطونا غنماً قالوا فانا نعطیکم ثلاثین شاۃ فقبلنا فقرأتُ علیہ الحمد سبع مرات فبرأ وقبضنا الغنم قال فعرض فی انفسنا منھا شئ فقلنا لا تعجلوا حتی تاتوا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال فلما قدمنا علیہ ذکرتُ لہ الذی صنعتُ قال وما علمت انھا رُقیۃٌ اقبضوا الغنم واضربوا لی معکم بسھم،، (ج ۲ ص ۲۷۔ ابواب الطب)

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا، ہم ایک قوم کے پاس اترے ہم نے ان سے مہمان رکھنے کی درخواست کی لیکن ان لوگوں نے ہماری مہمان نوازی نہ کی، پھر ان کے سردار کو بچھو نے ڈنک مار دیا۔ اور وہ ہمارے پاس آئے، اور کہنے لگے کیا آپ لوگوں میں کوئی بچھو کے ڈنک پر جھاڑ پھونک کرنے والا ہے (راوی فرماتے ہیں) میں نے کہا ہاں میں جھاڑ پھونک کرتا ہوں لیکن جب تک تم ہمیں چند بکریاں نہیں دوگے، دم نہیں کرونگا۔ انھوں نے کہا ہم آپ کو تیس[2] بکریاں دیتے ہیں

مسئلہ:۔ مسئولہ فرزند علی صاحب محلہ ملوک پور بریلی ۷ رشوال ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ عورتیں مسلمانوں کی جو لہنگا پہنتی ہیں۔ بعض عورتیں ساڑیاں پہنتی ہیں نصف باندھتی ہیں نصف اوڑھتی ہیں آیا یہ جائز ہے یا ناجائز۔ کون سی صورت بہتر ہے؟

الجواب:۔ لہنگا خاص کر ہندوؤں کی عورتیں پہنتی ہیں اور ساڑیاں بھی اس ملک میں صرف ہندو عورتیں باندھتی ہیں اور ہندو مسلمان عورتوں میں اسی لباس کا فرق ہے کہ پاجامہ پہنے ہو تو معلوم ہوگا کہ مسلمان ہے، اور لہنگا ساڑی باندھے ہو تو ہندو سمجھتے ہیں لہذا مسلمان عورتوں کو ہرگز کفار کے یہ لباس پہننے نہ چاہیئے[لہ]۔ کہ

حاشیہ بقیہ ص ۱۴۳ کا:۔ ہم نے قبول کر لیا پھر میں نے اس پر سات مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھی۔ وہ سردار ٹھیک ہو گیا، اور ہم نے بکریوں پر قبضہ کر لیا۔ فرماتے ہیں ان بکریوں کے بارے میں ہمارے دلوں میں کھٹکا پیدا ہوا۔ تو ہم نے کہا رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی خدمت پہونچنے سے پہلے جلدی نہ کرو، جب ہم بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو میں نے پورا قصہ بیان کیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں کیسے علم ہوا کہ سورۂ فاتحہ دم جھاڑ ہے۔ بکریاں قبضہ میں رکھو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ لگا لو۔ ۱۲

لہ بہت سے علاقوں میں مسلم عورتیں ساڑیاں نہیں پہنتیں۔ شلوار و قمیص پہنتی ہیں۔ جیسے یوپی کے اکثر اضلاع ہیں، یہاں لہنگا اور ساڑیاں غیر مسلم عورتیں پہنتی ہیں۔ لیکن ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں ساڑیاں اور لہنگا مسلم عورتوں کا بھی لباس ہیں۔ بہار، بنگال تامل ناڈو، کرناٹک وغیرہ کے عام شہروں، دیہاتوں میں یہ لباس مسلم اور غیر مسلم عورتوں میں مشترک ہے۔ یہاں محض ساڑی پہننے کی وجہ سے کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ یہ غیر مسلم عورت ہے، اور نہ ہی کوئی اسے لباسِ کفار خیال کرتا ہے۔ اور حکم ممانعت کی علت غیر مسلم کے شعار خاص

حاشیہ بقیہ ص ۱۴۴ کا :۔ سے تشبہ پر ہے۔ لہٰذا جہاں ساڑیاں صرف ہندو کا لباس مانی جاتی ہیں، مسلم عورتوں کو پہننا مکروہ و ممنوع وگناہ ہوگا۔ لیکن جن علاقوں میں یہ مسلمان کا بھی لباس ہیں وہاں پہننا ممنوع نہ ہوگا، جائز ہوگا اور من تشبہ بقوم الخ کے زمرے میں داخل نہ ہوگا۔ کہ تشبہ ممنوع کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ بدمذہب یا کافر کا شعارِ خاص ہو مسلم وغیر مسلم میں مشترک نہ ہو۔ جس کی قدرے توضیح یہ ہے کہ تشبہ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) تشبہ التزامی (۲) تشبہ لزومی۔ التزامی کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی قوم کے وضع خاص وطرزِ خاص کو اس قوم کی مشابہت حاصل کرنے اور اُن کی سی صورت بنانے کے ارادے سے مشابہت حاصل کرے۔ لزومی کا مطلب یہ ہے کہ مشابہت کا قصد نہ ہو مگر وہ وضع کسی قوم کا شعارِ خاص ہے جس کی وجہ سے مشابہت پیدا ہو رہی ہے۔ تشبہ التزامی میں قصد وارادہ بنیادی چیز ہے جس کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) پہلی صورت یہ ہے کہ اس قوم کو محبوب وپسندیدہ سمجھکران سے مشابہت پسند کرے۔ ایسی صورت میں وہ قوم جس دائرے میں ہوگی یہ تشبہ کرنے والا بھی اسی زمرے میں ہوگا۔ اگر وہ قوم کفار ہے یہ تشبہ کفر اگر بدعتی ہے تو یہ تشبہ بدعت ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ حدیث پاک من تشبہ بقوم فھو منھم کا حقیقی مصداق صرف یہی صورت ہے۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ تشبہ اختیار کرنا اس لئے نہ ہو کہ وہ اس طرز و وضع کو پسند رکھتا ہے بلکہ کسی صحیح ومقبول غرض کی ضرورت کے پیش نظر ہو۔ ایسی صورت میں دیکھا یہ جائے گا کہ اُس قوم کی وضع اور طرز میں شناعت کتنی ہے؟ اور ضرورت کتنی؟ اگر ضرورت غالب ہو۔ تو بوقت ضرورت بقدر ضرورت تشبہ اختیار کرنا نہ کفر ہوگا اور نہ ہی ممنوع۔ چنانچہ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان، مسلم قیدیوں کو چھڑانے کی غرض سے زنّار باندھ کر دارالحرب میں جائے تو کافر نہ ہوگا۔ یہی وجہ کہ صحابۂ کرام نے بعض فتوحات میں جنگی مصلحتوں کے تحت غیر مسلم رومیوں کا لباس پہنا۔ (۳) تیسری صورت یہ ہے کہ نہ تو اُس وضع وطرز کو اچھا سمجھتا ہے۔ اور نہ ہی کوئی ضرورت شرعیہ ہے بلکہ محض دنیوی نفع کے لئے

حدیث میں فرمایا من تشبہ بقوم فھو منھم اور کفار کے لباس پہنے ہوئے دیکھ کر یہی گمان ہوگا کہ یہ کافرہ ہے، یہاں تو کفار کے ساتھ کھلی ہوئی مشابہت ہے حدیث میں تو اس پر لعنت فرمائی کہ عورت مرد کے یا مرد عورت کے سے لباس پہنے لعن اللہ المتشبھین بالنساء والمترجلات من النساء۔ اسی بنا پر ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عورتوں کو ایڑی بٹھا کر جوتی پہننے کا حکم دیا کہ چڑھویں جوتے میں مردوں کی مشابہت ہے تو جب اتنی خفیف مشابہت سے ممانعت آئی تو ایسی کھلی مشابہت وہ بھی کفار کے ساتھ کیوں کر جائز ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حاشیہ بقیہ ص ۱۴۵ کا :- یا ہزل واستہزاء کے طور پر اسکا ارتکاب کیا ہے۔ تو ممنوع وحرام ہے بلکہ اگر یہ وضع کفار کا مذہبی دینی شعار ہے جیسے زنار یا قشقہ تو کفر بھی ہوگا۔ اور تشبہ لزومی ممنوع وگناہ ہے جیسے کفار کی وضع کے کپڑے، اور انگریزی بال جیسی ہیں۔ لیکن تشبہ کے پائے جانے کیلئے یہ ضروری ہے کہ اس زمان ومکان میں وہ چیز کفار کا شعار خاص ہو، اس طرح کہ کفار اس سے پہچانے جاتے ہوں کافر وغیر کافر میں وہ چیز مشترک نہ ہو، ورنہ تشبہ لزومی بھی نہیں۔ "فتاوی رضویہ" میں ان بحثوں کے بعد صاف تصریح ہے۔ "تشبہ وہی ممنوع ومکروہ ہے جسمیں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو۔ یا۔ وہ شئی ان بدمذہبوں کا شعار خاص یا فی نفسہٖ شرعاً کوئی حرج رکھتی ہو۔ بغیر ان صورتوں کے ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں" (ج ۱۰ ص ۹۱)

ظاہر ہے کہ جن اضلاع میں ہندو مسلمان تمام عورتوں کا لباس ساڑی ہے وہاں ان تینوں وجوہ ممانعت میں سے کوئی وجہ نہیں پائی جاتی، نہ تو ساڑی پہننے والی مسلم عورتوں کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ وہ کافر عورتوں کی طرح صورت بنائیں نہ ان علاقوں میں مشترک لباس ہونیکی وجہ سے یہ کافر عورتوں کا شعار خاص ہیں، اور نہ ہی ساڑی کی ذات میں کوئی حرج شرعی ہے وہ تو اور لباسوں کیطرح ساتر اعضاء ہیں۔ الحاصل جہاں لوگ اُسے لباسِ کفار جانتے ہوں وہاں مسلم عورتوں کو یہ لباس پہننا ممنوع ومکروہ اور گناہ ہے۔ اور جہاں مسلم وغیر مسلم سبھی پہنتی ہوں۔ وہاں ان لباسوں کا استعمال بلاشبہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ آل مصطفےٰ مصباحی

مسئلہ:۔ مسئولہ محمد امین محلہ بھوڑ ضلع بریلی ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دو شخص مسلمان اہلسنت وجماعت کو ہر چند واعظوں اور نعت خوانوں۔ مولویوں نے سمجھایا کہ تم صاحب ایمان ہو تم اپنی عورتوں کو اس بات کی نصیحت کرو کہ وہ لہنگا نہ پہنیں بجائے لہنگے کے پائجامہ پہنیں یہ دونوں شخص اقرار تو کر لیتے ہیں لیکن بعد میں پھر کچھ خیال نہیں کرتے اور یہ کہنے لگتے ہیں کہ لہنگا پہننا ہندوؤں کی رسم ہے۔ یہ لہنگا جب شکستہ ہو جائیگا تب ہم بجائے لہنگے کے پائجامہ بنا دیں گے ایسے شخصوں کو برادری میں رکھنا اور سلام کرنا کلام کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور جو ایسے لوگوں کی شرکت کرے میل جول رکھے اس کے واسطے شرع شریف سے کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ لہنگا خاص ہندوؤں کی وضع ہے اور عورتوں میں ہندو مسلمان ہونا لباس ہی سے ظاہر ہوتا ہے، مسلمان عورتوں کو لہنگے پہننا ہرگز نہ چاہئیے حدیث میں فرمایا۔ من تشبہ بقوم فھو منھم۔ جو کسی قوم سے تشبہ کرے وہ انھیں میں سے ہے وہ لوگ اگر ہندوانی وضع سے باز نہ آئیں تو مسلمان ان سے قطع تعلق کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از بانس بریلی شریف ڈاکخانہ انبرٹ نگر ساکن صالح نگر مرسلہ جناب کفایت حسین صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خاکروب اپنے یہاں کسی قسم کی خوشی شادی وغیرہ کرے اور اس میں مسلمانوں کو مدعو کرے مگر اشیاء کا انتظام مسلمانوں ہی سے کرائے، تو مسلمانوں کو دعوت قبول کرنا چاہئیے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

مسئلہ (۲) زید دریافت کرتا ہے کہ عمرو کوئی خوشی کی تقریب کرتا ہے۔ اور تقریب

میں احباب و برادران محلہ کی دعوت کرتا ہے، لیکن تقریب میں کچھ روپیہ رشوت چوری یا اور کسی فعل حرام کا ہو یا کوئی اجزاء حرام فعل سے مہیا کی ہوئی ہو اور اس کی کسی سبب سے کسی کو اطلاع بھی ہو گئی ہو تو تقریب کی شرکت میں کیا حکم ہے ؟

مسئلہ (۳) زید دریافت کرتا ہے کہ مرد کیلئے علاوہ سونے چاندی کے اور دھاتوں کے بٹن استعمال کرنے میں شریعت کا کیا حکم ہے ؟

مسئلہ (۴) عمرو کا قول ہے کہ بٹن سونے چاندی کے علاوہ اور دھاتوں کے استعمال کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ جب سونے چاندی کے جائز ہوئے تو پھر اور دھاتوں کے کیا ہے ؟

مسئلہ (۵) بکر کہتا ہے بٹن کہیں پہننے میں شمار نہیں کئے جاتے، جو ناجائز ہوتے۔ یہ تو لگائے جاتے ہیں، زید عرض کرتا ہے کہ جب سونے چاندی کی وجہ ثابت کی گئی تو یہ مشابہت ہے اور مشابہت پر عورتوں کو اور دھاتیں منع کی گئی ہیں اور اگر پہننے کے شمار میں نہیں تو یونہیں کمر بند بھی پہننے کے شمار میں نہیں ہے لیکن ریشم کے کمر بند کو منع کیا گیا ہے اور جیسے بٹن کا تعلق کپڑے کے سبب جسم سے ہے ویسے ہی کمر بند کا تعلق کپڑے کے سبب جسم سے ہے لہذا عرض ہے کہ سوال دلیل قولی یا فعلی حدیث سے یا قول ائمہ کرام سے سمجھایا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب (۱) :۔ کافر کافر سب برابر ہیں، برہمن ہو یا کوئی، دونوں کے کافر ہونے میں کوئی فرق نہیں، اولاً تو مسلمانوں کو مطلقاً کافروں سے اجتناب چاہیئے، نہ کہ اون کفار سے اتنا خلط کہ اونکی دعوت میں شرکت ہو۔ جن کے یہاں جانا اور کھانا عرفاً بھی نہایت قبیح ہے اور ان کی کمائی بھی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :۔ جو شئے دعوت میں کھانے کیلئے لائی گئی، اگر وہ چیز بعینہ چوری کی ہے یا کسی وجہ حرام سے اوسے حاصل کیا ہے۔ تو جس شخص کو اس کا علم ہے اسے

کھانا حرام اور اگر وہ چیز بعینہ حرام نہ ہو بلکہ حرام مال کے بدلے میں اسے خریدا ہے تو صحیح یہ ہے کہ جب تک عقد ونقد اوس حرام پر مجتمع نہ ہوں۔ وہ چیز حرام نہوگی۔ عقد ونقد کے مجتمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ حرام روپیہ دکھا کر کہا اسکے بدلے میں مجھے یہ چیز دے اوس نے دی یہ عقد حرام پر ہوا پھر چیز کی قیمت میں وہی روپیہ دیا یہ حرام پر نقد ہوا، اگر اس صورت سے خریدی جائے تو وہ چیز بھی حرام ہوگی ورنہ نہیں اور بچنا اولیٰ وبہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۵-۴-۳) :- سونے چاندی بلکہ ہر قسم کی دھات کے بٹن جائز ہیں، یہ محض تابع ہیں۔ ملبوس نہیں۔ درمختار میں ہے۔ وفی التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لاباس بازرار الدیباج والذھب۔ اور ریشم کا کمر بند مکروہ ہے۔ اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ بٹن کے بغیر کپڑا پہنا جاتا ہے اور عادۃً بٹن کی اتنی ضرورت نہیں جتنی کمر بند کی ہے۔ کہ پاجامہ بغیر کمر بند کے پہننا بالکل خلاف عادت ہے۔ لہذا اگرچہ یہ بھی تابع ہے۔ مگر ویسا تابع نہیں جس طرح بٹن تابع ہے۔ درمختار میں ہے وتکرہ التکۃ منہ ای من الدیباج ھو الصحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از بریلی شریف ڈاکخانہ انبریٹ نگر ساکن صالح نگر مرسلہ جناب حاجی کفایت حسین صاحب ۷ رشعبان المعظم ۴۷ھ

استعمال لہسن۔ پیاز۔ ہینگ۔ ادرک کا کیسا ہے؟ بینوا توجروا اور انکا استعمال کرکے نماز۔ تلاوت وغیرہ میں کیا حکم ہے؟

الجواب :- ادرک کے کھانے میں اصلاً مضائقہ نہیں، کہ یہ ایک خوشبو کی چیز ہے، کچا لہسن، پیاز کھانا مکروہ ہے اور کھانیکے بعد جب تک بو باقی ہے مسجد میں جانا منع ہے اور اگر وقت میں گنجائش ہو تو نماز میں بھی تاخیر کرے، ورنہ بدرجہ مجبوری پڑھلے۔ یوہیں جب تک بو باقی ہو۔ تلاوت بھی مکروہ ہے۔ اور

وجہ سب کی یہ ہے کہ اس سے فرشتوں کو ایذا ہوتی ہے حدیث میں ہے۔ فان الملئکۃ تتأذی مما یتأذی بہ الانس۔ اور پختہ لہسن پیاز کھانے میں حرج نہیں کہ اس کے کھانے سے بدبو نہیں پیدا ہوتی اور ہینگ میں چونکہ بدبو ہوتی ہے۔ لہذا یہ بھی کچے لہسن کے حکم میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ ازرانی کھیت ضلع نینی تال مرسلہ جناب مولوی قاری جلیل الدین احمد صاحب ۱۸ رشعبان ۴۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رافضی وہابی اگر سید اپنے آپ کو ظاہر کریں تو تعظیم اس جہت سے کہ نسبت جناب نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب رکھتے ہیں۔ واجب التعظیم ہو سکتے ہیں کہ نہیں؟

الجواب:۔ جس بدمذہب کی بدمذہبی حد کفر کو نہ پہنچی ہو۔ اگر وہ اپنے کو سید ظاہر کرے تو اس کی سیادت کی تعظیم کی جائے گی کہ جس چیز کی تعظیم کی جاتی ہے وہ اوسمیں موجود ہے اور اگر بدمذہبی حد کفر کو پہنچی ہے تو اب اوسکی تعظیم نہیں کی جا سکتی، قال تعالیٰ اِنَّہٗ لَیْسَ من اھلک انہ عمل غیر صالح۔ وھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) ازرانی کھیت جامع مسجد ضلع الموڑہ ۲۱ رذی قعدہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں زید کو ہولی کے موقع پر ہنود نے مجبور کیا کہ آج ہماری خوشی کا دن ہے ہم رنگ ڈالیں یا لگائیں گے، اولاً زید مانع ہوا بعد ازاں بطیب خاطر اذن دیا، جس کی وجہ سے ہنود نے زید کے اوپر رنگ ڈالا یا لگایا اس وقت حکم شرعی زید کیلئے کیا ہوگا؟

مسئلہ (۲) اہل اسلام کیلئے ہولی، دیوالی، دسہرہ وغیرہم میں شرکت کرنا شرعاً کیسا ہے، اس کوہستانی آبادی میں رجال وانات صغیر و کبیر امور مذکورہ کے جلوس میں شرکت کرتے ہیں اور ہنود کے مانند جھولے وغیرہ میں بلا امتیاز زن و شوہر

بیٹھ کر جھولتے ہیں، ایسی صورت میں ایمان کے اندر نقص واقع ہوتا کہ نہیں؟ شرکت کرنے والوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب (۱) :- ہولی ہندؤں کی آتش پرستی کا ایک خاص دن ہے، جس میں آگ کی پرستش کرتے اور اپنے طور پر خوشی مناتے ہیں، ہولی کھیلنا یا اوس زمانہ میں بدن یا کپڑے پر رنگ ڈالنا یا ڈلوانا خاص شعائر ہنود ہے، اور ایسے امور کا ارتکاب کفر ہے، حدیث میں ہے۔ من تشبہ بقوم فھو منھم[1] اوس شخص پر توبہ فرض ہے اور تجدید نکاح لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :- کفار کے تہواروں میں شریک ہونا حرام اور سخت حرام بلکہ کفر ہے خصوصاً جب کہ اونھیں کے مثل اونکے تمام کاموں میں شرکت کرے، حدیث میں ارشاد فرمایا۔ من کثر سواد قوم فھو منھم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از جودہ پور مارواڑ منارا کی مسجد مرسلہ جناب عبدالحکیم و حسین بخش صاحبان

ایک مقدمہ عام مسلمانوں کا ہے۔ اور وہ مقدمہ شریعت کے موافق ہے اور عام مسلمان مقدمہ لڑ رہے ہیں۔ اور سرکار اپنی ضد رکھنے کیلئے چند مسلمانوں کو قید کر دیے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارے مسلمان بھائی اپنے مطلب کیلئے اور روپیوں کے لالچ میں آکر عام مسلمانوں کے خلاف چغلی کھاتے ہیں، اور مسلمانوں کے دلوں کو رنج پہنچاتے ہیں۔ ایسی چغلی کرنے والے مسلمانوں سے

---

[1] غمز العیون والبصائر میں ہے۔ اتفق مشائخنا أن من رأی أمر الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل قال ترک الکلام عند أکل الطعام حسن من المجوس أو ترک المضاجعۃ عندھم حال الحیض حسن فھو کافر۔ ہمارے مشائخ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کفار کے کسی طرز و وضع کو اچھا جانا تو وہ کافر ہو گیا۔ فقہاء نے یہانتک فرمایا ہے کہ جو آدمی مجوسیوں کیطرح کھاتے وقت کلام کے ترک کو اچھا سمجھے، یا حالت حیض میں مجوسیوں کا اپنی بیویوں سے الگ رہنا مستحسن امر جانے۔ وہ کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

میل رکھنا یا شامل کھانا پینا یا ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب:۔ چغلی کھانا حرام و سخت کبیرہ ہے ۔ احادیث میں اسکی بہت مذمت آئی ۔ اور اس کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے ۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو قبروں پر گذرے ۔ اور فرمایا، انهما ليعذبان وما يعذبان فی كبير اما احدهما فيمشی بالنميمة واما الاخر فلا يستنزه من البول ۔ ان میں ایک کو اس وجہ سے عذاب ہوتا ہے کہ وہ چغلی کھاتا تھا یہ حکم تو عام طور پر چغلی کھانے کا ہے ۔ جو آپس میں ایک دوسرے کی چغلی کھاتے اور حکومت کے پاس چغلی کھانا، اور زیادہ گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے بے گناہ کو سزا دلانا ہے ۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ عام مسلمانوں کے خلاف ہندو حاکم کے پاس چغلی کھائی جائے کہ اس سے تمام مسلمانوں کی توہین ہوتی ہے ۔ اور سب کو ایذا پہنچتی ہے ایسے شخص سے سلام، طعام، میل، جول سب ترک کردیں قال اللہ تعالیٰ ۔ وَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از چوری پٹی دیناج پور مرسلہ جناب حاجی شیخ عظیم اللہ انصاری صاحب کیر آف شیخ فصیح اللہ عاشق علی انصاری ۵ صفر ۱۳۶۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مرثیہ پڑھنا جس میں ناجائز باتیں خلاف شرع نہ ہوں محض صحیح واقعات پر مبنی ہو کیسا ہے ؟

الجواب:۔ اگر ایسا مرثیہ ہو جس میں خلاف شرع بات نہ ہو تو اس کا پڑھنا جائز ہے ۔ مگر عام طور پر جو مرثیے رائج ہیں وہ خلاف شرع بات سے خالی نہیں صحیح بخاری شریف میں حدیث ہے ۔ ولكن البائس سعد بن خولة يرثی له رسول الله صلی الله عليه وسلم ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از مالیگاؤں ضلع ناسک محلہ موتی پورہ مرسلہ جناب عبدالغنی ولد خان محمد صاحب ۲۰ نومبر ۱۹۲۹ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جو لوگ کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کتابوں میں لکھ گئے ہیں، ان کے اور ان کے ماننے والے اور ان کے معتقدین ہیں، ان میں سے اگر کسی نے اہلسنت والجماعت کو دعوت دیا تو اہلسنت نے کھالیا۔ لیکن اپنے دل میں ان کو کافر سمجھتا ہے، اور ان کے پیچھے کوئی نماز بھی نہیں پڑھتا ہے، تو مولانا صاحب باوجودیکہ ایسا سمجھتے ہوئے جو کھانا کھالیا تو اس کے لئے حلال ہے یا حرام ہے، اگر حرام ہے تو کیا دلیل ہے شرعاً حنفی مذہب میں فتویٰ کس پر ہے حلال پر ہے یا حرام پر؟

مسئلہ (۲) بکر نے کہا کہ شریعت میں گائے کا گوشت کھانا جائز ہے اور اسی گوشت کو خالد نے کہا کہ حلال ہے بات دونوں کی ایک ہی ہے یا کچھ فرق ہے۔ زید نے کہا کہ شریعت میں شراب کا پینا حرام ہے عمرو نے کہا کہ شراب کا پینا شریعت میں ناجائز ہے، دونوں کی باتوں میں کچھ فرق ہے یا ایک ہی بات ہے؟

الجواب (۱):- بدمذہبوں کے بارے میں حدیث ہے۔ ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم۔ اپنے کو ان سے دور رکھو۔ انھیں اپنے سے دور کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں گمراہ کردیں تمہیں فتنہ میں ڈالدیں۔ دوسری حدیث ہے، لا تواکلوھم ولا تشاربوھم، ان کے ساتھ نہ کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ اگر شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھ۔ یہ ان بدمذہبوں کا حکم ہے، جنکی بدمذہبی حد کفر تک نہ پہنچی ہو کہ ان سے میل جول ساتھ کھانا پینا ترک کرے۔ اور وہ جو سوال میں مذکور ہیں وہ تو قطعاً یقیناً کافر مرتد ہیں ان سے بدرجہ اولیٰ اجتناب کا حکم ہے۔ رہا کھانا اس کے متعلق یہ تفصیل ہے کہ جب وہ

مرتد ہے تو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ اگر جانور اس نے ذبح کیا ہے یا اسی کے ہم خیال کسی دوسرے مرتد نے جب تو وہ بالکل حرام و مردار ہے۔ اور اگر مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے اور اول سے آخر تک یعنی کھانے کے وقت تک برابر نظر مسلم کے ساتھ رہا تو وہ گوشت حرام و مردار نہیں، اور اگر نظر مسلم سے غائب ہو گیا مثلاً اس کے گھر میں گیا اور وہاں سے پک کر آیا تو اب بھی مردار ہے، اور گوشت کے علاوہ باقی اشیاء حلال ہیں مگر اس کے یہاں کھانا حدیث و آیت کے خلاف ہے یعنی یہ فعل ناجائز ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم

الجواب (۲):۔ جائز و حلال میں اس جگہ فرق نہیں۔ مگر بعض جگہ فرق بھی ہوتا ہے، ناجائز و حرام میں فرق ہے ہر ناجائز، حرام نہیں، اور حرام ضرور ناجائز ہوتا ہے[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از الہ آباد محلہ دارا گنج مرسلہ سید ضمیر الدین احمد صاحب رضوی ۲۴ رجمادی الآخرہ ۴۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید یکہ کا انسپکٹر ہے یکے ہر ششماہی کے بعد منی سپلٹی کے محصول جمع کرنے آتے ہیں۔ اور علاوہ محصول کے ۴ر فی کس دیتے ہیں جس کو کہ زید کا چپراسی اور منشی وصول کرتا ہے، یکے والوں میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل ہیں، وہ رقم ۴ر فی کس جو وصول ہوتی ہے

---

[1] جواز عام ہے اور حلال خاص، اسی طرح ناجائز و حرام میں بھی فرق ہے حرام کا ثبوت صرف اس دلیل سے ہوگا جس کا ثبوت و اثبات دونوں قطعی ہوں اور طلب کف جازم ہو، جب کہ ناجائز کا ثبوت تین طرح کی دلیلوں سے ہوتا ہے (۱) ثبوت قطعی، اثبات ظنی، اور طلب کف جازم۔ (۲) ثبوت ظنی اثبات قطعی، اور طلب کف جازم (۳) ثبوت و اثبات دونوں ظنی اور طلب کف جازم، اس سے ظاہر ہے کہ حرام ناجائز ضرور ہوتا ہے لیکن ہر ناجائز حرام نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفےٰ مصباحی

اس میں سے تین حصے لگتے ہیں ایک حصہ زید خود لیتا ہے یعنی منشی وغیرہ دیتے ہیں دو حصوں میں منشی اور چپراسی تقسیم کرا لیتے ہیں زید صحیح العقیدہ اور حضرت کا معتقد ہے، کہتا ہے کہ ہم کو وہ رقم جو ہندو سے ملتی ہے، لیتے ہیں کیونکہ دو حصہ رقم اس میں سے نکل جاتی ہے یہ رقم خالص ہندو کی رہ جاتی ہے، کافر حربی کا مال بلا عذر جائز ہے، جبکہ رقم مذکور کو نہ ہم خود لیتے ہیں نہ بانٹتے ہیں اور اس پر حضرت کا فتویٰ حالانکہ رقم سب ملی ہوئی ہوتی ہے، زید یہ بھی کہتا ہے کہ میری نیت مسلمان کی رقم لینے کی نہیں ہے بلکہ ہندو سے جو ملتی ہے، اسے لیتا ہوں وہ افسر جو یکو نکو پاس کرتا ہے جب وہ کسی یکہ کو فیل کرتا ہے تو زید سے یکہ والا کہتا ہے کہ تم چل کر سفارش کر دو تو زید ان سے اس سفارش کرنیکا کچھ حق المحنت لیتا ہے۔ اس میں ہندو مسلمان کی تفتیش نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میرا کار یقینی نہیں ہے یہ تو حق المحنت ہے، اگر زید چاہے تو منشی اور چپراسی سب کو روک سکتا ہے کہ ان لوگوں کو کچھ نہ مل سکے مگر زید کہتا ہے کہ میں منشی اور چپراسی سے نہیں کہتا کہ تم مسلمان سے لو اگر وہ لیتے ہیں تو وہ ذمہ دار ہیں زید حضرت کے خاص مقرب شخصوں میں ہے۔

آیا اس کا کہنا کہاں تک حیلہ شرعی ہو سکتا ہے اور ان کا کیا حکم ہے مفصل بیان فرمایئے؟

مسئلہ (۲) تین روپیہ تھے اس میں سے ایک روپیہ حلال رقم تھی اور دو حرام، مگر یہ نہیں معلوم کہ کون سا روپیہ حلال تھا تو اگر اس تین سے ایک روپیہ نکال لیا یہ سمجھکر کہ میں نے حلال رقم لی تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب (۱) یکہ والوں سے زید کا چپراسی یا منشی جو رقم وصول کرتا ہے یہ رقم ناجائز ہے کہ یہ سب ملازم ہیں، اور اپنی ملازمت کی تنخواہ پاتے ہیں، اور

ملازمت خود ایک معاہدہ ہوتا ہے جس میں فرض منصبی کے خلاف کرنا ناجائز ہے
اب یکہ والوں سے جو رقم وصول کی جاتی ہے، وہ یہی خیال کر کے دیتے ہیں کہ اگر
ان کو یہ رقم نہیں دی جائے گی تو خواہ مخواہ پریشان کریں گے، اور غلط وجوہ قائم
کر کے جرمانہ کرادیں گے، یا ناپاس کرادیں گے، یا اس وجہ سے دیتے ہیں کہ ہمارے
یکوں میں عیب موجود ہے اور نہ دیں گے تو یہ ظاہر کردیں گے اور یہ لوگ رقم لیکر
ان عیوب کو چھپاتے ہیں، پہلی صورت میں ظلم ہے، اور دوسری صورت میں
ملازمت کے معاہدہ کے خلاف ہے، اور یہ خود غدر ہے اگرچہ پہلی صورت میں
بظاہر غدر نہیں معلوم ہوتا، مگر حقیقتہً اوس میں بھی غدر ہے کیوں کہ ملازمت کے
شرائط سے یہ ہوتا ہے کہ تنخواہ کے علاوہ دوسروں سے کچھ نہ لیں گے، اور فرض
کیا جائے کہ غدر نہ بھی ہوا تو اس رقم قلیل کو لیکر اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہے
اور یہ بھی جائز نہیں، رہا زید کا یہ کہنا کہ میں مسلمانوں کی رقم نہیں لیتا بلکہ کفار کی
لیتا ہوں، یہ عذر بھی قابل اعتبار نہیں، یہ اس وقت اعتبار ہوتا ہے کہ مسلمانوں
کی رقم علیحدہ ہوتی اور کفار کی علیحدہ، مگر جب کہ سب رقمیں بلا امتیاز ایک ساتھ جمع
ہوتی ہیں۔ تو تقسیم کے وقت اسے خاص کفار کی دی ہوئی رقم ملتی ہے، قابل
قبول نہیں، ایسی صورت میں محض نیت سے وہ رقم کافر کی نہ ہوگی۔ زید کو بھی اس
سے باز آنا چاہیئے۔ اور ماتحتوں کو بھی منع کردینا چاہیئے، ہاں زید کا جو کام ملازمت
میں داخل نہیں اگر اس کام کی کوئی اجرت لے مثلاً یکہ والوں سے یہ کہکر کہ تمہارے
یکہ پاس کرادونگا، اور اس کام کا اتنا معاوضہ لونگا اور پاس کرادیا تو جو معاوضہ ٹھہرا
ہے لے سکتا ہے کہ یہ اپنے کام کا بدلہ ہے، اور اس میں حرج نہیں معلوم ہوتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) حرام و حلال دونوں جب مخلوط ہو جائیں کہ امتیاز باقی نہ رہے

مثلاً اپنے روپیہ میں کسی دوسرے کا روپیہ ناجائز طور پر حاصل کر کے ملا دیا۔ تو یہ استہلاک ہے۔ اور استہلاک سے ملک حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر اتنا تاوان اس پر شرعاً لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از مقام پورہ ڈاکخانہ جگرسند ضلع بلیا مرسلہ جناب اکبر میاں و محمد سلیم میاں صاحبان ۲۹ رجمادی الثانی ۴۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے مجلس میلاد شریف میں بیان کیا ہے بفحوائے آیت کریمہ "وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِيْسَ" ونیز "خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا"، سجدہ تعظیمی غیر خدا کو جو معظم ہو جائز ہے، کیونکہ اگر جائز نہ ہوتا، اللہ عزوجل فرشتوں کو سیدنا حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سجدہ کا حکم نہ دیتا، اور برادران یوسف علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام جو آل نبی تھے ان کو سجدہ نہ کرتے، تو معلوم ہوا کہ سجدہ سے مراد ان آیات سے سجدہ تحیۃ ہے مگر بعض علمائے کرام کے نزدیک ناجائز ہے ورنہ اکثر مشائخ کرام بالخصوص ہمارے مشائخ کرام قدست اسرارہم کے نزدیک جائز ہے، تو آپ از روئے شرع بیان کر دیجئے؟ زید کا بیان کس درجہ تک پہنچا ہے؟ زید کیلئے شرعاً کیا حکم ہے؟ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:۔ ان آیات کی تفسیر میں بہت اقوال ہیں، سجدہ سے مراد مجرد انحناء ہے یا وضع الجبھۃ علی الارض، اور بر تقدیر ثانی یہ سجدہ ان کو تھا یا اللہ عزوجل کو تھا، اور یہ حضرات بمنزلہ قبلہ، بکثرت مفسرین کے قول سے یہاں سجدہ سے مراد انحناء ثابت ہوتا ہے، اور صاحب جلالین جو اصح وارجح اقوال کو لیتے ہیں وہ بھی ان مواقع میں انحناء ہی کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں، اگر یہ سجدہ اپنے حقیقی معنی

میں ہو، اور یہ حضرات مسجود لہ ہوں جیسا کہ یہی ظاہر ہے، تو یہ حکم اگلی شریعت کا ہوگا
اور اس شریعت مطہرہ میں یہ منسوخ ہوگیا، احادیث صحیح بکثرت ایسی وارد ہیں کہ
صحابہ کرام نے بارہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سجدہ
کرنے کی اجازت طلب کی، اور ہمیشہ آپ نے منع فرمایا، حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ
تعالیٰ عنہم ہر نوع کی تعظیم کرتے، اور سجدہ انھوں نے کبھی نہ کیا، لہذا یہ سجدہ
خواہ تحیۃ کیا جائے یا سجدہ تعظیم حرام ہے، مشائخ کرام قدست اسرارہم کی طرف
اس کی نسبت غلط ہے، اگر بالفرض کسی بزرگ کی کوئی عبارت بطور نقل صحیح ثابت
ہو جائے، تو اس عبارت کی تاویل کی جائے گی، یہ نہیں ہو سکتا کہ اسکی وجہ سے
حدود شرع کو درہم برہم کیا جائے، زید پر لازم ہے کہ اپنے اس قول سے باز آئے
ورنہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مرسلہ سید ضمیر الدین احمد صاحب از الہ آباد محلہ دارا گنج رجب ۴۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں مینوسپلٹی بمپلس سے
غلیظ اٹھوانے کا ٹھیکہ دیتی ہے، اور وہ ایک جگہ جمع ہو کر جب کھاد ہو جاتا ہے
تو اس کا ٹھیکہ بھی ہوتا ہے جس کو ٹھیکہ دار لوگ فروخت کرتے ہیں، اس قسم کی
تجارت جائز ہے یا نہیں، و نیز غلیظ کو خریدنا و فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟
بینوا توجروا۔

الجواب: جب وہ کھاد ہوگیا، اور مٹی اس پر غالب آگئی، تو اسے بیع کرسکتے
ہیں، درمختار میں ہے، وصح بیعھا مخلوطۃ بتراب او رماد غلب علیھما فی الصحیح
اور غلیظ کی بیع و شرا ناجائز ہے، جیسا کہ صاحب ہدایہ نے اسکی تصریح فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے بچے زائد ہوتے
تھے چنانچہ بچوں کی زیادتی سے پریشان ہو کر ایسی دوا کھائی کہ اب آئندہ بچے نہ ہوں،

اس کا یہ عمل شرع شریف کی رو سے کیسا ہے؟

الجواب:۔ اگر شوہر کی اجازت سے اس نے ایسا کیا ہے تو جائز ہے، ورنہ ناجائز اور بعض نے مطلقاً جائز بتایا، ردالمحتار میں نہر الفائق سے ہے، یجوز لها سد فم رحمها کما تفعله النساء مخالفا لما بحثه فی البحر من انه ینبغی ان یکون حراما بغیر اذن الزوج قیاسا علی عزله بغیر اذنها[1]۔ مگر بہر حال اگر ضرورت و مجبوری نہ ہو تو ایسا کرنا نہ چاہیئے کہ نکاح کے اعلیٰ منافع و فوائد سے اولاد ہے، اور شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی کثرت کو پسند فرمایا، اور یہ اپنے اس فعل سے اسے روکنا چاہتی ہے۔ حدیث میں ہے، تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم یوم القیمۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شب برات میں خاص کر حلوے ہی پر فاتحہ کیوں ہوتا ہے، اور اگر بجائے حلوا کے اور کسی چیز پر ہو تو کیا حرج ہے، اور لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دانت شہید کر ڈالے تھے، لہٰذا ان کے لئے حلوا بنایا تھا لیکن کیا وہ دانت کے شہید کرنے کی تاریخ پندرہویں شب شعبان کی ہے

---

[1] شوہر کی اجازت سے مانع حمل یا مسقط حمل ادویات کا استعمال اس صورت میں جائز ہے جبکہ استقرار حمل نہ ہوا ہو، یا استقرار حمل کے بعد شکم مادر میں بچے کی خلقت نہ ہوئی ہو۔ اور اس میں روح نہ ڈالی گئی ہو جسکی ظاہری صورت وعلامت یہ ہے کہ استقرار نطفہ کے بعد ایک سو بیس ۱۲۰ دن نہ گذرے ہوں تو اس قسم کی ادویات کا استعمال جائز ہے ورنہ بچے کی خلقت اور اس کے اندر نفخ روح کے بعد اس قسم کی دواؤں کا استعمال ناجائز و حرام ہے، ردالمحتار میں ہے قال فی النہر بقی ھل یباح الاسقاط بعد الحمل۔ نعم یباح مالم یتخلق منه شئی ولیکون ذالک الا بعد مأة وعشرین یوما وھذا یقتضی انھم ارادوا بالتخلیق نفخ الروح (ج ۲ ص ۴۱۲ باب نکاح الرقیق)
واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفیٰ مصباحی

غالباً یہ واقعہ تو جنگ احد شریف میں ہوا تھا اسکے متعلق بروایت صحیحہ بیان فرمائیے؟

الجواب:۔ شب برات ایک نہایت متبرک رات ہے، اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ، کی تفسیر میں اکثر مفسرین کا قول یہی ہے کہ اس لیلۃ مبارکہ سے مراد شب برات ہے، اس رات میں قسمت ارزاق ہوتی ہے، اور ملائکہ کو سال بھر کے اعمال سپرد کر دیئے جاتے ہیں، اور اس میں رحمت الٰہی بکثرت نزول فرماتی ہے سوا بغض و عداوت والوں کے، ہر ایک مومن کی مغفرت ہوتی ہے، احادیث اس کی فضیلت میں بکثرت وارد ہیں، لہٰذا ایسی بابرکت رات میں جہاں تک اعمال حسنہ نماز و صدقات وغیرہا کر سکے، کرنا نہایت محبوب و مرغوب ہے، نہ کہ ایسی رات میں لہو و لعب و آتش بازی وغیرہ شیطانی کاموں میں مشغول ہوں انھیں نیک کاموں میں سے ایک کام یہ بھی ہے کہ فاتحہ دلا کر مساکین و فقراء وغیرہ و احباب کو تقسیم کرتے ہیں اور اس کے لئے حلوے کی کوئی تخصیص نہیں جس چیز پر چاہیں فاتحہ دلائیں، اور ایصال ثواب کریں، حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دانت توڑنے کے متعلق کوئی صحیح تاریخ یاد نہیں، اور حلوا پر نیاز دلانے کی یہ بنا بھی نہیں ہے بلکہ چونکہ یہ عمدہ چیز ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میٹھی چیز محبوب تھی، حدیث صحیح میں ہے کان یحب الحلواء والعسل اس وجہ اس پر فاتحہ دلاتے ہیں اور دوسری چیز پر دلائیں تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ شہاب الدین

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ یہاں پر ایک ہجڑا فوت ہو گیا جس کا چہلم ہوا مٹھائی ہوئی۔ جس کے یہاں کا کھانا بہت سے آدمیوں نے کھایا۔ وہ جائز بتلاتے ہیں۔ وہ میرے پاس آئے

انھوں نے کہا کہ میرے محلہ کی مسجد کے پیش امام مولوی بشیر احمد صاحب چہلم ہجڑے کے کھا آئے۔ ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز۔ مولوی صاحب جائز تبلاتے ہیں ان کی پیش امامی جائز ہے یا نہیں۔ میں ان کے پیچھے نماز پڑھوں یا نہیں۔ پیر جی عبدالحق صاحب سراج الحق صاحب نے بھی یہ چہلم کھایا ہے۔ یہ بیعت کرتے ہیں آیا مریدان کی بیعت ٹوٹی یا رہی۔ اور ایک مسجد کے امام بھی ہیں۔ ان کا حکم بھی تحریر فرمادیں؟ آئندہ کوئی ان کی بغیر توبہ بیعت کرلے تو جائز ہوگی یا ناجائز۔ شہر قاضی احمد علی وغیرہ نے بھی جائز سمجھکر کھایا ہے۔ وہ بھی ایک مسجد کی امامت کرتے ہیں نکاح پڑھاتے ہیں۔ ان کا بھی حکم بیان فرمادیں، کل شہر میں نماز جنازہ بھی، قاضی صاحب ہی پڑھاتے ہیں۔ شرع شریف کا جو حکم ہو تحریر فرمادیں۔ اللہ پاک آپ کو اس کا اجر دے گا۔ سب آدمی آپکے جواب کے منتظر ہیں تاکہ یہ فتنہ رفع ہو؟

الجواب:۔ یہاں دو امر قابل غور ہے، اوّل یہ کہ وہ کھانا جو کھایا گیا اور لوگوں نے کھایا فی نفسہٖ وہ حلال تھا یا حرام، اس کے متعلق حکم یہ ہے کہ جو چیز کھائی گئی اگر وہ خود بطور ناجائز حاصل کی گئی یا حرام روپیہ سے خریدی گئی۔ جبکہ عقد و نقد دونوں مال حرام پر ہوں تو ان دونوں صورتوں میں وہ کھانا بھی حرام ہے۔ ورنہ حرام نہیں۔
دوم یہ کہ وہ ہجڑہ اگر بر اپیشہ کرتا تھا جیسے عموماً ہجڑے ہوا کرتے ہیں، تو ایسے لوگوں سے خلط و اختلاط نشست و برخواست ان کے یہاں کھانا پینا ناجائز ہے۔ اگرچہ جو چیز کھائے حرام نہ ہو، کہ قرآن و حدیث سے ایسوں کے پاس اٹھنا بیٹھنا ممنوع ہے خصوصاً مسجد کے اماموں ہر بیعت کرنے والوں، قاضی کہلانے والوں کو کہ جب یہی لوگ اجتناب نہ کریں گے تو عوام کب ایسے لوگوں سے گریز کریں گے، بالجملہ ان لوگوں کو احتیاط لازم ہے۔ اگر وہ کھانا جائز بھی تھا جب بھی تنفیر عوام کا باعث اور موقع تہمت ضرور تھا اور حدیث میں فرمایا۔ اتقوا مواضع التھم، تہمت کی جگہ سے بچو۔

اگر وہ کھانا حرام نہ تھا تو یہ لوگ فاسق نہ ہوں گے ان کی امامت درست ہے اور حرام تھا یا وہ جگہ ایسی تھی جہاں جانے کی ممانعت تھی تو توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مشہور یہ ہے کہ کھٹمل کو گرم پانی ڈال کر نہیں مارنا چاہیئے کیونکہ جلا کر مارنا اللہ عزوجل کا کام ہے؟

الجواب:۔ آگ سے جلا کر مارنا ممنوع ہے، بخاری شریف و ترمذی شریف وغیرہ میں یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان النار لایعذب بہا الا اللہ، کہ آگ سے عذاب دینا صرف اللہ کے لئے ہے لہذا اس سے بچنا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو اکثر ایسے کاغذات واخبارات راستے میں پڑے ملتے ہیں کہ جس میں اردو لکھی ہوتی ہے۔ لہذا زید ان کاغذات کو کہ جس پر عربی لکھی ہو یا کلام پاک لکھا ہو یا نام اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا ہو اس کو ضرور اٹھا لیتا ہے۔ لیکن بعض اوقات ان کاغذات کو جن پر اردو لکھی ہے لیکن نام اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ لکھا ہوا نہیں نظر پڑا تو نہیں اٹھاتا، ونیز آج کل اس کثرت سے لوگ اخبارات جا بجا چپکا دیتے ہیں کہ بعد کو وہ نالیوں میں پڑے ملتے ہیں۔ تو اگر زید جس میں محض اردو لکھا دیکھتا ہے اکثر چھوڑ دیتا ہے، لہذا زید از روئے شرع شریف مستحق سزا تو نہیں ہے اس لئے کہ جس نے پھینکا ہو وہ ذمہ دار ہے اور زید یہ بھی کہتا ہے کہ اگر میں اس طریقہ سب کاغذات اٹھاتا چلوں تو راستہ چلنا مشکل ہو، اس بارے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ حروف کی تعظیم کا حکم ہے خصوصاً قرآن مجید تو واجب التعظیم ہے ہی۔ اس میں کیا کلام ہو سکتا ہے یونہی اسماء طیبہ کہ ان کی بھی تعظیم کی جائے ہے زید کا یہ فعل مستحسن ہے اور امید اجر ہے، اور دیگر کاغذات بھی اٹھائے تو اچھا ہی ہے

اور نہ اٹھائے تو زید پر مواخذہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے لڑکے کا نام "ظہور باری" رکھا ہے آیا یہ نام جائز ہے یا نہیں؟ مگر ظہور باری کے بجائے "نور باری" رکھا جائے تو کیا ہے؟

الجواب:۔ دونوں میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سنی صحیح العقیدہ لیکن ایک کافر سے یہ وعدہ کرلیا ہے کہ میں تمہارے مکان کا محصول یعنی گھرداری وغیرہ کا محصول معاف کرادونگا، اور اس کے معاف کرانیکی ترکیب یہ سوچی ہے کہ اس کے مکان میں مندر ہے اور اسی کے قریب دوسرا مکان ہے اس میں بھی مندر ہے لہذا ایک درخواست میونسپلٹی میں اس مضمون کی دی ہے کہ چونکہ میونسپلٹی ایسے مکان جس میں مندر ہوں محصول معاف کردیتی ہے، لہذا اس مکان کا بھی محصول معاف کرایا جائے۔ اور اتفاق سے ایک کاغذ جس میں ایک حکم میونسپلٹی کی جانب سے ہوچکا تھا کہ چونکہ یہ گردوارہ یعنی جائے پرستش ہے، لہذا محصول معاف کیا جاوے، چنانچہ زید نے اس کاغذ کی نقل کرکے بذریعہ درخواست اس کا محصول معاف کرانا چاہتا ہے، وہ محض اس غرض سے کہ ایک بہت بڑے فائدہ کا کام اسے نکلنے کی امید ہے، ورنہ یہ مقصود نہیں ہے کہ بلا وجہ کافر کو نفع پہنچایا جاوئے اس خیال سے اس کا یہ فعل ازروے شرع کیسا ہے؟

الجواب:۔ محصول معاف کرانے میں کوئی گناہ نہیں کہ خود میونسپلٹی کا جب ایک قانون ہے تو زید کا کیا، زید نے وہ قانون بتادیا اس میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید پان کھا کر

زبانی قرآن پاک پڑھتا ہے، لیکن صرف دو وقتوں میں ایک میلاد شریف پڑھتے وقت، دوسرے سوتے وقت۔ آیا ایسی حالت میں زبانی کلام پاک پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ قرآن مجید پڑھتے وقت مونھ صاف کرنا چاہئیے۔ کہ مونھ میں کوئی چیز اس وقت ہونے سے ملائکہ کو ایذا ہوتی ہے، لہذا اس سے بچنا چاہئیے، میلاد شریف بھی بغیر پان کھائے پڑھے کہ یہی مقتضائے ادب ہے، اور سوتے وقت قرآن مجید پڑھنے کے بعد پان کھانا ہو تو کھالے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کپڑا نیا استعمال کیا جائے تو کس دن۔ کسی خاص دن کے بابت نئے کپڑے کا استعمال حدیث میں ارشاد فرمایا ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ جمعہ کے دن یا عیدین کے دن میں نیا کپڑا پہننا بہتر ہے۔ حدیث کوئی یاد نہیں۔ اور تفتیش کی فرصت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں بنارسی ریشم جس کا رنگ خاکی ہوتا ہے، جو کاشی سلک کے نام سے مشہور ہے، اس کا استعمال بھی مردوں کو حرام ہے، یا صرف نماز پہنکر نہیں پڑھنا چاہئیے۔ باقی اوقات میں پہن سکتے ہیں ؟

زید کہتا ہے جو ریشم رنگین ہو خاص طور پر جس کو عورتیں استعمال کرتی ہوں وہ ناجائز ہے، اور جو ریشم معلوم نہیں ہوتا رنگت بھی اچھی نہیں، ایسا ریشم مرد استعمال کر سکتے ہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ خالص ریشم کے کپڑے یا وہ کپڑے جن میں بانا ریشم ہو مردوں کو پہننا حرام ہے۔ حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

ریشم اور سونے کی نسبت فرمایا، هذان حرامان علی ذکور امتی، یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ اس میں رنگ دبے رنگ کی کوئی قید نہیں۔ زید کا کہنا غلط ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از پنجاب مرسلہ جناب میاں دین محمد صاحب خوشابی ۲۵ ذی الحجہ ۴۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین زادہم اللہ شرفاً و تعظیماً مسائل ذیل میں کہ ۲۳ رمضان المبارک کو سورہ روم و سورہ عنکبوت پڑھنا کیا حکم رکھتا ہے؟ اور تعیین تاریخ میں شرعاً کوئی قباحت تو نہیں؟

الجواب:۔ رمضان المبارک کے دن نہایت متبرک دن ہیں خصوصاً اسکے عشرہ اواخر کی طاق راتیں کہ ان میں شب قدر ہونے کا غالب گمان ہے، حدیث میں ہے تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان[1] رمضان کے پچھلے عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو، رواہ البخاری عن ام المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، دوسری حدیث میں ہے التمسوھا فی العشر الاواخر فی رمضان لیلۃ القدر فی تاسعۃ تبقی فی سابعۃ تبقی فی خامسۃ تبقی[2] رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تیسری حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، فمن کان متحریھا فلیتحرھا فی السبع الاواخر[3] اور اس کی بدایت ۲۳ سے ہوگی۔ یہ چند روایتیں ذکر کیں احادیث اس باب میں کثیر ہیں، عبد اللہ ابن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور میں عرض کی یا رسول اللہ میں گاؤں میں رہتا ہوں (ہمیشہ یہاں نہیں آسکتا ہوں) کسی رات کی نسبت مجھے حکم فرمائیے کہ اس رات میں اس مسجد نبوی میں آؤں فرمایا

---

[1] [2] [3] بخاری شریف ج ۱ ص ۲۷۰ باب فضل لیلۃ القدر۔ مصباحی

انزل لیلة ثلث وعشرین۔ تیسویں رات میں آؤ۔ اس مہینہ اور ان ایام کی فضیلت کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں عبادت کی کثرت کی جائے، اس لئے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ایام میں بکثرت عبادت کرتے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجتھد فی العشر الاواخر مالا یجتھد فی غیرہ جیسی کوشش کے ساتھ ان دنوں عبادت کرتے دوسرے دنوں میں نہ کرتے رواہ مسلم عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، دوسری روایت انھیں سے صحیحین میں ہے، اذا دخل العشر شد میزرہ واحیی لیلہ وایقظ اھلہ[1] اور قرآن مجید کی تلاوت بھی عمدہ عبادت ہے، رہی سورہ روم وعنکبوت کی تخصیص اگر وہ بایں معنیٰ ہے کہ سوا ان کے دوسری سورتوں کو ناجائز سمجھتے ہیں، یا انکی تلاوت دوسرے دنوں میں ناجائز کہتے ہیں، تو یہ تخصیص باطل وناجائز اور حال مسلم سے یہ بعید بھی ہے، اور اگر ایسی تخصیص نہیں تو خاص ان سورتوں کی تلاوت میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی عبد العظیم صاحب از گوری پور ضلع چوبیس پرگنہ ۸ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

اعلیٰ حضرت قبلہ استاذنا المکرم مخدومنا المعظم مدظلہ الاقدس خادم بجمدہ مع الخیر ہے استفتاء جو حاضر خدمت کیا وہ موصول ہوچکا، دو مسئلے اور دریافت طلب ہیں اور ان کی عجلت ہے اسی وجہ سے جوابی کارڈ حاضر ہے استفتا کی صورت میں حاضر نہ کیا؟ محرم الحرام میں کس کس رنگ کے کپڑے پہننا ممنوع ہیں، اور کس کیلئے اس اطراف میں عموماً لوگ تہ بند پہنتے ہیں، اور عموماً رنگین ہوتے ہیں، کیا ان کے لئے بھی لازم ہے کہ وہ رنگین تہ بند چھوڑ کر عاشورہ تک سفید ہی تہ بند پہنیں؟

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۲۷۱ باب تحری لیلة القدر۔ مصباحی

اور علیٰ ہذا القیاس کیا عورتوں پر بھی لازم ہوگا کہ وہ ان دس دنوں میں رنگین کپڑے چھوڑ دیں ؟

الجواب :۔ عشرہ محرم میں تین رنگ کے لباس اہل بدعت پہنتے ہیں۔ ان تینوں سے اجتناب چاہیئے۔ اوّل سُرخ یا گلابی کہ یہ خوارج دشمنان اہلبیت، اظہار مسرّت کیلئے پہنتے ہیں۔ دوم سیاہ کہ اسکو روافض پہنتے ہیں۔ سوم سبز یا دھانی کہ یہ تعزیہ داروں کا شیوہ ہے۔ اگر کپڑا مختلف رنگ کا ہو تو وہ ان تینوں سے خارج ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از رانی پورہ بازار اندور سٹی مرسلہ جناب محبوب ملا جی صاحب ۱۰ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعزیہ وغیرہ کا بنانا اسراف ہے یا نہیں اور اسکو جو اسراف نہ جانے اس کے واسطے کیا حکم ہے اور جو شخص دس مفتیوں کے فتویٰ کو نہ مانے وہ کیسا ہے ؟

مسئلہ (۲) فتاوی عالمگیری کتاب کیسی ہے اگر کوئی شخص کہے کہ ہم اس کتاب کو نہیں مانتے یا اس کتاب کے مسئلہ کو میں نہیں مانتا اس کے واسطے کیا حکم ہے ؟ برائے مہربانی جلدی جواب عنایت فرما دیں ؟

الجواب (۱) :۔ تعزیہ داری ناجائز و بدعت ہے اور اس میں مال صرف کرنا اسراف ہے علمائے اہلسنت کے صحیح فتویٰ نہ ماننا گمراہی کی بات ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :۔ فتاوی علمگیری فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتاب ہے۔ حنفی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اس کتاب کو نہیں مانوں گا۔ ایسا کہنے والا غالباً غیر مقلد ہوگا۔ اس کتاب کی سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانسو علماء نے مختلف کتابوں سے مسائل منتخب کر کے تالیف کی، اور اسی وقت سے آج تک تمام علماء میں معمول و مقبول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از جودھپور مارواڑ متوڑ و کا چوک مرسلہ جناب شیخ محمد حسین صاحب مرہم امام مسجد لوہاران ۔ ۱۶ر جمادی الاولی ۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے محض اپنی منکوحہ بیوی کے امتحان کی غرض سے بھیس غیر آدمی کا بدل کر ملاقات کی اس نے زید کو غیر مرد سمجھکر زید سے جماع کی خواہش کی زید نے بعد بسیار انکار و خوف خدا ظاہر کرکے اس سے جماع کرلی۔ زید اور اس کی عورت کیلئے شرعی حکم سے مطلع فرمایا جاوے کہ وہ دونوں کسی سزا کے مستحق ہوئے یا نہیں؟

الجواب:۔ زید نے چونکہ اپنی عورت سے زوجہ ہی سمجھکر جماع کیا ہے اسلئے زید پر اس جماع کیوجہ سے کوئی گناہ نہیں، کہ نہ غیر عورت سے جماع کیا نہ اسکو غیر سمجھا، البتہ اس کی عورت نے جو جماع کرایا ہے اگرچہ شوہر سے کرایا مگر اسنے اپنے خیال میں غیر سے کرایا اور اپنے جانتے اس نے حرام کا ارتکاب کیا۔ لہذا گنہگار ہوئی۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ فقہاء فرماتے ہیں اگر کسی لکڑی پر کپڑا لٹکا دیا گیا ہے اور کوئی شخص رات میں اسے اجنبیہ عورت سمجھکر اوسکی طرف چلا اور اس پر بری نیت سے ہاتھ ڈالا اب معلوم ہوا کہ یہ لکڑی ہے عورت نہیں تو اس چلنے اور ہاتھ ڈالنے کا اوسپر گناہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از کوہ سری مرسلہ باشندگان کوہ سری بذریعہ حکیم عبد الخالق صاحب ۱۸ر جمادی الاولی ۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ کوہ سری کے انتخاب میں دو امیدوار ممبری جن میں سے ایک احمدی ہے، جو مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد مانتا ہے۔ اور دوسرا فری مشن یعنی جادوگر کا ممبر ہے، مسلمانان کوہ سری نے ہر دو کو حسب رسوخ پرچیاں دیں، اب احمدی لاہوری کے حق میں جن

مسلمانان اہلسنت وجماعت نے پرچیاں دی ہیں ان کے برخلاف مشورہ کیا جارہا ہے کہ یہ بھی مرزائی ہوگئے ہیں کیا صرف پرچی دینے سے اور وہ بھی اس لئے کہ ایک تعلیم یافتہ اور مسلمانوں کے ہمدرد کو دی جا دیں کوئی شخص مرزائی ہوسکتا ہے؟ جبکہ اس کے عقائد اہلسنت وجماعت کے ہوں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ اس میں شک نہیں کہ مرزا غلام احمد نے انبیاء علیہم السلام کی سخت سخت توہین کی ہے اور دعویٰ نبوت کیا۔ اس وجہ سے یقیناً وہ شخص کافر ہے، اس کے اقوال پر مطلع ہوکر مجدد تو مجدد اسے مسلمان جاننا بھی کفر ہے، مگر کسی غیر مسلم کو ممبری کی رائے دینا کفر نہیں، نہ فقط اتنی بات سے رائے دہندگان مرزائی ہوئے مگر مرزائیوں سے میل جول رکھنا سخت دینی مضرت کا سبب ہے، حدیث میں ہے ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ ضمیر الدین احمد صاحب از الہ آباد محلہ دارا گنج ۲۰ جمادی الآخرہ ۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید انسپکٹر یکہ ہے وہ کہتا ہے کہ یکہ والوں سے جو رقم چپراسی یا منشی وصول کرتے ہیں اس میں مسلمان کی تعداد ایک حصہ ہوتی ہے اور کافر کی دو حصہ، اور مجھکو جو رقم وہ دیتے ہیں تین حصہ کرکے ایک حصہ دیتے ہیں لہذا مسلمان کی رقم کا کوئی جز میرے حصہ میں نہیں آتا لہذا کافر کا مال جائز ہے اگر معاہدہ کے خلاف بھی ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اسکی بازپرس نہیں ہے، یہ اعلیٰ حضرت کا فتویٰ ہے؟

مسئلہ (۲) زید یکہ کا انسپکٹر ہے جن جن عیوب پر یکوں کے چالان کا حکم ہے وہ اکثر غریب مسلمانوں کو قصداً چھوڑ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ معاہدہ یہ ضرور ہے کہ ان عیوب پر چالان کرو، مگر اول تو جرمانہ شرعاً ناجائز ہے۔ دوسرے غریبوں پر ظلم ہے مگر جن لوگوں کا چالان کردیتا ہے وہ بھی تو ناجائز ہوا۔ ان یکوں پر جرمانہ

جائز کیسے ہوگیا۔ جن جن عیوب پر چالان کا حکم ہے ان کو چھوڑ دینا شرعاً کیسا ہے؟ اور چالان نہ کرنا رعایت کرنا کیسا ہے؟ اور جن کی رعایت باوجود عیب ہونیکے کی جائے اور ان سے کچھ رقم بھی حاصل کی جائے وہ جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۳) زید کہتا ہے کہ جب چاروں امام حق پر ہیں تو اگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بھی تینوں کے مسائل پر عمل کریں شرع شریف کا کیا خلاف ہوگا؟ کلام پاک یا حدیث شریف میں کیا ارشاد ہے؟

الجواب (۱) اس رقم میں ہندو مسلم کی کوئی تفریق نہیں ہے بلکہ سب مشترک ہے، جو کچھ زید نے لیا۔ اس میں مسلم کا بھی مال ہے اور ہنود کا بھی، یہ فرض کرلینا کہ میں نے جو کچھ لیا ہے یہ کافر ہی کا ہے، صحیح نہیں۔ اعلیٰ حضرت کا یہ فتویٰ نہیں ہے کہ کافر سے معاہدہ کے خلاف جو کچھ لیا جائے اسے خدا کے یہاں باز پرس نہ ہوگی، کیوں کہ باز پرس نہ ہو تو ناجائز ہونے کے کیا معنیٰ، بلکہ اعلیٰ حضرت نے یہ فرمایا ہوگا کہ کافر کا مسلم پر خدا کے یہاں کوئی مطالبہ نہ ہوگا یعنی اس میں حق العبد کچھ نہیں مگر حق اللہ ضرور ہے کہ خلاف شرع جو فعل ہوگا اس میں حق اللہ ہے۔ واللہ اعلم

الجواب (۲) زید کا کام چالان کرنا ہے نہ کہ جرمانہ کرنا اگر جرمانہ ناجائز ہے تو جرمانہ کرنے والے پر اس کا جرم ہے، ہو سکتا ہے کہ جرمانہ کے علاوہ کوئی اور سزا دی جائے مگر اعانت علی الاثم سے بچنا غالباً دشوار ہوگا اور جن کا چالان نہ کیا رعایت کی اگر اس خیال سے ہے کہ اس پر ظلم ہوگا تو اچھی نیت ہے، مگر رقم لینا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) چاروں امام حق پر ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ حق ان چاروں میں دائر ہے ورنہ خود امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مسلک ہے کہ المجتھد یخطی ویصیب مجتہد کی رائے غلط بھی ہوتی ہے اور درست بھی ہوتی ہے،

یا سب حق پر ہیں بایں معنیٰ کہ جس ایک کی تقلید کرے گا صراط مستقیم پر قائم رہیگا اور یہ کہ کبھی، ان کے مسلک پر عمل کیا اور کبھی اُن کے مسلک پر یعنی جدھر اپنا مطلب دیکھا ادھر چلے گئے یہ اتباعِ نفس ہے پیروی شریعت نہیں، ایسا کرنا جائز نہیں، خصوصًا اس زمانہ میں کہ نفس پرستی کا مادہ بہت غالب ہے، اگر ایسی اجازت دیدی جائے تو شیرازۂ شریعت درہم برہم ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) ہمارے سنی حنفی علمائے کرام کثرہم اللہ تعالیٰ وابقاہم الی یوم الجزاء مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات ازروئے شرع مطہرہ بالتفصیل ومدلل عنایت فرمائیں؟

جاندار کی تصویر عکسی یا قلمی کھچوانا۔ گھر میں رکھنا۔ اور اس کی عظمت کرنا، پاس رکھنا اور اسے جائز سمجھنا اور سمجھانا کیسا ہے؟ اور تصویر کا صرف نماز کی حالت ہی میں نظر کے سامنے رکھنا یا ہونا یا پاس رکھنا جائز ہے یا ہر حال میں؟

مسئلہ (۲) جو (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) ایک واحد شخصیت کے اندر حامل تھے موسوی جلال کے، عیسوی جمال کے، بدھا کے دانشمندی کے، زاتشت کی سیاست دانی کے، کنفیوشس کی دانائی کے، سری کرشنا کی عشق و محبت کے، اور سری رام چندر کی دلیری و بہادری کے، مصرع

حلقے میں رسولوں کے وہ ماہ مدنی ہے ۔ کیا چاند سی تصویر ستاروں میں جنی ہے

اس عبارت کا اور اس کے لکھنے والے کا شرعًا کیا حکم ہے۔ اور یہ عبارت اپنے معنی کے لحاظ سے صحیح ہے یا غلط؟

مسئلہ (۳) امرد لڑکوں سے مخالطت و مجالست و موانست جلوت و خلوت میں اور نیز غیر محرم عورتوں سے بے تعلقی و بے پردگی کے ساتھ جلوت یا خلوت میں ملاقات جائز ہے یا ناجائز؟

مسئلہ (۴) جو شخص غیر متشرع ہو یعنی ڈاڑھی شرعی حد سے کم اور سر پر انگریزی بال رکھتا ہو اور باوجود منع کرنے کے اس فعل پر مصر ہو اسکا کیا حکم ہے؟

مسئلہ (۵) جو شخص مسئلہ ۱ اور ۲ اور ۳ اور ۴ کا قائل اور عامل اور مجوّز ہو اس کو پیشوا بنانا اور اس کے ہاتھ پر بیعت اطاعت کرنی (واضح یاد کہ یہ بیعت علاوہ رائج الوقت مسنون بیعت کے ہے) جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

الجواب (۱) تصویر کھینچنا یا کھچوانا یا اسے گھر میں بروجہ تعظیم رکھنا ناجائز وحرام ہے، احادیث اس بارے میں بکثرت ہیں، جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں ملائکہ رحمت نہیں آتے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لاتدخل الملئکۃ بیتا فیہ کلب ولا تصاویر۔ نیز فرمایا اشد الناس عذابا یوم القیامۃ الذین یضاھون بخلق اللہ دوسری روایت میں ہے اشد الناس عذابا عند اللہ المصورون، نیز ارشاد فرمایا کل مصور فی النار یجعل لہ بکل صورۃ صورھا نفسا فیعذب بہ فی جھنم، تصویر کا نماز میں صرف سامنے ہی ہونا ممنوع نہیں بلکہ داہنے بائیں اوپر ہونا بھی بلکہ اظہر یہ ہے کہ پیچھے ہونا بھی ممنوع ہے، درمختار میں ہے وان یکون فوق راسہ او بین یدیہ او بحذائہ یمنۃ او یسرۃ او محل سجودہ تمثال واختلف فیما اذا کان التمثال خلفہ والاظھر الکراھۃ اور تصویر کی ممانعت صرف نماز ہی میں نہیں بلکہ ویسے بھی اس کا مکان میں بطور اعزاز رکھنا جائز نہیں، ردالمحتار میں ہے قال فی البحر وفی الخلاصۃ وتکرہ التصاویر علی الثوب صلی فیہ اولا انتھی وھذہ الکراھۃ تحریمیۃ وظاھر کلام النووی فی شرح مسلم الاجماع علی تحریم تصویر الحیوان وقال وسواء صنعہ لما یمتھن اوبغیرہ فصنعتہ حرام بکل حال لان فیہ مضاھاۃ لخلق اللہ تعالیٰ وسواء کان فی ثوب او بساط او درھم واناء وحائط وغیرھا اھ[1]

---

[1] درمختار و ردالمحتار ج ۱ ص ۴۷۹ مطبوعہ رشیدیہ پاکستان ۔ مصباح

صرف ضرورت کیوجہ سے روپیہ اور اشرفی اور پیسہ کا رکھنا علماء نے جائز فرمایا ہے، اور حقیقۃً یہاں تصویر کا اعزاز مقصود بالذات ہے بھی نہیں، یوہیں بہت چھوٹی تصویر جن کے اعضا ظاہر نہ ہوں اسکے رکھنے کی بھی اجازت ہے وبس، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اللہ عزوجل نے اپنی ذات کا مظہر اتم بنایا، اور تمام وہ خوبیاں جو ممکن کیلئے ہو سکتی ہیں آپ کی ذات میں جمع فرمادیں۔ آنچہ خوباں ہم دارند تو تنہا داری۔ تمام وہ کمالات جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہیں وہ سب حضور میں جمع کر دیئے، بلکہ ائمہ کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء سابقین میں جو خوبیاں و کمالات تھے وہ حضور کے کمالات کے عکس و پرتو تھے وہ ظل تھے اور حضور ذی الظل و اصل ہیں، انما مثلوا صفاتک للناس کما مثل النجوم الماء۔ مگر حضور کے کمالات کو اس طرح بیان کرنا کہ جو کمالات فلاں و فلاں میں تھے وہ حضور میں تھے یعنی اس موقع پر کافروں کا ذکر کرنا گستاخی و بے ادبی ہے، خصوصاً کرشن کی محبت جو فسق و فجور کی محبت تھی، اسے معاذ اللہ حضور میں بتانا بالکل اسلام کے خلاف ہے، اور بعد کے شعر سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کا ذکر ہوا یہ سب رسول و نبی ہیں، اس میں بلا دلیل ان کو نبی کہنا ہی صرف نہیں بلکہ ایسوں کو بھی نبی کہا جاتا ہے جو اپنی معصیت اور بدکاری کیوجہ سے ہرگز نبی نہیں ہو سکتے ایسی باتوں سے توبہ لازم ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) اجنبی عورت کے ساتھ مرد کا تنہائی میں اجتماع ناجائز ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل یارسول اللہ أرأیت الحمو قال الحمو الموت یعنی عورتوں کے پاس جانے سے بچو ایک صاحب نے عرض کی دیور کا کیا حکم ہے فرمایا دیور موت ہے، یعنی یہ بھی اس کے پاس نہ جائے، رواہ البخاری ومسلم عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ارشاد فرماتے ہیں لا یخلون رجل بامراۃ الا کان ثالثهما الشیطٰن مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت میں ہوتا ہے تو ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے، رواہ الترمذی عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرماتے لاتلجوا علی المغیبات فان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم جن کے شوہر غائب ہوں اونکے پاس نہ جاؤ کہ شیطان تم میں خون کی طرح تیرتا ہوتا ہے، اور اگر کوئی شخص اپنے نفس پر پورا قابو رکھتا ہے یہ خیال کر کے خلوت کرتا ہے جب بھی درست نہیں کہ شیطان کے مکر و کید سے غافل ہونا کبھی نہ چاہیئے، اور نہ سہی تو یہ موقع تہمت ہے، اور ایسی جگہ سے بچنے کا حکم ہے حدیث میں ہے اتقوا مواضع التهم۔ اور امرد کے ساتھ بھی خلوت نہ چاہیئے کہ علت مشترک ہے خصوصًا اختلاط و موانست کہ یہ فتنہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) داڑھی حد شرع سے کم کرانا اور اس پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے کہ قطع لحیہ کو فقہاء ناجائز فرماتے ہیں، اور صغیرہ پر اصرار کبیرہ و فسق ہے، انگریزی بال بھی رکھنا نہ چاہیئے، کہ یہ اچھے لوگوں کا طریقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۵) ایسے کو پیشوا بنانا اور اس کے ہاتھ پر بیعت و اطاعت کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ ازدھام نگر ضلع بالاسور مرسلہ جناب مولوی حبیب الرحمٰن صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اسپرٹ کا استعمال کیا شرعًا جائز ہے؟ اور خصیۂ بز حلال ہے یا حرام؟

الجواب:۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ سے میں نے سنا، وہ فرماتے تھے اسپرٹ میں سکر ہے اور یہ نجس ہے، اگر اس میں سمیت ہو تو یہ سکر کے منافی نہیں دونوں کا اجتماع ہو سکتا ہے محض اسکے قاتل ہونے سے عدم سکر پر استدلال

صحیح نہیں، بلکہ اپنی شدت سکر کیوجہ سے مہلک ہے البتہ اگر ثابت ہو کہ سکر نہیں ہے تو اور بات ہے، جس شراب کا نشہ تیز کرنا ہوتا ہے اوسمیں اسپرٹ کے قطرات ملائے جاتے ہیں پھر اس میں نشہ نہ ہونا کیا معنی؟ خصیہ کھانا حرام ہے سوا گنگوہی کے کسی اور نے حلال نہیں بتایا، فتاویٰ عالمگیری میں ہے، واما بیان مایحرم اکلہ من أجزاء الحیوان سبعة الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدة والمثانة والمرارة کذا فی البدائع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ ازمقام نبی پور ضلع بھروچ مرسلہ جناب اسمٰعیل ولی بھائی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام و مفتیان شرع عظام ذیل کے مسائل میں؟ جو شخص حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی شب میں اپنے مکان پر جلوس کرتا ہو، اپنے احباب کو جن میں مسلم و غیر مسلم سب ہوتے ہیں جمع کرتا ہو، قسم قسم کی روشنیاں اور فرحت و سرور کے تمام سامان جمع کرتا ہو۔ بندر۔ ریچھ۔ شیر وغیرہ بنکر جو لوگ اسکے وہاں آتے ہوں ان کو اپنی مجلس میں نچواتا ہو اور اس پر وہ اور اس کے احباب خوش ہوں، ہسن اور بھیس بدل کے ناچنے کودنے والوں کو اور نقلیں کرنیوالوں کو خوش ہو ہو کر انعامات دیتا ہو اور دلواتا ہو، ان خرافات کی مجلس کی دعوت کیلئے اپنی طرف سے کارڈ بھیجتا ہو، شب شہادت میں اپنی مجلس منعقد کرنا اور اس قسم کے خرافات کی ترتیب دینا اور ان میں مشغول رہنا۔ اور دوسروں کو مدعو کر کے انھیں بھی ان خرافات میں شریک کرنا کیسا ہے۔ اور ایسے قاضی کا شرعاً کیا حکم ہے۔ پھر اگر وہ شخص قاضی ہونے کا دعویٰ کرے تو کیا اس کا یہ دعویٰ صحیح ہے اور مسلمانوں کو اس کی تعظیم و تکریم کرنی چاہیئے یا نہیں؟

الجواب:۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ اس لئے نہیں

کہ اوسکا سوزنگ بنایا جائے اور اسکی یادگار ہیں لہو ولعب کی مجالس قائم کیجائے
انھوں نے جان ومال اہل وعیال کو سنت نبی کریم علیہ الصلواۃ والتسلیم پر قربان
کردیا، اور اس واقعہ سے احکام شریعت کو مضبوط پکڑنے کی ایسی اعلیٰ درجہ پر ہدایت
فرمائی کہ دنیا جب تک قائم رہے گی ہر صاحب عقل ونظر کو مشعل بنکر رہنمائی کرے گا
جو لوگ اس شب میں بجائے ذکر وعبادت اور ان کو یاد کرنے کے ایسی باتوں میں
مشغول ہوتے ہیں گنہگار ہیں، اور یہ سب باتیں ناجائز ہیں۔ اسیطرح ان لغویات
پر خوش ہونا اور ایسے لوگوں کو انعام دینا بھی ناجائز ہے اور جو شخص اس مجلس
کا بانی ہے اور لوگوں کو خطوط بھیجکر بلاتا ہے وہ سب سے زائد مجرم اور سب کے
مجموعہ گناہوں کے برابر اسکا گناہ ہے، حدیث میں فرمایا من سن سنۃ سیئۃ
فعلیہ وزرھا ووزر من عمل بھا، قرآن مجید میں فرمایا تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى
وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ، اور ظاہر ہے کہ مجلس ترتیب دیکر لوگوں کو
بلانے والا گناہ پر اعانت کرتا ہے، رہا اس کا قاضی ہونے کا دعویٰ کرنا، یہ محض
ایک مہمل بات ہے قاضی وہ ہوتا ہے جس کو بادشاہ اسلام نے قاضی بنایا ہو
خود بخود دعویٰ کرنے سے قاضی ہوجائے یہ نہیں ہوسکتا، بہر حال ایسا شخص ہرگز
قابل تعظیم وتکریم نہیں، بلکہ ایسے کی تعظیم وتکریم غضب الٰہی کا سبب ہے حدیث
میں فرمایا۔ اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتزلہ العرش۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مسئولہ شاہ قمرالدین صاحب امام مسجد کلان جامع مدرسہ معینیہ
مورخہ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۴۲ھ از پور کرن ماڑوار ریاست جودھپور
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ندا یا رسول اللہ
کہنا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲) سورۂ فاتحہ طعام پر پڑھکر خیرات کرنا یا کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۳) بعد نماز جمعہ وعیدین مصافحہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

مسئلہ (۴) شب برات میں مٹی کے برتنوں میں طعام رکھکر ایصال ثواب جائز ہے یا نہیں ؟

مسئلہ (۵) بروز تاریخ وفات اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ مثل چھٹی خواجہ صاحب و گیارہویں شریف یا بارھویں ربیع الاول شریف کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

مسئلہ (۶) ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا اور اذان میں نام پاک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں سے لگانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب (۱) جائز ہے ہر نماز میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ندا کی جاتی ہے السلام علیک ایہا النبیّ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) جائز ہے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) جائز ہے تفصیل مسئلہ رسالہ "وشاح الجید" میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) ایصال ثواب جائز ہے مٹی کے برتن میں ہو، یا تانبے کے برتن میں ۔ "

الجواب (۵) ایصال ثواب ہر روز جائز ہے بروز وفات ناجائز کہنا شریعت پر افتراء ہے[۱]، قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[۱] ایصال ثواب معین تاریخ میں ہو مثلاً روز وفات یا غیر معین تاریخ میں، بلاشبہ جائز و مباح ہے، شریعت طاہرہ میں اس کے منع پر کوئی دلیل نہیں ۔ معین تاریخوں میں ایصال ثواب کرنا محض دیوبندیوں اور وہابیوں کی نئی شریعت میں بدعت و ناجائز ہے ،

چنانچہ دیوبندی پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی نے "فتاوی رشیدیہ" صہ ۱۴۱ میں لکھا ۔ "گیارھویں بھی بدعت ہے" ، دوسری جگہ لکھا "ثواب میت کو پہونچانا ... جب تخصیصات اور التزامات مروجہ ہوں تو نادرست اور باعث مواخذہ ہو جاتا ہے" ۔ امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی

الجواب (٦) جائز بلکہ مستحسن علامہ برزنجی فرماتے ہیں۔ وقد استحسن القیام عند ذکر ولادتہ ائمۃ ذو روایۃ ودرایۃ۔ اور اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا مستحب، ردالمحتار میں ہے، یستحب ان یقال عند سماع الاولی

بقیہ حاشیہ ص ۱۷۷ کا:۔ نے "تقویت الایمان" میں یہاں تک لکھدیا۔ "حاجت برآری کے لئے ان کی (پیر، پیغمبر، امام، شہید) نذر و نیاز شرک"۔

آج بھی دیوبندی، وہابی حضرات اپنے اکابرین کے ان غلط فتووں پر عمل پیرا ہیں۔ یہاں چند اصولی باتیں بتاکر معین تاریخوں میں ایصال ثواب کرنے کا جواز فراہم کیا جاتا ہے۔

تخصیص و تعیین دو طرح کی ہوتی ہے (۱) تخصیص شرعی (۲) تخصیص عادی۔ پھر شرعی کی دو قسمیں ہیں (۱) شرعی غیر منفک (۲) شرعی منفک۔ تخصیص شرعی غیر منفک! شریعت کی جانب سے ایسی تخصیص کہ مخصوص ایام کے علاوہ درست ہی نہ ہو۔ جیسے ایام نحر قربانی کیلئے۔

تخصیص شرعی منفک:۔ شرعاً تخصیص تو ہو۔ مگر ایام مخصوصہ یا اوقات مخصوصہ کے علاوہ دیگر ایام و اوقات میں بھی درست ہو۔ جیسے روزہ، نماز وغیرہ

تخصیص عادی:۔ شریعت کی جانب سے کوئی تخصیص نہیں۔ بندہ جب چاہے کرے۔ جیسے صدقات، خیرات وغیرہ، ایصال ثواب کیلئے دن کی تخصیص و تعیین بھی "عادی" ہے اور اس تخصیص میں شرعاً نہ کوئی قباحت اور نہ ہی شناعت جیسے دن معین کرکے نماز روزہ کی منت ظاہر ہے کہ جب بھی ایصال ثواب کیا جائے گا خاص ہیئت اور خاص زمانہ ہی میں ہوگا۔ یونہی اگر اس میں دوسروں کو بھی شریک کرنا منظور ہو تو تاریخ کے تعین کے بغیر شرکت دشوار ہوگی، جس طرح مساجد میں جماعت کیلئے وقت متعین کیا جاتا ہے تاکہ نمازی وقت پر حاضر ہوکر جماعت سے نماز ادا کرسکیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے دیوبندی اپنے جلسوں کی، اور تبلیغی جماعت والے اپنے "اجتماع" کی تاریخ متعین کرتے ہیں۔

من الشهادۃ "صلی اللہ علیک یا رسول اللہ"، وعند الثانیۃ منہا "قرۃ عینی بک یا رسول اللہ"، ثم یقول "اللہم متعنی بالسمع والبصر" بعد وضع ظفری الابہامین علی العینین فانہ علیہ السلام یکون قائدا لہ الی الجنۃ کذا فی کنز العباد اھ قہستانی ونحوہ فی الفتاوی الصوفیہ وفی کتاب الفردوس من قبل ظفری ابہامیہ عند سماع اشہد ان محمد رسول فی الاذان انا قائدہ ومدخلہ فی صفوف الجنۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ ازمقام نبی پور ضلع بھروچ مرسلہ جناب اسمٰعیل ولی بھائی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام ومفتیان شرع عظام ذیل کے مسئلہ میں جو قاضی اور متولی بدمذہبوں کی تعریف وتعظیم کرتا ہو، آپ نیچے بیٹھے اور بدمذہبوں کو اپنے اوپر بیٹھائے، ان سے میل جول رکھے۔ ایسے قاضی ومتولی کا یہ فعل کیسا ہے اور ایسے قاضی کے یہاں نکاح خوانی کرانا درست ہے یا نہیں، یا ان کے نائبوں سے نکاح پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟

بقیہ حاشیہ ص ۱۷۸ کا:۔ وفات کی تاریخ کو ایصال ثواب کیلئے خصوصیت کے ساتھ اس لئے متعین کیا جاتا ہے کہ وہ دن مرنیوالے کی وفات کی یاد دلاتا ہے، کوئی سنی مسلمان تعین یوم کو واجب نہیں سمجھتا۔ اس طرح کے افعال میں "تعین یوم" خود سرکار کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ثابت ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے:

"ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یاتی قبور الشہداء باحد علی راس کل حول"۔ { حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے سرے پر شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔"

مسلم شریف میں پیر کے دن روزہ رکھنے سے متعلق یہ حدیث مذکور ہے۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سئل عن صوم الاثنین فقال فیہ ولدت وفیہ انزل علی (ج ۱ ص ۳۶۸) { نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اسی دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی۔

الغرض یہ سب توقیتات عادیہ سے ہیں جسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان مخصوص ایام کے علاوہ دوسرے ایام میں درست نہیں۔ اور نہ ہی کوئی سنی مسلمان معین دن میں ایصال ثواب کرنے کو واجب و ضروری سمجھتا ہے۔ اسلئے ایصال ثواب، خواہ روز وفات کی تعیین و تخصیص کے ساتھ کیا جائے یا اس کے بغیر، مطلقاً جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

الجواب:۔ بدمذہبوں کی بدمذہبی جان کر ان کی تعظیم کرنا حرام ہے، حدیث میں ہے، من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ھدم الاسلام لو ہیں بدمذہبوں سے میل جول رکھنا بھی حرام ہے، اور ایسے قاضی سے نکاح بھی نہ پڑھوانا چاہئے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از شیورامپور ڈاکخانہ بانڈیہہ ضلع بلیا مرسلہ جناب عبدالغنی صاحب ۱۹ ذیقعدہ ۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے ضلع کے اندر طاعون کی بیماری بہت زوروں کیساتھ ہوئی ہے، بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ طاعون اور ہیضے کی بیماری جس بستی میں ہو وہاں نہیں جانا چاہئے؟

الجواب:۔ جہاں طاعون ہو وہاں سے بھاگنا نہ چاہئے کہ حدیث میں آیا ہے الفار من الطاعون کالفار من الزحف۔ دوسری حدیث میں ہے فلا تخرجوا فرارا منہ اور دوسری جگہ طاعون ہو تو بہتر یہ ہے کہ وہاں نہ جائے کہ حدیث میں ہے فلا تدخلوا فیھا۔ یعنی وہاں نہ جاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ بانسی قریب ناگور مارواڑ مرسلہ جناب امیر احمد صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ۱۲ ذی الحجہ ۴۹ھ

ہمارے قصبہ میں یہ رواج قدیم ہے کہ متمول وخوشحال اشخاص اپنی قوم کیلئے کھانا کیا کرتے ہیں۔ اور اس کھانے کو اپنے فوت شدہ والد یا والدہ یا دادا یا دادی کے نامزد کرتے ہوئے یوں اظہار کیا کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے پیچھے جمین کرتا ہوں اور کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے دادا کے پیچھے جمین کرتا ہوں۔ الغرض جس کے نامزد کرنا مقصود ہوا کرتا ہے اس کا اظہار کیا جاتا ہے اور اس کھانے کو ہمارے مارواڑی اصلاح میں جمین کے کھانے سے تعبیر کرتے ہیں اور اس قصبہ کے علاوہ

ہمارے ہی قوم کے دو اور گاؤں بھی ہیں ان دونوں گاؤں کے آدمی بھی عموماً اس کھانے میں شریک ہوا کرتے ہیں اور غیر قوموں کے مسلمان بھی جس قدر اس قصبہ میں رہتے ہیں وہ بھی شریک کئے جاتے ہیں اور فقراء اور مساکین بھی اور پانچ دس یا پندرہ یا بیس جس قدر لڑکیوں کی شادی کرنا مقصود ہوتا ہے اسی کھانے میں ان سب کی شادی مجموعی طور پر کر دی جاتی ہے، تو یہ کھانا شرعاً کیسا ہے ایک مولوی صاحب تو اس کو رسم ہنود قرار دیتے ہوئے ناجائز فرماتے ہیں کیا عموماً ہر ایک امر رسم کفار وتشبہ بالکفار کی بنا پر ممنوع قرار دیا جاتا ہے یا کسی خاص شرط اور قید کی بنا پر؟ بینوا توجروا

الجواب:- اموات کے اس طرح کے کھانے جس میں برادری اور دیگر احباب کو دعوت دیجاتی ہے ممنوع و بدعت ہے، اس رسم کو اٹھا دینا چاہئے فتح القدیر میں ہے، ھذہ بدعۃ مستقبحۃ لان الدعوۃ انما شرعت للسرور لا للشرور البتہ اموات کو ایصال ثواب کیلئے کھانا پکوا کر فقراء و مساکین کو کھلانا جائز و مستحب ہے اگرچہ یہ فقراء برادری ہی کے ہوں کہ اس وقت برادری کی دعوت مقصود نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از بنارس محلہ مدن پورہ متصل بریلی مکان $\frac{22}{240}$ مرسلہ جناب ولی محمد صاحب صابری چشتی۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین

ایک امر کا کفار کے کسی امر سے مشابہ ہو جانا منع کیلئے کافی نہیں، بلکہ وہی تشبہ شرعاً ممنوع و مکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو یا وہ شئی بدمذہبوں کا شعار خاص ہو۔ یا فی نفسہ اس شئی میں کوئی حرج شرعی ہو، ان صورتوں کے بغیر نہ وہ شئی مکروہ، نہ ممنوع، اگر ان صورتوں کے بغیر بھی ممانعت کا حکم ہو تو لازم کہ کھانا، پینا، اوڑھنا، پہننا، یہ ساری چیزیں بھی ممنوع و حرام ہو جائیں، کیوں کہ کفار بھی کھاتے، پیتے، چلتے، پھرتے، ہیں جس کی تفصیل فقیر کے حاشیہ صفحہ ۱۴۴ میں گذر چکی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
آل مصطفیٰ مصباحی

مسائل ذیل ہیں کہ ، زید اپنی نسبت اعلیٰ حضرت قبلہ شاہ مدظلہ کے الفاظ سے تحریراً و تقریراً مقبول و منسوب کرتا کراتا ہے ، اور چند نفر کو مرید بھی کیا ہے حالانکہ زید کو آج تک کسی اہل طریقت سے نہ ارادت ہے نہ تعلیم و خلافت ہے ؟

مسئلہ (۲) زید مذکور اپنی ہستی کو قائد اعظم حزب اللہ بھی تحریر کرتا ہے جو کہ حضور پر نور شفیع امم صاحب عرش اعظم صفاتی نام یا قائد الخیر و قائد الغر المحجلین وغیرہ ہے نہ کہ زید قائد الاعظم حزب اللہ ہو ؟

مسئلہ (۳) لہذا علمائے شریعت و خلفاء طریقت حسب نمبر ۱، ۲، ۳، کے متعلق بالتفصیل کیا حکم فرماتے ہیں آیا زید مذکور کا مرید ہونا اور زید کو امام بنانا اور زید کو اپنا رہنما سمجھنا اور زید کو قائد الاعظم حزب اللہ سمجھنا جائز ہے یا باطل اور زید پر شرعاً کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب (۱) اگر زید کو کسی صاحب سلسلہ سے ارادت و خلافت نہ ہو تو اوسکا مرید کرنا درست نہیں ، کہ کسی سلسلہ میں داخل کرنیکے لئے خود داخل سلسلہ و مجاز ہونا ضروری ہے ، اور اگر زید صاحب عظمت ہو تو دوسرے لوگ اوس کیلئے یہ الفاظ لکھ سکتے ہیں ، اور خود اپنے لئے ان الفاظ کا بولنا یا لکھنا نہ چاہئے کہ اپنے کو معظم تصور کرنا عجب میں داخل ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) اس لفظ کی ترکیب سے معلوم ہوتا ہے کہ حزب اللہ کسی جماعت و انجمن کا نام ہے اور زید اس کا صدر ہے ، اگر واقعہ ایسا ہی ہو تو اس اطلاق میں حرج نہیں ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیادت کسی جماعت خاص یا زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ، حضور تمام مؤمنین و مؤمنات کے قائد ہیں ۔ اور اس معنی کے ساتھ کوئی دوسرا قائد نہیں ہو سکتا ۔ اور اگر اس معنی میں دوسرے کو قائد اعظم کہا جاوے تو فقط ناجائز نہیں بلکہ کفر ہے اور مسلمان کے کلام کو صحیح معنی پر حمل

کر سکتے ہوں تو باطل معنی پر حمل کرنا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) اس نمبر کا جواب اوس وقت متعین ہو سکتا ہے کہ پہلے نمبروں میں احتمال متعین ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مکرر آنکہ کون کون سے پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔ آیا آب زمزم شریف و پس خوردہ مسلمان۔ وضو کا بچا ہوا پانی سبیل کا شربت و پانی یہ چاروں کے پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ آب زمزم و بقیہ وضو کو کھڑے ہو کر پینا مستحب، اور باقی پانیوں کو کھڑا ہو کر پینا مکروہ تنزیہی۔ درمختار میں ہے وان یشرب بعدہ من فضل وضوئہ کماء زمزم مستقبل القبلۃ قائما او قاعدا وفیما عداھما یکرہ قائما تنزیھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از ڈاکخانہ روڈال کا ٹھیاواڑ مرسلہ جناب مولوی حاجی سید عبدالخالق صاحب ۴ ربیع الاوّل ۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص سود خوار ہے اور کثرت سے سود کھاتا ہے اور غیبت بھی بہت کرتا ہے تو اس آدمی سے وعظ پند اور میلاد وغیرہ پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر پڑھاویں تو قبول بھی ہوتی ہے یا نہیں حالانکہ اسی گاؤں میں دیگر لوگ متقی بھی اور عالم بھی وعظ و پند میلاد وغیرہ پڑھنے والے موجود ہیں، ان سے تو نہیں پڑھاتے اور ایسے سود خوار اور مغتم یعنی غیبت کرنیوالے سے پڑھاتے ہیں تو قبول اور جائز ہے پڑھانا یا نہیں؟

الجواب:۔ سود کھانا اور غیبت کرنا یہ دونوں کبائر گناہ سے ہیں۔ قرآن مجید میں دونوں سے سخت ممانعت فرمائی گئی، اور احادیث بھی دونوں کی مذمت میں بہت وارد ہیں، لہذا ایسا شخص فاسق ہے پھر اگر علانیہ سود کھاتا اور غیبت کرتا ہے

تو فاسق معلن ہے اور ایسے شخص سے وعظ کہلانا یا میلاد شریف پڑھوانا جائز نہیں کہ اس سے وعظ کہلانے یا میلاد شریف پڑھوانے میں اس کی تعظیم ہے اور فاسق معلن کی تعظیم جائز نہیں۔ غنیہ پھر رد المحتار میں ہے۔ فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعًا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از منڈل بانٹوہ کاٹھیاواڑ مرسلہ سکریٹری میمن یودک ۵ ربیع الاول ۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عشرہ محرم میں تعزیہ داری اور دُلدل قبراور عَلم وغیرہ کی صورت بنانے کے متعلق عشرۂ محرم میں آرائش ترک کرنا، اور لذتوں کا چھوڑنا، گوشت وغیرہ نہ کھانا، ماتم زدوں کی طرح غمگین رہنا، تعزیہ داری کے کاموں میں کوشاں اور مددگار رہنا، خواہ اپنی خوشی سے خواہ قرابت یا دوستی سے یا ہمسائگی یا ہمخانگی کی خاطر سے اپنا اسباب ان کو استعمال کیلئے دینا اور روپیہ پیسہ سے انکی مدد کرنا۔ محرم کے دس دنوں میں عوام جہاں چوکاری کے نام سے پورے دس روز تک معہ نقارا و سرنائی گول منڈل بنا کر پھرتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اپنے بازوؤں کو پیٹتے ہیں، اور اس میں بعض بعض تو سینہ بھی پیٹتے ہیں، عوام اس کو بر وقت شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موجود نہ ہونے کا اپنا دلی افسوس اظہار کرنیکا سبب بتاتے ہیں۔ کیا یہ فعل کرنا اور اس کو بطور تماشہ دیکھنے جانا کیسا ہے؟

مرثیہ خوانی اور فقط واقعات شہادت پڑھنا اور نوحہ خوانی کرنا کچھ اجرت لیکر یا بغیر اجرت لئے ہوئے تو اس کے حق میں کیسا ارشاد ہے۔ جو چیزیں تعزیہ، دُلدل اور علم پر بطور نذر ونیاز کے لاتے ہیں ناریل وغیرہ توڑتے ہیں اور بعض جاہل تو ناریل اپنی گردن کے نیچے رکھکر تعزیہ کے سامنے زمین پر توڑتے ہیں اور شبِ عاشورہ کو حلوہ وغیرہ جو تعزیہ کے سامنے رکھا جاتا ہے تو ان سب نذر ونیاز

کی چیزوں کی کہ جو تعزیہ کے سامنے رکھی جاتی ہیں اور ناریل وغیرہ توڑی جاتی ہیں ان سب کا بطور تبرک کھانا اور تقسیم کرنا کیسا ہے، اور نذر و نیاز کا تعزیہ پر آنا کیسا ہے۔ نویں تاریخ اور دسویں رات کو تعزیہ دلدل، علم وغیرہ کا سب گشت پھرانا جس میں باجہ گاجہ جو کارا وغیرہ بھی ہوتا ہے تو اس سب گشت میں دیکھنے جانا اور یہ سب گشت کیسا ہے۔ دسویں صبح کو شہادت کا دن ہوتا ہے تو اس روز بھی اسی جوش و خروش اور دھام دھوم سے تعزیہ دلدل۔ علم وغیرہ کے جلوس کو دفن کیلئے نکالا جاتا ہے، تو اس کے ساتھ جانا اور یہ کرنا کیسا ہے۔ مندرجہ بالا امور سب حرام ہیں۔ کفر ہیں یا شرک ہیں اور ان کے کرنے سے کیسا کیسا گناہ لازم آتے ہیں۔ خوب واضح طور پر بیان فرمائیے ؟

الجواب :۔ تعزیہ داری بدعت ہے، یوہیں علم و دُلدل و قبر کی صورت بنانا اور اسے گشت کرانا اور نوحہ کرنا اور سینہ کوٹنا یہ سب روافض کا طریقہ ہے۔ ہمارے مذہب کے خلاف ہے، اور اہل بیت اطہار کے فضائل اور صحیح واقعات شہادت پڑھنا سننا جائز اور ان واقعات کو سن کر اور یاد کر کے غم پیدا ہونا ان حضرات کی محبت کی علامت ہے، یوہیں شربت وغیرہ بغرض ایصال ثواب فاتحہ دلانا بھی جائز ہے اور ان چیزوں کو بطور تبرک تقسیم کرنا بھی جائز۔ مگر تعزیہ یا علم کے سامنے فاتحہ دینا نہ چاہیئے۔ بلکہ مکان پر یا مسجد میں فاتحہ دلوائے جسطرح تعزیہ داری ناجائز ہے اس میں اعانت بھی ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ :۔ از ریاست الور تیا گڑہ متصل ہائی اسکول مرسلہ محمد صدیق علی صاحب امام مسجد ۲۲ / ربیع الثانی ۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ جو کسی عالم سنی کو وہابی حسد سے کہدے اس کا کیا حکم ہے ؟

الجواب:۔ کسی سنّی کو وہابی کہنا سخت گناہ ہے خصوصًا عالم کو ایسا کہنا تو اور بھی بدتر ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از سدھ پور شمالی گجرات مرسلہ جناب شیر خان گلاب خاں صاحب رکن انجمن اسلام ۶ ؍ جمادی الثانی ۸۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسلمانوں کے محلے میں چند اوباش مسلمان محلے والوں کی بہو بیٹیوں سے سرراہ مذاق کرتے اور ان کی عصمت دری کرتے ہیں، محلے کے بڑے بوڑھے جو مسلمانوں کی جماعت کے سرغنہ ہیں وہ کچھ سماعت نہیں کرتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ جو جیسا کریگا ویسا نتیجہ پائے گا، ایسی حالت میں ان سرغنہ لوگوں کے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے وہ لوگ اپنے منصب سے خارج کئے جا سکتے ہیں یا نہیں اور نوجوانان محلہ باوجود ان سرغنہ لوگوں کی رضا مندی کے اپنے محلے سے اس شیطانی اور لعنتی حرکات کو روکنے کے مجاز ہیں یا نہیں، اور عند الشریعت سب سے بہتر فی زمانہ احتساب کی کیا صورت ہے اور محتسب کو بذات خود کیسا ہونا چاہیئے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ جو لوگ ایسی حرکت کرتے ہیں اونکو ضرور روکنا چاہیئے، باوجود استطاعت نہ روکنا اور فقط اتنی بات کہدینا کہ جو شخص جیسا کریگا ویسا پائیگا کافی نہیں حدیث میں ارشاد فرمایا۔ من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ یعنی جو شخص بری بات دیکھے تو اپنے ہاتھ سے روکدے اور اگر اسکی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے۔ اگر ان سرغنہ لوگوں کے قابو کی بات ہو اور پھر ایسی نازیبا بات کو نہ روکتے ہوں تو ان کو سرداری سے معزول کرکے دوسرے لوگ سرغنہ بنائے جائیں جو اوس کی خدمت انجام دیں۔ اور نوجوانانِ محلہ اس حرکت کو روک سکتے ہیں، تو ان پر بھی شرعًا واجب ہے کہ روکیں اور ایسی بات میں بڑے بوڑھوں کی رضا مندی یا

ناراضی کا کچھ خیال نہیں کیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا سب پر مقدم ہے حدیث میں ہے
لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ اس زمانے میں کہ کسی کو سزا دینا اپنے اختیار
میں نہیں، احتساب کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا مقاطعہ کیا جائے
اون سے میل جول اونکے ساتھ کھانا پینا سب بند کردیا جائے۔ قرآن مجید میں فرمایا
وَلَا تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ۔ ظالمون کیطرف میل نہ کرو ورنہ تمہیں آگ
چھوئے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از نصیر آباد مرسلہ عبدالرحمٰن صاحب عرف چھوٹا ۱۲ رجمادی الاولیٰ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ فتاویٰ بہت
سے نکلتے رہتے ہیں اور سننے اور دیکھنے میں آتے ہیں اس لئے ہم پریشان رہتے ہیں
کہ کیا کریں لہذا گانا بجانا و قوالی و عرس و چادریں چڑھانا مزاروں پر یا قبرستان میں
امام اعظم کا کیا طریقہ یا قول ہے وہ عبارت مع کتاب و صفحہ نمبر کے حوالہ دیں، کیونکہ
ہم حنفی ہیں لہذا ہم لوگوں کو سوائے امام اعظم کے کسی دوسرے کا قول ہرگز نہ نقل
کیا جائے۔؟

الجواب:۔ سوال میں یہ ظاہر کرنا کہ بہت سے فتاویٰ دیکھنے میں آئے ہم پریشان
ہیں کہ کیا کریں یعنی کس پر عمل کریں، یہ ایسے معتقد علیہ کے سامنے کہا جا سکتا ہے
جس کا راہ عمل بتادینا سائل کیلئے باعث تسکین ہو، اور یہاں معلوم ہے کہ فقیر کا فتویٰ
بھی اونھیں فتاوے میں شمار ہوگا۔ البتہ اگر اس فتوے کی رو سے اپنے فریق مخالف
پر کچھ حجت قائم کرسکے گا تو اس کام میں لایا جاسکتا ہے اور اگر اپنے مخالف اس
فتوے کو پائے گا تو جیسے اور فتووں پر عمل نہیں اس پر بھی عمل نہ ہوگا، یہ کہنا کہ
"ہم حنفی ہیں لہذا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے قول کے سوا دوسرے کا قول نقل نہ
کیا جائے" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سائل کے نزدیک فقہ حنفی خاص اونھیں

اقوال کا نام ہے جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہیں۔ حالانکہ کتب فقہ میں بہت سے ایسے اقوال موجود ہیں جو خاص امام اعظم سے منقول نہیں بلکہ دیگر ائمہ حنفیہ کے وہ اقوال ہیں بلکہ کبھی ائمہ حنفیہ میں اختلاف ہوتا ہے اور ان میں کسی خاص قول پر فتویٰ ہوتا ہے یا مختلف اقوال میں ایک قول کو ترجیح ہوتی ہے بلکہ کبھی امام ابو یوسف یا امام محمد کے قول پر بھی فتویٰ ہوتا ہے لہذا ہر مسئلہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صراحۃً قول منقول ہونا ضرور نہیں۔ امام صدر الشریعہ توضیح میں فرماتے ہیں۔ لان الحوادث لاتکاد تتناھی ولاضابط یجمعھا۔ جب حوادث اور وقائع کی کوئی حد ہی نہیں اور اقوال محدود، تو یہ کہنا،، دوسرے کا قول ہرگز نہ نقل کیا جائے،، بالکل بیجا بات ہے فرض کیا جائے کہ سائل عرس کو ناجائز مانتا ہے تو اس کا مخالف کہہ سکتا ہے کہ جب تم حنفی ہو تو دکھاؤ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرس کو ناجائز فرمایا ہے یہ کس کتاب میں ہے اور امام کے سوا ہم دوسرے کی بات نہیں مانیں گے۔ کیونکہ ہم حنفی ہیں۔ جب تک امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ناجائز نہ کہیں۔ ہم اونکے مقلد ہو کر کیونکر ناجائز کہہ سکتے ہیں عوام کو دھوکا دینے کیلئے، وہابیوں نے یہ ایک ترکیب نکالی ہے اور یہ نہیں سمجھے کہ خود بھی اس پھندے میں پھنس جائیں گے۔ گانا بجانا میرے نزدیک ناجائز ہے اور بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے قوالی سنی، اور ان کا سننا ثابت، ہم انکے ساتھ یہ یقیں رکھتے ہیں کہ جن شرائط کے ساتھ علماء نے قوالی کو جائز رکھا ہے اونھیں شرائط کے ساتھ سنی ہے، ناجائز ہو گانا بجانا ہرگز انھوں نے نہیں سنا عرس کہ سال بھر پر یوم الوصال میں تلاوت قرآن مجید و وعظ و ذکر خیر و دیگر امور خیر کا ایصال ثواب کرنا جائز اور ادلۂ شرعیہ سے ثابت، علماء نے اس کے متعلق رسائل و فتاوے تحریر فرما دیئے، جسے دیکھنا ہو اونکی کتابیں دیکھیں۔ قبر ولی اللہ پر چادر و غلاف ڈالنا جائز ہے اگرچہ بعض فقہاء نے مکروہ بتایا مگر جبکہ نظر عوام میں اجلال و تعظیم اولیاء کیلئے ہو تو اس میں

کراہت نہیں۔ ردالمحتار میں ہے۔ کرہ بعض الفقہاء وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبور الصالحین والاولیاء قال فی فتاوی الحجۃ وتکرہ الستور علی القبور اھ ولکن نحن نقول الان اذا قصد بہ التعظیم فی عیون العامۃ حتی لایحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع والادب للغافلین الزائرین فہو جائز لان الاعمال بالنیات وان کان بدعۃ فہو کقولہم بعد طواف الوداع یرجع القہقری حتی یخرج من المسجد اجلالا للبیت حتی قال فی منہاج السالکین انہ لیس فیہ سنۃ مرویۃ ولا اثر محکی وقد فعلہ اصحابنا اھ کذا فی کشف النور عن اصحاب القبور للاستاذ عبدالغنی النابلسی قدس سرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) ازمدن پورہ نئی مسجد شہر بنارس مرسلہ جناب محمد یوسف ولد حاجی احمداللہ صاحب ۴ رجمادی الثانی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، فضلاء راسخین مفتیان مسائل مندرجہ ذیل میں ازروئے شریعت اولاً یہ کہ زید اپنی نسبت اعلیٰ حضرت مدظلہ العالی اور شاہ کے القاب سے تحریراً وتقریراً مقبول ومنسوب کرنا کراتا ہے، اور چند نفر کو مرید بھی کرلیا ہے حالانکہ زید کو آج تک کسی اہل طریقت سے نہ ارادت ہے نہ تعلیم وخلافت ہے اور پوچھنے سے کہتا ہے کہ بکر نے قسم کھا کر کہا تھا کہ فلاں بزرگ نے تمہیں خلافت بخش کر وفات کیا۔ لہٰذا تم سر منڈا کر خرقہ پہنلو میں نے تسلیم کیا اور بکر مذکور ایک دم خاموش ہے، اور غیر معتبر بھی ہے؟

مسئلہ (۲) ثانیاً یہ کہ زید اپنی نسبت مولانا مولوی قاری کے الفاظ سے تحریراً وتقریراً معروف ومنسوب کرتا کراتا ہے اور چند مقام پر تقریر بھی کرلیتا ہے، حالانکہ نہ کسی مدارس علماء سے دستار فضیلت ہے اور نہ سند قرأت بلکہ علم شریعت و تفسیر وحدیث سے کورہ ہے اور علم صرف ونحو سے ادھورہ ہے جس پر مستفتی کے

سوالات پر حکم بھی لگاتا ہے ؟

مسئلہ (۳) ثالثاً یہ کہ زید اپنی جماعت کو صرف حزب اللہ قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ قرآن شریف سے ثابت ہے جس کا میں ہوں قائد اعظم ۔ لہذا یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و شفیع اعظم محبوب صاحب، عرش اعظم کا اسم پاک صفاتی قائد الخیر قائد الغر المحجلین وغیرہا ہے اور حضور ہی قائد اعظم ہیں اور حضور کی جماعت ناسخ حزب اللہ ہے ؟

مسئلہ (۴) رابعاً یہ کہ زید اپنے مکان سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر صرف نماز جمعہ پڑھانے جاتا ہے اور شدید بارش و دھوپ میں نہیں جاتا تو کسی اور مساجد میں بھی نماز جمعہ ادا نہیں کرتا اور پوچھنے سے کہتا ہے کہ عالم کی نماز کسی غیر عالم کے پیچھے نہیں ہو سکتی لہذا برائے خدا و رسول سوالات اربعہ کا جواب بالصواب بالتفصیل بدلیل مرحمت فرمائیں ۔ کہ زید و سائل کو کیا کرنا چاہئے وغیرہ وغیرہ ؟

بینوا بالکتاب توجروا بالصواب ۔

الجواب (۱) زید اگر خود اپنے کو ان الفاظ سے یاد کرتا ہے یا لوگوں کو ان الفاظ کے کہنے کا حکم دیتا ہے تو بیشک خودستائی اور معیوب ہے اور اپنے کو چنیں چناں سمجھنا اور کہنا برا ہے ، اور اگر زید ایسا نہ کہتا ہو نہ کہلواتا ہو بلکہ دوسرے لوگ اوسے ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں تو زید پر الزام نہیں اور اگر زید ان الفاظ و خطابات کے لائق ہو تو کہنے والوں پر بھی کوئی الزام نہیں رہا مرید کرنا اس کیلئے بیعت و خلافت ضرور ہے اگر اس کے لئے اجازت نہو تو مرید نہیں کر سکتا اور جس نے اسکو خلافت کی خبر دی اگر اوسکی بات کو قابل اعتبار سمجھتا ہو تو اوس پر عمل کر سکتا ہے نصاب شہادت کی ایسے امور میں ضرورت نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) آج کل مولانا مولوی کیلئے نہ کسی درس کی ضرورت ہے نہ فراغ کی

جو وعظ کہہ لے مولوی ہو گیا بلکہ لیڈر بھی مولانا کہلاتے ہیں اور وکیل کو بھی مولوی کہا جاتا ہے، لہٰذا اس عرف عام کے ہوتے ہوئے اگر غیر فارغ التحصیل کو مولانا مولوی کہا جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ واقع میں عالم ہے اور سند تحریری یا دستار فضیلت یا کسی خاص مدرسے میں پڑھنا تو کسی زمانہ میں ضروری نہ تھا۔ پھر بھی اگر زید میں علم دین کی قابلیت نہو تو اُس کو اِن الفاظ سے بچنا چاہئے، یونہی اگر قرآن مجید کو تجوید کیساتھ پڑھتا ہو تو اسے

الجواب (۳) اگر کسی خاص جماعت مسلمین کا حزب اللہ نام رکھ لیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو اس جماعت سے خارج ہو وہ اس سے خارج ہے جیسے قرآن مجید میں حزب اللہ کہا گیا مثلاً کسی قوم کا نام مومن ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس قوم کے علاوہ دوسرے لوگ مومن نہیں اور جب حزب اللہ ایک خالص جماعت کا نام ہوا تو اس کے سب میں بڑے افسر کو قائد اعظم کہنے میں بھی کیا مضایقہ ہے، اور اس قائد اعظم کا ہرگز وہ مطلب نہیں جو سائل نے ذکر کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قیادت کسی خاص جماعت مسلمین کے ساتھ مخصوص نہیں، حضور تمام اولین و آخرین سب کے سردار ہیں اور سب حضور کے دست نگر، وہ قیادت عظمیٰ اگر زید کیلئے کوئی ثابت کرے تو قطعاً یقیناً بلا شک و شبہہ کافر ہے اور اگر زید صرف اپنی ہی جماعت مخصوصہ کو اس معنی میں حزب اللہ کہتا ہے جو قرآن مجید میں ہے تو یقیناً غلط ہے بلکہ کتاب اللہ پر افترا ہے اور اس کا وبال سخت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) یہ غلط ہے کہ عالم کی نماز غیر عالم کے پیچھے نہیں ہو سکتی، البتہ اعلم بالسنۃ کو امام بنانا بہتر ہے اور دھوپ نماز جمعہ چھوڑنے کیلئے عذر بھی نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از پورنیہ سید باڑہ مرسلہ جناب مولوی شمس العالم صاحب ۱۲ رجب سنہ ۵۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں۔

مقدس قبروں کے درمیان ایک عظیم الشان نیم کا درخت ہے جو اب خشک ہو رہا ہے

اس کی شاخوں پر سے چیل وغیرہ بیٹ کرتی رہتی ہیں۔ جس سے مزار پاک اور اسکی چادر نجس ہوجایا کرتی ہے درخت مذکور کٹوانا شرعاً مستحسن ہے یا نہیں؟

الجواب :۔ تر درخت کو قبرستان سے کاٹنا مکروہ ہے اور درخت خشک ہوجائے تو کاٹنے میں حرج نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ویکرہ قطع الحطب والحشیش من المقبرۃ فان کان یابسًا لا باس بہ کذا فی فتاویٰ قاضیخان ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از مقام ڈاکخانہ کھونٹی مدرسہ اسلامیہ ضلع رانچی بہار مرسلہ جناب مولوی منظور حسین صاحب قادری ۲ رشعبان ۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بڑے پیر صاحب کا بکرا یا خصی یا گائے یا کوئی ذبیحہ حلال جانور کا گوشت حلال ہے یا حرام؟ بینوا بالکتاب

الجواب :۔ بڑے پیر صاحب کا بکرا یا کسی بزرگ کے نام کا کوئی جانور، اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ اوسکو ذبح کرنیکے بعد حضور غوث پاک یا اوس بزرگ کو ایصال ثواب کیا جائے گا۔ ایسا کہیں بھی نہیں ہوتا کہ جانور کے ذبح کے وقت یعنی چھری پھیرنے کیوقت غوث پاک یا کسی بزرگ کا نام لیا جاتا ہو اور ذبیحہ کے حلال وحرام ہونے کا مدار اس پر ہے کہ جانور کو خالصاً للہ تعالیٰ ذبح کیا جائے تو حلال ہے، اور غیر خدا کے نام کے ساتھ ذبح کیا ہو تو حرام، قبل ذبح کسی جانور پر کسی کے نام لے دینے سے جانور ہرگز حرام نہیں ہوسکتا، بلکہ کتب فقہ میں یہاں تک مذکور ہے کہ وقت ذبح بھی اگر حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا نام ذکر کیا اور اس سے مقصود محض تبرک ہے، آپکے نام پر جانور ذبح کرنا مقصود نہیں تو حلال ہے، حرام نہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے

ولو قال بسم اللہ وصلی اللہ علی محمد او قال صلی اللہ علی محمد بدون الواو حل الذبح لکن یکرہ ذلک وفی البقائی حل الذبح ان وافق التسمیۃ والذبح قبل ان ارادبذکر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاشتراك فی التسمیۃ لا یحل وان اراد التبرك

بذکر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یحل الذبیح ویکرہ ذلک کذا فی المحیط ۔ بالجملہ ایسے جانور کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں، اور اسکو "وما اھل بہ لغیر اللہ" میں داخل کرنا نری جہالت ہے، تمام کتب معتبرہ تفاسیر میں مذکور ہے الاھلال رفع الصوت عند الذبح اگر مطلق کسی جانور یا کسی چیز پر غیر خدا کا نام لے دینا سبب حرمت ہو جایا کرے تو ہر شخص جس کی چیز کو چاہے اوسے حرام کر دیا کرے، اور زندگی دشوار ہو جائے فقیر اس موقع پر تفسیرات احمدیہ کی عبارت نقل کرتا ہے۔ جو بالکل صاف اور واضح ہے جس سے ثابت کہ یہ جانور بلاشبہہ حلال ہے اور ما اھل میں داخل نہیں وہ یہ ہے وما اھل بہ لغیر اللہ معناہٗ ذبح بہ لاسم غیر اللہ مثل لات وعزیٰ واسماء الانبیاء وغیر ذلک فان افرد باسم غیر اللہ اوذکر مع اسم اللہ عطفا بان یقول باسم اللہ ومحمد رسول اللہ بالجر حرم الذبیحۃ وان ذکر معہ موصولا لا معطوفا بان یقول باسم اللہ محمد رسول اللہ کرہ ولا یحرم وان ذکر مفصولا بان یقول قبل التسمیۃ وقبل ان یضجع الذبیحۃ اوبعدہ لاباس بہ ھکذا فی الھدایۃ ومن ھٰھنا علم ان البقرۃ المنذورۃ للاولیاء کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ علیھا وقت الذبح وان کانوا ینذرونہالہ، اس صاف وصریح نص کے بعد مسئلہ میں کلام کرنے کی ہرگز گنجائش نہیں ۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

"وما اھل بہ لغیر اللہ" کا معنی یہ ہے کہ جانور کو غیر اللہ مثلاً لات وعزّیٰ اور انبیاء وغیرہ کے نام پر ذبح کیا گیا۔ لہٰذا اگر صرف غیر اللہ کا نام لیا گیا۔ یا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ غیر کا نام بطور عطف ذکر کیا۔ اور یوں کہا "باسمِ اللہِ ومحمدٍ رسولِ اللہِ" لفظ محمد کو جر کے ساتھ کہا تو ذبیحہ حرام ہوجائیگا اور اگر اللہ عزوجل کے نام کے ساتھ بغیر عطف کے غیر کا نام متصلاً ذکر کیا اور یوں کہا "باسم اللہ محمدٌ رسولُ اللہِ" تو ذبیحہ مکروہ ہوگا۔ حرام نہ ہوگا، اور اگر غیر اللہ کا نام تسمیہ سے پہلے اور ذبیحہ کو لٹانے

مسئلہ (۱) از ضلع اعظم گڑھ مرسلہ جناب حکیم صاحب
علمائے دین کیا فرماتے ہیں ڈاڑھی کس مقدار پر رکھنا چاہیئے، اگر مقدار سے زیادہ رکھا جائے تو کیا وہ حرام ہے یا مکروہ یا مباح؟

مسئلہ (۲) مونچھ رکھنے کا طریقہ کیا ہے؟ اگر ترشوانا اور کاٹنا روا ہو تو کس قاعدہ سے ترشوانا یا کاٹنا چاہیئے؟

مسئلہ (۳) اگر کوئی شخص مقدار سے کم ڈاڑھی رکھتا ہو تو ان کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے اور وہ قابل امامت ہے یا نہیں؟

الجواب (۱) داڑھی ایک مشت رکھنا ضروری ہے، ایک مشت سے کم کرنا درست نہیں اور ایک مشت سے اگر کچھ زیادہ ہو کہ سینہ تک پہنچ جائے جب بھی حرج نہیں۔ مگر اس کا طوال فاحش مکروہ ہے، نووی شرح صحیح مسلم میں ہے۔
قال القاضی رحمہ اللہ تعالیٰ یکرہ حلقھا وقصھا وتحریفھا واما الاخذ من طولھا وعرضھا فحسن ویکرہ الشھرۃ فی تعظیمھا کما تکرہ فی قصھا وجزھا۔ فتاوی بزازیہ میں ہے وینبغی للرجل ان یاخذ من لحیتہ اذا طالت ومن اطراف لحیتہ ایضاً، غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ درر میں ہے، واعضاء اللحیۃ قال محمد عن ابی حنیفۃ رحمھما اللہ تعالیٰ ترکھا حتی تکث وتقصر والتقصیر منھا سنۃ فیما زاد علی القبضۃ۔ لانھا زینۃ وکثرتھا من کمال الزینۃ وطولھا الفاحش خلاف الزینۃ۔ فتاویٰ علمگیری میں ہے

حاشیہ بقیہ ص ۱۹۳ کا:۔ سے پہلے یا لٹانے کے بعد فصل کر کے ذکر کیا۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح ہدایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہیں سے یہ حکم بھی معلوم ہو گیا کہ ہمارے زمانے میں جو اولیائے کرام کیلئے گائے، بکری کی نذر ماننے کا رواج ہے، اسکا گوشت حلال اور طیب ہے کیونکہ ایسے ذبیحے پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا۔ اگرچہ نذر غیر اللہ کیلئے مانی جاتی ہے،، مترجماً تفسیرات احمدیہ ص ۴۱) آل مصطفےٰ مصباحی

ولاباس اذا طالت لحیتہ ان یأخذ من اطرافھا ولاباس ان یقبض علی لحیتہ فان زاد علی قبضۃ منھا شی جزہ والقص سنۃ فیھا وھوان یقبض الرجل لحیتہ فان زاد منھا علی قبضۃ قطعہ کذا۔ ذکر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتاب الاثار عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ قال وبہ ناخذ کذا فی محیط السرخسی، درمختار میں ہے لاباس باخذ اطراف اللحیۃ والسنۃ فیھا القبضۃ ردالمحتار میں ہے (قولہ والسنۃ فیھا القبضۃ) وھوان یقبض الرجل لحیتہ فما زاد منھا علی قبضۃ قطعہ کذا وکرہ محمد فی کتاب الاثار عن الامام قال وبہ ناخذ محیط الخ روی الطبرانی عن ابی عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما رفعہ من سعادۃ المرء خفۃ لحیتہ واشتہران طول اللحیۃ دلیل علی خفۃ العقل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) حدیث میں ارشاد فرمایا۔ احفوا الشوارب، مونچھوں کو کم کرو اس میں اختلاف ہے کہ مونڈنا سنت ہے یا نہیں بعض نے اسکو سنت کہا اور بعض نے بدعت، درمختار میں ہے۔ حلق الشارب بدعۃ وقیل سنۃ۔ مونچھ کترنے کی حدیہ ہے کہ بالائی لب کے بالائی کنارے تک ہو۔ ردالمحتار میں ہے والقص منہ حتی یوازی الطرف الاعلی من اشفۃ العلیا سنۃ بالاجماع، فتاوی بزازیہ میں ہے ویاخذ من شاربہ حتی یصیر کالحاجب۔ فتاوی عالمگیری میں ہے ذکر الطحاوی فی شرح الاثار ان قص الشارب حسن وتقصیرہ ان یوخذ حتی ینقص من الاطار ھوالطرف الاعلی من الشفۃ العلیا۔ شرنبلالیہ حاشیہ درر میں ہے والسنۃ حلق الشارب وقصہ حسن وھوان یاخذ منہ حتی ینقص عن الاطار وھوالطرف الاعلی من الشفۃ العلیا اھ وقال قاضیخان حتی یوازی الطرف من اشفۃ العلیا ویصیر مثل الحاجب، مجمع الانھر میں ہے والسنۃ حلق العانۃ والشارب وقصہ ای الشارب حسن۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) جبکہ ایک مشت سے کم کرانے کا عادی ہو تو اوسکی امامت مکروہ تحریمی ہے، کہ اوسکا یہ فعل ناجائز ہے درمختار میں ہے، یحرم علی الرجل قطع لحیتہ۔ اور عادت کے بعد فسق ہے اور اسکی امامت مکروہ تحریمی ردالمحتار میں غنیہ سے ہے فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعًا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ ازمقام موضع کونال ڈاکخانہ کانکی اسٹیشن ضلع پورنیہ مرسلہ جناب بہادر حسین تحصیلدار صاحب بتوسل محمد ایوب شاہدی رشیدی متعلم مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف ۲۸ محرم ۱۳۵۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بکری کا بچہ کتے کا دودھ پیا یا کسی دوسرے شخص نے پلایا تو اس صورت مذکورہ میں ازروئے شرع شریف کیا حکم؟ گوشت حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ بکری کے بچہ نے اس کا دودھ خود پیا۔ یا کسی نے پلادیا دونوں صورتوں میں اگر یہ اتفاقًا ہوا ہے تو اس کے گوشت میں حرج نہیں۔ اور اگر اسکی پرورش ہی کتا کے دودھ سے ہوئی ہے تو چند روز دودھ چھوڑنے کے بعد وقفہ کریں اس کے بعد ذبح کریں۔ جب تو گوشت کھاسکتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ الجدی اذا کان یربی بلبن الاتان والخنزیر ان اعتلفت ایاما فلا باس لانہ بمنزلۃ الجلالۃ والجلالۃ اذا حبست ایاما فعلفت لا باس بہ فکذا ھذا کذا فی الفتاوی الکبریٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ:۔ ازچوبیس پرگنہ گوری پور مولوی عبدالعظیم صاحب ۱۰ ربیع الثانی ۱۹۵۱ء

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے ملت وفقہائے شریعت کہ زید وعمرو برادران حقیقی مع اپنی اولاد کے اکھٹے اور یکجا ہیں۔ خورد ونوش اور آمدنی سب یکجا اور جملہ امور خانہ داری میں سب متفق اور شریک ہیں۔ زید کے دو لڑکے بکر وخالد

عمرو کے ایک لڑکا قاسم، بکر و خالد و قاسم تینوں کی بیبیاں ہیں اور کسی کی بی بی کا
ان پانچوں میں کسی سے پردہ نہیں۔ ان پانچوں سے ہر ایک بلا تکلف اور بلا روک
ٹوک زمانہ مکان میں آتا جاتا ہے۔ اور ہر ایک عورت سے ضرورت کی بات چیت
کرتا ہے۔ بلکہ بکر و خالد کی عورتیں تو سرے پردہ ہی میں نہیں رہتیں۔ گھر سے باہر
کے کام کاج بھی کرتی رہتی ہیں۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بکر و خالد کی عورتیں
باہر کسی کام کو گئی ہوئی ہیں۔ اور زنانہ مکان میں تنہا قاسم کی بی بی ہوتی ہے، اور
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ زنانہ میں تنہا قاسم کی بی بی ہے اور مردانہ میں بھی تنہا
ایک ہی مرد ہے۔ قاسم ہمیشہ پردیس میں رہتا ہے۔ سال بھر میں صرف دو ڈھائی
ماہ مکان پر رہنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ قاسم ہمیشہ سے یہ چاہتا ہے کہ اپنی بیوی
کو باقاعدہ شرعی پردہ کے ساتھ رکھے۔ مگر چونکہ مکان پر ایسا کرنے سے مجبور ہے
جس کی وجہ خود ابھی ظاہر ہو جائے گی۔ اس لئے اس نے کئی دفعہ کوشش کی
کہ اپنی بی بی کو مکان سے پردیس لیجا کر اپنے ساتھ رکھے۔ کہ دونوں کی زندگی بھی
آرام کے ساتھ بسر ہو اور شرعی پردہ بھی کرے۔ لیکن قاسم کے والد عمرو نے نیز چچا
زید نے ہمیشہ انکار کیا۔ ناراضی ظاہر کی۔ اور قاسم کو اسکے ارادے سے روک دیا،
قاسم حقوق والدین کا لحاظ کرتے ہوئے (کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ماں باپ اہل و عیال سے جدا ہونے کو کہیں تو اس میں بھی
ان کی اطاعت کرو) اپنے ارادے کو رد کرتا رہا آخری کوشش قاسم نے یہ کی کہ اپنے
والد سے کئی دفعہ کہا کہ مکان سے میرے پاس آجایئے۔ یہیں سکونت کیجئے کہ
دونوں باپ بیٹے ایک ساتھ ایک دوسرے کے رنج و غم میں شریک رہیں، اور اسکے
نفع و فائدہ کو بھی دکھلا دیا مگر پھر بھی عمرو نے انکار کیا اور عمرو کی منشاء ایسی ظاہر
ہوئی کہ وہ اپنے بھائی بھتیجوں کو چھوڑنا کسی طرح گوارہ نہیں کر سکتا۔ اگرچہ خود اپنی

اولاد سوائے دو ڈھائی ماہ فی سال کے ہمیشہ جدا رہے۔ اولاد کا جدا رہنا گوارہ ہے
مگر اولاد کے ساتھ اس طرح رہنا کہ بھائی بھتیجوں کا ساتھ چھوٹے۔ عمرو کو کسی طرح
گوارہ نہیں۔ حالانکہ اگر قاسم کی مرضی کے موافق عمرو قاسم کے ساتھ جہاں قاسم
ملازمت کرتا ہے رہے تو قاسم و عمرو دونوں کو بہ نسبت مکان رہنے کے زیادہ
آرام و آسائش سے یا عمرو مکان پر ہی زید اور پسران زید سے جدا ہو کر رہے
تو بھی عمرو کو مزید آسائش ہو گی اور قاسم کی منشا بھی حاصل ہو جائیگی کہ اپنی بی بی
کو شرعی پردہ کے ساتھ رکھ سکتا ہے لیکن عمرو کو ان میں سے کوئی صورت منظور نہیں
ہر ایک سے انکار ہے، قاسم نے اب تک تو عمرو کا لحاظ ابوت کے سبب کیا لیکن
اب اسکی شرم و غیرت باپ کی نافرمانی پر آمادہ کر چکی ہے اور مصمم ارادہ کر چکا ہے
کہ اگر چہ باپ ناراض ہی سہی مگر اپنی بی بی کو مکان پر نہ رہنے دے چاہے اپنے
ساتھ رکھے چاہے اسکے میکے پہنچا دے کہ اسکے میکہ شرعی پردہ کا معقول انتظام
کر سکتا ہے اب سوال یہ ہے کہ باپ کی مرضی کے خلاف قاسم کو ایسا کرنے کی شرعاً
رخصت ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ شرع مطہر نے ہر ایک کے حقوق مقرر کر دیئے ہیں۔ جنکا پورا کرنا
لازم ہے اور خود شرع کے بھی حقوق ہیں جو سب پر مقدم ہیں، یہ صحیح ہے کہ
ماں باپ اگر مفارقت ازواج کا حکم دیں تو انکی اطاعت کیجائے مگر یہ کہ مفارقت
نہ کرے اور اسی طرح پر رکھے جسکو شرع مطہر نے ناجائز قرار دیا ہے اسمیں اطاعت
نہیں کہ یہ حق شرع ہے اور کسی کی اطاعت میں احکام شرع کی نافرمانی نہیں
کی جا سکتی کہ معصیت میں کسی کی طاعت نہیں ہے۔ حدیث میں ہے لا طاعۃ
للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ جو پردہ شرع نے واجب کیا ہے وہ کرنا ہی پڑیگا
باپ یا کسی کو حق نہیں کہ اس سے منع کرے۔ قاسم اپنی بی بی کو پردہ میں رکھے

اور باپ اسکے خلاف کا حکم دے تو وہ واجب العمل نہیں بلکہ یہ اپنے باپ کو سمجھائے اور اوسکو حکم شرع سے مطلع کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنا روپیہ بنک میں جمع کرتا ہے اور جو کچھ کہ سود ملتا ہے اسکا لینا از روئے شرع جائز سمجھتا ہے۔ اور دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ دارالحرب ہے بکر کہتا ہے کہ زید کا دارالحرب کہنا صحیح نہیں یہ دارالحرب نہ دارالاسلام بلکہ دارالامن ہے، اور قرآن مجید میں جہاں سود خوروں کی مذمت آئی ہے وہاں دارالحرب کا ذکر نہیں ہے۔

مسئلہ (۲) زید کہتا ہے کہ سود لینا اور دینا دونوں برابر ہے اسوجہ سے کہ مشکوۃ میں ہے کہ سود کا لینے والا دینے والا لکھنے والا گواہی دینے والا سب برابر ہیں۔ بکر کہتا ہے کہ حدیث بعض ضعیف بھی ہوتی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس حدیث میں شک ہو اسے قرآن کی آیت سے ملاؤ اگر آیت کے مطابق ہو تو اسے مان لو دیگر یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا کلام خدا کے کلام کو منسوخ نہیں کرسکتا ہے مگر خدا کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرسکتا ہے۔ لہذا حدیث شریف کو پہلے میں ماننے کیلئے تیار ہوں مگر اسی صورت میں جبکہ آیت کیساتھ حدیث کا مفہوم چسپاں کردیا جائے اس وجہ سے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں ممانعت اور مذمت آئی ہے سود خوروں کیلئے آئی ہے سود دینے والوں کیلئے نہیں آئی ہے۔ بلکہ قرآن مجید میں قرض حسنہ کی تعریف آئی ہے اس تعریف سے معلوم ہوا کہ اگر بغیر قرض کے کسی کا کام چل جاتا ہے تو قرض حسنہ کی تعریف اللہ تعالیٰ نہ فرماتا اب جس صورت میں کہ قرض حسنہ نہیں ملتا ہے اور ضرورت سخت ہے بلا سودی روپیہ لئے

ہوئے کام کیونکر چل سکتا ہے اسی وجہ سے اکیسویں پارہ میں اللہ تعالیٰ نے
فیصلہ کر دیا کہ جو کچھ تم دربارے مال کے لوگوں کو سود دیتے ہو خدا کے پاس
اس کا ثواب کچھ نہیں ہے اور جو کچھ تم زکوٰۃ دیتے ہو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے
بس اللہ تمہارے لئے دوچند کریگا اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ سود لینا دینا
ہرگز برابر نہیں، اس وجہ سے کہ اگر برابر ہوتا تو جیسے سود خواروں کیلئے ممانعت
و مذمت آئی ہے ایسے ہی سود دینے والوں کیلئے بھی آئی۔ مگر اسکا برعکس ہے
سود خواروں کیلئے ثابت ہے کہ سود کھانے والا اپنی قبر سے نہ اٹھے گا مگر ایسا کہ
جیسے کسی کو شیطان لپٹتا ہے، لہذا ازروے شرع شریف صاف صاف بیان
کیا جاوے؟

مسئلہ (۳) زید کہتا ہے کہ فوٹونگراف جو کہ آجکل فی زمانہ مشہور باجہ ہے جس
میں گانا وغیرہ سب موجود ہے بلاکراہت اس کا سننا جائز اس وجہ سے کہ
گانے والی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ بکر کہتا ہے کہ بلاشبہ ناجائز وحرام ہے،
اس وجہ سے کہ اگر کوئی کوٹھری کے اندر کسی گانے بجانے والی کو بٹھال کر
دروازہ بند کر دیا جائے اور باہر بیٹھ کر لطف حاصل کیا جائے اور سنے تو کیا
اس کو کوئی ذی عقل جائز و حلال بتلا سکتا ہے ازروئے شرع شریف گانا سننے
والوں کیلئے معہ مزامیر کے وعیدیں شرع میں وارد ہوئی ہیں کیا اسکے سننے والوں
پر وہ عائد نہ ہونگے تو ازروئے شرع کے کافی دلیل بیان کیا جاوئے؟

الجواب (۱) صحیح یہ ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے اور یہی علامہ شامی
کی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے، دار کی دو قسمیں ہیں۔ دارالاسلام، دارالحرب
اگر مسلمان دارالحرب میں امان لیکر جائے تو وہی دارالحرب اس مسلم کے لئے
دارالامن ہے، یوں ہی اگر حربی کافر امان لیکر دارالاسلام میں آیا تو اسکے لئے یہی

دارالامان ہے لہذا دارالامان جس کو کہا جاتا ہے وہ یا دارالاسلام ہے یا دارالحرب ان دو کے علاوہ کوئی تیسری قسم نہیں ہے۔ سود مطلقا حرام ہے۔ ہاں اگر کافر حربی کا مال بغیر غدر ہاتھ آئے تو وہ ایک مال مباح ہے اس کا لینا جائز ہے اور وہ سود کی حد میں داخل نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) حدیث کبھی ضعیف ہوتی ہے۔ مگر یہ حدیث صحیح ہے ضعیف نہیں اگر حدیث کا مفہوم قرآن کے معارض ہو تو حدیث کو ترک کریں گے اور قرآن ہی پر عمل کریں گے۔ مگر یہ حدیث قرآن کے معارض نہیں کہ اس میں وہ قاعدہ جاری کیا جائے بلکہ اس میں ایک امر زائد کو ثابت کیا گیا ہے اگر ایسی حدیثیں رد کردی جائیں تو اکثر احادیث مردود ہو جائیں گی بلکہ حدیث سے کوئی مسئلہ ثابت ہی نہ ہوگا کہ اگر قرآن سے ثابت ہے تو حدیث کی ضرورت نہیں اور قرآن سے ثابت نہ ہو تو حدیث کو مخالف قرآن قرار دیکر رد کر دیا جائے چلئے قصہ ہی ختم ہوگیا۔ معارض و مخالف ہونیکے یہ معنی ہیں کہ جس چیز کا قرآن مجید اثبات کرتا ہے حدیث اسکی نفی کرے یا بالعکس۔ اور سود دینا ہرگز اسکے معارض نہیں۔ نہ قرآن اسکو جائز بتاتا ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ اس سے ساکت کہا جاتا ہے اگر سود دینے والے سود نہ دیں تو سود لینے والے کو سود خوری کا کب موقع ملے گا یعنی وہ اس حرام خوری میں اسکا محتاج ہے اور یہ اسکا معین و مددگار۔ لہذا یہ گناہ دونوں کے اتفاق سے پیدا ہوتا ہے اور دونوں اس میں شریک ہیں جس طرح زنا کہ زانی اور زانیہ دونوں کے مجموعہ سے ہے اور دونوں مستحق ملامت و ندامت۔ اور جب کوئی گناہ دو شخص کی شرکت سے ہو تو دونوں گنہ گار ہونگے۔ اور اس مضمون کو قرآن مجید نے ایک قاعدہ کلیہ کیصورت میں اس طرح بیان فرمادیا۔ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ سود دینا اور اس کا کاغذ لکھنا یا اس کی گواہی کرنا

سب میں اعانت علی الاثم ہے اور سب گنہ گار ہیں، البتہ اگر دوسرا شرعًا مجبور ہو تو تو
اس مجبوری کیوجہ سے معذور ہے اور اس پر مواخذہ نہیں۔ جس طرح زنا بالجبر میں
جب وہ مجبور ہے معذور ہے۔ لہٰذا اگر مجبورًا سود دیا ہے تو یہ اوس حکم سے مستثنٰی
ہے مگر یہ کوئی مجبوری نہیں کہ لڑکا یا لڑکی کی شادی کرنی ہے اور سودی قرض لیا کہ
نکاح کیلئے اس کی کوئی ضرورت نہیں تجارت بڑھانے کیلئے کہ سودی قرض لیا کہ
یہ صورت بھی مجبوری کی نہیں۔ اور قرض حسن کی تعریف کا یہ مطلب نہیں کہ سود
دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ قرض کی دو صورتیں ہیں کہ ایک یہ کہ سود پر قرض دے
دوسری یہ کہ بغیر سود، ان میں ایک مذموم ہے اسکی مذمت کی گئی، دوسری محمود
اس کی تعریف کی گئی، سود دینے سے اسکا کوئی تعلق نہیں، حدیث میں جو آیا ہے
کہ برابر ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمام باتوں میں دونوں کا ایک حکم ہے کسی بات
میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ دونوں گناہ و حرام کے مرتکب ہیں
امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں۔ معناہ فقد فعل الربا المحرم فدافع
الزیادۃ واخذھا عاصیان متربیان، دوسری جگہ اسی شرح میں فرماتے ہیں
ھذا تصریح بتحریم کتابۃ المبایعۃ بین المترابین والشھادۃ علیھا وفیہ تحریم
الاعانۃ علی الباطل۔ اور اگر دونوں عذاب میں بالکل برابر ہوں تو بھی کچھ قباحت
نہیں، سود خوار کی مذمت قرآن نے بیان کی کہ یہی ان دونوں میں اہم ہے اور
حدیث نے اوسکی توضیح کی کہ سود دینے والا بھی اوسی کے حکم میں ہے اب دونوں
میں یہ فرق رہ جائے گا کہ وہ قطعی ہے اور یہ ظنی نہ یہ کہ یہ بالکل بری ہے، اور اس
پر مواخذہ ہی نہیں۔ اکیسویں پارہ کی آیت سے جو استدلال کیا ہے وہ بالکل
بے محل ہے اس کا مضمون تو یہ ہے کہ جو کچھ تم نے سود دیا ہے اس لئے کہ لوگوں
کے اموال میں زیادتی ہو جائے تو اللہ کے نزدیک زیادہ نہیں ہوگا۔ اور جو کچھ تم نے

زکوٰۃ دی ہے جس سے مقصود خدا کی رضا ہے۔ تو یہ لوگ مضاعفت کرنیوالے ہیں اسی آیت میں دو قسم کا دینا بغیر معاوضہ ذکر کیا گیا ہے، ایک سود دوسرا صدقہ پہلے کو بیکار بتایا گیا، کہ یہ بڑھے گا نہیں اور دوسرے کیلئے بڑھنا ثابت کیا گیا، یعنی پہلی قسم وہ ہے کہ اس سے تمہارا مقصد پورا نہ ہوگا۔ لہذا اس قسم کو کنایۃ حرام فرمادیا گیا۔ کہ جس غرض سے مال دیئے وہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک حاصل نہیں ہے، لہٰذا اس سے مسلمان کو بچنا چاہیئے کہ ایسا کام نہ کرنا چاہیئے جس سے مقصد پورا نہ ہو اس آیتہ کے تحت میں تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے وبالجملۃ فالمراد بالاٰیۃ ان الربا وان کان یزید فی المال ظاھرا وکذا الزکاۃ وان کان ینقص ظاھرا لکن فی الحقیقۃ عکس ذلك مثل قولہ تعالیٰ یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات یعنی اس آیت کا مقصود سود دینے کی حرمت بیان کرنی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) گراموفون کے ریکارڈ اوس آواز کے محافظ ہوتے ہیں جو اونمیں بھردی گئی ہے، لہٰذا جو حکم اوس آواز کا تھا وہ اب بھی باقی ہے اگر وہ آواز ایسی تھی جس کا سننا جائز تھا تو اب بھی جائز ہے اور ناجائز تھا تو اب بھی ناجائز ہے صورت کے دیکھنے یا نہ دیکھنے کو اس میں کچھ دخل نہیں اس مسئلہ کی پوری تحقیق منظور ہو تو اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کا رسالہ الکشف الشافیا مطالعہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے سوالات میں۔

یانبی سلام علیک، یارسول سلام علیک، یانبی سلام علیکم، یارسول سلام علیکم ہر دو شعروں میں سے ازروئے عربی قواعد کونسا پڑھنا فضیلت رکھتا ہے، اگر دونوں صحیح تو اس کی وجہ تسمیہ، علیک کیا معنی رکھتا ہے اور علیکم کیا معنی، ك راجع کس طرف۔ اور کُمْ راجع کس طرف؟ کیا ہر دو شعر کو میلاد شریف کے موقعوں پر دونوں پڑھ سکتے ہیں

ﮓ اور کم کا کیا فرق ہے۔ اگر جمع اور واحد کا جھگڑا یا حاضر و غائب کا جھگڑا تو صاف طور سے جواب مرحمت فرمادیں نیز اعراب بھی دیں ؟

مسئلہ (۲) اکثر میلاد شریف میں پیدائش کیوقت سلام وصلاۃ باادب کھڑے ہوکر پڑھتے ہیں اور لوگوں کا یقین ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرماتے ہیں بایں وجہ قیام کرتے ہیں حدیث اور قرآن شریف کے رو سے تسلی بخش جواب فرماویں؟

مسئلہ (۳) زید کسی بلا میں مبتلا تھا۔ اور اس نے غوث الاعظم پیران پیر دستگیر سے مدد کرنے کیلئے توسل لیا بعد کام ہونے کے اس نے ان کے نام پر فقیروں کو کھانا کھلایا یا بکرا ذبح کیا آیا ایسا کرنا از روئے شرع جائز ہے ؟

مسئلہ (۴) بکر وقت تلاوت حقہ پیتا ہے اور اسکی نے کلام پاک پڑھتی اور ننگے سر تلاوت کرتا ہے، اس کیلئے کیا حکم ہے ؟

الجواب (۱) علیک، اور علیکم، دونوں حاضر کے صیغے ہیں پہلا واحد اور دوسرا جمع۔ اس سلام کے لکھنے والے نے علیک لکھا ہے اور اگر علیکم کہا جائے جب بھی کوئی حرج نہیں۔ اس صورت میں بھی اسکے مخاطب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہونگے، اور ضمیر جمع تعظیم کیلئے ہوگی۔ اور عربی میں بھی کبھی جمع کا صیغہ تعظیم کیلئے ہوتا ہے جیسے رب ارجعون، اس لحاظ سے کہ مخاطب ایک ہیں، واحد کو ترجیح ہے اور تعظیم کا قصد ہو تو صیغۂ جمع کو ترجیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) یہ بات کہ وقت بیان ولادت حضور ضرور تشریف لاتے ہیں۔ ثابت نہیں۔ مگر یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ نہیں تشریف لاتے اگر وہ کسی اپنے غلام پر کرم فرمائیں اور تشریف لائیں تو کچھ بعید نہیں۔ بعض ارباب کشف نے ایسے مواقع پر زیارت کی ہے، اس قیام کی بنا اس پر نہیں ہے کہ حضور تشریف لاتے ہیں بلکہ چونکہ یہ ایک واقعہ کا بیان ہے اور اس موقع پر سامع و قاری کو یہ

ﮯ نرکل

لحاظ کرنا چاہیئے کہ گویا ہم وہاں موجود ہیں اور اسوقت ہم جو آداب بجالاتے اب ہم اس واقعہ کے ذکر پر وہی ادب بجالاتے ہیں۔ علامہ برزنجی فرماتے ہیں۔ وقد استحسن القیام عند ذکر ولادته ائمة ذو روایة و رویة فطوبی لمن کان تعظیمه غایة مرامه ومرماہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) بوقت تلاوت حقہ پینا بہت برا ہے اور اسکی نے کا قرآن مجید پر رکھنا اور زیادہ برا۔ ننگے سر تلاوت میں حرج نہیں جبکہ قلت ادب سے نہ ہو اور اگر خشوع و تذلل مقصود ہے تو بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از پورنیہ ڈاکخانہ دلکولہ موضع منشی ٹولہ تارا باری مرسلہ غلام عبدالقادر کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل مذکورہ ذیل میں کہ محرم میں بجائے فاتحہ وغیرہ کے یا حسین کہنا اور حسین کے آواز کیساتھ کودنا بھاندھنا کیسا ہے اور ایسا کرنیوالے کیلئے کیا حکم ہے؟

مسئلہ (۲) ایسی جگہ جانا جہاں علاوہ تعزیہ کے دلدل اور براق کی تصویریں بنائی جاتی ہیں یا ایسے جلوس میں جہاں ان تصویروں کے علاوہ مختلف انواع کے باجے ہوں جانا کیسا ہے؟ ایسا کرنیوالے کیلئے توبہ اور تجدید نکاح ضروری ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۳) تبرّائی رافضی کی مجلس میں شریک ہونا کیسا ہے؟

الجواب (۱) یا حسین کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ بزرگان دین اپنے پکارنے والے کی آواز سنتے ہیں اور ان کی مدد فرماتے ہیں۔ مگر اوچھلنا کودنا ایک قسم کا لہو ہے اگر یہ اس غرض سے ہو کہ بدن میں طاقت اور پھرتی آئے اور بوقت مقابلہ دشمنان اسلام کام دے تو اس میں حرج نہیں۔ بلکہ جائز اور مستحسن ہے اور ان کی دلیل حراب حبشہ ہے جو بخاری شریف وغیرہ میں مروی ہے۔ وکانت

الحبشة یلعبون بحرابھم۔ مگر اس موقع پر یہ اوچھلنا کودنا مناسب نہیں کہ واقعات کربلا کی یاد بالکل اس کے منافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) تعزیہ داری بدعت سئیہ ہے اور دُلدل اور بُراق کی تصویریں بنانا حرام، حدیث میں ہے لا تدخل الملائکۃ بیتاً فیہ کلب ولا صورۃ۔ اور تصویر بنانا حرام اور اس کو بروجہ اعزاز رکھنا حرام، حدیث میں فرمایا۔ اشد الناس عذابا یوم القیمۃ من قتل نبیا او قتلہ نبی والمصورون۔ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس کو ہوگا جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا جس کو کسی نبی نے قتل کیا اور تصویر بنانے والوں کو، ان خرافات میں شریک ہونا ناجائز و حرام ہے کہ معصیت کے جلوس کو فروغ دینا اور اسکی شان و شوکت بڑھانا ہے مگر اسکی وجہ سے نکاح نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہ کفر نہیں ہے البتہ گناہ ہے جس سے توبہ ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) ایسی مجلس میں شریک ہونا جبکہ بغرض رد و انکار نہ ہو حرام و سخت حرام ہے کہ اس میں تبرّا اور تبرائیوں کے جلسہ کو رونق دینا ہے، اور معاذ اللہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی شان پاک میں گستاخیاں سن کر ساکت رہنا سخت ہولناک چیز ہے، حدیث میں ہے۔ الساکت عن الحق شیطان اخرس، حق سے سکوت کرنے والا گونگا شیطان ہے، حدیث میں فرمایا جب صحابہ کی شان میں کوئی بیجا بات سنو، فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم تو کہدو تمہارے اس فعل بد پر خدا کی لعنت اور جب رد و انکار کی جرأت نہ ہو تو وہاں ہرگز نہ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از بابو پور بھولپور ضلع الہ آباد مرسلہ سید ریاض احمد صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زمانہ محرم میں دُلدل وتابوت وچوکی وعلم وتعزیہ نکالا جاتا ہے از روئے مذہب اہلسنت وجماعت حنفی المذہب پر تعزیہ وتابوت ودُلدل وچوکی وعلم کی تعظیم کرنا اور تعظیماً کھڑا ہو جانا جائز ہے یا نہیں؟ واگر فریق مخالف جبراً کسی حنفی المذہب شخص کو اس کی تعظیم کرنے پر مجبور کریں تو ایسی حالت میں عام مسلمان پیرو مذہب حنفی پر کیا فرض ہے کہ اس مجبور شخص کی مدد کریں یا نہیں؟

مسئلہ (۲) اہل تشیع اذان میں اشھدان علیا ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلا فصل) پکارتے ہیں یہ الفاظ تبرا ہیں یا نہیں؟

الجواب (۱) یہ سب چیزیں بدعت قبیحہ ہیں ان میں شرکت ناجائز ہے۔ ان چیزوں کی تعظیم ناجائز ہے اور تعظیم کرنے پر کسی مسلمان کو مجبور کیا جائے تو ضرور اس کی مدد کی جائے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) بیشک اس میں تبرا ہے اور اسکی بنار روافض کے اس عقیدۂ باطلہ پر ہے کہ معاذ اللہ حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت کو خلافت غاصبہ کہتے ہیں کیونکہ جب حضرت مولیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلافصل ہوئی اور وہ خلافت کے حق میں وصی قرار دیئے گئے تو ان سے پہلے کی خلافتیں باطل وناجائز ہوئیں اور وہ حضرات غاصب ٹھہرے، معاذ اللہ اون حضرات متبعان حق کو غاصب قرار دینا تبرا نہیں تو اور کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از ریوار پیٹھ پونہ محمد خان اینڈ کمپنی ۹۶۷

شہر پونہ واطراف وجوانب میں خاص کر ماہ ربیع الثانی میں نیاز حضرت غوث پاک سیدنا عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہوا کرتی ہے۔ جس میں نیاز کنندگان سال بھر اپنے بیوپار میں سے کچھ رقم روزانہ جمع کرتے ہیں۔ اور سال آخر میں تقریباً تین چار سو روپے نیاز کے نام سے پر لطف دعوت طعام منعقد

کی جاتی ہے، جس میں فقراء و مساکین تو گنتی کے مدعو کئے جاتے ہیں، مگر ہم جیسے غیر مستحقین اسے کھاپی کر برابر کر دیتے ہیں۔ چند لوگوں نے ایک انجمن بنام انجمن فدائیان اسلام عرصہ پانچ سال سے قائم کی ہے اس کی ماتحت غریب مسلم طلبا کیلئے ایک فری بورڈنگ ہاؤس جاری ہے جس میں تقریباً ۲۰ طلباء کے مفت کھانے اور رہنے کا انتظام کیا ہے۔ طلباء کیلئے دینی یا دنیوی تعلیم حاصل کرنے کی عام اجازت ہے۔ بورڈنگ کے طلباء کیلئے پنجگانہ نماز لازم رکھی گئی ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ مذکورہ نیاز کے روپیوں میں سے کچھ روپئے اگر غریب مسلم طلبا کے اخراجات پر صرف کئے جائیں تو جائز ہے یا نہیں؟ از راہ کرم حسب ذیل پتہ پر جواب عنایت فرماکر ممنون فرمائیں۔؟

الجواب:۔ نیاز کے روپیہ سے اگر علم دین کی تعلیم دلائی جائے اور تعلیم دین میں اس کو صرف کریں تو حرج نہیں کہ مقصود ایصال ثواب ہے وہ اس طرح بھی حاصل ہے مگر یہ روپیہ ایسی تعلیم میں ہرگز صرف نہ کیا جائے جس کا نتیجہ بددینی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ حافظ محی الدین عرف لعل محمد از منڈوا ضلع فتحپور میسوہ

حضرات علمائے کرام اہلسنت وجماعت امور ذیل میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

"طعام المیت یمیت القلب" حدیث شریف ہے یا بزرگ کا قول ہے؟

مسئلہ (۲) جس کھانے پر فاتحہ دیکر فقیر کو دیا جاتا ہے یہ طعام میت کہا جائیگا یا جو علاوہ فاتحہ کے کھانا برادری کو کھلایا جاتا ہے وہ بھی طعام میت کہا جائیگا؟

مسئلہ (۳) برادری کو کھانا کھانا یا کھلانا کس درجہ کا ناجائز ہے؟

مسئلہ (۴) سوم، دہم، چہلم، برسی سب کے کھانیکا ایک حکم ہے یا بعض کا

برادری کو کھانا کھلانا جائز ہے اور بعض کا ناجائز یعنی کچھ فرق ہے جواز عدم جواز میں؟

الجواب (۱) یہ حدیث نہیں ہے غالباً کسی بزرگ کا قول ہے اس کا محل یہ ہے کہ جو لوگ اس کے عادی ہوکر اس کے متمنی ہوتے ہیں کہ کوئی مرے تو کھانے کا موقع ہاتھ آئے اور بیشک یہ آرزو نہایت قبیح ہے[۱] واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) فاتحہ دیکر یا بغیر فاتحہ دیئے، بغرض ایصال ثواب میت جو کھانا دیا جائے خواہ فقیر کو دیا جائے یا اہل برادری کو دیا جائے دونوں طعام میت ہیں اور اغنیاء کو یہ کھانا کھلانا اور اونکا کھانا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) یہ کھانا فقیروں کا حق ہے اونھیں کو کھلانا چاہیئے اور برادری میں بھی جو فقراء ہوں اغنیاء نہ ہوں اونکو کھلانا درست ہے، برادری کو بغیر دعوت کے یہ کھانا دینا جیسا کہ بعض قوموں میں رواج ہے مکروہ و بدعت قبیحہ ہے جیسا کہ فتح القدیر میں مصرح ہے[۲] واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) ان سب کا ایک حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ سید حبیب احمد کلہاڑا شہر بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اہل محلہ سے چندہ مولود شریف و طعام مساکین کیلئے وصول کیا اب

---

[۱] اس مقولہ کے سلسلہ میں مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ سے استفتاء ہوا تو آپ نے یہ جواب دیا۔
"یہ تجربہ کی بات ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ جو طعام میت کے متمنی رہتے ہیں اون کا دل مرجاتا ہے، ذکر و طاعت الٰہی کیلئے حیات و چستی اس میں نہیں رہتی کہ وہ اپنے پیٹ کے لقمہ کیلئے موت مسلمین کے منتظر رہتے ہیں اور کھانا کھاتے وقت موت سے غافل، اور اس کی لذت میں شاغل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۲] فتح القدیر میں ہے۔ "انہا بدعة مستقبحة لانہا شرعت فی السرور ولا فی الشرور" ۔ ۱۲ مصباحی

صاحب مجاز متولی مال چندہ کی بعض شرکا رچندہ اہل محلہ نے کام وکاج میں یعنی میلاد مبارک یا طعام مساکین کے پکوانے وغیرہ میں دستگیری کی، معین ومددگار ہے، اعانت ومحنت کی چنانچہ زید نے فاتحہ پنجتن پاک اہلبیت اطہار ونذر میلاد مبارک کرنیکے بعداب ہر کام میں ان بعض امداد پہونچانیوالوں کو نذر وغیرہ کا کھانا وہ حصہ تبرکاً کھلادیا تو کھانا وحصہ لینا لوگوں کا جائز ہوگا یا نہیں نیز محصل چندہ نے باقی ماندہ رقم کے لئے نیت کرلی کہ اسکے کسی دیگر مصالح دینی میں خرچ کرینگے تو اس کو اختیار ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

الجواب (۱) جبکہ وہ چندہ مساکین کو کھانا کھلانے کیلئے لیا گیا ہے تو وہ کھانا مساکین ہی کو کھلایا جا سکتا ہے۔ کام کرنے والے اگر مساکین ہوں تو انکو دے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ محصل چندہ کی نیت بیکار ہے اگر کچھ رقم بچ رہے تو چندہ دہندگان سے دریافت کیا جائے وہ جو کہیں وہ کیا جائے[لہ] واللہ تعالیٰ اعلم

لہ اس قسم کا زرچندہ چندہ دینے والوں کی ملک پر رہتا ہے۔ لہذا اس چندے سے جو روپے فاضل بچ گئے۔ وہ چندہ دہندوں کے ہیں۔ یہ روپے انھیں کی اجازت سے صرف ہونگے۔ وہ جس امر کی اجازت دیں وہی کیا جائے۔ ان کی اجازت کے بغیر ان روپیوں کو کسی دوسرے مصرف میں لگانیکی اجازت نہیں۔ اگر چندہ دہندگان زندہ نہ ہوں تو ان کے عاقل بالغ وارثوں سے استصواب کیا جائے اگر ان میں کوئی مجنون یا نابالغ ہے تو ان کا حصہ بہرصورت واپس دینا ہوگا۔ بالغ وارثوں کی اجازت صرف اپنے حصص کی قدر میں معتبر ہوگی۔ اگر وارث بھی معلوم نہ ہوں تو مصرف سے جو زائد ہو اس کو اس کام میں صرف کریں جس کیلئے چندہ دہندوں نے دیا تھا۔ وہ بھی نہ بن پڑے تو فقراء پر تصدق کردیں۔

درمختار میں ہے، ان لم یکن بیت المال معموراً او منتظماً فعلی المسلمین تکفینہ فان لم یقدروا سألوا الناس لہ ثوباً فان فضل شیء رد للمتصدق ان علم والا کفن بہ مثلہ والا تصدق بہ مجتبیٰ۔

مسئلہ:۔ مرسلہ عبد الغفور- کلا تھ مرچنٹ گجری بازار کامٹی (سی پی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشم مبارک کو تتلی کی آنکھ سے تشبیہ دینا شانِ نبوت اور ذاتِ رسالت میں تنقیص ہوئی کہ نہیں؟ جواب محقق سے سرفراز فرمائیں؟

الجواب:۔ اس میں شک نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مخلوقات سے افضل ہیں، ہر کمال و خوبی کے جامع ہیں، تمام حسینوں سے زیادہ حسن والے ہر باکمال سے زیادہ کمال رکھنے والے، بلکہ جس کمال والے کو جو کمال ملا وہ آپ کے ہی ذریعہ و واسطہ سے ملا،

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضیٰ داری ⁂ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آفتاب و ماہتاب حضور ہی کے نور کی تجلی سے چمک دمک رہے ہیں۔ اگر اس حقیقت پر نظر کیجائے تو نہ آفتاب سے تشبیہ دے سکتے ہیں نہ چاند سے مشابہ بتا سکتے ہیں۔ کجا جمال محمدی اور کہاں یہ آفتاب اور ماہتاب، مگر تشبیہ و تمثیل کا مقصد ہمیشہ یہی نہیں ہوتا کہ مشبہ مشبہ بہ سے ناقص و کم ہو بلکہ اگر مشبہ ایسا ہو جو ہر ایک شئی سے افضل و اعظم ہو تو ایسے مقام پر تشبیہ کا مقصود محض تقریب الی الفہم ہوتا ہے کہ مخاطب اسکو سمجھ سکے قرآن مجید میں ارشاد ہوا مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اس تمثیل سے واضح ہے کہ کہاں نور الٰہی اور کہاں چراغ داں اور چراغ درود شریف معروف میں جو صیغہ مروی ہے اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم، ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل ہیں

بقیہ حاشیہ ص ۲۱۰ کا- ردالمحتار میں ہے (قولہ والاکفن به مثله) هذا المزید ذکرہ فی المجتبیٰ بل زادہ علیه فی البحر عن التجنیس والواقعات- قلتُ وفی مختارات النوازل لصاحب الهدایة فقیر مات فجمع من الناس الدراهم وکفنوہ وفضل شئی ان عرف صاحبه یرد علیه والا یصرف إلی کفن فقیر آخر او یتصدق به، (درمختار و ردالمحتار ج ۱ ص ۶۳۹ باب صلوٰۃ الجنائز) واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

باوجود اس فضیلت کے تشبیہ سے مقصود حضور کی عظمت کو قریب الی الفہم کرنا ہے
اور احادیث میں جو تشبیہات مذکور ہیں انکا مقصد بھی یہی ہے، مسلم شریف میں
ہے کہ ایک شخص نے کہا وجہہ مثل السیف، حضور کا چہرہ تلوار کی طرح تھا۔ تو
جابر ابن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، لابل کان مثل الشمس والقمر وکان مستدیرا
یعنی تلوار سے تشبیہ صحیح نہیں کہ اگرچہ اس میں چمک ہے مگر اس میں لمبائی ہے
اور حضور کا چہرہ گول تھا، لہذا یہ کہنا چاہیئے کہ آفتاب و ماہتاب کی طرح تھا۔ دارمی
میں ہے، ربیع بنت معوذ بن عفرہ نے کہا، یا بنی لو رأیتہ رأیت الشمس طالعۃً
اگر تو حضور کو دیکھتا تو دیکھتا کہ آفتاب طلوع ہے۔ ترمذی میں ہے، ابو ہریرہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کأنّ الشمس تجری فی وجہہ، گویا آفتاب حضور کے چہرہ
میں تیر رہا ہے، بخاری و مسلم میں ہے، کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سرّ استنار وجہہ حتی کان وجہہ قطعۃ قمر
جب خوش ہوتے تو چہرہ دمک اٹھتا گویا چاند کا ٹکڑہ ہے، بالجملہ جس چیز کو اپنے
یا مخاطب کے نزدیک ممتاز سمجھتا ہے اس سے تشبیہ دیکر سمجھنا چاہتا ہے۔
ان دنیا کے معشوقوں میں لیلیٰ کو خصوصیت کیسا تھ ایک شہرت بوجہہ عشقِ مجنوں
حاصل ہے، چاہے وہ واقع میں کیسی ہی رہی ہو، مگر جب اس کا ذکر ہوتا ہے
تو ساتھ ہی ساتھ معشوقیت کا بھی خیال ہوتا ہے۔ لہذا یہ لفظ بمعنی معشوق بولا
جاتا ہے، جس طرح حاتم بول کر سخی مراد لیتے ہیں اور اس لفظ سے مراد کلام شعراء
میں خاص وہ شخصیت نہیں ہوتی جس کا یہ نام تھا اور جب یہ لفظ بمعنی معشوق و محبوب
ہوا تو اس کے مصداق میں حسن و جمال کا لینا ضروریات ولوازم سے ٹھہرا اس کی
شکل و صورت، خط و خال، زلف و رخ سب کو بہتر درجہ پر تخیل کرتا ہوگا۔ اسی
خیال کو جاگزیں کرنے کے بعد اگر کسی نے تشبیہ دے دی تو اس کا مقصود یہی ہوگا

کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شکل وصورت یا چشم مبارک کا بہتر تخیل ذہن میں آئے، ہرگز اس کا مقصود تنقیص وتوہین نہیں۔ اور نہ ایسی تشبیہ عرف میں توہین کیلئے ہوا کرتی ہے کہ معنی عرفی کا لحاظ کیا جائے اور مقصود سے قطع نظر ہو، لہذا اس صورت میں تنقیص کا حکم نہیں دیا جا سکتا مگر چونکہ اس لفظ میں ایک ادنیٰ درجہ ایہام کا پایا جاتا ہے لہذا ایسی تشبیہات سے بچنا اولیٰ ہے اور ادب والوں کے طریقہ کے خلاف ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ پیرزادہ سید بڑا صاحب میاں سجادہ نشین درگاہ شاہ وجیہہ الدین علوی صاحب شہر احمد آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک واعظ نے اپنے وعظ میں ایک حکایت اس طرح بیان کی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جب انتقال ہوا، تو حضرت علی اور حضرت حسن اور حضرت حسین اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کا جنازہ اٹھایا اور جبکہ قبر کے کنارہ پر رکھا تو ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوگئے اور یہ کہا کہ "اے قبر تجھے معلوم ہے کہ یہ کس کا جنازہ ہے، یہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زوجۂ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی والدہ ہیں"، اس کے جواب میں قبر کی جانب سے ندا آئی کہ میں حسب نسب کی جگہ نہیں ہوں بلکہ مقام عمل ہوں مجھ سے اسی کو نجات ملے گی۔ جس کے نیک اور خالص عمل زیادہ ہوں یہ حکایت پڑھتے ہوئے کتاب درۃ الناصحین کا حوالہ دیا تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ حکایت صحیح ہے یا غلط؟ اور اس حکایت سے کسر شان فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر یہ حکایت غلط ہے تو ایسی غلط حکایت بیان کرنے والے کیلئے کیا حکم ہے؟ صاف صاف تحریر فرما کر

ممنون فرمائیں ؟ بینوا بالکتاب توجروا عند الحساب

الجواب :- یہ روایت ثابت نہیں بلکہ ایک حدیث کے معارض ہے ارشاد ہوا کل نسب وصہر ینقطع الا نسبی وصہری، اور اس حدیث کو ائمہ نے ثابت رکھا اور اس سے استناد کیا ہے، نیز ایک دوسری حدیث کے بھی منافی ہے۔ فرمایا فاطمة بضعة منی یؤذینی ما آذاھا۔ فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے جو اوسے اذیت دیگا مجھے ایذا پہنچائیگا۔ اس حدیث کے مضمون پر غور کرتے ہوئے یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ خاتون جنت کو زمین ایذا پہنچائے، آج کل اسکی کیا شکایت کہ واعظ نے یہ بیان کیا جبکہ واعظوں کی علمی حالت معلوم ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- ذیل کا جواب عنایت فرما کر مشکور فرمادیں۔ کہ ایک گاؤں کے ایک مدرسے میں اردو چوتھی اور انجمن حمایت اسلام لاہور کے دینیات کے سلسلے کے پہلے سے تیسرے رسالہ تک تعلیم ہوتی ہے، لڑکے اسی انجمن کی چوتھی پڑھنے کے بعد گجراتی اور انگریزی پڑھنے کیلئے سرکاری اسکول میں چلے جاتے ہیں۔ مدرسہ عقیدہ کے تجارت پیشہ مسلمانوں کا ہے اور زیادہ تر لڑکے مدرسہ سے نکلنے کے بعد بیوپار میں یا تجارتی کاروبار میں لگ جاتے ہیں یا گجراتی اور انگریزی کچھ سیکھتے ہیں اردو اور دینیات میں کچھ ترقی نہیں کرتے چونکہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے دینیات کے پہلے رسالہ میں غیر مذاہب کے اعمال وعقائد حاشئے پر دئے گئے ہیں جس سے ایک تو اتنے کم استعداد بچے شروع ہی سے اختلافی مسائل سے دوچار ہوتے ہیں دوسرے ایک مبتدی کے سامنے ایک ہی وقت میں، دو راستے آجاتے ہیں۔ ایسی صورت میں یہ رسالہ نصاب میں رکھنا مناسب ہے یا بدلنا انسب ؟

الجواب :- جب وہ مدرسہ حنفیوں کا ہے اور انھیں کے بچے اوسمیں تعلیم پاتے ہیں

توضروری اوراہم ضروری ہے کہ ان بچوں کو حنفی مذہب ہی کی تعلیم دی جائے
بچوں کو مسائل میں اختلاف بتانے کے معنی یہ ہیں کہ انکو شروع ہی سے مذبذب
کردیا جائے۔ اور مذہب حق پر جمنے نہ دیا جائے، ایسے رسائل جو اس قسم کے
بیانات پر مشتمل ہیں۔ ہرگز بچوں کو نہ پڑھائے جائیں۔ اور ایسے رسائل پڑھائے
جائیں جن سے بچے مذہب حنفی کے مسائل واحکام پر مطلع ہوں اور صحیح راستہ
پر چلیں، وہ رسائل نصاب سے خارج کر کے دوسری کتابیں جو خالص حنفی مذہب
کی ہیں داخل نصاب کیجائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ مولوی رفاقت حسین بہاری از مقام جائس مدرسہ تاج المدارس
ضلع رائے بریلی۔

حضرات علمائے کرام ومفتیان عظام ذیل کے دونوں مسئلے میں کیا فرماتے ہیں
ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں تجھکو رکھوں تو امت محمدی سے باہر ہوں
ایسے شخص کیلئے شریعت مطہرہ کیا حکم دیتی ہے؟

مسئلہ (۲) ایک عورت بت خانہ میں گئی اور وہاں سے پھول وغیرہ لائی
اپنے بیمار بچہ کو تبرک سمجھ کر کھلائی۔ عورت مذکورہ کیلئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب (۱) حدیث میں فرمایا۔ من حلف علی یمین بملۃ غیر الاسلام کاذبًا
متعمدًا فهو کما قال۔ جو شخص قصدًا اسلام کے سوا کسی دوسرے دین پر ہوجانیکی
قسم کھائے یعنی یہ کہے کہ اگر ایسا کرے تو یہودی یا نصرانی یا کافر ہے اور وہ اپنے اس
حلف میں جھوٹا ہے تو ویسا ہی ہے جیسا کہا، دوسری حدیث میں ہے ارشاد
فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ من قال انی بریٔ من الاسلام فان کان کاذبًا
فهو کما قال وان کان صادقًا فلن یرجع إلی الاسلام سالمًا۔ جو شخص اپنے کو اسلام
سے بری بتائے اگر وہ جھوٹا ہے تو جیسا کہا ویسا ہی ہے اور اگر سچا ہے جب بھی

اسلام کی طرف سلامت نہ لوٹا، شیخ محدث دہلوی نے اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے، لم یفعل و بر فی یمینہ فحینئذٍ لایکفر ولکن لایرجع الی الاسلام سالماً فان الحلف بشئ یحتمل الکفر علیٰ تقدیر الحنث لایلیق۔ مجال المسلم ولاینبغی ان یتجاسر علیہ وحاصلہ انہ یاثم بہذا الحلف، یعنی اگر اپنی اس قسم میں سچا ہے تو اگرچہ کافر نہوا مگر اسلام کی طرف سلامت نہ لوٹے گا کیونکہ ایسی قسم جس میں تقدیر حنث کفر کا احتمال ہے مسلمان کے لائق نہیں، اور مسلمان اس پر جرأت نہ کرے گا۔ خلاصہ یہ کہ ایسی قسم کھانا ہی گناہ ہے، بالجملہ یہ قول ایک قسم ہے اور قسم کے خلاف کرنیکی صورت میں احتمال کفر ہے بعض فقہا تو مطلقاً کفر کا حکم دیتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ اگر اسکے اعتقاد میں یہ ہے کہ کرنے سے کافر ہو جائیگا تو کافر ہے ورنہ نہیں۔ درمختار میں ہے۔ والقسم ایضا بقولہ ان فعل کذا فہو یہودی او نصرانی او کافر فیکفر بحنثہ والاصح ان الحالف لم یکفر سواء علقہ بماضٍ او آتٍ ان کان عندہ فی اعتقادہ منہ یمین وان کان جاہلا وعندہ انہ یکفر فی الحلف بالغموس وبمباشرۃ الشرط فی المستقبل یکفر فیہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) بت خانہ کے پھول کو تبرک سمجھنا بتوں کی تعظیم ہے اور یہ کفر عورت پر تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱) مرسلہ حافظ عبدالحق مدرس مکتب مسعودیہ جامع مسجد بہرائچ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین امور مندرجہ ذیل میں درد دل کے نام سے لیلیٰ مجنوں کے عشق کے فسانے کے سلسلے میں گراموفون کے ریکارڈوں میں کچھ ایسے ریکارڈ تیار کئے گئے ہیں جن میں مندرجہ ذیل اشعار گائے گئے ہیں جو اس وقت ہندوستان کے ہر گراموفون ایجنسیوں میں فروخت ہو رہے ہیں؟

قبر میں مجنوں سے جب پوچھا گیا ؛ یا رقل من ربک من دینک
سنتے ہی گویا لگا اک دل پہ تیر ؛ بولا گھبرا کر کہ اے منکر نکیر
پاس میرے آپ جو تشریف لائے
میری لیلیٰ کو کہاں پر چھوڑ آئے
آراستہ جب ہو گا دار عرصہ محشر ؛ لائیں گے جو تشریف وہاں سارے پیمبر
عشاق سے فرمائیگا یوں خالق اکبر ؛ دنیا میں کہو کس کیلئے رہتے تھے مضطر
میں عرض کرونگا میرے مالک میرے داور
میں نے دنیا میں بہت کی جستجو
کوئی لیلیٰ سا نہ پایا ماہ رُو
پھر فرشتوں نے شبیہ مصطفےٰ ؛ سامنے لا کر کے مجنوں سے کہا
دیکھ انکو غور سے اے نیکذات ؛ واسطے انکے بنی کل کائنات
بولا مجنوں اور کچھ سمجھا نہ میں
ہاں مگر آنکھیں تو لیلیٰ کی سی ہیں

ان اشعار سے تمام انبیاء کرام کی شان میں عموماً اور حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں خصوصاً گستاخی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اسکے خلاف مسلمانوں کو جدوجہد کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲) گراموفون کے ریکارڈوں میں قرآن پاک کی آیتوں و سورتوں کو بھرنا اور قرأت کرنے والوں کا قرأت کر کے اسکی فیس (اجرت) لینا۔ ان ریکارڈوں کا سننا سنانا، رکھنا خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۳) کسی واقعہ کا خواہ وہ فرضی ہو یا کچھ اصلیت ہو، ڈرامہ بنانا اور سینماؤں اور تھیٹروں میں تماشہ کرنا یا گراموفون کے ریکارڈوں میں بھرنا، اس قسم کے

تماشاؤں اور ڈراموں کا نام (نشان اسلام) اور نور وحدت یا اور اسی قسم کے مقدس الفاظ میں انکا نام رکھنا جس سے مذہبیت کا اظہار ہوتا ہو جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۴) گراموفون کی حیثیت ان باجوں کی جنکا شمار آلات غناو سرور میں ہے جو شرعاً حرام ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب (۱) صدق اللہ۔ اَلشُّعَرَاءُ یَتَّبِعُھُمُ الْغَاؤنَ اَلَمْ تَرَ اَنَّھُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ۔ یہ اشعار نہایت درجہ قبیح ہیں ایسے اشعار پڑھنا یا سننا ناجائز و حرام ہے مسلمانوں کو ضرور ایسی کوشش کرنا لازم ہے کہ ایسے رکارڈ موقوف کرائیں جائیں، جن میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین کا شائبہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) قرآن مجید کی آیتوں یا سورتوں کا ریکارڈ میں بھرنا اور انکا سننا سنانا، ناجائز ہے کہ یہ باجا بطور لہو محض تفریح کیلئے بجایا جاتا ہے اور ایسے موقع پر قرآن مجید کا ریکارڈ سننا اسکی عظمت و تعظیم کے خلاف ہے، اس سے احتراز لازم ہے۔ قرآن مجید پڑھکر اجرت لینا بھی ناجائز ہے نہ کہ اسلئے پڑھنا کہ رکارڈ میں بھرا جائے اور مجلس لہو میں سنایا جائے اور ہر شخص باوضو بے وضو سے چھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) کھیل و تماشے ناجائز ہیں، کل لھو باطل وحرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) گراموفون آواز و صوت کو محفوظ کر لینے اور اس کو اعادہ کرنے کا آلہ ہے۔ جو آواز ایسی ہو کہ اسکا سننا جائز ہے گراموفون سے بھی سن سکتے ہیں اور جنکا ویسے سننا ناجائز ہے گراموفون میں بھی ناجائز۔ مگر قرآن مجید کہ ویسے اسکا سننا جائز ہے بلکہ عبادت و ثواب اور گراموفون میں ناجائز۔ کما حققہ شیخنا فی رسالۃ "الکشف الشافیا" واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ کفایت حسین رضوی صالح نگر بریلی ۴ ربیع الاول ۴۵ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ باجہ گراموفون میں قرآن شریف بجتا ہے انکا سننا اور بجانا جائز ہے یا کیسا ؟

(۲) کوکین کی کیا تعریف ہے اس کا کھانا خریدنا فروخت کرنا کیسا ہے ؟ جیسے اور نشوں کی بابت شرع نے فرمایا ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب (۱) گراموفون جس مجلس میں بجایا جاتا ہے وہ لہولعب کی مجلس ہوتی ہے اور ایسی مجلس میں قرآن مجید پڑھنا خلاف ادب ہے ایک حدیث میں ہے کہ شادی کے موقع پر ایک مرتبہ لڑکیاں دف بجا کر کچھ اشعار پڑھ رہی تھیں ایک لڑکی نے یہ مصرع پڑھا۔ وفینا نبی یعلم ما فی غد ہم میں ایک نبی ہیں جو کل کی ہونیوالی بات جانتے ہیں، اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعی ھٰذہ وقولی بالذی کنت تقولین اسے چھوڑ اور جو پہلے کہتی تھی اوسکو کہہ، علماء نے ممانعت کی وجہ یہ بیان فرمائی چونکہ یہ مجلس لہو تھی ایسے موقع پر نعت شریف پڑھنے کو حضور نے ناپسند فرمایا اسیطرح قرآن مجید بھی ایسی مجلس میں پڑھنا نہ چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) کوکین ایک انگریزی دوا ہے جو اعضا کو بے حس کر دیتی ہے اوسکا کھانا مثل افیون کے ناجائز اور خرید و فروخت جائز جبکہ کھانے کیلئے نہو نہ کھانے والے کے ہاتھ بیچے حدیث میں ہے نھی عن کل مسکرٍ ومفتر کوکین اگرچہ مسکر نہیں ہے مگر مفتر ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ محمد یعقوب کامٹی

شریعت حقہ میں حقّہ اور بیڑی وغیرہ کے پینے کا کیا حکم ہے ؟ آیا کوئی صریح حدیث بھی اس کی ممانعت پر وارد ہے یا کہ محض مکروہ تنزیہی کی حد تک ہے

جواب حقہ صحیحہ قول مفتی بہ سے جواب دیکر مشکور فرمائیں ؟

الجواب :۔ اگر حقہ اس طرح پیا جائے کہ آدمی بیخود ہو جائے اور حواس جاتے رہیں، تو پینا حرام ہے، حدیث میں ہے۔ نہی عن کل مسکر و مفتر اور اگر یہ بات نہ ہو تو دو صورتیں ہیں، اگر پینے سے منہ میں بدبو آجائے تو یہ پینا مکروہ تنزیہی ہے اور اس کا حکم کچے لہسن و پیاز کا سا، اور اگر تازہ کر کے خوشبو تمباکو پیا جائے کہ نہ بیہوش ہو نہ منہ میں بدبو آئے، تو مباح ہے۔ اس کی ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ کوئی حدیث خاص حقہ کے بارے میں نہیں ہے اور بیڑی میں بدبو ہوتی ہے لہذا مکروہ تنزیہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ محمد عظیم اللہ محلہ چوڑی پٹی ضلع دیناجپور

ابیر اور التا جو ایک رنگ ہے سرخ۔ بنگالہ میں عورتیں پیر میں لگاتی ہیں، جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ عورت پاؤں میں جیسی مہندی لگا سکتی ہے۔ یہ رنگ بھی لگا سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ بچے جب پیدا ہوتے ہیں تو آٹا اور تیل ملا کر بچوں کی مالش کرتے ہیں

اَلتَا۔ ایک گاڑھا رنگ ہوتا ہے۔ جسے عورتیں پیر اور ہاتھ کے ناخن میں لگاتی ہیں۔ یہ رنگ گاڑھا ہونے کی وجہ سے جم جاتا ہے۔ مہندی کیطرح عورتوں کے اس کے استعمال کرنے میں حرج نہیں، لیکن تجربہ شاہد ہیکہ اَلتا کا رنگ گاڑھا ہونیکی وجہ سے ناخن تک پانی نہیں پہونچتا۔ اسلئے اگر التا کا رنگ ناخن میں لگا رہ گیا اور عورت نے وضو یا غسل کیا تو طہارت حاصل نہیں ہوگی۔ التا لگانیوالی عورتوں کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ جب وہ وضو یا غسل کریں تو ناخنوں سے یہ رنگ چھڑالیں۔ مسئلہ سے ناواقف ہونے کیوجہ سے عورتیں اس کا لحاظ نہیں رکھ پاتیں۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ وہ اَلتا نہ لگائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفےٰ مصباحی

یوہیں ایام شادی میں دولہا کی مالش کرتے ہیں۔ اور اکثر آٹے سے ہاتھ دھوتے ہیں۔ ان کاموں میں رزق کی سخت بے ادبی ہوتی ہے لہذا یہ کام جائز ہیں؟ تحریری طریقے سے یا ناجائز ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب :- یہ ملنا ضرورت سے ہے جائز ہے۔ اگر سرسوں کا ابٹن ملا جائے تو اچھا ہے، ہاتھ کی چکنائی بھوسی یا صابون سے دور کر سکتے ہیں آٹے کو بیکار ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرغ کا دستور ہے کہ سحر کو بولتا ہے جو مرغ دس بجے رات کو بولے اس مرغ کو ذبح کر ڈالا جائے یا یہ سمجھنا چاہیئے پرند ہے۔ جس وقت چاہا بولا۔ یا یہ کوئی ممنوعات سے نہیں ہے؟ بینوا توجروا

الجواب :- یہ کوئی قابل لحاظ بات نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرغی کا قاعدہ ہے کہ وہ مرغ کی طرح نہیں بولتی ہے، جو مرغی مرغ کی طرح بولے یہ ذبح کر لی جائے یا نہیں۔ بعض مرغی کو مرغ کی طرح بولنے سے یہ سمجھتے ہیں کہ مرغی والے کو کچھ نقصان ہوگا۔ یہ صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا

الجواب :- نہ ذبح کرنیکی ضرورت ہے نہ نقصان پہنچنے کی کوئی اصل ہے، محض بیکار خیال ہے قابل اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- بعض مرغ جیسے عام طور سے مرغ بولتے ہیں، ایسے نہیں بولتا، جو مرغ عام مرغوں کی آواز کے خلاف بولتا ہو، اس کو ذبح کر ڈالنا چاہیئے۔ جو مرغ عام مرغوں کے خلاف بولتا ہے اسکو لوگ بُرا سمجھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جس کا مرغ عام مرغوں کے خلاف آواز سے بولتا ہے اس کو کچھ نقصان در پیش ہونے والا ہے یہ صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا

الجواب :- سب بے اصل خیالات ہیں، قابل توجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ سفر کرنا کس دن اور کس تاریخ کو بہتر ہے ؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ حدیث میں آیا ہے بارک اللہ فی السبت والخمیس، ہفتہ اور پنجشنبہ کو سفر مبارک ہے اور ممانعت کسی دن بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ ایام شادی میں جو رسوم شادی کنندہ کے بزرگوں میں چلے آتے ہیں اور وہ شرعاً ناجائز نہ ہو، ان کا کرنا درست ہے، کیونکہ بعض شخص پرانے رسموں کو چھوڑتے ہیں خواہ جائز ہوں یا ناجائز۔ نعوذ باللہ لیکن ناجائز فعل سے روکا جائیگا ؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ جو حکم شرعاً ناجائز ہے اد سمیں کسی کی پیروی جائز نہیں، حکم شرع کو سب پر مقدم رکھنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ جو مسلمان عورتیں اہل ہنود کی طرح لہنگا پہنتی ہیں۔ ان عورتوں کے ہاتھ سے پانی پینا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ اگر زجراً نہ پیا جائے تاکہ وہ یہ لباس ترک کر دیں تو اچھا ہے[1] واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از کلکتہ زکریا اسٹریٹ ۲۲ معرفت منشی عبد العزیز خانصاحب یکم جمادی الاولیٰ ۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کی زوجہ کو زبردستی رکھ لیا زید کی پیروی ہر طرح بکر کرتا ہے لیکن زید چونکہ زبردست ہے زد و کوب پر آمادہ ہے، برادری کے لوگوں کو یعنی ہر مسلمان نامی کو اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ اور اسکی پیدا لڑکی سے جو کہ زنا سے ہے اس سے نکاح جائز

---

[1] یہ حکم اس علاقہ کے لئے ہے جہاں لہنگا ہندو عورتوں کا لباس سمجھا جاتا ہے، لیکن جن علاقوں میں ساڑی اور لہنگا مسلم عورتیں بھی پہنتی ہیں۔ ان علاقوں کے لئے یہ حکم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفےٰ مصباحی

ہے کہ نہیں ؟ بینوا توجروا

الجواب :- زید سے میل جول ترک کر دیا جائے جب تک وہ اپنی اس حرکت قبیحہ شنیعہ سے باز نہ آئے اور توبہ صادقہ نکرے۔ اسے شامل برادری نہ کریں اور بکر اگر اسکے فعل پر راضی ہے یعنی حد مقدور تک اپنی عورت کی روک تھام نہیں کرتا تو دیوث ہے اسکا بھی وہی حکم ہے اور اگر ہر طرح کا انتظام کرتا ہے مگر عورت باز نہیں آتی تو مجبور ہے۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی[1] اسکی لڑکی کی نسبت کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ زنا سے ہے جب تک بینۂ شرعیہ سے ثابت نہ ہو۔[2] کیونکہ وہ منکوحہ کی اولاد ہے، بہر حال اس سے نکاح جائز ہے۔ لعدم المانع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] پ سورۂ انعام رکوع ۷ - ۱۲ [2] اور اس کی صورت صرف لعان ہے۔

بکر کی بیوی کے بطن سے جو بچی پیدا ہوئی وہ شرعًا بکر ہی کی اولا ہے حدیث صحیح متواتر میں فرمایا گیا۔ الولد للفراش وللعاھر الحجر،، فقہاء کرام نے منکوحہ کے فراش کو فراش قوی مانا ہے اس لئے فقہاء نے تو یہاں تک ارشاد فرمایا کہ ،،اگر زید مشرق کے آخری کنارہ میں ہو اور ہندہ مغرب کے آخری کنارہ میں اور بذریعہ وکالت دونوں میں نکاح منعقد ہوا۔ اور اسی حالت میں شادی کے وقت سے چھ مہینے بعد ہندہ کا بچہ پیدا ہوا تو وہ بچہ تو مجہول النسب ہوگا اور نہ ولد الزنا۔ بلکہ وہ زید ہی کا بچہ قرار پائیگا۔ درمختار میں ہے ،،قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینھما سنۃ فولدت لستۃ اشھر منذ تزوجھا لتصورہ کرامۃ أو استخداما فتح۔،، ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے ،، والحق ان التصور شرط ولذا لوجاءت امرأۃ الصبی بولد لا یثبت نسبہ والتصور ثابت فی المغربیۃ لثبوت کرامات الاولیاء والاستخدامات فیکون صاحب خطوۃ أوجنی اھ (ج۲ ص۶۸۴) بلکہ اگر بکر بھی اپنی بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کو ولد الحرام کہے۔ تو بھی ان اولاد کا نسب بکر ہی سے مانا جائیگا۔ اور بچہ صحیح النسب ہوگا۔ تاوقتیکہ شوہر اس بچے سے لعان کے ذریعہ

مسئلہ:۔ قیامت آنے کے بعد دوبارہ دنیا قائم ہوکر رہے گی یا نہیں؟ اگر رہیگی تو کس طرح کی رہے گی؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ دنیا قیامت سے پہلے ختم ہوجائیگی۔ اب آخرت ہے اور یہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ بعد مردن ہر انسان اپنے اعزہ واحباب سے ملتا ہے جو فوت ہو چکے ہیں ان سے یا نہیں؟

الجواب:۔ اگر دونوں ایک قسم کے ہیں، تو ملتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ جو انسان فوت ہوجاتا ہے یہ انسان اپنے فوت شدہ عزیزوں سے ملتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ ملتا بھی ہے اور نہیں ملتا بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ دعوت ولیمہ جو نہ کرسکے بوجہ غریبی کے اس پر الزام ترکِ سنت تو نہیں ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ دعوت سنت کیلئے کسی زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں اگر دو چار

بقیہ حاشیہ ص ۲۲۳ کا۔ انکار نہ کرے۔ اور حاکم یا قاضی اس بچہ کا نسب شوہر سے منقطع نہ کردے، ردالمحتار میں ہے۔ ”الفراش قوی وھو فراش المنکوحۃ فانہ فیہ لا ینتفی إلا باللعان (ج ۲ ص ۶۸۴ فصل فی ثبوت النسب) درمختار میں ہے ”ان قذف الزوج بولد حی نفی الحاکم نسبہٗ عن ابیہ والحقہ بامہ بشرط صحۃ النکاح، ردالمحتار میں ہے۔ ای لابد أن یقول قطعتُ نسب ھذا الولد عنہ بعد ماقال فرقت بینکما کما روی عن ابی یوسف وفی المبسوط ھذا ھو الصحیح لانہٗ لیس من ضرورۃ التفریق نفی النسب کما بعد الموت یفرق بینھما ولا ینتفی النسب بحر عن النہایۃ (ج ۲ ص ۶۴۰ باب اللعان) لہذا صورتِ مستفسرہ میں وہ بچی شرعاً بکر ہی کی اولاد ہے اس سے نکاح جائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفےٰ مصباحی

اشخاص کو کچھ معمولی چیز اگرچہ پیٹ بھر نہ ہو اگرچہ دال روٹی چٹنی روٹی ہو۔ یا اس سے بھی کم کھلادیں سنت ادا ہو جائیگی۔ اور کچھ بھی استطاعت نہ ہو تو کچھ الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ استطاعت ہوتے ہوئے دعوت ولیمہ نہ کریں اس پر ترکِ سنت کا الزام ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ الزام ہے[1] واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ زید کو بکر کے نابالغ بچوں سے خدمت لینا چاہیئے یا نہیں؟ بغیر اجازت بکر یا باجازت بکر؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ اگر مقصود اُوس کو کام سکھانا اور تجربہ کار اور مہذب کرنا ہے تو لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ معلم صاحب کے پاس جو نابالغ بچے پڑھتے ہیں ان بچوں سے معلم اپنی خدمت لے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ لے سکتا ہے جبکہ مقصود صحیح ہو[2] واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] حدیث میں فرمایا۔ أولم ولو بشاۃ (مشکوٰۃ باب الولیمہ ص ۲۷۸) ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری سے کرو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زینب، حضرت صفیہ، حضرت ام سلمہ وغیرہا کا ولیمہ کیا۔ لوگوں کو دعوتیں کیں۔ لہٰذا ولیمہ سنت ہوا۔ تو استطاعت ہوتے ہوئے ولیمہ نہ کرنا بلاشبہ ترکِ سنت ہے۔

[2] مقصود صحیح ہو تو معلم نابالغ طالب علم سے خدمت لے سکتا ہے، لیکن اسکا بھرا ہوا پانی جو شرعاً اسکی ملک ہو جائے، معلم کیلئے جائز نہیں کہ وہ اس پانی کو پیئے یا وضو کرے یا کسی کام میں لائے یہ صرف نابالغ کے ماں باپ اور جس کا وہ نوکر ہے ان ہی کیلئے جائز ہے۔ غیروں کو اس پانی کا استعمال نابالغ کی اجازت سے بھی جائز نہیں۔

مصنف علیہ الرحمہ نے بہار شریعت حصہ دوم صفحہ ۵ پر۔ اس مسئلے کی صراحت یوں فرمائی ہے۔

مسئلہ (۱) جھولا جھولنا جیسا عام رواج میں ہے، ماہ ساون میں سب مرد عورتیں جھولا کرتے ہیں۔ یہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

مسئلہ (۲) بچے رویا کرتے ہیں ان بچوں کو جھولا ڈالکر جھولانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب (۱) اگر مقصود تندرستی و صحت ہے درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) ایک شخص نے فرمایا ہے کہ اہلبیت جس وقت حوالات میں بند تھے اس وقت یزید پلید نے مستنجا کھانا اہلبیتوں کے واسطے بھیجا تھا، جس کو کھچڑا کہتے ہیں یعنی حلیم اور یہ حلیم کھانے کی بناء ہے یہ صحیح ہے یا غلط؟ بینوا توجروا

مسئلہ (۲) اہل ہنود سے کچا گوشت منگوا کر کھانا درست ہے؟ بینوا توجروا

الجواب (۱) بالکل بے اصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) اگر وہ نوکر ہے تو منگوا سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ حافظ محمد عثمان صاحب سکرٹری صوبہ خلافت کمیٹی محلہ سرائے حکیم۔

بقیہ حاشیہ ص ۲۲۵ کا۔ مسئلہ۔ نابالغ کا بھرا ہوا پانی کہ شرعاً اس کی ملک ہو جائے اسے پینا یا وضو یا غسل یا کسی کام میں لانا اس کے ماں باپ یا جسکا وہ نوکر ہے اس کے سوا کسی کو جائز نہیں اگرچہ وہ اجازت بھی دیدے اگر وضو کر لیا جائے تو وضو ہو جائیگا اور گنہگار ہوگا یہاں سے معلمین کو سبق لینا چاہئے کہ اکثر وہ نابالغ بچوں سے پانی بھروا کر اپنے کام میں لایا کرتے ہیں۔ اسی طرح بالغ کا بھرا ہوا بغیر اجازت صرف کرنا بھی حرام ہے۔

آج کل عام لوگوں کیطرح مدرسین حضرات بھی احتیاط کم کرتے ہیں اور خدمت کے جواز کے نام پر نابالغ کا بھرا ہوا مملوک پانی استعمال کرڈالتے ہیں۔ اگر انھیں نابالغ کے بھرے ہوئے پانی استعمال کی ضرورت ہو، تو اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً سال بھر کیلئے اسے اجرت پر نوکر رکھ لیں۔ یا پھر اس کا بھرا ہوا پانی خرید کر استعمال کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ مصباحی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایام محرم میں اہل بیت شہدائے کربلا کی تربتیں بنا کر نکالنا اور شاہ راہ عام پر ماتم کرتے ہوئے لیجا کر مسلمان مردہ کی میت کیطرح زمین میں دفن کرنا اہانت اسلام اور توہین اہلبیت ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲) اذان میں یا صلوٰۃ میں (علی ولی اللہ وصی رسول اللہ خلیفۃ بلا فصل) کے الفاظ استعمال کرنے سے اہانت خلفاء ثلاثہ ہے یا نہیں؟

الجواب (۱) اس طرح تربت نکالنا بدعت قبیحہ وناجائز ہے اور ماتم کرنا بھی حرام ہے حدیث میں آیا ہے۔ نھی عن ضرب الغدود وشق الجیوب۔ ایسی حرکتوں سے مسلمانوں کو باز آنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) بلاشبہ یہ لفظ بلافصل کھلا ہوا تبرا اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو غاصب ٹھہرانا ہے نہ صرف خلفائے ثلاثہ بلکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کھلی ہوئی توہین ہے کہ انھوں نے انکی خلافت کو جبکہ وہ ناجائز تھی کیوں قبول فرمایا اور کیوں بیعت کی؟ انھوں نے اپنے قول وفعل سے معاذ اللہ حسب زعم قائل باطل کی اعانت کی اور ایسا کہنے والا یقیناً انکی توہین کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایک عورت پر جب کبھی آسیب سوار ہوتی ہے تو بیہوش ہوجاتی ہے اور کھولکر ابھوانے لگتی ہے۔ اسوقت اس سوال پر کہ تو کون ہے۔ جواب دیتی ہے کہ میں فلاں ہوں۔ اور یہ نام اسکے خاندان محلہ ٹولہ میں سے کسی عورت کا ہوتا ہے۔ یہاں آسیب بنکر اقرار کرتی ہے۔ اسی وقت اس کے گھر جا کر دیکھا جاتا ہے تو وہ اپنے گھر کے کاروبار میں مصروف رہتی ہے اب یہ عورت ٹونہن مشہور ہوجاتی ہے۔ حالانکہ اس نے جادو ٹونا نہ کبھی سیکھا نہ جانا، نہ کیا۔ وہ ہزار طرح اپنی صفائی کرتی ہے۔ مگر کوئی نہیں مانتا اس میں

بڑے بڑے جھگڑے اور فسادات ہوتے ہیں، تب علماء سے اسکی تحقیق کیگئی
توعلمائے اہلسنت والجماعت نے کہاکہ آسیبی شکایت ہے۔ جن وشیاطین
کے مرد وعورت یا مردوں کی ارواح خبیثہ کا تسلط ہوتا ہے۔ فتاوی عزیزی وغیرہ
سے ثابت ہے کہ یہ لوگ ہوا بنکر حلول اور سرایت کرتے ہیں اوراپنا نام و پتہ
بتا سکتے ہیں۔ مگر کوئی انسانی عورت جوزندہ ہواوراپنے گھر کاروبار میں مصروف ہو
وہ جادو و ٹونا کے زور سے ہرگز مسلط نہیں ہوسکتی۔ اسمیں انقلاب حقیقت ہے
اور یہ محال ہے۔ جادو کا صرف اتنا اثر ہوسکتا ہے۔ کہ جس پر کیا جائے وہ کسی
دُکھ درد میں مبتلا ہوجائے لیکن انسانی عورت کا ہوا بنکر مسلط ہوجانا اور بولنا
اوراسی وقت اپنے گھر کاروبار میں مصروف ہو یہ شرعاً کہیں سے ثابت نہیں
اس پر جاہلوں کو کسی طرح یقین نہیں آتا۔ لہذا صرف اتنا سوال ہے کہ عالم صاحب
صحیح کہا یا غلط۔ شرعی تصریحات سے ہمزاد کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اور ٹونہن یعنی
جادوگر عورت کا ہمزاد مسلط ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ آسیب جن کی ایک قسم ہے جو کسی انسان پر مسلط ہوکر اوسے
ایذا دیتا ہے، یہ اس وقت ہے کہ واقع میں کسی پر آسیب کا تسلط ہو۔ ورنہ
اس زمانہ میں بہت سی عورتوں کو اور بعض مردوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ حقیقتاً
آسیب زدہ نہیں ہیں۔ لوگوں کو پریشان کرنے کے لئے آسیب زدہ ہونا ظاہر
کرتے ہیں اور بنتے ہیں اور آسیب زدہ میں دو صورتیں ہوتی ہیں کبھی تو وہ
آسیب خود ہی مسلط ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض اعمال کے ذریعہ
جن کو لوگ مسخر کرلیتے ہیں اور یہ مسخر کرنے والے اسے حکم دیتے ہیں کہ فلاں پر
مسلط ہوجا۔ اوسکے کہنے سے مسلط ہوجاتے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ اوس آسیب
نے جسکا نام بتایا ہو اوسے خوامخواہ متہم کیا جائے اور اسی کا بھیجا ہوا سمجھا جائے کہ

اولاً تو اسی میں شبہ ہے کہ یہاں آسیب ہے، ہو سکتا ہے کہ بناوٹ ہو اور اگر آسیب ہو بھی تو یہ یقینی بات ہے کہ آسیب بکثرت جھوٹ بولتے ہیں ہر عامل اس کو جانتا ہے اور اس قسم کا اسکو سابقہ پڑتا ہے۔ لہذا صرف اسکے کہدینے سے ہرگز یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ یہ سچا ہے اور اسی کا بھیجا ہے خصوصاً کسی مسلمان عورت پر ایسی تہمت رکھنا اور خصوصاً ایسے وقت جبکہ باعتبار دین و دیانت بہتر حالت رکھتی ہو۔ محض آسیب زدہ کے کہدینے سے اس پر تہمت رکھنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ:۔ از برہان پور ضلع کھنڈوا محلہ سنوارہ مرسلہ عبدالرب ولد غلام محمد صاحب ۲۲ ر جمادی الثانی ۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں کسی پیش امام نے اپنی حاجت روائی کیلئے اگالدان رکھا اور اسمیں تھوکا تو ایسا شخص امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ مسجد میں اگالدان رکھا ہے تو تھوک سکتا ہے مگر بلا ضرورت نہ تھوکے یعنی اگر باہر جا کر تھوکنے میں دقت نہ ہو تو یہ بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از بلیا درزی چوک بازار مرسلہ محمد عمرو صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے لڑکے کا ختنہ کرنا چاہتا ہے جس میں چند لوگوں کو دعوت دیکر کھانا کھلانا چاہتا ہے مگر بکر کہتا ہے کہ ختنہ کا کھانا کھانا ناجائز ہے، کیونکہ یہ تو اپریشن ہے اس مسئلہ کو صاف طور سے تحریر کریں؟

الجواب:۔ ختنہ سنت ہے اور شعار اسلام سے ہے اس لئے لوگ اسکو سنت اور مسلمانی بھی کہتے ہیں۔ اوسکو آپریشن کہنا غلطی اور جہالت ہے۔ اس میں خوشی کرنا، میٹھائی بانٹنا، اعزہ و احباب کی دعوت کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از کلکتہ ذکریا اسٹریٹ ۲۲ مرسلہ مولوی احمد خان سلمہ یکم ذی الحجہ
ناپاک کپڑے مشرک دھوبی سے دھلوائے گئے تو پاک ہوگئے یا نہیں؟
جبکہ دھوبی یہ کہے کہ اس نے حوض کبیر میں ایک دفعہ دھویا ہے؟

الجواب:- دھوبی چونکہ اجیر ہوتا ہے اور اس کی بات ایسے معاملات میں معتبر ہوتی ہے[1]۔ اس کا یہ قول معتبر ہے کہ آب کثیر میں دھویا ہے اکپڑے پاک ہونے کا حکم دیا جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مرسلہ مولانا مولوی غلام محی الدین الجیلانی صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ اندر کوٹ میرٹھ ۲۹ ذیقعدہ ۵۴ھ

جمار کے متعلق فرمایا ہے کہ گابھا کو کہتے ہیں۔ کیا کھجور کا گابھا کھایا جاتا ہے
علامہ عینی نے یہ تحریر فرمایا ہے "شحم النخیل ھو الذی یوکل منہ" عینی جزء اول ص۴۴
اس سے مفہوم یہ ہوتا ہے نہ نفس گابھا کھایا جاتا ہے۔
بار بار عریضہ حاضر کرنا ممکن ہے کہ بار خاطر ہو لیکن اگر حضور کی خدمت میں اپنی حاجات پیش نہ کی جائیں تو پھر کس کے دروازہ پر جائیں۔
تیرے ٹکڑے سے پہلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال۔ یا جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کر ٹکڑا تیرا دو شنبہ تک جواب عنایت فرمادیا جائے۔

الجواب:- جمار یعنی کھجور کا گابھا کھایا جاتا ہے چنانچہ امام بخاری کتاب البیوع میں فرماتے ہیں باب بیع الجمار واکلہ اور اسکے تحت میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ذکر کرتے ہیں کنت عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو یأکل جمارا

---

[1] معاملات میں کافر کا قول معتبر ہے، دیانات میں نہیں۔ در مختار میں ہے۔ اِن خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لا فی الدیانات۔ ج۵ ص ۲۴۳ کتاب الحظر والاباحۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ آل مصطفےٰ مصباحی

اور کتاب الاطعمہ میں بھی باب اکل الجمار ذکر کرتے ہیں اور سنا ہے کہ کھانے میں لذیذ ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مرسلہ محی الدین عرف لعل محمد ڈاکخانہ قصبہ منڈوا ضلع فتح پور مورخہ ۲۵ رجمادی الاول ۱۳۵۵ھ

حضرات علمائے اکرام اہلسنت والجماعت اس ذیل میں کیا ارشاد فرماتے ہیں زیادہ گنہگار زانی ہے یا حرامی۔ حرامی کی بخشائش ہوگی یا نہیں؟

الجواب: گنہگار زانی ہے اسکی اولاد پر اس کے زنا کا گناہ نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی حدیث میں ہے لایجنی الوالد علی ولدہ توبہ اگر سچی ہو تو ہر گناہ بخش دیا جاتا ہے حدیث میں ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ اور توبہ نہ کی ہو جب بھی یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اسکی مغفرت نہیں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ مولانا حشمت علی صاحب لکھنوی محلہ بھورے خاں پیلی بھیت ۱۸ رجمادی الثانی ۵۵ھ

مٹی یا چینی یا لکڑی یا کپڑے کے کھلونے جو جاندار کی تصاویر کے مجسمے ہوں بچوں کو خرید کر دینا کہ وہ کھیلیں، اٹھائیں، پٹکیں، جہاں چاہیں رکھیں۔ مگر خود ان کھیلوں کی حفاظت نہ کیجائے نہ ان کو زینت کے طور پر رکھا جائے جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتب فقہیہ سے اس کا ثبوت کیا ہے؟ اور حضور اعلیٰحضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس مسئلہ میں کیا مسلک ہے؟ اور اس مسلک کا پتہ کس رسالہ میں ملے گا۔؟

مسئلہ (۲) تانبے پیتل لوہے کے یا سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات

کے بوتام بغیر زنجیر کے جائز ہیں یا نہیں ؟ کوئی فقہی جزئیہ بھی تحریر کیا جائے رسالہ مبارکہ "الطیب الوجیز" میں سونے چاندی کے بٹنوں کا حکم تو مصرح ہے مگر ان کا حکم کچھ نہیں تحریر فرمایا ؟

الجواب (۱) مٹی کے کھلونوں کی بیع صحیح نہیں کہ یہ مال متقوم نہیں۔ تنویر الابصار میں ہے۔ اشتری ثورا او فرسا من خذف لاستئناس الصبی لا یصح ولا یقمن متلفه، لوہے پیتل تانبے کے کھلونوں کی بیع جائز ہے کہ یہ چیزیں مال متقوم ہیں، ردالمحتار میں ہے۔ قوله من خذف ای طین قال قید به لانها لو کانت من خشب او صفر جاز اتفاقًا فیما یظهر لامکان الانتفاع بها وحرره اھ وهو ظاهر چینی کے کھلونوں کے متعلق فقیر کا ذہن اس طرف جاتا ہے کہ ان کی بھی بیع ناجائز ہوگی کہ لہو سے قطع نظر کرتے ہوئے ان چیزوں کی بھی کوئی قیمت نہیں معلوم ہوتی لہذا تقوم ان میں نہیں اور بیع کا مدار تقوم پر ہے، ردالمحتار میں مٹی کے کھلونے تلف کرنے والے پر ضمان نہ ہونے کی علت یہ بیان کی کہ کانه لانه آلة لهو، اس کی وجہ یہ ہے کہ آلۂ لہو ہے اس پر سوال وارد ہوتا ہے کہ سارنگی ستار بھی آلہ لہو ہیں اور ان کے توڑنے والے پر محض لکڑی کی قیمت کی قدر کا ضمان ہوتا ہے، لہذا آلۂ لہو ہونا عدم ضمان کا کیونکر سبب ہو سکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ان اشیاء کی قطع نظر لہو کے ایک قیمت ہے اور مٹی کے کھلونوں کی تلہی سے قطع نظر کرتے ہوئے کوئی قیمت نہیں، ردالمحتار کی عبارت یہ ہے۔ ولا یقال فیها نحو ما قیل فی عود اللهو من انه یضمن خشبًا لا لهبًا علی احد القولین لانه لاقیمة لهذه الاشیاء اذا قطع النظر عن التلهی بها۔ اس سوال وجواب سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قطع نظر از تلہی شے کی قیمت ہونے کا لحاظ ہے، ورنہ تلہی کے لحاظ سے تو مٹی کے کھلونوں کی بھی قیمت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

پیتل کے کھلونوں کی بیع جائز ہے کہ وہ فی نفسہ مال متقوم ہے جب علت یہ ہے تو چینی کی بھی اسی پر قیاس کیا جائے، اگر گھگڑے کے کھلونوں کی قطع نظر از لہی کوئی قیمت ہو تو بیع جائز ہے ورنہ نا جائز۔ رہا یہ امر کہ ان کھلونوں کا بچوں کو کھیلنے کیلئے دینا اور بچوں کا ان سے کھیلنا یہ نا جائز نہیں کہ تصویر کا بروجہ اعزاز مکان میں رکھنا منع ہے نہ کہ مطلقا یا بروجہ اہانت بھی۔ اسلئے عبارت منقولہ بالا ردالمحتار از طحطاوی میں لکڑی یا پیتل کے کھلونوں کی بیع جائز فرمائی۔ حالانکہ جاندار کی تصویر یہ بھی ہیں بلکہ درمختار میں فرمایا۔ وفی آخر حظر المجتبی عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبة وان یلعب به الصبیان۔ معلوم ہوا کہ ان کا تصویر ہونا وجہ عدم جواز بیع نہیں ردالمحتار میں ہے ونسبۃ الی ابی یوسف لاتدل علی ان الامام یخالفہ لاحتمال ان یکون لہ فی المسئلۃ قول فافہم۔ بلکہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گڑیاں تھیں اور وہ ان سے کھیلتی بھی تھیں بلکہ ایک گڑیا گھوڑے کی شکل کی تھی جسکے بازو بنا رکھے تھے، اعلیحضرت قبلہ قدس سرہ العزیز سے ان کی خریداری کے متعلق سنا مجھے یاد نہیں ہے کھیلنے کی نسبت یاد ہے کہ بچوں کو کھیلنے کیلئے کھلونے دینا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) سونے چاندی کے بٹن اس وجہ سے جائز ہیں کہ یہ ملبوس نہیں ہیں۔ بلکہ توابع لباس سے ہیں۔ لہذا دوسری دھات کے بٹن بھی اسی علت مشترکہ سے جائز ہیں کہ دوسری دھاتوں کا پہننا منع ہے بلکہ انکا حکم سونے چاندی سے اخف ہے، کہ سونے چاندی کا استعمال صرف ایک مخصوص صورت کے علاوہ مطلقاً نا جائز ہے اور دوسری دھاتیں سوا پہننے کے ہر طرح استعمال کر سکتے ہیں ادنکے برتنوں میں کھا، پی سکتے ہیں۔ سرمہ دانی، سلائی، تیل وغیرہ کی پیالیاں قلم دوات وغیرہا تمام اشیاء کو استعمال کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ مولوی نور محمد صاحب جتوڑی مسجد وزیر خاں پنجاب لاہور ۲۵ جمادی الثانی ۵۵ھ

ایک کمپنی نئی کلکتہ میں کھلی ہے جو اپنے فارم کو اس طرح دیتی ہے پہلے فارم پر نام درج کرا کر ایک روپیہ روانہ کرو، فارم کے ملنے پر چار فارم روانہ کئے جائیں گے، ان چار فارموں کو ایک ایک روپیہ میں بیچ کر کمپنی کو فارم جس میں خریدنے والے کے نام ہوں اور چار روپئے روانہ کرو۔ فارم بھیجنے پر کمپنی ان چاروں شخصوں کے نام فارم چار چار روانہ کرے گی۔ وہ بھی ایک روپیہ میں فروخت کریں۔ اسی طرح سلسلہ بسلسلہ ایک ہزار چوبیس فارم فروخت ہونے کے بعد کمپنی ایک ہزار چوبیس روپئے متعدد مرتبہ کر کے دینے کا وعدہ کرتی ہے جنھوں نے اس کام کو انتہا کو پہنچایا انھیں روپئے مل رہے ہیں اس کمپنی کا یہ بھی اعلان ہے کہ سلسلہ منقطع نہیں ہونا چاہئے۔ منقطع ہونے پر روپیہ نہیں روانہ کیا جائیگا۔ اس میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟ جوا وغیرہ تو نہیں ہے؟

الجواب :۔ یہ جوا اور حرام ہے کہ ایک روپیہ دیکر اس رقم کثیر کے ملنے کی خواہش ہوتی ہے اور اسکے ملنے نہ ملنے دونوں کا احتمال ہوتا ہے، اگر فارم فروخت ہوگئے تو رقم ملے گی ورنہ روپیہ گیا اسمیں شرکت حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ منظور علی ۸۲ صدر بخشی لین ضلع ہوڑہ ۸ ذیقعدہ ۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ ایک شخص مسمی حاجی محمود جو معمولی فارسی وارد و داں ہیں اور علم عربی سے بالکل ناواقف ہیں حتیٰ کہ میزان ومنشعب بھی نہیں پڑھی ہے جہالت کا یہ عالم ہے کہ اعلیٰ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خان صاحب قدس سرہ کے فتوی مثلاً

مسائل نوٹ وحقہ نوشی واذان ثانی وغیرہ کی تحقیق کو محض اپنی جہالت سے غلط وناصواب بتاتا ہے، خودرائی وخود پرستی اور جہالت یہاں تک بڑھی ہوئی ہے کہ مسئلہ مفتی بہ بین الفقہاء کہ اگر مسافر نیت سفر کو کسی تیز سواری سے کم مدت میں طے کرے جب بھی مسافر ہے، اس مسئلہ کا انکار کرتا اور اپنے اجتہاد کو دخل دیتا ہے۔ کیا ایسا شخص جو اتنا کم علم اور علم دین سے نابلد ہو وہ قرآن پاک کی تفسیر بزبانی اردو لکھ سکتا ہے اور اسکا یہ ارادہ صحیح اور جائز ہے۔ اور ہم عوام کو اسکی لکھی ہوئی تفسیر کا دیکھنا جائز ہے؟ اور ہم لوگوں کو روپیہ پیسہ سے تفسیر کے لکھنے کیلئے اسکی اعانت صحیح اور درست ہے؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ تفسیر قرآن مجید نہایت اہم کام ہے اسکے لئے بہت کچھ اہی معلومات کی ضرورت ہے اصول وفروع میں ماہر ہو، ناسخ ومنسوخ کو جانتا ہو، اقوال علماء کی خبر رکھتا ہو، جو کچھ کہتا ہو اسکے ماخذ پر مطلع ہو۔ جب تک تمام ضروریات سے واقف نہ ہو۔ اس راہ دشوار گزار میں چلنا خطرہ سے خالی نہیں۔ مہلکہ میں پڑنے کا قوی اندیشہ ہے حدیث میں فرمایا ہے۔ من قال فی القرآن برائہ فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کہا وہ جہنم کو اپنا ٹھکانا بنالے دوسری روایت میں ہے من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار جو قرآن میں بغیر علم کے کہے وہ جہنم کو اپنا ٹھکانا بنالے۔ رواہ الترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من قال فی القرآن برائہ فاصاب فقد اخطاء جو قرآن میں اپنی رائے سے کہے اگر اس نے صحیح کہا جب بھی غلطی کی۔ رواہ الترمذی وابوداؤد عن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ بالجملہ ایسا شخص جس کا حال سوال میں ذکر کیا، ہرگز اس قابل نہیں کہ قرآن مجید کی تفسیر لکھے اور اگر اپنی بدبختی سے ایسا کرے

تو اسکی کتاب عوام کیلئے دیکھنا جائز نہیں۔ کہ عوام اوس مضمون کو قرآنی حکم سمجھینگے اور بہت ممکن ہے کہ وہ غلط ہو اور یہ دیکھنے والے گمراہ ہوں حدیث میں ہے فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا۔ بغیر علم حکم شرع بتا کر خود وہ گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرینگے۔ جب ثابت ہوا کہ ایسے کو تفسیر لکھنا ناجائز ہے تو روپئے پیسے سے اوسکے لکھنے میں مدد دینا بھی ناجائز ہے قال اللہ تعالیٰ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از مارواڑ جنکشن مرسلہ غلام احمد قادری رضوی امام مسجد ۵ رجب ۵۶ھ

ایک آیت شریف کا مطلب خیال میں نہیں آتا ہے، وہ آیت شریفہ یہ ہے سورہ مائدہ رکوع اوّل وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ۔ تیروں سے کیسے قسمت دریافت کرتے تھے۔ اور تیر بھی وہ جو ازلام کہلاتے ہیں کہ ان سے شکار ہو نہیں سکتا غرض میں اس آیت شریفہ کے فہم سے عاجز ہوں؟

الجواب:۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین عرب تیروں کے ذریعہ سے قسمت میں کیا لکھا ہے، اسے دریافت کرتے تھے، تجارت یا نکاح یا کوئی کام کرنا ہوتا تو تین تیر لیتے ایک پر لکھا ہوتا، امرنی ربی دوسرے پر نہانی ربی لکھا ہوتا اور تیسرے پر کچھ نہ ہوتا ان تیروں کو ترکش میں ڈالتے اور ان میں سے ایک نکالتے اگر پہلا تیر نکلتا تو اوس کام کو کرتے اور دوسرا نکلتا تو نہیں کرتے اور تیسرا نکلتا تو دوبارہ پھر ڈالکر نکالتے۔ اون کے یہاں فال نکالنے کا یہ طریقہ تھا قرآن مجید نے اوس کو حرام قرار دیا، جس طرح سے اب زمانہ میں بھی بہت سے بیہودہ طریقے فال نکالنے کے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۱) مرسلہ شیخ عبد الحفیظ صاحب قادری رضوی از جائس محلہ شیخانہ ضلع رائے بریلی ۲۶ ذی الحجہ ۵۶ھ

کیا ارشاد ہے شریعت مطہرہ کا مسائل ذیل میں۔
کیا بوجہ حدیث عینیت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل ہیں؟

مسئلہ (۲) ایک طوائف کچھ روپیہ مرمت مسجد یا کسی کار خیر میں دینا چاہتی ہے اور روپیہ ناجائز طریقہ سے جمع کیا گیا ہے۔ ایسی حالت میں مرمت مسجد یا کسی کار خیر میں لیا جا سکتا ہے؟

الجواب (۱):۔ حدیث عینیت سے کون سی حدیث مراد ہے۔ اس عنوان سے کوئی حدیث معروف و مشہور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) حرام مال سے نیک کام نہیں کیا جا سکتا۔ حدیث میں ہے ولا یقبل اللہ الا الطیب ایسے مال کو فقراء و مساکین پر صرف کر دیا جائے، نہ بہ نیت تصدق بلکہ اس حیثیت سے کہ جس کا کوئی مالک نہ ہو وہ حق فقراء ہے اب یہ چاہیں تو اپنی طرف سے مسجد یا مدرسہ میں صرف کر سکتے ہیں کہ اب اس کی حرمت جاتی رہی، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی حافظ عبد العزیز صاحب صدر مدرس مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم قصبہ مبارکپور ضلع اعظم گڈھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ وہابیہ حضور کے علم غیب کی نفی میں یہ عبارتیں پیش کرتے ہیں برتقدیر صحت حوالہ جواب مرحمت ہو، درمختار میں ہے تزوج بشادۃ اللہ ورسولہ لم یجز قیل یکفر ردالمحتار میں ہے۔ قولہ قیل یکفر لانہ اعتقد ان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب۔ شرح متلقی میں ہے لانہ ادعی ان الرسول عالم الغیب۔ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ثم اعلم ان الانبیاء علیہم السلام لم یعلم المغیبات من

الاشیاء الاما اعلمہ اللہ تعالیٰ احیانًا وذکر الحنیفۃ تصریحًا بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیہ السلام یعلم الغیب معارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ، اخیر عبارت میں تو جمیع مغیبات اور علم ذاتی کی نفی معلوم ہوتی ہے کیونکہ احیانًا کا خود احتراز ہے اور آیت سے معارضہ مانا ہے لیکن پہلی عبارتوں سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضور کے عالم الغیب ہونیکا اعتقاد کفر ہے۔ تو کیا اس سے بھی جمیع مغیبات غیر شاہیہ یا علم ذاتی مراد ہے؟ اگر ایسا ہے تو کیا قرینہ ہے؟ حنیفہ کا کوئی قول جو حضور کے علم غیب عطائی کا مثبت ہو یا جمیع ما کان وما یکون کا۔ تو تحریر فرمائیں؟

الجواب:۔ عبارت درمختار یہ ہے، تزوج بشہادۃ اللہ ورسولہ لم یجز بل قیل یکفر واللہ اعلم۔ اس عبارت میں حکم کفر کی بنا اگر علم غیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہو تو یقینًا اوس علم سے علم ذاتی ہی مراد ہوگا۔ اسی وجہ سے اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ کیا اور صیغۂ تمریض قیل ذکر کیا، کیونکہ کفر کی بنا علم غیب ذاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شہادت پر نکاح کرنا غیب ذاتی کے اعتقاد کا ثبوت نہیں، اور مجرد احتمال حکم کفر کے لئے کافی نہیں بلکہ جب تک ایسا اعتقاد ثابت نہ ہو کسی مسلم کی طرف اس کی نسبت نہیں کی جا سکتی۔ ردالمحتار کی عبارت میں لفظ عالم الغیب قرینہ ہے اس امر کیلئے کہ کفر اوسی صورت میں ہے جب علم غیب ذاتی مراد ہو، اسلئے کہ لفظ عالم الغیب کا اطلاق اللہ تعالیٰ کیلئے خاص ہے، غیر خدا پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اور اوس کا علم ذاتی ہے، محیط ہے کہ کوئی ممکن ومعدوم کنہ واجب وغیرہا اوس سے خارج نہیں۔ لہذا مطلب یہ ہوا کہ اس قسم کے علم کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے اثبات کفر ہے، اس مقام پر وہابیہ کا ردالمحتار کا

حوالہ دینا کمال بے حیائی اور بددیانتی ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ تو اولیا کے لئے بھی علم غیب ثابت کرتے ہیں۔ پھر سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے علم غیب ثابت کرنے والے کو کیونکر کافر کہہ سکتے ہیں، وہابیہ کی خباثت ظاہر کرنے کیلئے ردالمحتار کی پوری عبارت جو اس مقام پر تحریر فرمائی ہے نقل کر دینا ہی کافی ہے اوسی سے معلوم ہو جائیگا کہ اس مقام پر وہابی نے عبارت میں کیا کچھ قطع و برید کی ہے۔ وہ عبارت یہ ہے۔ قولہ قیل بکفر لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب قال فی التتارخانیۃ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لایکفر لأن الاشیاء تعرض علی روح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال تعالیٰ عٰلِمُ الغیب فلا یظھر علی غیبہ احداً إلّا من ارتضی من رسول اھ قلت بل ذکروا فی کتب العقائد أنّ من جملۃ کرامات الاولیاء الاطلاع علی بعض المغیبات وردوا علی المعتزلۃ المستدلین بھذہ الآیۃ علی نفیھا بان المراد الاظھار بلاواسطۃ والمراد من الرسول الملک أی لا یظھر علی غیبہ بلاواسطۃ الا الملک أما النبی و الاولیاء فیظھرھم علیہ بواسطۃ الملک أوغیرہ وقد بسطنا الکلام علی ھذہ المسألۃ فی رسالتنا المسماۃ سل الحسام الھندی لنصرۃ سیدنا خالد النقشبندی فراجعھا فان فیھا فوائد نفیسۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم[1]۔ اس عبارت کو غور سے دیکھئے معلوم ہو جائیگا کہ علامہ سید ابن عابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ کس قوت کے ساتھ حضور بلکہ جملہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بلکہ اولیاء کیلئے علم غیب ثابت فرماتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے

---

[1] درمختار و ردالمحتار ج ۲ ص ۳۰۰ کتاب النکاح مطبع رشیدیہ پاکستان ۱۲ مصباحی

علم غیب میں تمام مدعیان اسلام یہاں تک کہ معتزلہ بھی متفق ہیں۔ اگر اختلاف ہے تو اولیاء کے علم غیب میں اختلاف ہے، معتزلہ اسکے منکر ہیں اور اہل سنت اسکے بھی مدعی ہیں۔ وہابیہ تو معتزلہ سے بھی بدرجہا بدتر ہیں کہ نہ صرف اولیاء بلکہ انبیاء بلکہ سید الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے علم غیب کی نفی کرتے ہیں مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کی بھی پوری عبارت یہ ہے[1]۔ وعن القاسم الصغار هو کفر محض لانه اعتقد ان رسول الله صلی الله علیه وسلم یعلم الغیب وهذا کفر وفی التاتارخانیه انه لا یکفر لان بعض الاشیاء یعرض علی روحه علیه السلام فیعرف ببعض الغیب قال الله تعالیٰ علم الغیب فلا یظهر علی غیبه احداً الا من ارتضی من رسول شرح ملتقی کی عبارت کا بھی مطلب یہی ہے کہ حکم کفر اوس وقت صحیح ہو سکتا ہے کہ علم غیب ذاتی کا معتقد ہو اور یہ کہ حضور کا علم جملہ معلومات الٰہیہ کو محیط ہو۔ اور مطلقاً کا اعتقاد اس خاص کے اعتقاد کو مستلزم نہیں، ہو سکتا ہے کہ بعض کا معتقد ہو اور اونکو باعطائے الٰہی مانتا ہو، یہ کفر کیونکر ہو سکتا ہے۔ بلکہ یہ عین ایمان ہے کہ قرآن مجید اوس کے ثبوت پر شاہد ہے۔ شرح فقہ اکبر اس وقت موجود نہیں ہے ممکن ہے کہ اوسکی عبارت میں بھی کچھ خیانت ہو اگر عبارت یہی ہو جب بھی ہمارے لئے مضر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: ـ مرسلہ حاجی عبد الغفور صاحب انجمن اشاعت الحق بازار سدانند بنارس یکم محرم ۱۳۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیہ غیر مقلدین جو

---

[1] اس سے پہلے یہ عبارت ہے۔ تزوج إمرأة بشهادة الله تعالیٰ ورسوله لا یجوز النکاح وعن قاسم الخ ۱۲ مجمع الانہر ج ۱ ص ۱۶۱ کتاب النکاح۔ مصباحی

تقلید ائمہ اربعہ کو حرام جانتا ہے اور دہلی والے اسماعیل مصنف تقویۃ الایمان وصراط مستقیم وغیرہ کو حق و ہدایت جانتا ہے، ایسے غیر مقلدین کو سنی حنفی اپنے مدرسے میں پڑھائیں تو کیسا ہے؟ اور ایسے کو قاری یا مولوی کی سند دینا کیسا ہے؟ اور ایسا کرنا وہابیہ غیر مقلدین کی عزت ہوئی یا نہیں۔ اور انکی عزت کرنا کیسا ہے اور ایسے کو عزت دینے والے اراکین و مدرسین کیسے ہیں۔ اور کس درجہ کے مجرم ہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

الجواب:- فرقہ غیر مقلدین گمراہ فرقہ ہے جس کی بدعت وگمراہی ظاہر و باہر ہے علمائے اہلسنت نے اوسکی گمراہی و بدعقیدگی اپنی کتابوں میں واضح طور پر بیان کردی ہے۔ تقویۃ الایمان جس کا نام رکھا گیا ہے وہ حقیقتاً تفویۃ الایمان ہے اس میں بہت سی باتیں ایمان واسلام کے خلاف ہیں بلکہ بکثرت کفریات ہیں جو الکوکبۃ الشہابیہ کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور صراط مستقیم میں اسمٰعیل دہلوی نے جو شان رسالت میں بکا ہے اس کو کوئی مسلمان گوارہ نہیں کرسکتا۔ جن کے ایسے گندے عقائد ہوں اونکی صحبت میں بیٹھنا اون سے میل جول رکھنا ہرگز جائز نہیں اہلسنت اونکو اپنے مدرسے میں پڑھائیں اوسکی دو صورتیں ہیں اگر وہ اپنے باطل عقائد میں پختہ نہیں ہے اور امید ہے کہ اوسکے عقائد درست ہو جائینگے تو پڑھانے میں کوئی حرج نہیں اور اگر عقائد میں پختہ ہے راہِ راست پر آنے کی امید نہیں تو بمقتضائے حدیث ایاکم وایاھم اون سے دور رہو اونکو دور کرو، ایسوں کو تعلیم دینا سانپ کو پالنا ہے، اور بہرحال جب وہ ایسے عقائد کا ہے تو اوس کو سند دینے کا مطلب یہ ہے کہ اون کو گمراہ کرنے کی اجازت دی جارہی ہے۔ اور یہ موقع دیا جارہا ہے کہ سنی مدرسہ کے لوگوں کو سند دکھا دکھا کر گمراہ کرنے میں سہولت ہی ہو، بالجملہ ایسے کو سند دینا ہرگز جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ حاجی عبد الغفور صاحب از بنارس یکم محرم ۱۳۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "مشکل کشا" کہنا کیسا ہے زید کہتا ہے کہ سوائے خدا اور کسی کو مشکلکشا کہنا شرک ہے۔ آیا زید کا قول صحیح ہے یا کیا؟ حضرت صدیق اکبر وحضرت عمر فاروق وحضرت عثمان غنی وحضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام کے ساتھ بجائے رضی اللہ عنہ کے علیہ السلام کہا جائے یا لکھا جائے۔ تو کیسا ہے بینوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

الجواب:۔ بیشک اللہ عزوجل مشکل کشا ہے مصائب دور کرنا اسی کا کام ہے مگر اس نے اپنے بندوں کو ایسے اختیار دیئے ہیں کہ وہ باذن اللہ مصائب کو دور کرتے ہیں۔ بذات خود مشکل دور کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے اور خدا کے حکم سے بندگان خدا دور کرتے ہیں[1] واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ غلام احمد پیش امام مسجد اسٹیشن مارواڑ جنکشن ۲۵ ذی الحجہ ۵۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس نے شرح وقایہ جلالین شریف مشکوۃ پڑھی ہو وہ عالم کہلانیکا مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ عالم ہونا بہت دشوار ہے اور اس زمانہ میں ہر کس وناکس عالم ہونے کا مدعی ہے اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ "مجھے کبھی خواب میں بھی خیال نہیں آتا کہ میں عالم ہوں" میرے استاذ حضرت محدث صاحب علیہ الرحمۃ ہمیشہ اپنے کو طالب علم ہی کہتے تھے کبھی عالم کہتے میں نے نہ سنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از خانقاہ سراجیہ برکت آباد محلہ برکت پورہ مقام مالیگاؤں ضلع ناسک ۱۸ ربیع الآخرہ ۵۹ھ

[1] نام کیساتھ "علیہ السلام" ذکر کرنا انبیاء وملائکہ کیساتھ خاص ہے، غیر نبی وملک کے نام کیساتھ علیہ السلام

عقائد وہابیہ دیوبندیہ اور وہ سنی لوگ جو عقائد وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے پرہیز نہیں کرتے ہیں ان دونوں کے مدرسہ کا دینا یا وعظ وغیرہ میں چندہ دینا گناہ ہے تو کونسا گناہ۔ صغیرہ یا کبیرہ یا کفر تک ہے۔ ان دونوں گروہوں کو باوضو یا بے وضو قرآن شریف کا چھونا گناہ ہے یا کیا ہے ان دونوں کا پڑھنا ایک ایک حرف کے بدلے میں کیا عذاب ہے یا ثواب ہے شرعاً حکم کیا ہے؟

الجواب:۔ چندہ دینا گناہ ہے قرآن مجید وہ چھوئیں یہ آپ کے اختیار کی چیز نہیں قرآن مجید پڑھنے کا مؤمن کو ثواب ہے کافر ثواب کا اہل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی سید زین الدین علوی خطیب مسجد الف شہر احمد آباد گجرات ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۵۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین سوالات مرقوم الذیل کی بابت بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب مع حوالہ کتب معتبرہ وصفحہ وقول مستند وصحیحہ ونام کتب وغیرہ؟

(۱) اگر کوئی شخص واعظ یا کسے باشد مگر سنی صحیح العقیدہ حنفی ہو ایام محرم شریف میں شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی مجالس میں حالت قیام میں اختتام وعظ کے بعد اشعار وصلوٰۃ وسلام مضمون شہادت کیسا تھ اگر ایسا پڑھے کہ یا نبی سلام علیک یا حسن سلام علیک یا حسین سلام علیک صلوٰۃ اللہ علیکم پڑھے اور لوگوں سے پڑھائے تو حرام ہے یا مکروہ ہے یا جائز ہے مفصل تحریر فرمادیں؟

(۲) یا حسین علیہم السلام کہنا جائز ہے یا نہیں اور ایسا لکھنا بھی کیسا ہے اور پکارنا کیسا ہے؟

(۳) صلوٰۃ سلام بھی کسی غیر نبی اللہ کے واسطے بطور انفراد واستقلال کے مکروہ ہے تو یہ کہنا کہ امام حسن یا امام حسین علیہ السلام مکروہ ہے دیکرہ ان یصلی علی غیر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والہ واصحابہ وحدہ۔ فتاویٰ عالمگیری جلد خامس ۳۴۹ فقط واللہ اعلم

یہ عبارت اور حوالہ کیا صحیح ہے اور عربی عبارت کے ماقبل یا بعد کوئی مضمون شامل ہے یا نہیں تفصیل سے تحریر فرمادیں؟

(۴) پکارنا غیر اللہ کو ناجائز ہے صرف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صلوٰۃ وسلام کے ساتھ جائز ہے فقط یہ عبارت صحیح ہے؟

(۵) مرد کیلئے خالص ریشم تانے بانے میں یا حشو کے طور پر سایا یا عبا کے کناروں پر کس حد تک جائز ہے اور اگر زرین تار یا کسی کام کا کتنے تولہ کی مقدار یا کپڑے کے کتنی حد تک مرد کیلئے جائز ہے معتبر ثبوت حدیث شریف اور طریقے سے تفصیل سے تحریر فرمادیں یہ ریشم اور زر کی مقدار سوتی کپڑے میں مراد ہے؟

الجواب (۱) یہ طریقہ زمانہ سابق میں نہیں تھا کہ کتابوں میں اسکے جواز یا عدم جواز کا ذکر ہوتا اور سلف صالحین کے قول یا فعل سے اس کی تائید ہوتی عامۃ مسلمین اور تمام بلاد اسلامیہ میں یہ رواج ہے کہ محفل میلاد اقدس میں بوقت ذکر ولادت قیام کیا جاتا ہے اور اس موقع پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں اور یہ محفل شریف کی خصوصیت اور امتیازی چیز سمجھی جاتی ہے اگر دوسرے مواقع پر بھی یہ طریقہ برتا جائے کبھی ذکر شہادت میں کبھی گیارہویں کی مجلس میں اور اسی طرح بزرگان دین کے عرس وفاتحہ میں تو مجلس میلاد شریف کی امتیازی کیفیت باقی نہ رہے گی لہذا اس اختراع سے گریز کرنا چاہیئے۔ ھذا ماعندی والعلم بالحق عند ربی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) یہ سلام جو نام کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے یہ سلام تحیت نہیں جو باہم ملاقات کے وقت کہا جاتا ہے یا کسی ذریعہ سے کہلایا جاتا ہے بلکہ اس سے مقصود صاحب اسم کی تعظیم ہے۔ عرف اہل اسلام نے اس سلام کو انبیاء وملائکہ کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ

علیہ السلام حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت میکائیل علیہ السلام لہٰذا غیر نبی و ملک کے نام کیساتھ علیہ السلام نہیں کہنا چاہیئے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) :۔ فتاوی عالمگیری کی جلد خامس کے اس صفحہ پر یہ عبارت نہیں ملی بلکہ جلد خامس کے دیگر مقامات پر بھی باوجود تلاش یہ عبارت نظر سے نہیں گذری مگر فتاوی امام قاضی خان میں یہ عبارت موجود ہے۔ فتاوی عالمگیری کے حاشیہ پر جو فتاوی خانیہ طبع ہوئی ہے اوسکی تیسری جلد کتاب الحظر والاباحۃ وفصل فی التسبیح والتسلیم والصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صفہ ۴۶ کے شروع ہی میں ہے ویکرہ ان یصلی الخ۔ اس سے اوپر یہ مسئلہ ہے کہ جو شخص تلاوت کر رہا ہے اور اوس کو سلام نہ کیا جائے اور اس کے بعد یہ عبارت ہے ولو جمع فی الصلوٰۃ بین النبی وغیرہ فیقول اللھم صلی علی محمد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ جاز لان فیہ تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) یہ غلط ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا ناجائز ہے نداءِ غیر اللہ جائز ہے احادیث واقوال ائمہ وعلماء سے اس کا جواز ثابت ہے ۔علمائے اہلسنت کی اس باب میں تصانیف موجود ہیں اون کو دیکھیئے ۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز نے متعدد رسائل میں اس کا جواز بیان فرمایا۔ اور ایک رسالہ انوار الانتباہ خاص مسئلہ ندا میں تصنیف کیا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۵) خالص ریشم یعنی تانا بانا دونوں ریشم ہوں یا بانا ریشم ہو کہ یہ بھی خالص ریشم کے حکم میں ہے اوسکی گوٹ سوتی یا اونی کپڑے میں چار اونگل تک لگا سکتے ہیں اس سے زیادہ کی اجازت نہیں مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے ۔ عن عمر ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہی عن لبس الحریر

الاھکذا اور فع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ اصبعیہ الوسطی والسبابۃ وضمھما متفق علیہ وفی روایۃ لمسلم انہ خطب بالجابیۃ فقال نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن لبس الحریر الاموضع اصبعین اوثلث اواربع درمختار میں ہے یحرم لبس الحریر علی الرجل لا المرأۃ الاقدر اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ ملتقطا۔ زریں کام کا بھی یہی حکم ہے کہ ایک جگہ پر چار اونگل سے زیادہ نہ ہو خواہ زر سے کپڑا بنا گیا ہو یا روئی سے نقش ونگار بنائے گئے ہوں، درمختار میں ہے وکذا المنسوج بذھب یحل اذا کان ھذا المقدار اربع اصابع والا لایحل للرجل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ حاجی محمد اسمٰعیل ولد الفو مقام ملاڈ ضلع تھانہ آفس روڈ ۲۲ رجمادی الآخرہ ۱۳۵۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں؟

(۱) ایک شخص تھا وہ گذر گیا اب اسکی عورت دوسرا نکاح کرتی ہے ہمارے یہاں یہ رواج ہے کہ پہلے اس عورت کا سسر دو سو تین سو روپیہ لیتا ہے اور پھر اس عورت کا باپ سو دو سو روپیہ وہ لیتا ہے اس روپیہ کو ہماری زبان میں پاچھا کہتے ہیں، ایسے پیسے لینا جائز ہے یا نہیں بیان فرمادیں؟

(۲) ہمارے ملک میں یہ رواج ہے کہ دولہن کا باپ دولہا کا نکاح کا پیغام بھیجتا ہے اور پیغامبر آتے ہیں اور تین روز ضیافت کھاتے ہیں اور تیسرے روز دولہن کا باپ دولہا کے باپ کے پاس روپیہ لیتا ہے، اس روپیہ کو ہماری زبان میں "لیک" کہتے ہیں جو دولہا کے باپ کے ساتھ میں آدمی آتے ہیں ان کو تین روز میں انھیں کو کھلادیتے ہیں، شریعت کے طور سے لیک لینا جائز ہے یا نہیں اور اس تیسرے روز دولہن کا نانا اپنی لڑکی کو کچھ

نقد دیتا ہے سو دو سو آدمیوں کے مجمع میں کچھ دیتا ہے اسکو ہماری زبان میں "بھات"، کہتے ہیں کوئی جانور دیتا ہے کوئی نقد روپیہ دیتا ہے شریعت کے طور سے بھات لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) دولہا کی منگنی کا پیغام آتا ہے اس ٹائم میں دولہن کو نظروں کے سامنے دیکھنا تاکہ دل کو تسلی ہو، کیونکہ منگنی کے وقت نظروں سے دیکھنا جائز ہے یا نہیں بیان فرمادیں؟

(۴) بہت سے شخصوں کی زبان سے سنتے ہیں کہ سات مرتبہ اجمیر شریف کے جانے سے ایک حج قبول ہوجاتا ہے خلاصہ بیان فرمادیں؟

(۵) کشتی کا کرنا سنت ہے یا نہیں؟ بہت سے کہتے ہیں کہ کشتی کرنا حرام ہے شریعت کے طور سے کشتی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) بہت سے شخص یہ کہتے ہیں کہ گدھے کی پیٹھ پاک ہوتی ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ گدھے پر چڑھنا سنت ہے۔ شریعت کے طور سے گدھے پر چڑھنا سنت ہے یا نہیں؟

الجواب (۱) عورت کا خسر یا اوس کا باپ جو کچھ رقم لیتا ہے، یہ ناجائز اور رشوت ہے۔ عورت کے خسر کا اب کوئی تعلق ہی نہیں کہ وہ عورت کو نکاح کرنے سے نہیں روک سکتا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْھًا وَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ لِتَذْھَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ، الآیہ۔ جلالین میں ہے۔ کانوا فی الجاھلیۃ یرثون نساء اقربائھم فان شاؤا تزوجوا بلا صداق او زوجوھا واخذوا صداقھا او عضلوھا حتی تفتدی بما ورثتہ او تموت فیرثوھا فنھوا عن ذلک۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) جو مہمان آئے اون کو کھانا کھلایا گیا اوس کا کوئی معاوضہ نہیں

دیا جائیگا۔ دولہا کے باپ سے کھانا کیلئے روپیہ لینا بھی ناجائز ہے۔ لڑکی کا نانا اپنی لڑکی کو جو کچھ دے جائے یہ جائز ہے یہ ہدیہ ہے اوس کی ممانعت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہے اسکو نکاح سے پہلے دیکھنا جائز ہے، حدیث میں اس دیکھنے کی اجازت آئی ہے[1] واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) بزرگان دین کے مزارات پاک کی زیارت جائز مستحسن ہے وہاں جاکر ایصال ثواب کرے ان کے مزارات سے فیوض و برکات حاصل کرے مگر یہ کہیں نہیں آیا ہے کہ سات مرتبہ جانے سے ایک حج مقبول ہوتا ہے لوگوں کی ایسی باتیں قابل اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۵) کشتی جائز ہے۔ حدیث شریف سے بھی اس کا جواز ثابت ہے رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں پچھاڑا اور وہ ایمان لائے، مگر اس زمانہ میں کشتی لڑنے والے عام طور پر ستر کھول کر لڑتے ہیں یہ ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۶) گدھے پر سوار ہونا جائز ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس پر سوار ہونا بھی ثابت ہے مشکوٰۃ شریف میں حدیث موجود ہے اب بھی ملک عرب میں لوگ گدھے پر سوار ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ۔ ہندوستان میں اسکی سواری کا رواج نہیں ہے اس وجہ سے لوگ مستبعد سمجھتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اذا خطب احدکم المرأۃ فان استطاع أن ینظر إلی ما یدعوہ إلی نکاحھا فلیفعل۔ جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے۔ اور وہ نکاح کی طرف داعی امور کو دیکھ سکتا ہے تو ضرور دیکھ لے۔ مشکوٰۃ شریف، ص ۲۶۸ باب النظر إلی المخطوبۃ۔ آل مصطفےٰ مصباحی

مسئلہ:- از رانی کھیت مرسلہ جناب قاری جلیل الدین احمد صاحب مدرس مدرسہ امجدیہ ۲۲ محرم الحرام سنہ ۵۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں۔
کہ لڑکیوں کو اگر لکھنا سکھایا جاوے تو شرعاً کوئی مواخذہ تو نہیں ہے اور ان کی تعلیمی حالت کو شریعت نے کہاں تک اجازت دی ہے علوم دینیہ کے علاوہ علوم دنیویہ مثلاً پھول، بیل، بوٹے، موزے وغیرہ بنانے کے لئے اسکولوں میں اور میموں کے پاس بھیجنا کیسا ہے؟

الجواب:- لڑکیوں کو ضروری مسائل شرعیہ عبادات و معاملات کی تعلیم دینا ضروری ہے، یونہیں ان کو امور خانہ داری مثلاً کھانا پکانا، سینا پھول، بوٹے بنانا وغیرہ ایسے کام سکھانا بھی جائز بلکہ بہتر ہے۔ مگر ان کی تعلیم کے لئے نصرانیہ عورتوں کے پاس بھیجنا ناجائز ہے کہ ان کی صحبت سے اوسی قسم کی آزادی اور دین سے بے تعلقی پیدا ہونے کا قوی احتمال موجود ہے لڑکیوں کو لکھنا نہ سکھانا اچھا ہے[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] عورتوں کو لکھنا نہ سیکھایا جائے، کہ انھیں لکھنا سکھانا مکروہ ہے۔ اس کی اصل امام بیہقی کی بیان کردہ وہ حدیث ہے۔ جو انھوں نے شعب الایمان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

"حدثنا محمد ابن ابراهيم ابو عبد الله الشامى حدثنا شعيب ابن اسحٰق الدمشقى عن هشام ابن عروة عن ابيه عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تسكنوا هن الغرفة ولا تعلّموهن الكتابة وعلّموهن الغزل وسورة النور"۔ (رواه الحاكم فى المستدرك والسيوطى

مسئلہ:۔ از ڈاک خانہ یوپلیٹا مڈل سکول کاٹھیاوار مرسلہ جناب قاری مصطفیٰ میاں صاحب۔
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عورت یا لڑکی کو لکھنا سکھلانا یعنی

بقیہ حاشیہ ص ۲۴۹ کا:۔ فی رسالتہ الاجر الجزل وفی تفسیرہ الدر المنثور عن ابن مردویۃ) یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو بالاخانوں پر نہ بساؤ، اور انھیں لکھنا نہ سیکھاؤ، اور کاتنا سکھاؤ اور سورۂ نور کی تعلیم دو۔
مگر یہ نہی تنزیہی ہے۔ اولاً:۔ حدیث میں سند و متن کے لحاظ سے ثبوت شکی اثبات قطعی اور طلب کف، جازم ہے، جس سے کراہت تنزیہی کا ثبوت ہوتا ہے ثانیاً:۔ کتابت کوئی ایسی شئی نہیں جو حرام لذاتہٖ ہو۔ بلکہ فی نفسہٖ کتابت ایک اچھی چیز ہے۔ اس کے اندر کراہت ایک امر خارج (احتمالِ فتنہ) کی وجہ سے ہے۔
ثالثاً:۔ حدیث مذکور میں صیغۂ امر (علموھن الغزل وسورۃ النور) کا استحباب کے لئے ہونا۔ اور صیغۂ نہی (لاتسکنوھن الغرفۃ) کا تنزیہی ہونا بھی قرینہ ہے۔ جس کی توضیح یہ ہے کہ حدیث مذکور میں دو چیزوں سے روکا گیا ہے، اور دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے۔ عورتوں کو بالاخانے میں ٹھہرانے اور انھیں کتابت کی تعلیم دینے کی ممانعت ہے۔ اور کاتنا سکھانے، اور سورۂ نور کی تعلیم دینے کا حکم ہے۔
ظاہر ہے کہ یہاں امر اپنے معنیٰ اصلی (وجوب) میں مستعمل نہیں، کیونکہ خاص "سورۂ نور کی تعلیم"، اور کاتنا سکھانا واجب نہیں۔ بلکہ اول الذکر میں حکم استحباب کے طور پر ہے۔ جب کہ ثانی الذکر میں اباحت کے لئے ہے۔ یونہی عورتوں کو بالاخانے میں ٹھہرانا ناجائز و حرام نہیں۔ بلکہ احتمالِ فتنہ کی وجہ سے مکروہ ہے۔ اور یہ کراہت تنزیہہ کے لئے ہے۔ نہ کہ تحریم کے لئے، ہاں جہاں فتنہ کا خوف صحیح ہو۔ تو یقیناً

قلم اس کے ہاتھ میں دینا منع ہے یا نہیں ؟

الجواب :- عورتوں کو علم دین کی تعلیم دینا فرض ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ۔ رہا لکھنا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵ کا :- بطور سدِّ ذرائع کراہت تحریمی ہوگی۔ لیکن اگر بالاخانے میں ٹھہرانا احتمالِ فتنہ کا باعث نہ ہو۔ تو کراہت اصلاً نہ ہوگی۔ کہ حدیث مذکور معلول بہ علت ہے۔ اور فقدانِ علت سے حکمِ کراہت بھی مرتفع ہوجائے گا۔ آج کے زمانہ میں جب کہ تمام شہروں اور قصبوں بلکہ بعض دیہاتوں میں بھی کئی کئی منزل کی رہائشی عمارتیں ہوتی ہیں۔ ایک منزلہ عمارت تو اب شہروں اور قصبوں کے مقدر میں نہیں۔ اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ اپنے اہل وعیال سمیت اوپر کی منزلوں میں رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ اور اوپر کی منزل کا حال نیچے کی منزل وعمارت کی طرح ہوتا ہے۔ بلکہ آج کے دور میں بالخصوص شہروں اور قصبوں میں نیچے کی منزل کی بہ نسبت، اوپر کی منزل میں سکونت ورہائش حفظِ نفس وحفظِ مال کے لئے زیادہ موزوں۔ کما نشاھد فی البلاد فی عصرنا ھذا۔ تو اس صورت خاص میں بالاخانے میں عورتوں کو ٹھہرانے میں احتمالِ فتنہ کا انتفاء معلوم، لہٰذا کراہت بھی نہیں۔ ہاں جن علاقوں، گاؤں یا محلوں میں ایک منزلہ عمارت بکثرت ہو۔ بالاخانے والے مکانات شاذ ونادر ہوں، وہاں عورتوں کو بالاخانے میں ٹھہرانا احتمالِ فتنہ کی بنا پر مکروہ ہوگا۔ اور جہاں یہ احتمال قوی ہوگا، حکمِ ممانعت میں شدت ہوگی۔

قریب قریب یہی صورت "درکتابت نسواں" میں بھی ہے۔ ہر چند کہ "درکتابت" اچھی چیز ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا۔ اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (جس نے قلم سے لکھنا سکھایا)

اس میں احتیاط یہی ہے کہ عورتوں کو لکھنا نہ سکھایا جائے خصوصاً اس پرآشوب زمانہ میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بقیہ حاشیہ ص۲۵۱ کا:۔ حدیث پاک میں حقوقِ اولاد میں تعلیم کتابت کو بھی شمار فرمایا
إن من حق الولد علی والدہ ان یعلمہ الکتاب ای الکتابۃ (رواہ ابن النجار عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لیکن چونکہ عورتوں کے کتابت سیکھنے میں فتنہ کا احتمال ہے۔ کہ وہ خط وکتابت کے ذریعہ غیروں سے رسم وراہ کرسکتی ہے۔ اس لئے بطور سد ذرائع منع کیا گیا۔ مگر یہ ممانعت تحریم کے لئے نہیں۔ بلکہ کراہت تنزیہی کے طور پر ہے۔ چنانچہ شیخ احمد شہاب الدین بن حجر ہیتمی مکی نے "فتاویٰ حدیثیہ" میں صراحت کی ہے۔ إن النھی فیہ تنزیہ لما تقرر من المفاسد المترتبۃ علیہ (ص ۶۴)
جن علماء نے کتابتِ نسواں کے تعلق سے "منع" کا لفظ استعمال فرمایا ہے، انھوں نے اسی نہی تنزیہی پر منع کا اطلاق کیا ہے۔ "فتاویٰ رضویہ" میں ایک جگہ یہ حکم مذکور ہے "عورتوں، لڑکیوں کو لکھنا سیکھانا منع ہے"، دوسری جگہ اسی کے ص۱۰۹ پر یہ حکم درج ہے، "لڑکیوں کو لکھنا سیکھانا مکروہ" (دہم نصف آخر ص۱۲۹) دونوں عبارتوں کا مطلب ایک ہے۔ یعنی ممانعت، کراہت پر محمول ہے، ہاں اگر کہیں احتمال فتنہ کا غلبہ ہو، توکراہت تحریم کیلئے ہوگی۔ غرض مدارِ حکم احتمالِ فتنہ پر ہے، اگر فتنہ محتملہ متوہمہ منتفی ہو۔ تو انتفائے علت سے حکم ممانعت بھی منتفی ہوگا۔ اور علم کتابت بلاکراہت جائز ہوگا۔ کیونکہ حکم ممانعت کا معلول بہ علت ہونا ظاہر ہے۔ فتاویٰ حدیثیہ، میں ہے۔ فیہ اشارۃ الی علۃ النھی عن الکتابۃ وھی ان المرأۃ اذا تعلمتھا توصلت بھا الی اغراض فاسدۃ (ص ۶۳)
انتفائے احتمالِ فتنہ کی بنا پر صحابیات میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ

مسئلہ:۔ از محلہ شاہ دانا مسئولہ محمد امین خاں رضوی ۲ رجمادی الاولی ۴۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذاکر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر بیٹھا ہوا سراپائے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

بقیہ حاشیہ ص۲۵۲ کا:۔ حضرت حفصہ، حضرت شفاء بنت عبداللہ، عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہن وغیرہا نے علم کتابت سیکھا، اور اس سے انھوں نے اسلام کی بڑی خدمت انجام دی۔ اس کے بعد کے ادوار میں بھی بہت سی ایسی عورتیں ملتی ہیں جنھوں نے علمِ کتابت سیکھا، جیسے عائشہ بنت احمد قرطبی، مشہدہ بنت احمد دینوری، فاطمہ بنت علاؤالدین سمرقندی، مریم بنت یعقوب انصاری قیصوری، فاطمہ بنت قاضی محمود وغیرھا، اپنے وقت کی بہترین کاتبہ تھیں۔

امام سیوطی "نزہتہ الجلساء" میں اور علامہ مقریزی "نفح الطیب" میں عائشہ بنت احمد قرطبی کے حالات میں لکھتے ہیں

"قال ابن حیان فی المقتبس لم یکن فی زماننا فی جزائر الاندلس من بعدھا علماً وفھماً وادباً وشعراً وفصاحۃً وکانت حسنۃ الخط تکتب المصاحف ماتت عذراء لم تنکح سنۃ اربعمائۃ انتھی"

ابن حبان نے مقتبس میں کہا ہمارے زمانے میں اندلس کے جزیروں کے اندر کوئی شخص ایسا نہیں جو علم سمجھ، ادب، شعر اور فصاحت میں عائشہ کا ہمسر ہو، جن کا خط بہت عمدہ تھا، یہ مصاحف لکھا کرتی تھیں۔ ابھی غیر شادی شدہ ہی تھیں، کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کا انتقال ۴۰۰ھ صدی ہجری میں ہوا۔ امام سیوطی نے "نزہتہ الجلساء فی اشعار النساء" میں مشہدہ بنت احمد دینوری کے حال میں لکھا ہے

"کانت ذات دینٍ وورعٍ وعبادۃٍ۔ سمعت الکثیر وعمرت وکتبت الخط

بیان کرتا ہو، سامعین سبحان اللہ کہیں تو ذاکران کو آداب عرض کرے، ازروئے شرع شریف ذاکر کو آداب عرض کرنا چاہیئے یا نہیں؟

مسئلہ (۲) اگر کوئی ذاکر منبر پر بیٹھ کر حضور کی شان اقدس میں کہے،

بقیہ حاشیہ ص۲۵۳ کا:۔ المنسوب علی طریقة المکاتبة وما کان فی زمانها من یکتب مثلها وکان لها الاسناد العالی ماتت سنة اربع وسبعین وخمس مائة انتهٰی"

ان خواتین اسلام کا علم کتابت سیکھنا گو کہ اس بات کی دلیل قطعی نہیں کہ کسی مستند شخصیت نے انھیں "کتابت" کی تعلیم دی ہو۔ لیکن اتنی بات بہرحال ہے کہ ان فقیہہ، عابدہ، زاہدہ خواتین نے علم کتابت غیر سے نہیں سیکھا ہوگا، بلکہ اپنے گھر کے کسی ذی علم شخصیت ہی سے سیکھا ہوگا۔ یا کم ازکم ان مستند شخصیتوں کو اس کی اطلاع ضرور رہی ہوگی۔ کیونکہ ان کا مصاحف وغیرہ لکھنا جسے مؤرخین نے بھی بیان کیا ہے۔ ایسی ڈھکی چھپی بات نہ تھی کہ ان کے ذمہ داروں کو علم نہ ہو جو اس امر کی دلیل ہے کہ ان حضرات کے نزدیک "کتابت نسواں" مطلقاً ممنوع ومکروہ نہ تھی۔ بلکہ احتمالِ فتنہ کے انتفاء کی صورت میں یہ لوگ جواز کے قائل تھے حضرت شفاء بنت عبداللہ والی حدیث میں بھی کتابت نسواں کی تعلیم کی اجازت دی گئی ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

قالت دخل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وأنا عند حفصة فقال ألا تعلمین هذه رقیة النملة کما علمتیها الکتابة (ابوداؤد۔ کتاب الطب باب فی الرقی ص ۵۴۲)

شفاء بنت عبداللہ کہتی ہیں۔ میں ام المؤمنین حضرت حفصہ کے پاس تھی

"وہ امت کے چرواہے تھے"، تو اس کیلئے کیا حکم ہے؟
مسئلہ (۳) اگر کوئی نعت پڑھے "کملیا اوڑھنے والے"، تو اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

بقیہ حاشیہ ص۲۵۴ کا:۔ اتنے میں رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔ "کیا حفصہ کو نملہ کا منتر نہ سکھائے گی جیسے اُسے لکھنا سکھایا۔ امام حاکم نے مستدرک میں اس حدیث کو صحیح کہا۔ ابراہیم بن مہدی کے علاوہ اس حدیث کے رُواۃ صحیح بخاری کے رُواۃ ہیں۔ امام ابو داؤد نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد سکوت فرمایا۔ جو ان کے نزدیک حدیث کے حسن ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ غنیہ میں ایک حدیث کے تحت ہے۔ سکت علیہ ابو داؤد و ما سکت علیہ فھو حسن عندہ" (ص ۱۹) بہر حال اس روایت کے ثابت ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

اس حدیث کے تحت ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے خطابی سے عدم کراہت کا قول نقل کیا ہے، پھر اس پر منع وارد کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں

"قال الخطابی فیہ دلیل علی ان تعلم النساء الکتابۃ غیر مکروہ قلت یحتمل ان یکون جائزاً للسلف دون الخلف لفساد النسوان فی ھذا الزمان۔

اس کے بعد بعض لوگوں کی رائے بھی نقل فرمائی ہے کہ امہات المؤمنین کے اندر احتمال فتنہ نہ رہنے کی بنا پر تعلیم کتابت ان کے لئے خاص تھی۔ عام عورتوں کو اس کی اجازت نہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں

"ثم رأیت قال بعضھم خصت بہ حفصۃ لان نساءہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خصصن باشیاء قال تعالیٰ یانساء النبی لستن کاحد من النساء اخبر

الجواب (۱) سامعین کو چاہیئے کہ ادب کے ساتھ ذکر فضائل سنیں اگر بے ساختہ الفاظ تحسین نکلے تو مضایقہ نہیں۔ تصنع اور بناوٹ کو دخل نہ دیں، اور موقع درود شریف پر درود شریف پڑھیں، اور ذاکر کا آداب عرض کرنا آداب

بقیہ حاشیہ ص۲۵۵ کا:۔ لا تعلمن الکتابۃ یحمل علی عامۃ النساء خوف الافتتان علیھن،، (مرقاۃ المصابیح جلد چہارم ص ۵۱۲ اصح المطابع بمبئی)

اقول اس پوری عبارت میں ملا علی قاری نے اپنا کوئی واضح فیصلہ نہیں دیا۔ اوّل الذکر عبارت میں موصوف نے خطابی کے قول پر معنیٰ منع وارد کر کے اس پر یحتمل کہہ کے سند منع پیش کی ہے۔ اور ثانی الذکر عبارت میں صرف بعض لوگوں کا قول نقل فرمایا ہے۔ اپنی ذاتی رائے نہیں دی ہے۔ اگرچہ مجموعی گفتگو سے ان کا رجحان معلوم کیا جا سکتا ہے جہاں تک خصوصیت والی بات ہے اس سلسلے میں اولاً معروض ہے کہ تعلیم کتابت کو امہات المؤمنین کے لئے مخصوص ماننا سخت محل نظر ہے۔ کیونکہ حدیث مذکور شفاء بنت عبداللہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تعلیم کتابت کے لئے فرمانا بہت سی صالحہ، عاملہ، متقیہ، عورتوں کا کاتب ہونا، تخصیص حکم کے منافی ہے ثانیاً خصائص کا ثبوت احتمال سے نہیں ہوتا، کما ذکر العلامہ حجر عسقلانی فی فتح الباری۔ ،،الخصائص لا تثبت بالاحتمال،، ثالثاً اگر جوازِ کتابت امہات المؤمنین کیساتھ خاص ہوتا، تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، عائشہ بنت طلحہ کو جس کی پرورش خود انھوں نے کی خطوط کا جواب دینے کیلئے مقرر نہ فرماتیں۔

چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے ،،الادب المفرد،، میں یہ اثر نقل فرمایا ہے

،،حدثنا ابو رافع قال حدثنا ابو اسامۃ قال حدثنی موسی بن عبد اللہ قال حدثتنا عائشۃ بنت طلحۃ قالت قلتُ لعائشۃ وانا فی حجرھا وکان الناس

مجلس شریف کے بالکل خلاف ہے، مشاعرہ میں شعراء آداب عرض کیا کرتے ہیں اور یہ مجلس بیان فضائل ہے، مشاعرہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) یہ لفظ نہایت مبتذل و ذلیل ہے، ایسے الفاظ سے

بقیہ حاشیہ صـ۲۵۶ کا:- یأتونها من كل مصر فكان الشيوخ ينتابونى لمكانى منها وكان الشباب يتاخونى فيهدون إلىّ ويكتبون الىّ من الامصار فاقول لعائشة ياخالة هذا كتاب فلان وهديته فتقول لى عائشة اى بنية فاجيبيه واثيبيه فان لم يكن عندك ثواب اعطيتك فقالت فتعطينى» (الادب المفرد باب الكتابة الى النساء وجوابهن ص ۱۶)

عائشہ بنت طلحہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے جن کے گھر میں میری پرورش ہوئی تھی کہا، جبکہ ان کے پاس مختلف شہر کے لوگ آتے تھے حضرت عائشہ سے پرانے تعلقات کی بنا پر بزرگ حضرات میرے پاس آتے تھے اور جوان مجھے اپنی بہن سمجھ کر تحفے بھیجتے اور مختلف شہروں سے خطوط بھیجتے تھے میں حضرت عائشہ سے عرض کرتی کہ خالہ یہ فلاں شخص کا خط ہے اور اس نے یہ ہدیہ بھیجا ہے تو مجھ سے حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ اے بیٹی! تم خط کا جواب لکھ دو اور ہدیہ کے بدلے ہدیہ بھیج دو، اگر تمہارے پاس نہ ہو تو میں تم کو دے دیا کروں گی، تو وہ مجھے دیدیا کرتی تھیں۔

البتہ حدیثِ جواز اور حدیث ممانعت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ حدیث شفاء بنت عبداللہ نہی کتابت سے پہلے کی ہے۔ یعنی حدیث نہی کو ناسخ مان لیا جائے۔ جیساکہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

«تعلیم کتابت مر زنان را در حدیثے دیگر نہی از آں آمدہ چنانکہ فرمود ولا تعلم الکتابۃ وازیں حدیث جواز آں مفہوم گردد۔ ایں مگر پیش از نہی باشد۔ و بعضے گفتہ اند کہ نساء آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخصوص اند از آں بہ بعضے احکام و فضائل و نہی

احتراز کرے اور توبہ کرے اور تجدید نکاح کرے، مسلمان بارگاہ اقدس میں عرض کیا کرتے تھے، راعنا۔ یعنی ہماری رعایت فرمائیے یہود موقع پاکر زبان دبا کر اس طرح کہتے کہ بظاہر تو وہی معلوم ہوتا مگر وہ کہتے "راعینا"

بقیہ حاشیہ ص۲۵۷ کا:۔ از کتابت محمول بر نساء عامہ است کہ خوف فتنہ در آنجا متصور است وایں جا چنیں نیست ۔ (اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۶۱۲ کتاب الطب والرقی)

لیکن اس صورت میں یہ بات محتاج بیان ہے کہ عہد نبوی کے بعد کی بہت سی جلیل القدر فقیہہ، عابدہ، زاہدہ عورتوں نے نہ صرف علم کتابت سیکھا، بلکہ مصاحف وغیرہ میں ان کے حسن خط کا تذکرہ مؤرخین نے کیا۔ اس لئے فیصلہ کن بات یہی کہی جاسکتی ہے کہ تعلیم کتابت کا جواز نہ تو امہات المؤمنین کے ساتھ خاص ہے۔ اور نہ عام عورتوں کیلئے مطلقاً ممنوع ومکروہ بلکہ جہاں احتمال فتنہ نہ ہو وہاں حدیث جواز پر عمل ہوگا، خواہ کسی بھی عہد کی عورتیں ہوں۔ اور جہاں احتمال فتنہ ہو حدیث ممانعت پر عمل ہوگا۔

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ آج جبکہ خط وکتابت سے زیادہ ٹیلیفون وغیرہ رابطے کے مستحکم مضبوط اور مخفی ذرائع وجود میں آچکے ہیں اور خط وکتابت کے ذریعے پیغام رسانی کی اہمیت خاطر خواہ گھٹ رہی ہے۔ خط کے ذریعے پیغام پہونچانے میں تاخیر کے علاوہ قاصد کا واسطہ چاہیئے جبکہ ٹیلیفون جیسے ذرائع میں درمیانی واسطہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور ظاہر ہے کہ ذرائع میں احتمال فتنہ اضافی ہے۔ جو ذرائع کے مستحکم ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ بہر حال اس زمانے میں خط وکتابت کے "ذریعہ" بننے کی وہ اہمیت نہیں۔ جو گذشتہ ادوار میں تھی۔ اور جب تک کوئی ذریعہ احتمال فتنہ میں قوی رہے گا۔ حکم ممانعت میں شدت رہے گا۔ اور جب وہی ذریعہ اختلاف احوال وزمان کی وجہ سے قوی نہ رہ جائے تو

یعنی ہمارے چرواہے اس پر آیتہ کریمہ نازل ہوئی۔ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا۔ اس لفظ "راعنا" سے ممانعت فرما کر یہ حکم دیا کہ "انظرنا" کہو یعنی ہماری طرف نظر فرمائیے۔ تو جس لفظ سے راعی کا ایہام بعید تھا اس تک سے ممانعت فرمائی گئی، تو ظاہر ہے کہ خود اس کی ممانعت

بقیہ حاشیہ ص۲۵۸ کا:۔ حکم ممانعت بھی خفیف ہوگا۔ بلکہ اگر ذریعہ نایاب یا کم یاب ہو تو حکم ممانعت مرتفع ہو جائے گا اسکی نظیر عہد رسالت میں شراب کی حرمت کا مسئلہ ہے کہ جب شراب حرام کی گئی۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان برتنوں کے استعمال سے بھی منع فرمایا۔ جو شراب بنانے کا وسیلہ و ذریعہ ہوتے تھے۔ جیساکہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ وفد عبد قیس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار چیزوں کا حکم دیا اور حنتم، دُبّاء، نقیر، مُزفت، ان چاروں برتنوں سے منع فرمایا۔ (مشکوۃ ص۱۲ کتاب الایمان)

ظاہر ہے کہ ان برتنوں کے استعمال کی ممانعت احتمالِ گناہ (شراب نوشی) کی وجہ سے بطور سدِّ ذرائع تھی۔ جب بعد میں ان برتنوں کے تعلق سے یہ احتمال گناہ منتفی ہو گیا۔ تو حکمِ ممانعت بھی ختم ہو گیا۔ آج کے زمانہ میں ان برتنوں کا جائز استعمال بلاشبہ جائز ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ "خط و کتابت" اس زمانہ میں غیروں سے رسم و راہ کا ذریعہ نہیں ہے، لیکن اتنا ضرور ہے کہ دوسرے مخفی اور اہم ذرائع ابلاغ کی وجہ سے اب اسکی وہ حیثیت نہیں، جو پہلے تھی الحاصل اگر معاشرتی یا خاندانی یا شخصی حالات کے پیش نظر عورتوں کو لکھنا سکھانے میں مطلقاً احتمال فتنہ نہ ہو، کما فی القرون الأولیٰ، تو جائز ہوگا۔ اور اگر احتمال ہو تو احتمال کے مطابق حکم کراہت ہوگا۔ کما فی زماننا۔ ھذا ما ظھر لی۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

کس درجہ ہوگی، خصوصًا یہ اردو کا لفظ تو نہایت سخیف ہے۔ امت کے نگہبان ومحافظ وغیرہ الفاظ بولنا چاہئیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے زمین وآسمان دنیا وآخرت دوزخ وجنت سب کا مالک وحاکم بنایا، برائے تواضع کبھی کلیم کا استعمال فرمانا اس لئے نہیں کہ لوگ اس سے ندا کریں اور وہ بھی صیغۂ تصغیر کے ساتھ، جو شئے حضور کی طرف منسوب ہو وہ معظم ہوجاتی ہے، نہ کہ کمل سے کملیا کردیا جائے۔ ایسے الفاظ سے بھی بچنا چاہئیے[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ منھے ولد علی بخش سرائے ذکریا بیگ بریلی، ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۹۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جس کا نام احمد ولد غلامی قوم ماہی گیر ساکن سرائے زکریا بیگ کو مرض متعدی ہے یعنی اڑکر دوسرے کو بیماری لگتی ہے وہ شخص ہماری بستی میں رہتا ہے اور ہمارے بچوں کو اور ناسمجھ آدمیوں کو اپنے پاس بیٹھالیتا ہے اور کھلاتا پلاتا ہے اور گود میں ہمارے بچوں کو لے لیتا ہے از روئے شریعت

---

[1] المستند المعتمد میں ہے۔ قد منا ان التصغیر فیما یتعلق بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ممنوع مطلقا وان کان علی جھۃ المحبۃ بل قد یجیئ للتعظیم ومثالہ فی لساننا ناکڑا، فی تصغیر، ناک، ای الانف لا یقال الا فی الا نف الجسیم ومع ذلک فالایھام کاف فی المنع والتحریم وقد نھی العلماء ان یقولوا مصیحف او مسیجد فلیجتنب ما اقتحمہ بعض الشعراء الذین ھم فی کل واد یھیمون من قولھم فی النعت الکریم ,,مکھڑا،، او ,,انکھڑیاں،، وامثال ذلک (ص ۱۵۱ مطبوعہ ترکی)

لہذا:۔ کملیا، جیسے الفاظ کا استعمال ممنوع ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

اس کا بستی میں رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ یہ خیال کہ بیماری اوڑ کے لگتی ہے یہ جہالت کا خیال ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ لاعدوی ولا طیرۃ و لاھامۃ ولا صفر ۔ اور فرمایا ۔ فمن اعدی الاول ۔ مگر از آنجا کہ یہ اندیشہ ہے کہ مجذوم کے پاس بیٹھنے والا اگر کہیں جذام میں مبتلا ہو تو یہ سمجھے گا کہ اس کے پاس بیٹھنے اٹھنے سے مرض لگ گیا لہذا اس کا سدّ باب یوں فرمایا ۔ فر من المجذوم کما تفر من الاسد ۔ کوڑھی سے ایسا بھاگ جیسے شیر سے بھاگتا ہے لہذا اس شخص کو سمجھا دیا جائے کہ لوگوں کے بچوں کو گود میں نہ لے اور حتی الوسع لوگوں کو اپنے سے دور رکھے ، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام لگاتے ہیں آیا علاوہ معصومین کے اوروں کے نام کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام لگا سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب :۔ کسی کے نام کے ساتھ علیہ السلام ذکر کرنا یہ انبیاء و مرسلین کے ساتھ مخصوص ہے ۔ صحابۂ کرام یا اہل بیت اطہار یا ائمہ کبار کے اسمائے طیبہ کے ساتھ رضی اللہ عنہم یا رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہما الفاظ ذکر کئے جائیں[1] واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] درمختار میں ہے ۔ یستحب الترضی للصحابۃ وکذا من اختلف فی نبوتہ کذی القرنین ولقمان وقیل یقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم والترحم للتابعین و من بعدھم من العلماء والعباد وسائر الاخیار ،، (ج ۵ ص ۵۲۲ رشیدیہ مسائل شتی) واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

مسئلہ:- مسئولہ شمس الدین ابن عظیم الدین ساکن محلہ بہاری پور بریلی ۷ شوال ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالی عنہما کو امام حسن علیہ السلام و امام حسین علیہ السلام کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:- نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا نبی و ملک کے ساتھ خاص ہے غیر نبی و ملک کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا منع ہے، اہلبیت کرام کے اسمائے طیبہ کے ساتھ علیہ السلام کہنا رافضیوں کا طریقہ ہے، بعض ناواقف سنی بھی انھیں سے سن کر اس طرح بولتے ہیں اس سے احتراز چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- شریعت مطہرہ کی رو سے اسپرٹ کیا چیز ہے، شراب ہے یا نہیں۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس میں نشہ نہیں ہے بلکہ زہریلا اثر ہے، اگر شراب نہیں تو کچھ سوال نہیں۔ اور اگر شراب ہے تو اس کا بیچنا خریدنا چھونا جلانا رکھنا کیسا ہے؟ اس منحوس زمانہ میں جبکہ اکثر چیزوں کا تعلق اسپرٹ سے ہے کرسیوں موٹروں کے پالش میں اسپرٹ موجود ہے۔ یہ بھی سنا ہے کہ کپڑا رنگنے کی اکثر پڑیاں اسپرٹ میں پکائی جاتی ہے مگر سنا ہی ہے پالش کے برابر یقین نہیں۔ نیز وہ رنگ جیسے شیشے اور کاغذ پر عام طور پر کتبے، طغرے مقدس مقامات کے نقشے، مقدس کلمات لکھے جاتے ہیں وہ خشک ہوتے ہیں، انھیں رقیق کرنے کے لئے روغن تاربین اور وہی کرسیوں میں روغن کا پالش وغیرہ جسے گوپال وارنش بھی کہتے ہیں، ملایا جاتا ہے اور کاغذ پر لکھنے کے بعد پالش بھی

ہوتا جاتا ہے ایسی صورت میں از روئے شرع شریف فرمائیے کہ ان کتبوں کو لکھنا یا لکھے ہوئے تجارت کیلئے خرید نا یا گھر میں متبرک سمجھ کر آویزاں کرنا کیسا ہے، حالانکہ اس کا مشاہدہ ہورہا ہے کہ عام طور پر جہلا اور علماء سب کے یہاں کتبے روغنی آویزاں ہوتے ہیں، کرسیوں کے پالش کے متعلق سنا ہے کہ دھونے سے کرسیاں پاک ہو جاتی ہیں تو جب اس پر پانی اثر ہی نہیں کرتا تو کس طرح پاک ہوتی ہیں نیز مشہور بھی ہے اور ڈاکٹر بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اکثر انگریزی دواؤں میں اسپرٹ یا نشہ والی شراب ہوتی ہے ایسی صورت میں ان کے استعمال کا کیا حکم ہے براہ کرم سب باتوں کے ہر ہر پہلو پر توجہ فرما کر احکام شریعت مطہرہ مع ثبوت تحریر فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیے۔ بینوا بالصواب توجروا یوم الحساب ۔

الجواب :۔ اس کی نسبت مجھے خود کوئی تحقیق نہیں۔ البتہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ سے بارہا سنا ہے کہ یہ شراب ہے اور اس میں نشہ ہے اور نشہ اتنا زیادہ ہے کہ سمیت کے حد کو پہونچ گیا ہے[1]، ایسی صورت

---

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی تحریر سے بھی یہی ظاہر ہے۔ وہ فرماتے ہیں
إنَّ إسپارٹو- وھی روح النبیذ خمر قطعًا، بل من أخبث الخمور - اھ
اسپرٹ، جس کا معنیٰ روح النبیذ ہے۔ یقیناً شراب ہے اور یہ سب سے بدتر شراب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۲۶ رسالہ الأحلیٰ من السکر)
انگریزی زبان کی مستند اور مشہور لغت "بھارگو از ڈکشنری" میں "اسپرٹ" کے یہ معانی لکھے ہیں، (۱) روح، سول (۲) تیز شراب، اسٹیرانگ لیکر (STRONG LIQUOR) شمس الاطبا نے "مخزن الادویہ ص ۶۲۳" میں اس کا

میں کتبہ وغیرہ لکھنے یا نقشہ بنانے ہیں یا اور کسی طرح والے کام میں لانے کی اجازت نہیں۔ دوائیں جن میں شراب ہوتی ہے ان کا استعمال جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بقیہ حاشیہ ص۲۶۳ کا:۔ معنی روح الخمر، روح النبیذ، اور جوہر شراب لکھا ہے۔ "مخزن الادویہ" میں اسپرٹ بنانے کی یہ ترکیب درج ہے۔ "شکری سیال، یا میٹھے رسول مثلاً گڑ یا شکر کا شربت، یا آب نیشکر، یا آب انگور، یا آب سیب وغیرہ میں خمیر اٹھا کر پھر ان کا عرق کھینچ لیتے ہیں۔ جب شکر کو پانی میں گھول کر، اور اسے ایک ایسی گرم جگہ میں۔ جہاں کی حرارت ۷۰، اور ۸۰، درجہ فارن ہائٹ کے درمیان ہو۔ رکھ کر اس میں خمیر شراب ملا دیں تو اس میں ایک تیز حرکت پیدا ہو کر جوش آنے لگتا اور کاربانک ایسڈ گیس خارج ہونے لگتی ہے اور وہ سیال بڑا گدلا ہو جاتا ہے لیکن آخر کار تمام تلچھٹ برتن کے پیندے میں تہ نشیں ہو جاتا ہے۔ اور شکر شراب میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایسی شراب کو شراب خام کہتے ہیں، اور جب شراب خام کو مقطر، یا کشید کرتے ہیں۔ تو مذکورہ بالا "شراب خالص" یا ریکٹی فائیڈ اسپرٹ حاصل ہوتی ہے، جس کو سنسکرت میں "ٹیکشن بدھ" اور ہندی میں "تیج مدھرا" کہتے ہیں۔ (مخزن الادویہ ص۶۲۴)

اس اقتباس سے اسپرٹ کی حقیقت اور اس کے بنانے کی ترکیب معلوم ہوتی ہے۔

لہ یہ حکم اس زمانہ کا ہے جب اطبار بکثرت موجود تھے۔ اور انگریزی دواؤں کے استعمال میں ابتلائے عام نہ تھا۔ آج جب کہ الکحل، اسپرٹ اور ٹنچر ملی ہوئی دوار (جسے انگریزی دوار کہتے ہیں) کے استعمال میں ابتلائے عام ہے۔ تو آج کے زمانہ میں بوجہ عموم بلوی دفع حرج کے لئے ان کے استعمال کی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفےٰ مصباحی

مسئلہ:۔ مرسلہ اسماعیل صاحب ولد الفو بمعرفت حاجی محمد آفس روڈ گول چال ملاڈ ضلع تھانہ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دیوبندی یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بی بی فاطمہ کو "بھات" دیا تھا یا نہیں اور آپ نے بھات کو کس دل سے جائز کیا دلیل جائز کی کونسی ہے وہ جواب دیں؟

(۲) حضور عرب کا گدھا نہیں ہے یہ ہندوستان کا ہے ناپاک اور پلید ہے اس پر سوار ہونا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) لیک دولہن کا باپ لیتا ہے۔ دولہا کے باپ کے پاس یہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب (۱) آپ نے "بھات" اسکو بتایا تھا کہ لڑکی کی لڑکی یعنی نواسی کی جب شادی ہوتی ہے تو نانا اپنی لڑکی کو یعنی لڑکی کی ماں کو کچھ لیجا کر دیتا ہے اس کے جائز ہونے میں کیا شبہ ہے۔ یہ ایک قسم کا ہدیہ ہے جو شادی کے موقعہ پر کوئی اپنی لڑکی کو دیا کرتا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہے، تہادوا تحابوا۔ جو اس کو ناجائز کہتا ہے اس کو دلیل بیان کرنے کی ضرورت ہے کہ ایک شخص اپنی چیز دوسرے کو دیتا ہے پھر یہ دینا کس وجہ سے ناجائز ہوا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھات دیا گیا یا نہیں۔ یہ دریافت کرنا اوّل یوں غلط ہے کہ حضرت زہرا کے کسی لڑکے یا لڑکی کی شادی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی؟ دوم شادی کی رسوم ہر جگہ جداگانہ ہیں۔ کسی رسم کو ناجائز جب کہا جا سکتا ہے کہ دلیل شرعی سے ان کا عدم جواز ثابت ہو۔ سوم اگر حضور نے بھات دیا تھا تو اسے فقط جائز ہی نہیں

بلکہ سنت کہا جاتا اس قسم کی بے عقلی کی باتیں کہنا جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۲) جس طرح یہاں کا گدھا عرب کا نہیں۔ اسی طرح یہاں کا گھوڑا بھی عرب کا گھوڑا نہیں۔ پھر اس پر کیوں سوار ہوتے ہیں؟ اور یہاں کی گائے بکری بھی وہاں کی نہیں۔ پھر کیوں کھاتے اور دودھ پیتے ہیں؟ اور اگر وہاں جیسا گدھا نہیں تو سوار ہونے والے آدمی بھی یہاں ہندوستانی ہیں آیت وحدیث پیش کرنے کے بعد اس قسم کی لایعنی باتیں کرنا بعید از عقل ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) "لیک"، جو لڑکی کا باپ لڑکے کے باپ سے لیتا ہے یہ ناجائز ہے کیونکہ اسکے لئے اسکے لینے اور مطالبہ کرنیکا کوئی حق نہیں۔ اور یہ لینا دینا غالبًا جبرًا اور دباؤ سے ہوتا ہے کہ اگر وہ نہ دے تو شادی ہی سے انکار کر دیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از شہر پورنیہ محلہ سید باڑہ مرسلہ شمس العالم ۲۵ شعبان المعظم ۶۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ زید تیمم ہے اس کے کسی رعیت نے خزانہ نہیں دیتا ہے، نالش کرا کر ڈگری کرائی گئی ہے۔ اب ڈگری جاری نہیں دینا چاہتے۔ مگر قباحت یہ ہے کہ ڈگری جاری کا سمن جو عدالت سے جاری ہوگا۔ اس نوٹس کو چپراسی لیکر آئے گا بعد تعمیل انعام کا طلبگار ہوگا۔ انعام نہ دیا جائیے تو رپورٹ خلاف میں دیگا اسکو تو صرف اتنا ہی کرنا ہے کہ نوٹس مدعا علیہ پر تعمیل کر دے۔ اگر انعام دیا جائے تو شرعًا ناجائز تو نہ ہوگا۔

(۲) تیمم کے علاوہ دوسرا شخص جبکہ نقصان عظیم ہونے کا گمان ہو تو وہ بھی ایسا کر سکتا ہے شرعًا ناجائز تو نہ ہوگا؟

الجواب (۱، ۲):۔ اگر معلوم ہے کہ چپراسی کو بطور انعام کچھ نہ دیا جائیگا تو رپورٹ

خراب کردیگا اور مطالبہ کے وصول ہونے میں مزید دشواریاں پیدا ہوجائیں گی تو یہ مجبوری کی صورت ہے، یتیم کے مال میں سے اوسکا ولی ایسے مقام پر بقدر ضرورت صرف کرسکتا ہے۔
واللہ یعلم المفسد من المصلح اور دوسرا شخص بھی ایسی صورت میں کچھ دیکر اپنا کام نکال سکتا ہے دینا گناہ نہیں اگرچہ لینا گناہ و ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ عثمان غنی ولد عبدالرحمٰن محلہ چھیپان بڑی مسجد کے قریب پالی مارواڑ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ خاص جماعت از برادران اسلام کے غلے سے بدمذہبوں کیساتھ کسی بات پر مقدمہ لڑنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو وہ رقم مقدمہ کیلئے خرچ کیا، کار ثواب ہے یا نہیں۔ اگر کار ثواب ہو تو پھر کوئی شخص یہ کہے کہ مسلمانوں کے پیسہ ناجائز و حرام طریقہ پر خرچ کیا تو ایسا کہنے والا اپنے مقولہ سے مرتکب حرام ہوگا یا نہیں۔ بادلہ منقولہ مقبولہ جواب مرحمت فرماکر ثواب دارین حاصل کیجئے تاکہ عوام کو تسلی ہو؟

(۲) صدقہ نافلہ دولت مند کو کھانا درست ہے یا نہیں؟ اگر کھانا جائز ہے تو پھر احتیاط کیا ہے اور کھانے سے کیا اپنا نقصان ہے اور ہدیہ اور صدقہ میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا، جواب مرحمت فرمائیں؟

الجواب (۱) سوال نہایت مجمل ہے، یہ نہیں ظاہر کیا گیا وہ مقدمہ جو بدمذہب سے لڑا گیا ہے کس نوعیت کا تھا، مقدمہ بازی سبھی طرح کی ہوتی ہے، کبھی مدعی برسر حق ہوتا ہے اور کبھی مدعا علیہ، بالجملہ اگر مسلمانوں کو بدمذہبوں سے مقدمہ لڑنے کی حاجت اور ضرورت تھی اور غلہ کے مال سے مقدمہ لڑا گیا تو یہ مقدمہ بازی جائز ہے اور غلہ کی جو رقم اسی لئے ہو، عامۂ مسلمین یا اس خاص جماعت کو اگر کوئی ضرورت پیش آئیگی تو یہ روپیہ اوس میں صرف کیا جائیگا

ایسی حالت میں وہ روپیہ صرف کرنا درست ہے، اور مقدمہ لڑنا جائز ہے جو شخص اسکو حرام وناجائز بتاتا ہے وہ بالکل غلط کہتا ہے اوسکو اپنے مقولہ سے باز آنا اور رجوع کرنا چاہیئے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) صدقہ نافلہ دولت مند کو نہیں کھانا چاہیئے کہ اغنیاء محل صدقہ نہیں احدیث میں فرمایا لا تحل الصدقة لغنی ولا لذی مرة سوی۔ اگرچہ غنی کو صدقہ نافلہ دیدیا گیا اور اوسنے قبول بھی کرلیا تو یہ صدقہ لینا دینا جائز ہوگیا، بایں معنی کہ دینے والا اوس سے رجوع نہیں کرسکتا۔ امام ابن الہمام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو کچھ فتح القدیر میں تحریر فرمایا اوس سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ جس طرح صدقہ واجبہ میں تطہیر ادناس ہوتی ہے اسی طرح نافلہ میں بھی۔ اگرچہ نافلہ میں بنیت واجبہ کے کم، صدقہ نافلہ کھانے میں دینے والے کے ادناس کے ساتھ تلوث ہے جو سبب کراہت ہے، صدقہ میں مقصود وجہ اللہ ہے یعنی ابتداءً۔ اور ہدیہ میں ابتداءً وبالذات مقصود تقرب الی الناس ہے اگرچہ حکم شرع بجالانے کی وجہ سے، اوس میں بھی قربت الی اللہ حاصل ہوسکتی ہے ہدایہ میں ہے والصدقة یراد بها وجه الله والهبة یراد بها وجه الغنی۔ والله تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ آمدہ از شہر کہنہ بریلی مسئولہ محمد حسین صاحب ۲۰ ذیقعدہ ۶۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس نے آقائے دوعالم سردار انبیاء محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اس نے رب العزت کو دیکھا۔ زید کہتا ہے کہ جس نے حضور والا کو خواب میں دیکھا رب کو دیکھا۔ بکر کہتا ہے کہ رب کو نہیں دیکھا بلکہ حق کو دیکھا جس کے معنی سچائی کے بھی ہوتے ہیں۔ آپ فرمائیے کہ زید حق پر ہے یا بکر اور جواب حدیث شریف اور قرآن شریف سے عطا فرما دیجئے! بینوا توجروا

الجواب:۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا من رآنی فقد رأ الحق جس نے مجھے دیکھا اوسنے حق دیکھا، بعض روایتوں میں اسکے بعد یہ بھی آیا ہے۔ فان الشیطان لایتمثل بی کہ شیطان میری شکل نہیں بن سکتا، اس سے ظاہر یہی ہے کہ اس حدیث میں حق سے مراد اللہ تعالیٰ نہیں، اور مطلب۔ حدیث یہ ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اوسنے ٹھیک مجھی کو دیکھا۔ حدیث کی بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ من رأنی فی المنام فکانما رأنی فی الیقظۃ اور بعض روایتوں میں آیا من رأنی فی المنام فقد رأنی ان سب روایتوں سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار سے خواب میں مشرف ہوا اوسنے بیشک حضور ہی کو دیکھا۔ البتہ بعض اہل باطن اس طرف گئے کہ حضور کا دیدار حق تعالیٰ کا دیدار ہے مگر اس کا وہ مفہوم نہیں جوان لفظوں سے ظاہر ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک چونکہ مظہر ذات حق ہے آپکے دیدار پاک سے قلب ذات حق کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور صفات جلالیہ و جمالیہ کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ آمدہ از طغلوالہ ضلع گورداس پور براستہ قادیان مغلان مرسلہ سید عبدالعزیز نجاری و سید عبدالغفور نقوی

علمائے دین دارالعلوم بریلی یوپی اہل اسلام براہ مہربانی مندرجہ ذیل مسائل کو حل فرماکر مشکور فرمائیے۔

(۱) کھانا، طعام، دودھ، پانی، شیرینی، شہد، پھل، فروٹ، خوردنی اشیاء پر اگر اللہ تعالیٰ کا نام پاک پڑھا جاوے تو کیا وہ اشیاء از روئے اسلام شریعت حرام ہوجاتی ہے یا حلال؟

(۲) ختم شریف پڑھنا جائز ہے یا ناجائز، حوالہ جات قرآن واحادیث اور

کتب اسلامی تحریر فرمائیں ؟

(۳) ایسا کھانا یا طعام جس پر اللہ تعالیٰ کا کلام پاک پڑھا جاوے تو کیا وہ کھانا یا طعام حرام ہو جاتا ہے اور وہ خنزیر یا سور کے گوشت کے برابر ہو جاتا ہے حوالہ جات تحریر فرما دیں ؟

(۴) بعض علماء یا قاضی یا امام ایسا طعام یا کھانا کو بدعت کہتے ہیں اور جب ان سے بدعت کا معنی پوچھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بدعت کے معنی حرام کے ہوتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ رسوم جو شریعت اسلام میں نئی جاری ہو جائے تشریح فرمائی جاوے ؟

(۵) جس طعام یا کھانا پر اللہ تعالیٰ کا کلام پاک پڑھا گیا ہے اسکو اگر کوئی حرام سمجھے اور سور یعنی خنزیر کے برابر۔ تو کیا وہ شخص مسلمان کہلانیکا مستحق ہے ؟

(۶) ایسے شخص کیساتھ از روئے شریعت کیا سلوک ہونا چاہئیے ؟

(۷) کیا ایسا شخص مسلمانوں کا امام ہو سکتا ہے ؟

(۸) کیا ایسے شخص کیساتھ کھانا پینا جائز ہے ؟

(۹) کیا ایسے شخص کے ساتھ یا پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے ؟

(۱۰) بدعت کیا چیز ہے اس کی تشریح کی جائے ؟

(۱۱) ختم شریف سے کیا مراد ہے اور کب سے ختم شریف شروع ہوا ؟

(۱۲) ایک شخص امام مسجد ہے جس نے، نان، کباب، گوشت ذبح بکرا عید قربانی کو جس پر اللہ تعالیٰ کا کلام پاک پڑھا گیا ہے ان تمام اشیاء خوردنی کو مذکورہ امام نے حرام کر دیا ہے اور ان کا کھانا پینا سور یعنی خنزیر کے گوشت کے برابر کہا ہے ایسے شخص کے ساتھ اسلامی فیصلہ فرمایا جاوے کہ کیا ڈنڈ و سزا ہونی چاہئیے ؟

الجواب (۱) استغفر اللہ، معاذ اللہ۔ کون مسلمان کہہ سکتا ہے کہ قرآن پاک کے پڑھنے سے وہ چیزیں جنکو اسلام نے حلال بتایا ہے حرام ہو جائینگی قرآن پاک پاک کلام ہے یہ کیوں کر کسی پاک کو ناپاک کریگا، واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ختم شریف سے کیا مراد ہے آیا قرآن مجید کا ختم، یا کلمہ طیبہ کی کسی تعداد معین کا پڑھنا، بہرصورت جائز ہے نہ قرآن مجید کے ختم کرنے کو کوئی مسلمان ناجائز کہہ سکتا ہے نہ کلمہ طیبہ یا درود شریف کو کوئی ناجائز بتا سکتا ہے، واللہ اعلم

(۳) جو کھانا قبل قرآن شریف پڑھنے کے حلال وجائز تھا اس کو جو شخص حرام بتائے اور خنزیر کے گوشت کی طرح کہے دلیل لانا اوسکے ذمہ ہے آخر وہ کیا چیز اس کھانے میں مل گئی جس نے اسکو ناپاک وحرام کر دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) یہ شخص نہ عالم ہے نہ قاضی نہ بدعت کے معنی جانتا ہے، قرآن مجید میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اعراب کہاں تھا۔ کتب حدیث کی تالیف وترتیب کہاں تھی۔ کتب فقہ کی تدوین کہاں ہوئی تھی، مدارس اسلامیہ میں مدرسین کا تنخواہوں پر تقرر، کتابوں کا تعین، جماعت بندی، امتحان سالانہ ودستار بندی وغیرہا۔ سیکڑوں امور ایسے ہیں جن کو کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ زمانۂ رسالت میں تھے، ایسے امور کو بدعت کہکر رد کر دینا اسی شخص کا کام ہوگا جو اسلام اور دین سے ناواقف ہی نہیں بلکہ اسلام کا مخالف ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) حلال خدا کو حرام بتانے والا مسلمان نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) اوسکے پاس اٹھنا بیٹھنا اوسکے ساتھ کھانا پینا کلام کرنا سب ناجائز ہے حدیث میں ارشاد ہوا ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) ہرگز نہیں اوسکے پیچھے نماز ناجائز بلکہ باطل محض ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) ناجائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۹) اوسکے ساتھ نماز نہ پڑھی جائے حدیث میں ہے ولاتصلوا معھم اور اوسکے پیچھے نماز پڑھنا اپنی نماز کو باطل و برباد کرنا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۰) بدعت ایسی چیز کو کہتے ہیں جو مزاحم سنت ہو، سنت کو رد کرنے والی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۱) معلوم نہیں کہ ختم آپ کے یہاں کس چیز کو کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۲) اس کو فوراً امامت سے جدا کر دینا چاہیئے اوسکے پیچھے نماز باطل ہے وہ گمراہ بدمذہب وہابی ہے بلکہ وہابیوں سے بھی بدتر ہے اوسکے پاس اوٹھنا، بیٹھنا، اوس سے کلام کرنا سب ناجائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ آمدہ از قصبہ شیرپور ضلع بریلی مرسلہ مولوی عبدالحمید امام سنہری مسجد

کیا فرماتے علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں مجلس میلاد شریف میں ایسا فرش بچھانا جائز ہے جس پر جاندار کی تصویریں بنی ہوں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ تصویر اگر بطور اہانت رکھی جائے مثلاً ایسی جگہ پر کہ وہ پاؤں سے روندی جائے تو اس طرح رکھنے میں حرج نہیں، وہ فرش جس پر لوگ چلیں گے اور بیٹھیں گے اگر اس میں تصویر ہو تو اس کو بچھانا ناجائز نہیں، پھر بھی میلاد شریف میں ایسے فرش کے بچھانے سے احتیاط چاہیئے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ حافظ غلام یٰسین از محلہ پنجاب پورہ بریلی شریف ۲ ربیع الاول ۶۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اور شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا مشرکین کے ہاتھوں سے تیار کی ہوئی اشیاء مسلمان کے لئے ناپاک ہیں؟ اور کیا مشرکین کی چیزوں کے کھانے سے ایمان کمزور ہو سکتا ہے؟

الجواب:۔ مشرک نجس ہے مگر اس کی نجاست اعتقاد کے اعتبار سے ہے،

یہ نہیں کہ جو چیز اس کے بدن سے چھو جائیگی وہ نجس ہو جائیگی، لہذا اسکے ہاتھ کی تیار کی ہوئی چیزوں کے متعلق نجاست کا حکم نہیں دیا جائے گا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا ہاتھ ناپاک تھا اور اسی نجس ہاتھ سے اس نے اس تر چیز کو چھو دیا پھر بھی احتیاط یہ ہے کہ مشرک کی تیار کردہ چیز سے بچیں۔
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ آمدہ از پالی مارواڑ محلہ چھیپاں علاقہ جودھپور مرسلہ عثمان غنی ولد عبدالرحمٰن جی سوجت والے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس بارے میں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو کیوں اسلئے کہ یہ تو خاصہ اللہ تعالیٰ کا ہے تو پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیوں حاضر و ناظر کہا جاتا ہے خاصہ باری تعالیٰ میں شرکت کیونکر ہو سکتی ہے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ "میں دنیا کو اسطرح دیکھتا ہوں جسطرح اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو"، تو حین حیات میں تھی یا اب بھی ہے کہ دنیا کو اسطرح ملاحظہ فرما رہے ہیں اور علمائے کرام اپنے واعظوں میں جب ذکر ولادت شریف کیا کرتے ہیں تو یہ فرماتے ہیں کہ اب اٹھو اور ادب سے صلوٰۃ وسلام پڑھو کہ حضور اس مجلس مبارک میں تشریف لائے ہیں۔ ربیع الاول شریف میں میلاد ہزاروں جگہ ہوتا ہے اور اکثر صبح صادق کو ختم ہوتا ہے، تو ایک ہی وقت کس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہزاروں جگہ مع جسم حاضر ہوتے ہیں، بہت سے لکھے پڑھے یہ کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننا نہیں چاہیئے۔ اس کا جواب قرآن و حدیث و عقلاً مفصل تحریر فرمائیں؟

مسئلہ (۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کافر کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا تناول فرمایا ہے یا نہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا تناول فرمایا ہے تو کس کافر اور کس کافرہ کے ہاتھ کا؟ اور اگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تناول فرمایا تو کس کے ہاتھ کا اور کس موقع، اور کس وقت میں۔ نام بھی تحریر فرمایا جاوے؟

الجواب (۱) اللہ عزّوجل سمیع و بصیر ہے ہر چیز کو سنتا ہے اور سب کو دیکھتا ہے اور وہ مکان سے پاک ہے یہ کہنا کہ وہ فلاں جگہ یا سب جگہ موجود ہے غلط ہے وہ موجود ہے مگر جگہ سے منزہ و برتر، جب جگہ نہ تھی اور زمانہ بھی نہ تھا جب بھی وہ موجود تھا اور اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا، یہ کہنا کہ حاضر و ناظر اوسکا خاصہ ہے یہ بالکل بے ثبوت بلکہ صحیح نہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا میں دنیا کو اس طرح دیکھتا ہوں یہ حضور کا ایک وصف اور فضیلت ہے جو فضائل اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا کیے وہ حیاتِ ظاہر کیساتھ مخصوص نہ تھے کہ بعد وفات خدا نے اون سے لے لئے ہوں بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اوصاف و کمالات میں ترقی فرما رہے ہیں ارشاد فرمایا وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى آپکی ہر پچھلی گھڑی پہلی سے بہتر ہے جب آپ کے لئے ایک وصف ثابت ہو چکا تو بلا دلیل بلکہ دلیل کے خلاف زائل بتانا سخت غلطی و جہالت ہے ہر مجلس میلاد شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریف لانا ثابت نہیں، ہاں اگر اپنے کسی خاص غلام پر ایسا کرم فرمائیں تو زہے قسمت، اور ایک ہی وقت میں مختلف مقامات پر میلاد شریف ہونا آپ کے تشریف لانے کے منافی بھی نہیں ایک ہی وقت میں بہتوں کا انتقال ہوتا ہے اور ملک الموت اونکی روحیں قبض کرتے ہیں

ایک ہی وقت میں بہت سے لوگ قبروں میں دفن کئے جاتے ہیں نکیرین قبور میں آتے ہیں اور سوالات کرتے ہیں، جس طرح یہ چیزیں ممکن بلکہ واقع ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر کرم فرمائیں تو اوس میں کیا استبعاد ہے جب مردے قبر میں دفن ہوتے ہیں اور نکیرین سوالات کرتے ہیں اون میں یہ ایک سوال بھی ہوتا ہے ماتقول فی ھذا الرجل۔ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا تھا تو جس طرح تمام مردوں کے سامنے حضور کا ہونا ثابت اسی طرح ان مجالس خیر میں بھی، اگر اس قسم کی موجودگی ہو تو کیا استحالہ، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) مجھے یہ یاد نہیں کہ کس کس صحابی نے کس کافر کے یہاں کی چیز کھائی ہے۔ کتب بینی پر میں اسوقت قادر نہیں ہوں کہ واقعات کو کتابوں سے نکال کر اسکا جواب لکھوں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ آمدہ از آگرہ بھائی ماموں بھانجہ مرسلہ قاضی وحید اللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں بینوا توجروا

(۱) شریعت میں گونگا شیطان کس کو کہا گیا ہے؟

(۲) شراب کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے کوئی مسلمان وکیل باوجود علم کے شراب یا شرابی کے مقدمہ میں اس امر کی پیروی کرے جس سے شراب کی قانونی بندش ٹوٹ جائے تو ایسے مسلمان کیلئے شریعت میں کیا حکم ہے کیا ایسے مسلمان کو اپنا نمائندہ بنایا جاسکتا ہے؟

(۳) جو شخص علماء کے وقار کو فنا کرنیکی کوشش پر فخر کرے، ایسے شخص کیلئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۴) کسی ایسی جماعت سے اہلسنت والجماعت کا اشتراک جائز ہے جو صحابہ رضوان اللہ علیہم کی شان میں گستاخی کرتی ہو؟

(۵) ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے جو علم دین کی تعلیم میں رخنہ اندازی کرتا ہو؟
(۶) کیا ایسے شخص جو جھوٹ بولنے کا عادی ہو مفتی دین یا عالم دین کہا جاسکتا ہے؟
(۷) اخبارات میں اکثر مراسلے غلط شائع ہوتے ہیں۔ کبھی وہ مراسلے ایک عظیم فتنہ کا باعث ہوتے ہیں، ان پر یقین کر لینا اور ان کی اشاعت کرنا جائز ہے یا نہیں، بالخصوص ایسے اخبار جس کا مالک دیوبندی جماعت کے عقیدہ کا ایک فرد ہو؟ بینوا توجروا

الجواب (۱) جو شخص حق بولنے سے گریز کرے وہ گونگا شیطان ہے[1]، واللہ تعالیٰ اعلم
(۲) جو شخص شراب کی ترویج اور اوسکو عام کرنا چاہتا ہے وہ فاسق، فاجر مستوجب غضب جبار اور مستحق نار ہے ہرگز اس قابل نہیں کہ مسلمان اوسکو اپنا نمائندہ بنائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۳) علمائے حق جو دین حق کی حمایت کرتے ہیں اور اسلام اور مسلمین کو کفار کے حملوں سے بچاتے ہیں اونکے وقار کو ختم کرنا گویا اسلام کو کمزور کرنا ہے ایسا شخص سخت فاسق و بدکردار ہے اوس سے مسلمانوں کو اجتناب لازم، واللہ تعالیٰ اعلم
(۴) جو لوگ معاذاللہ صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اونکے ساتھ سنیوں کو میل جول کرنا اور ان سے اتحاد ناجائز ہے[2] واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] حدیث میں فرمایا۔ الساکت عن الحق شیطان أخرس۔
[2] صحابۂ کرام کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے بارے میں حدیث میں فرمایا۔ لاتجالسوھم ولاتشاربوھم ولاتواکلوھم ولاتصلوا معھم ولاتصلوا علیھم۔ نہ ان کے ساتھ اٹھو، بیٹھو

(۵) علم دین ہی سے دین کی بقا ہے جو علم دین میں رخنہ اندازی کرتا ہے، وہ حقیقۃً دین میں رخنہ اندازی کرتا ہے، علماء ہی دین کو بتانے والے اور لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانے والے ہیں جب علماء حق باقی نہ رہیں گے تو جہال فتویٰ دیکر لوگوں کو گمراہ کریں گے، اور صراط مستقیم سے لوگ جدا ہو جائیں گے۔ حدیث میں ارشاد ہوا، ان اللہ لایقبض العلم انتزاعًا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالمًا اتخذ الناس رؤسًا جہالًا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[1]۔"
واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) جھوٹ بولنا کبیرہ اور اشد کبیرہ ہے حدیث میں اسکو منافق کی علامتوں میں شمار کیا، بخاری شریف میں مروی کہ ارشاد فرمایا آیۃ المنافق ثلاث اذا حدث کذب الحدیث، اور قرآن مجید میں جھوٹوں پر لعنت فرمائی گئی، جب وہ شخص عادتاً جھوٹ بولتا ہے تو اس کے فتوے کا اور دینی مسائل بیان کرنیکا کیا اعتبار کہ مفتی کیلئے تدین درکار، واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) اخباروں کی خبریں عمومًا قابل یقین نہیں ہوا کرتیں نہ اون پر کوئی یقین کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۷۶ کا:۔ نہ کھاؤ پیو، نہ ان کے پیچھے نماز پڑھو، نہ ان پر نماز جنازہ پڑھو، اور فرمایا۔ ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم۔ اپنے کو ان سے دور رکھو، اور ان کو اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ نیز فرمایا اطلبوا رضاء اللہ بسخطھم وتقربوا الی اللہ بالتباعد عنھم، ایسوں سے ناراض رہ کر اللہ تعالیٰ کی رضا ڈھونڈھو۔ اور ایسوں سے دور رہ کر اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرو۔

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۲۔ کتاب العلم عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آل مصطفےٰ مصباحی

مسئلہ :- المستفتی محمد عبدالحمید غفرلہ بہاری۔
کیا فرماتے ہیں علمائے ملت و مفتیان اہل سنت مسائل ذیل کی نسبت۔ (۱) زید کا یہ شعر ہے

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہوکر ÷ اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفےٰ ہوکر

اس کا کیا مطلب ہے۔ شرعاً یہ شعر صحیح ہے یا نہیں؟ اس شعر سے کفر ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہوتا ہے تو زید کو کافر کہا جائے گا یا نہیں؟

(۲) جو شخص زید مذکور کو اس شعر کی بنا پر کافر نہ جانے بلکہ اس کے ساتھ حسن عقیدت رکھے اور اسکو بزرگ و پیشوا اور پیر سلسلہ مانے وہ شخص شرعاً کیسا ہے؟

(۳) زید مذکور کو عمرو سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔ اب شعر مذکور بالا کی وجہ سے بیعت و خلافت باقی رہی یا نہیں؟

(۴) زید مذکور کے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۵) زید کا یہ دوسرا شعر ہے۔

نہ ستاری کو شرم آئے نہ غفاری کو غیرت ہو ÷ قیامت میں ترا بندہ ترے آگے فضیحت ہو

اسکا بھی مطلب بیان فرمایا جاوے۔ اور اس پر جو حکم شرعی ہو بیان فرمایا جاوے؟

الجواب :- شعر اول کا مفہوم جو اس وقت فقیر کے ذہن میں ہے وہ یہ ہے ذات خدا جس کی صفت "استوا علی العرش" ہے اس نے اپنی ذات کا مظہر اتم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بنایا۔ "اترنا" کہ یہ "نزول" کا ترجمہ ہے کنایہ مظہریت سے ہے۔ جیسا کہ حدیث ینزل تعالیٰ الی السماء الدنیا میں تاویل کی جاتی ہے۔ کہ مراد نزولِ رحمت ہے۔ اور آسمانِ دنیا موردِ رحمتِ خاص

اور مظہر تجلی بن جاتا ہے۔ چونکہ یہ شعر کسی بیباک، زبان دراز کا کلام نہیں جس کی عادت ایسی ہو کہ جو جی میں آئے بک دے۔ بلکہ ایک واقف شریعت کی طرف منسوب ہے، لہٰذا تا حدِ امکان کلام کی تاویل کی جائیگی اور کلام کو ظاہر پر محمل نہیں کیا جائیگا۔ دوسرے شعر کا مطلب ظاہر ہے کہ بندہ رسوا ہو اور اوسکی غیرت اسے پسند کرے ایسا نہ ہوگا۔[1] واللہ تعالیٰ اعلم

[1] حضرت آسی علیہ الرحمہ والرضوان کے اس شعر کے سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ مد نظر رکھنی ہے کہ اس کے مصرعۂ اولیٰ میں "مستوی عرش تھا" نہیں ہے بلکہ "مستوی عرش ہے" ہے۔ جو دوام واستمرار کو بتاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر بعینہ وہ ذات نہیں اتری، جو مستوی عرش ہے۔ بلکہ اس کی صفات کا ظہور تام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہو رہا ہے۔ جسکا واضح مطلب یہ ہے۔ کہ ذاتِ خدا جس کی صفت استوار عرش ہے، اس نے اپنی ذات کا مظہر اتم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بنایا۔

یہاں "اترنا" "جلوہ فرمانا" کے معنیٰ میں ہے، جو مظہریت سے کنایہ ہے، لغوی معنیٰ مراد نہیں۔ کہ جس سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا مفہوم لیا جائے، نزول جس کا ترجمہ "اترنا" ہے۔ احادیث کریمہ میں خود اس کی نسبت اللہ عزوجل کی جانب وارد ہوئی ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا یومھا فان اللہ تعالیٰ ینزل فیھا بغروب الشمس الی السماء الدنیا (باب قیام شہر رمضان کا ص۱۱۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب پندرہویں شعبان کی رات ہو تو رات میں قیام کرو، دن میں روزہ رکھو، کیونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ سورج ڈوبتے ہی آسمان دنیا

مسئلہ:۔ آمدہ از بازار رسد انند شہر بنارس مرسلہ حاجی عبد الغفور صاحب عورت کے حیض کی مدت گزرنے کے بعد بلا غسل کے جماع کرسکتا ہے؟

الجواب:۔ اگر حیض دس دن سے کم میں پورا ہوا تو جب تک غسل نہ کرنے

حاشیہ بقیہ صفحہ ۲۷۹ کا:۔ کی طرف نزول فرماتا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے "ینزل فیہا" کی توضیح و تشریح "یتجلی بصفۃ الرحمۃ" سے فرمائی۔ دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں، کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ینزل ربنا تبارك وتعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل (باب التحریض علی قیام اللیل ص ۱۰۹) ہر رات جب آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے، تو ہمارا رب تبارک و تعالیٰ دنیا کے آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں، نزد محققین نزول صفتے است از صفات الٰہی مثل ید و استواء و جز آں از متشابہات کہ ایمان بداں باید آورد و از کیفیت آں باید استاد۔ یعنی تجلی میکند وے تعالیٰ بایں در وقت سحر (اشعۃ اللمعات ج اول ص ۵۲۱)

"لمعات شرح مشکوٰۃ" میں اسی حدیث کے تحت "نزول" سے مراد "نزولِ رحمت" لیا ہے،

ینزل ربنا تبارك وتعالیٰ کل لیلۃ الی السمآء الدنیا، ویروی من السمآء العلیا الی السماء الدنیا۔ والنزول والھبوط والصعود والحرکات من صفات الاجسام واللّٰہ تعالیٰ متعال عنہ والمراد نزول الرحمہ وقربہ تعالیٰ بانزال الرحمہ۔ وافاضۃ الانوار واجابۃ الدعوات واعطآء المسائل ومغفرۃ الذنوب، وعند اھل التحقیق النزول صفۃ الرب تعالیٰ وتقدس یتجلیٰ بھا فی ھذا الوقت یومن بھا یکف عن التکلم بکیفیتھا کما ھو حکم سائر الصفات المتشابھات مما ورد فی الشرع کالسمع والبصر والید والاستواء ونحوھا وھذا ھو مذھب السلف وھو اسلم والتاویل طریقۃ المتأخرین وھو احکم"۔ (لمعات حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۰۹) بقیہ اگلے صفحہ پر

یا ایک نماز کا پورا وقت گذر نہ لے، جماع حرام ہے۔ اور اگر پورے دس دن اور رات پر حیض ختم ہوا تو وطی کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۰ کا :- جس طرح مذکورہ احادیث میں "نزول" تجلی فرمانے" کے معنی میں آیا ہے اسی طرح حضرت آسی کے شعر میں "اتر پڑنا" جلوہ فرمانے کے معنی میں ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے اسمائے صفاتی کے مظہر ہیں، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "اخبار الاخیار" شریف میں حضرت شیخ محمد حسن قدس سرہ کے حالات کے بیان میں ان کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے۔

"جس ظہور کو اللہ تعالیٰ نے نزول کے ذریعہ اعیان کے ساتھ نسبت دی ہے وہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ جو کامل نورانی ہونے کے ساتھ اپنے اخلاق و وسعت میں برتبہ افعال و اسمائے صفاتی کے جلوہ گر ہیں، (مترجماً ص ۹۰ ج ۱)

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ۔ اپنی مشہور کتاب "فصوص الحکم" میں رقم فرماتے ہیں۔ "التجلی من الذات لایکون الا بصورۃ المتجلی لہٗ" (بحوالہ مکتوبات امام ربانی دفتر دوئم صفحہ ۵۸)

یعنی ذات کی تجلّی اس چیز کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ جس پر اسکی تجلی ہوتی ہے۔ اس قول کے پیش نظر بھی دیکھا جائے تو بات واضح ہے۔ کہ حضرت آسی کے شعر کے مصرعہ ثانیہ میں۔ "مصطفیٰ ہوکر" کا لفظ انکا تجلّی کی ایک مخصوص صورت کو ظاہر کرنے کیلئے ہے۔

حلول اور ظہور کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے، دونوں کو ایک جاننا علم و تصوف سے بے خبری کی دلیل ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے دونوں کے درمیان بڑا واضح معنوی فرق بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "الظھور وھو وراء الحلول لان الحلول کینونۃ نفس شئ فی شئ مثل کینونۃ نفس زید فی البیت والظھور کینونۃ عکس شئ فی شئ مثل کینونۃ عکس زید فی المرأۃ والاول محال فی مرتبۃ الوجوب ونقص لتلک المرتبۃ المقدسۃ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسئلہ:۔ مسئولہ مولوی انوار الحق صاحب رضوی محلہ منیر خاں پیلی بھیت ۱۴ محرم ۱۳۶۱ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت مطہرہ اس مسئلہ میں کہ علاوہ سونے چاندی

بقیہ حاشیہ صفہ ۲۸۱ کا:۔ والثانی لا منع لثبوتہ ولا نقص عند حصولہ فان الاول یستلزم التغیر المنافی القدم والثانی لا یستلزمہ کما لا یخفی فلو ظہرت الکمالات الوجوبیۃ فی مرایا الاعدام الامکانیۃ لم یلزم منہ حلول تلک الکمالات فی تلک المرایا ولا تغیرھا ولا انتقالھا المنافی للقدم وانما ھو ظہور وارآءۃ کمال فی مرآۃ فتجویز شہود کمالاتہ تعالیٰ فی المرایا الامکانیۃ لیس تجویزاً الحلول تلک الکمالات فیھا بل ھو تجویز لظہور الکمال فی المرأۃ ولا نقص فیہ" (مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۵۶ م ۱۱۹ مطبع ...)

ظہور اور حلول میں فرق ہے۔ اس لئے کہ حلول نفس شیٔ کا کسی دوسری شیٔ میں ہونیکا نام ہے جیسے ذات زید کا گھر میں ہونا۔ اور ظہور عکس شیٔ کا کسی دوسرے شیٔ میں ہونے کا نام ہے۔ جیسے عکس زید کا آئینہ میں ہونا۔ مرتبۂ وجوب میں حلول وحال وغیرہ عیب ہے۔ اور ظہور کا ثبوت نہ تو محال وممنوع۔ اور نہ ہی اس کے حصول میں نقص ہے کیونکہ حلول کیلئے تغیر لازم ہے۔ جو قدیم ہونے کے منافی ہے۔ اور ظہور تغیر کو مستلزم نہیں۔ لہذا اگر کمالات وجوبیہ کا ظہور امکان کے آئینے میں ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ کمالات ان آئینوں میں حلول کر گئے۔ اور نہ ہی یہ لازم آتا ہے۔ کہ ان میں تبدیلی واقع ہوگئی۔ اور نہ یہ کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوگئے کہ یہ قدیم کے منافی ہے۔ یہ تو محض ظہور ہے، اور آئینے میں کمال کا مشاہدہ کراتا ہے، لہذا امکان کے آئینے میں کمالات الٰہیہ کے ظہور کو جائز قرار دینے کی وجہ سے یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ آئینوں میں ان کمالات کے حلول کو جائز قرار دے دیا گیا۔ بلکہ یہ تو آئینے میں کمال کے ظہور کو جائز قرار دینا ہے۔ اور اس میں کوئی نقص نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل کا کسی چیز میں جلوہ فرمانا اس کی شان ارفع واعلیٰ

کے کسی دھات کا زیور یا ملمع یا سونے چاندی مغلوب مثلاً نوایجاد سونا جسکا نام امریکن نیو گولڈ ہے جس کی قیمت تقریباً دو روپے تولہ ہے، ان سب کا استعمال

بقیہ حاشیہ صفہ ۲۸۲ کا: کے منافی نہیں۔ حضرت آسی علیہ الرحمہ کا عقیدہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خدائے ذوالجلال کے مظہر کامل ہیں۔ اور یہ عقیدہ نہ صرف ان کا بلکہ تمام اہل سنت وجماعت کا ہے۔ اس شعر میں انھوں نے اسی مظہریت کاملہ کو بیان فرمایا ہے اور نسبت مجازی کا اسلوب اختیار فرماکر کلام کو حد درجہ بلیغ اور وجد آفریں کر دیا ہے۔

اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت فانی گورکھپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مقدمۂ "دیوان آسی" میں اس شعر کے متعلق یہ فرماتے ہیں۔

"اگر مصرعۂ اولیٰ میں "وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہوکر" ہوتا تو البتہ ان کا اعتراض خدا کے مجسم ہونیکا صحیح ہوتا، وہ تو اب بھی "مستوی علی العرش" ہے، مدینہ میں اترا باعتبار صفات کے ہے جیسے آفتاب آئینہ میں اترتا ہے"

حضرت فانی علیہ الرحمہ کی یہ تمثیل، تشبیہ المعقول بالمحسوس کے قبیل سے ہے۔ جو محض تقریب فہم کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح آئینے میں آفتاب کا ظہور تام ہوتا ہے اس میں حلول واتحاد کا شائبہ نہیں ہوتا، اسی طرح آئینۂ ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں صفاتِ خداوندی کا ظہور تام ہے۔

شعر وشاعری کے اندر مجازات وکنایات کا استعمال شائع وذائع ہے اور حقیقت کو مجاز کے پیرایہ میں بیان کرنا حضرت آسی کی شاعری کا طرۂ امتیاز رہا ہے وہ خود فرماتے ہیں

اگر بیان حقیقت نہ ہو مجاز کے ساتھ۔ تو شعر لغو ہے آسی کلام ناکارہ شعر مذکور میں بھی حضرت آسی نے مجاز کا ارتکاب کیا ہے، چنانچہ حضرت آسی علیہ الرحمہ نے مصرعۂ اولیٰ میں اللہ عزوجل کیلئے "مستوی علی العرش" کا ذکر فرماکر اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہا ہے، کہ جس طرح

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

عورتوں کے لئے کیسا ہے؟ اور اگر ناجائز ہے تو عدم جواز کس مرتبہ کا ہے؟
(۲) اگر استعمال ناجائز ہے تو اسکی خرید و فروخت کرنا یا اسکی اجنبی لینا کیسا ہے،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۳ کا:۔ خدائے ذوالجلال کیلئے "مستوی علی العرش" کی نسبت حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے۔ اسی طرح مدینے میں مصطفےٰ ہو کر اترنے کی نسبت حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے۔
شعر مذکور کا ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ۔ یہاں استفہام ہے جو تعجب کیلئے ہے یعنی اس کلام کو بطور استفہام تعجبی استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ جو ذات مستوی عرش ہو، وہی مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر اتر جائے۔ بلکہ مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر اترنے والی ذات دوسری، اور مستوی عرش دوسری ذات۔
حضرت آسی علیہ الرحمہ زبردست عالم دین، صوفی، صاحب نسبت بزرگ اور عارف باللہ تھے شعر و شاعری میں بھی ان کا مقام بہت اونچا تھا۔ مسئلہ تصوف پر شاعرانہ رنگ میں روشنی ڈالنا اور مجاز کے پردہ میں حقائق و اسرار کی گرہ کشائی ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ محض شعر کے ظاہری مفہوم کو دیکھتے ہوئے ان پر اعتراض کرنا جہالت ہے۔
حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔
"ایں ہمہ شور و غوغا چیست اگر لفظے صادر شدہ است کہ ظاہرش مطابقت بعلوم شرعیہ ندارد۔ آنرا باندک توجہ از ظاہر صرف نمودہ مطابق باید ساخت، و مسلمانے را متہم نباید کرد، اشاعت فاحشہ و تفضیح فاسق ہرگاہ در شریعت حرام و منکر باشد۔ تفضیح مسلمانے بمجرد اشتباہ چہ مناسب بود و شہر بشہر آں منادی کردن کدام تدین باشد۔ طریق مسلمانی و مہربانی آنست کہ کلمہ کہ ظاہرش مخالف علوم شرعیہ است اگر از شخصے صادر شود، باید دید کہ قائل آں کیست اگر ملحد و زندیق بود ردّ آں باید کرد و در اصلاح آں نباید کوشید و اگر قائل آں کلمہ از مسلمان بود و ایمانے بخدا و رسول داشتہ باشد در اصلاح سخن او باید کوشید و محمل صحیح از برائے آں پیدا باید نمود، ازاں قائل حل

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

اگر ناجائز ہے تو عدم جواز کس مرتبہ کا ہے ؟

(۳) مسلمان عورتوں کا موجودہ افلاس انھیں مجبور کرتا ہے کہ وہ سونے چاندی

بقیہ حاشیہ صفہ ۲۸۴ کا :- آں باید طلبید واگر در حل آں عاجز آید نصیحتش باید کرد۔

اگر کسی بزرگ سے ، کوئی ایسا لفظ صادر ہوا ، جس کا ظاہری معنی علوم شرعیہ سے مطابقت نہیں رکھتا ہو تو اس میں شور غل کی ضرورت نہیں ، کہ اس لفظ کو تھوڑی توجہ سے ظاہر سے پھیر کر علم شریعت کے مطابق کیا جاسکتا ہے ۔ اور مسلمان پر تہمت نہیں لگانی چاہیئے ۔ کسی کے فحش کو پھیلانا اور ہر جگہ فاسق کو رسوا کرنا منکر و حرام ہے ، تو محض شبہ کی بنیاد پر کسی مسلمان کو رسوا کرنا کیونکر مناسب ہوسکتا ہے ۔ اور شہر شہر اعلان کرنا کہاں کی دیانت داری ہے ۔ اسلامی طریقہ اور بہتر طریقہ ہے کہ اگر کوئی ایسا کلمہ جس کا ظاہر خلاف شرع ہے اگر کسی شخص سے صادر ہو جائے تو دیکھنا چاہیئے کہ اس کا قائل کیسا ہے اگر ملحد زندیق ہو تو اس کے قول کا رد کرنا چاہیئے ۔ اور اصلاح کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے ۔ اور اگر اس کا قائل مسلمان ہے ، اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہے تو اس کے اس قول کی تشریح کرنی چاہیئے اور اس قول کا صحیح محل نکالنا چاہیئے یا اس قائل سے اس خلاف شرع قول کی تشریح و توضیح اور رفع اشتباہ کا مطالبہ کرنا چاہیئے ۔ اور اگر وہ شخص اسکی صحیح توضیح سے عاجز آجائے تو اس کو نصیحت کرنی چاہیئے ۔

اچھی بات کا حکم دینے اور بری بات سے روکنے میں نرمی برتنی بہتر ہے کہ اسے آدمی مان سکتا ہے اور اگر مقصود منوانا نہ ہو بلکہ رسوائی مطلوب ہو تو یہ دوسرا معاملہ ہے اللہ تعالیٰ توفیق دے ،

(مکتوبات امام ربانی ص ۵۶۶ مطبع ترکی)

حدیقۂ ندیہ شریف میں ہے ۔

" اذا تکلم احد من العارفین فی ھذا الزمان بکلام نظیر ھذا الکلام ینبغی ان یعرض کلامہ علی اھل المعرفۃ الجامعین ، بین علمی الظاھر والباطن فانھم یعرفون معناہ من غیر ان ینقصہ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

کے بجائے ان زیورات سے اپنا کام نکال لیں۔ اور مسلمان مردوں کی بے روزگاری اس قسم کی تجارت پر مجبور کرتی ہے کیونکہ یہ تھوڑے سرمایہ سے ہوسکتی ہے، تو کیا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۵ کا:۔ ظاہر الکتاب واما القاصرون من علماء الرسوم الذین لایعرفون الاظواھر العلوم فلا عبرة بکونه مناقضا عندھم ظاھر القرآن لانھم لایعلمون اشارة الصوفیة ولا مواجید اھل الکمالات العرفانیة فغایتھم انھم لایستنطقون الکلمات بحسب اعرابھا و معانیھا اللغویة ویفوتھم الوضع الخاص المسمی بالاصلاح فیقعون فی سب اھل الکمال وھم قاصرون ویحکمون بتخطیة المصیب وھم لایشعرون فان لکل میدان رجالا ولکل رجال مجالا ونظیر ھذا ما وقع للشیخ ابی الغیث ابن جمیل قدس سرہ انه جاء الیه جماعة من الفقھاء فقال لھم مرحبا بعبید عبدی فاشتد انکارھم علیه فذکروا ذالك للشیخ اسمٰعیل الحضرمی رضی اللہ عنه وکان من اھل العلم الظاھر والباطن فقال صدق انتم عبید الھوی والھوی عبدہ۔ (حدیقہ ندیہ شریف ص ۱۷۵ ج ۱)

اگر کوئی عارف و بزرگ اس زمانہ میں بظاہر خلاف شرع کلام کا تکلم کریں تو ان کے کلام کو ان اہل معرفت کے سامنے پیش کرنا چاہیئے جو علم ظاہر اور باطن کے جامع ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ حضرات اس قسم کے کلام کا معنیٰ ایسا جانتے ہیں جو خلاف شرع نہیں ہوتے لیکن وہ علماء جو صرف ظاہری علوم جانتے ہیں تو ان کے اس قسم کے قول کو ظاہری قرآن کے خلاف کہدینے کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ صوفیہ کے اشارات کو نہیں جانتے اور نہ ہی ارباب کمال کی باریکیوں کو پہنچانتے ہیں، تو زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ یہ حضرات اعراب اور معانی لغویہ کے اعتبار سے کلام کرتے ہیں اور اس وضع خاص کو نہیں جان پاتے جو صوفیہ کی اصطلاح ہوتی ہے، یہ لوگ اہل کمال کو برا بھلا کہہ ڈالتے ہیں، حالانکہ یہ لوگ اصطلاح کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں، اور درست قول کرنے والے کو خطا کار ٹھہراتے ہیں، اور انھیں پتہ نہیں چل پاتا کیوں کہ ہر میدان کے کچھ بہادر ہیں اور ہر بہادر کو طاقت وقوۃ حاصل ہے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

یہ مجبوریاں کچھ تخفیف کا سبب بنیں گی۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب

الجواب (۱) سونے چاندی کے سوا دوسری دھاتوں کے زیور مرد و عورت دونوں کے لئے ناجائز ہیں، یہ مصنوعی سونا بھی اسی حکم میں ہے، درمختار میں ہے ولا یتختم الا بالفضۃ لحصول الاستغناء بھا فیحرم بغیرھا کحجر وذھب وصفر ورصاص وزجاج وغیرھا۔ جوہرہ نیرہ میں ہے وفی الخجندی التختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروہ للرجال والنساء لانہ زی اھل النار۔ یہ عدم جواز حد کراہت تحریم میں ہے جیسا کہ جوہرہ کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) چونکہ اس کا پہننا مرد و عورت دونوں کیلئے ممنوع ہے۔ لہٰذا زیور کی تجارت اور بنانا بھی ممنوع ہے کہ اعانت علی الاثم ہے اگرچہ تجارت کی ممانعت بہ نسبت پہننے کے کم درجہ کی ہے، درمختار میں ہے، فاذا ثبت کراھۃ لبسھا للتختم ثبت کراھۃ بیعھا وصیغھا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لا یجوز ردالمحتار میں ہے قال ابن الشحنۃ الا ان المنع فی البیع اخف منہ فی اللبس اذ یمکن الانتفاع بھا فی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۶ کا:۔ اسکی نظیر شیخ ابوالغیث ابن جمیل قدس سرہ کا وہ واقعہ ہے کہ ان کے پاس فقہاء کی ایک جماعت آئی تو شیخ نے ان سے کہا کہ میرے غلام کو خوش آمدید ہو، تو ان فقہا نے شیخ پر نکیر فرمائی اور اس کا تذکرہ شیخ اسمٰعیل حضرمی رضی اللہ عنہ سے کیا جو علم ظاہر اور علم باطن کے سنگم تھے تو انہوں نے فرمایا شیخ نے سچ کہا تم لوگ خواہشِ نفس کے غلام ہو اور خواہش نفس ان کا غلام ہے۔

ان صوفیائے کرام کے اقوال میں اس طرح کا کلام پایا جانا کوئی تعجب خیز نہیں جو وحدۃ الوجود کے قائل ہیں۔ یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تعین اول کی حیثیت سے مانتے ہیں۔ بہر حال حضرت آسی علیہ الرحمہ کا مذکورہ شعر بے غبار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

غیر ذلک ویمکن سبکہا وتغیر ھیا تہا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) اس وقت کا افلاس زمانہ رسالت سے کچھ زیادہ نہیں کہ اس کو عذر قرار دیا جائے ۔ چاندی تو اب بھی مصنوعی سونے سے سستی ہے پھر اگر زیور کا عورتوں کو شوق ہو تو چاندی کے کیوں نہ پہنیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ ، (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل ہیں کہ

ایک شخص کسی غیر شخص کو بکریاں اور بھیڑیں دیکر خود بھی فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور اس کو فائدہ پہنچانا چاہتا ہے تو فرمائیے کہ اس کی از روئے شرع شریف روزگار کی جائز صورت ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے زمانہ میں ، کیا تھی ؟ بیان فرماویں ؟

(۲) دو شخصوں نے مشترکہ زمین زرعی خرید کی اور اسٹامپ بیعنامہ اور انتقال جائداد میں ایک کا نام رہا ۔ اور اسکی آمدنی سے دونوں بحصہ برابر فائدہ اٹھاتے ہیں تو بتائیے یہ جائز ہے یا ناجائز بیان فرماویں ؟

(۳) ایک شخص کسی اپنے ساتھی کو کچھ نقد دیتا ہے اور منافع پہلے مقرر کر لیتا ہے کہ تمہارا فائدہ ہو یا نقصان میں تمہارے پاس ایک دفعہ مال منگانے میں اور بیچنے میں دو آنہ فی روپیہ یا چار آنہ فی روپیہ لیلونگا ، اس میں میعاد ومدت نہیں ہوتی ہے تو اس صورت سے اسکو منافع لینا جائز ہے یا ناجائز بیان فرماویں ؟

الجواب (۱) بھیڑ بکریاں اگر آدھے آدھ پر دی کہ جتنے بچے پیدا ہونگے ان میں نصف اس کے ہونگے اور نصف اوسکے ۔ یہ ناجائز ہے ۔ زمانہ خیر القرون میں یہ صورت تھی کہ چرانے کو اجرت پر بکریاں دی جاتی تھیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جب دونوں نے زمین خریدی تو زمین دونوں کی ہے ۔ اور منافع بھی

دونوں کیلئے جائز ہیں اگرچہ کاغذ میں صرف ایک ہی کا نام لکھا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) یہ صورت ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ آمدہ از شیش گڑھ ضلع بریلی مرسلہ عبداللطیف۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں، اللہ تعالیٰ آپ صاحبان کو خوش و خرم رکھے۔

(۱) جو شخص اہلسنت والجماعت مذہب حنفی ہو اور جو جو امور سنیّوں میں فرض واجب، مباح، مستحب، مستحسن، وغیرہ وغیرہ ہیں۔ انکو بدستور ادا کرتا ہو، اور ایصال ثواب، فاتحہ خوانی، میلاد شریف، فاتحہ سویم، دسواں، چالیسواں، حضور کو حاضر و ناظر علم غیب کا ہونا، حیات النبی، رجبی شریف، گیارہویں شریف، غرضیکہ جو کام سنیوں میں ہیں ادا کرتا ہو، صرف کسی بزرگ یا غیر بزرگ کے مزار پر علاوہ قدم بوسی فاتحہ خوانی کے چادر چڑھانے کا اتفاق نہ ہوا ہو لیکن چادر چڑھانے میں شریک ہو اور برا نہ جانتا ہو لیکن بوجہ اسکے بزرگوں سے رائج نہ ہونے کے بدست خود چڑھانے کا اتفاق نہ ہو تو ایسا شخص از روئے شریعت وہابی نجدی یا مردود یا مرتد ہے اگر ہے تو کس حدیث یا اصول فقہ یا اقوال صحابہ یا اجماع سے؟ بینوا توجروا

(۲) جو شخص سود خوار ہوتے ہوئے زکوٰۃ نکالے اور ثواب آخرت کی امید رکھے وہ فاسق ہے یا کافر؟ کلمہ گو مسلمان اور کافر کو اپنی نشست و برخاست میں دوست سمجھنا کیسا ہے اور کافر کسے کہتے ہیں کیا مسلمان کلمہ گو بھی کافر ہیں یا فاسق و فاجر ہیں؟

(۳) عشرہ محرم میں مرثیہ پڑھنا مجلس شہادت میں خواہ کسی اہل تشیع کا لکھا ہوا ہو، یا اہلسنت والجماعت کا یا نوحہ خوانی کرنا یا نوحہ لکھنا جیسا کہ ایک نوحہ مشتے نمونہ ہمرشتہ ہے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب (۱) جبکہ وہ شخص عقائد اہلسنت کا معتقد ہے وہابیہ کو اور

اون کے عقائد کو برا جانتا ہو اور ان کے متعلق وہی کہتا ہے جو علماء اہلسنت نے بیان فرمایا تو محض اتنی بات سے کہ کسی قبر پر چادر نہیں چڑھاتا ہے اسکو ہرگز ہرگز وہابی نہیں کہا جا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) زکوٰۃ حلال مال سے دینا فرض ہے کہ حرام مال اسکی ملک ہی نہیں اسے زکوٰۃ میں کیا دیگا۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ۔ اے ایمان والو اپنی حلال کمائی سے خدا کی راہ میں خرچ کرو، اور جو چیزیں ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالیں ان میں سے حلال کو خرچ کرو۔ بُرے کے خرچ کرنے کا قصد مت کرو حدیث میں ارشاد فرمایا۔ من تصدق بعدل تمرة من کسب طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یتقبلها بیمینه ثم یربیها لصاحبها کما یربی احدکم فلوّہ حتی تکون مثل الجبل[1]۔ جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کی مثل خرچ کرے، اور اللہ نہیں قبول فرماتا مگر طیب کو الخ اوس آیت اور اس حدیث سے ظاہر کہ حلال اور طیب ہی کا خرچ کرنا ضروری ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے حرام مال خدا کی راہ میں خرچ کرنا پھر قبول اور ثواب کی امید رکھنا قرآن و حدیث کے خلاف ہے، ظاہر یہ ہے کہ حرام مال کے خرچ کرنے پر امید ثواب رکھنا کفر ہے مگر جو شخص سود کھاتا ہے اسکے متعلق یہ کیونکر کہا جائیگا کہ جو روپیہ اوس نے زکوٰۃ میں دیا وہ سود اور حرام تھا، ہو سکتا ہے کہ اوس نے اپنا حلال روپیہ زکوٰۃ میں دیا ہو۔ کافر دشمن خدا ہے اور مسلمانوں کا دشمن۔ اسے دوست بنانا حرام، مسلمان کو صرف مسلمان ہی سے دوستی کرنا چاہیئے

---

[1] رواہ البخاری والمسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، مشکوٰۃ ص ۱۶۷ باب فضل الصدقة۔ مصباحی

اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَاءَ۔ اور فرماتا ہے۔ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ کافر اسکو کہتے ہیں جو ضروریات دین میں سے کسی ضروری دینی کا منکر ہو، مجرّد کلمہ گوئی سے مومن نہیں ہو سکتا۔ جبکہ کسی ضروری دینی کا باوجود ادعائے ایمان، منکر ہو جیسے قادیانی باوجود کلمہ گوئی وادعائے ایمان ختم نبوت کے منکر ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرتے ہیں، لہٰذا اس قسم کی کلمہ گوئی مومن ہونے کیلئے کافی نہیں اور ایسا کلمہ گو اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو، کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) اگر مرثیہ اس قسم کا ہو جس میں کوئی ناجائز امر نہ ہو مثلاً اہل بیت اطہار کا جزع وفزع اور ان کی جانب خلاف شرع امور کی نسبت۔ تو ایسا مرثیہ پڑھنا جائز ہے، اور نوحہ کی حدیثوں میں ممانعت آئی۔ ہر قسم کے نوحہ سے احتراز لازم۔ خواہ نظم میں ہو یا نثر میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ محمود رضا صاحب محلہ توپ خانہ چھاؤنی بریلی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس معاملہ میں کہ لفظ مولانا کس کیلئے استعمال کیا جا سکتا ہے؟ اور اس کا اطلاق کن کن اشخاص پر ہو سکتا ہے؟ اور اس لفظ کے لغتی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں۔ کسی بے علم جاہل کو مولانا کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ اس لفظ سے جاہل بے علم مراد لیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ لفظ مولیٰ کے متعدد معنی ہیں، ناصر ومددگار ودوست وآقا وغلام آزاد شدہ، حدیث میں ارشاد فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اور ارشاد فرمایا۔ مولی القوم منھم عرف میں یہ لفظ علماء پر اطلاق کیا جاتا ہے جب کسی کو مولانا کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے تو ذہن اسی طرف جاتا ہے کہ وہ عالم دین ہے

لہذا کسی جاہل کو اس لفظ سے یاد نہ کرنا چاہئے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از مرزائی چک ڈاکخانہ نوشہرہ خوجیاں ضلع گجرات مرسلہ مولوی محمد تقی امام مسجد ۲۰ ربیع الاول شریف ۶۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اہل ہنود سے کھانا پینا منع ہے ۔ لیکن دوسرے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں حضور علیہ السلام بھی مشرکین کے ساتھ کھاتے پیتے رہے ہیں۔ کوئی نص قرآنی سے ثابت نہیں کہ کافروں سے کھانا پینا منع ہے اگر کوئی مولوی تسلی کر دیگا تو مان لونگا۔ لہذا مہربانی فرماکر فیصلہ فرمائیں کہ ہر مولوی صاحب سے کون حق بجانب ہے، اور تعزیر کے قابل کون ہے ۔ بحوالہ کتب معتبرہ تمرین مہر فتویٰ جاری فرمایا جائے ؟

الجواب :۔ ہندوؤں کے ہاتھ کا پکایا ہوا یا انکا چھوا ہوا کھانا صحیح یہ ہے کہ نجس نہیں، اور یہی مذہب امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں جو انما المشرکون نجس فرمایا گیا اس سے مراد ان کی اعتقادی نجاست ہے نہ کہ ظاہری، اگر ان کے بدن پر یا ہاتھ پر نجاست لگا ہوا ہونا معلوم نہ ہو تو کسی چیز پر انکا ہاتھ لگ جانے سے اس چیز کو نجس نہیں کہا جائیگا مگر حتی الوسع مسلم کو ان کی پکائی ہوئی چیزوں سے احتراز کرنا چاہئے، ہاں گوشت جس کو انھوں نے پکایا اور نظر مسلم سے وہ غائب ہو گیا تو اوسکا کھانا حرام ہے اگرچہ قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ یہ گوشت مسلم کا ذبیحہ ہے، اس زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کے اقتصادیات کمزور ہو چکے ہیں اور مشرکین ہر چیز کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتے ہیں مسلمانوں کو اسکا لحاظ رکھنے کی نہایت سخت ضرورت ہے کہ وہ اپنے مسلمان ہی بھائی سے خرید و فروخت کریں تاکہ مسلمانوں کی تجارت فروغ پائے اور کفار کے دست نگر نہ بنیں

یہ حکم تو ان کے یہاں کی چیزوں کے خرید و فروخت کا ہے مگر انکے ساتھ کھانا پینا جائز نہیں کہ مسلم کو کفار سے اتنا میل جول درست نہیں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین۔ اگر تجھے شیطان غفلت میں ڈال دے تو یاد آنے پر قوم ظالمین کے پاس نہ بیٹھ۔ شرک و کفر سے بڑھکر اور کون سا ظلم ہو سکتا ہے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ان الشرک لظلم عظیم، لہٰذا مشرک کو اپنا ہم نوالہ و ہم پیالہ بنانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آجکل عام طور سے دستور یہ ہے کہ مرد موئے زیر ناف استرے سے صاف کرتے ہیں۔ اور عورتیں بال صفا صابون یا پاؤڈر سے۔ کیا عورتوں کیلئے بھی استرے سے صاف کرنا اور مردوں کیلئے بال صفا صابون یا پاؤڈر سے صاف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ ناف کے نیچے کے بال استرے سے مونڈنا سنت ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا وحلق العانۃ، مرد کیلئے استرا ہی بہتر ہے اور صابون وغیرہ سے اگر بال دور کرے تو یہ بھی جائز ہے اور عورت کے مناسب صابون وغیرہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ مولوی شمس الدین جونپوری از مدرسہ منظر حق ٹانڈہ ضلع فیض آباد ۷ ذیقعدہ ۱۳۶۶ھ

باسمہ، سیدی و سندی دام مجدکم وعم فیضکم

شوق قدم بوسی کے بعد معروض کہ اس وقت جبکہ کانگریسی حکومت ہند کی صاحب امر و صاحب قوت نافذہ نیابت برطانیہ ہو گئی ہے اور جملہ اختیارات فوجداری و دیوانی و پولس و فوج اسے مفوض ہو چکے ہیں۔ اور کانگریس ہند

بربنائے عناد دینی و تعصب مذہبی مسلمانوں کو ملک سے نکال دینا چاہتی ہے یا مرتد کرلینا یا کم از کم ایسا کرلینا چاہتی ہے کہ نیچ قسم کے ہندو چمار پاسی بھر ڈوم چنڈال و امثالہا۔ اور مسلمانوں میں کوئی فرق باقی نہ رہے ایسا کرنے کیلئے وہ شعار اسلامی رسوم مذہبی اور تعلیم و تہذیب مسلمانی کو فنا کرنے کیلئے مجبور ہے اور رفتہ رفتہ عملاً اسے شروع بھی کردیا ہے۔ آج ہر طرف یہ سننے میں آرہا ہے کہ اگر مسلمانوں نے گائے کی قربانی کی تو ہندو عوام انھیں روکیں گے اور قوت سے روکیں گے یعنی بلوہ کرکے قتل و غارت شروع کردیں گے۔ اس بدامنی و خونریزی میں حکومتِ وقت جو ہندو عوام کی ترجمان و ہم خیال و ہمدرد و سرپرست ہے وہ بجائے خونریزی و ظلم کو روکنے مسلمانوں کیساتھ انصاف کرنیکے الٹے مسلمانوں ہی کو باعث فتنہ و مجرم قرار دیگی اور موقع پر ہندو عوام کی امداد بلکہ آلات حرب و سپاہ و لشکر کے ساتھ دیگی جیسا کہ بہار میں ہوچکا ہے اور اب تسر و دہلی میں ہو رہا ہے، نیز لیگ کے سیاسی لیڈران صوبہ مسلمانوں کو تباہی کے اندیشہ سے خائف ہوکر قربانی گاؤ بند کرنیکی رائے دے چکے ہیں، جیسا کہ ہمدم وغیرہ اخباروں کی ۲۱ ستمبر کی اشاعت میں مندرج ہے اور مسلمان کسی نظم و اصول کے ماتحت حربی قوتوں کی مدافعت کیلئے آلاتِ حرب وضرب سے تیار بھی نہیں، نہ انکی کوئی فوج، نہ انکا کوئی امام مطاع صاحب قوت پھر آبادی کے لحاظ سے تقریباً تمام کانگریسی حصہ ملک میں منتشر و متفرق و قلیل التعداد بھی ہیں۔ اندریں حالات حضرات علماء نائبان نبی و ناخدایان کشتی امت مرحومہ کی خدمات عالیہ میں گذارش ہے کہ شرعی حیثیت سے مسلمانوں کیلئے راہ عمل بتائیں اور فرمائیں کہ حالت حاضرہ میں قربانی گاؤ کے ساتھ مسلمان اپنے کو اور اپنے اہل و عیال کو بلکہ ہندی قوم مسلم کو بھی قربان

کردیں، یا قربانی گاؤ روک دیں اور اس ر کنے کی صورت میں ترک واجب کے مجرم تو نہ ہونگے اور نہ رکنے کی صورت میں قربانی گاؤ کر کے یعنی ادائے واجب بلکہ ابقائے شعار و شوکت اسلام کی غرض سے ہندو سے جنگ کرنے میں ان کی کیا حیثیت ہوگی ؟ کیا انکی یہ مدافعت جنگ و پیکار جہاد شرعی ہوگا یا ابقائے یدالی التہلکتہ ہوگا۔ جبکہ اس جنگ کے داعی قربانی گاؤ کی وجہ سے مسلمان خود ہی ہوں گے یہ تو حکم شرعی مطلوب ہے جو بحوالہ نصوص فقہیہ ہونا چاہیئے ؟ علاوہ ازیں وقتی سیاسی و عقلی مشورے بھی درکار ہیں اب آخر میں اتنی گذارش اور ہے کہ اگر سوال میں بحث کا کوئی گوشہ رہ گیا ہو تو جواب میں وہ بھی ملحوظ رہے کہ مجھے اپنے قلت فہم و زلت قلم کا اعتراف ہے اور جواب شافی مقصود ہے امید کہ نہایت اطمینان بخش جواب سے سرفراز فرمائیں گے مجھ سے اس قسم کے سوالات کئے گئے ہیں لیکن ابھی میں نے کوئی جواب نہیں دیا ہے بلکہ حضور کے جواب آنے تک انتظار کو کہا ہے کہ العلم أمانة فی اعناق العلماء۔ اور اپنی بے بضاعتی معلوم۔ امید کہ جوابات میں تاخیر نہ ہوگی ؟

الجواب :۔ کانگریس اگرچہ ہمیشہ یہی دعویٰ کرتی آئی کہ وہ ملکی جماعت ہے اس میں کسی مذہب کی خصوصیت کا لحاظ نہیں ہے۔ مگر اہل فہم و دانش خوب سمجھتے و جانتے رہے کہ یہ ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہے حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ کانگریس ہندؤں کی جماعت ہے اور انھیں کو برسر اقتدار لانا چاہتی ہے مسلمانوں اور اسلام کی سخت مخالف ہے اسی بنا پر اہل عقل اسکی شرکت سے گریز کرتے رہے اور حاملان اسلام اس سے بچنے کی کوشش کرتے رہے ابھی کانگریس کو برسر حکومت آئے ہوئے کتنا زمانہ گزرا اس نے صرف ایک مہینے کے اپنے دوران حکومت میں اسلام کشی کی کتنی کاروائیاں کیں جن سے

بہت سے مسلمان ترک وطن کیلئے تیار ہو گئے، ذبیحہ گاؤ جو مسلمانوں کیلئے ایک اقتصادی مسئلہ بھی ہے اسکے روکنے کی ابھی سے ترکیبیں کی جانے لگی ہندوؤں کی ایک جماعت اگرچہ خاموش ہے یا وہ اس مسئلہ کو ابھی اوٹھانا نہیں چاہتی مگر دوسری جماعت بہت شدت کیساتھ اسکے روکنے کیلئے تیار ہے، یہ بھی ان لوگوں کی ایک ترکیب اور چال ہے بہر حال ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ مسلمانوں کو مجبور محض تصور کیا جائے اور ذبیحہ گاؤ کو خصوصًا قربانی کہ وہ شعار اسلام ہے ہندؤں کی دھمکی سے ترک کردیا جائے، مسلمانوں کی تہذیب اور ان کے تمدن کو اگرچہ حکومت حاضرہ مٹانا چاہتی ہے مگر خود مسلمان اپنی تہذیب و تمدن کے محافظ کئے گئے ہیں ان کی بقا مسلمانوں کے ذمہ ہے ہندو تو یہ چاہیں گے کہ مسلمان نماز بھی نہ پڑھیں، اذان بھی نہ کہیں اور اپنے اسلامی وقار و رسوم کو خیر باد کہدیں، کیا انکے چاہنے سے مسلمان بھی رفتہ رفتہ یکے بعد دیگرے سب کو چھوڑنے کیلئے تیار ہو جائیں گے حاشا وکلا مسلمان جب تک کہ دنیا میں باقی ہیں ان پر لازم ہے کہ اپنے مذہب اور دین کا تحفظ کریں اس تحفظ وبقا کیلئے اگر جانی قربانیاں بھی دینی پڑیں تو اس سے بھی دریغ نہ کریں حدیث میں ارشاد فرمایا من قتل دون دینہ فھو شھیدٌ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ یاد علی وارثی صاحب از قصبہ مہنداول ضلع بستی ۷، ذیقعدہ ۱۳۶۶ھ

مردوں کیلئے زرد رنگ استعمال کرنا، زید کہتا ہے جائز ہے، بلکہ سرخ بھی جائز ہے۔ اور ثبوت میں مشکوٰۃ جلد سوم کتاب اللباس کی یہ حدیث پیش کرتا ہے عن ابن عمر انہ کان یصفر لحیتہ بالصفرۃ حتی یمتلی ثیابہ من الصفرۃ فقیل لہ لم تصبغ بالصفرۃ قال انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصبغ بہا ولم یکن شئی احب الیہ منہا وقد کان یصبغ بہا ثیابہ کلہا حتی عمامتہ

رواہ ابوداؤد والنسائی [1] اور کتاب مستطاب بہار شریعت جلد شانزدہم ص ۵۲
کی یہ عبارت پیش کرتا ہے۔ ووکسم یا زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہننا مردوں کو منع ہے
گہرا ہو کہ سرخ ہو جائے یا ہلکا ہو کہ زرد رہے۔ دونوں کا ایک حکم ہے عورتوں
کو یہ دونوں قسم کے رنگ جائز ہیں، ان دونوں رنگوں کے سوا باقی ہر قسم
کے رنگ زرد سرخ دھانی بسنتی چمپئی نارنجی وغیرہا مردوں کو بھی جائز ہے الخ "
لیکن عمر کہتا ہے کہ زرد سرخ رنگ مردوں کو ناجائز ہے، اور زید کے جو یہ استدلال
ہیں یہی عمرو نے لکھکر مولینا عبد المتین بہاری صاحب جو اخبار الفقیہ کے فتووں
کا جواب لکھتے ہیں انھیں کے پاس سے فتویٰ منگوایا ہے۔ جس میں مولینا مدوح
نے زرد و سرخ رنگ مردوں کیلئے ناجائز لکھا ہے بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ ابوداؤد
شریف کی متعدد روایتوں سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام نے سرخ زرد۔ گلابی
رنگ کی چادروں کو جلا دیا جبکہ حضور نے اس پر نفرت فرمایا۔ اس وقت حضور
نے یہ بھی فرمایا کہ جلا کیوں دیا عورتوں کو دیدیتے لہذا قول دونوں میں کس کا
صحیح ہے؟

الجواب:۔ زرد اور سرخ رنگ کے متعلق مردوں کیلئے وہی حکم ہے جو
بہار شریعت میں لکھا گیا کہ یہ رنگ جائز ہیں، ہاں کسم یا زعفران کا رنگ مردوں
کیلئے ممنوع ہے۔ ان کے سوا کسی رنگ کی رنگ کی حیثیت سے ناجوازی
نہیں۔ البتہ اگر اس کپڑے میں عورتوں سے تشبہ ہوتا ہو تو اس تشبہ کیوجہ
سے ممانعت ہوگی۔ سرخ یا زرد مخمل وغیرہ کی اکثر ٹوپیاں پہنی جاتی ہیں۔ یا زرد
رنگ کا تہبند پہنا جاتا ہے۔ اس کی ممانعت نہیں۔ ابوداؤد کی جن روایتوں

---

[1] بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۸۲ کتاب اللباس ۔ مصباحی

سے اس کے عدم جواز پر استدلال کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ صحابہ کرام نے سرخ، زرد، گلابی رنگ کی چادروں کو جلادیا۔ اس حدیث کو صحیح طور پر فتویٰ دینے والے نے نہیں سمجھا ہے۔ وہ چادر جو عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جلائی تھی وہ کسم کے رنگ سے رنگی تھی چنانچہ ابوداؤد میں بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی قال ھبطنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ثنیۃ فالتفت الی وعلی ریطۃ مضرجۃ بالعصفر فقال ما ھذہ الریطۃ تملیك فعرفت ما کرہ فأتیت أھلی وھم یسجدون تنورا لھُ فقذفتھا فیہ ثم اتیتہ من الغد فقال یا عبداللہ ما فعلت ا ریطۃ فاخبرتہ فقال الا کسوتھا اھلك فانہ لاباس بہ للنساء۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک ٹیلے سے اترے۔ حضور نے میری طرف التفات فرمایا اور مجھ پر ایک چادر کسم کی رنگی ہوئی تھی۔ ارشاد فرمایا تم پہ کیسی چادر ہے، میں نے پہچان لیا کہ حضور نے اس کو برا سمجھا وہاں سے میں گھر آیا۔ لوگ تنور جلا رہے تھے وہ چادر میں نے اس میں ڈال دی۔ پھر دوسرے دن میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ارشاد فرمایا اے عبداللہ وہ چادر کیا ہوئی میں نے جو واقعہ ہوا اسکی خبر دی ارشاد فرمایا کہ اپنے گھر والوں میں سے بعض کو کیوں نہ دیدی کہ عورتوں کے لئے اس میں حرج نہیں۔ دوسری روایت ابوداؤد کی انھیں عبداللہ ابن عمرو بن العاص سے ہے قال رانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ثوب مصبوغ بعصفر مورد قال ما ھذا فانطلقت فاحرقتہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما صنعت بثوبك فقلت احرقتہ قال افلا کسوتہ بعض اھلك۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو دیکھا مجھ پر ایک کسم کا رنگا ہوا گلابی رنگ کا کپڑا تھا فرمایا یہ کیا ہے میں وہاں سے

چلا گیا۔ اور اسکو جلا ڈالا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے اپنا کپڑا کیا کیا۔ میں نے عرض کیا جلا ڈالا ارشاد فرمایا کہ اپنے گھر والوں میں سے بعض کو کیوں نہ دیدیا۔ پھر جبکہ سوال میں بہار شریعت کا حوالہ دیکر استفتار کیا گیا تھا اور بہار شریعت میں یہ مسئلہ درمختار و ردالمحتار کے حوالہ سے نقل کیا گیا تو فتویٰ دینے میں اس کی ضرورت تھی کہ فقہائے کرام کا قول دیکھا جاتا کہ اس بارے میں کیا ہے۔ درمختار میں ہے۔ وکرہ لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر للرجال مفادہ انہ لایکرہ للنساء ولاباس بسائر الالوان و فی المجتبیٰ والقہستانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لاباس بلبس الثوب الاحمر اھ مفادہ ان الکراھۃ تنزیھیۃ لکن صرح فی التحفۃ بالحرمۃ وھی المجمل عندہ لاطلاق قالہ المصنف۔ پھر صاحب تحفہ کی اس تصریح پر علامہ شامی نے ردالمحتار میں اعتراضات کئے ہیں جن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ کراہت تحریم کا قول صحیح نہیں اگر کسی صورت میں ناجائز ہو تو وہ رنگ کیوجہ سے نہیں بلکہ اس میں کسی آمیزش کیوجہ سے یا تشبہ بالنسار کیوجہ سے جسکی طرف بہار شریعت میں بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ مولوی محمد خلیل صاحب قادری صدر المدرسین مدرسہ انوار العلوم قصبہ جین پور ضلع اعظم گڈھ ۱۷ ر ذیقعدہ ۱۹۶۶ء

سوال یہ ہے کہ سفرار کو جو کمیشن دیا جاتا ہے فقہار اجرت مجہول ہونے کی وجہ سے اسے ناجائز کہتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا پیسہ اگر کار خیر میں دیا جائے تو ثواب کی امید کی جا سکتی ہے۔ یا نہیں اگر نہیں تو اس کے استعمال کی کیا صورت ؟ آیا کوئی حیلہ اس کے جواز کا ہے یا نہیں ؟

الجواب:۔ سفراء کو جو دیا جاتا ہے اگر یہ بطور اجرت ہو تو ناجائز ہے کہ اولاً یہ قفیز طحان کی صورت ہے اور مجہول بھی ہے اور کچھ رقم ادارہ کی جانب سے ان کو بطور انعام دی جائے۔ یہ جائز ہے اور ہونا یہی چاہیئے کہ ان کو انعام کے طور پر دیا جائے۔ تاکہ عدم جواز سے بچ جائیں ایسا پیسہ اگر بطور اجرت لیا گیا ہے تو وہ ادارہ کو واپس دیدیا جائے پھر اگر ادارہ اپنی طرف سے بطور انعام دے تو کار خیر میں صرف کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ جناب قاضی غلام الثقلین صاحب قاضی شہر اٹاوہ ۱۲ محرم ۱۳۶۷ھ

ما قولکم ایھا العلماء الراسخون من دیار الھند والسند وما یتعلق بھا فی ھٰذہ المسائل اللتی تقع فیھا المسلمون للمحرومون من العلوم الشرعیۃ فکیف یعلمون بینوا بکتاب اللہ وبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبالاجماع وبالقیاس توجروا من عند اللہ

(۱) علمائے کرام کا ایسے وقت (اس وقت جو واقعات ہائلہ ہیں اور مفصلات میں مسلمان مارے جارہے ہیں) میں ساکت رہنا اور لائحہ عمل نہ بنانا جس پر چلکر نجات حاصل ہو اور مغفور سمجھے جائیں عند الشرع کہاں تک مناسب ہے؟

(۲) دربارۂ ترک وطن کہاں تک اجازت ہے حالانکہ اپنے تمام اعزا و رفقاء مساجد و مقابر و مشاعر کو خیرباد کہتے ہوئے بھاگئے ہیں یہ بے حمیتی ہے یا نہیں عنداللہ اس پر باز پرس ہے یا نہیں کیا یہ ہجرت کہا جائے اور ایسے مہاجرین ماجور ہونگے؟

(۳) پیشوایان مذہب کے اکثر مسلمان محتاج ہیں شرعی روشنی اس پر ڈالنا اور لومۃ لائم کو دل سے دور کرکے سچی اور حقیقی روشنی جس سے مسلمان مطمئن ہو اور یکسو ہوں قانون وقت اور ملکی فضا کو مدنظر رکھتے جوابات صادر فرمائے

جائیں یعنی ایسے وقت میں جو کر سکیں اور تاویل نہ ہو سکے۔ موجودہ لیڈروں کو اپنے کو سپرد کر دینا صحیح ہے یا نہیں یہ جو چاہیں کریں اور امت محمدیہ انکے حکم کی پابندی کرے اور علماء کرام اسی طرح سکوت اختیار کئے رہیں یہ صورت کیا حکم رکھتی ہے ؟

(۴) یہ میں خوب جانتا ہوں کہ جو حضرات علماء کرام سے مسلم لیگ میں شریک نہ تھے شرکائے مسلم لیگ ان پر آوازیں بھی کسے۔ مگر وہ علیحدہ ہی رہے نہ انھوں نے کانگریس سے نفع اٹھایا اور نہ دنیا طلبی کی نہ مختلف رنگین بدلیں نہ لانبے چوڑے فتوی دیے۔ نہ کھینچ تان کر کسی شرعی حکم کو بے محل چسپاں کیا نہ رضاء اللہ کو اسکے غیر محل پر اذہان عوام پر اثر ڈالنے کیلئے تراش خراش کیا وہی حضرات میرے ان سوالات کے جوابات عطا فرمائیں ؟

الجواب (۱) اس زمانہ میں جبکہ حکومت کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے کہ جو کچھ جور و تشدد ہو رہا ہے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اگرچہ زبانی طور پر ہر ایک قسم کے وعدے کئے جا رہے ہیں مگر عملی طور پر کوئی ایسا قدم اٹھایا نہیں جاتا جس سے یہ فتنہ و فساد دفع ہو۔ علمائے کرام اس وقت کون سی راہ عمل پر چلنے کیلئے مسلمانوں کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ جبکہ مسلمان مجبور و بیدست و پا ہیں۔ اس کے سوا کہ انکو یہی چاہیئے کہ توبہ و استغفار کرتے رہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے اپنے حفظ و امن کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔ جرائم اور خلاف شرع افعال سے باز آجائیں۔ احکام شرعیہ کی پابندی کریں۔ خدا کی ذات سے امید ہے کہ وہ اپنا رحم و کرم فرمائیگا دین اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائے گا۔ علماء مسلمانوں کو نیک عمل کی ہدایت کرتے ہیں تو عوام انکی باتوں پر کان نہیں دھرتے۔ اس پر آشوب

زمانے میں علماء کی کون سنتا ہے۔ پھر علماء اس وقت میں کیا کر سکتے ہیں جس کی آپ کو شکایت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بعض جگہ کے مسلمان ہنود کے جور و تشدد سے عاجز آکر ترک وطن پر مجبور ہو گئے اور انھوں نے اچھی طرح محسوس کر لیا کہ اگر ترک وطن نہیں کرتے تو یقینی طور پر ہمارا خاتمہ ہو جائیگا انھوں نے اپنی جان بچانے کیلئے ترک وطن کیا کہ اس کے سوا انکو کوئی چارہ کار نظر نہیں آیا اور جہاں اس قسم کی مجبوری نہیں تھی خواہ مخواہ وہاں کے مسلمان وطن چھوڑ کر بھاگ گئے ان کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا کہ انکے چلے جانے سے جو کچھ بچے کھچے مسلمان تھے وہ اور زیادہ اقلیت میں ہو گئے۔ ان کی ہمتیں ٹوٹ گئیں، معمولی سا سہارا جو ان کے ذریعہ تھا وہ بھی باقی نہ رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) بلاشبہ مسلمانوں کو وہی کرنا لازم ہے جس کا قرآن وحدیث حکم دیں اور ائمہ مجتہدین جس کی طرف رہنمائی کریں، اہل حق نے حق بیان کرنے میں بحمدہ تعالیٰ کبھی لومۃ لائم کا خوف نہیں کیا۔ ہمیشہ مسلمانوں کو انھیں چیزوں کی طرف رہنمائی کی جن کو اللہ و رسول نے بیان فرمایا مگر اس زمانہ میں جہاں دنیا کی تمام چیزوں میں جدت ہو رہی ہے لوگ دینی باتوں میں بھی نئی تراش و خراش چاہتے ہیں۔ اور ان لوگوں پر اعتماد کرتے ہیں جو یقینا اعتماد کے لائق نہیں ہیں اور اہل حق جب انھیں صحیح راستے پر لیجانا چاہتے ہیں تو بجائے اسکے ماننے اور قبول کرنے کے علماء حق کے لوگ مخالف ہو جاتے ہیں، اسکی مثالیں دو چار نہیں۔ اگر آپ خیال کریں گے تو بہت سے واقعات اسکی شہادت دیں گے۔ اکثر طبائع ہنگامہ پسند ہیں جس سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ سلامت روی کا راستہ بتایا جاتا ہے تو بزدل اور

ڈر جانے والا کہکر علماء سے منحرف اور بدظن کیا جاتا ہے جس کا نتیجہ جو کچھ ہو رہا ہے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اس زمانے کے لحاظ سے قرآن وحدیث کی روشنی میں جو کچھ فقیر حقیر کی سمجھ میں آیا لکھوا دیا۔ مسلمانوں کو صبر وسکون تحمل سے کام لینا چاہیئے۔ معاصی سے توبہ کرنی چاہیئے، نماز اور دیگر امور شرعیہ کی پابندی کرنی چاہیئے حدیث کا ارشاد اذا نابکم امر فافزعوا الی الصلوٰۃ اپنا معمول بہ بنانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء کرنی چاہیئے کہ وہ ان مصیبتوں کو دور فرمائے اور ارشاد الٰہی اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ انہ میسر لکل عسیر وبہ نستعین لدفع کل مصیبۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت وجماعت اس بارے میں کہ اس وقت ملک کی آزادی میں حصہ لینے والی دو جماعتیں ہیں۔ ایک کانگریس دوسری مسلم لیگ۔ کانگریس کے صدر مولینا ابوالکلام صاحب آزاد ہیں۔ اور مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح۔ کانگریس کے صدر مولینا ابوالکلام صاحب آزاد فرماتے ہیں کہ کانگریس انگریز کو ہندوستان سے نکالنے کیلئے ہندو اور مسلمان کو ایک ہونا چاہیئے۔ اور اپنے مذہبی امور میں ہر قوم اپنے مذہب پر قائم رہے گی۔ یعنی کانگریس کسی کے مذہبی امور میں کوئی حصہ نہ لے گی۔ اور مسٹر محمد علی صاحب جناح فرماتے ہیں کہ مسلم لیگ ہی ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے یعنی ہر قسم کے مذہبی اور سیاسی امور میں مسلم لیگ ہی کو نمائندگی کرنے کا حق ہے، اور کسی مسلم جماعت کی کوئی بات نہیں سنی اور مانی جائے گی اب ایسی حالت میں ہم سنّی حنفی المذہب مسلمانوں کو کس جماعت کا

ساتھ دینا چاہیئے ؟

(۲) کیا شارع علیہ السلام نے رافضی کی قیادت کو جائز قرار دیا ہے ؟

(۳) اگر کوئی رافضی دعوی کرتا ہے کہ میں ہندوستان کے مسلم اکثریت والے صوبوں میں اسلامی حکومت یعنی پاکستان قائم کرونگا۔ توکیا سنی حنفی مسلمانوں کو اسکے اس قول پر اعتماد کرنا شرعًا جائز ہے ؟

(۴) کیا اہلسنت کو رافضی کو شرعی امور میں امیر بنانا جائز ہے ؟

(۵) سنی حنفی مسلمانوں کو رافضیوں نیچریوں یعنی سرسید کے متبعیں اور قادیانیوں کے ساتھ کیا برتاؤ اور معاملہ کرنا چاہیئے ؟

(۶) اگر مسلم لیگ کو سیاسی جماعت ہی مان لیا جائے توکیا اسلام کی سیاست دین سے الگ ہے اور ایسی مسلم لیگ میں جس کا صدر کٹر رافضی اور خوجہ قوم ہو اور اسکی ورکنگ کمیٹی میں رافضی، ملحد، اور نیچری ہوں توہم سنی مسلمان مسلم لیگ میں شریک ہو سکتے ہیں اور قدمے، درمے، سخنے امداد کرنے میں گنہگار اور عنداللہ معتوب نہ ہونگے، بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب

الجواب (۱) کانگریس کا صدر اگرچہ ابوالکلام آزاد ہے جو نام کا مسلمان اور دین سے بالکل آزاد ہے، مگر کانگریس حقیقتًا ہندؤں کی جماعت ہے اور اوسکو ہندؤں ہی کا مفاد مقصود ہے۔ اس میں نہ مسلمانوں کو شریک ہونا جائز اور نہ اوسکے اوٹھائے ممبر کو ووٹ دینا درست کہ وہ ایسے ہی کو ممبری کیلئے نام زد کرے گی جس کی ذات سے ہندؤں کا مفاد وابستہ ہوگا۔ مسلم لیگ جس جماعلت کا نام ہے اس میں ہر قسم کے لوگ شریک ہیں سنی بھی بدمذہب بھی، اس میں شریک ہونا جائز نہیں جب تک اغیار سے پاک نہ ہو مگر ان کے منتخب کئے ہوئے ممبر کو ووٹ دینے میں کوئی حرج نہیں، جبکہ وہ

سنّی ہو اور اس سے مسلمانوں کا مفاد مظنون ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) رافضی گمراہ و بد دین ہے اسکو سردار نہیں بنایا جا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) رافضی کیلئے یہ ضرور نہیں کہ اسکی ہر بات جھوٹی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) شرعی امور میں رافضی امیر نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) انکو گمراہ سمجھنا چاہیئے اور ان کے ساتھ گمراہوں کا سا معاملہ کرنا چاہیئے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) سیاست اسلام اگرچہ دین کے منافی نہیں مگر دین میں کچھ باتیں فرض کچھ واجب بعض جائز اور مباح بھی ہیں سب کو ایک مرتبہ میں نہیں رکھا جا سکتا اور جبکہ مسلم لیگ میں ہر طرح کے لوگ ہیں تو اس میں شریک ہونا اور اسکا رکن بننا نہیں چاہیئے۔ مگر اس جماعت نے اگر کوئی ایسا کام کرنا چاہا جس سے سنیوں کا فائدہ ہے تو ایسے کام میں کسی طرح کی مدد پہنچانے میں کوئی حرج نہیں کہ وہ خود اپنے ہی کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ جناب محمد مہدی حسن صاحب از بدایوں محلہ سید باڑہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مسلمان تاجر ہے یعنی اسکی دکان شہر کے اندر ہے اور کافی فروختگی مال کی ہوتی ہے۔ اور کفار و مشرکین کے میلے یعنی گنگا وغیرہ کے میلوں میں بھی اپنی دکان تجارت کیلئے لے جاتا ہے عمرو کہتا ہے کہ کفار و مشرکین کے میلوں میں جانا اور شریک ہونا ناجائز و حرام ہے مسلمان کو کفری میلوں میں شریک ہونا کسی نیت سے جانا جائز نہیں سوائے تبلیغی نیت کے کیونکہ وہاں جاکے انکے کفری میلے کو رونق دینا اور زینت دینا ہے۔ اور انکے کفری اقوال و افعال سے رضا ہوئی تو کفر ہے۔ ورنہ مداہنت۔ غرض عمرو کا یہ کہنا ہے کہ مشرکین کے میلوں میں تجارت کی غرض سے بھی جانا حرام ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ زید کا قول کہ تجارت کیلئے جانا جائز ہے صحیح ہے عمرو کا قول کہ تجارت کی نیت سے بھی جانا حرام ہے، صحیح ہے۔ صاف صاف حکم شرعی بیان فرما دیجئے۔؟

باری تعالیٰ کی بارگاہ میں اجر پاؤ گے ؟

الجواب :۔ اس میں شک نہیں کہ کفار کے میلوں کی شرکت کرنا، انکو زینت دینا، انکی شان و شوکت بڑھانا حرام اور سخت حرام ہے بلکہ بعض صورتوں میں کفر بھی ہے ۔ حدیث میں ارشاد فرمایا من کثّر سواد قوم فھو منھم ۔ مگر تاجر چونکہ محض نیت تجارت اور اپنے سامان کو فروخت کرنے جاتا ہے ۔ یا کوئی دوسرا مسلمان ان میلوں میں محض سودا خریدنے جاتا ہے ۔ انکی نیت نہ لہو ولعب کی ہو، نہ ان کے میلوں کی تزئین کی ہو ۔ انکو ان میلوں میں تجارت کرنا جائز ہے صحابہ کرام بعد از اسلام بھی عکاظ و ذوالمجاز و مجنہ جو اسواق جاہلیت اور کفار کے میلے تھے ۔ ان میں بغرض تجارت تشریف لے گئے ہیں ۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی صحیح میں ایک باب اس عنوان پر منعقد فرمایا ۔ باب الاسواق اللتی کانت فی الجاھلیۃ فتبایع الناس بھا فی الاسلام ۔ اس کے تحت میں امام بدرالدین عینی علیہ الرحمہ نے فرمایا ۔ ای ھذا باب فی بیان جواز التبایع فی الاسواق اللتی کانت فی الجاھلیۃ قبل الاسلام وقصدہ من وضع ھذہ الترجمۃ الاشارۃ الی ان مواضع المعاصی وافعال الجاھلیۃ لایمنع من فعل الطاعۃ فیھا ۔ نیز امام عینی نے کتاب الحج میں تحت باب التجارۃ ایام الموسم والبیع فی اسواق الجاھلیۃ ۔ فرمایا کہ جاہلیت کے بازاروں میں سے صباشہ بھی ایک بازار تھا ولم یذکر ھذا فی الحدیث لانہ لم یکن من مواسم الحج وانما کان یقام فی شھر رجب وقال الرشاطی ھی اکبر اسواق الجاھلیۃ کان یقوم ثمانیۃ ایام فی السنۃ قال حکیم ابن حزام وقد رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یحضرھا واشتریت منہ فیھا بزًّا من بر تھامۃ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ :۔ مسئولہ مولوی محمد یوسف صاحب موضع بنولی ڈاک خانہ سرسنڈ

ضلع مظفرپور بہار ۲۲ صفر ۱۳۶۷ھ

بخدمت فیض درجت رفیع الدرجت ناصر دین و ملت حضرت صدر الشریعہ صاحب مدظلہ العالی دریافت طلب یہ مسئلہ ہے کہ گانجا بھنگ پینا اور اسکی تجارت وزراعت کرنی کیسی ہے مع دلیل تحریر فرمائیں کیونکہ علمائے کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوگیا ہے ؟

الجواب :۔ گانجا اور بھنگ پینا ناجائز اور حرام ہے۔ کہ گانجا مفتر اور بھنگ مسکر ہے حدیث میں ہے نہی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر

اور اسکی زراعت اور تجارت میں حرج نہیں مگر پینے والوں کے ہاتھ ان کو فروخت کرنا درست نہیں کہ اعانت علی الاثم ہے اور قرآن میں اس کی ممانعت موجود۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ جناب حافظ نیاز احمد صاحب اشرفی از گورکھپور ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ

سیدی و مولائی دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ گذارش اینکہ ایک ضروری استفتا، حاضر خدمت ہے امید کہ جواب عنایت فرما کر ذرہ نوازی فرمائیں گے

اکثر مسلمان وبا وغیرہ کے وقت ڈھول پر قرآن وغیرہ کی کوئی آیت یا ورد یا اسی قسم کے دوسرے اسمائے الٰہی لکھکر اسے بجاتے ہوئے محلہ پر گھومتے ہیں اس خیال سے کہ کلام پاک کی برکت سے اللہ وبا دور کرے گا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسا کرنا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز۔ اور ناجائز تو مکروہ تحریمی یا حرام قطعی یا کیا ؟ بعض لوگ اس کو کفر بلکہ شرک تک کہہ گذرتے ہیں ایسے لوگوں کے متعلق کیا حکم ہے ؟ اور اس طرح قرآن کی آیات ڈھول پر لکھنا اور اس پر چوب سے بجانا۔ اگرچہ بے حرمتی کی نیت سے نہ ہو قرآن کی بے حرمتی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کیوں ؟ اور نہیں تو کیوں ؟ بینوا توجروا

الجواب :- اولاً تو ڈھول بجانا ہی سرے سے ناجائز ہے۔ حدیث میں اس کی ممانعت آئی۔ نہیٰ عن الکوبۃ۔ وبا ودیگر بیماریوں کے زمانے میں طاعت الٰہی میں مشغول ہونا چاہیئے کہ جتنی بلائیں نازل ہوتی ہیں وہ سب معصیت اور گناہ کیوجہ سے ہوتی ہیں۔ لہٰذا اس وقت توبہ واستغفار کرنا چاہیئے اور یہ دعاء کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس بلا کو دفع فرمائے نہ کہ ڈھول بجا بجا کر اپنے جرم میں اضافہ اور خدا کی ناراضی کے موجب بنیں۔ ثانیاً ڈھول پر جو آلہ لہو ہے قرآن پاک کی آیت لکھنا پھر اسکو چوب سے پیٹنا نہایت سخت قبیح ومذموم ہے۔ بظاہر یہ صورت قرآن پاک کی توہین ہے اور توہین قرآن مجید یقیناً کفر ہے۔ مگر چونکہ وہ لوگ اپنے اس فعل شنیع سے توہین کا ارادہ نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی جہالت سے اسے قرآن پاک سے برکت حاصل کرنا سمجھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کی اس نیت وارادہ سے حکم میں جو شدت ہے اس میں کچھ کمی ہو جائے۔ بہرحال ان لوگوں پر توبہ وتجدید اسلام لازم اور بعد توبہ تجدید نکاح بھی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الشتّٰی (متفرق مسائل)

مسئلہ: ۔ از ہوڑہ محلہ کرسٹان پاڑہ مرسلہ حکیم ابو محمد عبدالرزاق صاحب امام مسجد ۱۴ر جمادی الاخرہ ۱۳۴۱ھ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت شریف کون سی صحیح ہے چونکہ اقوال مختلف ہیں۔ اس لئے کیا عقیدہ رکھا جائے؟ مع ثبوت عبارت وحوالہ ارقام فرمائیں۔

الجواب: ۔ تاریخ ولادت میں روایات مختلفہ آئیں ہیں[1] بہت سے روایتوں سے آٹھویں ربیع الاول شریف کا ثبوت ملتا ہے مگر بارہ ربیع الاول کو اظہار مسرت وسرور تمام بلادِ اسلامیہ میں رائج، اسی پر عمل کرنا چاہیئے اور یہ مسئلہ عقیدہ کا نہیں کہ عقائد قطعی ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت بعض حضرات نے بارہ ربیع الاول بعض نے ۲ر ربیع الاول، بعض نے آٹھ ربیع الاول، اور بعض نے ۱۰ر ربیع الاول بتائی ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "مدارج النبوت" میں تحریر فرماتے ہیں۔
"جاننا چاہیئے کہ جمہور اہل سیر اور ارباب تواریخ کا اس پر اتفاق ہے، کہ رسول اللہ صلی

مسئلہ :- مسئولہ نواب وحید احمد صاحب رضوی ساکن بریلی محلہ قلعہ ۱۰ شوال ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن مجید میں ہر جگہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد لفظ "اب" کے ساتھ مذکور ہیں اور ہر جگہ وہ مشرک کہے گئے ہیں۔ ایک جگہ البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی۔ اللھم اغفرلی ولوالدی الآیۃ، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان تھے کیونکہ ایک جلیل القدر پیغمبر کسی مشرک کے واسطے دعائے مغفرت نہیں کر سکتے۔ مگر تفسیر قادری ترجمہ تفسیر حسینی میں اسکی تاویل یوں کی ہے۔ کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ انکو ہدایت فرما کہ وہ ایمان لائیں۔ اور پھر انکو بخش دے۔ پس قرآن مجید کی سب آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے والد آزر تھے جو ضرور مشرک تھے۔ نیز شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کعبہ بنگاہ خلیل آزر ست۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث سے واضح ہے کہ حضور کا نور مبارک ہمیشہ اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ میں رہا، اور نیز یہ کہ ہر زمانے میں کم از کم سات آدمی ضرور مسلمان گذرے ہیں اور حضور سب سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۹ کا :- صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت مبارک "عام الفیل" کے چالیس [۴۰] یا پچپن [۵۵] دن کے بعد ہوئی ہے۔ یہ قول سب سے زیادہ صحیح ہے۔

اور یہ بھی مشہور ہے کہ ماہ ربیع الاول میں ولادت ہوئی ہے۔ اور بعض علماء اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ اور بعض بارہ [۱۲] بھی کہتے ہیں۔ اور بعض دو [۲] ربیع الاول اور بعض آٹھ [۸] ربیع الاول کی رات گذرنے کے بعد کہتے ہیں۔ بہت سے علماء اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ اور بعض دس [۱۰] بھی کہتے ہیں۔ لیکن پہلا قول یعنی بارہ [۱۲] ربیع الاول کا زیادہ مشہور واکثر ہے۔ اسی پر اہل مکہ کا عمل ہے۔ ولادت شریف کے مقام کی زیارت اسی رات کرتے ہیں، اور میلاد شریف پڑھتے ہیں (مدارج النبوۃ ج ۲ صفحہ ۲۲ مترجما) واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفےٰ مصباحی

بہتر کی نسل میں ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ حضور کے جدود کرام سب کے سب
مسلمان و موحدین تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے
والد کا کیا مذہب تھا۔ اور آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ میں کیا تطبیق ہے؟
اور فقہاء و مورخین اس باب میں کیا فرماتے ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباء کرام و امہات کریمہ
حضرت عبداللہ و آمنہ سے حضرت آدم علیہ السلام تک سب اسلام و توحید
پر تھے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔ اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَكَ فِی
السّٰجِدِیْنَ[1] وہ جو تمہیں دیکھتا ہے جب کھڑے ہوتے ہیں اور تمہارا منتقل
ہونا سجدہ کرنے والوں (نماز پڑھنے والوں) میں۔ دلیل صریح ہے کہ حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور مبارک جن لوگوں میں منتقل ہوتا آیا وہ سب
مؤمنین و موحدین تھے۔ شرک کی نجاست سے آلودہ نہوئے تھے۔ آزر بلاشبہ
کافر و مشرک تھا، نصوص قطعیہ سے اسکا مشرک ہونا ثابت۔ مگر یہ حضرت
ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا باپ نہ تھا۔ ان کے والد کا نام تارخ تھا، اور
آزر چچا تھا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ بچپن سے آزر کے پاس
رہتے تھے اور چچا بھی مثل باپ کے ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے عم الرجل صنو ابیہ
اس وجہ سے ان کا انتساب آزر کی طرف ہوا اور یونہیں مشہور تھا۔ قرآن مجید
نے اَب کہکر تعبیر فرمایا اور یہ محاورہ دائر و سائر ہے بہت سے لوگ چچا کو باپ
کہتے ہیں، خصوصا باپ کے بڑے بھائی کو، تو آزر کے مشرک ہونے سے ان
احادیث و روایات پر کچھ اثر نہ پڑیگا، رہا یہ امر کہ حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ
والتسلیم نے آزر کیلئے دعائے مغفرت کی اور مشرک کیلئے دعائے مغفرت حرام
اسکا جواب قرآن عظیم ہی نے خود ارشاد فرمایا۔ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ

[1] پ ۱۹ رکوع ۱۰ سورۂ شعراء۔ م

اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ[1] ابراہیم کا استغفار اپنے باپ آزر کیلئے ایک وعدہ کے سبب تھا کہ انھوں نے وعدہ کرلیا تھا پھر جب ابراہیم کو واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ یہ خدا کا دشمن ہے (ایمان لانے کا نہیں) تو اس سے بیزاری ظاہر کی اس مسئلہ کی تحقیق تام مع دفع اوہام رسائل امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ورسالہ شمول الاسلام لآباء النبی الکرام میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ مسلمانان محلہ سہسوانی ٹولہ شہر کہنہ بریلی ۱۰ شوال ۱۳۲۱ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان سے واسطے مسجد اور چاہ وغیرہ بضرورت مرمت چندہ طلب کیا جائے اس پر وہ شخص یہ کہے کہ میں ان کاموں کے واسطے چندہ دینا برا سمجھتا ہوں، اور نہیں دونگا، بلکہ اس واسطے دینے کیلئے تیار ہوں، جو احاطہ مسجد کے اندر ملحق فرش مسجد داہنے ہاتھ کی طرف جو زمین افتادہ ہے، اس میں ایک عمارت بنوا کر ایک طوائف آباد کیجائے وہ ہر وقت گانا بجانا وحرام خواری کرائے۔ تو ایسی صورت میں مبلغ پچیس روپیہ دے سکتا ہوں ایسے مرد مسلمان کیلئے علمائے دین کیا فرماتے ہیں۔

الجواب:۔ مسجد و چاہ کی مرمت کار خیر و ثواب سے ہے۔ اسکو برا بتانا اور ان کے مقابل محرمات شرعیہ وقبائح دینیہ کو بظاہر ترجیح دینا، نہایت سخت جرأت وبیباکی ہے، اس شخص پر توبہ لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ محمد بخش محلہ شاہ دانا بریلی شہر کہنہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص عالم کو دھوکا دے اور بیان غلط کرے جسکے وجہ سے ایک گروہ میں افتراق پیدا ہوا، اس شخص کیواسطے شرع کیا حکم دیتی ہے؟

[1] پ ۱۱ رکوع ۱۲ سورہ توبہ ۱۲ مصباحی

الجواب :۔ دھوکا دینا حرام ہے، حدیث میں ارشاد فرمایا من غشنا فلیس منّا، جو ہم کو یعنی مسلمانوں کو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں، اور خلاف واقعہ سوال کر کے عالم سے جواب لکھوانا کچھ کام نہ دیگا، مفتی تو سوال کے مطابق جواب دیگا اگر سوال صحیح ہے اور اس کے موافق جواب ہے تو اس پر عمل کرنا اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کا سبب ہے، اور غلط واقعہ لکھکر جواب لیا تو اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے، اس سے کچھ مخفی نہیں، قیامت کو اس کی باز پرس ہوگی۔ اور جماعت میں افتراق وجدائی کرنا حرام ہے اور جھوٹ بول کر ایسا کرنا دوسرا حرام، ایسے شخص کو توبہ کرنی چاہیئے اور کذب وافتراء سے بچنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ شوکت علی محلہ ذخیرہ بریلی ۸ ر ذیقعدہ ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ زید نے ایک شخص مشرک کو مسلمان باقاعدہ کہا، پہلا نام بجے تھا، اور اسلامی نام عبداللہ رکھا، دو شخص بکر وعمرو اس کے خلاف ہوئے اور کہا کہ اوس کو دوبارہ مسلمان سب کے سامنے کیا جائے، حالانکہ وہ اپنے اسلام کا مقر ہے اور کہتے ہیں کہ سب گاؤں کو شربت یا کھانا دیا جاوے اگر ایسا نہیں کریگا تو اس کا حقہ پانی سب بند رہے گا، چنانچہ اس کا حقہ اور کنوئیں سے پانی بھرنا سب بند کر دیا ہے، اب بکر اور عمرو کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے کہ تمام مسلمانوں کو بہکا کر اس نومسلم سے علیحدہ کر دیا ہے، بینوا توجروا

الجواب :۔ جب وہ مسلمان ہو چکا اور لوگوں کے سامنے اقرار بھی مسلم ہونیکا کرتا ہے۔ تو دوبارہ مسلمان کرنے کے کیا معنی، اور زبردستی اس سے شربت یا کھانا لینا حرام، قال تعالیٰ لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ، اور بلا وجہ شرعی

حقہ پانی بند کرنا ناجائز۔ بکر و عمرو نے سخت ظلم کیا کہ ایک نو مسلم کے ساتھ ایسا تشدد کیا اس کے ساتھ نہایت نرمی و اخلاق حسنہ سے پیش آنا تھا، ابتداءً ایسی بیجا سختیاں دیکھکر معاذاللہ منحرف ہو جانے اور اسلام کی خوبی ذہن سے جاتی رہنے اور مرتد ہو جانے کا اندیشہ ہے، بکر و عمرو پر توبہ فرض ہے، اور اس سے معافی مانگیں، اور اسے اپنا دینی بھائی تصور کریں، اور کوشش کریں کہ وہاں کے تمام مسلمان اس نو مسلم کے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی محمد امین صاحب ولد مولوی مسعود صاحب ساکن ضلع ٹھانہ محلہ سوداگران بھیمڑی ۶ ذی الحجہ سنہ ۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں جو مذکور ذیل ہیں؟

(۱) شب معراج میں نوافل و استغفار وغیرہ کا پڑھنا اور دن میں روزہ رکھنا جائز ہے یا نہ یا شرک و بدعت ہے؟

مسئلہ (۲) جو شخص تحقیر شان حضرتنا و شیخنا غوث الاعظم قدس سرہ کی کرتا ہے اور آپ سے زیادہ کبیر داس کی عظمت شان بیان کرتا ہے اور لوگوں کو زور دیکر ان کے عقائد کو اس جانب مائل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ آپ سے کبیر داس کی شان بڑھی ہوئی ہے، ایسے شخص کو شرع شریف کیا حکم کرتی ہے۔ بینوا توجروا؟

الجواب (۱):۔ علاوہ اوقات مکروہہ کے نوافل ہر وقت جائز اور اوقات فاضلہ میں بدرجہ اولیٰ جائز و بہتر، نماز و استغفار بھی شرک ہوں تو اسلام کیا کفر کا نام ہے، معاذاللہ شرک بات بات میں دوڑاتا ہے کیا شرک بھی امور عامہ سے ہے کہ جو کرو شرک ہو، والعیاذ باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) جو حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان کریم میں گستاخی کرتا ہے اس کے سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے، یہ تو تمام اولیاء کے سردار ہیں جو کسی ولی سے عداوت رکھے خدا سے لڑائی لیتا ہے صحیح حدیث میں فرمایا من عادی لی ولیًا فقد اذنتہٗ بالحرب، کبیر داس جو کافر تھا اور مسلمان ہونا اس کا ثابت نہیں ایسے کو غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معاذ اللہ افضل کہنا کیسی سخت گستاخی ہے، پھر ان کی شان میں جن کا قدم پاک تمام اولیاء کی گردن پر کہ حضور نے فرمایا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ، بلکہ اکابر اولیاء نے فرمایا بل علی راسی وعینی، بلکہ ہمارے سر اور آنکھوں پر، اس شخص پر لازم ہے کہ فورًا توبہ کرے ورنہ عنقریب اسکا نتیجہ دیکھے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس سوال کے بارے میں کہ طوائفان یعنی رنڈی، ہجڑے وغیرہ جو ایسے پیشہ کے لوگ ہیں ان کا پیسہ اسلام کی کسی مدد کیلئے چندہ کرکے لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ پیسہ عیدگاہ میں لگانا درست ہے یا نہیں؟ اور اس پیسہ کا بدل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور بدل کیسے ہوسکتا ہے۔ بدل کا کیا طریقہ اور بدل ہونے کے بعد وہ پیسہ مدرسہ اسلامیہ میں یا مسجد عیدگاہ میں لگایا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ حرام مال ایسے امور میں صرف نہیں کیا جائے گا نہ اس میں کچھ ثواب، حدیث میں ہے ولا یقبل اللہ الا الطیب، بلکہ خود ایسے بھی اپنے صرف میں لانا حرام۔ حکم ہے کہ ایسے اموال فقراء کو دیدیئے جائیں، مدرسہ کے طلبہ جو فقراء و مساکین ہوں ان کو بھی دیا جاسکتا ہے۔ اگر وہ طوائف

قرض لیکر عیدگاہ یا مسجد میں صرف کرے تو جائز ہے کہ یہ قرض کا روپیہ حرام نہیں۔ یونہیں اگر اس حرام مال سے کوئی شئ خریدی تو یہ شئ حرام نہ ہوگی جبکہ عقد و نقد مال حرام پر مجتمع نہوں، کذا فی الدرر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ عبد الغنی اسمٰعیل اینڈ سنس کیوتھ مرچنٹ صدر بازار رائے پور ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ زمانہ خراب ہے، عمرو کہتا ہے زمانہ کو برا مت کہو آیا ہر دو میں کون حق پر ہے؟

الجواب :۔ زمانہ کو برا نہ کہنا چاہیئے کہ زمانہ نے کسی کا کیا بگاڑا، حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے یوذینی ابن آدم یسب الدھر وانا الدھر بیدی الامر اقلب اللیل والنھار۔ ابن آدم مجھے ایذا دیتا ہے زمانہ کو برا کہتا ہے حالانکہ زمانہ میں تصرف کرنیوالا میں ہوں، کام میرے ہاتھ میں ہے، میں رات اور دن کو پھیرتا ہوں، رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اگر زید کی مراد زمانہ سے اہل زمانہ ہے کہ اس زمانہ میں اکثر لوگ اچھے نہیں، فتنہ وفساد کثرت سے ہے، خیر وصلاح والے کم ہیں، تو یہ ٹھیک ہے اور اگر تمام لوگ مراد ہیں کہ اب کوئی شخص اچھا نہیں سب برے ہی ہیں تو غلط، اور وہ خود برا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذا قال الرجل ھلک الناس فھو اھلکھم۔ کسی نے اگر سب لوگوں کو ہلاک کیطرف نسبت کیا تو سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا خود ہے۔ رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ حافظ ولایت حسین صاحب محلہ قرولان بریلی۔ ۲۱ محرم ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین صورت ذیل میں کہ

زید نے ایک منقبت در تعریف و توصیف سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد اختتام میلاد پڑھی، جس کے بعض اشعار سے حضور کی شان کے منکروں اور تنقیص کرنے والوں پر لعن وطعن کا اظہار ہوتا تھا بطور مثال مصرع

کیا کمینوں کے گھٹائے کہیں گھٹ جائیگا ۞ انکے جد نے جو بڑھا رکھا ہے رتبہ غوث کا

عمرو نے اسکو سنکر اعتراض کیا اور کہا کہ ہم سنی ہیں اور ہمارے مذہب میں کسی کی توہین کرنا جائز نہیں، اور نہ میلاد میں اس قسم کی غزلیات پڑھنا روا ہے۔ لہذا معروض خدمت والا کہ ایسی غزلیات کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور تنقیص کرنے والوں کو برا کہنا اور برا سمجھنا حتی کہ کافروں کو برا کہنا اور سمجھنا اور حسب موقع برائے آگاہی مسلمین انکے عیوب کا اظہار کرنا درست ہے یا نہیں؟ نیز عمرو کا یہ کہنا کہ ہم سنی ہیں اور ہمارے مذہب میں کسی کی مذمت کرنا درست نہیں کس حد تک درست ہے اور در صورت شرعی کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ جو یقینی کافر ہو اسے کافر جاننا ضروریات دین سے ہے کہ ایسے کافر کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے، فتاویٰ بزازیہ وغیرہا میں ہے من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر۔ اور اگر ضرورت ہو تو زبان سے بھی کہا جائے گا۔ اور بلا ضرورت بھی اگر کافر کہا تو کوئی حرج نہیں کہ جب وہ کافر ہے تو اس کو کافر کہنے سے کیوں روکا جائے، اور کافر بلاشبہ برے ہیں، قرآن کریم نے انھیں برا کہا اولئک ھم شر البریۃ، ان کے بارے میں ارشاد ہوا کہ یہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں، اور مسلمانوں کے آگاہ کرنے کیلئے ان کے عیوب بیان کئے جائیں گے غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت اور عظمت شان آج دنیا میں کسے مسلم نہیں سوا روافض اور بعض وہابیہ کے کوئی منکر نہیں، حدیث صحیح میں اللہ عزوجل کا ارشاد موجود۔ من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب۔ جو میرے کسی ولی کے

ساتھ عداوت رکھے میں اسے لڑائی کا اعلان دے دیا، اولیاء کرام سے دشمنی رکھنے والے خدا سے لڑنا چاہتے ہیں اس سے زیادہ کیا کمینہ پن چاہیئے۔ اگر کسی نے ایسے کو کمینہ کہا تو کیا بیجا کہا یہی لوگ جو دشمنان انبیاء و اولیاء کو برا کہنے پر یوں بپھرتے ہیں اگر ان کو یا ان کے باپ دادا کو کوئی ذرا برا کہے پھر ساری تہذیب و تصلیح کل اٹھا کر طاق پر رکھ دیں گے۔ اور اپنی چلتی گئی نہ کریں گے۔ اگرچہ ایسے موقع پر انھیں غیظ و غضب کو دفع کرنا چاہیئے تھا مگر جب محبوبان خدا کو منکر برا کہتے ہیں تو ٹھنڈے دل سنتے ہیں اور اگر کسی مسلمان نے اس کے جواب میں کچھ کہدیا تو ان لوگوں کی تہذیب میں ٹھیس لگتی ہے اور کہنے لگتے ہیں کہ ہمارے مذہب کا یہ حکم ہے کہ کسی کو برا نہ کہو۔ معلوم نہیں کہ کس آیت یا حدیث میں انھیں ایسی تعلیم دی گئی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مسئولہ شاہ قمرالدین صاحب امام مسجد کلاں جامع مدرسہ معینیہ ازیو کرن ماڑوار ریاست جودھپور مورخہ ۲ ربیع الاول شریف ۴۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ حیات ہیں یا نہیں؟

مسئلہ (۲) تحریر اشرف علی تھانوی کی تصنیف کردہ کتابیں حفظ الایمان و براہین قاطعہ مولفہ رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد سہارنپوری ان کا پڑھنا پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۳) وہ مذہبی حنفی کی کون سی کتابیں ہیں جن کو پڑھکر عالم ہونا ہے مولوی اشرف علی تھانوی کی تصنیف کردہ کتابیں و براہین قاطعہ و تقویۃ الایمان، و بہشتی زیور کا پڑھنا پڑھانا کیسا ہے؟

الجواب (۱) قرآن مجید نے تو شہداء کو مردہ کہنے سے منع فرمایا، لَا تَقُولُوا

لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ۔ پھر انبیاء تو انبیاء ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام، حدیث میں ہے ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حیی یرزق واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) حرام حرام سخت حرام ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) عالم ہونے کیلئے دو ایک کتاب نہیں بہت سی کتابیں پڑھنا پڑتی ہیں ۔ براہین قاطعہ وحفظ الایمان وتقویۃ الایمان وبہشتی زیور میں کفریات وضلالات وبطالات ہیں عوام کو ایسی کتابیں پڑھنا پڑھانا اور دیکھنا حرام ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ علی مظفر خان بریلی ۔ محلہ جسولی ۴ ربیع الاول ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک عورت جس کا عقد ڈھائی سال پیشتر ہو چکا ہے اور اس کے ماں باپ نے جبریہ اپنے پاس بیٹھالیا ہے اور بلا اجازت اس کے شوہر کے اس کو جا بجا دوسرے اپنے عزیز واقارب میں لئے پھرتے ہیں اور اس کو اس ہفتہ میں کسی ایک پیر کا بلا اجازت اس کے خاوند کے مرید بھی کرا دیا، ایسی صورت میں اس کا بیعت ہونا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ بلا وجہ شرعی لڑکی کو شوہر کے یہاں جانے سے روکنا ناجائز اور حرام ہے، قرآن مجید میں فرمایا ۔ مَا یُفَرِّقُوْنَ بِہٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِہٖ ۔ بیعت ہونے کیلئے اجازت شوہر کی ضرورت نہیں مگر ناراضی شوہر کا خیال رکھنا ضرور ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ عبدالقادر طالب علم مدرسہ اہلسنت بریلی ۔ ۱۱ ربیع الآخرہ ۴۲ھ

قبر سے اٹھنے کے وقت سے جب تک حساب کتاب ہوں گے ستر عورت

ہو گی یا نہیں اور اگر ستر عورت ہو گی تو کسی کیلئے مخصوص ہو گی یا نہیں دیگر ہمارے آقا نامدار سرورِ دوجہاں محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کیلئے بھی جو سوال مذکورہ سے جواب ہو گا وہی حکم ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ عوام اپنی قبروں سے برہنہ، ننگے پاؤں، ناختنہ کردہ اٹھائے جائیں گے، صحیحین کی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، انکم محشورون حفاۃ عراۃ عزلا ثم قرأ کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعداً علینا انا کنا فٰعلین، نیز ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بخاری ومسلم میں مروی کہ حضور نے ارشاد فرمایا، یحشر الناس حفاۃ عراۃ عزلا۔ لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن ناختنہ کردہ اٹھائے جائیں گے، عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ الرجال والنساء جمیعا ینظر بعضھم الی بعض، مرد عورتیں یکجا ہوں گے ایک دوسرے کو دیکھتا ہو گا۔ فرمایا یا عائشۃ الامر اشد من ان ینظر بعضھم الی بعض اے عائشہ وہ امر اس سے سخت ہو گا کہ کوئی دوسرے کی طرف نظر کرے اور روایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں یہ بھی ہے۔ واول من یکسیٰ یوم القیٰمۃ ابراھیم، اور سب سے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لباس پہنایا جائے گا، علماء نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضور نے ذکر میں بوجہ عزت ابوّت مقدم رکھا اور یہ لباس جس کا یہاں ذکر فرمایا لباس خلعت ہے نہ لباس ستر کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بلکہ اولیاء کرام اپنی قبور سے بقدر ستر کفن پہنے ہوئے اٹھیں گے، ملا علی قاری علیہ رحمتہ الباری مرقاۃ میں فرماتے ہیں۔ وعندی واللہ اعلم ان الانبیاء بل الاولیاء یقومون من قبورھم حفاۃ عراۃ لکن یلبسون اکفانھم بحیث

لا یکشف عوراتھم علی احد ولا علی انفسھم ثم یرکبون النوق و یحضرون المحشر فیکون ھذا اللباس محمولا علی الخلع الا لھیۃ والحلل الجنتیۃ علی الطائفۃ الاصطفائیۃ والولیۃ ابراھیم علیہ السلام یحتمل ان یکون حقیقیۃ او اضافیۃ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ رمیض الدین احمد ڈاکخانہ بیشالگھ موضع رگھوناتھپور مدرسہ ضلع پٹنہ ۳ رجادی الاول سنہ ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان چند سوالات کے جواب میں کہ زمانہ موجودہ میں بعض پیر لوگ ہر دیہات میں تشریف لے جاتے ہیں، اور ہر آدمی کو مرید کرتے ہیں، سالانہ ایک دو مرتبہ اس دیہات میں تشریف لیجاتے ہیں اور ایک رئیس کے مکان میں بیٹھتے ہیں اور بذریعہ نوکر کے خبر دیتے ہیں کہ پیر صاحب تشریف لائے، ان سے ملاقات کرو۔ جو شخص ملاقات کرنے کو آتا ہے تو پیر صاحب بولتے ہیں میاں پہلے دعوت کروگے یا دو چار روز بعد کو کوئی آدمی بولتا ہے دو چار روز بعد دعوت کرونگا اور کوئی اسی وقت دعوت کرتا ہے جب دو یا تین روز گذارتے ہیں تو شخص اول کے مکان میں نوکر بھیجتا ہے، بولو پیر صاحب تو چلے جائیں گے تمہارے مکان کی دعوت کب ہے، یہ کنایۃً سوال ہوتا ہے یا نہیں اور اس قسم کا سوال کرنا شرعًا کیسا ہے؟

دوم کوئی شخص پیر صاحب کو دعوت کرکے اپنے مکان لے گئے بعد طعام کے اپنے مقدور کے مطابق آٹھ آنہ یا ایک روپیہ دیا تو اس وقت یہ سوال کرتا ہے میاں ہم ایک دو برس بعد آئے آٹھ آنہ یا ایک روپیہ کیا دیتے ہو۔ شرعًا یہ مال حلال ہے یا نہیں اور وہ شخص سائل میں شامل ہوگا یا نہیں۔

سوم پیر صاحب کوئی آدمی کے مکان میں کوئی اچھی چیز دیکھیں تو سوال

کرتا ہے میاں فلاں چیز ہمکو دیدو، اس قسم کا سوال شرعًا کیسا ہے ؟
چہارم اگر کوئی بستی میں پیر صاحب گئے تو محلہ والا دو چار آدمی اگر بیٹھے
تو پوچھین گے میاں تم لوگ کہاں مرید ہوئے، تو بعض بولتے فلاں پیر
کے ہاتھ بیعت ہوا تو پیر صاحب بولتے ہیں دوسرے کے ہاتھ کیسے بیعت
ہوا تمہارا باپ دادا ہمارے باپ دادے کے مرید تھے۔ اگر تم اعتبار نہیں
کرتے ہو ہمارے بہی میں دیکھو۔ تمہارا باپ دادا کے نام ہیں اس وقت
تم کو واجب ہے ہمارے ہاتھ بیعت ہونا کیونکہ ہم لوگ خاندانی پیر ہیں،
ہمارا خاندان چھوڑ کر دوسری جگہ بیعت نہیں ہو سکتے۔ اس قسم کے فریب سے
بیعت کرنا شرعًا کیسا ہے۔
پنجم۔ بلا دعوت مرید کے مکان میں جاکر مولود شریف پڑھنا شرعًا جائز ہے
یا نہیں، اور اس کا کیا حکم ہے اور کون شخص پیر ہو سکتا ہے، اور پیر کے
واسطے کیا کیا شرط ہے ؟ اور پیر کے واسطے مرید کو کیا کیا تعلیم دینا شرط ہے۔
فقط توبہ کرانے سے پیر ہو سکتا ہے یا نہیں ؟
ششم۔ اگر کوئی پیر صاحب میں شروط شرعیہ مسئولہ نہ پائی جائے
تو نماز پنجگانہ و جمعہ میں اس کے ساتھ اقتدا کرنا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟
اور جس پیر کو یہ اخلاق ذمیمہ ہو تو اسکو پیر ماننا کیا حکم ہے ؟ بینوا بالدلیل
الجواب :۔ پیری کیلئے چار شرطیں ہیں، اگر ان میں سے کوئی شرط
مفقود ہو تو اس کے ہاتھ پر بیعت ناجائز ہے،
اول۔ سنی صحیح العقیدہ ہو کہ بدمذہب خود گمراہ ہے دوسرے کو کیا
ہدایت کریگا۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ نیز پیر کی تعظیم کیجائیگی
اور بدمذہب کی تعظیم حرام۔ نیز یہ کہ جب اسے پیر بنائے گا تو اسے اچھا

سمجھیگا اور اس کے اقوال وعقائد کو محمود جانے گا تو خود بد مذہب ہو گیا۔
دوم۔ اس کا سلسلہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو۔ کہیں سے انقطاع نہ ہو تاکہ اس کے ذریعہ سے فیض پہنچ سکے۔
سوم۔ فاسق معلن نہ ہو۔ کہ پیر کی تعظیم ضروری ہے اور فاسق معلن کی اہانت شرعاً واجب۔ چہارم بقدر ضرورت علم رکھتا ہو کہ اوامر کا امتثال اور نواہی سے اجتناب کر سکے اور جب علم نہو گا تو شیطان کے دھوکے میں آنا کچھ مستبعد نہیں، بلکہ اس سے بچنا بعید ہے اور مرید کے لئے یہ ضرور ہے کہ اس پیر سے عقیدت رکھتا ہو ورنہ بیعت کچھ مفید نہوگی۔ بلکہ یہ بیعت بیعت ہی نہیں، جب عقیدت ہی نہیں، پیر کا یہ کہنا کہ تمہارے باپ دادا ہمارے باپ دادا سے مرید تھے، لہٰذا تم دوسری جگہ بیعت نہیں ہو سکتے محض غلط ہے اگر اس پیر میں شروط اربعہ مذکورہ نہ پائے جاتے ہوں جب تو یہ خود ہی اہل نہیں اگرچہ اس کے باپ دادا شیوخ ہوں کہ مشیخت کوئی ترکہ نہیں کہ باپ دادا پیر تھے تو یہ بھی پیر ہوں، اور اگر اہل ہوں جب بھی اس کا دوسرے سے مرید ہونا جائز ہے، جبکہ یہ شخص جس کا مرید ہوا جامع شرائط ہو۔ پیر کو لازم ہے کہ مرید کو اتباع شرع کی تعلیم دے اور اگر مرید میں طلب صادق دیکھے اور صلاحیت بھی پائے تو مناسب حال اعمال و اشغال تلقین کرے۔ فقط توبہ کرانے سے پیر نہو گا جب تک اپنے سلسلہ میں داخل نہ کرے۔ مگر جس نے توبہ کرائی اس کا بھی احسان ماننا چاہیئے کہ معاصی مُہلکات ہیں اور توبہ نجات دلانے والی تو توبہ کرانیوالا نجات کا سبب و ذریعہ ہوا اور یہ اس کا بہت بڑا احسان ہوا اور بلا ضرورت شرعیہ سوال حرام ہے بکثرت احادیث میں اسکی ممانعت آئی اور اسکو جہنم کا انگارا فرمایا۔ اور فرمایا من یستعف یعفہ اللہ ومن یستغن یغنہ اللہ،

جو بچنا چاہے گا اللہ اسے بچائیگا اور جو لوگوں سے غنی ہونا چاہے گا اللہ اسے غنی کر دے گا۔ خصوصاً پیر ہو کر سوال کرنا تو سخت معیوب ہے اور بلا دعوت مرید کے یہاں جانے میں تو حرج نہیں مگر اس کو حرج میں ڈال دینا ضرور حرج ہے یونہی اس کے یہاں میلاد شریف پڑھنا یا وعظ کہنا سبب برکت ہے مگر مٹھائی وغیرہ کی تکلیف دینا جب کہ اسے خود خواہش نہ ہو نہیں چاہیئے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ سید حسن اشرف ضلع بستی محلہ پورانی بستی ۱۹ رجمادی الاولی ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے ماں باپ چور ڈاکو ان ہیں۔ بری باتوں کے سوا کوئی اور تعلیم نہیں دی گئی۔ تو اس حالت میں زید گنہگار ہے یا نہیں۔ کیونکہ وہ شریعت کے احکام سے بالکل نا واقف ہے؟

الجواب:۔ اگر زید معاصی کریگا تو ضرور اسکے سر مواخذہ ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مومن علی صاحب صدیقی۔ بدایون۔ ۲۲ رجب ۴۲ھ

علمائے دین و مفتیان شرع متین سوالات ذیل کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

(۱) کیا کسی گروہ اسلام کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ اقسام حدیث زیادہ علی القرآن و نسخ قرآن بھی ہیں اگر یہ اقسام ہیں تو ان کی تعریف مع مثال معلوم ہونی چاہئے اور ہر دو اقسام و حدیث شرح قرآن میں کیا فرق ہے، اور نیز یہ کہ بقول مخالف اسلام بہ موجودگی اقسام ۱،۲ مذکورہ بالا کی تحریف انجیل کی تحریف و تحریف قرآن میں کیا فرق رہتا ہے بجز اسکے کہ انجیل کی تحریف ایک جماعت کثیر علماء کی کرتی ہے

اور قرآن کی تحریف کی ذمہ دار صرف ایک ذات رسول کی قرار دیجاتی ہے اور وہ بھی بر بیان چند روایات ایک گروہ خاص کی ؟

(۲) اسلام میں حدیث متواتر اور مشہور اور حدیث مخالف نص کی کیا تعریف اور شناخت اور شرائط ہیں مع امثلہ معلوم ہونی چاہیئے یعنی جو احادیث مسلمہ کل گروہ اسلام ہیں وہ اقسام ۲/۱ میں داخل ہیں یا کہ مسلمہ ہر ایک گروہ خاص کی ؟

(۳) کلام الٰہی و کلام رسول پر بقدر اپنی عقل اور علم کے سمجھکر اور اس کی منشا اور نتیجہ سے واقفیت حاصل کر کے عمل کرنیکا حکم اور افضلیت ہے یا محض کورانہ بلا سمجھے اور واقفیت کے عمل کرنیکا حکم ہے اگر سمجھنے کا حکم اور افضلیت ہے تو ایسا شخص جو خود اپنی رائے اور سمجھ سے منشاء اور نتیجہ ہر دو کلام پاک کا اخذ کر کے عمل کرنیکا مجاز نہیں ہے تو وہ ایسا شخص اپنے عمل و علم کے مطابق منشاء اور نتیجہ ہر دو کلام موصوف اخذ کر کے اس کے مطابق علما و فقہاء و مفتیان سے بغرض سمجھنے واطمینان قلب کے سوال کرنیکا مجاز ہے یا نہیں یا کہ واقعات و دلائل روشن کی موجودگی میں ایسے سوالات کرنا ممنوع ہیں بلکہ محض پابندی الفاظ ہر دو کلام بلا سمجھے منشا و نتیجہ کے عمل کرنا چاہیئے اس کے سمجھنے میں قیاس اور عقل کو دخل نہ دینا چاہیئے جس طرح بلا تشبیہ ہر ہمنام قدیم متعلق تعمیل وید کی طرز عمل رہا ہے ؟

(۴) جملہ احکام مندرجہ کلام الٰہی کی تعمیل کی پابندی بالتخصیص و بالتعمیم ذات رسول مقبول پر ہے یا کہ باختیار رسول مقبول ہے یعنی جس حکم کی چاہیں تعمیل کریں اور جس کی چاہیں نہ کریں اور اپنے آپ کو ان احکام شرعی مندرجہ کلام پاک سے مستثنیٰ کریں ؟

الجواب :۔ نسخ کے یہ معنیٰ ہیں کہ حکم ایک وقت محدود تک کے لئے تھا مگر یہ ظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ اتنے زمانے تک کیلئے ہے پھر اس زمانہ کے

پورا ہونے کے بعد دوسرا حکم دیا گیا جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلا اٹھا دیا گیا اور حقیقۃً بیان مدت حکم اول ہے کہ واقع میں وہ حکم اتنے ہی دنوں یا زمانہ کے لئے تھا۔ جب نسخ کے یہ معنیٰ ہیں تو اگر حکم الٰہی کسی معاملہ میں ایک محدود وقت کیلئے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے اس کا علم عطا فرما دیا ہو اور حضور نے اس مدت کے ختم پر دوسرا حکم بیان فرمایا جس سے حکم اول کا اسی محدود وقت میں ہونا معلوم ہوا۔ اس میں کیا استحالہ ہے اور جب یہ حدیث وحی غیر متلو ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ حدیث قرآن کی ناسخ ہو سکتی ہے اور زیادہ علی الکتاب تو مسئلہ متفق علیہا ہے مطلقہ ثلثہ کا زوج اول کیلئے حلال ہونے کو قرآن نے فرمایا۔ حتّٰی تنکح زوجًا غیرہ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لاحتی تذوقی عسیلتہٗ ویذوق عسیلتکِ۔ نکاح کے محرمات جتنے قرآن نے بیان فرمائے انکے علاوہ بعض دیگر حدیث میں مذکور، اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ احادیث واحل لکم ماوراء ذلکم۔ کے عموم کی ناسخ ہیں کہ عام کی تخصیص یہ بھی ایک نوع نسخ ہے۔ تفسیر کی بہت سی صورتیں ہیں یہ بھی ایک طریق تفسیر ہے اب معلوم ہو گیا ہو گا کہ نسخ و تحریف میں زمین آسمان کا فرق ہے کہ تحریف تبدیل وابطال ہے اور نسخ بیان مدتِ حکم۔ آخر یہ تو مسلم ہے کہ قرآن کی بعض آیتیں بعض کی ناسخ ہوتی ہیں۔ مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا۔ تو اگر نسخ سے تحریف لازم آتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تحریف کر دی اور وہ خود فرماتا ہے۔ لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰهِ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) حدیث متواتر وہ ہے جس کے ہر طبقہ میں اتنے راوی ہوں کہ عادۃً ان کا اجتماع علی الکذب محال ہو۔ اور ہر طبقہ میں دو سے زائد راوی

ہوں تو اسے مشہور کہتے ہیں۔ بعض علماء نے۔ البینة علی المدعی والیمین علی من انکر، کو متواتر کہا ہے۔ اور حدیث عسیلہ جو اوپر مذکور ہوئی مشہور ہے۔ خبر آحاد جب نص کے مخالف ہو تو رد کر دی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) کلام اللہ بغیر رسول کے بتائے نہیں سمجھا جا سکتا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ اور فرماتا ہے، لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ اور فرماتا ہے، ثُمَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، من فسر القرآن برائه فان اصاب فقد اخطأ۔ اور کلام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سمجھنے والے فقہائے کرام ہیں ائمہ محدثین فرماتے ہیں۔ الحدیث مضلة الا للفقهاء قرآن وحدیث کا منشاء سمجھنا مجتہد کا کام اور ظاہر کہ مرتبۂ اجتہاد مرتبۂ تقلید سے افضل، مگر اب اس زمانہ میں کہ بڑے بڑوں کو نہ رجال کی تمیز نہ حدیث کے طرق مختلفہ پر اطلاع کہ یہ حدیث کتنے طرق سے مروی۔ اور ان میں کیا فرق۔ نہ علل وغوامض کی خبر۔ نہ علوم عربیہ ومقدمات اجتہاد سے واقفیت، ایسے لوگ کب منشاء کو سمجھیں یا پایہ اجتہاد کو پہنچ سکیں نہ کہ کسی کتاب کا ترجمہ اردو میں دیکھ کر یا زیادہ سے زیادہ کچھ تھوڑی سی عربی پڑھ کر کان یکون کا ترجمہ کر لیں گے تو یہ سمجھ لیا کہ ہم اس کلام کے منشاء سے واقف ہو گئے اور ائمہ مجتہدین نہ سمجھ سکے کس قدر بے جا بات ہے۔ امام غزالی وامام رازی اور بڑے بڑے ائمہ ومحدثین کو جب تقلید سے چارہ نہیں تو آجکل کے علماء کس شمار میں ہیں۔ اس مسئلہ کی کامل تحقیق دیکھنی ہو تو اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کا رسالہ "الفضل الموہبی" دیکھئے۔ ہاں اطمینان قلب وزیادت علم کے لئے علماء سے مسائل سمجھنا اچھی بات ہے،

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون احکام الہٰی کی پابندی کر سکتا ہے قرآن مجید حضور پر نازل ہوا اور حضور اس کے سمجھنے والے اور اللہ عزوجل تعلیم دینے والا۔ حضور جو کچھ کرتے خدا کے حکم سے کرتے۔ رضائے الہٰی کے خلاف نہ کرتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از محلہ ذخیرہ بریلی مسئولہ منشی شوکت علی صاحب ۵ ذی الحجہ ۴۳ھ

(۱) کیا حکم ہے اہل شریعت کا مسئلہ ذیل میں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جملہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وجملہ اولاد وامجاد جسمیں حضرت سیدہ فاطمہ زہرا وحضور کے صاحب زادگان حضرت قاسم وعبداللہ وابراہیم وجملہ امہات المومنین اور امام حسن وامام حسین اور سب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وحضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی داخل ہیں کس کا مرتبہ سب سے زیادہ ہے ؟

مسئلہ (۲) جو شخص حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ واولاد امجاد حضرت سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دے اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب (۱) بعد انبیاء ومرسلین سب سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ صحیح بخاری ومسلم میں عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی، ای الناس احب الیك۔ سب لوگوں میں حضور کے نزدیک محبوب تر کون ہے قال عائشہ۔ فرمایا عائشہ۔ قلت من الرجال۔ میں نے عرض کی مردوں میں کون۔ قال ابوھا۔ فرمایا ان کے والد یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صحیح بخاری شریف میں محمد بن الحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہتے ہیں
قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ابوبکر
قلت ثم من قال عمر۔ میں نے اپنے والد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
سے عرض کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں میں
بہتر کون ہے انھوں نے فرمایا ابوبکر، میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا کہ عمر،
ترمذی شریف میں امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
وہ فرماتے ہیں۔ ابوبکر سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم۔ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور ہم میں سب سے افضل اور
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک ہم سب سے زیادہ محبوب
ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) یہ شخص بدمذہب گمراہ ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی
کہ پڑھنی گناہ اور پڑھی ہو تو پھیرنی واجب۔ فتاویٰ خلاصہ وخزانۃ المفتیین
میں ہے۔ الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فمبتدع ولوانکر خلافۃ الصدیق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فہو کافر۔ شلبیہ علی الزیلعی میں ہے۔ من فضل علیا
علی الثلثۃ فمبتدع۔ مجمع الانہر میں ہے۔ الرافضی ان فضل علیا فہو
مبتدع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از مرادآباد محلہ شیدی سرائے مرسلہ حاجی محمد اشرف صاحب
شاذلی ۶ صفر ۴۳ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین سوالات
ذیل میں خصوصاً مولانا مولوی حکیم امجد علی صاحب مہتمم مدرسہ اہلسنت بریلی
وہابیہ غیر مقلدین غیر اللہ سے مرادیں اور دعاء یا وسیلہ مانگنے میں

یہ دو آیتیں قرآن پاک میں سے پیش کر کے کہتے ہیں کہ دعا، و مرادیں یا وسیلہ مانگنے والا مشرک ۔ اور یہ شرک ہے ۔ (۱) قال اللہ تعالیٰ لَاتَدۡعُوۡا اِلَّا اِیَّاہُ ۔ دوسری یہ ہے قال اللہ تعالیٰ ۔ اِنَّ الۡمُلۡکَ اِلَّا لِلّٰہِ ۔ یہ معلوم کرنا ہے کہ کلام پاک میں یہ دونوں آیتیں ہیں یا نہیں ۔ اور اگر نہیں ہیں تو قرآن پاک میں تحریف کرنے والے کیلئے شرعاً کیا حکم ہے ؟

مسئلہ (۲) فتاویٰ رضویہ جلد رابع کتاب الحظر والاباحۃ صفہ ۱۳۱ میں میں سوال لکھا ہے کہ (سوال) تین برس کے بچہ کی فاتحہ دوجے کی ہونا چاہیئے ۔ یا سوم کی ہونا چاہیئے بینوا توجروا (الجواب) شریعت میں ثواب پہونچانا ہے دوسرے دن ہو خواہ تیسرے دن ۔ باقی یہ تعین عرفی ہیں ۔ جب چاہیں کریں انھیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت و بدعت ہے ۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ لفظ بدعت قبلہ اعلیٰحضرت مرحوم نے لکھا ہے یا نہیں ۔ اور فتاویٰ قلمی میں یہ لفظ بدعت ہے یا نہیں ۔ اگر یہ لفظ نہیں ہے تو کیوں کر لکھا گیا ۔ حالانکہ اس پر غیر مقلدین اعلیحضرت کے دستخط دکھاتے ہیں اس کا مفصل حال تحریر فرمائیے ۔ سویم وغیرہ کی فاتحہ قرآن وکلمہ لوگ جمع ہو کر پڑھتے ہیں ۔ اور ثواب اس کا میت کو پہونچاتے ہیں اور شمار کلمہ کی چنوں پر کرتے ہیں ۔ یہ سب امور شرعاً جائز ہیں یا نہیں ؟

مسئلہ (۳) ایک غیر مقلد نے اپنے ایک اشتہار میں لکھا ہے کہ مولوی فضل رسول بدایونی شیخ مولوی احمد رضا خان صاحب کا "بوارق" میں فتوئ بسند مولینا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی، ملائکہ وارواح

وانبیاء کو درپردہ صورتوں وشکلوں قبروں وتعزیوں کو معبود بنا کر ان سے زن وفرزند ورزق شفاء مرض ودافع بلا باستقلال چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ایمان کو خلل نہیں آتا۔ حالانکہ جس طرح مشرکین بتوں اور ارواح خبیثہ سے یہ افعال کرکے کافر ہوتے ہیں اسی طرح یہ جاہل موحد بھی کافر ہو جاتے ہیں اب ہم کو یہ معلوم کرنا منظور ہے کہ کوئی کتاب بوارق ہے یا نہیں؟ اور اس مضمون بالا کا کیا مطلب ہے۔ یہ مضمون بالکل توسل اولیاء سے منع کرتا ہے اور اعلیٰ حضرت کا بوارق میں یہ فتویٰ ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۴) وہابیہ غیر مقلدین مصنوعی کتابوں کا نام گڑھ کر اور مہریں لگا کر کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ فلاں کتاب میں ہے، فلاں عالم نے لکھا ہے۔ آیا ایسا کرتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:۔ افترا وکذب وبہتان تو اہل باطل کا شیوہ ہے اگر ان سے کام نہ لیں تو باطل وگمراہی کی اشاعت کیونکر کریں۔ علماء ومشائخ پر افتراء عبارات کتب میں تغییر وتبدیل اور کتر بیونت تو وہابیہ ہمیشہ سے کرتے آئے اگر اب بھی اتنے ہی پر اکتفا کرتے تو ان کے نزدیک یہ کوئی بڑی بات نہ تھی، لہٰذا آیات گڑھنے اور قرآن مجید میں لفظی تحریف کرنے پر آمادہ ہوئے اور اپنے مدعائے باطل کو ثابت کرنے کو آیات بنانے لگے یہود ونصاریٰ کی سنت پر عامل ہوئے مگر یہ نہ سمجھے کہ "ایں خیال است ومحال است وجنون"، ممکن نہیں کہ قرآن مجید میں تحریف ہو اس کی حفاظت کا وعدہ خود اللہ عزوجل نے فرمایا، اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ ان گڑھے ہوئے جملوں کو کلام اللہ کہنا بیشک اللہ عزوجل پر افترا اور اس پر افترا کرنے والا بلاشبہ کافر۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔ جھوٹا افتراء

وہی کرتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے پھر الفاظ وہ گڑھے جن سے مدعائے باطل پر استدلال بھی نہ ہو سکے اگر دعا کے معنیٰ عبادت کے ہوں، حدیث میں فرمایا۔ الدعاء هو العبادة۔ تو طلب وسیلہ واستعانت واستمداد کی ممانعت کہاں سے ثابت ہوئی، کیا کسی سے مدد مانگنا اس کی عبادت ہے؟ ایسا ہو تو اس شرک عام سے کون محفوظ رہا۔ حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اعنی علی نفسک بکثرة السجود۔ دوسری حدیث یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اذا ضل احدکم شیئا واراد عونا وهو بارض لیس بها انیس فلیقل یا عباد الله اعینونی یا عباد الله اعینونی یا عباد الله اعینونی فان لله عباد الایراهم۔ جب تم میں کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور مدد چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی مونس نہ ہو تو اسے چاہیئے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنکو یہ نہیں دیکھتا بالجملہ احادیث اس بات میں بکثرت ہیں جن میں غیر خدا سے استمداد کا بیان ہے تو معاذ اللہ ان کے طور پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم شرک کی تعلیم دیتے رہے۔ بلکہ خود قرآن مجید میں طلب وسیلہ کی تعلیم موجود ہے وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ۔ الغرض ان شرک فروشوں کا شرک نہ رسول کو چھوڑے، نہ اللہ عزوجل اس سے بچے اور اگر دعا کے معنیٰ مطلقاً پکارنے کے ہوں تو یہ عجیب منطق ہے کہ بی بی کو پکارنا جائز، نوکر چاکر کو پکارنا روا، حکام و پولیس کو پکارنا درست، ان سب سے مدد مانگنا حلال اور انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو پکارا کہ شرک دوڑ پڑا۔ گڑھی ہوئی آیت نے تو بتایا کہ

خدا کے سوا کسی کو نہ پکارو، اور قرآن مجید کا ارشاد یہ ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ۔ اے ایمان والوں اللہ اور رسول کو جواب دو جب وہ تمہیں پکاریں یہاں رسول مؤمنین کو پکارتے ہیں، اور ارشاد فرماتا ہے۔ قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَکُمْ۔ الآیۃ یہاں مباہلہ کیلئے بیٹوں اور عورتوں کو بلانے کا حکم ہوتا ہے، الحاصل یہ جملہ بایں معنیٰ بالکل منافی و مناقض قرآن ہے، والعیاذ باللہ رب العلمین، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲):۔ وہابیہ یہود کے چیلے ہیں جب اللہ عزوجل پر افترا کرتے نہیں لجاتے۔ قرآن مجید پر افترا کرتے نہیں شرماتے، پھر علماء پر افترا کرنے سے کیوں باز آتے، اعلیٰ حضرت قبلہ کا نہ یہ لفظ ہے نہ انھوں نے یہ تحریر فرمایا کتاب الحظر والاباحۃ فتاویٰ رضویہ کی جلد رابع میں نہیں بلکہ آٹھویں جلد میں ہے، اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کی عبارت یہ ہے۔ انھیں دنوں کی گنتی ضرور شرعی جاننا جہالت ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم، ایک شخص رامپور سے آیا اور تقیہ کرکے اپنے کو سنی ظاہر کیا اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کی خدمت میں بعض استفتے پیش کئے جنکا جواب اس جلد میں موجود تھا وہ جلد عطا ہوئی کہ اس میں سے جواب نقل کرلے۔ اس نے یہ تحریف کی کہ لفظ۔ جہالت ہے، کے بعد موٹے قلم سے و، بدعت، کا لفظ بڑھا دیا جو بالکل ممتاز و جدا معلوم ہوتا ہے دیکھنے ہی سے معلوم ہوجائے گا کہ کسی اور کا یہ لفظ بڑھایا ہوا ہے، سطر میں جگہ نہ تھی لہٰذا اس عیار نے و کو سطر کے نیچے اور بدعت کو سطر کے اوپر لکھا۔ اب یہ ہیأت ہوگئی۔ ضرور شرعی جاننا جہالت و بدعت ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ یہ تو اس کی تحریف تھی کہ فتاویٰ میں الحاق کیا اور وہ بھی ایسے بھونڈے طور پر کہ دیکھنے والا

بنظر اولیں پہچان لے۔ پھر گنگوہی کے مجموعہ فتوی حصہ اول[1] صفحہ ۲۵ پر اس محرّف فتویٰ کو چھاپا تو مزید تحریفوں سے کام لیا گیا چونکہ یہ عبارت۔ جہالت ہے و بدعت۔ محض غلط ہے کہ ہندی جملہ پر فارسی عطف کیا دیکھنے والا پہچان لے گا کہ یہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ کی عبارت نہیں لہٰذا اسے یوں بدلا۔ جہالت و بدعت ہے۔ اور شرعی کا لفظ جو فتاویٰ میں تھا نکالدیا کہ کہنے کو ہوگا اگر عرفاً ضروری جانے گا جب بھی بدعت ہے، اب عبارت یہ کرلی۔ گنتی ضروری جاننا جہالت و بدعت ہے، اگرچہ یہ تغیرات گنگوہی صاحب۔ کو اب بھی نافع نہیں کہ فتویٰ مبارکہ میں فرمایا۔ جب چاہیں کریں انھیں دنوں میں کریں یا قبل یا بعد سب جائز ہے یہ سوم وغیرہا کی تخصیصات عرفیہ ہیں نہ کہ شرعیہ اگر کوئی ضروری شرعی سمجھے تو اس کی جہالت ہے جیسے اس روز ایصال ثواب ہو سکتا ہے قبل و بعد بھی ہو سکتا ہے، لوگوں نے اپنی آسانی کیلئے سوم وغیرہ کا دن مقرر کر رکھا ہے کہ لوگ بلا تکلف جمع ہو سکیں گے اور قرآن مجید و کلمہ طیبہ پڑھ کر میت کو ایصال ثواب کریں گے فتاویٰ مبارکہ کی عبارت نہ دیکھنا اور اندھے کی تقلید کرکے کونئیں میں گرنا سخت جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳):۔ مولانا فضل رسول صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اعلیٰ حضرت قبلہ نور اللہ مرقدہ کو نہ بیعت تھی نہ خلافت نہ تلمذ۔ اعلیٰ حضرت کو شرف بیعت حضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل تھا اور تلمذ اپنے والد ماجد حضرت مولینا مولوی نقی علی خانصاحب

---

[1] فتاوی رشیدیہ حصہ اول ہندوستان پرنٹنگ ورکس دہلی کے ص ۱۴۱ پر یہ محرف فتویٰ موجود ہے۔

قدس سرہ سے تھا۔ مولینا فضل رسول صاحب کو اعلیٰ حضرت کا شیخ بتانا وہابیہ کا کذب ہے "بوارق محمدیہ" کو میں نے بہت تلاش کیا مگر دستیاب نہ ہوئی۔ ممکن ہے کہ حسب عادت اس میں بھی قطع و برید کی ہوا ورافترا سے کام لیا ہو اور بالفرض اگر بوارق میں بجنسہ یہی عبارت ہو تو اسمیں توسل انبیاء و اولیاء سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس میں تو معبود بنانے اور ان سے شفاء مرض و دفع بلا وغیرہما بالاستقلال چاہنے کا ذکر ہے۔ کون مسلمان انھیں معبود جانتا ہے یا انھیں بے عطائے الٰہی دفع بلا وغیرہ میں مستقل مانتا ہے اور مسلمان جب یہ تصور کرتا ہے کہ خدا کی عطا سے وہ ہماری مدد کرتے ہیں بیمار کو شفا دیتے ہیں اس بنا پر ایسے امور میں ان سے استعانت کرے تو عبارت مذکورہ کے کب منافی، بلکہ ایسی استعانت قرآن و حدیث و اقوال صحابہ و تابعین سے ثابت، اور خود مولینا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے قائل اور یہ باتیں انکی کتابوں میں مصرح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴):۔ بارہا ایسا واقع ہو چکا ہے کہ کتابوں کے نام وصفحات و مطابع جی سے تراش لئے اور فرضی عبارت اپنے مدعیٰ کے مطابق گڑھ لی اسکا بیان رسالہ رماح القہار میں دیکھئے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ مولوی سلیمان صاحب پھلواروی ۲۴ رجب ۱۳۴۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صوبہ بہار میں ایک انجمن "امارت شرعیہ" کے نام سے قائم کی گئی ہے انکا دعویٰ ہے کہ ہمارا امیر شریعت مفروض الطاعہ ہے، جو شخص اس کی بیعت نہ کرے وہ فاسق و مرتکب گناہ کبیرہ ہے اور حدیث من مات

ولیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة، کو اس کی شان میں بتاتے ہیں نیز اپنے امیر شریعت کو نائب خلیفہ بتاتے ہیں۔ پس کیا ان کے دعوے صحیح ہیں۔ اور ہر مسلمان صوبہ پر اس امیر کی اطاعت واجب ہے یا یہ دعوے عقائد غیر صحیح پر مبنی ہے؟

الجواب :۔ انجمن کا امیر نہ خلیفہ ہے نہ نائب خلیفہ، خلیفہ اس وجہ سے نہیں کہ شرائط خلافت کا جامع نہیں، انگریزی حکومت میں رہنے والا انگریزی قانون کی پابندی کرنیوالا، احکام شرعیہ کے جاری کرنے سے عاجز کیونکر خلیفہ ہو سکے۔ درمختار میں ہے۔ ویشترط کونه مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا قادرا قرشیا۔ ردالمحتار میں ہے۔ قوله قادرا ای علی تنفیذ الاحکام وانصاف المظلوم من الظالم وسد الثغور وحمایة البیضة وحفظ حدود الاسلام وجر العساکر قوله قرشیا لقوله صلی اللہ علیه وسلم الائمة من قریش وقد سلمت الانصار الخلافة لقریش بهذا الحدیث وبه یبطل قول الفرارية ان الامامة تصلح فی القریش والکعبیة ان القریشی اولی بها۔ بلکہ امارت شرعیہ درکنار یہاں تو تغلب بھی نہیں کہ اس کیلئے قہر و غلبہ درکار ہے، اور نائب خلیفہ یوں نہیں کہ اس کو خلیفہ نے اپنا نائب نہیں کیا، بلکہ ارکین انجمن نے خواہ مخواہ اسے امیر بنا دیا۔ اور ظاہر کہ انجمن کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی عاجز و غیر قادر کو خلیفہ یا اس کا نائب کر دے۔ لہذا نہ اس کے ہاتھ پر بیعت لازم، نہ اس کی اطاعت واجب، اور جو حدیث سوال میں نقل کی اوس سے مفر اب بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از بریلی محلہ سوداگران مرسلہ سید قناعت علی صاحب امین جماعت رضا مصطفے ۱۳ر شعبان ۴۳ھ

(۱) اہلسنت وجماعت کس کو کہتے ہیں ؟
(۲) بدعت کس کو کہتے ہیں ؟
(۳) اگرکسی مسئلہ میں اختلاف صحابیوں کا ہو۔کس صحابی کے مسلک پر عمل کیا جاوئے ؟

الجواب (۱) اہلسنت وجماعت وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام کے عقائد پر ہوں، حدیث میں ہے قالوا من ھم یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی۔ یا یوں سمجھیئے کہ حضرت امام ابومنصور ماتریدی اور حضرت امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جو سنیوں کے عقائد بیان فرمائے ہیں اون پر عقیدہ رکھے اور اب یہ گروہ چار مذاہب میں منحصر ہے۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اور جوان چاروں سے باہر ہے وہ باطل پر ہے۔ علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں وھٰذہ الطائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعۃ وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمھم اللہ تعالیٰ ومن کان خارجا عن ھٰذہ الاربعۃ فی ھٰذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار۔ شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ انصاف میں لکھتے ہیں۔ بعد المأتین ظھر بینھم التمذھب للمجتھدین باعیانھم وقل من کان لا یعتمد علی مذھب مجتھد بعینہ قاضی ثناء اللہ صاحب تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں۔ اھل السنۃ قد افترقت بعد القرون الثلثۃ اوالاربعۃ علی اربعۃ مذاھب لم یبق فی الفروع سوی ھٰذہ المذاھب الاربعۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) بدعت نئی چیز کو کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور قبیحہ، بدعت قبیحہ وہ ہے جو مزاحم ومعارض سنت ہوا ور اس کو بدعت ضلالت

بھی کہتے ہیں در مختار میں ہے۔ وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مطلق بدعت بول کر اکثر یہی بدعت قبیحہ مراد لیتے ہیں حدیث میں ہے۔ ما احدث قوم بدعة الارفع مثلها من السنة فتمسک بسنة خیر من احداث بدعة۔[1] دوسری حدیث میں ہے ما ابتدع قوم بدعة فی دینهم الانزع اللہ من سنتهم مثلها ثم لایعیدها الیهم الی یوم القیمة۔[2] ان حدیثوں سے صاف واضح ہے کہ بدعت قبیحہ سنت کی مدافع ہوتی ہے، نہ ہر امر جدید۔ اور بدعت حسنہ وہ ہے کہ وہ خود زمانہ اقدس میں نہ تھی مگر حدیث وغیرہ سے اوس کا ثبوت ہوسکتا ہے اسی معنی کے لحاظ سے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کو نعمت البدعة هذه، فرمایا کہ یہ اچھی بدعت ہے بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها لاینقص من اجورهم شیئا۔ دوسری حدیث میں ہے مارأه المسلمون حسنا فهو عند اللہ حسن۔ اگر مطلق ہر نئی بات مذموم ہوتی تو ان حدیثوں کے کیا معنی تھے اور یہ بدعت حسنہ مباح و مستحب و واجب تک ہوتی ہے مثلاً قرآن مجید پر اعراب لگانا وعظ و ذکر خیر کی مجالس منعقد کرنا مدارس قائم کرنا علم نحو وصرف پڑھنا علوم کی تدوین وغیرہا امور کثیرہ ایسے ہیں کہ زمانہ رسالت میں نہ تھے بلکہ بہت سی چیزیں قرون ثلثہ میں نہ تھیں اور وہ بلاشبہ جائز و مباح ہیں۔ علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں۔ قد تکون ای البدعة واجبة کنصب الادلة

---

[1] رواہ غضیف بن الحارث الثمالی مشکوٰۃ ص ۳۱ باب الاعتصام بالکتاب والسنة۔ [2] رواہ الحسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ "مصباحی"

للرد علی اهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم للکتاب والسنة ومندوبة کاحداث نحو رباط ومدرسة وکل احسان لم یکن فی الصدر الاول و مکروهة کزخرفة المساجد ومباحة کالتوسع بلذیذ المآکل اسی کے مثل اور اس سے زیادہ مفصل علامہ عزالدین بن عبدالسلام نے افادہ فرمایا مفصل درکار ہو تو مرقاۃ علامہ علی قاری قدس سرہ کا مطالعہ کرے۔ رہا وہابیہ کا قرون ثلثہ کے بعد کی بحیر لگانا کہ قرون ثلثہ تک احداث کا اختیار تھا کہ جو چاہیں مخالف سنت بات گڑھ لیا کریں اور اس کے بعد کوئی کیسے ہی اچھی بات نکالے حرام ہے یہ محض افترا ہے، نہ حدیث سے ثابت، نہ عقل اس کے مساعد، حدیث میں مَنْ اَحْدَثَ فرمایا ہے قرون ثلثہ کا استثنائ کدھر سے آگیا اہل بیت کی توہین اور نواصب کا خروج کیا قرون ثلثہ کے بعد ہوا مگر یہ لوگ اونھیں کیوں برا جانیں آخر خود بھی تو اونھیں میں سے ہیں علامہ شامی فرماتے ہیں اتباع محمد بن عبدالوہاب بھی انھیں خوارج کی مثل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) عوام کو بلکہ اس زمانہ کے خواص کو تقلید سے چارہ نہیں اور ہر مقلد اوسپر عمل کرے جو اوسکے امام کا مذہب ہے اوس سے خروج جائز نہیں۔ امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعہ میں فرماتے ہیں۔ یجب علی المقلد العمل بالارجح من القولین فی مذهبه مادام لم یصل الی هٰذا المیزان من طریق الذوق والکشف کما علیه عمل الناس فی کل عصر۔ امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں مخالفته للمقلدین متفق علی کونه منکرا بین المحصلین، علامہ زین بن نجیم فرماتے ہیں۔ اما الکبائر فقالوا هی بعد الکفر الزنا واللواطة وشرب الخمر

ومخالفۃ المقلِّد حکم مقلَّدہٖ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ واحد نور خانصاحب مہتمم یتیم خانہ معینیہ اجمیر شریف ۹ محرم ۴۵ھ

(۱) حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کون سی صاحبزادی ہیں۔ آیا چھوٹی یا بڑی یا منجھلی بتدریج اسمائے مبارکہ ترقیم فرمادیں۔ ایک صاحب نے اس وقت شک پیدا کردیا ہے، بی بی زینب۔ بی بی رقیہ۔ بی بی کلثوم۔ بی بی فاطمہ؟

(۲) میں نے ایک کتاب دیکھا تھا کہ حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں۔ کتاب کا نام مجھے یاد نہیں رہا وہ بولے غلط ہے تاوقتیکہ معتبر کتاب کے حوالہ سے ثابت نہ کروگے قابل تسلیم نہیں۔ ممکن ہے کہ میں غلطی پر ہوں اگر میرا بیان صحیح ہو تو حضور مع حوالۂ کتاب بلکہ اس کی عبارت بھی ترقیم فرمادیجئے دیجئے گا ورنہ جو کچھ اصلیت ہو رقم فرمائیے گا؟

الجواب (۱) بنات مکرمات میں سب سے بڑی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف تیس سال کی تھی جب یہ پیدا ہوئیں اور ان سے تین برس بعد حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت ہوئی۔ بعض نے کہا حضرت رقیہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑی ہیں، صاحب مواہب لدنیہ نے کہا اون کا یہ قول صحیح نہیں۔ تمام صاحبزادیوں میں باعتبار عمر کے حضرت بتول زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چھوٹی ہیں۔ اگرچہ بعض کے نزدیک حضرت رقیہ اور بعض کے قول میں ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اصغر بنات مکرمات ہیں، مگر بظاہر قول اول اصح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

الجواب (۲) حضرت اماں حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسلی سے پیدا ہوئیں، قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے سورہ نساء کی ابتدا میں فرمایا، یَاۤاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا۔ قاضی بیضاوی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ای خلقکم من شخص واحد وخلق منہ امکم حوا من ضلع من اضلاعہ۔ اور تفسیر مدارک میں بھی یہ لکھا۔ وخلق منھا زوجھا حوا من ضلع من اضلاعہ۔ یعنی حضرت حوا انکی پسلی سے مخلوق ہوئیں، صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں بھی یہ ارشاد موجود ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے ہیں استوصوا بالنساء خیرا فانھن خلقن من ضلع وان اعوج شئی فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہ کسرتہ وان ترکتہ لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء۔ عورتوں کے بارے میں خیر کی وصیت فرماتا ہوں تم اسے قبول کرو کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئیں اور سب سے ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہے (یعنی اسی اوپر والی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں) اگر تو اسے سیدھا کرنے چلے تو توڑ دیگا (یعنی طلاق کی نوبت آجائے گی) اور اگر اسے ویسے ہی رہنے دے تو ٹیڑھی رہے گی لہٰذا اس وصیت کو مانو، اس حدیث کے تحت میں صاحب فتح الباری شارح صحیح بخاری اپنی اسی کتاب میں فرماتے ہیں وکان فیہ اشارۃ الی ما اخرجہ ابن اسحاق فی المبتدا عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما ان حوا خلقت من ضلع آدم الاقصی الایسر وھو قائم وکذا اخرجہ ابن ابی حاتم وغیرہ من حدیث مجاھد حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے تلمیذ خاص امام مجاہد کے قول سے اور

زیادہ کی کیا حاجت۔ اور وہ صاف فرماتے ہیں کہ سب میں چھوٹی بائیں پسلی سے پیدا کی گئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از اجمیر شریف یتیم خانہ معینیہ مرسلہ حاجی محمد واحد نور خانصاحب مہتمم یتیم خانہ ۲۹ رجب ۱۳۴۵ھ

حضرت قبلہ صدر صاحب مدظلہم۔ سلام نیاز التیام کے بعد عرض ہے جو زمین اقدس پہلوئے مبارک جناب سرکار دو عالم حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملی ہوئی ہے اس کے فضائل کے نسبت ارشاد ہوا تھا کہ شفاء قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کر دیجائیگی امید کہ عطا فرمائی جائیں؟

الجواب:۔ تربت اطہر کو اللہ عزوجل نے تمام اقطاع زمین پر فضیلت دی ہے۔ اس کے متعدد وجوہ ہیں۔ ایک یہ وجہ ہے کہ مکان کی فضیلت مکین سے ہوتی ہے اور جس مکان کا مکین تمام جہاں سے افضل ہے وہ مکان بھی تمام مکانوں سے افضل، لہٰذا اوس زمین کو نہ صرف اجزاء زمین بلکہ عرش وکرسی پر فضیلت ہے۔ شفاء شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔ لاخلاف فی ان موضع قبرہ (النبی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل من بقاع الارض۔ علامہ شہاب الدین خفاجی شرح میں فرماتے ہیں۔ بل ھو افضل من السموات والعرش والکعبۃ کما نقلہ السبکی رحمہ اللہ تعالیٰ لشرفہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلو قدرہ۔ ملا علی قاری علیہ الرحمتہ الباری شرح شفا میں لکھتے ہیں۔ فانہا افضل من الکعبۃ بل من العرش علی ما قالہ جماعۃ۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ اس مقام مقدس میں جس قدر انوار الٰہی کا نزول ہوتا ہے

اور جتنی رحمت اترتی ہے اور جتنے ملائکہ کا آنا جانا ہوتا ہے کسی دوسری جگہ نہیں، وجہ سوم یہاں خاص وہ تجلیات الٰہیہ ہیں جو دوسری جگہ نہیں۔ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا گیا۔ انک بالوادی المقدس طویٰ اس وادی کا مقدس ہونا اسی تجلی الٰہی کے سبب سے تھا تو اس جگہ کا تقدس بیشک سب جگہوں سے زیادہ ہوگا۔ علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وقال ابن عبد السلام التفضیل یکون لامور غیر العمل فقبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل الامکنۃ لتجلی اللہ تعالیٰ بما ینزل علیہ من الرحمۃ والرضوان والملئکۃ ولاحاجۃ الی ماقیل انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیٌّ فی قبرہ لہ اعمال فیہ مضاعفۃ وان کان صحیحًا ولو سلمنا ان المکان لا فضل لہ فی ذاتہ فکفاہ الفضل لاجل من حل فیہ۔ وجہ چہارم ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص جس جگہ کی مٹی سے پیدا ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے اس روایت کی بنا پر جسم اقدس کی خلقت اس پاک تراب سے ہوئی جو مرقد انور ہے لہذا اس خاک پاک کو فضیلت ہوئی کہ اس سے جسم انور بنا، وہی فرماتے ہیں۔ ویکفی لفضلہ ما اشتہر من ان کل احد یدفن فی التربۃ التی خلق منہا۔ عوارف المعارف میں ہے۔ روی عن ابن عباس ان اصل طینتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من سرۃ الارض وھو موضع الکعبۃ بمکۃ واول ما اجاب ذاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومنہ دحیت الارض فہو اصل التکوین والکائنات تبع لہ ولما تموج الطوفان اتی بطینتہ لمحل دفنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ففی الاصل لم یدفن الا فی اصل الکعبۃ الذی خلق منہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از بھڑوچ لال بازار چنار واڑ مرسلہ مولوی عباس صاحب ولد مولوی علی میاں صاحب صدیقی ۲۹ رجب ۴۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے قصہ میں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے شب معراج میں بلایا۔ تو راستہ میں حضرت علی شیر کی شکل بنکر آپ کو ملے اور حضرت کو جانے سے روکا۔ تب آنجناب نے ایک انگشتری وہ شیر کی منہ میں دی تب اس نے آپ کو آگے جانے دیا۔ جب پروردگار سے ملاقات ہوئی اس وقت آپ نے فرمایا کہ مجھے بھوک لگی ہے تب اللہ صاحب نے کہا یہاں کھانا کیسا۔ حضرت نے عرض کی تیری قدرت میں کچھ کمی نہیں ہے، تب ایک رکابی میں دودھ اور چاول آئے، آپ نے عرض کی میں تنہا نہیں کھاتا۔ تب پردے میں سے ایک پنجہ نکلا، وہ پنجہ کی ایک انگلی میں وہی انگشتری تھی جو شیر کے منہ میں راستے میں دی تھی، جس سے حضرت نے معلوم کیا کہ حضرت علی کا پنجہ یا ہاتھ ہے۔ مذکور قصہ ایک مولوی صاحب نے وعظ میں بیان کیا ہے یہ قصہ کہیں معراج کے بیان میں موجود ہے۔ اہل سنت کے یہاں یا ان کی کتابوں میں اور صحیح ہے یا غلط یا بہتان ہے یا کوئی شیعہ کی کتاب میں سے یہ قصہ بیان کیا ہے برائے مہربانی مدلل مع مہر ضرور روانہ کریں؟

الجواب:۔ یہ روایت کسی معتبر کتاب میں نظر سے نہیں گذری اور بظاہر موضوع ہے۔ دودھ اور چاول آنا صحیح نہیں، صرف یہ ہے کہ آپ کیلئے دودھ اور شہد اور شراب کے پیالے پیش ہوئے آپ نے ان میں سے دودھ کو اختیار فرمایا جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کہا۔ اخترت الفطرۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ علاوہ صحابہ کرام کے اور کسی کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا جائز ہے یا نہیں۔ شرع شریف کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ بزرگان دین کے نام کے ساتھ ترضی یعنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا اور لکھنا جائز ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ اسکی خصوصیت ثابت نہیں ہے[1]، قرآن مجید میں صحابہ کرام اور ان کے متبعین سب کیلئے فرمایا گیا رضی اللہ عنہم، قال اللہ تعالیٰ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ، صاحب ہدایہ کے تلامذہ نے جہاں انکا خاص قول "ہدایہ" میں ذکر کیا یوں کہا "قال رضی اللہ عنہ" یعنی مصنف رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا اور دیگر کتب میں اکثر جگہ ائمہ کے اسماء کے ساتھ ترضی مکتوب و مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ(۱) از قصبہ فتح کھلڈا۔ تعلعہ مہکر۔ ضلع بلڈانہ ملک برارسی پی محمد اسلم خان ولد محمد سرفراز خان صاحب

ایک شخص کا مرید ہونے کے بعد اور دوسرے پیر صاحب کا طالب

---

[1] صحابہ کرام کے نام کے ساتھ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" اور تابعین اور ان کے بعد کے علماء صالحین کے نام کے ساتھ "رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" کہنا اور لکھنا مستحب ہے، لیکن اس کا عکس بھی جائز ہے۔ "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کی خصوصیت صحابہ کرام کے ساتھ ثابت نہیں۔ درمختار میں ہے۔ ویستحب الترضی للصحابة وکذا من اختلف فی نبوته کذی القرنین ولقمان وقیل یقال صلی اللہ "علی الانبیاء وعلیه وسلم کما فی شرح المقدمة للقرمانی والترحم للتابعین ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الاخیار وکذا یجوز عکسه الترحم للصحابة والترضی للتابعین ومن بعدهم علی الراجح۔ ج ۵ ص ۵۳۲ مسائل شتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفٰے مصباحی

ہونا کیسا ؟ اگر طالب ہونا درست ہے تو اسکی کوئی شرط ضروری ہے یا نہیں ؟
(۲) بعض مشائخ فقیر پیر کو اور مرشد کو علیحدہ علیحدہ کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کسی اہل شریعت مولوی کا مرید ہونا چاہئیے، اور وہ پیر کہلاتا ہے، اور کسی کامل فقیر کا طالب بھی ہونا چاہئیے۔ اور وہ مرشد کہلاتا ہے۔ یہ دونوں ایک یا دو ہونا ضروری ہے اور دونوں ایک ہی شخص کے نام ہونا چاہئیے یا علیحدہ علیحدہ ؟
(۳) کوئی مرید شخص اپنے مرشد کی اجازت سے اور جانب سے اپنے مرشد کے نام سے مرید کرے تو درست ہے یا نہیں اگر درست ہے تو ان مرید ہوئے لوگوں کا یہ بیعت کرنے والا مرشد کہلائے۔ یا اس کا مرشد ان لوگوں کا مرشد کہلائے یا پیر بھائی کہلائے ان مریدوں کا ؟
(۴) ہمارے یہاں بعض مولوی آتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ وہ وہابی ہے یا اسماعیلی وہ اور ان کے معتقدین کہتے ہیں۔ مرید بننے اور بنانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پیر و مرشد اور رہبر ہادی پکڑنے کی ضرورت نہیں پیر ہادی رہبر تو قرآن حدیث اور رسول اور خدا ہے۔ خدا و رسول قرآن و حدیث کے علاوہ اور بھی کوئی رہبر بہتر ہے۔ جو اس کو ہم اپنا رہبر اور وسیلہ بنائیں ان کی تردید کیلئے آیت جو سورہ انا فتحنا اور سورہ ممتحنہ میں پیش کرے، تو کہتے ہیں کہ یہ آیتیں اور حکم خاص رسول کیواسطے مسلمان بنانے کیلئے تھا اب تم ہم مسلمان ہو کے بیعت مرید بننے بنانے کی کیا ضرورت ان کی نذر کرنا۔ خاطر تواضع کرنا مطلق حرام ہے۔
کہتے ہیں کہ پیغمبروں اور اولیاء اللہ نے ہدایت دینے پر مزدوری نہیں لی۔ اور نواب صدر الدین حسین بھوپالی کا ایک رسالہ ہے۔ اس سے نذر، نذرانہ مطلق حرام

ثابت کرتے ہیں اور مریدوں کو مرشدوں سے باغی کر دیتے ہیں اور بداعتقاد؟

الجواب (۱) :۔ دوسرے سے طالب ہو سکتا ہے۔ اور یہ اوس وقت ہے، کہ شیخ کا انتقال ہو گیا۔ یا وہاں موجود نہ ہو۔ تو دوسرے سے فیض لے، اور اس سے جو کچھ ملے۔ پیر ہی کا صدقہ تصور کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) :۔ وہی پیر ہے اور وہی مرشد و شیخ۔ یہ ضرور ہے کہ پیر باشرع عالم بھی ہو۔ ورنہ صوفی بے علم مسخرہ شیطان است۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) :۔ اگر مرید کو پیر نے خود بیعت لینے کی اجازت دیدی ہے تو بھی مرید مرشد ہے، اور اگر یہ اجازت دی کہ فلاں کو میرا مرید کرو۔ تو یہ مرید اوس پیر کا ہے اگرچہ مرید کے ہاتھ پر بیعت کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) :۔ یہ مولوی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکا دیکر گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ پیر و مرشد خدا و رسول قرآن کے سوا دوسرا راستہ نہیں بتاتے بلکہ خدا اور رسول ہی کے راستہ پر چلنا چاہتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی دوسرے راستہ پر لے جائے تو وہ پیر نہیں۔ بلکہ شیطان ہوگا۔ مسلمان کیلئے بھی ہادی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تاکہ شیطان کے مکر و فریب میں نہ آئے اور صراط مستقیم پر قائم رہے، جس طرح احکام شرعیہ پر چلنے کیلئے عالم کی طرف احتیاج ہے، اسی طرح مجاہدہ و ریاضت و تزکیہ باطن کیلئے پیر کی ضرورت ہے۔ اسلام کا مقصود صرف ظاہر ہی کو درست کرنا نہیں۔ بلکہ باطن و قلب کا سنوارنا بھی ہے۔ اور امراض روحانی کا علاج پیر ہی کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا ابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ اہل ایمان کو وسیلہ ڈھونڈنے کا حکم دیا۔ اور پیر بھی خدا تک پہونچانے کیلئے وسیلہ ہے۔ پھر اس وسیلہ کو چھوڑنا محرومی و سخت محرومی ہے،

پیر کی خدمت میں جو کچھ پیش کیا جاتا ہے۔ وہ مزدوری نہیں ہے نہ دینے والا اس کو مزدوری سمجھتا ہے نہ لینے والا۔ بلکہ یہ ہدیہ ہے۔ اور اس قسم کا دینا لینا احادیث سے ثابت ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از گرسکال ڈاکخانہ ناراین پیٹھ ریاست حیدرآباد دکن۔ مرسلہ مولوی اسرارالرحمن صاحب ۱۸ رجب سنہ ۴۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الذی لا الہ الا ھو والصلوٰۃ والسلام علی رسلہ وحبیبہ سیدنا محمد النبی الامی الذی لا نبی بعدہ وعلی آلہ وصحبہ وحزبہ اجمعین من عبد اللہ المفتقر الی اللہ سید اسرار الرحمن المدرس الی محبنا ومولیناذ والمجد والکرم الحکیم ابوالعلی امجد علی صاحب صدر المدرسین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خادم آپ کی زیارت کا نادیدہ مشتاق ہے آپ نے ایک بار اجمیر شریف حاضر ہونے کی دعوت بھی دی ملازمت واخراجات سفر کی وجہ حاضر نہ ہو سکا۔ قبل ازیں ایک سال کے قریب عرصہ ہوتا ہے کہ ایک کارڈ لکھا تھا اور کچھ مسائل دریافت کئے تھے، یہ مسائل ایسے ہیں کہ ہر ایک سے تشفی بخش جواب ملنا دشوار ہے خوب غور کے بعد دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے بطفیل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کو اس لائق کیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی عمر وایمان وفیضان میں برکت عطا فرمائے اور مسلمانوں کو آپ کے فیض سے متمتع کرے۔ آمین ثم آمین

(۱) کوئی شخص خواب میں حضرت سید الاولیاء غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھے کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تو حنبلی ہو جا اور وہ حنفی ہے، تو کیا

اس خواب پر وہ عمل کرے ؟

الجواب :- خواب صد گونہ احتمالات کا محتمل ہے ۔ خواب پر مذاہب کا دارو مدار نہیں کہ بسا اوقات نفی کا اثبات اثبات کی نفی متصور ہو جایا کرتی ہے ۔ تھوڑی سی نیند اگر محسوس ہوتی ہو اوس وقت بار ہا الٹی بات سمجھ میں آجاتی ہے ۔ تو جب اس کا پورا تسلط ہو تو کیونکر متیقن کہ پوری بات سمجھ میں آئے ۔ اگلے زمانہ میں بھی بعض نے ایسی خوابیں دیکھیں ۔ کہ شرب خمر کی اجازت دی جاتی ہے علما نے فرمایا کہ یہ صحیح خواب اسے یاد نہ رہی ، ممانعت کو اجازت سمجھا ، لہٰذا خواب کے متعلق یہ حکم ہے اگر شریعت کے مطابق ہے تو مقبول ۔ مخالف ہے تو مردود حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنبلی مذہب پر عامل تھے ۔ اور آپ نے خصوصیات کے ساتھ اس مذہب کا احیاء فرمایا ، ورنہ یہ مذہب اتنا کمزور ہو چلا تھا ۔ کہ باقی رہنا دشوار تھا ۔ مگر آپ نے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ حنفی یا شافعی یا مالکی مذہب کا اتباع نہ کیا جاوے ۔ اور جب حق چاروں میں دائر ہے اور ہر ایک مصیب و مثاب ہے ، تو تبدیلِ مذہب کی تلقین صحیح بھی نہیں ہو سکتی ، اسی واسطے حضور کے متبعین میں ہر مذہب کے لوگ داخل ہیں ۔ اور حضور کا فیض سب کو پہونچتا ہے اور ہر مذہب کے علماء و صلحاء آپ کے سلسلہ میں منسلک ہو کر مرتبہ ولایت سے سرفراز ہوئے ۔ اور اگر حضور کے نزدیک دیگر مذاہب والے حق پر نہ ہوتے تو ہرگز اون کو سرکار غوثیت سے فیض نہ پہنچتا ۔ جس طرح اہل باطل کو نہیں پہونچتا ۔ لہٰذا سب سے قوی تر مذہب حنفی کو چھوڑنے کا حکم ہرگز نہ دیا ہو گا ۔ اور وہ بھی یہاں پر کہ نہ مذہب حنبلی

کی کتابیں ہیں۔ نہ اون کے علماء یہاں موجود۔ اور اگر حضور نے زمانہ حیات ظاہری میں لوگوں کو عام طور پر تبدیل مذہب کا حکم دیا ہوتا تو ہوسکتا تھا کہ خواب میں بھی ایسا فرمایا ہو، مگر وہ نہیں تو یہ بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: ازلچھمی پورہ ضلع مونگیر مرسلہ جناب شیخ عبدل میاں صاحب ۲۰ رجب ۱۳۴۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں مسجد بن رہی ہو، مسجد بنانیکا سارا کام ایک ہندو کو ملازم رکھکر اس کی نگرانی میں مسجد کا سارا کام انجام پاتا ہو۔ اور گاؤں کے سب مسلمان اس ہندو کو تنخواہ بھی دیتے ہوں، اس ہندو نے اور ہندؤں کو ملاکر آپس میں جنگ چھیڑ دی جس کا نتیجہ عدالت تک پہنچا، عدالت سے دو دفعہ مسلمانوں کی حسب خواہ ڈگری ہوئی، مسجد بنانیکا حکم مل گیا۔ جگہ مسلمان زمیندار کی ہے۔ خرچ بھی مسلمانوں کا۔ اور کچھ ایسے جاہل مسلمان بھی وہاں موجود ہیں جن کو ہندؤں نے ڈرا دھمکا کر ایک کاغذ جس پر آٹھ آنہ کا ٹکٹ لگا کر مسلمانوں سے دستخط اور انگوٹھ کا نشان کرا لیا ہے، کہ ہم مسلمان کبھی نہیں اس گاؤں میں قربانی کریں گے اور نہ ہماری آل اولاد میں سے کوئی قربانی کرے گا اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں، جس نے دستخط اور انگوٹھ کا نشان نہیں کیا ہے؟ اب ان مسلمانوں کا جن مسلمانوں نے دستخط اور انگوٹھ کا نشان کیا ہے زور ہے کہ تم لوگ بھی دستخط اور انگوٹھ کا نشان کرو کہ ہم لوگ بھی قربانی نہیں کریں گے اور اگر دستخط نہیں کروگے، ہم لوگ تم سے چندہ مسجد کیواسطے نہیں لیا کریں گے، اب اس حالت میں کیا کرنا چاہیئے، جن مسلمانوں نے دستخط کیا ہے ان پر کفارہ، یا کیا کرنا چاہئے وہ مسلمان دستخط کرنے اور انگوٹھ کا نشان دینے سے مسلمان رہے یا نہیں؟

الجواب: - قربانی شرعاً واجب ہے، ہندو یا کسی کافر کے منع کرنے سے روکی نہیں جاسکتی، اور جب سلطنت کی جانب سے مذہبی آزادی حاصل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان اس شعار مذہب کو چھوڑیں۔ بلکہ اگر حکومت سے ممانعت ہوتی تو اس کے اجراء میں پوری کوشش واجب تھی ہندوؤں کے کہنے سے اپنے مذہبی امور کو چھوڑ دینا بلکہ ہمیشہ کیلئے بند کردینا سخت جہالت و حماقت ہے۔ جن لوگوں نے دستخط کئے ہیں اون پر واجب ہے کہ جس طرح ممکن ہو اس تحریر کو منسوخ کریں، اور ان کے کہنے سے دوسرے لوگ ہرگز دستخط نہ کریں، حدیث میں ہے کہ لاطاعة للمخلوق فی معصیة الخالق۔ قرآن شریف میں ارشاد فرمایا کہ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ اور اگر وہ مسجد کا چندہ نہ لینے کی دھمکی دیتے ہیں، تو وہ چندہ لیں یا نہ لیں اونکا فعل ہے، دوسرے لوگوں پر اس کا کوئی گناہ نہیں، مگر بقیہ لوگ اس دھمکی کیوجہ سے ہرگز دستخط نہ کریں اور دستخط کرنے والوں پر توبہ لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از گرشکال ڈاکخانہ نارائن پیٹھ مرسلہ جناب سید محمد اسرار الرحمٰن صاحب صدر مدرس۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کی، لیکن اس نے ریاضت نہیں کی، اب اس کے مرشد کا وصال ہوگیا، وہ اپنا خواب و دوسرے احوال کس سے دریافت کرے، اور کیا کسی دوسرے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ اور یہ کس کا مرید سمجھا جائیگا۔ مرید چاہتا ہے کہ پہلے ہی مرشد کے ساتھ منسوب رہوں۔ لیکن غریب پریشان۔ خوابوں سے پریشان رہتا ہے۔

ان خوابوں کی کیا تدبیر کرے۔ اکثر خواب رنج و غم وافکارات کے دکھائی دیتے ہیں۔

مسئلہ (۲) سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونے کیلئے کوئی عمل اس کمترین کیلئے تحریر فرماویں؟

الجواب (۱) مرید تو ایک کا ہو چکا، ایک مرید کے دو پیر نہیں ہوتے، ہاں دوسرے سے طالب ہو سکتا ہے اور اس کے بتانے پر ریاضت و مجاہدہ کرے، اور سلوک کی راہیں طے کرے، اور جو کچھ فیوض حاصل ہوں انکو پیر ہی سے ملنا تصور کرے، اور اس کو واسطہ جانے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) باوضو قبلہ رو اور دہنی کروٹ پاک بستر پر سوئے، اور یہ درود سات بار کم سے کم پڑھے۔ بلکہ پڑھتا ہوا سو جائے۔ اس کو برابر جاری رکھے زیارت اقدس سے مشرف ہو گا۔ اللّٰھم صل علیٰ جسد سیدنا محمد فی الاجساد وعلیٰ روح سیدنا محمد فی الارواح وعلیٰ قبر سیدنا محمد فی القبور صلی اللہ علیہ وعلیٰ اٰلہ وبارك وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از ہوڑہ محلہ بابو تالات مرسلہ جناب غلام نبی و محمد خدادین ۶ ربیع الاول شریف ۷۸ھ

مرا ہوا آدمی داخل سلسلہ ہو سکتا ہے؟

الجواب:۔ نہیں ہو سکتا کہ بیعت خود اسکا فعل ہے، جب وہ ہی نہیں تو بیعت کیوں کر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از سورت متصل بالا پیر مرسلہ جناب محمد نظام الدین قادری برکاتی نوری۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حاجی عبد الصمد احمد مصری

کی تصنیف شدہ کتاب "مجموعہ اوراد" کے صفحہ ۶ پر یہ مضمون ہے۔
نبی صاحب ایک دن مسجد میں بیٹھے تھے ابلیس آیا تب آپنے فرمایا کہ
اے بدبخت کہاں سے آیا۔ تب ابلیس نے کہا، یا رسول اللہ بدنہیں ہوں
اس واسطے کہ دعا مجھکو یاد ہے اس سبب سے جنت میں جاؤنگا، سب سے
پہلے نبی صاحب سنکر متحیر رہے، اسی وقت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا
اے رسول اللہ یہ بدبخت سچ کہتا ہے لیکن مرنے سے پہلے چالیس برس
یہ دعا بھول جاویگا۔ اب آپ اس سے سیکھ لیجئے) اس مضمون سے
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین ہوتی ہے یا نہیں؟
اور ایسا کسی حدیث میں آیا ہے۔ کہ معاذ اللہ آپ کو شیطان سے
سیکھنے کیلئے فرمایا گیا، اور جو شخص اس کتاب کے ہر مضمون کو اچھا کہے
اس کیلئے شرعی کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ یہ کتاب بعض مواقع سے میں نے دیکھی، بے سرو پا
روایات کا مجموعہ ہے، یہ کتاب قابل اعتبار نہیں۔ اور یہ روایت
کہ سوال میں مذکور ہے بالکل غلط ہے، نصوص قطعیہ قرآنیہ موجود ہیں کہ
وہ یقیناً جہنم میں جائیگا اور ہمیشہ اوسی میں رہے گا۔ اس کی اس بات
پر تحیر کے کیا معنی۔ اور شیطان سے سیکھنے کے کیا معنی، حضرت جبرئیل
علیہ السلام نے خود کیوں نہیں بتایا، شیطان سے سیکھنا بتانا۔ اس سے
ضرور حضور کی توہین ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے خرافات سے بچائے۔
واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از ہوڑہ مرسلہ جناب حافظ عاشق محمد صاحب امام مسجد کرسٹال
پاڑہ ۲۸ رجب ۴۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آزادی حاصل کرنا اسلامی فرائض میں ہے بلکہ آزادی حاصل کرنا نماز روزہ حج زکوٰۃ سے بھی مقدم ہے، غلام ہوکر رہنا، زنا کرنے، شراب پینے اور دنیا کے ہر بداعمالیوں سے زیادہ حرام ہے زیادہ معصیت ہے سب سے بڑی گمراہی یہ نہیں ہے کہ مسلمان قوم شراب پیتی ہے زنا کرتی ہے یا اسی طرح اور گناہوں کی مرتکب ہوتی ہے سب سے بڑی گمراہی یہ ہیکہ یہ غلام ہے، مسلم قوم غلامی پر راضی ہوگئی یہی اسکی اصلی بربادی کا سبب ہے، دین متین کا اصل نصب العین گم ہوگیا، علمائے کرام اس حقیقت سے ناواقف ہیں کہ انھوں نے اب تک مسلم قوم کے آگے گمراہی کی اصل تصویر پیش نہ کی۔ اصلاح اسکی یہ ہے کہ مسلم قوم اس سے قبل کہ نماز شروع کرے روزہ رکھے، اس کا فرض ہے کہ اپنے کو غلامی کے پنجے سے آزاد کرائے۔ جب تک مسلم قوم کی اس طرح اصلاح نہ کی گئی، مسلمان قوم کی حالت نہیں سدھر سکتی، کیا ایسا کہنے والا شریعت مطہرہ کو کند چھری سے ذبح نہ کیا۔ لہذا التماس یہ ہے کہ جواب مفصل ارشاد فرمادیں؟

الجواب:۔ اس میں شک نہیں کہ مسلم کو کافر کی غلامی کرنا سخت معیوب وذلیل چیز ہے، مسلمان اس لئے نہیں کہ کفار کی غلامی کرے لن یجعل اللّٰہ للکفرین علی المؤمنین سبیلا ۔ جس طرح ممکن ہو اس غلامی سے نجات حاصل کرنا چاہیئے، نہ علماء کرام اس سے غافل ہیں نہ انھوں نے اس کی تعلیم میں کمی کی۔ مگر جب کہ جہال زمانہ علماء کی بات ہی نہ سنیں نہ ان کے بتانے پر عمل کریں، تو علماء کا اس میں

کیا قصور، سب سے بڑی گمراہی یہ غلامی نہیں، یہ نظر کا قصور ہے، اور عقل سے کام نہ لینا ہے، بلکہ اصل بربادی اس سے پیدا ہوئی کہ اکثر مسلمانوں کا اسلام آجکل برائے نام رہ گیا اسلامی احکام کو پس پشت ڈال رکھا ہے، خواہش نفس کے پیرو ہو گئے۔ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی اصلاً پرواہ نہیں، دین کو کھیل سمجھ رکھا ہے اور مضحکہ قرار دے لیا ہے۔ ترقی کے مدعی آج تک نہیں سمجھے کہ مسلم ترقی کا راز کیا ہے، یورپ کی تقلید میں انجمن بازی کانفرنس سازی کو ذریعہ ترقی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ جتنی انجمنوں کی کثرت ہوتی گئی، تجربہ نے ثابت کر دیا کہ اتنی ہی مسلمانوں کی حالت پست ہوتی گئی اور بد سے بدتر ہو گئی بلکہ اصل فلاح و بہبودی دین حق کے اتباع میں ہے، تاریخ بتاتی ہے کہ جب تک مسلمان دین حق کے متبع رہے، ترقی ان کے قدموں پر نثار ہوتی رہی، جس طرف جاتی کامیابی ساتھ ہوتی، اور جب سے دین متین میں سستی کرنے لگے، معاملہ برعکس ہونے لگا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔ اگر مسلمان اب سے اپنی حالت درست کر لیں اور اپنے اندر وہی جذبہ پیدا کر لیں جو سلف صالحین میں تھا، اور دین متین کے ویسے ہی طرح حامی بن جائیں، جیسے متقدمین تھے، تو اب بھی وہی منظر نظر آنے لگے جو پہلے تھا، اور اگر یہ چاہیں کہ ہم دین کو چھوڑ دیں اور قرآن و حدیث و سلف صالحین کے طریقہ سے جدا اپنا راستہ بنائیں تو ابھی ابھی کیا حالت خراب ہے، اس سے زیادہ خرابی و بربادی سے سابقہ پڑے گا۔ مَنْ یَّتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَہَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا۔ اسی بے دینی کی ایک شاخ یہ بھی ہے جو سوال

میں مذکور ہے کہ نماز روزہ حج زکوٰۃ سب سے مقدم آزادی ہے، حدیث میں
تو ان چیزوں کو بنائے اسلام قرار دیا بُنِیَ الاسلامُ علیٰ خمسٍ اور اس شخص
کے نزدیک آزادی حاصل کرنا اصول اسلام سے بھی مقدم ہے، تو گویا
عین ایمان ہے، تو معلوم ہوا کہ جب تک آزادی حاصل نہ ہو ایمان ہی
نہیں، بیشک جو مومن نہ ہو وہ نماز روزہ حج زکوٰۃ کی اہمیت کو کیا جانے
اور اس کے نزدیک اگر آزادی اصول اسلام پر مقدم ہو تو کیا مستبعد،
یوہیں محرمات قطعیہ شراب خوری زنا وغیرہ سے غلامی کو بدتر کہنا یہ بھی دین
حق پر افترا ہے۔ اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ معلوم ہوتا ہے
کہ یہ شخص نہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے نہ دیگر امور اسلام کا پابند ہے
بلکہ شراب خوری وغیرہ بلاؤں میں مبتلا ہے، اور شہرت پسندی، جاہ طلبی
دنیا ٹھگنے کیلئے لیڈر بنا ہوا ہے، اپنی ان حرکات قبیحہ پر پردہ ڈالنا چاہتا
ہے، اور تو کیا کہتا کہ خلاف اسلام کیوں افعال کرتا ہے اور یہ پابندی اسلام
شاق ہے اب اوس سے بچنے کو یہ ڈھکوسلہ نکالتا ہے کہ یہ امور کچھ زیادہ
وقیع نہیں جس کو وہ کرتا ہے۔ البتہ وہ کرنے کی چیز ہے۔ کاش اگر اسلام
کی پابندی کی توفیق نہ تھی تو لوگوں کے اعتراض سنکر چپ رہتا، جب بھی
اس کے ذمہ وہ وبال نہ تھا جو اپنی اس بیہودہ بکواس سے اوس نے
پیدا کرلیا۔ مگر ہے یہ کہ جس دل میں اسلام کا سچا درد ہے جو اسلام کی
رفعت کا دل سے خواہش مند ہے وہ ایسا کرسکتا ہے کہ اسلام کی پابندی
کرے اور اپنے ظاہر و باطن کو اسلام کے مطابق کرے مگر جس کو نہ
اسلام کا خیال نہ پاس نہ حدود اللہ توڑنے کی پرواہ، اوسے ایسی باتیں
بولنے میں کیا تکلف ہوسکتا ہے اوسے تو لیڈری چاہیئے اسلام جائے

یارہے۔ اس کا کیا مضائقہ، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از کلکتہ لین نمبر ۱۶ مرسلہ جناب منظور احمد پانچو خانساماں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ باپ سے پیر کا درجہ بڑا ہے یا نہیں؟ قرآن اور حدیث سے ثابت فرما کر جواب سے مشرف فرماویں اور عنداللہ ماجور ہوں؟

الجواب:۔ پیر و استاد کا مرتبہ والدین سے زیادہ ہے، اس لئے کہ والدین مربی جسم ہیں۔ اور شیخ مربی روح، محقق دوانی "شرح ہیاکل" میں لکھتے ہیں۔ قال علیہ السلام اما من یؤل الیہ بحسب النسب لحیوتہ الجسمانیۃ کالولادۃ النسبیۃ ومن یحذو حذولھم من اقاربھم الصوریۃ اوبحسب النسبیۃ لحیوتہ العقلیۃ کالولادۃ الروحانیۃ من العلماء الراسخین والحکماء المتأسیین المقتبین من مشکوۃ الوارۃ سواء سبقوہ زمانا اولحقوہ ولاشک ان نسبۃ الثانیۃ اوکد من الاولی والثانیۃ من الثانیۃ اوکد من الاولی منھا فاذا اجتمع النسبتان بل النسب الثلث کان نورًا علی نور کما فی الائمۃ المشھورین من العترۃ الطاھرین رضی اللہ عنھم اجمعین، فاضل یوسف کوسج تتمہ حاشیہ شرح عقائد جلالی میں لکھتے ہیں۔ قالوا حق الاستاذ اوکد علی حق الوالدین فانھما سببان افیضان الصورۃ الانسانیۃ والاستاذ سبب لفیضان الحقیقۃ الانسانیۃ، وھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از جودھپور جامع مسجد موچیاں مرسلہ مولوی امیر احمد انصاری ۱۵ / جمادی الآخر ۴۸ھ

بخدمت شریف جناب قبلہ مولانا مولوی حکیم محمد امجد علی صاحب مدظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ خدمت عالی میں گذارش ہے کہ خاکسار نے

اپنے ایک وعظ میں کتاب بہار شریعت حصہ اول کے باب عقائد متعلقہ
ذات وصفات الٰہی میں سے اکیسواں [۲۱] بائیسواں [۲۲] تیسواں عقیدہ بیان کیا
اور انھیں عقائد کو اور زیادہ مفصل طور پر ثابت کرنے کے لئے۔ وَالْقَدْرِ
خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ کی تفسیر بیان کی اور اسی سلسلہ میں قرآن مجید
کی ایک آیت شریفہ۔ قُلْ اِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَاءُ وَیَھْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ
اور اس کے متعلق یہ حدیث شریف بیان کی جو حضرت شاہ عبد العزیز اپنی
تفسیر پارہ عم سورہ واللیل میں بھی لائے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے
کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ کے ساتھ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم قبر کے تیار ہونے کے انتظار میں بیٹھ گئے اور ہم سب آپ کے
گرد بیٹھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان فیض ترجمان سے ارشاد
فرمایا کہ تم میں کوئی شخص نہیں مگر اس کا مکان اللہ تعالیٰ کے علم میں مقرر
ہے، بہشت میں ہو یا دوزخ میں لوح محفوظ میں لکھ چکا ہے، اور تغیر
تبدیلی یعنی مٹنا مٹانا اس کا کسی طور سے ممکن نہیں ہے ہم نے کہا
یا رسول اللہ یہی بات ہے تو تقدیر پر بھروسہ کرکے کیوں نہ بیٹھ رہیں
اور عمل کو کیوں نہ چھوڑ دیں۔ اس واسطے جو لکھا ہوا ہے وہی ہوتا ہے
اس کا خلاف کسی طرح ممکن نہیں ہے، تو عمل کرنا بے فائدہ ہے
جو کچھ ہونا ہے وہ ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمل
کئے جاؤ اس واسطے کہ ہر شخص کو توفیق اسی کام کی دی جاتی ہے،
جس کے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے، سو اگر اس کو نیک بخت پیدا
کیا ہے تو کام بھی نیک بختوں کے اوس سے کراتے ہیں، اور اگر

بدبخت پیدا کیا ہے تو کام بھی بدبختوں کے اس سے کراتے ہیں سو جس طرح سے مکان ہر شخص کا مقرر ہے بہشت میں یا دوزخ میں اسی طرح سے عمل بھی نیک اور بد ہر شخص کے واسطے مقرر ہو چکے ہیں ایک اور حدیث شریف جو کہ تفسیر عزیزی سورۂ بقر صفحہ ۱۹۷ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اعتراض حضرت آدم علیہ السلام پر اور حضرت آدم علیہ السلام کا جواب درج ہے بیان کیا اور اسی سورۂ بقر کے صفحہ ۲۶۱ میں مناظرہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا در مسئلہ خیر و شر بیان کیا۔ مندرجہ بالا آیۃ شریفہ و حدیث شریف اور عقائد مندرجہ بہار شریعت کے موافق مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بھی یہ فرماتے ہیں۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند ؛ میل اورا در دلش انداختند

مولانا نظامی سکندر نامہ میں فرماتے ہیں۔

تو نیکی کنی من بد کردہ ام ؛ کہ بدرا حوالت بخود کردہ ام

حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گناہ گرچہ نبود اختیار ما حافظ ؛ کہ در طریق ادب کوش گو گناہ من ست

گو اللہ تعالیٰ ہی خیر و شر کا مالک ہے مگر ادب کا طریقہ اور ہمارا عقیدہ یہی ہونا چاہیئے کہ اچھے کام کو من جانب اللہ کہے۔ اور جو برائی سرزد ہو اس کو شامت نفس تصور کرے۔ جیسے کہ ربنا ظلمنا انفسنا۔ یہ میرے ایک وعظ کا خلاصہ ہے۔ اب جناب والا سے گذارش ہیکہ آنجناب اس کا مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔ کہ مندرجہ بالا بیان حق بجا ہے یا خلاف شریعت اور اس کے مخالف کے حق میں کیا حکم ہے،

جواب میں جناب والا کی مہر ضرور ہونا چاہیئے ۔ یہ خاکسار امیدوار ہے کہ اس کا جواب بہت جلد مرحمت فرما کر احسان مند فرمائیں گے ؟

الجواب :۔ تقدیر پر ایمان لانا بھی ضروری ہے، حدیث میں ہے۔ لا یومن عبد حتی یومن باربع یشھد ان لا الہ الا اللہ و انی رسول اللہ بعثنی بالحق و یؤمن بالموت و البعث بعد الموت و یؤمن بالقدر رواہ الترمذی و ابن ماجہ عن علی رضی اللہ عنہ ۔ اس لئے منکرین قدر کو مجوس فرمایا گیا ۔ حدیث میں آیا ہے القدریۃ مجوس ھذہ الامۃ ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم ۔ قدریہ اس امت کے مجوس ہیں، بیمار ہوں توان کی عیادت مت کرو مر جائیں توانکے جنازہ میں نہ جاؤ ۔ رواہ ابوداود واحمد عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ۔ دوسری حدیث میں ہے ۔ صنفان من امتی لیس لھما فی الاسلام نصیب المرجیۃ والقدریۃ رواہ الترمذی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ۔ اور فرمایا یکون فی امتی خسف و مسخ و ذلک فی المکذبین بالقدر رواہ ابوداود و عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ۔ الغرض بیان تقدیر میں حدیثیں بکثرت وارد ہیں اور اہلسنت کا یہی عقیدہ ہے کہ ہر چیز علم الہٰی میں مقدر ہے اور اس میں تغیر تبدل ناممکن ہے ، اور ہر شئی کا وہی خالق ہے خَالِقُ کُلِّ شَیْئٍ ۔ اس کی شان ہے جو ہر و اعراض ذوات و افعال کا وہی خالق ہے ، قرآن مجید میں فرمایا ۔ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ جو افعال کا خالق خدا کو نہیں کہتا گمراہ و بددین ہے وہ قدری ہے اوس سے اجتناب کا حکم حدیث میں آیا ہے ، مگر یہ مسئلہ بہت نازک و دقیق ہے ، اسلم طریقہ یہ ہے کہ اس پر ایمان لائے اور اس میں بحث نہ کرے

یہ عقیدہ رکھے کہ بندہ نہ مثل جماد کے مجبور محض ہے نہ قادر علی الخلق ہے بلکہ خالق صرف اللہ ہے اور بندہ کاسب ہے، بندہ کو مجبور بتانا بھی گمراہی ہے اور افعال کا خالق کہنا بھی ضلالت، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ ہے یا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا، زید کا خیال ہے کہ چونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنی بڑی قربانی کی کہ مع اہل وعیال کربلا میں شہید ہو گئے اس وجہ سے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ زائد ہے۔ کیونکہ یہ عمل سب عمل سے افضل ہے؟

الجواب: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں، آپ کی اس افضلیت پر تمام صحابہ کا اجماع ہے، صحیح بخاری شریف کی حدیث ہے۔ ابوبکر اعلمنا وافضلنا۔ اس وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امامت کیلئے انھیں کو منتخب فرمایا، اگرچہ بعضوں نے دوسرے کیلئے رائے دی تھی مگر حضور نے اسے قبول نہ فرمایا، بیشک امام حسین رضی اللہ عنہ نے بہت بڑی قربانی کی اور وہ ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، اور ان کو بھی خدائے تعالیٰ نے بہت بڑا مرتبہ عطا فرمایا ہے، مگر اس سے یہ لازم نہیں کہ صدیق اکبر سے افضل ہوں، اتنا تو مخالفین بھی کہتے ہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ہے اور ان کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد ہے، پس اگر واقعہ شہادت کے سبب صدیق اکبر سے افضل ہو جائیں، تو امام حسن وشیر خدا مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی افضل ہوں گے، کیونکہ ان کے ساتھ ایسا معاملہ پیش نہ آیا ہمارے دونوں اور تمام حضرات سردار و آقا ہیں، ہم کو ان کی پیروی چاہیئے،

اوران سب کے ساتھ محبت رکھنی چاہیئے اللہ تعالیٰ ان حضرات کے صدقے میں ہمیں بھی اپنی رحمت کا مورد بنائے، آمین واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل عرب سے فرمایا کہ کھجور کے درختوں میں تم نرو مادہ رکھتے ہو، نر درخت کے پھول مادہ میں رکھتے ہو تو درخت پھلتا ہے ایسا مت کرو۔ جب بھی پھلے گا چنانچہ ان لوگوں نے ویسا ہی کیا، دوسری مرتبہ درخت نہیں پھلے، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا تھا۔ تم ایسا کرو، لہذا زید کا اعتراض ہے اگر حضور کو علم ہوتا تو ایسا نہ فرماتے اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کا تو حضور کو علم ہی نہ تھا، چہ جائے اور معاملات، لہذا یہ قصہ صحیح ہے یا نہیں اور اگر صحیح تو اللہ تعالیٰ کی اس میں کیا مصلحت تھی، حضور نے اسکی بابت کیا ارشاد فرمایا ہے، مطابق شرع شریف بیان فرمائیے؟

الجواب: - واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے حضور کے ارشاد کے مطابق اس سال عمل کیا اور اتفاق ایسا ہوا کہ اس سال پھل نہ آئے، اور یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جو اس سے پیشتر نہ ہوئی ہو، بلکہ یہ تو ہمیشہ سے چلا آتا ہی ہے کہ کبھی پھل آتے ہیں اور کبھی نہیں آتے، مگر اس وقت لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ نرو مادہ کو نہ ملانے سے ایسا ہوا، لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت پاک میں قلت اثمار کی شکایت لائے، حضور نے فرمایا کہ "انتم اعلم باموردنیاکم" یعنی امور دنیا میں تم کو آزادی ہے، جو چاہو کرو، اس کا یہ مطلب کب ہے کہ حضور کو علم نہ تھا کہ ایسا کرنے میں پھل نہ آئیں گے علماء نے تصریحات کی ہیں کہ اگر وہ لوگ صبر کرتے اور حضور کے فرمانے سے

مطابق کرتے تو حضور نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوتا، مگر ایک سال پھل نہ آنے پر ضبط نہ کرسکے اور شکایت لائے، لہذا یہ جواب ملا۔ اس سے حضور کے علم وسیع کی نفی کرنا محض جہالت ہے، یہ لفظ اس موقع پر استعمال ہوا ہے کہ میرا یہ حکم واجب التعمیل نہیں ہے، یہ شئی میں نے تم پر واجب نہیں کی ہے یہ امور دنیا میں سے ہے مصلحت میں نے بتا دی، اور عمل میں تم کو اختیار ہے کیا کوئی مسلمان بلکہ کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معاذ اللہ اتنے غافل تھے کہ ایسی باتیں بھی نہ جانتے تھے، اور صحابۂ کرام کو ان امور میں حضور پر فضیلت تھی۔ ایسا نہ کہے گا مگر پاگل۔ جب نصوص قطعیہ قرآن وحدیث سے آپ کی وسعت علم ثابت، تو حدیث کے ایسے معنی گڑھنا کہ جو امر ثابت شدہ ہے رد ہو جائے، کس دین ودیانت کا تقاضہ ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اصحاب صفہ کسے کہتے ہیں؟

الجواب :۔ اصحاب صفہ فقرائے مہاجرین تھے، جنھوں نے اپنے کو اسلامی امور کیلئے وقف کردیا تھا، وہ حضرات صفۂ مسجد نبوی یعنی سائبان میں مقیم تھے، اون کے مکان نہ تھے، عبادت کرتے، اور علم سیکھتے اور غزوات میں جاتے تھے۔ اور وہ حضرات تمام مسلمانوں کے مہمان تھے، ہر شخص حسب حیثیت اونکی خدمت کرتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جو صدقات آتے ان پر صرف فرماتے اور ہدایا میں بھی اونھیں شریک فرماتے یہ صحابۂ کرام کی ایک مقدس جماعت تھی اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے ہمیں بھی کچھ حصہ عطا فرمائے آمین، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگر کوئی شخص "پیغمبر صاحب" کہے تو وہ کہنا کیسا ہے؟ آیا وہ خلاف ادب یا گستاخی ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ اس لفظ میں کچھ حرج نہ تھا کہ پیغمبر اور رسول دونوں کے ایک معنی ہیں، مگر اکثر دیکھا جاتا ہے کہ عیسائی اور پادری حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس طرح یاد کرتے ہیں۔ لہٰذا اوس سے احتراز چاہئے مگر اسے بے ادبی یا گستاخی نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں اگر کہیں مسلمانوں میں بھی اس طرح بولنے کا رواج وعرف ہو تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی کی بسم اللہ کس عمر میں کس طریقہ پر کرنا چاہئے؟

الجواب:۔ بسم اللہ کیلئے شرعاً کوئی عمر مقرر نہیں ہے، جب مناسب سمجھیں شروع کرادیں، اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب مکتب میں بیٹھایا گیا تھا تو اونکی عمر شریف چار سال چار ماہ چار یوم کی تھی، اس وجہ سے بہت لوگ تبرکاً واتباعاً اسی عمر میں تسمیہ شروع کراتے ہیں اگر اس کا خیال کرتے ہوئے اس عمر میں شروع کرائیں جب بھی حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ سید ضمیر الدین احمد صاحب از الہ آباد محلہ دارا گنج۔ ۲۰ جمادی الآخرہ ۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اسم اعظم کس کو کہتے ہیں، آیا کلام پاک میں ہے یا نہیں اگر ہے تو کہاں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو بتایا ہے یا نہیں کسی طریقہ پر معلوم بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲) عشرہ مبشرہ کا کیا نام ہے؟

الجواب (۱):- اللہ تعالیٰ کا ہر نام اسم اعظم ہے۔ اور تمام ناموں میں سب سے بڑھ کر اسم ذات اللہ ہے، اس کا ورد اور اس کا تصور ہر ایک قسم کی ترقی کا ذریعہ ہے، بزرگان دین نے اسی کے ذریعہ سے سب کچھ پایا ہے۔ اس کے ذکر و فکر سے کسی منزل میں جدا نہ ہوئے۔ اس لئے مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ جو کام کریں اس کے اول میں بسم اللہ پڑھیں کہ اس نام کی برکت ہمیشہ شامل حال رہے اور جو کچھ آپ نے اسم اعظم کے فضائل سنے ہیں سب اس میں موجود ہیں کہنے کا طریقہ اور کہنے والے کی خصوصیت اپنا اثر دکھاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲):- عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے کریمہ یہ ہیں، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن وقاص سعید بن زید، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا ببرکاتہم، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از رائے پور سی پی مرسلہ آدم جی ولی محمد۔ ۲ ر محرم ۱۳۵۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے متعلق، کہ انسان کو دنیا سے جب انتقال کرنے کے بعد جو کہ جنت میں داخل کئے جائیں گے، انھیں حور عنایت کی جائے گی یا نہیں؟ اگر عنایت ہو گی تو کیا اس حور سے اولاد پیدا ہو گی؟

مسئلہ (۲) انسان جب دنیا سے انتقال کرتا ہے تو بعد انتقال کے اس کی بیوی منکوحہ اس کو دستیاب ہو گی یا نہیں اور اگر اس کی عورت جنت میں دستیاب ہو۔ تو کیا بیوی کے ملنے کے بعد اولاد پیدا ہو گی یا نہیں؟

مسئلہ (۳) فرض کردم کہ اگر ایک مرد کی چار بیویاں دنیا میں ہوئی ہوں تو کیا اس کے انتقال ہونے کے بعد چاروں بیویاں ملیں گی اور اگر ملیں

توکیا ان چاروں سے اولادیں پیدا ہونگی۔ علاوہ اس کے کیا جنت میں بیویاں ملنے کے بعد دوران مجامعت میں انسان سے قطراتِ منی خارج ہونگے یا نہیں؟

مسئلہ (۴) دیگر اینکہ اگر ایک عورت کے چار مرد ہوں۔ تو ایسی صورت میں کیا وہ عورت جنت میں چاروں مردوں کو عنایت کی جائے گی، اور کیا ان چاروں سے اولاد پیدا ہوں گی۔ لیکن اگر چاروں کو دستیاب ہوئی تو کن کن صورتوں میں؟

الجواب (۱) جنت میں حور کا ملنا قطعی و یقینی ہے قرآن مجید سے ثابت ہے ارشاد فرماتا ہے۔ فیھن قصرت الطرف لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان۔ اور فرماتا ہے۔ حور مقصورات فی الخیام۔ اور احادیث اس بارے میں بکثرت وارد ہیں اور اہل جنت کے لئے قرآن مجید میں فرمایا۔ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشْتَهُونَ وہ جس چیز کی خواہش کریں گے پائیں گے۔ ترمذی شریف کی حدیث ہے ان یدخلک اللہ الجنۃ یکن لك فیھا ما اشتھت نفسك ولذت عینك۔ اگر خدا تجھے جنت میں داخل کرے تو جو کچھ تیرے نفس کی خواہش ہو اور جس چیز سے تیری آنکھ کو لذت ملے سب کچھ ملے گا لہذا اس کلیہ سے معلوم ہوا کہ اگر اولاد کی خواہش ہو تو وہ بھی ملے گی بلکہ ترمذی کی ایک حدیث ہے۔ المؤمن اذا اشتھی الولد فی الجنۃ کان حملہ و وضعہ و سنہ فی ساعۃ کما یشتھی۔ یعنی خواہش کرتے ہی حمل و وضع اور جوان عمر سب ایک ہی ساعت میں ہو جائیگا رہا اس کا اس کی خواہش نہ ہو یہ اور بات ہے چنانچہ اسحٰق بن ابراہیم کہتے ہیں فی ھذا الحدیث اذا اشتھی المؤمن فی الجنۃ الولد کان فی ساعۃ ولکن لا یشتھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲، ۳، ۴) اگر وہ منکوحہ بی بی بھی جنت میں جائیگی، تو اسے ملے گی، اور اولاد کے متعلق نمبر اول میں گذرا، ایک منکوحہ ہو یا چند۔ سب کا ایک حکم ہے عورت کے اگر متعدد خاوند ہوئے کہ ایک کے مرنے کے بعد دوسرے سے نکاح کیا اور دونوں جنتی ہیں، تو اس میں علماء کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ شوہر اول کو ملے گی اور دوسرا یہ کہ شوہر آخر کو ملے گی اور یہ قول قوی ہے اور جنت میں عورتوں سے جماع بھی کریں گے مگر انزال نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ ایک عورت زید کے ساتھ نکاح میں لائی گئی بعد مہر قرار دینے علاوہ نان ونفقہ وایجاب وقبول کے، اور زید کی عورت سے ایک لڑکا ہے جو نابالغ ہے، کچھ عرصہ کے بعد زید کی منکوحہ انتقال کر گئی، تو انتقال کرنے کے بعد زید کی منکوحہ کے مہر کا حقدار کیا لڑکا جو حقیقی ہے وہ ہوسکتا ہے یا زید کی منکوحہ کے وارثان حقیقی؟

الجواب :۔ زید کی عورت کا لڑکا اپنی ماں کا وارث ہے مگر وہی تنہا وارث نہیں۔ بلکہ عورت کا باپ اوسکی ماں اوسکا شوہر سب ہی وارث ہیں اور جب تک کوئی خاص صورت متعین نہ کیجائے مقدار وراثت متعین نہیں کی جاسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از مدار پور ڈاکخانہ کشن پور ضلع سارن مرسلہ جناب شیخ اختر حسین صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولینا وارث حسن صاحب جو مولینا رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرید اور خلیفہ ہیں ان کے ہاتھ پر بیعت جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی نے نادانی سے بیعت کرلی ہو تو

اس کو دوسرے کسی بزرگ صحیح العقیدہ سے مرید ہونا ضروری ہے؟ یا انہیں کی بیعت کافی ہے؟

الجواب:۔ رشید احمد گنگوہی[1] نے خدا و رسول کی شان میں گستاخیاں کیں جنکی بنا پر علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تکفیر کی اونکے وہ فتاوی کتاب "حسام الحرمین" میں شائع ہو چکے لہذا جو اوس کا مرید و خلیفہ ہو اوس سے بیعت ناجائز وحرام ہے اگر نادانی میں کرلی ہے تو کسی دوسرے بزرگ سنی صحیح العقیدہ سے بیعت کرے اور اوس سے علحدگی اختیار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از دہلی بازار بلی باران بارہ دری شیر آفگن خان متصل مسجد کپتان مرسلہ جناب ضیاء الدین صاحب بہاری ۱۷ رجب ۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا یہ عقیدہ ہے کہ سیدنا حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روضہ شریف سے موجودات میں سے کسی شئی کا معاینہ نہیں فرماتے، نہ آپ کو یہ قوت رب العزت نے عطا فرمائی، جو کسی چیز کا معاینہ آپ فرما سکیں اور نہ جناب کو علم غیب عطا فرمایا گیا، لہذا یہ محض حضور پر بہتان ہے۔ یہ دونوں مسئلہ جناب حق کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ایسے شخص عقیدہ رکھنے والے

---

[1] مولوی رشید احمد گنگوہی نے "براہین قاطعہ" میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ علم شیطان لعین کا بتایا ہے۔ شیطان کیلئے "وسعت علم" کو نص سے ثابت مانا ہے۔ اور حضور کیلئے ماننے کو شرک لکھا ہے۔ اپنے ایک دستخطی مہری فتوی میں خداوند تعالیٰ کیلئے جھوٹ بولنا واقع بتایا ہے۔ انہیں کفریات کی وجہ سے علمائے عرب و عجم نے مولوی رشید احمد گنگوہی پر بھی کفر و ارتداد کا فتوی دیا اور فرمایا من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔ جو اسکے صریح متعین، متبین کفری عبارتوں پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ مانے وہ بھی کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
آل مصطفیٰ

کوامام بناتے ہیں شریعت کا کیا حکم ہے۔ اگر ایسے شخص کو امام تجویز کیا جائے تو اہلسنت کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب:- زید کا یہ عقیدہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر انور میں سے کسی شئی کا معاینہ نہیں فرماتے، بالکل غلط ہے، حضور کی شان تو بہت ارفع واعلیٰ ہے دیگر اموات بھی اپنی قبور سے زائرین کو دیکھتے ہیں، اور انکی آوازوں کو سنتے ہیں اس وجہ سے بوقت زیارت قبور السلام علیکم کہنا بکثرت احادیث میں آیا ہے اور اس کا کہنا سنت قرار پایا ہے، کہ جو نہ دیکھے نہ سنے اوسکو مخاطب کرکے سلام کہنا بالکل بے معنی ہے، مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ امام احمد نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہتی ہیں۔ کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر معھم فواللہ مادخلتہ الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر[1] میں اپنی اوس مکان میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدفون ہیں۔ کپڑے رکھکر چلی جاتی تھی اور میں اپنے جی میں یہ کہتی تھی کہ یہاں تو میرے شوہر اور میرے والد ہی ہیں، مگر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں مدفون ہوئے تو اب تمام کپڑے پہنکر جانے لگی، حضرت عمر سے حیا کی وجہ سے، تو اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اگر یہ حضرات باہر کی چیزیں معاینہ نہیں فرماتے تو حضرت عائشہ کو اپنا طریقہ بدلنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور حیا کرنے کے کیا معنی؟ اور اس خیال کی کیا وجہ کہ یہاں تو میرے شوہر اور والد ہی ہیں۔ لہٰذا تمام کپڑے پہننے کی کیا حاجت شیخ محقق دہلوی

[1] مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور ص ۱۵۴۔ مصباحی

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لمعات میں اس حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں۔
اوضح دلیل علی حیٰوۃ المیت وعلیٰ انہ ینبغی احترام المیت عند زیارتہ مہما امکن لاسیما الصالحون بان یکون فی غایۃ الحیاء والتادب بظاھرہ وباطنہ فان للصالحین مددًا ظاھرًا بالغًا لزوارھم بحسب ادبھم[1] اس حدیث میں اس امر پر واضح دلیل ہے کہ میت کیلئے بھی حیات ہے اور میت کا احترام بوقت زیارت جہاں تک ممکن ہو کرنا چاہئے۔ خصوصًا صالحین کہ اون کے مزارات پر حاضری کے وقت ظاہر و باطن میں کمال حیا و ادب سے کام لینا چاہئے۔ کیونکہ جتنا زیادہ ادب ہوگا۔ اوتنا ہی وہ اپنے زائرین کی زیادہ مدد فرماتے ہیں۔ امام محمد بن حاج مکی مدخل میں اور امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں۔ لافرق بین حیاتہ وموتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذلک عندہ جلی لاخفاء بہ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات کا کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں۔ اور اونکی حالتوں اور نیتوں اور ارادوں اور دل کے خیالات کو جانتے ہیں اور یہ سب حضور کے نزدیک ایسا ظاہر ہے جس میں بالکل پوشیدگی نہیں امام رحمتہ اللہ تلمیذ محقق امام بن ہمام صاحب فتح القدیر اپنی کتاب منسک متوسط اور علامہ علی قاری مکی اوسکی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں، انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم بحضورک وقیامک وسلامک ای بل بجمیع افعالک واحوالک وارتحالک ومقامک، یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری

---

[1] حاشیہ مشکوٰۃ، حوالہ مذکور۔ مصباحی

حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام کو بلکہ تیرے تمام افعال واحوال
دکوچ و مقام کو جانتے ہیں۔ اس باب میں ائمہ و علماء کے اقوال ذکر کئے
جائیں تو ایک کتاب بن سکتی ہے، منصف کیلئے اتنا کافی ہے، یونہیں زید
کا یہ عقیدہ کہ حضور کو علم غیب نہیں عطا فرمایا گیا۔ نرا افتراء وبہتان ہے
آخر وہ قرآن کی کونسی آیت ہے یا کونسی حدیث صحیح ہے جس کا یہ مطلب ہے
کہ حضور کو غیب کا علم نہیں عطا کیا گیا۔ قرآن مجید میں بکثرت آیات ہیں جن
سے ثابت کہ حضور کو غیب کا علم عطا کیا گیا ہے اون میں سے بعض یہ ہیں
مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ۔ ای
عام لوگو اللہ تعالیٰ تمکو غیب پر مطلع نہیں کرتا لیکن اس کیلئے اپنے رسولوں
میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے، اب زید بتائے وہ کون سے رسل
ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے غیب پر مطلع کرنے کیلئے چن لیا ہے اور فرماتا ہے
لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ اپنے غیب پر کسی کو مسلط
نہیں کرتا مگر اپنے برگزیدہ رسول کو۔ یہاں صرف بتانا ہی نہیں ہے بلکہ
مسلط کر دینا فرمایا کہ وہ جسے چاہیں بتا بھی سکتے ہیں۔ چنانچہ بہت سی
غیب کی باتیں حضور نے صحابہ کو بتائیں، جس نے کتب احادیث کا مطالعہ
کیا ہے اوس پر وہ احادیث مخفی نہیں۔ علامات قیامت فتن کا ظہور، امام
مہدی کا پیدا ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول، دجال کا خروج
اور اس کا فتنہ، یاجوج ماجوج کے حالات، ملحمۂ کبریٰ، دین اسلام کا حجاز
کی طرف سمٹ جانا، وغیرہا ہزاروں واقعات کی تفصیل کتب احادیث
میں موجود ہے، یہ حضور نے نہیں بیان کیا تو کس نے بیان کیا، اور حضور
کو اللہ تعالیٰ نے نہیں بتایا تھا، تو کیوں کر بیان کیا، یہ عقائد کہ جو سوال میں

مذکور ہیں وہابیوں کے ہیں۔ ایسے عقیدہ والوں کو نہ امام بنانا جائز ہے اور نہ ان کے پیچھے نماز درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از ملوک پور بریلی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک فرقہ فقیروں میں ہے اور وہ اپنے آپ کو خاندان سہروردی میں مشہور کرتے ہیں۔ جب ان کے یہاں کوئی بیعت یا مرید ہوتا ہے تو اول اسکے تمام سر کے بال ڈارھی، بھوں، مونچھ وغیرہ کے مونڈتے ہیں اور اس کو کفنی پہنا کر اسی کے گھر سے بھیک کے طریقہ سے منگواتے ہیں اور علاوہ اس کے دو تین اور گھروں سے بھی بھیک منگواتے ہیں اور یہ بھی سنا ہے کہ جورو کو اماں کہلواتے ہیں تو یہ طریقہ از روئے شریعت یا طریقت جائز ہے یا نہیں۔ اور یہ طریقہ کون سے فقرا میں جائز ہے، اس کا حوالہ کسی ملفوظات میں اگر تحریر ہو تو تحریر میں لاکر جواب باصواب سے مشرف فرمایا جائے؟

الجواب:۔ بیعت کا یہ طریقہ ناجائز ہے داڑھی مونڈانا حرام ہے، جس بیعت کی ابتدا، حرام سے ہو وہ کیا کارآمد ہوسکتی ہے، اسی طرح بے حاجت بھیک مانگنے کی ممانعت آئی ہے، صحیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

من سأل الناس اموالهم تكثرا فانما يسأل جمرا فليستقل او يستكثر۔ یہ طریقہ کہ ان لوگوں نے ایجاد کیا ہے۔ مشائخ کرام اس سے بالکل بری ہیں جورو کو ماں کہنا حرام اور بری بات ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔ مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ وَلَدْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا (پ۲۸ سورہ مجادلہ رکوع۱)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی عبد العظیم صاحب سلمہ از گریفہ ضلع چوبیس پرگنہ ۲۰ محرم ۵۵ھ
اشعتہ اللمعات باب الاعتصام بالکتاب والسنہ فصل ثالث میں حدیث
غضیف بن الحارث الثمالی کے تحت میں شیخ محقق فرماتے ہیں (پس جنگ در
زدن بسنت اگرچہ اندک باشد بہتر است از نو پدید کردن بدعت اگرچہ حسنہ باشد
زیراکہ باتباع سنت پیدامی شود نور و بگرفتاری بدعت درمی آید ظلمت مثلاً
رعایت آداب خلا و استنجا بروجہ سنت بہتر است از بنائے رباط و مدرسہ
چہ سالک برعایت آداب سنت ترقی کند بمقام قرب و بترک او تنزل کند
ازآں وایں مودی میگردد بترک افضل ازاں تا بمرتبہ قساوت قلب کہ آں
را این و طبع و ختم گویند میرسد نعوذ باللہ من ذلک[1]
بدعت حسنہ کے بارے میں شیخ کی یہ عبارت بالخصوص الفاظ خط کشیدہ
میری سمجھ میں اس کا مطلب نہیں آتا حضور اس کی تشریح فرمادیں۔ اگر سنت
پر بھی سختی کے ساتھ عامل ہو اور اس کے ساتھ بدعات حسنہ کو بھی عمل میں
لاتا ہو اس کے لئے بھی یہ حکم ہوگا؟

الجواب:۔ شیخ علیہ الرحمہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر بدعت حسنہ
و سنت میں مزاحمت ہو کہ بدعت کے عمل کرنے میں ایسا اشتغال ہو کہ
سنت فوت ہو جائے تو یہ سبب ظلمت ہے۔ اور ایسی حالت میں تقرب
نورانیت اس میں ہے کہ سنت پر عمل کرے، بدعت حسنہ کو فوت کردے
مثلاً تعمیر مدرسہ اگرچہ نیک کام ہے مگر اس میں مشغولی کی وجہ سے ان
سنتوں کا ترک کرنا بھی درست نہیں جو پاخانہ و پیشاب کے متعلق ہیں نماز
وغیرہ عبادات کی سنتوں کا فوت کرنا کیوں کر درست ہو سکتا ہے حضرت

---

[1] اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۴۷۔ مصباحی

شیخ کا یہ لفظ (گرفتاری) اسی معنی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس کلام کا ہرگز یہ مفہوم نہیں ہو سکتا کہ مدرسہ ومسافر خانہ بنوانا دل میں تاریکی پیدا کرتا ہے۔ اگرچہ ان کی وجہ سے سنت فوت نہ ہو، کیونکہ ایسا ہوتا تو پھر اس کو بدعت حسنہ کہنا غلط ہوگا۔ کیونکہ جس چیز سے دل سیاہ ہو اس کو حسنہ نہیں کہا جا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ محمد امین صاحب موضع بھیرہ قصبہ ولید پور اعظم گڈھ ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵ھ

معروض خدمت اینکہ مندرجہ ذیل حدیث کے متعلق منکرین علم غیب طرح طرح کے خیالات ظاہر کرتے ہیں، اور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف اور ناقابل استدلال ہے، حضرت سے یہ دریافت طلب ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کن علماء نے اس کی تصحیح کی ہے صاف صاف تحریر فرماویں۔ اشد ضرورت ہے۔ حدیث وقد قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ المعراج قطرت فی حلقی قطرۃ فعلمت ما کان وما سیکون۔ دراحادیث معراجیہ آمدہ است کہ در زیر عرش قطرہ در حلق می ریختند فعلمت ما کان وما سیکون۔؟

الجواب:۔ یہ حدیث نظر فقیر سے کتب حدیث میں نہیں گذری۔ اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو تو اعتراض اس وقت ہو سکتا ہے کہ مسئلہ علم غیب کا مدار اس پر ہو، جب یہ مسئلہ آیات واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو اس حدیث کا ضعیف ہونا کیا مضر ہے۔ ترمذی کی حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے فتجلی لی کل شئی وعرفت یعنی میرے لئے ہر چیز ظاہر ہوگئی اور میں نے پہچان لی، یہ حدیث معراج منامی کی ہے جس کی امام بخاری

وغیرہ ائمہ نے تصحیح فرمائی۔ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ نے "الدولۃ المکیہ" میں تحریر فرمایا۔ صححہ البخاری والترمذی وابن خزیمۃ والائمۃ بعدھم لہٰذا وہ حدیث اگر ضعیف بھی ہو تو اس کی تائید سے درجۂ حسن کو پہونچ جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ جناب محمد محفوظ اللہ صاحب رجسٹرار قانونگو پنشنر قصبہ سورون چودھری محلہ ضلع ایٹہ۔

شبلی نعمانی نے اپنی کتاب سیرۃ النبی حصہ دوم میں (غالباً) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ مبارک نہ ہونے کی احادیث کو ضعیف وغیر معتبر لکھا ہے اس کی بابت جو تحقیق امر ہو۔ بحوالہ کتب وغیرہ ارقام فرمایا جائے تاکہ اطمینان ہو، کیونکہ آج تک عموماً یہی سنا اور دیکھا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک نہ تھا۔؟

الجواب:۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پاک کا سایہ نہ تھا اس کے متعلق اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایک رسالہ تحریر کیا ہے جس کا نام "نفی الفیٔ" ہے بریلی سے منگا کر دیکھئے اگر وہ احادیث ضعیف ہوں جب بھی حرج نہیں کہ باب فضائل میں احادیث ضعیفہ بھی معتبر ہیں۔ کما ھو مصرح فی الکتب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی فیض الہدیٰ صاحب گیوال بیگہ گیا۔ ۱۹ر صفر ۱۳۵۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ ایک بزرگ صاحب طریقت سلسلہ عالیہ قادریہ اپنے وصال سے قبل اپنے چند خاص مریدوں کی موجودگی میں اپنے دو صاحب زادوں کو اپنی جگہ سجادہ نشیں کی وصیت فرمائی اور فرمایا کہ ان دونوں کو میں نے اپنا سجادہ نشیں بنایا۔

اوران دونوں میں ہر ایک اسکی اہلیت اور قابلیت وصلاحیت بھی رکھتے ہیں
شخصے زید جو اسی خاندان میں مرید تھا جس کو بزرگ موصوف نے اپنے
حین حیات میں اس کی گمراہی اور گستاخی کے سبب اپنے حلقۂ مریدین
سے خارج فرما دیا تھا۔ وہ شخص دو سجادہ نشین کے تقرر کو آئین اسلام
دستور عمل سلف وخلف کے خلاف بتلاتا ہے اور دلیل یہ بیان کرتا ہے۔
"سجادہ واحد پر بیک وقت انتخاب اماین کا سدباب حضرات خلفائے
راشدین کے زمانہ مبارکہ میں باتفاق اجماع صحابہ عظام رضوان اللہ علیہم
اجمعین بروز وصال رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوچکا اور امت
خیر الامم میں یہی عمل درآمد ہے ایسے انتخاب کو مطلق سواد اعظم یعنی اجماع
صحابہ عظام نے جبکہ باطل فرمایا تو اب سوائے نادان ناتجربہ کار کے کون
مخالفت سواد اعظم کی ہمت کرسکتا ہے۔
اور "سجادہ نشین کا تقرر صحیح وجائز ماننے والوں کو گمراہ، جاہل
فتنہ پرداز خسر الدنیا والآخرہ کے "مصداق ومستحق لکھتا ہے"، اور جن جاہلوں
نے سجادہ واحد پر اماین کا سواد اعظم کے خلاف تقرر جائز مان لیا وہ سب
کے سب ملت حق کش مؤدین فتنہ پرداز گمراہ نہ تصور کیئے جائیں گے
ضرور ضرور ایسے فتنہ پرداز خسر الدنیا والآخرہ کے مصداق ومستحق ہیں، پس
آپ حضرات علمائے کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ کیا واقعی دو سجادہ
نشین کا تقرر مطلقاً ناجائز وباطل ہے۔ آیا یہ زید کا خیال اور یہ دلیل شرعاً
درست ہے یا خلاف شرع؟ اور جبکہ زید دو سجادہ نشین کے ماننے
والوں کو گمراہ جاہل فتنہ پرداز خسر الدنیا والآخرہ کا مستحق ٹھہراتا ہے۔
تو ایسی صورت میں اس کیلئے کیا حکم ہے۔ مسئلہ مذکور پر غور فرما کر جو

حکم شرع ہو بدلائل شرعیہ فقہیہ مزین بمواہیر جواب بالصواب حتی الوسع جلد سرفراز فرمائیں ؟

الجواب:۔ کسی شیخ کی سجادہ نشینی اور امامت کبریٰ میں زمین و آسمان کا فرق ہے شیخ کی سجادہ نشینی کا مقصد اوس کے طریقہ کی تبلیغ وارشاد و ہدایت ہے، اور امامت کبریٰ کا مطلب امور مسلمین کو منظم رکھنا اور انکے مابین منازعات میں فیصلہ کرنا اور فسادات کو دفع کرنا حدود و قصاص قائم کرنا چور ڈاکو اور بدمعاشوں کو مقہور و مغلوب کرنا وغیرہ وغیرہ ہے، جب ان میں ہر ایک کا مقصد جداگانہ ہے تو ایک پر دوسرے کو قیاس کرنا غلطی ہے، اسلئے شیخ کی خلافت و جانشینی کے شرائط امیر المومنین میں تلاش کرنا اور امیر کے شرائط کو خلیفہ شیخ میں ڈھونڈنا جہالت و نادانی ہے۔ اگر خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں انتخاب امامین کا سدباب ہوا تو وہ امامت کبریٰ ہے جو بیک وقت دو شخص کیلئے نہیں ہوسکتی اور واقعہ بھی یہی ہے کہ دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند اور اگر شیخ کے خلفاء میں ان اصول پر پابندی کی جائے تو اس خلافت کیلئے بھی سب سے پہلی شرط قرشیت کی ہونی چاہیئے اور حدیث الأئمة من قریش سے استدلال کر کے غیر قریش میں سلاسل مشائخ کا سدباب کیا جائے۔ اگر لفظ امامت و خلافت کی وسعت کو دیکھتے ہوئے اس کے تعدد کا دروازہ بند کیا جائے تو شہر بھر میں نماز کیلئے ایک ہی امام ہونا چاہیئے، بلکہ ہندوستان بھر میں بلکہ دنیا بھر میں صرف ایک ہی سلسلہ رہنا چاہیئے اور سب کو اسی کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیئے نہ سلاسل کا تعدد ہو، نہ شیوخ کی کثرت ہو۔ پس لازم ہے کہ ایک پیر ہو اور سب اسی کے مرید ہوں، جو مقصد شیخ کی جانشینی کا ہے وہ تعدد کے منافی نہیں، نہ تعدد خلفاء ہونے میں فتنہ و فساد کا فتح باب ہے۔ لہٰذا اس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از ٹھانہ مرسلہ محمد اسماعیل ولد الفو ۲ر شعبان ۵۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ
(۱) قبر کے اندر میت کی روح سے سوال ہوتا ہے یا جسم سے، بیان فرمائیں؟
(۲) مسلمان کی روح گھر پر آتی ہے پھر وہ مسجد میں جاتی ہے۔ ایک عالم نے لکھا ہے۔ صحیح ہے یا غلط، بیان فرمائیں؟
(۳) عورت اپنے شوہر سے اپنے ماں باپ کے سامنے گھونگٹ نکال سکتی ہے یا نہیں، بیان فرمائیں؟
(۴) پردے والی عورت کے پاس کون شخص جا سکتا ہے، نام بنام تبلایا جائے؟
(۵) شب برات کے حلوا کے واسطے کیا حکم دیتے ہیں۔ جناب مولانا مولوی مظہر الدین صاحب دہلوی کا فتویٰ ہے آپ علمائے دین اس کا کیا فیصلہ دیتے ہیں جائز ہے یا نہیں بیان فرمائیں؟
(۶) پروردگار عالم نے جس وقت سجدہ کا حکم کیا کیا اس وقت سب ملائکہ اور فرشتوں نے اور روح نے سجدہ کیا۔ کسی نے اول کا کیا، کسی نے آخر کا کیا، جس روح نے اول کا کیا اور آخر کا نہ کیا، اور آخر کا کیا اول کا نہ کیا، کسی روح نے، اب یہاں اس سجدہ کی قضا نکالنے کے واسطے کونسا وقت ہے۔ جس روح نے آخری سجدہ نہ کیا تھا یہ بھی ایک عالم نے ایک کتاب میں لکھا ہے صحیح ہے یا غلط بیان فرمائیں؟
(۷) میری نظر سے ایک اشتہار گذرا ہے اس اشتہار کے اندر ایک شعر لکھا ہوا ہے اس شعر کے رد میں یہ اشتہار شائع ہوا ہے اس کا رد قرآن و حدیث اور فقہ سے کیا جائے؟

الجواب :۔ (۱) روح و جسم دونوں سے سوال ہوتا ہے اور دونوں پر ثواب ہے یا عذاب۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۲) بعض روحیں آجا سکتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) گھونگٹ نکال سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) عورت کے محارم یعنی جن سے اس عورت کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو اور غیر محارم سے اس کا سارا بدن چھپنا چاہیئے۔ ضرورت کے وقت منہ اور ہاتھ کی طرف نظر جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) حلوا جائز چیز ہے شب برأت کو بھی جائز ہے، دوسرے دنوں میں بھی جائز ہے جب ایک چیز جائز ہے تو کسی خاص دن نا جائز ہونے کیلئے دلیل شرعی درکار ہے۔ اپنے اٹکل سے جائز کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) اس کا ثبوت معتبر روایات سے فقیر کے سامنے نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) شعر کے رد میں وہابیوں کے فتوے اشتہار میں شائع کئے پہلا فتویٰ یہ بتاتا ہے کہ وہ کافر ہے اسکی بی بی نکاح سے باہر اور بعد والے فتوے بتاتے ہیں کہ گنہگار ہے۔ یہ دہلی اور دیوبند کے فتوے کفر کا حکم نہیں دیتے۔ مختار کے معنی چنے ہوئے اور پسندیدہ کے ہیں اس میں شک نہیں کہ انبیاء و اولیاء خدا کے مقبول و پسندیدہ بندے ہیں اس عقیدہ سے نہ آدمی کافر ہوتا ہے نہ مبتدع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی غلام جیلانی صاحب صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ ۱۸؍ صفر ۶۰ھ

(۱) اصول الشاشی بحث ثالث کے اختتام پر تعارض ادلہ کے بیان میں فرمایا "وان کان بین السنتین یمیل الی آثار الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم"، جب دو سنت میں تعارض ہو تو آثار صحابہ کی جانب رجوع ہوگا اسکی ایک مثال تحریر فرمائی جائے؟

(۲) اصول الشاشی بحث رابع میں قیاس کی حجت پر ابتدائً اخبار سے استدلال فرمایا، پھر ایک اثر نقل فرمایا جس کے الفاظ یہ ہیں۔ سئل ابن مسعود عن من تزوج امرأۃ ولم یسم لہا مہرًا وقد مات عنہا زوجہا قبل الدخول الخ۔ اس سے پہلے جس قدر اخبار نقل فرمائیں سب میں مقیس علیہ کا ذکر ہے یہ تحریر فرمایا

جائے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسئلہ کا مقیس علیہ
کس چیز کو قرار دیا ہے فتح القدیر میں ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ جب حضرت
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حکم بیان فرما چکے، تو ایک صاحب کھڑے ہوئے
اور بیان کیا کہ ایسا ہی حکم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے مسماۃ بروع کے
حق میں فرمایا تھا یہ سنکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیحد مسرت
ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسئلہ
مذکور کا حکم بطور قیاس نکالا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کا علم بعد میں ہوا
لہذا مقیس علیہ بیان فرمایا جائے ؟

الجواب (۱) :۔ "شرح معانی الآثار" میں بہت سے مواقع پر احادیث متعارضہ
میں اقوال صحابہ کی طرف توجہ کی ہے، مثلاً حدیث "إن ابن عمر کان اذا سجد بدأ بوضع
یدیہ قبل رکبتیه وکان یقول کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یصنع ذالك وحدیث
ابی هریرة "اذا سجد احدکم فلا یبرك کما یبرك البعیر ولکن یضع یدیه ثم رکبتیه" یہ
دونوں حدیثیں چاہتی ہیں کہ سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ رکھے جائیں۔
پھر گھٹنے اور حدیث وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ "کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیه وسلم اذا سجد بدأ بوضع رکبتیه قبل یدیه" چاہتی ہے کہ پہلے گھٹنے رکھے
جائیں۔ اب آثار صحابہ کی طرف نظر کی جاتی ہے تو اسود و علقمہ نے کہا "حفظنا
عن عمر فی صلاته انه خر بعد رکوعه علی رکبتیه کما یخر البعیر ووضع رکبتیه
قبل یدیه" اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کرتے تھے "ان رکبتیه
کانتا تقعان علی الارض قبل یدیه" واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ بہت سی کتابوں
میں مذکور ہے۔ اور اسانید صحیحہ کے ساتھ مروی ہے مگر اس صورت کا مقیس علیہ

انھوں نے کس کو قرار دیا، یہ نظر فقیر میں نہیں ہے جو کچھ اس وقت ذہن ناقص میں ہے ان کان حقا فمن اللہ وان کان غیر ذلک فمنی ومن الشیطن۔ وہ یہ ہے کہ مہر مسمی کی صورت میں دخول یا موت سے پورا مہر واجب ہوتا ہے اور قبل دخول طلاق ہو تو نصف مسمی واجب ہوتا ہے، اور عدم تسمیہ کی صورت میں دخول سے پورا مہر مثل واجب ہوتا ہے پہلی صورت میں دخول و موت کا ایک ہی حکم ہے یہاں بھی ایک ہی حکم ہونا چاہیئے یعنی لہا مہر مثل نسائہا لاوکس ولا شطط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ حاجی فتح محمد و محمد کامل سوداگر پارچہ بنارسی ۷، ارجمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

(۱) اگر کسی شخص کو اجازت و خلافت نہ ہو اس کا مرید کرنا اور خلافت دینا کیسا ہے؟

(۲) جو پیر مسجد میں بلا عذر نماز باجماعت نہ پڑھتا ہو اسکا مرید ہونا اور اس سے خلافت لینا کیسا ہے؟

(۳) ایسا مرید جس کے مریدین میں سے وہابیہ غیر مقلدین میں سے لڑکی نکاح میں رکھتا ہو اور وہ پیر اپنے مریدین کے نکاح قطع نہ کرتا ہو اور انھیں مریدین کے یہاں وہ پیر دعوت کھاتا ہو اور رقم نذرانہ لیتا ہو لہذا ایسے پیر طریقت اور مرید کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ (۱) جس شخص کو اجازت و خلافت نہیں ہے نہ وہ مرید کر سکتا ہے اور نہ خلافت دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) صحیح یہ ہے کہ بلا عذر شرعی ترک جماعت گناہ ہے اور جب یہ ترک جماعت اس کی عادت ہو تو اس سے نہ مرید ہونا چاہئے نہ خلافت لینی چاہئے اور اگر ترک جماعت اس لیئے کرتا ہے کہ امام قابل امامت نہیں ہے یا وہ ایسا ہے کہ اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے تو اس جماعت کو ترک ہی کرنا چاہئے مگر اسے چاہئے کہ دوسری جماعت کرے جو موافق سنت ہو اگر ممکن ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اگر وہ لڑکی خود وہابیہ نہ ہو جب تو نکاح میں کوئی حرج ہی نہیں اور اگر پہلے وہابیہ کے عقائد پر تھی پھر تائب ہو گئی، اور تجدید نکاح کرا دی جب بھی کوئی حرج نہیں اور اگر اب بھی وہ عورت وہابیہ کے عقائد پر ہے اور پیر نے مرید سے کہا اور اس نے نہیں مانا تو پیر کے ذمہ الزام نہیں مگر اپنی دعوت و نذرانہ کی خاطر اس مرید سے اختلاط رکھتا ہے اور اس سے اجتناب نہیں کرتا ضرور قابل الزام ہے اور جب وہ پیر اپنی منفعت دنیوی کو احکام شرعیہ پر ترجیح دیتا ہے تو اس کے ذریعہ سے سلسلہ کا فیض کیا ملے اور اس سے مرید ہونے کا کیا حاصل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از بمبئی گول پیٹھا اسلام پورہ اسٹریٹ للو بھائی دیوی داس کی چال پہلا مالا مرسلہ اسمٰعیل ابن الفو ۱۶ ررجب ۶۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں

(۱) ہم دیکھتے ہیں کتابوں کے اندر قیامت کے روز سورج سوا نیزہ پر آجائیگا نیزہ کس کو کہتے ہیں۔ بیان فرمادیں؟

(۲) قیامت کے روز زمین و آسمان سب فنا ہو جائیں گے، اس وقت حضور کی امت کہاں کھڑی ہو گی، بیان فرمادیں؟

(۳) وہ قبر کون سی ہے زمین کی چوطرف پھرتی ہے، اس کے اندر جو بزرگ ہیں زندہ ہیں اور یاد الٰہی کرتے ہیں بیان فرمادیں؟

(۴) زمین و آسمان سے پہلے کیا چیز موجود تھی بیان فرمادیں؟

(۵) لوگ کہتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خانصاحب نے چھ نبی مانے، بیان فرمادیں؟

الجواب (۱) صحیح مسلم شریف میں مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول تدنی الشمس یوم القیامۃ من

الخلق حتی تکون منھم کمقدار میل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن آفتاب لوگوں سے قریب ہوگا یہاں تک کہ ایک میل کی مقدار پر ہوگا، میل کے معنی سرمہ کی سلائی بھی ہے اور میل مسافت بھی، حدیث میں دونوں معنی ہوسکتے ہیں اور ظاہر میل مسافت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ، جس دن زمین غیر زمین سے بدل دی جائے گی، اور آسمان غیر آسمان سے بدل دیئے جائیں گے۔ قاضی بیضاوی نے اس کی تفسیر میں تحریر فرمایا کہ تبدیل کبھی ذات میں ہوتی ہے کبھی صفات میں اور آیت میں دونوں احتمال ہیں۔ اسکے بعد فرماتے ہیں۔ وعن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تبدیل ارضا من فضۃ و سمٰوت من ذھب، وعن ابن مسعود وانس یحشر الناس علی ارض بیضاء لم یخطا علیہا احد خطیئۃ، وعن ابن عباس ھی تلک الارض وانما تغیر صفاتھا و یدل علیہ ما روی ابوھریرۃ انہ علیہ السلام قال تبدل الارض غیر الارض فتبسط و تمد مد الادیم العکاظی لا تری فیھا عوجا ولا امتا۔ بالجملہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تبدیل ذات کا قول کیا ہے اور بعض نے تبدیل صفات کا۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی۔ قالت سئلت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قولہ یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات فاین یکون الناس یومئذ قال علی الصراط۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جس دن زمین وآسمان بدل دئے جائیں گے آدمی کہاں ہوں گے فرمایا صراط پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) کوئی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) زمین وآسمان سے پہلے پانی کو پیدا کیا۔ صحیح بخاری شریف میں

عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کان اللہ ولم یکن شئی قبلہ وکان عرشہ علی الماء ثم خلق السموات والارض اللہ تھا اور کچھ نہ تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا پھر اس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) یہ بالکل جھوٹ اور محض غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ محمد کامل صاحب بنارس یکم محرم الحرام ۱۳۶۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طریقہ سنت کو بدلنا یا کسی عمل سے جبکہ سنت کا ترک یا رفع لازم آئے۔ تو وہ عمل کیسا ہے ؟

الجواب:۔ سنت کو بدلنا یا ایسا عمل کرنا جس سے سنت کا ترک لازم آئے مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ محمد اسماعیل سنجان ضلع تھانہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ

(۱) جنت زمین پر ہے یا آسمان پر ؟

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا نام مبارک کیا ہے ؟

الجواب (۱) جنت آسمانوں کے اوپر ہے، قرآن مجید میں فرمایا کہ اسکی چوڑائی آسمان و زمین کی برابر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کا نام یُوحَانِذ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ عبدالرحمٰن بر مکان ظہور میانجی برکت پورہ خانقاہ برکاتیہ مالیگاؤں ناسک ۲ رجمادی الآخری ۱۳۶۱ھ

(۱) بہار شریعت حصہ اوّل صفحہ ۵۵ پر لکھا ہے کہ مسلمان کو مسلمان جاننا اور کافر کو کافر جاننا ضروریات دین سے ہے۔ زید عالم ہے اور ایسا کہتا ہے کہ اس کی کیا تخصیص ہے تمامی مسائل ضروریات دین سے ہیں خواہ سنت

مستحب ہو یا واجب فرض ہو۔ کسی مسئلہ کا منکر کافر ہے زید کا ایسا کہنا ہے تو زید کا کہنا آپ کی تحقیق میں کیسا ہے صحیح ہے یا غلط ہے۔ اگر زید کا کہنا صحیح ہے تو آپکے کہنے میں اور زید کے کہنے میں کیا فرق ہے اگر ضروریات دیگر بات ہے تو اسکے پہچاننے کی کیا صورت ہے کہ ضروریات دین کیا ہے اور غیر ضروریات کیا ہے۔ زید کے بتلانے سے بہت بڑی پریشانی ہے خلاصہ تحریر فرما دیں؟

الجواب:۔ مسائل میں بعض ضروریات دین سے ہیں بعض نہیں مسائل بہت سے اجتہادی بھی ہیں کہ ایک مجتہد اور اس کے مقلدین ان کو مانتے ہیں۔ دوسرا مجتہد اور اس کے مقلدین ان کو نہیں مانتے، سب کو ضروریات دین سے کیوں کر کہا جا سکتا ہے ضروریات دین میں ائمہ وعلماء کا اختلاف نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ مسائل ہیں کہ اس کے علم میں اہل علم اور غیر برابر ہیں۔ ہر ایک کو اس کا دین سے ہونا معلوم ہے اور غیر اہل علم سے مراد یہاں کے وہ لوگ ہیں جو علماء کی صحبت پائے ہوئے ہیں زید کا تمام ہی مسائل کو ضروریات دین سے کہنا غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ ۲۸ رر رجب ۶۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔

الفاظ	معانی
یا ایہا الذین آمنوا	یا ایہا الرسول والذین معہ
یا ایہا الرسول والذین معہ	محمد رسول اللہ والذین معہ
محمد رسول اللہ والذین معہ	جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھ کے

یا ایہا الذین آمنوا کی تفسیر جو کہ خداوند کریم نے فرمائی ہے ملاحظہ فرما کر تحریری جواب عنایت فرمائیگا کہ یا ایہا الذین آمنوا کے معانی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے) ہیں یا نہیں۔ اگر یہی معانی ہیں تو تحریر فرمائیگا

کہ معنی درست ہیں اگر درست نہیں تو تحریر فرمائیگا کہ غلط ہیں۔ اوراس کے ساتھ ہی آپ یہ بھی تحریر فرمائیگا کہ۔ یا ایہا الذین آمنوا کے اندر جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم شامل نہیں ہیں ؟

الجواب :۔ عرف شرع میں ایمان کے معنی ہیں اون تمام چیزوں کی تصدیق کرنا جن کا دین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہونا بالضرور معلوم ہو، یا یوں کہا جائے کہ جمیع ضروریات دین کی تصدیق کا نام ایمان ہے قاضی بیضاوی نے تفسیر میں فرمایا۔ اما فی الشرع فالتصدیق بما علم بالضرورانہ من دین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کالتوحید والنبوۃ والبعث والجزاء لہذا یا ایہا الذین امنوا سے حقیقۃً وہی مراد ہیں جو صدق دل سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اون تمام امور کی تصدیق فرمانے والے تھے جنکی تصدیق کا نام ایمان ہے، مگر چونکہ حضور کا رتبہ ایمان میں بھی سب سے بلند و بالا ہے۔ لہذا حضور کو نبی و رسول وغیرہ الفاظ سے یاد فرمایا گیا ہے اور یہ لفظ امت کیلئے عموماً بولا جاتا ہے مثلاً۔ آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ۔ اور۔ وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَہُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِہِمْ، وغیرذلک، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ آمدہ از صدر بازار شمیم منزل ناگپور مرسلہ مولوی حافظ مصلح الدین صاحب صدیقی خطیب جامع مسجد۔

خطبات جمعہ کے ضمیمہ جات میں کہیں کہیں خطبہ نکاح کے بعد وہ مخصوص دعا بھی ہے جو عام طور پر پڑھی اور سنی جاتی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے۔ اللھم الّف بینھما کما الفت بین سلیمان و بلقیس علیھما السلام و بین یوسف و زلیخا علیھما السلام، ایک وہابی کو خط کشیدہ اسماء کی مناکحت پر اعتراض ہے

وہ کہتا ہے کہ قرآن وحدیث سے یہ مناکحت ثابت نہیں اور جو یہ مشہور ہے وہ محض اسرائیلی قصے ہیں جو مفسرین نے تفاسیر میں شامل کر دیئے۔ واقعہ زلیخا کے متعلق یہ کہتا ہے وہ عورت کیسے بیوی ہو سکتی ہے جو شوہر کو جیلخانہ بھجوادے۔ اور واقعہ بلقیس کے متعلق یہ کہ وہ آئیں اور چلی گئیں نکاح نہیں ہوا۔ حضور سے اسکی تحقیق مطلوب ہے اگر حوالہ کے ساتھ ہو تو بہتر ہے؟

الجواب:۔ حضرت بلقیس و زلیخا کے ساتھ حضرت سلیمان و یوسف علیہما السلام کا نکاح اگر قرآن و حدیث میں مذکور نہیں تو ان کے انکار کی بھی کوئی وجہ نہیں۔ اسرائیلی روایات وہی رد کی جائیں گی جو قرآن وحدیث کے مخالف ہوں۔ اگر مخالف نہ ہوں تو ان کی تکذیب نہیں کیجائیگی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لاتصدقوا اھل الکتاب ولا تکذبوھم۔ اور جب کہ علمائے اسلام نے بلانکیر اس نکاح کو اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا اور قواعد اسلام کے بھی یہ روایتیں مخالف نہیں تو ان کی تکذیب بھی درست نہیں پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ حدثوا من بنی اسرائیل ولاحرج۔ حضرت زلیخا کے متعلق یہ کہنا کہ اگر وہ بیوی ہوتیں تو قید خانہ نہ بھجواتیں جس وقت میں حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام قید خانہ تشریف لے گئے تھے اس وقت زلیخا ان کی زوجہ نہ تھیں، بلکہ عزیز مصر کی زوجہ تھیں، اور قید خانہ جانے اور بھجوانے کے اسباب و علل کی طرف اگر نظر کی جائے تو اس قسم کے توہمات پیدا ہونے کی بالکل گنجائش نہیں، میں کتب بینی سے مجبور ہوں ورنہ اس مسئلہ کا کافی ثبوت پیش کرتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ مولوی محمد خلیل صاحب قادری صدر المدرسین مدرسہ انوار العلوم قصبہ جین پور ضلع اعظم گڈھ ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۶۶ھ

اقدس حضرت دامت برکاتہم العالیہ۔ بعد سلام مسنون و اشتیاق قدم بوسی

کے گذارش ہے کہ اس وقت ہندوستان کے مسلمان کانگریسی حکومت کے مظالم کی وجہ سے سخت پریشان ہیں۔ خاص کر سکھوں کے کافی تعداد میں آجانے اور مسلمانوں کے خلاف پروپگنڈہ کرنیکی وجہ سے فضا اور بھی خراب ہو رہی ہے جین پور میں بھی ابھی تھوڑے آئے ہیں اور عظمت گڑھ کوٹھی والے سے جگہ مانگی ہے۔ سنا ہے کہ اس نے جگہ دینے کا وعدہ کیا ہے سنا جاتا ہے کہ عظمت گڑھ کوٹھی کا خادم جو جین پور کے قریب ہے وہاں پانچ سو سکھوں کا کیمپ بنایا جائیگا یہاں کے مسلمان اس بلائے ناگہانی کیوجہ سے اور بھی پریشان ہیں لہذا ایسی صورت میں مسلمان کو کیا کرنا چاہیئے کوئی بہتر راہ عمل تجویز فرمائی جائے؟

الجواب:۔ اس وقت ہندوستان کی فضا بہت مکدر نظر آتی ہے۔ ہندؤں کی طرف سے ایسی کاروائیاں ہو رہی ہیں جن سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ وہ آئندہ کے ایک بڑے فساد کا پیش خیمہ ہیں مگر ابھی سے گھبرا کر مسلمانوں کو ہاتھ پاؤں چھوڑ دینا نہ چاہیئے صبر و ضبط و تحمل سے کام لینا چاہیئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہنود کی جانب سے طعن و تشنیع سنی جائے اور وہ برے بھلے الفاظ پر اتر آئیں ایسی صورت میں بھی مسلمانوں کو چاہیئے کہ صبر کریں اور کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالیں جس سے فساد کا دروازہ کھلتا ہو۔ اس پر آشوب زمانے میں عزم و استقلال کے ساتھ کام کرنا ہی مقتضائے عقل و دین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ قیامت آنے کے بعد روحیں کہاں رہیں گی، جہاں رہیں گی وہاں کیا کریں گی اور کب تک رہیں گی اور کس حالت میں رہیں گی جیسے انسان یہاں ہیں ویسے ہی بجنسہ وہاں رہیں گی۔ کیا کچھ فرق ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ قیامت جب قائم ہوگی تو ہر روح اپنے اسی جسم میں ہوگی۔ اور جسم مع روح جنت یا دوزخ میں ہوگا۔ یعنی معاملہ قیامت ختم ہونیکے بعد

کوئی چین وراحت میں ہوگا کوئی تکلیف و عذاب میں ہوگا۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی محمد خلیل صاحب قادری از جین پور مدرسہ عربیہ انوار العلوم ضلع اعظم گڈھ ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۶۶ھ

سفارت کے متعلق حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر بطور اجرت لیا ہے تو واپس کردے۔ پھر ادارہ اپنی طرف سے بطور انعام کچھ دے اس میں سے کار خیر میں صرف کرسکتا ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ میرے پاس زیادہ روپیہ امسال کی سفارت کا ہے اور کچھ سال گذشتہ کی سفارت کا، کچھ اس کے پہلے کا بھی ہوگا۔ اور میں سفارت چھ سال سے کررہا ہوں اور پورا روپیہ کسی سال کی سفارت کا نہیں ہے، مگر کوشش کرنے پر شاید دو سال کی سفارت کا حساب دے سکوں۔ تو اب دو سال کا حساب مکمل کرکے واپس کیا جائے یا مبہم طور پر واپس کیا جائے۔ اور بہر تقدیر بقیہ روپیہ جو اپنے مصرف میں خرچ کر چکے، اس کے لئے توبہ و استغفار کافی ہے یا یہ کہ ادارہ کا مطالبہ ہمارے ذمہ رہے گا۔ اور اس کے لئے کہیں سے قرض لیکر حیلہ کرنے کی ضرورت ہے کثرت سوال خلاف ادب تو ضرور ہے مگر جو مسائل ہمیں نہ معلوم ہوں وہ کس سے دریافت کریں۔ لہذا حضور کرمنامہ سے ضرور سرفراز فرمائیں؟

الجواب:۔ دو سال کی رقم جب ادارہ کو آپ دے سکتے ہیں تو وہ واپس دے دیجئے، پھر اگر ادارہ کی جانب سے کچھ انعام ملے تو اس رقم انعام سے اگلی سالوں کا مطالبہ بھی آپ بیباق کرسکتے ہیں۔ اگر ایک مرتبہ میں نہیں تو چند بار اس طرح کرنے سے مطالبہ سے آپ پاک و صاف ہوسکتے ہیں حقوق مالیہ میں صرف توبہ و استغفار بغیر ادائے حق کافی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی محمد صدیق صاحب خیرآباد از مدرسہ عربیہ مالیگاؤں ضلع ناسک ۲۱/ ذی الحجہ ۶۶ھ

تبادلہ آبادی شرعاً جائز ہے یا نہیں، اگر ناجائز ہے تو کیا دلیل ہے۔ اکثر لوگ یہ کہدیا کرتے ہیں کہ حضور کعبہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت فرما گئے، اور اگر مسلمان اپنی جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جائیں تو کیا حرج ہے۔ مساجد و دیگر دینی باتوں کا خدا حافظ ہے؟

الجواب :- ہندوستان کی مختلف حالت ہے بعض ایسے مقامات ہیں جہاں دو تین گھر یا اس سے کچھ زیادہ مسلمانوں کے ہیں اور آس پاس ہزاروں سے بھی زیادہ تعداد میں ہنود ہیں، اگر وہ وہاں کے مسلمانوں کو ختم کرنا چاہیں تو بہت آسانی کیساتھ ایسا کر سکتے ہیں اس کی بکثرت مثالیں فسادات بہار و پنجاب میں ملیں گی، ایسی جگہ کے مسلمان جو اس قسم کے خطروں میں گھرے ہوئے ہیں جنکی حفاظت کا کوئی ذریعہ نہیں اور جان بچنے کی کوئی سبیل نہیں اونکو اس پر خطر زمانہ میں ضرور ترک وطن کرکے ایسی جگہ چلا جانا چاہیئے جو خطرہ سے خالی ہو اور جہاں یہ بات نہیں مسلمان بھی ایک بڑی تعداد میں سکونت پذیر ہیں اونکو ترکِ وطن کرنیکی کوئی حاجت نہیں، ایسی صورتیں میں کہ سب وہاں سے جا نہیں سکتے اگر بہت سے گئے تو باقیوں کیلئے خطرے کا دروازہ انھوں نے اور زیادہ وسیع کردیا وطن چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جانا کوئی معمولی کام نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ لاکھوں کی تعداد میں وطن چھوڑ چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں چلے جارہے ہیں جہاں نہ تو رہنے کی جگہ ہے، نہ کھانے کا سامان ہے، نہ پہننے کیلئے کپڑے، نہ خانہ داری کی ضروریات۔ پھر راستہ بھی پر خطر کہ ہزاروں کی تعداد میں گئے اور صرف سیکڑوں کی تعداد میں وہاں پہونچ سکے، باقی راستے ہی میں ختم ہوگئے اس طرح بھاگنے کا کیا نتیجہ و فائدہ۔ پھر جو لوگ واقعی ترکِ وطن پر مجبور ہوئے اور

انھوں نے ترکِ وطن کیا توانھوں نے فتوے کے ذریعہ سے ترکِ وطن نہیں کیا جب اونکے سامنے ترکِ وطن ناگزیر ہوا مجبور ہوکر وہ دوسری جگہ چلے گئے بلا ضرورت شدیدہ ہندوستان سے چلا جانا یہاں کے باقی ماندہ مسلمانوں کو سخت خطرے میں ڈالنا ہے جس کو اخوت اسلامی ہرگز گوارا نہیں کرتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از اعظم گڈھ قصبہ مبارکپور، مرسلہ مولینا مولوی عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسۂ اشرفیہ مصباح العلوم محلہ پورانی بستی ۸ رجمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ

یہاں قصابوں کی ایک پنچایتی رقم ہے جس میں ایک آنہ فی راس اور ہڈیوں کو فروخت کرکے جو رقم ہوتی ہے جمع کیجاتی ہے، اس پنچایتی رقم سے ایک مسجد بنائی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں نماز درست نہیں، اسلئے کہ ہڈی کی بیع جائز نہیں ہڈی کی بیع کا یہاں کسی کتاب میں کوئی جزئیہ نہیں ملا، البتہ ہدایہ میں ہڈی کو طاہر لکھا ہے اور کتاب ''رحمۃ اللہ فی اختلاف الائمہ'' میں ہر عین طاہر کی بیع کو صحیح لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ۔ بیع العین الطاھر صحیح بالاجماع۔ دونوں عبارتوں سے ہڈی کی بیع جائز معلوم ہوتی ہے۔ اس کے متعلق اگر کوئی جزئیہ ہو تو ایما فرمایا جائیے، مسئلہ مذکور کا جو حکم ہو تحریر فرمائیں یہاں سوائے چند درسی کتابوں کے فتاوی کی کتابیں نہیں ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب :۔ ہڈی کی بیع بلاشبہ جائز ہے۔ اور اس سے انتفاع بھی درست ہے۔ صرف خنزیر کی ہڈی کہ نجس العین ہے نہ اوسکی بیع درست ہے نہ اوس سے انتفاع حلال ہے۔ ان کے علاوہ تمام جانوروں کی ہڈیاں پاک ہیں اور اونکی بیع جائز ہے، اگرچہ مردار کی ہڈی ہو ہاں مردار کی وہ ہڈی جس میں گوشت یا چکنائی ابھی تک لگی ہو۔ وہ بیشک ناپاک ہے۔ قصابوں کے یہاں جمع ہڈیاں ہوتی ہیں

وہ حلال جانور اور ذبیحہ کی ہوتی ہیں ان کی بیع جائز ہونے میں کیا کلام ہے اس کے جواز کیلئے جزئیہ کی کیا ضرورت، حقیقت بیع مبادلۃ المال بالمال اس میں متحقق ہے، بیوع باطلہ اور فاسدہ کی جتنی صورتیں فقہانے بتائی ہیں اون میں کسی میں داخل نہیں۔ بس یہی اس کے جواز کیلئے کافی ہے، اور اگر جزئیہ ہی کی ضرورت ہے تو سنئے درمختار میں ہے۔ وبعدہ ای بعد الدبغ یباع وینتفع بہ لغیر الاکل کما ینتفع بما لا تحلہ حیات منہا کعصبہا وصوفہا کما مر فی الطہارۃ۔ ردالمحتار میں ہے۔ قولہ کعصبہا وصوفہا ادخلت الکاف وعظمہا وشعرہا وریشہا ومنقارہا وظلفہا وحافرہا فان ھذہ الاشیاء طاھرۃ لاتحلہا الحیاۃ فلا یحلہا الموت ویجوز بیع عظم الفیل والانتفاع بہ فی الحمل والرکوب والمقاتلۃ منح ملخصًا ط۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ہڈی بھی مال متقوم ہے کہ جب شرعًا اوس سے انتفاع جائز ہے تو فقط مال ہی نہیں بلکہ متقوم بھی ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔ المالیۃ تثبت بتمول الناس کافۃ اوبعضہم التقوم تثبت بہا وباباحۃ الانتفاع بہ شرعًا فما یباح بلا تمول لایکون مالا کحبۃ حنطۃ وما یتمول بلا اباحۃ انتفاع لایکون متقوما کالخمر واذا عدم الامران لم یثبت واحد منہا کالدم بحر ملخصا عن الکشف الکبیر۔ جب ہڈی مال متقوم ٹھہری تو اوسکی بیع کسی طرح باطل نہیں ہوسکتی۔ درمختار میں ہے۔ وبطل بیع مال غیر متقوم ای غیر مباح الانتفاع بہ۔ جب مردار کی ہڈی مال متقوم ہوئی اور اوسکی بیع جائز ہوئی تو ذبیحہ کی ہڈی بدرجۂ اولیٰ منتفع بہ و مال متقوم ہے اور اسکی بیع جائز ہے۔ خود ردالمحتار کی عبارت میں تصریح موجود ہے کہ ہاتھی کی ہڈی کی بیع بھی جائز ہے اور اس سے انتفاع بھی جائز، حالانکہ ہاتھی حرام جانور ہے۔ صاف معلوم ہوا کہ ہڈی کی بیع میں کوئی حرج نہیں یہ کہنا کہ اوس میں نماز درست نہیں محض غلط ہے

اگر بیع ناجائز بھی ہوتی جب بھی یہ کہا نہیں جاسکتا کہ اوس مسجد میں نماز درست نہیں کہ اس بیع کی ناجوازی سے سامان مسجد کی خریداری بھی جائز ہونا ضروری نہیں کہ دراہم ودنانیر عقد معاوضہ میں متعین نہیں ہوتے۔ کما فی الھندیہ وغیرھا۔ اور حرام مال پر عقد ونقد کا مجتمع ہونا عموماً بیع میں ہوتا نہیں کہ جو چیز خریدی گئی اوسے بھی حرام کہا جائے اور بالفرض ہو بھی تو مسجد عمارت کا نام نہیں بلکہ مسجد وہ بقعہ ہے۔ چاہے عمارت ہو یا نہ ہو۔ اور فرض بھی کیا جائے کہ زمین بھی اس طرح خریدی گئی کہ قبضہ کے بعد بھی مملوک نہ ہوئی۔ تو وہ زمین مسجد نہ ہوگی نہ یہ کہ اوس میں نماز درست نہ ہوگی کیا غیر مسجد میں نماز نادرست ہے؟ بالجملہ جس نے عدم جواز ونادرستی کا حکم دیا ہے محض غلط ہے وہ مسجد ہے اور اس میں نماز درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ جناب عبدالغفور صاحب سکریٹری انجمن اشاعۃ الحق بنارس، ۲جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ

حضرات انبیاء علیہم السلام واولیاء عظام کا مرتبہ خانہ کعبہ سے افضل ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ بلاشبہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام کا مرتبہ کعبہ معظمہ سے افضل ہے بلکہ تربت اطہر جو جسم انور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متصل ہے وہ مرتبہ میں کعبہ تو کیا عرش الٰہی سے بھی افضل ہے۔ جیسا کہ شفاء قاضی عیاض علیہ الرحمہ میں مذکور ہے، ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری وغیرہ نے اس پر اجماع امت نقل فرمایا ہے۔ بلکہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبہ معظمہ کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ مومن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے۔ تو جب مومن کے متعلق ایسا ارشاد فرمایا تو انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام تو کہیں بہتر وبرتر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از ریاست بیگانیہ مرسلہ صوفی یوسف شاہ وارثی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ احرام پہن کر اگر امام نماز پڑھائے وہ جائز ہوئی یا نہیں۔ کیونکہ آج کل غیر مقلدوں کے زیادہ حملے ہو رہے ہیں؟

الجواب :۔ احرام کے دو کپڑے ہیں ایک تہبند دوسری چادر ظاہر ہے کہ تہبند اور چادر سے نماز پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ثابت ہے اسی سے نماز کو ناجائز کہنے کی کوئی وجہ نہیں محرم کا سر حالت احرام میں کھلا ہوتا ہے اگر کسی غیر محرم نے احرام کی طرح کپڑے پہن کر برہنہ سر نماز پڑھائی اگر یہ ننگے سر ہونا تواضع کیلئے ہے تو مستحب اور سستی کیوجہ سے ہے تو مکروہ[1] آج کل بعض لوگ ساڑی باندھتے ہیں اور اسے احرام کہتے ہیں اور اکثر وہ ساڑیاں رنگی ہوئی ہوتی ہیں، جو بالکل زنانی وضع ہے، مرد کو زنانی وضع پہننا ممنوع ہے، حدیثوں میں اسکی ممانعت آئی[2]۔ اس طرح زنانی ساڑی باندھکر نماز پڑھانا مکروہ، اور ایسے کو ہرگز امام نہ بنایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر ننگے سر نماز پڑھنے سے مقصود تحقیر نماز ہو مثلاً نماز کوئی ایسی مہتم بالشان چیز نہیں جسکے لئے ٹوپی یا عمامہ پہنا جائے، تو کفر ہے۔ اگرچہ یہ مسلمان کی شان سے بعید ہے۔ درمختار میں ہے۔ وصلاته حاسراً أی کاشفاً راسه للتکاسل ولا باس به للتذلل وأما للاهانة بها فکفر (ج ۱ ص ۴۷۴) اقول عوام میں ننگے سر نماز پڑھنا بہت معیوب سمجھا جاتا ہے اور نیت تذلّل فعل قلب ہے، اس پر لوگ مطلع نہیں نیز متکاسلین کو موقع مل جائے گا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ بہ نیت تذلل بھی ننگے سر نماز نہ پڑھے، چنانچہ شرح منیہ میں فرمایا۔ فیه اشارةٌ الی أنَّ الاولی أن لایفعله وان یتذلل ویخشع بقلبه فانهما من افعال القلب۔ اقول اما تعقب الامداد بما فی التجنیس کما ذکرہ الشامی فمدفوع بما فی الحدیث اتقوا مواضع التهمة۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہاں احرام باندھکر ننگے سر نماز پڑھنا تذلل کیلئے نہیں یہ لوگ صرف فرضی احرام کی پابندی کرتے ہیں اس لئے ان کا ننگے سر نماز پڑھنا ضرور مکروہ ہوگا اگرچہ تنزیہی ہی، فلیحرر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[2] حدیث میں ہے۔ لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال۔ رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما۔ لعنت فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت کرتی ہیں۔ ساڑی باندھنا مطلقاً عورتوں سے مشابہت ہے۔ اگرچہ سفید ہی کیوں نہ ہو۔ رنگین ہو اور وہ بھی ایسا رنگ جو مردوں میں رائج نہ ہو تو بدرجہ اولیٰ مشابہت ہے۔ اسے باندھکر نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ آل مصطفیٰ مصباحی

لڑکی دینا جائز ہے یا نہیں، اسکی لڑکی لینا جائز ہے یا نہیں، اسکی بیمار پرسی کرنا درست ہے یا نہیں
اسکے جنازہ میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں، اس کے ساتھ کھانا پینا درست ہے یا نہیں
اس کے ساتھ محبت کرنا درست ہے یا نہیں، اس کو اپنے ساتھ نماز میں شریک
کرنا درست ہے یا نہیں اس کی مدد کرنا حلال ہے یا حرام۔ اگر یہ سب باتیں
سوالاتِ مذکورہ کی ناجائز اور حرام ہیں تو جو شخص یہ کہے کہ لوہاری کا دجال تو بیشک
کافر ہے، مگر اس کے مرید ہمارے خویش اور بھائی بند ہیں۔ میں ان سے کبھی
جدائی نہیں کرونگا یہ سب معاملات مذکورہ ان کے ساتھ کرتا رہوں گا، اس میں
کوئی حرج نہیں ان کے عقیدے ان کے ساتھ، میرا عقیدہ میرے ساتھ۔ اگر
شریعت میں منع ہے تو ہونے دو، علماء کہتے ہیں تو کہنے دو میں ہرگز ان سے
الگ نہیں ہونگا تو از روئے شرع ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟

مسئلہ:۔۲،، اگر اس دجال کے مریدوں میں سے کوئی توبہ کر کے ازسرے نو
مسلمان ہو جائے، مگر تجدید نکاح سے بالکل انکار کرے بلکہ یہ کہے کہ مرتد ہونے
کے ساتھ عورت نکاح سے نہیں جاتی میں نے جو تجدید ایمان کی ہے یہ بہت ہے
تجدید نکاح تو ہرگز نہیں کرونگا، کیونکہ اس میں میری عزت میں فرق آتا ہے، تو
کیا یہ شخص اعلانیہ زانی ہے یا نہیں؟ اس کی اولاد ترکہ کی مستحق ہوگی یا نہیں
اور اگر کسی شخص کو معلوم ہو کہ اس شخص نے تجدید نکاح نہیں کی اور عمداً نہیں
کرتا تو تسویہ صفوف کے وقت پہلے نیت باندھنے کے زانی کو کہدے کہ تو میرے پاس
سے دور ہو جا، دوسرے کسی مصلی کے ساتھ کھڑا ہو جا۔ ورنہ میں کسی دوسرے کے
پاس چلا جاؤنگا۔ تو شرعاً ایسا کر سکتا ہے یا نہیں۔ اور تہدیداً و زجراً زانی سے
اجتناب کرنا جمیع امور مذکورہ میں ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب(۱):۔ یہ شخص کہ مدعی رسالت ہے بلاشبہ کافر و مرتد ہے ایسا کہ جو

اس کے اقوال خبیثہ کفریہ پر مطلع ہوکر اسے پیشوا و پیر تو درکنار بلکہ جو اسے مسلمان جانے بلکہ جو اسکے کفر میں شک کرے کافر و مرتد ہے فتاوی بزازیہ و در مختار وغیرہما میں ایسوں کی نسبت فرمایا من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر، جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ اپنے کو ان سے دور رکھو انھیں اپنے سے دور کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں گمراہ کردیں تمہیں فتنہ میں ڈالدیں۔ ان لوگوں کے ساتھ میل جول اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا شادی بیاہ سب حرام، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کی جائے، مرجائیں تو ان کے جنازہ میں جانا حرام، ان کے جنازہ کی نماز حرام، مسلمانوں کیطرح ان کو غسل وکفن دینا یا مسلمانوں کے قبرستان میں انھیں دفن کرنا ناجائز، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ[1] ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں آگ چھوئیگی، اور فرماتا ہے وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ[2] اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ، حدیث میں فرمایا لا تواکلوھم و لا تشاربوھم ولا تجالسوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلا تعودوھم، واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم، ان کے ساتھ نہ کھاؤ، نہ ان کے ساتھ پانی پیو، اور ان کے پاس نہ بیٹھو، اور ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، اور وہ بیمار ہوں تو عیادت کو نہ جاؤ، اور جب مرجائیں تو جنازہ پر نہ جاؤ، نہ ان کی نماز پڑھو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو، ایسوں کو لڑکی دینا معاذ اللہ زنا کیلئے پیش کرنا ہے کہ مرتد کا نکاح کسی سے ہوسکتا ہی نہیں۔ نہ ایسی عورت سے کسی کا نکاح ہوسکتا ہے

[1] پارہ ۱۲ رکوع ۱۰ سورہ ہود۔ [2] پارہ ۷ رکوع ۱۴ سورہ انعام۔ مصباحی

جس کے ایسے عقیدے ہوں یا ایسے عقیدے والوں کے کفر میں شک کرے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتد مع احد کذا فی المبسوط۔ مرتد کا نکاح نہ مرتدہ سے ہوسکتا ہے نہ مسلمان عورت سے نہ کافرہ اصلیہ سے، یوہیں مرتدہ عورت کا نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ جب اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حرام ہوا تو محبت کا کیا ذکر اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے۔ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ[1] تم میں کا جو ان سے دوستی کریگا وہ بھی انھیں میں سے ہے اور ان کی مدد بھی حرام، کہ اس سے ان کو قوت پہونچے گی اور کفر کی بیخ کنی بقدر استطاعت فرض، قال تعالیٰ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ[2] یہ امر مسلمان سے نہایت بعید ہے کہ احکام خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اپنی برادری کے تعلقات کا خیال کرے اور حکم الٰہی سے اعراض کرے، اللہ عزوجل قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے، یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ[3] اے ایمان والو اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان پر پسند کریں، اور تم میں جو ان سے دوستی کرے تو وہی ظالم ہیں۔ اور فرماتا ہے۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ[4] جو لوگ اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اونھیں نہ پاؤگے کہ دوستی کریں ان سے جو اللہ ورسول کی مخالفت کرتے ہیں اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا انکے بیٹے ہوں

---

[1] پارہ ۶ رکوع ۱۲ سورہ مائدہ۔ [2] پارہ ۶ رکوع ۵ سورہ مائدہ۔ [3] پارہ ۱۰ رکوع ۹ سورہ توبہ۔ [4] پارہ ۲۸ رکوع ۳ سورہ مجادلہ۔ ۱۲ مصباحی

یا بھائی یا کنبے کے لوگ، مسلمانوں پر لازم ہے کہ اگر ایمان عزیز ہے تو قرآن مجید کے ان ارشادات کے سامنے اپنی قرابت و تعلقات کا اصلاً خیال نہ کریں اور بالکل ایسے لوگوں سے علیحدہ ہو جائیں کہ اسی میں نجات و فلاح و نجاح و صلاح ہے اور توفیق دینے والا اللہ۔ وھو حسبی ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

الجواب (۲):۔ تجدید ایمان کے ساتھ تجدید نکاح لازم ہے کہ اس کافر کو کافر نہ جاننے سے نکاح جاتا رہا، اب کہ رجوع کی، برضائے زن دوبارہ نکاح کرے، ورنہ زنا میں دونوں مبتلا ہونگے، اور اولاد ولد الزنا ہو گی۔ در مختار میں ہے۔ مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح، اور دوبارہ نکاح کر لینے میں کوئی بے عزتی کی بات نہیں، بلکہ حقیقۃ بے عزتی نکاح نہ کرنے میں ہے، کہ زانی مشہور ہونا کیا کم بے عزتی ہے، اور نکاح کر لینے پر کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ اسکو جو بری نگاہ سے دیکھے خود ملزم ہے اور اولاد جب ولد الزنا ہوئی تو حکم معلوم، اگر مسلمان زجراً اجتناب کریں، اور اس طریق سے راہ پر آنیکی امید ہو تو کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ سید ضمیر الدین صاحب از کیمپ بی بی والا ضلع دہرادون ۵ جمادی الاخرہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زبان سے ایک ہندو کیساتھ یہ نکل گیا کہ ایمان سے کہو، زید کا بیان ہے کہ میں نے اس خیال سے نہیں کہا کہ وہ ایمان والا ہے اور نہ اس خیال سے کہا کہ میں اس کے ایمان پر رضامند ہوں بلکہ محض زبان سے نکل گیا، بعد کو پھر بھی فوراً خیال آیا تو بہ کر لی، تو کیا اب زید کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح بھی کرنا ہو گا، اور ایک مرتبہ زید کی زبان سے غصے میں جائے نماز کے بارے میں جو کھال کی تھی سسری کا لفظ نکل گیا لیکن زید کہتا ہے

کہ میں نے کھال کو سمجھ کر کہا تھا۔ جائے نماز کا خیال تک نہیں تھا۔ اور بیان بالکل سچ ہے اس پر بھی حکم فرمائیے؟

الجواب:۔ اگر غلطی سے بلا قصد کافر کی نسبت یہ لفظ اسکی زبان سے نکل گیا تو تجدید ایمان و نکاح کی حاجت نہیں، ردالمحتار میں ہے۔ ومن تکلم بہامخطئا اومکرھا لایکفر عند الکل۔ یوں ہی اگر چمڑے کو برا لفظ کہا، جا نماز کے قصد سے نہ کہا۔ تو تجدید کی حاجت نہیں مگر اس قسم کے الفاظ سے احتیاط چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ قاضی محمد یعقوب صاحب سب انسپکٹر پولیس از اودے پور میواڑ ۲۶ ربیع الاول شریف

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کیا مجمع عام میں خاصکر محفل میلاد میں عام مجمع کے سامنے زید کی عدم موجودگی میں زید کی تضحیک کرے تو کیا بکر از روئے شرع شریف ایسا کرنیکا پابند ہے، درانحالیکہ بکر کو زید سے دیرینہ رنجشیں بھی ہوں؟

الجواب:۔ بکر نے غیبت کی، اگر کوئی ایسی بات کہی جو زید میں تھی اور اس سے لوگ آگاہ نہ تھے، اور اگر وہ بات زید میں نہ تھی تو بہتان کیا، کسی مسلمان پر بلا وجہ شرعی ہنسنا اسے ایذا پہنچانا ہے۔ اور ایذاء مسلم حرام، حدیث میں فرمایا من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔ جس نے مسلمان کو اذیت پہونچائی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی، بکر پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور زید سے معافی مانگے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ عبدالحمید خان ساکن رہ پورہ ضلع بریلی ۲۶ شعبان ۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص بدعت کرتا مسلمان مرد عورت کو ورغلاتا، علماء کو گالی دیتا، بھیم سنگھ کالکا کی پوجا کرتا، شیخ سدو

اور میاں کے بکرے کرتا، نفل روزہ جو عورتیں رکھتیں ہیں اس میں ایک شخص جاننے والے نے کہا کہ اگر عورت اپنے مرد سے اجازت لیکر نفلی روزہ رکھے تو بہتر ہے، اس مسئلہ پر بہت اعتراض لایا اور کہا کہ یہ نئے نئے علماء کہتے ہیں اور نئی کتابیں بنالی ہیں ہم ایسی کتابوں کا حکم نہیں مانتے ہیں۔ اس طرح کے بہت سے لفظ اپنی زبان سے نکالتا، اس میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ ایسا شخص جو غیر خدا کی پوجا کرتا ہے کافر ہے، اور علماء دین کو گالی دینا بھی کفر ہے۔ ایسے شخص سے میل جول سلام کلام حرام، مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس سے بالکل قطع تعلق کریں، اگر اسی حالت میں مرجائے تو نہ غسل دیں نہ کفن دیں، نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اسے دفن کریں۔ بلکہ کتے کی طرح ایک گڑھے میں ڈالدیں اور مٹی پاٹ دیں۔ اور نفل روزہ کیلئے یہی حکم ہے کہ اگر شوہر موجود ہو تو عورت اس سے پوچھ کر رکھے، حدیث میں ارشاد فرمایا۔ لا یحل لامرأۃ ان تقوم وزوجھا شاھد الا باذنہ ولا تاذن فی بیتہ الا باذنہ، رواہ البخاری ومسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ ولایت حسین محلہ بہاری پور بریلی ۱۴ رمضان ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص سے اہل برادری نے کہا کہ تم اپنے ایمان سے اس زمین کا فیصلہ کردو۔ تو ہم سب کو منظور ہوگا تو اس شخص نے یہ جواب دیا کہ مجھے ایمان نہیں ہے اور کئی بار ایسا کہا؟

الجواب:۔ جو شخص خود بلا اکراہ شرعی اقرار کرتا ہے کہ اس کا ایمان نہیں اس پر تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم ہے، کہ یہ کلمۂ کفر ہے اور جب تک ایسا نہ کرے اس کے ساتھ میل جول، حقہ پانی، کھانا پینا مسلمان ترک کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ مسئولہ واحداللہ صاحب ساکن محلہ صوفی ٹولہ شہر کہنہ بریلی، ۷ر شوال ۱۳۴۱ھ
جو فتویٰ کہ علمائے دین نے بابت ناجائز ہونے نکاح نبی رضا کی لڑکی کے شائع فرمایا تھا۔ وہ چسپاں کردیا گیا تھا، اس کو مسمّی منظور حسین ولد نبی حسین ساکن محلہ صوفی ٹولہ نے پڑھکر کہا کہ ،، فتویٰ دینے والے سسرے بھی ایسے ہی ہیں ،، وغیرہ وغیرہ تو علمائے دین کی شان میں گستاخی کا لفظ سن کر تین شخص بنام کفایت اللہ امیر اللہ و مولا بخش نے اسکو زیادہ کہنے سے روکا، لہٰذا جو شخص علمائے دین کی شان میں دشنام کے لفظ استعمال کرے اسکے بابت شرع شریف کیا فتویٰ صادر فرماتی ہے؟

الجواب:۔ عالم دین کی توہین کفر ہے اور گالی دینا تو سخت درجہ کی توہین ہے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے من قال العالم عویلم فهو کافر، عالم کو ملاّٹا کہنا کفر ہے، نہ کہ گالی، اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ نے اپنے فتاویٰ جلد اوّل صـ۲۷۵ پر فرمایا ،، عالم دین کی توہین کو ائمہ نے کفر لکھا ہے، مجمع الانہر میں ہے، الاستخفاف بالأشراف والعلماء کفر ،، لہٰذا اگر صورت واقعہ یہی ہے کہ اس شخص نے فتویٰ کو اپنی خواہش کے خلاف پاکر مفتی کو گالی دی تو تجدید اسلام کرے اور بی بی رکھتا ہو تو اسکے ساتھ تجدید نکاح کرے، ورنہ اہل محلہ اور برادری کے لوگ اس سے مقاطعہ کریں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ عبدالحمید خاں افسر سلح خانہ ساکن شیخا والی فتح پوری دروازہ ۱۲ر شوال ۱۳۴۱ھ

بخدمت مولانا حبیب اللہ صاحب

مولوی قاسم صاحب نے تحذیر الناس اپنی کتاب میں لکھا ہے ،، بالفرض بعد زمانہ نبی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا ،، عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدیم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں ،، فقط یہ مضمون حسام الحرمین کا ہے علمائے حرمین شریفین اور مولانا مولوی احمد رضا خان نے اس پر فتویٰ کفر دیا ہے، آپ

اس شخص کے بارہ میں کیا فتویٰ دیتے ہیں۔ اطمینان کے واسطے آپ کے اور فضل الرحمٰن کے دستخط چاہتا ہوں۔

الجواب :۔ حضرت سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا بایں معنی کہ آپ کے بعد کوئی نبی صاحب شریعت جدیدہ نہیں ہوگا۔ آیات قرآنی سے ثابت ہے، اور منکر اس کا کافر ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول منافی خاتمیت نہیں ہے کیونکہ وہ متبع شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونگے سنت وجماعت کیلئے اتنا ہی کافی ہے

هكذا في التفسير روح البيان ۔ المجيب حبيب الله عفي عنهٗ ، ما كتب استاذنا فهو صحيح

لا شك فيه ، محمد فضل الرحمٰن

سوال ۔ مولوی قاسم صاحب نانوتوی کی نسبت سوال ہے۔ عبارت تحذیر الناس اسی غرض سے پیش کی گئی تھی۔ ہمیں عام سوال سے غرض نہیں۔ جواب اس امر کا صاف وصریح عبارت میں عنایت ہو، وہ عبارت تحذیر الناس جس کی بنا پر علماء حرمین شریفین وعلمائے ہندوستان نے نانوتوی کی تکفیر کی، آیا وہ حق ہے یا نہیں ؟ اگر حق ہے تو پھر ان کو مسلمان ماننے والا ان فتووں کی تکفیر سے کیسے بچ سکتا ہے۔ اور اگر ان علماء کی غلطی ہے تو صاف تحریر ہونا چاہئے ؟

الجواب :۔ مکرر آنکہ خاص شخص کے حق میں ہماری تحریر سے جواب ظاہر ہے، مولوی مولانا احمد رضا خاں مرحوم وعلماء حرمین شریفین کا فتویٰ حق ہے۔ ہم بھی متفق ہیں۔ اطمینان کیلئے علماء حرمین شریفین ومولوی مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم کا فتویٰ کافی ہے۔

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین دربارہ ہر دو مولویان مندرجہ بالا سوالات کے جواب دیئے ہیں حق ہیں یا نہیں ؟ یہ سنت وجماعت ہیں یا وہابی ؟ اگر وہابی ہیں تو ان کے پیچھے ہم لوگوں کی نماز ہوتی ہے یا نہیں ؟

الجواب:۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی جدید نبی نہیں ہوسکتا، نہ شریعت جدیدہ لیکر، نہ اس شریعت کا حامل بن کر، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اب جدید نبوت نہ ملے گی۔ لہذا قادیانی مرتد کا اپنے کو نبی ماننا اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کا حامل بتانا باطل محض وکفر وارتداد ہے، اس وجہ سے قرآن عظیم میں وخاتم النبیین فرمایا المرسلین نہ فرمایا کہ اب منصب نبوت ختم ہوچکا کسی دوسرے کو عطا نہ ہوگا۔ ہر دو علماء جب فتویٰ حرمین شریفین کو حق بتارہے ہیں اور بالکل متفق ہیں، تو اس امر میں اب کیا تردد باقی رہ گیا۔ رہا یہ امر کہ وہابی ہیں یا نہیں، اس کی نسبت یہ دیکھ لینا چاہئے کہ ان ہر دو صاحبان میں خلاف مذہب اہلسنت تو کوئی بات نہیں پائی جاتی۔ اگر کسی امر میں شبہ دیکھیں دریافت کریں اہلسنت کے موافق جواب دیں تو سنی سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں ورنہ نہیں اور ظاہر یہی ہے کہ وہابی نہیں کہ اگر ان میں وہابیت ہوتی تو کبرای وہابیہ کی تکفیر نہ کرتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ احمد یار خاں موضع پرتاپور چودھری ضلع بریلی۔ ۱۶ ر شوال ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ ہم نہیں جانتے شرع کو، ہم مسلمان بھائیوں کو کیا کرنا چاہئے۔ بینوا توجروا؟

الجواب:۔ اگر اس قول کا یہ مقصد ہو کہ میں عالم نہیں، مسائل شرعیہ کا مجھے علم نہیں، تو بے علم شخص ایسا ہی ہے۔ لہذا کوئی جرم نہیں، اور اگر یہ مراد ہے کہ ہم شرع کو نہیں مانتے شریعت کا حکم کچھ بھی ہو ہمیں تسلیم نہیں ہم تو وہی کریں گے جو ہمارے دل میں ہے یا جو کرتے چلے آئے، تو یہ کلمۂ کفر ہے، اور اس قائل پر تجدید اسلام وتجدید نکاح لازم، کہ اس نے شرع شریف کا انکار کیا، اور شریعت کی توہین کی

اور یہ بات موقع سے معلوم ہوسکتی ہے کہ اس نے کس محل پر یہ کلام کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مسئولہ

ہندو لوگوں کی اکثر بعد ختم پچوشن کے ڈول گیارس ہوتی ہے اور اس میں ڈول بنایا جاتا ہے۔ اور اس میں آدمی اور عورت کی بناؤ سنگار کر کے کھڑی کرتے ہیں اور مورت بھی بٹھلاتے ہیں۔ اور وہ لوگ اسکی پوجا اپنے مذہب کے مطابق کرتے ہیں۔ اور اس پر ککڑی گلال وغیرہ چڑھاتے ہیں اگر کسی مسلمان بھائی نے بھی ایسا ہی کیا اور جاننے والا ہے ہندوؤں کی خوشنودی اور ہندو حکام کی خوشنودی کرنے کیلئے مسلمان بھائیوں کے چندے سے یا اپنے ذاتی پیسے سے اسکی پرستش کی یا دوسرے ہندو بھائی کے ہاتھ سے سامان وغیرہ دیکر کروائی۔ اور ککڑی اور گلال وغیرہ چڑھوائی تو ایسا کرنا اس شخص کا کہاں تک درست ہے، یا اگر یہ باتیں کسی مسلمان بھائیوں سے دریافت کی ہوں اور انھوں نے خوشی کے ساتھ رضامند ہوکر اجازت دی ہو تو ان کو کیا سزا شرعی دی جاسکتی ہے اور خاص کر نے والے پر کیا سزا شرعی دی جائے اور مسلمان بھائی کو اس کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ رکھنا چاہیئے؟

مسئلہ (۲) قصبہ مہدپور میں چند روز سے مدرسہ اسلامیہ قائم کیا گیا ہے۔ اس میں ایک شخص حافظ ضلع مظفر نگر کا تعلیم کے واسطے مقرر کئے گئے ہیں۔ انھوں نے بچوں کی تعلیم کیلئے کتاب بہشتی زیور جو کہ اشرف علی تھانوی کی تصنیف کردہ ہے شروع کروائی تھی۔ بعد کو معلوم ہوا کہ یہ کتاب کسی نئے مذہب کی ہے۔ اسکی تعلیم بند کروا دی گئی۔ فی الحال ایک مولوی صاحب تشریف لائے تھے انھوں نے حافظ صاحب کا برتاؤ دیکھکر کہا کہ یہ آدمی لا مذہب دیوبندی وہابی ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہیئے وغیرہ باتوں پر حجت ہوکر آخر ایک شخص نے یہ کہا کہ ہم اشرف علی کی امت میں ہیں اور ہمارا حشر بھی انھیں کے ساتھ ہوگا تو ایسے شخص کے ساتھ مسلمان بھائیوں کو کیا برتاؤ رکھنا چاہیئے۔ اور مسلمانوں کو اسکو کیا سزا دینا چاہیئے؟

الجواب (۱):۔ جس نے غیر خدا کی پرستش کی یا کرائی یا اس پر راضی ہوا کافر ہے، الرضا بالکفر کفرٌ۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس سے میل جول سلام کلام شادی بیاہ ہت یک لخت چھوڑ دیں وہ لوگ پھر سے مسلمان ہوں اور بی بی رکھتے ہوں تو ان سے دوبارہ نکاح کریں اگر اسلام نہ لائیں تو موت زیست کے تمام تعلقات قطع کر دیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب (۲):۔ کتاب بہشتی زیور جس کا نام ہے۔ اس میں اہلسنت کے خلاف بہت سی باتیں ہیں۔ اور اس کے مسائل بہت غلط ہیں۔ اس کو پڑھنا پڑھانا نہ چاہئے اسکے مصنف کو علماء حرمین شریفین نے بالاتفاق یہ فرمایا کہ کافر ہے۔ بلکہ یہ لکھ دیا کہ من شك فی عذابه وکفرهٖ فقد کفر۔ جو اسکے اقوال پر مطلع ہو کر اسکے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ بیشک وہابیوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ کہ ان کی نماز ہی نہیں۔ اور یہ شخص کہ اشرفعلی کی امت بنتا اور اپنا حشر اسی کے ساتھ چاہتا ہے۔ اگر اشرفعلی کے اس قول پر جو حفظ الایمان میں ہے اشرفعلی کو کافر کہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہو اور اس قول سے توبہ کرے تو خیر ورنہ یہ بھی کافر ہے۔ نہ مسلمان اسکے ساتھ نماز پڑھیں۔ نہ اسکے پیچھے نماز پڑھیں۔ مرے تو اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں۔ نہ مسلمان کے قبرستان میں دفن کریں۔ بلکہ کسی گڑھے میں ڈال کر مٹی پاٹ دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ حامد حسین محلہ راجان بہار پور بریلی ۷ محرم الحرام ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے، عمرو کہتا ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ فاسق ہے، کافر نہیں بلکہ جو شخص نماز پڑھنے سے انکار کرے وہ کافر ہے۔ پھر زید نے ایک شخص کو جو نماز نہیں پڑھتا تھا کہا کہ تو کافر ہے، تب عمرو نے کہا تم مسلمان کو کافر کہتے ہو مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہوتا ہے۔ لہذا تمہارے گھر کا کھانا پینا نہ چاہیئے،

جب تک تم پھر ایمان نہ لاؤ، ازروئے شرع شریف زید کافر ہوا یا نہیں؟ اس کے گھر کا کھانا پینا چاہیئے یا نہیں؟

الجواب:۔ بہت سے صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو قصداً نماز ترک کرے۔ اور بعض احادیث کا یہی ظاہر، اور اس آیۃ کریمہ سے یہی ستفاد، اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین، نماز قائم کرو اور کافروں سے نہ ہو جاؤ۔ اور دیگر صحابہ کرام و ائمہ و تابعین فرماتے ہیں کہ جب تک فرضیت کا انکار نہ کرے یا اسے ہلکا نہ جانے کافر نہیں۔ فاسق فاجر مستحق نار و غضب جبار ہے، اور ہمارے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی مذہب ہے، اور یہی صحیح و صواب ہے لہذا اس مذہب محقق کی بنا پر اس کا قول خطا ہے مگر اسکی وجہ سے اسکی نہ تکفیر کیجائیگی نہ گمراہ کہا جائیگا۔ کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے، پھر اگر زید نے زجراً کہا تو حرج نہیں کہ مقام زجر میں ایسا کہنا ثابت اور اگر زید کا ایسا اعتقاد ہے کہ تارک صلاۃ کافر ہے تو چاہیئے کہ رجوع کرے اور قول امام اختیار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ نو علی بخش۔ محلہ ملوک پور بریلی ۱۱ صفر ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حاجی ہو اور وہ لڑکا پیدا ہونے پر میاں کی کڑاہی کرے یا پوجا پاٹ کرے جیسے کہ اہل ہنود لڑکی یا لڑکا پیدا ہوتا ہے تو چھٹی بعد مینڈھ وغیرہ پوجتے ہیں۔ اسی طریقہ پر مینڈھ وغیرہ کو پوجے تو اس کے واسطے شرع شریف کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب:۔ عوام جس کو میاں کی کڑاہی کہتے ہیں یہ ناجائز ہے، اور مینڈھ وغیرہ پوجنا کفر۔ حاجی ہو یا نہ ہو سب کیلئے یہی حکم ہے، اور اس نے غیر خدا کی پوجا کی ہے تو سرے سے مسلمان ہو۔ اور عورت رکھتا ہو تو اس سے پھر نکاح کرے کہ پہلا نکاح ٹوٹ گیا، اور پیشتر جو حج کر چکا ہے وہ بھی جاتا رہا بعد توبہ و اسلام اگر استطاعت ہو پھر حج کرے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ حکیم حاجی سید نعیم الدین صاحب بہاری حال مقام مانی کاجر۔ ڈاکخانہ مانی کاجر ضلع دوھوبڑی ۱۲ صفر ۴۲ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے حقانی نائب رسول صراط مستقیم کہ جو آدمی مولوی یا دیندار مسلمانوں کو کافر کہے اور اپنے کو مسلمان، باوجودیکہ خود جاہل خلاف شرع ہے کس گناہ کا مرتکب ہوا؟

مسئلہ (۲) ایک مولوی گیا جنازہ پڑھنے کو با اذن۔ وہاں پر کچھ بحث ہوئی زید نے مولویوں کو کہا کہ "مولوی لوگ تو پیسہ خیرات کے لالچ سے جنازہ پڑھنے جاتا ہے میں کیوں جایا کروں"۔ اس کلام سے مولوی نے کہا کہ ہم لوگ جنازہ بھی نہیں پڑھیں گے خیرات بھی نہیں چاہتے ہیں۔ میں جاتا ہوں چلا آیا پھر نہیں گیا۔

دوسرا مولوی جنازہ پڑھایا یہ کہنے سے زید کو تحقیر و حقارت مولوی کی منظور تھی، آیا اس میں کون کس گناہ کا مرتکب ہوا۔ حتی کہ زید اکثر کہتا ہے کہ یہاں کون مسلمان ہے جو میں اس کے جنازہ کی نماز میں شریک ہوں، حتی کہ خود گمراہ ہے جاہل ہے یہاں اکثر پکے دیندار مسلمان لوگ ہیں۔ خود زید فاتحہ نیاز وغیرہ کا منکر ہے لامذہب کی کتابیں اکثر پڑھتا ہے اسی پر اس کا ایمان ہے؟

الجواب (۱) مسلمان کو کافر کہنا کبیرہ شدیدہ وکلمہ کفر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایما رجل قال لاخیہ کافر فقد باء بہ احدھما، رواہ الشیخان عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ درمختار میں ہے وعزر الشاتم بیا کافر وھل یکفر ان اعتقد المسلم کافرا نعم والا لا بہ یفتی۔ اس پر توبہ لازم، اور اگر اس میں کوئی بات کفر کی پائی جاتی ہے۔ اگرچہ بظاہر دیندار ومتقی بنتا ہے تو اسے کافر کہنے میں حرج نہیں۔ بلکہ اگر کسی ضروری دینی کا انکار کرتا ہے تو بیشک کافر ہے اور اسے کافر ہی کہیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) معلوم ہوتا ہے زید وہابی ہے۔ کہ یہی لوگ مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں جیسا کہ اسمٰعیل دہلوی نے تمام مسلمانوں کو مشرک کہا۔ اور بات بات پر شرک کا حکم لگایا اور فاتحہ وغیرہ کا منکر ہونا اور لامذہبوں کی کتابیں دیکھنا علامت وہابیت ہے۔ اگر واقع میں عقائد وہابیہ اس میں بھی ہیں تو حکم وہ ہے جو وہابیہ کے لئے علمائے حرمین شریفین نے دیا کہ یہ کافر اور ان کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر۔ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ جناب محمد یوسف فتح پور ڈاکخانہ سبور ضلع بھاگل پور مورخہ ۲ ربیع الاول ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وہابی عقائد دیوبندیہ رکھنے اور تنقیص و توہین شان الوہیت خدا و رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرنے والا مہترانی (بھنگن) سے تعلق ناجائز ہوا اور اس کو لیکر فرار ہو گیا۔ اور عرصہ تین ماہ تک شامل رہا و نیز اس کے ہاتھ کا کھانا پکا ہوا کھایا۔ اب شخص مذکور موصوف اپنے ملک واپس آگیا مگر اپنے مکان نہیں گیا۔ بلکہ ایک شبانہ روز مہترانی (بھنگن) کے یہاں رہا۔ بعدہ اب شخص مذکور موصوف توبہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور ایک سادات کی خدمت میں حاضر ہو کر حضار مجلس کے روبرو توبہ کرتا ہے۔ اب یہاں پر دو سوال ہے۔

۱ سوال اول یہ ہے کہ شخص مذکور موصوف بعد توبہ کرنے کے بھی قابل نفرت ہے یا کہ نہیں۔ مسلمانوں کو کھانا ساتھ کھانا چاہیئے یا نہیں؟

۲ سوال دوم یہ ہے کہ جو مسلم و مسلمہ شخص مذکور موصوف کے ساتھ جنھوں نے شخص مذکور موصوف کے ساتھ کھایا ہے، ان کے ساتھ کھانے سے پرہیز کرتے ہیں اور جو شخص یہ کہے کہ شخص مذکور موصوف کے ساتھ کھانے میں کراہت معلوم ہوتی ہے نیز جو شخص شخص مذکور موصوف کے ہاتھ کا ذبیح کھانے سے پرہیز کرتے ہیں ان سب کے بارے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب (۱) اگر شخص مذکور اپنی وہابیت سے بھی توبہ کرکے سنی مسلمان ہو جائے تو اب قابل نفرت نہ رہے گا۔ توبہ تمام معاصی کو زائل کر دیتی ہے، حدیث میں فرمایا۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ ۔ اور اگر عقائد وہابیہ پر قائم رہکر مسلمانوں سے ملنا چاہتا ہے تو ہرگز نہ ملایا جائے اور اس صورت میں اس کے ساتھ مواکلت ومشاربت حرام حدیث میں فرمایا۔ لا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تجالسوھم ، واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) اگر توبہ کرنے کے بعد انھوں نے کھایا پیا ہے کچھ الزام نہیں، اور قبل توبہ کھایا پیا تو الزام ہے۔ انھیں بھی اس معصیت سے توبہ چاہیئے اور توبہ کرنے کے بعد اس کا ذبیحہ حلال ہے، اب کراہت کی کوئی وجہ نہیں، عجب کہ حلوائی کا فریا دیگر ہنود کی بے احتیاطیاں مسلمان خود دیکھتے ہیں اور ان سے چیزیں خرید خرید کر کھاتے پیتے اور ایک شخص مسلمان سے اتنی نفرت کی اس کے یئے کہ چھوٹی چیز سے کراہت آتی ہے، زمانہ کی حالت دیکھتے ہوئے ہندؤں کے مظالم پر نظر کرتے ہوئے مسلم کو مسلم سے نفرت سخت مضر اسلام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ شاہ قمرالدین صاحب امام مسجد کلاں جامع مدرسہ معینیہ از پوکرن مارواڑ ریاست جودھپور۔ مورخہ ۲ ربیع الاول ۴۲ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ جو شخص یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شیطان کا علم زیادہ ہے وہ مومن ہے یا کافر؟

مسئلہ (۲) جو شخص یہ کہے کہ جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے ویسا تو ہر بچے اور ہر پاگل اور ہر جانور کو ہے اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی یا نہیں؟

مسئلہ (۳) جو شخص یہ کہے کہ ہر شخص بڑا ہو یا چھوٹا وہ خدا کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ قائل نے انبیاء علیہ السلام کی توہین کی یا نہیں، اور اس توہین میں کافر ہوا کہ یا نہیں؟

الجواب (۱) یہ شخص یقیناً قطعاً کافر، مرتد ہے، اس کے کفر میں کوئی شک نہیں، بلکہ شک کرنا بھی کفر ہے من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) بیشک اس نے توہین کی اور بلاشبہ یہ کافر ہے تفصیل کے لئے حسام الحرمین دیکھی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۳) یہ کلمہ کفر ہے اور تفصیلی حکم الکوکبۃ الشہابیہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ سید محمد حامد۔ چھاؤنی نصیر آباد۔ (راجپوتانہ) ۲ ربیع الاول ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درمیان حسب ذیل مسائل کہ اگر کوئی حنفی کسی غیر مقلد وہابی سے کسی قسم کا رشتہ قائم کرے یا ان کو اچھا سمجھ کر ان کے ساتھ محبت رکھے یا ان کا وعظ اپنے یہاں کہلوائے یا ان کے وعظ میں شریک ہو یا انکے وعظ حنفیوں کے مساجد میں کہنے دے یا ان کے مردے کو حنفیوں کے قبرستان میں جگہ دے یا ان کے پیچھے یا ان کے ساتھ نماز پڑھے یا ان سے مصافحہ و معانقہ کرے یا ان کو حنفیوں کی مساجد میں آنے دے عند الشرع جائز ہے یا ناجائز ؟

الجواب:۔ غیر مقلدین مبتدع بدمذہب ہیں علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں۔ ھذہ الطائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعۃ وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمھم اللہ تعالیٰ ومن کان خارجا عن ھذہ الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار۔ جب یہ لوگ بحکم علماء بدمذہب و بدعتی ہیں تو ان کی تعظیم و توقیر کرنا ان سے میل جول رکھنا وعظ کہلوانا ان کے پیچھے نماز پڑھنا ان کے ساتھ نماز پڑھنا ان سے میل جول رکھنا سب حرام، حدیث میں ہے، من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام۔ اور فرمایا۔ لا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم۔ بلکہ غیر مقلدین پر بوجوہ کثیرہ کفر لازم۔ کما حقق شیخنا المحقق العلام فی رسالتہ الکوکبۃ الشھابیۃ۔ اگر یہ شخص مدعی حنفیت ان عقائد وہابیت کو

اچھا جانتا ہے تو اسکا بھی وہی حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ مولوی شفاء الرحمن طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی محلہ سوداگران ۱۲ ربیع الاول ۴۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید پہلے سنی تھا اور سنی عالم سے مرید بھی تھا، بعد کو زید غیر مقلد ہوگیا اور ارادت بھی غیر مقلد سے کرلیا۔ اب وہ پھر بفضلہ تعالیٰ سنی ہوگیا ہے۔ آیا وہ پہلی ارادت باقی ہے یا پھر سرے سے مرید ہو تو اسی سے جس سے قبل میں تھا کہ غیر سے بھی ہو سکتا ہے جبکہ اول میں کوئی دینی خرابی بھی ہو؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ جب وہ غیر مقلد ہوگیا تو بیعت فسخ ہوگئی، اب بیعت جدید کرے اگر پہلے شیخ سے اسے عقیدت ہو تو اس سے، ورنہ کسی اور سنی عالم جامع شریعت وطریقت سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ علی بخش صاحب قوم شیخ۔ ساکن بریلی، محلہ کانکرٹولہ ۲ ربیع الاول ۴۲ھ
یہ کہنا کہ برادری کی راہ اور ہے شریعت کی راہ اور ہے جو ہمارے باپ دادا سے ہوتا آیا ہے وہ کریں گے، نئے ملانوں کی ایک نہیں مانیں گے کیا ہمارے باپ دادا مسلمان نہ تھے مگر ہم اب نہیں مانیں گے یہ کہنا کیسا ہے؟

الجواب:۔ یہ اسنے صحیح کہا کہ برادری کی اور راہ ہے اور شریعت کی اور۔ بیشک آج کل اہل برادری بہت باتیں خلاف شرع کرتے ہیں اور اگر یہ مطلب ہو کہ یہ باتیں جائز ہیں اور یہ گناہ نہیں تو باطل محض۔ اہل برادری پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستے کو اختیار کریں اور اس پر عمل کریں اور باپ دادا کے جو افعال خلاف شرع ہوں انھیں ہرگز نہ کریں۔ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ یہ افعال اللہ و رسول کے حکم کے خلاف ہیں ان پر اڑے رہنا مسلمان کی شان نہیں اور علماء اہلسنت جب انھیں شرع کے احکام بتائیں تو ضرور مانیں اور عمل کریں، ہاں وہابیہ سے ضرور

اجتناب کریں اور ان سے مسائل ہرگز نہ پوچھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ حافظ کلن صاحب محلہ گندہ نالہ۔ بریلی ۱۲ جمادی الاول ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان ہے لیکن اسکا طرز عمل خلاف شرع ہے بداعمال بہت زیادہ جوا وغیرہ کا ہروقت شغل ہے اغلام اعلانیہ کرتا ہے کچھ لوگوں نے اس کو سمجھایا تو اس نے قسم کھائی کچھ صاحبان کے نزدیک معاذاللہ کفر نیا ید۔ اگر اب میں حرام کروں تو ایسا سمجھنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیساتھ کیا۔ ایسا سخت کلمہ کہا اور پھر اعلانیہ اغلام اور حرام کیا اور برابر کرتا ہے، پس اس صورت میں شریعت مطہرہ میں ایسے شخص کیواسطے کیا حکم ہے اور جو کوئی مسلمان اس سے ملے اس کیلئے کیا حکم ہے اور جن لوگوں کے روبرو اس نے یہ کلمہ کہا اور ان لوگوں نے سنکر اس سے کچھ نہیں کہا ان لوگوں کیلئے ازروئے شرع کیا حکم ہے ؟

الجواب:۔ اس شخص پر تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم ہے اور جب تک توبہ نہ کرے مسلمان اس سے میل جول سلام کلام سب ترک کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ مولوی منور علی طالب علم مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی ۹ جمادی الآخر ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و حامیان اسلام مسئلہ ذیل میں کہ ایک مسلمان یعنی جس کو مسلمانوں نے مذہبی فرائض یعنی نماز روزہ ادا کرتے اور قرآن مقدس صحیح پڑھتے بانیز دیگران نشانات کو جو مسلمان کیلئے ضروری ہوں پاتے ہوئے کافر سمجھنا یا کافر کا سا نام لیکر پکارنا یا اسکے اللہ تعالیٰ و محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یا قرآن شریف کا واسطہ دینے پر کوئی نخش بات یا کام جبراً کروانا یا خود اس کے ساتھ کرنا کیسا ہے ؟ یعنی حرام ہے یا مکروہ، کفر ہے یا فسق ؟

الجواب:۔ شرع مطہر ظاہر پر حکم فرماتی ہے جب کوئی اسلام کا اقرار کرتا ہوا اور اسکا

کوئی قول یا فعل اس اقرار کی تکذیب نہ کرتا ہو تو ہم اسے مسلمان ہی جانیں گے اور اسلام کے تمام احکام اس پر جاری کریں گے، دل چیر کر دیکھنے کا ہمیں حکم نہیں ایسے مسلمان کو کافر سمجھنا کفر ہے جبکہ کفر کی کوئی بات اس میں نہ ہو۔ اور کافروں کے سے نام لیکر پکارنا حرام۔ قال تعالیٰ۔ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ[1]۔ اور فحش کلام کرنا بھی حرام۔ قال تعالیٰ۔ وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ[2] اور جبر کرنا دوسرا جرم قال تعالیٰ لَا تُکْرِھُوْا فَتَیٰتِکُمْ عَلَی الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا۔[3] واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ ہدایت اللہ موضع بھگوتا پور۔ ضلع بریلی ۲۶ رجمادی الآخر ۴۲ھ

بعد سلام کے واضح ہو کہ باندو کے فتوی میں آپ نے تحریر کیا تھا کہ یہ عورت باندو پر جائز نہیں اور پنچوں نے اس فتویٰ کے مطابق کر دیا باندو کے چچا نام ننھے نے نور محمد قاضی صاحب سے پوچھا کہ باندو کے فتویٰ میں آپ نے بھی دستخط کئے تھے نور محمد قاضی صاحب نے کہا کہ بھائی شرع کی بات تھی دستخط کیوں نہیں کرتا۔ باندو کے چچا نے کہا کہ شرع تو نہیں تھی اعضائے تناسل تھا سب نے ملکر ختنہ تو کر لیا اب سوپاری کی کور رہ گئی ہیں سو وہ بھی چھانٹ لو، اب شرع شریف کے اندر اس کا کیا حکم ہے اور ان کے ساتھ والوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ اس شخص نے فتوائے شرع وحکم شرع کی توہین کی، اس پر کفر لازم۔ یہ شخص پھر سے مسلمان ہو اور اپنی بی بی سے دوبارہ نکاح کرے جب تک توبہ کر کے تجدید نکاح نہ کرے اہل برادری اس کا حقہ وغیرہ بند کر دیں اس سے میل جول سلام کلام اس کے ساتھ کھانا پینا اپنے کسی معاملہ میں اسے شریک کرنا یا اس کے معاملہ میں شریک ہونا سب ناجائز، فتاوی عالمگیری میں ہے۔ رجل عرض علیه خصمه فتوے الائمة

---

[1] پارہ ۲۶ سورہ حجرات رکوع ۱۴ [2] پارہ ۱۴ سورہ نحل۔ [3] پارہ ۱۸ سورہ نور رکوع ۱۰۔ مصباحی

فردھا وقال چہ بارنامہ فتوی آوردہ قیل یکفر لانہ رد حکم الشرع وکذا لو لم یقل شیئاً لکن القی الفتوی علی الارض وقال این چہ شرع است کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ درنجف اسٹیشن جنکشن بریلی ۲ ؍رجب ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اہلسنت وجماعت کو بغیر تحقیقات رافضی کہدینا اگر واقعی وہ رافضی نہیں ہے تو کہنے والے پر کیا الزام لگایا جاوے ؟

الجواب :۔ اگر واقع میں سنی ہے اس میں رفض کی کوئی بات نہیں تو کہنے والا سخت گنہگار اس پر توبہ فرض اور معافی مانگنا لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مسئولہ غنی رضا خانصاحب ساکن بشارت گنج ضلع بریلی ۲ ؍رجب ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے میں سنی ہوں اور زید کی رشتہ داری رافضیوں میں ہے اور رافضیوں کو برا بھی نہیں جانتا ہے اور انکی موت وزیست میں شریک بھی ہوتا ہے وہابیوں سے بھی اس طرح سے ملتا ہے اور جلسہ دینی ودنیوی میں بھی شریک ہوتا ہے ایسی حالت میں زید کو سنی جاننا چاہیئے یا نہیں ؟

الجواب :۔ اگر واقع میں رافضیوں کو برا نہیں جانتا ، یا وہابیہ کے اقوال پر مطلع ہوکر پھر بھی برا نہیں جانتا ، تو زید سنی نہیں ، صرف اپنے کو سنی کہنے سے سنی نہیں ہو سکتا جبکہ بد مذہبوں کی بد مذہبی پر مطلع ہے اور بد مذہبی کو بد مذہبی نہ جانے ، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ حشمت اللہ شکر اللہ تاجران بساطہ خانہ مرزاپور ٹون ہال ۲۲ ؍شوال ۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مدت مدید کے ایک ایسے نومسلم شخص کے متعلق اس کا نام ہندوؤں کا۔ اس کی صورت ہندوؤں کی۔ اور اس کے

بچے ہندو۔ اس کی سابق کافرہ ومشرکہ عورت ہنوز زندہ اور ہندو ہی جو اسکی زوجیت میں ہے جس سے برابر اولاد ہوتی جاتی ہے، اپنی اہلیہ اور اولاد کو بجائے مسلم بنانے کے وہ ہندو ہی بنائے رکھنا پسند کرتا ہے، حالانکہ بعض مقامی مسلم نے کہا بھی کہ اپنے بچوں کو مسلمان کرو ختنہ کرادو اور چوٹی کٹادو، ہم تم سے بلا اکراہ رشتہ داری کریں گے لیکن اس پر بھی بلا عذر اپنے خاص ہندو واعزہ سے ناراض ہے کہ میری اولاد کو کیوں نہیں اپنی ہندو ذات میں شریک رکھتے اور شادی کراتے حتّٰی کہ اب اپنی جائداد بحین حیات اپنی اولاد کے نام لکھ کر اولاد کو تحریراً سابق ہندو برادری کے سپرد کر دیا ہے، حد ہوگئی کہ ایک مولوی سے اس نے یہ کہا تھا کہ اب میرا جی اسلام سے گھبرا گیا ہے اور دل چاہتا ہے کہ پھر زنار پہنوں، مسلم ہونے کا مدعی ہے اور دنیاوی معاملات میں بڑا چالاک ہے مگر بالقصد مسائل شرعیہ ضروریہ سے جاہل محض ہے۔ بے تکلف ہر وقت فحش اور بدترین گالیاں بکنا اسکی طبیعت ثانیہ ہے۔

ایک مرتبہ قبلہ رخ اپنے پیر کی تصویر رکھ چھوڑا تھا۔ ایک مولوی صاحب نے منع کیا تو کہا کہ ہم تو دراصل اس تصویر کو سجدہ کرتے ہیں۔ اسکا کوئی خیال وعمل گو باطل ہی کیوں نہ ہو مگر اس کے خلاف عالم کو گالیاں دیتا ہے۔ کافر سے بھی بدتر کہتا ہے مسلمانوں کو بدظن کرتا ہے۔ بہتان وافترا تراشتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ چاہے کافر سے ملو جلو صاحب سلامت رکھو۔ مگر اس عالم کو سلام بلکہ اس کے سلام کا جواب تک مت دو۔ پس ایسے نومسلم شخص کے متعلق از روئے شریعت اسلامیہ ومذہب حنفیہ کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ عورت اگر مشرکہ ہے تو مسلمان کی زوجیت میں نہیں رہ سکتی۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ[1] شوہر کے مسلمان ہونے کے بعد قاضی عورت پر اسلام پیش کرے گا اگر اسلام سے انکار کرے نکاح جاتا رہے گا

[1] پارہ ۲۸ سورۂ ممتحنہ رکوع ۸ ۔ ۱۲

الجواب :۔ احرام کے دو کپڑے ہیں ایک تہبند دوسری چادر ظاہر ہے کہ تہبند اور چادر سے نماز پڑھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ثابت ہے اسی سے نماز کو ناجائز کہنے کی کوئی وجہ نہیں محرم کا سر حالت احرام میں کھلا ہوتا ہے اگر کسی غیر محرم نے احرام کی طرح کپڑے پہن کر برہنہ سر نماز پڑھائی اگر یہ ننگے سر ہونا تواضع کیلئے ہے تو مستحب اور سستی کیوجہ سے ہے تو مکروہ[1] آج کل بعض لوگ ساڑی باندھتے ہیں اور اسے احرام کہتے ہیں اور اکثر وہ ساڑیاں رنگی ہوئی ہوتی ہیں، جو بالکل زنانی وضع ہے، مرد کو زنانی وضع پہننا ممنوع ہے، حدیثوں میں اسکی ممانعت آئی[2] اس طرح زنانی ساڑی باندھکر نماز پڑھانا مکروہ، اور ایسے کو ہرگز امام نہ بنایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] ایک صورت یہ بھی ہے کہ اگر ننگے سر نماز پڑھنے سے مقصود تحقیر نماز ہو مثلاً نماز کوئی ایسی مہتم بالشان چیز نہیں جسکے لئے ٹوپی یا عمامہ پہنا جائے، تو کفر ہے۔ اگرچہ یہ مسلمان کی شان سے بعید ہے۔ درمختار میں ہے۔ وصلاته حاسراً ای کاشفاً راسه للتکاسل ولا باس به للتذلل واما للاھانة بھا فکفر (ج ا ص ۴۷۴) اقول عوام میں ننگے سر نماز پڑھنا بہت معیوب سمجھا جاتا ہے اور نیت تذلل فعل قلب ہے اس پر لوگ مطلع نہیں نیز متکاسلین کو موقع مل جائے گا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ بہ نیت تذلل بھی ننگے سر نماز نہ پڑھے، چنانچہ شرح منیہ میں فرمایا۔ فیہ اشارۃ الی أنّ الاولیٰ أن لا یفعله وان یتذلل ویخشع بقلبه فانھما من افعال القلب۔ اقول اما تعقب الامداد بما فی التجنیس کما ذکرہ الشامی فمدفوع بما فی الحدیث اتقوا مواضع التھمة۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہاں احرام باندھکر ننگے سر نماز پڑھنا تذلل کیلئے نہیں یہ لوگ صرف فرضی احرام کی پابندی کرتے ہیں اس لئے ان کا ننگے سر نماز پڑھنا ضرور مکروہ ہوگا اگرچہ تنزیہی ہی، فلیحرر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[2] حدیث میں ہے۔ لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال۔ رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔ لعنت فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت کرتی ہیں۔ ساڑی باندھنا مطلقاً عورتوں سے مشابہت ہے۔ اگرچہ سفید ہی کیوں نہ ہو۔ رنگین ہو اور وہ بھی ایسا رنگ جو مردوں میں رائج نہ ہو تو بدرجہ اولیٰ مشابہت ہے۔ اسے باندھکر نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ آل مصطفےٰ مصباحی

کنز الدقائق میں ہے۔ لو اسلم احد الزوجین عرض الاسلام علی الآخر فان اسلم والا فرق بینهما۔ اور جہاں قاضی نہوں جیسے آجکل ہندوستان، یہاں عورت کو تین حیض آنے پر نکاح ٹوٹ جائیگا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔ واذا اسلم احد الزوجین فی دار الحرب ولم یکونا من اهل الکتاب او کانا والمرأة هی التی اسلمت فانه یتوقف انقطاع النکاح بینهما علی مضی ثلث حیض دخل بها او لم یدخل بها کذا فی الکافی۔ یہ حکم نکاح ٹوٹنے کا ہے یعنی اگر تین حیض گذرنے کے بعد عورت بھی مسلمان ہوگئی اور اسی شوہر کے پاس رہنا چاہتی ہے تو جدید نکاح کی ضرورت ہوگی کہ اب وہ پہلا نکاح جاتا رہا، رہا عورت سے جماع کرنا تو مرد کے اسلام لاتے ہی حرام ہوگیا۔ جب تک عورت تین حیض کے اندر ہی اسلام کو قبول نہ کرے، بالجملہ اگر عورت مشرکہ ہے تو یہ وطی حرام وزنا ہے اپنی اولاد کے کفر کو پسند کرنا اور یہ چاہنا کہ ہندو ہی رہے اگر صحیح ہے تو کفر ہے۔ الرضا بالکفر کفر۔ یونہی یوں کہنا کہ میرا جی اسلام سے گھبرا گیا ہے اور زنار پہننے کی خواہش ظاہر کرنا بھی کفر ہے کہ اسلام پر کفر کو ترجیح دینا ہے، تصویر کو سجدہ کرنا حرام ہے اور بقصد عبادت ہو تو کفر ہے۔ سنی صحیح العقیدہ عالم کو گالی دینا بھی کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے۔ الاستخفاف بالعلماء والسادات کفر۔ اور اگر وہ وہابی رافضی قادیانی وغیرہ میں سے ہے تو ایسے مولویوں سے ضرور اجتناب ہی چاہیئے اور بیشک قابل تنفیر ہیں حدیث میں فرمایا۔ ایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ ضرور الیسونکی مذہبی خرابی کا اظہار کیا جائے کہ عوام ان کے پھندے میں پڑ کر گمراہ نہ بنیں مگر فحش گوئی سے مسلم کو چاہیئے کہ اپنی زبان محفوظ رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

کتاب السِیَر

سِیَر کا بیان

مسئلہ: ۔ مرسلہ میمن حاجی علی محمد و حاجی یعقوب از شہر بروده محلہ راجپورہ ۲۷ر جمادی الاولی سنہ ۴۰ھ ۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ضلع سند حیدرآباد گاؤں لوہاری میں احمد زماں نام کا ایک دجال کذاب پیری کے لباس میں فرعون زماں بن گیا ہے۔ کبھی کہتا ہے "احمد بلا میم ہوں" اور کبھی بکتا ہے "احمد رسول ہوں" اور کبھی بھونکتا ہے کہ "مہدی آخر زماں ہوں" ہزاروں میمن اس گمراہ کے معتقد ہیں، اور کہتے ہیں کہ جو ہمارا دجال کہتا ہے وہ سچ ہے، جو اس کا پیرو ہے وہی ناجی ہے لوہاری کو جو میمن جاوے وہ سید اور حاجی ہو جاتا ہے، وہاں کی مٹی خاک شفا ہے اور پانی زمزم ہے جو لوہاری کے دجال نشان کے نیچے پناہ گزیں ہیں۔ اسی کو نجات اور امن وامان ہے، باقی سب کو ہلاکت اور حرمان ہے، خلاصہ یہ کہ اس ملعون کے کفریات کی کوئی حد وحساب نہیں ہے، رنگ رنگ کے کفر اس شیطان میں موجود ہیں، ہزاروں اخبار واشتہارات میں اس دجال کے ملعون عقیدے چھپ چکے ہیں۔ مگر جو لوگ اس کافر کے مرید بن چکے ہیں، اس کی پیروی سے ہرگز باز نہیں آتے۔ تو اب گذارش یہ ہے کہ جو شخص اس دجال کا معتقد ہو اس کو

برسو رام دھڑاکے سے اللہ میاں برسو یا اللہ میاں کھل گئے اللہ میاں برس گئے۔ یہ کلمات کیسے ہیں اور جو شخص ایسے کلمات کہے اس کو کیا کرنا چاہیئے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ خدا کو رام کہنا ہندوؤں کا مذہب ہے، وہ چونکہ اسے ہر شئے میں رما ہوا یعنی حلول کئے ہوا جانتے ہیں، اس وجہ سے اسے رام کہتے ہیں اور یہ عقیدہ کفر ہے، اور اسے رام کہنا بھی کلمۂ کفر۔ اللہ تعالیٰ کو میاں کہنا بھی ناجائز ہے کہ میاں کے ایک معنی شوہر کے ہیں اللہ عزوجل پانی برساتا ہے اور پانی برستا ہے یہ کہنا کہ اللہ میاں برسو یا اللہ میاں برس گئے کفر ہے جو ایسا کہے تو توبہ کرے تجدید اسلام و تجدید نکاح کرے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۳:۔ از کیر کلاں ضلع بلند شہر مرسلہ منظور حسین صاحب قادری ۲۱ صفر ۱۳۸۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ زید مسجد میں قسم کھاتا ہے کہ اگر میں مرتکب زنا ہوں یا کوئی گناہ کبیرہ کروں تو کافر ہو جاؤں اگر زید پھر مرتکب زنا و افعال قبیح ہوتا ہے تو قسم کھانے کے وجہ سے وہ کافر ہو گیا یا صرف فاسق ہی رہا اس کے بعد میں وہ توبہ کرے یا باقاعدہ از سر نو مسلمان بنے؟

الجواب:۔ اگر قسم کھائی کہ فلاں کام کریگا تو کافر ہو گا پھر اس نے وہ کام کیا اس کے کفر میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک کافر ہو گا، اور بعض کے نزدیک نہیں اور بعض فرماتے ہیں اگر وہ جانتا ہے کہ اس فعل کے کرنے سے کافر ہو جائے گا تو ہو جائے گا ورنہ نہیں، صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من حلف علی ملتہ غیر الاسلام کاذبا فھو کما قال۔ شیخ محدث دہلوی علیہ الرحمہ

لمعات میں فرماتے ہیں - اختلفوا فی انہ یصیر بہ کافرا اولا فقال بعضھم المراد بقولہ فھو کما قال التھدید والمبالغۃ فی الوعید کما فی قولہ من ترک الصلوۃ فقد کفر وھو المذھب عندنا وقال بعضھم یکفر لانہ اسقط حرمۃ الاسلام ورضی بالکفر،

فتاوی عالمگیری میں ہے - لو قال ان فعل کذا فھو یھودی او نصرانی او مجوسی او بریٔ من الاسلام او کافر او نحو ذلک فما یکون اعتقادہ کفرا فھو یمین استحسانا کذا فی البدائع حتی لو فعل ذلک الفعل یلزمہ الکفارۃ وھل یصیر کافرا اختلف المشائخ فیہ قال شمس الائمۃ السرخسی رحمۃ اللہ تعالی والمختار للفتوی انہ ان کان عندہ انہ یکفر متی اتی بھذا الشرط ومع ھذا اتی یصیر کافرا لرضاہ بالکفر وکفارتہ ان یقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ وان کان عندہ انہ اذا اتی بھذا الشرط لا یصیر کافرا لا یکفر۔ **بالجملہ اس کا کفر اختلافی ہے اگرچہ کفر کا حکم نہ دیں گے کہ یہی احتیاط ہے پھر بھی تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم ہوگا کہ کفر اختلافی میں یہ ضرور ہے۔**

درمختار میں ہے - وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح۔ وھو تعالی اعلم

مسئلہ: - کیا فرماتے علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ اشعار ذیل میں کفر لازم آتا ہے یا نہیں، کیونکہ ظاہراً صورت سے توہین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معلوم ہوتی ہے۔ اشعار مذکورہ یہ ہیں۔

موسیٰ ہی تھے جو غش ہوئے جلوہ کو دیکھکر ؛ اپنی تو آنکھیں کھل گئیں دیدار یار سے
خود بنا کر صانع قدرت نے تجھکو یوں کہا ؛ ختم تجھپر میرے پیارے مری صنعت ہوگئی

اور اشعار مذکورہ کا مطلب کیا ہوا۔ اور شاعر پر ان اشعار کے کہنے سے کیا حکم ہے آیا تکفیر کا مستحق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: - شعر اول کفر ہے کہ اس میں صریح طور پر شاعر نے اپنے کو موسیٰ

علیہ السّلام پر فضیلت دی ثانیاً اس نے اپنے لئے دیدار الٰہی ثابت مانا اور یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کیلئے خاص ہے یہاں تک کہ دوسرے انبیاء علیہم السّلام کیلئے اس زندگی میں نہیں۔ اور اگر یار سے مراد معشوق مجازی ہوا گرچہ سیاق کلام اس کے منافی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کیلئے جلوہ دیکھنا بتاتا ہے اور اپنے لئے دیدار یار ثابت کرتا ہے، تو یار سے وہی مراد ہوگا جس کا جلوہ موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا اور غش ہوئے نہ کہ یار مجازی کہ اس میں مصرع اوّل وثانی میں مناسبت نہیں رہتی۔ اور شاعر جو اپنے شعر میں ترقی کر رہا ہے وہ مفقود۔ پھر بھی اس موقع پر اکابر خصوصاً انبیاء خصوصاً ایک ایسے جلیل القدر نبی کا ذکر بے ادبی سے خالی نہیں، بہر حال شاعر پر تجدید ایمان تجدید بیعت وغیرہما ضروریات سے ہے۔ شعر دوم میں بظاہر کوئی خرابی معلوم نہیں ہوتی کہ محاورہ میں صنعت ختم ہونا مصنوع کا اعلیٰ مرتبہ کمال پر ہونا مراد ہے مثلاً یہ بولا کرتے ہیں کہ فلاں نے اس چیز میں اپنی کاریگری ختم کردی۔ اور ظاہر ہے کہ نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم افضل مخلوقات ہیں، ان سے افضل تو کیا، ان کے کمالات عالیہ میں ان کا نظیر ہی محال۔ شعر کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آفرینش کے بعد سلسلۂ آفرینش بند ہوگیا، اب کوئی خدا کا بنایا ہوا نہیں، کہ حضور کے بعد اس سلسلہ کے بند ہونیکے کیا معنٰی، بلکہ حضور ہی سے تو سلسلہ مخلوقات شروع ہوا اور سب سے حضور ہی کے نور کی تخلیق ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مسئولہ مولوی شفاء الرحمٰن طالب علم مدرسہ اہلسنت ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ کوئی ہندو چھپکر روزہ نماز سب کچھ کرتا ہے لیکن بظاہر کلمہ تک بھی نہیں پڑھتا اس پر کیا حکم لگایا جائے گا اسلام کا یا کفر کا۔؟

الجواب:۔ جب تک اپنا اسلام ظاہر نہ کرے گا۔ اسے مسلمان نہ کہیں گے کہ موقع پایا تو اقرار باللسان شرط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- از جودھپور مارواڑ ایک مینارہ کی مسجد کے پاس مرسلہ جمال الدین کمال الدین ۲ محرم الحرام ۴۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان دو شعروں کے بارے میں وہ دو شعر یہ ہیں ؟

اب جان ہے تو تو ہے ایمان ہے تو تو ہے ؛ دل دیکھے تو ہے اپنا ایمان گما بیٹھے
اب چین کہاں کمتر اب نین رہیں گے تر ؛ یثرب کے کنھیا سے ہم آنکھ لڑا بیٹھے

یہ دو شعر حضور کی شان میں کہا ہے اور یہ شعر کہنے والا شخص کیسا ہے اور مولود شریف کے قیام کے وقت غیر مقلد حضور کو کنھیا سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور حضور سے عشق لگانے سے ایمان کیسے جا سکتا ہے اور ایسا شعر جو کہتے ہیں ان کے واسطے کیا حکم ؟ جواب جلد ارشاد فرمائیں ؟

الجواب :- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کنھیا کہنا ایک فاجر و بدکار زانی سے تشبیہ دینا گستاخی ہے، شاعر کو چاہئے کہ توبہ کرے نبی صلی تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق سے ہرگز ایمان نہیں جا سکتا بلکہ حضور کی محبت کمال ایمان ہے بلکہ ایمان اسی کا نام ہے۔ اور مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا بھی ناجائز ہے، کفار اسے یثرب کہتے تھے حدیث میں یثرب کہنے سے ممانعت آئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- عبد المجید خانصاحب رضوی اسٹیشن ماسٹر گھٹپوری بدایوں ۲۲ جمادی الاولیٰ ۴۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خسر نے اپنے لڑکے کی بیوی سے نماز پڑھنے کی نصیحت کی تھی۔ اس پر اس عورت نے جواب دیا کہ تم خدا کے بھتیجے ہو اور کسی نے کریم کریم کہا تھا تو نہیں بخشا گیا اور دوسرے نے کریل کریل کہا تھا وہ بخش دیا گیا۔ ان الفاظ کے کہنے سے وہ عورت نکاح سے باہر ہو گئی اور اگر نکاح کے باہر ہو گئی تو کس طریقہ سے اس کا نکاح جائز ہو گا۔ آیا پچھلا مہر معاف کروا کر اب اسکو نکاح پڑھوانا چاہئے یا پہلا مہر بھی قائم رہے گا اور عورت

حاملہ بھی ہے حاملہ ہونے کی حالت میں نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں ان سب باتوں کے جواب سے جلد مشرف فرمائیے گا ؟

الجواب :۔ یہ کلمہ کہ تم خدا کے بھتیجے ہو کلمہ کفر ہے کہ بھتیجا ہونا بغیر بھائی کے نہیں ہوسکتا اور بھائی ہونے کیلئے ماں باپ درکار۔ اور یہ صریح کفر مگر چونکہ سوال کے جواب میں ہے یہ بھی احتمال ہے کہ بطور انکار ہو یعنی ایسا نہیں ہے اور انکار بسا اوقات لہجہ سخت کر دینے سے یہی مفہوم ہوتا ہے اگرچہ لفظ میں انکار کا کلمہ مذکور نہ ہو اس احتمال کی بنا پر قائل کو اگرچہ کافر نہ کہیں مگر تجدید اسلام و تجدید نکاح درکار ہے، درمختار میں ہے۔ مایکون کفرا اتفاقاً یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح۔ پہلا مہر قائم ہے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرلیا جائے زیادہ مہر کی ضرورت نہیں، تین چار روپیہ کا مہر قرار دیکر دوسروں کے سامنے ایجاب وقبول ہوجائے کافی ہے۔ اگر عورت حاملہ ہے جب بھی اس وقت تجدید نکاح ہوسکتی ہے اس کی ضرورت نہیں کہ وضع حمل ہو۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ فاسئلوا اھل الذکر انکنتم لا تعلمون۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا ابن سعود اور اس کے متبعین نجد فی زماننا اسلام پر ہیں یا خارج از اسلام اور اس کے عقائد موافق اہلسنت وجماعت کے ہیں یا نہیں۔ اور ان کے حق میں اور نماز پنجگانہ میں یہ دعا پڑھنا جائز ہے یا نہیں وہ دعا یہ ہے۔ اللھم شتت شمل النجدیین الوھابیین الکافرین وھکذا الخ۔ افتونا ماجورین وتبینوھا ببراھین علماء الدین المتین۔

الجواب :۔ ابن سعود اور اس کے متبعین خالص وہابی ہیں اور ان کے وہی

عقائد میں جو عبدالوہاب نجدی کے تھے جس کی نسبت علامہ ابن عابدین شامی نے ردالمحتار میں فرمایا۔ کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوھاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذھب الحنابلة لکنھم اعتقدوا انھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون واستباحوا بذالک قتل اھل السنت وقتل علمائھم حتی کسر اللہ شوکتھم وخرب بلادھم وظفر بھم عساکر المسلمین۔ آج کل کے نجدی بھی تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر مشرک کہتے ہیں اور ان کے خون کو حلال جانتے ہیں بلکہ معاذ اللہ اونھیں لونڈی اور غلام بناتے ہیں اور ان کے اموال مثل غنیمت تقسیم کرتے ہیں اونھیں کے بارے میں حدیث صحیح میں وارد ہے یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیة، اونکے ہلاک ہونے کی دعا کرنی جائز ہے۔ حرمین طیبین میں اونھوں نے جو ستم ڈھائی، وہاں کے باشندگان احیاء واموات کو جو تکلیفیں پہونچائیں، مزارات صحابہ ومسلمین کی جو توہین کیں، اہل مدینہ کو بھوکا پیاسا رکھا۔ ان کے مظالم سے کون ناواقف ہے، ایسے ظالم وسفاک دشمن اسلام ومسلمین کی تباہی وبربادی کی دعا جائز ہے کہ ان کے وجود سے دنیا خالی ہو اور ان کی نجات سے حرمین شریفین پاک ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: ۔ از بھوپال مدرسہ احمدیہ عربیہ مرسلہ مولوی سلطان محمد ۴ شعبان ۴۵ھ

ایک شخص کے اقوال وافعال حسب ذیل ہیں ان کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے؟ خدا لاشی ہے۔ بلکہ مخلوق کا ہر فرد خدا ہے۔ دنیا میں کافر کا وجود نہیں بلکہ سب مسلمان ہیں قرآن مجید میں جن لوگوں کا ذکر آیا ہے انکی عبادت جائز ہے خواہ عبادت از قسم سجدہ تعبدی ہو یا اور کسی قسم کی۔ اور وہ لوگ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوں یا فرعون وہامان وقارون وجنات وشیطان وغیرہ اور یہ شخص خود بھی اپنے مریدوں سے اپنے سامنے سجدہ کراتا ہے اور حکم کرتا ہے کہ ہر شخص کو

سجدہ کرنا جائز و درست ہے۔ خواہ ہندو ہو یا مسلمان یا اور کسی مذہب کا؟
بینوا توجروا۔

الجواب:۔ یہ شخص قطعاً کافر اس کے کفر میں اصلاً شک و شبہ نہیں بلکہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔ اسلام کا رکن اولیں اللہ عزوجل کی توحید ہے جب یہ شخص اس کے وجود سے ہی منکر اور اوسے لاشی کہتا ہے تو ایمان کہاں یوہیں مخلوق کے ہر فرد کو خدا کہنا شرک اعظم۔ ان الشرک لظلم عظیم۔ ایسے امور میں فتوے کی کیا حاجت یہ وہ باتیں ہیں جو مسلمان کا بچہ تک جانتا ہے کہ ایسا شخص ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا بلکہ زندیق و دہری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از لکھنو فرنگی محل مرسلہ مولوی لطیف الرحمٰن طالب العلم پورنیوی ۴ شعبان ۲۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولانا شاہ حفیظ الدین صاحب قدس سرہٗ پورنیوی اپنے دیار میں مسلم الثبوت بزرگ تھے۔ جن کے مسلک پاک کی وضاحت کے لئے ان کا محض یہی ایک ارشاد کہ تقویۃ الایمان تخریب الایمان ہے۔ ان کے مسلک کا تقدس اور دوسرے مسلک سے امتیاز کیلئے کافی ہے۔ حضرت مولانا ممدوح قدس سرہٗ کے تلامذہ اور خلفاء سے مولوی محمد عابد چنڈی پوری مالدہی ہیں۔ یہ خلیفہ صاحب مصنف تقویۃ الایمان کو سنی حنفی سمجھتے ہیں اور ان کے مسلک کی صفائی میں ان کے اقوال کی یہ توضیح فرماتے ہیں۔ (اقوال مولوی اسماعیل جو سوالاً ان کی خدمت میں پیش کئے گئے تھے۔ اور یہ دریافت کیا گیا تھا کہ ایسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

(۱) واجتبائی ازلی کہ در ازل الآزال مکنوں بود بر منصہ ظہور رسید و عنایت رحمانی و تربیت یزدانی بلاواسطہ احدے متکفل حال ایشاں شد، تا اینکہ روزے حضرت جل وعلا دست راست ایشاں را بدست قدرت خاص خود گرفتہ۔ و چیزے را از

امور قدسیہ کہ بس رفیع و بدیع بود پیش روے حضرت ایشاں کردہ فرمود کہ ترا ایں چنیں دادہ ام و چیزہائے دیگر ہم خواہم داد۔

(۲) اگرچہ احسن و اولیٰ در تالیف ایں کتاب چناں مینمود کہ بطوریکہ در تحریر اکثر مضامین ایں کتاب بر ترجمہ انچہ از زبان ہدایت نشان حضرت ایشاں صدور یافتہ بود اکتفار کردہ شد۔ و در تمامی مضامین ہمہ راہ پیمودہ می شد۔ لیکن از بسکہ نفس عالی حضرت ایشاں برکمال مشابہت جناب رسالت مآب علیہ الصلواۃ والتسلیمات در بدو فطرت مخلوق شدہ بنار علیہ یوم فطرت حضرت ایشاں از نقوش علوم رسمیہ دادہ۔ دانشمندان کلام و تحریر و تقریر مصطفےٰ تازہ بود لہذا اسرار غامضہ و مضامین عمیقہ (الی) دشوار می نمود۔ (توضیح خلیفہ صاحب موصوف)

(۱) سوال کی عبارت قرآن پاک سورہ ص کے پانچویں رکوع کی چھوتھی آیت کی تفسیر میں جو حدیث آئی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو میں نے خواب میں دیکھا اس نے مجھ سے پوچھا کہ یہ آسمان پر فرشتے کس بات میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ معلوم نہیں پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا۔ جس کے اثر سے تمام آسمان و زمین کا حال مجھ پر کھل گیا۔ اس وقت میں نے بتا دیا کہ ثواب کے لکھنے ہیں۔ اسی قیاس پر معلوم ہوتی ہے۔ تفسیر خازن صفحہ ۵۶ میں ایک حدیث اسی مضمون کی ترمذی سے لائی گئی ہے۔ کتبہ محمد عابد عفی عنہ

(۲) دونوں سوال کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مصنف تقویۃ الایمان ان اولیار کی حالت کے مانند اپنے ممدوح کی حالت کو بتاتے ہیں جو بغیر کسی ظاہری تعلیم اور بغیر کسی پیر کے ہاتھ پر ہاتھ دیئے علم لدنی اور معرفت وہبی پائے ہوں اور ایسے نسبت والے بزرگوں کو صاحب نسبت اویسی کہتے ہیں، کتبہ محمد عابد عفی عنہ

جب آپ پر توہب کے شبہ کرنے والے آپ کی صفائی مسلک کے لئے چند سوالات کرتے ہیں تو آپ سہارنپور کے مدرسین مدرسہ مظاہر علوم سے جواب منگا دیتے ہیں۔ (سوالات مع جوابات حسب ذیل ہیں)

(۱) وہابی کس کو کہتے ہیں۔ وہابیت اور حنفیت کے درمیان کونسی نسبت ہے حنفی وہابی ہوسکتا ہے یا نہیں ؟

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد بعض غیب ہے یا کل اگر بعض امور غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون وجملہ حیوانات و بہائم کیلئے بھی حاصل ہے۔

(۳) اصطلاح شریعت میں شرک کی کیا تعریف ہے اور کیا معنی ہے۔

(جوابات)

(۱) وہابی آجکل بدعتیوں نے اہل سنت والجماعت میں سے خاصکر حنفیوں ہی کا نام رکھ رکھا ہے اور ان میں سے بھی جو متبع شریعت ہو اس کو وہابی کہتے ہیں۔ تذلیل کے خیال سے۔ اعاذنا اللہ ولجمیع المسلمین من شرھم اس لئے ان دونوں لفظوں میں متعارف کے اعتبار سے کوئی مغایرت نہیں،

(۲) زید کا قول غلط ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علم غیب کی نفی فرمارہے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ فی القرآن۔ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک دوسری جگہ باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ لایعلم الغیب الا اللہ۔ چونکہ یہ اعتقاد نصوص قطعیہ کے خلاف ہے۔ اس لئے موجب کفر ہے اس سے توبہ وتجدید اسلام و نکاح ضروری ہے۔

(۲) شرک اسکو کہتے ہیں کہ غیر اللہ تعالیٰ کو اللہ کا شریک بنایا جاوے، باری تعالیٰ کے صفات میں سے کسی صفت میں یا جملہ صفتوں میں نعوذ باللہ منہ واللہ اعلم ضیاء احمد عفی عنہٗ۔

پھر جب خلیفہ صاحب سے دریافت کیا جاتا ہے کہ سہارنپوری جوابوں کو آپ صحیح سمجھتے ہیں یا نہیں۔ فرماتے ہیں کہ جواب کیا میرے زبان پر ہے کئی سو برس کے بعد جواب ملے گا۔

اب گذارش ہے کہ ان واقعات کے بعد خلیفہ صاحب موصوف مولانا ممدوح قدس سرہٗ کے سلسلہ پر ہیں یا نہیں اور خلیفہ صاحب کے ہاتھ پر جن لوگوں نے مولانا ممدوح قدس سرہٗ کا جائز خلیفہ سمجھکر بیعت کی ہے ان لوگوں کی بیعت باقی رہی یا نہیں اس بیعت سے عنداللہ فلاح کی امید ہے یا نہیں۔ خلیفہ صاحب کے ہاتھ پر جو لوگ مرید ہو گئے ہیں اب وہ کیا کریں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:۔ یہ شخص پکا وہابی ضال و مضل ہے۔ مولانا شاہ حفیظ الدین صاحب کا مسلک مصنف تقویۃ الایمان سے بالکل الگ، وہ اسکی کتاب کو گمراہ کن قرار دیتے تھے اور یہ خلیفہ اوسکا مؤید، پھر دونوں کا ایک مسلک کیونکر قرار پاسکتا ہے جب پیر کے طریقہ کو چھوڑا، مذہب اہلسنت سے کنارہ کش ہوا وہابیہ کو اچھا جاننے لگا تو خود بھی اونھیں میں داخل ہو کر بیعت و خلافت سے دست بردار ہوا کہ یہ چیزیں ایسی نہیں کہ مذہب ترک کرنے کے بعد بھی باقی رہیں، اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا ناجائز و حرام اور جو لوگ نادانستہ بیعت کر چکے ہیں وہ اب فوراً علیحدہ ہو جائیں کہ وہ بیعت بیعت ہی نہیں، نہ اس بیعت سے کوئی فائدہ متصور۔ اونکو چاہئے کہ شاہ صاحب کا کوئی دوسرا خلیفہ مستجمع شرائط ہو تو اوسکے ہاتھ پر بیعت کریں ورنہ کسی دوسرے پیر سنی المذہب سے مرید ہوں،

عبارت صراط المستقیم کی جو توضیح کی ہے اوس نے مصنف کو کیا فائدہ بخشا اوس
عبارت سے یہی تو ثابت تھا کہ پیر سے اللہ عزوجل کا کلام کرنا بتاتا ہے چنانچہ
دوسری جگہ لکھا کہ، گاہے کلام حقیقی می شود۔ یہ پیر کا خدا سے ہاتھ میں ہاتھ ملاکر
باتیں کرنا محل اعتراض، اور یہی کفر ہے کہ یہ ملک و نبی کے ساتھ مخصوص ہے
بلکہ یہ اعلیٰ مرتبہ نبوت ہے اور پیر کے نبی بنانے بلکہ خواص انبیاء میں داخل کرنے
کا ادعا ہے اور یہ کفر، شفاء امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے۔
من عترف بالٰهية الله تعالیٰ ووحدانيته ولكنه ادعى له ولدا او صاحبة فذلك
كفر باجماع المسلمين وكذلك من ادعى مجالسة الله تعالیٰ والعروج اليه ومكالمته
نیز فرمایا۔ وكذلك من ادعي منهم انه يوحى اليه وان لم يدع النبوة۔ شاہ
عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں زیر قولہ تعالیٰ وقال الذين لايعلمون لولا
يكلمنا الله۔ فرماتے ہیں۔ منشای ایں گفتگوی ایشاں جہل است زیراکہ نمی فہمند
کہ رتبہ ہمکلامی با خدائے عزوجل بس بلند است ایشاں ہنوز بہ پایۂ اولیں کہ
ایمان است نرسیدہ اند، وآں رتبہ محض مختص است بملئکہ وانبیاء علیہم الصلوٰۃ
والسلام وغیر ایشاں را ہرگز میسر نمی شود پس فرمایش ہمکلامی با خدا گویا فرمایش
آنست کہ ما ہمہ را پیغمبران یا فرشتہا سازد۔ شرح عقائد جلالی میں ہے۔
المكالمة شفاها منصب النبوة بل اعلى مراتبها وفيه مخالفة لما هو من ضروريات
الدين وهو انه صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين عليه افضل صلوٰة المصلين۔
وہ حدیث جو توضیح میں ذکر کی اوسمیں دست قدرت کا دونوں شانوں کے
درمیان رکھنا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اللہ عزوجل کا کلام کرنا مذکور ہے
اس حدیث کے پیش کرنے سے کیا مطلب ہے یہی نہ کہ جس طرح اللہ عزوجل
نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا اسی طرح اسماعیل دہلوی کے پیر

سے بھی اور حضور کے شانوں کے درمیان دست قدرت کو رکھا اوسکے پیر کے ہاتھ کو ہاتھ میں لیا یعنی دہلوی کا پیر بھی ویسا ہی ہے، جیسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے اس سے بھی کلام ہوتا تھا ہاتھ بھی ملایا جاتا تھا، اسی کو علماء نے غیر نبی کے لئے ثابت کرنا کفر بتایا پھر اس توضیح سے کیا نتیجہ نکلا، یوں ہیں عبارت دوم میں مصنف صراط المستقیم اپنے پیر کے جہل کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت امیت کیساتھ مشابہ کہتا ہے حالانکہ یہ ایک اعلیٰ کمال ہے اور اس کے معانی جو علماء نے بیان فرمائے وہ کتابوں میں مسطور ہیں امام ابوالحسن قالبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ کون النبی امیا آیۃ لہ وکون ھذا امیا نقیصۃ فیہ وجہالۃ:
بہر حال جب یہ خلیفہ مصنف تقویۃ الایمان اوراوس کتاب کو اچھی نظر سے دیکھتا ہے تو اپنے پیر کے مسلک کے خلاف ہے باقی سہارنپوری جواب اصلاً قابل التفات نہیں، جس کو اتنی تمیز نہیں کہ وہابی اور حنفی میں کیا نسبت ہے وہابی تو نجدی بھی ہیں جو اپنے آپ کو حنبلی کہتے ہیں پھر ایک یا حنفی سے خاص کہنا غلطی ہے، سوال دوم جو عبارت کے متعلق ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو صبی ومجنون و بہائم کے علم سے تشبیہ دی، اسکا کیا حکم ہے۔ جواب میں علم غیب کی نفی کرنے لگے اور وہ آیتیں پیش کرنے لگے جن میں علم ذاتی کی غیر سے نفی ہے۔ اور قرآن مجید کی وہ آیتیں جن میں اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے غیوب پر مطلع فرمانا ذکر فرمایا اون سے چشم پوشی کی، مثلاً لا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا مگر برگزیدہ رسول کو، اور فرماتا ہے۔ وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔ اے عام لوگو تم کو اللہ تعالیٰ غیب پر مطلع نہیں فرماتا لیکن اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اس

کیلئے چن لیتا ہے اور ان کے سوا بہت سی آیتیں ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مطلع علی الغیب ہونا ثابت مگر وہابیہ اس آیت کے مصداق ہیں۔ افتومنون ببعض الکتب وتکفرون ببعض۔ بالجملہ جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں یہ بیہودہ کلام لکھا اوس نے بیشک گستاخی اور توہین کی اور وہ بلاشبہ کافر اور جو اوسکا مؤید ہے وہ بھی اوسی کے حکم میں مسلمانوں پر لازم کے ایسوں سے دور رہیں ورنہ شیطان کو گمراہ کرتے دیر نہیں لگتی۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ من ذلک۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۲ :۔ از بریلی محلہ سوداگران مرسلہ سید قناعت علی صاحب امین جماعت رضا مصطفےٰ ۱۳ شعبان ۱۳۳۹ھ

جو مسلمان نماز پڑھتا ہے روزہ نہیں رکھتا زکوٰۃ دیتا ہے حج نہیں کرتا ہے حج کرتا ہے زکوٰۃ نہیں دیتا روزہ رکھتا ہے نماز نہیں پڑھتا وہ مسلمان اللہ ورسول کے نزدیک مسلمان ہے یا نہیں؟

الجواب :۔ نماز روزہ حج زکاۃ فرائض قطعیہ ہیں جو ان میں کسی آیت کی فرضیت سے انکار کرے کافر ہے اور اگر فرض جانتا ہے مگر ادا نہیں کرتا تو فاسق وفاجر ہے مگر اسلام سے خارج نہیں[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] وجہ یہ ہے کہ بلا عذر شرعی نماز نہ پڑھنا، یا روزہ نہ رکھنا گناہِ کبیرہ ہے۔ ایسا شخص فاسق گنہگار، مستحق غضب جبار ومستوجب نار ہے۔ مگر اسکی وجہ سے وہ کافر نہ ہوگا۔ کہ گناہِ کبیرہ کے ارتکاب سے مسلمان کافر نہیں ہو جاتا۔ "متنِ عقائد" میں ہے۔ الکبیرۃ لاتخرج العبد المؤمن من الایمان ولاتدخلہ فی الکفر۔ شرح عقائد نسفی میں ہے۔ ان حقیقۃ الایمان ھو التصدیق القلبی فلا یخرج المومن عن الاتصاف بہ الا بماینافیہ ومجرد الاقدام علی الکبیرۃ لغلبۃ شھوۃ أوحمیّۃ أوانفۃ اوکسل خصوصًا اذا اقترن بہ خوف العقاب ورجاء العفو والعزم علی التوبۃ لاینافیہ، نعم اذا کان بطریق الاستحلال والاستخفاف

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں وہ کہتے ہیں کہ ہنود اور نصاری کی عورتیں بطور رشتہ بلا نکاح رکھنا ہمارے واسطے جائز ہے۔ آیا یہ صحیح ہے یا غلط، دونوں مسئلوں کو بدلیل شرعی صحیح بیان فرماکر ممنون فرمائیے باری تعالیٰ آپ کو اجر عظیم وثواب جزیل عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین؟

الجواب: مشرکہ اگرچہ کسی مسلمان کی ملک میں ہو اس سے وطی جائز نہیں۔ عالمگیری میں ہے۔ ولا یطاء المشرکۃ والمجوسیۃ بملک الیمین، اور کتابیہ اگر مملوک ہو تو اس سے وطی جائز۔ قال اللہ تعالیٰ۔ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ[1]۔ اور ہندوستان کے ہنود یا نصاری مملوک نہیں کہ اس کے لئے تسلط وغلبہ شرط ہے اور یہ یہاں نہیں لہٰذا ایسی عورتوں سے وطی کرنا ناجائز وحرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اس مسئلہ میں گفتگو کررہا تھا۔ کہ گورنمنٹ کے یہاں جو شخص ایمانداری کرتا ہے۔ اور اپنے کام کو محنت سے انجام دیتا ہے۔ اس کی قدر نہیں ہوتی اور اس کے ساتھ انصاف نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ میں زید کے مونھ سے یہ الفاظ بھی نکل گئے کہ "وہاں کے یہاں بھی انصاف نہیں ہے" یعنی خدا کے یہاں۔ کیونکہ نیک لوگوں کو بھی زیادہ مصیبت اور تکلیف کا سامنا ہوتا ہے۔ تو آیا زید کو تجدید نکاح وتجدید ایمان کرنا چاہیئے یا نہیں؟

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳۲ کا:- کان کفرا لکونہ علامۃ للتکذیب (ص ۸۲ مطبع رشیدیہ دھلی) یعنی ایمان کی حقیقت تصدیق قلبی ہے۔ تو مومن جب تک منافیٔ تصدیق، امر کا ارتکاب نہ کرے وہ تصدیق قلبی سے متصف رہے گا۔ محض غلبۂ شہوت یا ننگ وعار یا کاہلی کی بنا پر کبیرہ کی طرف اقدام بالخصوص جبکہ اُسے عقاب کا خوف لاحق ہو، عفو کی امید ہو، اور توبہ کا ارادہ بھی ہو تو یہ تصدیق قلبی کے منافی نہیں۔ ہاں اگر گناہ کو حلال جان کر یا ہلکا سمجھکر کرے تو یہ کفر ہے۔ لہٰذا فرائض وواجبات کا تارک یا گناہوں کا مرتکب کافر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] پارہ ۱۸ سورۂ مومنون رکوع ۱ ۔ آل مصطفیٰ مصباحی

از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ اور اس میں تاخیر کرنا کیسا ہے؟

الجواب:۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہے لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[1]۔ جسے جتنا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ یفعل مایشاء ویحکم مایرید لایسئل عمایفعل وھم یسئلون۔ مالک حقیقی جو کچھ عطا فرماتا ہے محض اپنے فضل و کرم سے بے استحقاق عطا فرماتا ہے پھر اعتراض کے کیا معنی۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ[2]۔ ظلم ایک شئی قبیح و عیب ہے اور اس میں عیب کا پایا جانا محال ہے۔ لایظلم مثقال ذرۃ وماھو بظلام للعبید۔ اوسے ظالم کہنا کفر، فتاوی عالمگیری میں ہے۔ لومات انسان فقال الاخر خدای را آدمی بایست کفر کذا فی الخلاصۃ نیز اسی میں ہے۔ قال ابوحفص رحمہ اللہ تعالیٰ من نسب اللہ تعالیٰ الی الجور فقد کفر۔ کذا فی الفصول العمادیۃ، زید پر تجدید اسلام و تجدید نکاح لازم ہے گناہ خصوصاً کفر سے جہاں تک جلد ممکن ہو توبہ کرنا چاہئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ از کلکتہ مرسلہ مولوی سید حسن صاحب ۷؍ صفر ۴۶ھ

چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ شخصے بایں شرط زنے را بزوجیت خود درآورد، کہ اگر بلا اذن شما نکاح ثانی کنم پس فی الفور بمجرد نکاح زوجہ ثانیہ مطلقہ خواہد شد۔ پس اکنوں ناکح نزد مولوی صاحبیکہ قاضی نکاح اول بودند، برای دریافت چگونگی شرط مذکور و برای ترسانیدن زوجہ و والدین زوجہ خود بحالت غیظ و غضب خطے بدیں مضمون تحریر نمود، کہ جناب مولوی صاحب قسمیہ میگویم کہ اگر شرط معلوم در مذہب اسلام مستحکم بود، پس من ہم

---

[1] پارہ ۴ ر سورۂ آل عمران رکوع ۱۰ ر [2] پارہ ۶ ر سورۂ مائدہ رکوع ۱۲ ر مصباحی

دین اسلام را ترک گفتہ نکاح دیگر خواہم نمود۔ باید دید کہ کدام کس مرا مانع شود اگرچہ خوب می فہمم کہ بسیار تکالیف مرا خواہد رسید، لیکن چونکہ بسبب نادانستگی ام۔ ایں چنیں فریب دادہ شد لہٰذا من ہم اکنوں آں دین و شرع را ترک گفتہ معاوضہ ایں فریب بردن، میخواہم۔ جنابا برای ایں ہر سہ شخص مرا دین و زوجہ خود را ترک کردن او فتاد۔ اگرچہ زوجہ ام را بدیں فعل قصور نیست۔ برائش نزد خدا ہر چند مجرم شوم شوم۔ اگر در میان دہ یا نزدہ روز جملہ معاملہ فیصل شود بہتر والا ہر چہ دانم کنم من خوب می دانم و می فہمم کہ ہیچ شرط کسے را مجبور کرد نمی تواند داشت او اگر کدامے مذہب بایں چنیں شرط کسے را مجبور کرد داشتن میخواہد پس من آں مذہب ترک کردہ دیگرے را اختیار کردن میدانم، پس بایں طرز تحریر کفر وطلاق واقع شود۔ یا نہ واگر طلاق وکفر واقع نہ شود بر ناکح چہ حکم شرع دادہ شود، بینوا توجروا الی یوم الحساب۔

الجواب:۔ شخص مذکور برائے آنکہ کفر را پسند کرد، وکفر را بر اسلام ترجیح داد کافر شد۔ قال اللہ تعالیٰ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ[1]۔ در فتاوی علمگیری مذکور است من رضی بکفر نفسه فقد کفر، نیز او خود اقرار کفر میکند و گوید کہ برائے ایں ہر سہ شخص مرا دین و زوجہ خود ترک کردن او فتاد، و اقرار کفر بدون اکراہ شرعی کفر ہست، اگرچہ در دل اعتقاد ندارد بلکہ بمجرد عزم کفر کافر می شود، و عزم کفر بکلام ایں شخص ظاہر و ہویدا است، حاجت اثبات ندارد در علمگیری میفرماید۔ اذا عزم علی الکفر ولو بعد مائة سنة یکفر فی الحال کذا فی الخلاصة رجل کفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالایمان یکون کافرا ولا یکون عند اللہ مؤمنا کذا فی فتاوی قاضی خان۔ لہٰذا در صورت مذکورہ زوجہ اش از نکاح بیرون شد۔ اختیار دارد کہ بعد عدت بکسے دیگر نکاح کند۔ واللہ تعالیٰ اعلم [1] پ ۳، سورۃ آل عمران، رکوع ۹

مسئلہ از کلکتہ ذکریا اسٹریٹ ۲۲۰ مرسلہ مولوی عبدالعزیز خانصاحب

مندرجہ ذیل عقائد شریعت کے موافق ہیں، یا نہیں۔ اگر نہیں ہیں تو ایسے عقائد رکھنے والے کا از روئے شریعت کیا حکم ہے؟

مسئلہ (۱) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخلوق نہیں ہیں، قدیم ہیں کیونکہ اگلے نبیوں کے بھی آپ رسول ہیں؟

مسئلہ (۲) قرآن شریف صفت ہے۔ اور آپ موصوف اور صفت موصوف علیحدہ نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ ساتھ رہتی ہے؟

مسئلہ (۳) قرآن شریف آپ کا معجزہ وخلق ہے اور آپ اس سے افضل ہیں آپ صاحب قرآن ہیں۔ اور قرآن آپ کی طرف منسوب؟

الجواب (۱) ایسے عقائد بلاشبہ کفر ہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخلوق اور خدا کے بندہ ہیں آیات قطعیہ اور احادیث سے ثابت اور برہان عقلی اس پر قائم۔ قال اللہ تعالیٰ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا[1] سُبْحٰنَ الَّذِىْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ[2]۔ اگر حضور مخلوق نہ ہوں تو یا حضور کو خدا کہتا ہے اور یہ کفر ہے کہ آپ خدا نہیں بلکہ اس کے عبد ہیں یا اللہ کے سوا دوسرے واجب الوجود ہیں اور یہ شرک اور یہ کہنا پڑیگا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق نہیں حالانکہ وہ خالق کل شئی ہے اور حضور کے نبی الانبیاء ہونے سے یہ کیا ضروری ہے کہ آپ مخلوق نہ ہوں کہ اس کیلئے آپ کی خلقت کا سب سے پہلے ہونا ضرور ہے نہ یہ کہ مخلوق نہ ہوں بلکہ اس سے آپ کا مخلوق ہونا ثابت ہوتا ہے کہ جب آپ تمام نبیوں کے نبی ہیں اور نبی نہیں ہوتا مگر مخلوق، تو آپ مخلوق ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] پارہ ۱ سورۂ بقرہ رکوع ۳، [2] پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۱، مصباحی

الجواب (۲):۔ قرآن کلام اللہ کا ہے، اور کلام متکلم کی صفت ہے، اور یہ ان صفات میں ہے جن کو حقیقہ ذاتیہ کہا جاتا ہے جو امہات سبعہ کے ساتھ تمام کتب عقائد میں مذکور ہیں تو جب قرآن اللہ تعالیٰ صفت ہے تو بیشک اس سے علیحدہ نہ ہوگی اسی واسطے کتب عقائد میں مذکور القرآن کلام اللہ غیر مخلوق، چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور وہ غیر مخلوق ہے لہذا یہ صفت بھی غیر مخلوق اگر یہ حضور کی صفت ہوتا تو بیشک مخلوق ہوتا، قرآن کے غیر مخلوق ہونے سے حضور کو غیر مخلوق کہنا عجب منطق ہے، ہاں بعض مجازاً یہ بولتے ہیں کہ آپ کی صفت قرآن ہے یعنی قرآن میں حضور کے اوصاف کا بیان ہے اگر حقیقۃً آپ کی صفت ہو تو کلام اللہ نہ ہولہ کلام اللہ کی صفت ہے نہ کے حضور کی اگر حضور کے اوصاف بیان ہونے سے حقیقۃً حضور کی صفت ہوجاتی تو دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام بلکہ مؤمنین کے اوصاف کا بھی قرآن میں ذکر ہے تو چاہیئے کہ قرآن سب کی صفت ہو اور سب غیر مخلوق، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

الجواب (۳):۔ قرآن بیشک حضور کا معجزہ ہے، اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضور کی رسالت حق ہونے پر اس سے تحدی فرمائی یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کلام کو خدا کا کلام کہکر تم پر پیش فرماتے ہیں اگر تم کو اس کے کلام اللہ ہونے میں شک ہو۔ تو تم بھی اس کی سی ایک سورت بنالاؤ چنانچہ تمام جہان اس کے معارضہ سے اب تک عاجز رہا۔ اور ہمیشہ عاجز رہے گا کما قال اللہ تعالیٰ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا [1] تو معلوم ہوگیا کہ یہ بیشک اللہ کا کلام ہے۔ بندہ کا کلام نہیں۔ اور حضور دعوی رسالت میں یقیناً صادق ہیں آپکی طرف منسوب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ پر نازل ہوا نہ یہ کہ معاذ اللہ قرآن آپکا کلام ہے جو ایسا کہے یقیناً کافر ہے اس نسبت سے حضور کا قرآن سے افضل

[1] پ سورۂ بقرہ رکوع ۳۔

ہونا ثابت نہیں ہوتا ورنہ جمیع رسل علیہم السلام کلام اللہ سے افضل ہونگے کہ توراۃ موسیٰ علیہ السلام کی طرف انجیل عیسیٰ علیہ السلام کی طرف زبور داؤد علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔ اور یہ سب کلام اللہ ہیں، حضور کا خُلق قرآن ہے یعنی قرآن مجید پر عمل کرنا آپ کا خلق ہے، یا حضور کے اوصاف و کمالات کا بیان قرآن ہے یا حضور کے خلق کا عظیم ہونا قرآن میں مذکور ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[1]۔ بلاشبہ حضور تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ مگر قرآن مخلوق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے ذات و صفات سے حضور کو افضل نہیں کہا جا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از مقام واساواڑ کاٹھیاوار مرسلہ نور محمد حاجی عبداللہ میاں پیش امام ۱۲ ذی الحجہ ۴۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان کی لڑکی کی منگنی کسی مسلمان کے ساتھ ہوئی، اور لڑکی کے باپ نے تین سو روپیہ لیا۔ اور ایک ہزار روپیہ لڑکی کے نام سے کسی سیٹھ کے پاس امانت رکھوا دیا۔ اور نکاح کی تاریخ مقرر ہوگئی، اور جس روز نکاح تھا اس روز لڑکی کے باپ نے کہا، اس کے سسرال سے کہ ایک ہزار روپیہ کا میرا اختیار ہے جہاں چاہوں سو کروں، اور لڑکی میرے مکان میں رہے اور دوسرے گاؤں نہ لیجاوے، یہ شرط لکھاؤ گے تو نکاح کرونگا، اس بات چیت میں آپس میں مارا ماری ہوئی۔ اور لڑکی کے باپ نے کہا، میں اب نکاح نہیں کرنے دونگا جماعت والوں نے بہت سمجھایا مگر کسی کی نہ مانی، اب جماعت نے ذات سے ترک کیا، تو اب وہ کہتا ہے کہ محلہ مسجد میں نہیں آنے دیں گے، اور خدا خدا نہیں کرنے دیں گے تو میں رام رام کرونگا ایسا ہندوؤں کے روبرو لڑکی کا باپ کہتا ہے، اور یہ بات مسلمانوں نے روبرو سنا ہے تو اس کو مسجد میں آنے دے

[1] پ ۲۹ سورۂ قلم رکوع ۱

یا نہیں جو حکم شریعت کا ہو تحریر فرمائیں ؟

الجواب :۔ مسجد میں تمام مسلمانوں کا حق برابر ہے، کسی کو مسجد میں آنے اور نماز سے نہیں روکا جا سکتا۔ اگر اوس نے جماعت کا کہنا نہیں مانا تھا، تو اور قسم کی تہدید کر سکتے تھے، مسجد سے نہیں روک سکتے تھے۔ بہر حال اس نے یہ کلمہ بہت سخت کہا اس کلمہ سے توبہ کرائی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از مدرسہ مظہر العلوم سکندر پور ضلع بلیا مرسلہ جناب مولوی عبد العظیم صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و فقہائے عظام فتاویٰ قاضیخان کی عبارت ذیل میں۔

رجل تزوج امرأة بغير شهود فقال الرجل والمرأة (خدائے را و پیغمبر را گواہ کردیم) قالوا یکون کفراً لانه اعتقد ان رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یعلم الغیب وهو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت اھ (کتاب السیر باب مایکون کفرا من المسلم ومالایکون)

اس عبارت میں "وهو ما کان یعلم الغیب" سے صاف علم غیب کا انتفاء اور انکار ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ نہ تو جناب رسالتماب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس عالم ظاہری میں غیب کی باتیں جانتے تھے نہ یہاں سے تشریف لیجانیکے بعد، اور پھر "لانه اعتقد" سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ایسا اعتقاد کرے وہ عند الفقہاء کافر ہے۔ حالانکہ بہت سی احادیث سے علم ما کان ومایکون ثابت ہے۔ حتیٰ کہ قرآن کریم بھی سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا اثبات فرماتا ہے۔ اور اس کے علاوہ بہت سے علمائے کرام نے علم غیب کو تسلیم کیا ہے۔ بلکہ مجھے یاد آتا ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم غیب کی کئی قسمیں خالص الاعتقاد میں بیان فرما کر مطلق علم غیب کے

انکار کو کفر فرمایا ہے۔ اور ایسا ہی ہم اہلسنت کا اعتقاد ہے۔ لہٰذا دست بستہ عرض ہے کہ اس عبارت کا مطلب۔ ہمارے اعتقاد اور اس عبارت کے تناقض کو رفع فرمایا جائے۔ بینوا بالتفصیل والدلیل توجروا عند الملک الجلیل بالاجر الجزیل

الجواب:۔ اس میں تو شک نہیں کہ یہ نکاح صحیح نہ ہوا۔ اور اس کی وجہ یہ نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب نہیں جانتے بلکہ اللہ اور ایک شخص جو وہاں موجود ہے اس کی گواہی سے نکاح کیا جب بھی نکاح نہ ہوا حالانکہ اللہ عزوجل یقیناً قطعاً غیب جانتا ہے۔ جو اسے عالم الغیب نہ کہے وہ کافر۔ بلکہ وجہ یہ ہے کہ نکاح میں جس گواہ کی ضرورت ہے وہ پائی نہ گئی اس عبارت قاضیخان[1] میں جس علم غیب کی نفی ہے وہ علم ذاتی ہے، اور بیشک حضور کو علم غیب ذاتی نہ تھا۔ بلکہ وہ علم عطائی تھا۔ اور یہی انبیاء کیلئے مخصوص ہے۔ اور اس کا اثبات اللہ عزوجل کیلئے محال، علم ذاتی اللہ عزوجل کے ساتھ مخصوص اور دوسرے کیلئے ثابت کرنا کفر، پس بلاشبہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے علم ذاتی جو خاصۂ الوہیت ہے ثابت کرے اور اس کا معتقد ہو کافر ہے۔ جن لوگوں نے تکفیر کی اسی بناء پر کی۔ اس لئے اس عبارت میں لفظ قالوا ہے۔ جس سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ لوگوں نے ایسا کہا ہے مگر خود امام قاضیخان اگر جزم کرتے تو اس لفظ کو ذکر نہ کرتے۔ اور چونکہ اس اثباتِ علم غیب سے یہ ثابت نہیں کہ قائل نے علم ذاتی کا اثبات کیا بلکہ قوی احتمال موجود ہے کہ عطائی ثابت کرنا مقصود ہو اور اس صورت میں یقیناً کفر نہیں اسی واسطے درمختار میں اس کے ضعف کیطرف

---

[1] قاضیخان ص ۶۲۸ ج ۳ علی ھامش الھندیہ۔ کتاب السیر باب ما یکون کفراً من المسلم ومالا یکون ۱۲ مصباحی

اشارہ کیا۔ عبارت یہ ہے تزوج بشہادۃ اللہ و رسولہ لم یجز بل قیل یکفر۔ واللہ اعلم اور ردالمحتار میں اس کے کفر کی وجہ بیان کرکے یہ فرمایا کہ کافر نہ ہوگا۔ امام قاضیخان نے اس قول کو دوسروں کی طرف منسوب کیا۔ اور خود جزم نہ کیا۔ اور صاحب درمختار نے تضعیف کی طرف اشارہ کیا۔ اور علامہ شامی نے عدم کفر پر جزم فرمایا۔ اور نصوص قرآنیہ واحادیث صحیحہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم غیب ثابت، پھر اس احتمال ضعیف یعنی علم غیب ذاتی اس کی مراد ٹھہرا کر کس طرح تکفیر کی جاتی ہے۔ ردالمحتار میں ہے قولہ قیل یکفر لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب۔ قال فی التتارخانیۃ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لا یکفر لان الاشیاء تعرض علی روح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللہ تعالیٰ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول اھ قلت بل ذکروا فی کتب العقائد ان من جملۃ کرامات الاولیاء الاطلاع علی بعض المغیبات وردوا علی المعتزلۃ المستدلین بہذہ الآیۃ علی نفیہا بان المراد الاظہار بلا واسطۃ والمراد من الرسل الملک ای لا یظہر علی غیبہ بلا واسطۃ الا الملک، اما النبی والاولیاء فیظہرہم علیہ بواسطۃ الملک، وغیرہ وقد بسطنا الکلام علی ہذہ المسئلۃ فی رسالتنا المسماۃ سل الحسام الہندی لنصرۃ سیدنا خالد النقشبندی فراجعہا فان فیہا فوائد نفیسۃ، واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس عبارت ردالمحتار سے جس طرح یہ معلوم ہوا کہ قائل کافر نہیں اور تکفیر صحیح نہیں۔ یہ بھی معلوم کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہے بلکہ اولیاء کرام بھی امور غیبیہ پر مطلع ہوتے ہیں۔ اور یہی اہلسنت کا مسلک ہے۔ اور معتزلہ نے جو اولیاء کرام سے علم غیب کی نفی کی اس پر علماء اہلسنت نے رد کیے۔ پھر کتب عقائد میں جب اولیاء تک کیلئے علم غیب ثابت کیا گیا تو سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرنا کفر کیوں کر ہوسکتا ہے

بلکہ انبیاء علیہم السلام کو علم غیب ہونا ایک ایسا عقیدہ ہے جس میں معتزلہ بھی ہمارے مخالف نہیں۔ اگر وہ مخالف ہیں تو اولیاء کے متعلق خلاف کرتے ہیں اور ان سے نفی کرتے ہیں نہ کہ انبیاء کے متعلق، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از ہوڑہ مرسلہ جناب عبدالمجید معرفت عبدالحامد محمد شکراللہ خاں سنی قادری رضوی اعظمی ناظم انجمن اظہار الحق ۱۱۲ دکھن گرانڈ ٹرنک روڈ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو غصہ میں ماں کہکر دو ہفتہ تک علیحدہ رہ کر پھر ایک ساتھ ہوگیا، اور اسی غصہ میں قرآن شریف کو دو تین مرتبہ زمین پر پٹک کر کہا کہ اب جو تمہارے ساتھ رہیں تو ہمارے اوپر قرآن کی مار پڑے۔ جس وقت زید قرآن شریف پٹکا تھا تو اس وقت دو مولوی صاحب موجود تھے، اس میں ایک مولوی صاحب نے کہا کہ تم زید دس فقیروں کو کھانا کھلادو، کفارہ ادا ہو جائیگا، زید کفارہ بھی نہیں ادا کیا اور مولوی صاحبان زید ہی کے یہاں برابر کھاتے پیتے ہیں، ایسی حالت میں زید وہندہ ومولوی صاحبان کے بارے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بحوالہ کتاب وسنت ومعہ مہر ودستخط ارقام فرمائیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ اگر یہ کہا کہ تو میری ماں کے مثل ہے، اور اس سے طلاق یا ظہار کی نیت کی، تو ظہار یا طلاق ہے۔ بصورت نیت طلاق طلاق بائن ہوگی، کہ یہ کنایہ ہے، اور ظہار کی نیت کی تو ظہار کا کفارہ واجب ہوگا جب تک کفارہ ادا نہ کرے قربت حرام ہے، اور اس کا کفارہ غلام آزاد کرنا ہے اور یہ نہ کرسکے تو پے درپے ساٹھ روزہ رکھے، اور یہ بھی شرط ہے کہ ساٹھ روزہ پورا کرنے سے پہلے اگر قربت کریگا تو پھر سے ساٹھ روزے رکھنے ہوں گے،

یعنی ساٹھ روزے لگاتار اس طرح ہوں، کہ نہ روزہ ناغہ ہو نہ عورت سے قربت کرے اور روزہ بھی نہ رکھ سکے، مثلاً بوڑھا ہے کہ روزہ پر قادر نہیں تو ساٹھ مسکین کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے، اور اگر یوں کہا کہ تو میری ماں ہے، مثل کا لفظ یعنی تشبیہ کا لفظ نہ ہو تو نہ ظہار ہے نہ طلاق، مگر اس طرح کہنا برا ہے، درمختار میں ہے:۔ وان نوی بأنتِ علیَّ مثل امی او کامی وکذا لو حذف علیَّ خانیہ برا او ظہارا او طلاقا صحت نیتہٗ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ والا ینوشیئًا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ ویکرہ قولہ انت امی۔[1] قرآن مجید کو زمین پر پٹکنا اسکی توہین ہے اور یہ کفر ہے۔ اس کو تجدید اسلام و تجدید نکاح کرنی چاہئے۔ معلوم نہیں یہ کیسے مولوی ہیں۔ جنھوں نے دس مسکین کو کھانا کفارہ بتایا۔ بہرحال جب تک زید توبہ نہ کرے اس سے میل جول ترک کردیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از رانی کھیت جامع مسجد نینی تال مرسلہ مولوی قاری جلیل الدین صاحب ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید اس امر کا مدعی ہے کہ ہر کلمہ گو مؤمن ہے عام اس سے کہ وہ قادیانی ہو وہابی ہو شیعہ سنی یا دیگر فرق ضالہ و باطلہ؟

الجواب:۔ زید کا قول غلط ہے اگر مجرد کلمہ گوئی مؤمن ہونے کیلئے کافی ہوتی تو منافقین کو باوجود کلمہ گوئی کے اہل ایمان سے خارج نہ کیا جاتا، اور اونکے بارے میں وما ھم بمؤمنین نہ فرمایا جاتا۔ بلکہ ایمان نام ہے جمیع ضروریات دین کی تصدیق کا اگر کسی ایک ضروری دینی کی بھی تکذیب کرے، کافر ہے، اگرچہ باقی ضروریات کو مانتا ہو۔ علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفیہ میں فرماتے ہیں الایمان فی الشرع ھو التصدیق بما جاء بہ من عند اللہ تعالیٰ ای تصدیق النبی بالقلب فی جمیع ما علم بالضرورۃ مجیئہ بہ من عند اللہ تعالیٰ اجمالاً۔ پس قادیانی کہ منکر

[1] درمختار باب الظہار ج ۲ ص ۶۲۶ مصباحی

یہود و نصاریٰ کے نزدیک بھی درست نہیں، قرآن کا حکم تو یہ ہے ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تُبْعَثُوْنَ[۱] یعنی پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے، اور فرماتا ہے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى[۲] یعنی مرنے کے بعد پھر زمین سے اٹھائے جاؤ گے، یہ عقیدہ مسلمانوں کا ہے کہ مرنے کے بعد بعث ہوگا۔ اپنی اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے، نہ یہ کہ ایک روح متعدد اجسام لیتی رہے، تناسخ کا قول ان لوگوں کا ہے جو عالم کو قدیم مانتے ہیں یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، روحیں ہمیشہ ایک جسم سے دوسرے جسم میں آتی جاتی رہتی ہیں، اور مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ عالم حادث ہے قدیم صرف خدا ہے اور اسکی صفات، کتب عقائد شرح عقائد جلالی وغیرہ میں ہے اجمع السلف الصالحون من المحدثین وائمة المسلمین واهل السنت والجماعت علی ان العالم وهو ما سوی ذاته وصفاته حادث کان یقدرة الله تعالیٰ بعد ان لم یکن ای وجد بعد العدم بعدیة زمانیة۔ عالم کو قدیم بتانا کفر ہے۔ اور سراسر اسلام کے خلاف ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ[۳]۔ حدیث صحیح میں ہے، اصدق کلمة قالها الشاعر کلمة لبید الا کل شئ ما خلا الله باطل۔ بالجملہ یہ قول ضلالت و گمراہی ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو گمراہی سے بچائے، واللہ تعالیٰ اعلم

۲ یہ بھی اسلام کے خلاف ہے، مسلمانوں کا عقیدہ جو قرآن و حدیث و اجماع امت سے ثابت ہے یہ ہے کہ ہر شخص قیامت میں زندہ کیا جائیگا اس کے بعد مرنا نہیں، قال اللہ تعالیٰ۔ کُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ

---

[۱] پارہ ۱۸ سورۂ مؤمنون۔ [۲] پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ رکوع ۱۲ [۳] پارہ ۲۷ سورۂ رحمٰن۔ مصباحی

یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ[1] وہ زندگی ابدی زندگی ہے جو جنت میں جائے گا ہمیشہ جنت میں رہے گا، اور جس کا مستقر جہنم ہے وہ جہنم میں ہمیشہ رہے گا کبھی اس میں سے نہیں نکلے گا۔ دونوں کے بارے میں قرآن مجید میں، خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا فرمایا، پھر یہ خیال کرنا کہ بار بار قیامت قائم ہوگی کس طرح درست ہوسکتا ہے، جب دنیا میں آنا ہی نہیں، تو قیامت دوبارہ کیونکر ہوگی۔ قرآن مجید میں فرمایا کہ کافر تمنا اور خواہش کریں گے کہ دنیا میں دوبارہ واپس کردیئے جائیں، مگر واپس نہیں کئے جائیں گے۔ قال اللہ تعالیٰ، وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً فَنَتَبَرَّاَ مِنْھُمْ کَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا کَذٰلِکَ یُرِیْھِمُ اللّٰہُ اَعْمَالَھُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْھِمْ وَمَا ھُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ[2] لہذا قیامت صرف ایک بار قائم ہوگی اس کے بعد دنیا نہ ہوگی یہ بار بار دنیا کا پیدا ہونا اور مٹ جانا ہنود اور آریوں کا خیال ہے۔ کیونکہ وہ روح و مادہ کو قدیم کہتے ہیں اور جزا اور سزا کیلئے ایک حد مقرر کرتے ہیں، اس خیال باطل کی بنا پر وہ کہتے ہیں کہ عالم ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ مرکبات سب کے سب مٹ جاتے ہیں پھر سرے سے پیدا ہونا شروع ہوتے ہیں۔ برہان عقلی و نقلی سے جبکہ ثابت کہ عالم قدیم نہیں بلکہ حادث ہے تو نہ ہمیشہ سے ہے اور نہ ہمیشہ رہے گا، جب مبنیٰ ہی باطل ہے تو مبنی بھی باطل، ان مسائل کے ادلہ کتب عقائد میں مذکور ہیں۔ بخوف تطویل نظرانداز کئے جاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ جماع کے بعد نہانا فرض ہے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ

---

[1] پارہ ۱ سورۂ بقرہ رکوع ۳۔ [2] پارہ ۲ رکوع ۴ سورۂ بقرہ۔ مصباحی

حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا[1] حدیث میں فرمایا اذا التقی الختان الختان فقد وجب الغسل یہ اس شخص کی باطنی نجاست کا اثر ہے کہ نجاست حکمیہ کے زائل کرنے کو ضروری نہیں سمجھتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴ ہندو اوتار اوسے کہتے ہیں جس میں اپنے خیال باطل کی روئے سے یہ سمجھتے ہیں کہ خدا اس میں حلول کئے ہوئے ہے، اور معاذ اللہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس سے کہ وہ کسی شئے میں حلول کرے حلول کا قول کرنا کفر ہے واللہ تعالیٰ اعلم

۵ احتیاط الظہر خواص کیلئے ہے یعنی جو لوگ ایسے ہوں کہ اسکے پڑھنے سے نماز جمعہ میں شبہ و تردد انھیں نہ ہوگا، وہ پڑھیں اور چونکہ نماز جمعہ کے متعلق بہت کچھ اختلافات ہیں، اگرچہ بنا پر قول راجح و مختار اوسکا جمعہ ہو جاتا ہے اور اس لحاظ سے وہ جمعہ پڑھتا ہے مگر برأت ذمہ اسی وقت یقین کے ساتھ ہوگی جبکہ بلا اختلاف اس کا فرض وقت ادا ہو، لہذا اس یقین حاصل کرنے کیلئے احتیاطاً آخر ظہر پڑھتا ہے، ردالمحتار میں ہے نقل المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشك فی کونہ مصراً ینبغی لھم ان یصلوا بعد الجمعۃ اربعًا بنیۃ الظھر احتیاطًا حتی انہ لو لم تقع الجمعۃ موقعھا یخرجون عن عھدۃ فرض الوقت باداء الظھر ومثلہ فی الکافی وفی القنیۃ لما ابتلی اھل مرو باقامۃ الجمعتین فیھا مع اختلاف العلماء فی جوازھما أمرائمتھم بالاربع بعدھا حتما احتیاطًا اھ

ونقلہ کثیر من شراح الھدایۃ وغیرھا وتداولوہ وفی الظھیریۃ واکثر مشائخ بخاری علیہ لیخرج عن العھدۃ بیقین۔ آخر میں ردالمحتار میں فرمایا قال المقدسی[2] نحن لا نامر بذلك امثال ھذہ العوام بل ندل علیہ الخواص ولو بالنسبۃ الیھم اھ

---

[1] پارہ ۵ سورۂ نساء رکوع ۴-۱۲ [2] ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۶ باب الجمعہ ۱۲ مصباحی

یہ کلام نفس احتیاط الظہر کے جواز میں ہے کہ خواص کیلئے جائز ہے، اگرچہ بعض علماء نے اس میں مخالفت بھی کی ہے مگر یہ کہنا کہ احتیاط الظہر پڑھنے سے جمعہ باطل ہوجاتا ہے، باطل محض ہے، کہ جب جمعہ نیت صحیح کے ساتھ ادا کیا گیا تو اب وہ باطل کس طرح ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۶۔ گائے کا گوبر صرف نجس نہیں، بلکہ نجاست غلیظہ ہے، درمختار میں جہاں نجاست غلیظہ کا بیان ہے اس میں فرمایا۔ وروث وخثی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۷۔ کلمۂ طیبہ لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ کلمہ ہے کہ اگر اس کو صدق نیت سے کافر پڑھے تو مسلمان ہوجاتا ہے، اور کفر وشرک کو مٹا دیتا ہے جو کلمہ اسلام کی بنا ہے، اس کا پڑھنا کفر ہوجائے، تو اب اسلام حاصل کرنے کی صورت ہی نہ رہے، اللہ تعالیٰ ایسی گمراہی سے بچائے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۸۔ غیر خدا کے نام پر جو جانور چھوڑ دیئے جاتے ہیں وہ مالک کی ملک سے نہیں نکلتے۔ بلکہ مالک ہی کی ملک میں باقی رہتے ہیں۔ اور اس چھوڑ دینے سے وہ حرام نہیں ہوجاتے لہذا اگر جائز طور پر اسے حاصل کرکے تسمیہ کے ساتھ ذبح کیا جائے تو اس کا کھانا حلال ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹۔ جمعہ اور نمازوں کی طرح نہیں بلکہ اس کے لئے شرائط ہیں، جب ان شرائط کے ساتھ پڑھا جائے تب درست ہے، ورنہ نہیں، انھیں شرطوں میں سے ایک امام بھی ہے۔ امام جمعہ جب نماز جمعہ ادا کرچکا اور کچھ لوگ باقی رہ گئے تو اگر کہیں دوسری جگہ بھی وہاں جمعہ ہوتا ہے تو وہاں جاکر پڑھ لیں اور اگر یہ نہ ہو یعنی دوسری جگہ بھی نہ ملے گا یا دوسرا جمعہ ہوتا ہی نہیں تو تنہا تنہا ظہر پڑھیں یہ لوگ نیا جمعہ قائم نہیں کرسکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰۱ نعتیہ اشعار پڑھنا جائز، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود سنے ہیں بلکہ بعض اشعار میں اصلاح بھی دی ہے اسکو حرام بتانا شریعت پر افترا کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احکام الٰہی جل وعلا سنانے اور کتاب اللہ پڑھانے آئے تھے احکام ہم کو پہنچ گئے کتاب پڑھ لی اب رسول کی ضرورت ہمیں نہیں ہے، اور جب تک زندہ تھے سب کچھ طاقت تھی اب بعد وفات کچھ طاقت نہیں۔ ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟ اور اس کا کیا جواب ہے کہ نبی کی ہم کو اب ضرورت نہیں رہی؟

الجواب: زید کا یہ قول کہ "اب رسول کی ہمیں ضرورت نہیں" اس کے کیا معنی ہیں، اگر یہ مطلب ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ ایسی کتاب لائے جو کبھی منسوخ نہ ہوگی اور ایسا دین خدائے تعالیٰ نے ہمیں دیا جو من جمیع الوجوہ کامل ہے اور قیامت تک یہی دین رہے گا۔ لہٰذا ایسے دین اور ایسی کتاب کے ہوتے ہوئے اب ہمیں کسی جدید نبی کی ضرورت نہیں کہ ہمارے لئے تو یہ فرمادیا گیا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا[1] تو یہ مراد درست ہے اور حق ہے، اگرچہ زید کے ظاہر الفاظ اس مطلب سے ابا کرتے ہیں اور اگر مطلب یہ ہے کہ رسول پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں، تو یہ صریح کفر ہے کہ جو کتاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں پڑھا گئے اسی کتاب میں یہ تعلیم بھی ہے۔ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ[2] پھر بغیر رسول پر ایمان لائے ہوئے مؤمن کیونکر ہو سکتا ہے، اور اگر مطلب یہ ہے کہ رسول کی تعظیم کی ہمیں

---

[1] پارہ ۶، سورۂ مائدہ رکوع ۵، [2] پارہ ۳، سورۂ بقرہ رکوع ۸، مصباحی

ضرورت نہیں کہ رسول کا کام کتاب پہنچا دینا تھا وہ کتاب پہونچا گئے ہم کو کتاب سے سروکار ہے رسول سے ہمیں کیا مطلب، تو یہ بھی کفر ہے کہ وہی کتاب جو خدا کی کتاب ہے جس کی ضرورت کا زید بھی قائل ہے، وہی بتاتی ہے وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ[۱] اور اسی میں یہ بھی ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ[۲] اور واقعی یہ بڑے درجہ کی احسان فراموشی و ناشکری ہے کہ جس کے ذریعہ سے خدا کے احکام اور کتاب ہمیں ملے، جس کے وسیلے سے اسلام ایسی جلیل و عظیم دولت ہمارے ہاتھ آئے۔ اب اسی کے احسان کو نہ مانیں، اور اس کی تعظیم و تکریم کو واجب نہ جانیں۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صرف اتنا ہی کام تھا۔ کہ کتاب پڑھ کر سنا دیں۔ اس کے بعد کتاب کا مطلب وغیرہ جو کچھ بتائیں وہ قابل تسلیم نہیں۔ اس امر میں ہمیں رسول کی ضرورت نہیں تو یہ بھی کفر ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں فرمایا۔ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ[۳]۔ جب قرآن نے آپ کو بیان کرنے پر مامور کیا تو اگر اس کی ضرورت نہیں تو یہ امر فضول ہے نیز فرماتا ہے۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ[۴]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرات کے بعد ایک مرتبہ بیان کا ہے۔ اور آپ کا بیان کرنا وہ خدا ہی کا بیان کرنا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ[۵]۔ حضور کا منصب صرف قرآن پڑھ کر سنا دینا نہیں۔ بلکہ لوگوں کا تزکیہ کرنا اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دینا ہے اور یہ تعلیم صرف الفاظ پڑھانا نہیں کہ وہ تو يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ میں حاصل تھی۔ بلکہ اس کی توضیح و تفسیر ہے اور اگر یہ مطلب ہو کہ رسول ہمیں کچھ کام نہ آئیں گے وہ ہماری شفاعت نہ فرمائیں گے تو یہ بھی باطل ہے

[۱] پ ۲۶ سورۂ فتح رکوع ۹، [۲] پ ۲۲ سورۂ احزاب رکوع ۴، [۳] پ ۱۴ سورہ نحل رکوع ۱۲، [۴] پ ۲۹ سورۂ قیمہ رکوع ۱، [۵] پ ۴ سورۂ آل عمران ۸

کہ قرآن سے شفاعت ثابت اور احادیث اس بات میں بکثرت وارد پھر اس کے انکار کے کیا معنی۔ یوہیں زید کا یہ کہنا کہ بعد وفات کچھ طاقت نہ رہی۔ کلام باطل ہے، وہ انبیاء ورسل کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے بقول مولانا معنوی ہمسری با اولیاء برداشتند،، انبیاء را ہمچو خود پنداشتند، انبیاء کی وفات کو وہ عام لوگوں کی طرح سمجھتا ہے۔ حالانکہ حدیث ابن ماجہ میں ہے فنبی اللہ حی یرزق کہ اللہ کا نبی اپنی قبر میں زندہ ہوتا ہے۔ اسے رزق دی جاتی ہے۔ تو جب انھیں کچھ طاقت ہی نہ ہو پھر یہ زندگی کیسی اور قرآن مجید میں فرمایا گیا۔ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى[1]۔ آپ کی ہر پچھلی ساعت پہلی سے بہتر ہے، بلاشبہ انبیاء علیہم السلام بعد وفات بھی ہر قسم کی طاقت رکھتے ہیں وہ اپنے متوسلین کی اعانت کرتے ہیں۔ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ[2] جسے خدا نے نور نہ دیا ہو تو وہ کیا دیکھے اور کیا جانے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کافر کو اس وجہ سے قتل کر ڈالا کہ وہ اللہ جل وعلا کا دشمن ہے، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتا تھا تو از روئے شرع اس کے اوپر کوئی الزام ہے یا نہیں دوسری صورت یہ ہے کہ زید کی بی بی کو ایک کافر نے ہندو بنا لیا اس جوش میں آکر اس نے اس کو قتل کر ڈالا اب اس کے اوپر از روئے شرع کیا حکم ہے؟ اور آیا وہ قتل کیا جانے پر شہید ہوا یا نہیں؟۔

الجواب: ۔ آجکل ہندوستان میں انگریزی حکومت ہے، اور یہی انگریزی قانون جاری ہے، اسلامی حکومت ہوتی تو ایسے توہین کرنیوالے کی سزا قتل تھی،

واللہ تعالیٰ اعلم

[1] پارہ ۳۰، سورۂ ضحیٰ رکوع ۱۸۔ [2] پارہ ۱۸، سورۂ نور رکوع ۱۱، مصباحی

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رافضی کے متعلق فتویٰ ہے کہ وہ کافر ہے زید کہتا ہے جن عقائد کی وجہ سے رافضیوں کے اوپر کفر کا فتویٰ ہے کیا وہ پہلے نہیں تھے اب سے سیکڑوں برس پہلے بھی رافضیوں کے عقائد یہی تھے۔ جواب ہیں، ان کے عقائد کی کتابوں میں یہ مسئلہ جن پر کفر کا فتویٰ ہے پہلے بھی درج تھے، اور مجتہد لوگ ان کو مانتے تھے اب جو یہ کہا جاتا ہے کہ پہلے کے بعض رافضی اس خیال کے نہیں تھے بالکل ناواقف تھے، وہ اس وجہ سے بعض رافضی مسلمان تھے، زید کہتا ہے کہ اہلبیت کے یہاں یہ بھی مسئلہ ہے کہ جو مسئلہ عقائد کی کتابوں میں درج ہوں وہ بھی صحیح سمجھے جائیں گے اگرچہ اشخاص ان سے ناواقف ہوں مثلاً زید کہتا ہے کہ بعض رافضی ایسے ہیں کہ ان کو ایسے کل عقائد معلوم نہیں ہیں۔ تو ایسے رافضیوں کو کیا کہیں گے۔ مسلمان یا کافر۔ بعض علمار محض تبرا کی بنا پر جب کافر کہتے ہیں تو ایسی حالت میں تو کسی زمانے میں کوئی رافضی مسلمان نہیں تھا، اور برابر رافضیوں اور سنیوں میں شادی بیاہ ہوتا چلا آیا ہے اور شاید کوئی ایسا خاندان ہندوستان میں نہ ہوگا۔ جس کے یہاں رافضیوں سے شادی بیاہ نہ ہوئی ہو چنانچہ جتنی اولاد ہوئی سب حرامی قرار دیئے جائیں گے یا نہیں مع وجوہ مفصل جواب از روئے شرع دیجئے؟

الجواب:۔ روافض میں متعدد فرقے ہیں، اگرچہ اکثر عقائد میں وہ سب مشترک ہیں، مگر پھر بھی بہت ایسے عقائد ہیں کہ بعض میں ہیں اور بعض میں نہیں۔ اثنا عشریہ اور زیدیہ اور اسماعیلیہ وغرابیہ ہر ایک کے عقائد جداگانہ ہیں، مثلاً کوئی رافضی یہ اعتقاد رکھے کہ نبوت حضرت علی کے لئے تھی حضرت جبرئیل نے غلطی سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچا دی، یہ عقیدہ بعض روافض کا ہے مگر

اثنا عشریہ وغیرہ بھی اسے کفر سمجھتے ہیں، بعضوں کا عقیدہ رجعت کا ہے اور بعض اس کے منکر ہیں، ناواقفی چیز دیگر ہے جان بوجھکر ایک فرقہ کے عقائد سے دوسرا منکر ہے، اور یہ عقیدہ کہ قرآن مجید ناقص ہے اس میں تبدیل ہوگئی یہ تمام روافض کا عقیدہ نہ تھا یا ائمہ اطہار کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل کہنا تمام روافض کا عقیدہ نہ تھا، نہ ان میں کے ہر فرقہ کے کتب عقائد میں ایسے عقائد مذکور ہیں، پھر یہ کہنا کہ ہمیشہ سے ان تمام افراد کے یہی عقائد تھے، غلط ہے، لہٰذا جب تک عقائد کفریہ ثابت نہوں کیوں کر کسی فرقہ کی تکفیر ہوسکتی ہے، اور ثابت ہونے کے بعد چوں وچرا کی کیا گنجائش باقی رہتی ہے، اور عقائد کفریہ سے اگر وہ جاہل ہوں، اور اس فرقہ میں داخل ہیں، تو محض فرقہ میں داخل ہونے سے انکی تکفیر نہوگی ہاں اگر ان کے سامنے وہ عقائد پیش کئے جائیں اور وہ ان عقائد کا اقرار کریں یا ان کے معتقدین کو مسلمان جانیں۔ تو اب بیشک تکفیر ہوگی کہ ایمان وکفر کے مسائل میں جہل ضرور عذر ہے، یعنی جبکہ اس عامی شخص کا وہ عقیدہ ہی نہیں تو کفر کی کوئی وجہ نہیں۔ تبرا کا مسئلہ بیشک نیا مسئلہ نہیں، مگر اسکی وجہ سے تکفیر قطعی نہیں۔ فقہائے کرام اس کی وجہ سے تکفیر کرتے ہیں، کہ انکے یہاں لزوم والتزام کا فرق نہیں اور یہ ان کے مسلک موافق بھی ہے کہ فقہ میں حکم بربنائے ظاہر ہوتا ہے اور متکلمین تکفیر نہیں کرتے یہ لزوم کفر کو کفر نہیں کہتے، صرف التزام کفر کو کفر کہتے ہیں، اور یہ ان کے مسلک کے مطابق ہے کیونکہ یہ لوگ تدقیق سے کام لیتے ہیں، اور اس کا تقاضا یہی ہے کہ تکفیر نہ کی جائے اور یہی مسلک اسلم ہے اور محققین نے اسی کو اختیار کیا تو جب اس کی تکفیر میں اختلاف ہے اور صحیح عدم تکفیر ہے تو اس کی وجہ

سے مرتد نہوگا اور نکاح باطل نہیں مانا جائیگا، اور اولاد حرامی نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ڈاڑھی منڈوانے کا ذکر ہوا تھا کہ زید کے منہ سے "کلا سوف تعلمون" نکلا لیکن نہ تو زید نے کوئی معنی اسکے کہے اور نہ پھر آگے اور کچھ الفاظ کہے، کہ جس سے توہین پائی جاتی کیونکہ عمرو نے اس کلمہ کے نکلتے ہی زید کو روکا۔ آیا ایسی حالت میں زید کیلئے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ اگرچہ زید نے آیت کے کوئی معنی بیان نہ کئے، مگر ڈاڑھی مونڈوانے کے ذکر کیوقت اس آیت کو پڑھنا یہ صاف بتاتا ہے کہ اسکا مطلب یہی ہے کہ داڑھی مونڈاؤ اور چہرہ کو بالوں سے صاف کرو۔ جیسا کہ اکثر بیباک ایسے موقع پر اس آیت کو پڑھتے ہیں۔ اور یہ معنی مراد لیتے ہیں اور یہ کفر ہے کہ قرآن مجید میں یہ معنوی تحریف ہے۔ یا کم از کم یہ ایک استہزا ہے۔ جو اس نے احکام شرعیہ کے ساتھ کیا، اور آیت کو بطور تمسخر ذکر کیا۔ ایسا ہے جب بھی کفر ہے۔ قال تعالیٰ

اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ[1]

بہرحال زید پر تجدید اسلام و تجدید نکاح فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ سید ضمیرالدین احمد صاحب از الہ آباد محلہ دارا گنج ۲ جمادی الآخرہ ۴۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ نجات کیلئے اسلام ضروری نہیں ہے۔ اور شاردھانند جو مارا گیا شہید ہے۔ ایسا شخص مسلمان کہا جاسکتا ہے۔ یا جو لوگ اس جملہ کو سننے کے بعد اس کو مسلمان سمجھیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ نجات کیلئے اسلام ضروری ہے ورنہ اسلام و کفر میں فرق ہی کیا ہوا۔ قرآن مجید میں فرمایا ان الدین عند اللہ الاسلام[2]۔ اور فرماتا ہے

[1] پارہ ۱۰، سورۂ توبہ رکوع ۱۴، [2] پارہ ۳، سورۂ آل عمران رکوع ۱۰، مصباحی

ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا[1] جس کا ایسا خیال ہے کہ بغیر اسلام بھی نجات ہے اور کافر بھی شہید ہے، وہ کافر ہے اس کے اس عقیدہ کو جان کر مسلمان کہنا کفر ہے، اللہ کی راہ میں قتل کیا جانا شہادت ہے۔ ایک صحابی نے دریافت کیا کہ کوئی کسی غرض سے قتال کرتا ہے اور کوئی کسی ارادہ سے ان میں کون اللہ کی راہ میں ہے، ارشاد فرمایا من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ[2] جو اس لئے لڑا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو وہ اللہ کے راستہ میں ہے، اور کافر کفر کو بلند کرنا چاہتا ہے وہ ہرگز شہید نہیں ہو سکتا جو ایسا کہتا ہے غلط کہتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از محلہ کافور گلی ہوڑہ نند وگھوس لین مرسلہ مولوی محمد علی قادری امام مسجد ۴۲ ۲۲ محرم ۸۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے چند آدمیوں کے روبرو یہ کہا کہ جتنے مولوی ہیں سب سالے بدمعاش ہیں اور بہار شریعت وغیرہ سب فقہ کی کتابیں ان سب مولویوں کی گڑھی ہے، سب لڑانے کا کام کرتے ہیں، مولوی وہ جو سب کو اچھا کہے سب کی تعریف کرے سب مسلمان بھائی ہیں؟

الجواب:۔ جو تمام علماء کو برا بتائے اور سب کی توہین کرے وہ خود ہی سب سے برا ہے، علماء کی توہین بحیثیت علم کفر ہے[3]، فقہ کی کتابوں کو گڑھنت

۳۲۱

[1] پارہ ۵، سورۂ نساء رکوع ۱۴۔ [2] رواہ البخاری والمسلم عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مشکوۃ کتاب الجہاد)

[3] مجمع الانہر میں ہے۔ الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلم أو لعلوی علیوی، قاصدا به الاستخفاف کفر۔ سادات اور علماء کو حقیر جاننا کفر ہے جو عالم کو عویلم کہے۔ علوی کو علیوی کہے

بقیہ اگلے صفحہ پر

بتانا اوسکی بیدینی کی دلیل ہے، جو سب کو اچھا بتائے وہ قرآن وحدیث کے خلاف کہتا ہے۔ قرآن وحدیث نے اچھوں کو اچھا اور بروں کو بد بتایا۔ جو شخص معصیت کرے اوسکو اچھا بتانا اسکے یہ معنی ہوتے ہیں کہ گناہ گناہ نہیں اور جس گناہ کا ثبوت نص قطعی سے ہو اوسکے معصیت ہونے کا انکار کفر ہے مثلاً شرابی جواری چور وغیرہم سب ہی اچھے ہوں تو یہ افعال گناہ نہ ہوئے اور ان کو گناہ نہ جاننا قرآن مجید کا انکار ہے یہ بات صحیح ہے کہ سب مسلمان بھائی ہیں۔ جبکہ وہ حقیقۃً مسلمان ہوں مگر دعوی اسلام کے ساتھ اگر ضروریات دین کا انکار کرتا ہو تو وہ مسلمان ہی کیسا ہے اور ایسا شخص مسلمانوں کا بھائی نہیں۔ افسوس یہ ہے کہ یہ شخص خود ہی اچھا اسے بتاتا ہے جو سب کو اچھا کہے، اور پھر خود ہی علماء کو برا بتاتا ہے اور گالی دیتا ہے۔ لہذا اپنے ہی قول مطابق یہ خود برا ہوا بددینی جب آدمی میں آتی ہے تو یونہیں متناقض باتیں بکتا ہے ایسا شخص خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنا چاہتا ہے اسکی شیطانی باتوں کی طرف ہرگز توجہ نہ کی جائے نہ اس کے ساتھ میل جول کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) از پیلی بھیت محلہ منیر خاں قریب مسجد مرسلہ محمد احسان صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومتین از روئے شریعت مطہرہ مسائل ذیل میں کہ والدین کی ہر اطاعت اولاد پر فرض ہونے کے کیا مواقع ہیں۔ اور اطاعت کی مخالفت کی کیا صورتیں ہیں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ والدین کی اطاعت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵۸ کا:۔ اور مقصد تحقیر ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ حدیث میں فرمایا [illegible]
بحقهم إلا منافق بين النفاق ذو العلم وذو الشيبة في الاسلام وامام مقسط ۔ واللہ تعالیٰ اعلم [illegible]

اولاد پر فرض ہے۔ مگر جبکہ دینی کاموں میں مانع ہو تو اطاعت گناہ اور بے تعلقی فرض ہے، اس کا کیا معیار ہے۔ دینی کاموں سے کیا مراد ہے، دینی کام تو عقائد، فرائض، واجبات، سنن، سب ہیں، تو کیا صرف عقائد اور فرائض پر مانع ہونے سے اطاعت گناہ ہے یا ان کے علاوہ دوسرے تینوں باتوں میں سے ایک سے بھی مانع ہوں تو اطاعت نہ کی جائے گی۔

اب میں زید باپ اور عمرو بیٹے کے تنازع کی کیفیت عرض کرتا ہوں زید عقائد میں ٹھوس ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مگر طبیعت میں اس درجہ آزادی اور خودداری اور خود رائے ہے کہ اپنی بات بالا رکھنے میں کبھی علمائے کرام سے بھی بڑھ جاتا ہے، جب بات اپنے مقصد کے خلاف ہوتی ہے تو علماء سے بھی کہہ گذرتا ہے کہ تم بیوقوف ہو، شریعت میں عقل کی ضرورت ہے، خواہ حقیقت میں زید ہی غلطی پر ہو۔ زبان اس قدر بے قید ہو جاتی ہے کہ بعض اوقات غصے میں کفریات بھی زبان سے نکلتے ہیں۔ اگر متنبہ بھی کیا گیا مگر ہٹ دھرمی قائم رہی اور توبہ نہ کی ایک مرتبہ مراتب حضرت علی مولیٰ کرم اللہ وجہہ بیان کرنے میں تعلی سے یہ کہا کہ ان کو نماز میں جیسا استغراق ہوتا تھا۔ ویسا نبیوں علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی نہ ہوا۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا دار آدمی تھے۔ جب سمجھایا گیا کہ یہ باتیں شریعت کے خلاف ہیں تو بھی نہیں مانا۔ اور طرح طرح سے اپنی ہی بات بالا رکھی۔ عمرو جو بیٹا ہے وہ چاہتا ہے کہ احکام شریعت پر کاربند ہو تو اسے بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور باپ کے دباؤ سے بہت سے گناہ کرنے پڑتے ہیں۔ اگرچہ یہ تو نہیں کہ زید عمرو کو نماز روزہ سے منع کرتا ہو۔ مگر جبکہ دینی کام کرنے سے دنیاوی کام میں ہرج واقع ہو تو باعث ناخوشی ہوتا ہے، مثلاً عمرو جب مسجد کو گیا ہے

اور زید کو اس کی تلاش ہوئی، نہ پا کر یہ کہنا کہ وہ تو ملا ہو گیا ہے، مسجد چھوڑاتی ہی نہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ عمرو کو مالگذاری جمع کرنے کیلئے بھیجا وہ وقت ایسا تھا کہ نماز کا بھی اخیر اور روپیہ جمع ہونے کا بھی اخیر، عمرو نے نماز پڑھی اور مالگذاری جمع نہ ہوئی۔ جب عمرو واپس آیا تو لوگوں سے معلوم ہوا کہ زید کہتا تھا کہ ملا نے نماز تو چھوڑی نہ ہو گی۔ تم دیکھنا کہ روپیہ واپس لاتا ہو گا۔ غرض یہ کہ زید کا سلک یہ ہے کہ کام ہونا چاہئے۔ اس سے غرض نہیں کہ جھوٹ اور دغا بازی سے ہو یا راستبازی سے اکثر عمرو کیلئے جھوٹ کا بھی حکم ہوتا ہے۔ کہ فلاں شخص یہ پوچھے تو ایسا کہہ دینا اگر عمرو نے جھوٹ نہ کہا اور کام بگڑ گیا تو ناراضی اور ملامت کا شکار ہوتا ہے اکثر زید نے یہ بھی کہا ہے کہ تیری راستبازی نے ہماری ناک میں دم کر دیا۔ خدا جانے تو کیسی زندگی بسر کریگا۔ اور اپنا کام کس طرح چلائیگا علاوہ اس کے دوسری مصیبت یہ ہے کہ زید کی ملاقات اور دوستانہ جن لوگوں سے ہے ان میں کچھ امتیاز نہیں کہ وہ سنی ہیں یا وہابی یا رافضی چنانچہ اکثر ایسے لوگوں کی دعوتیں بھی ہوتی ہیں جب آتے ہیں تو ان کی آؤ بھگت کی جاتی ہے عمرو چونکہ گھر کا رکن ہے اسلئے اسکو یہ مصیبت ہے کہ چار ناچار ان لوگوں کی تواضع کھانا کھلانا۔ ان کے ساتھ کھانا سلام و کلام وغیرہ وغیرہ مکروہات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ اگر نہیں کرتا تو، تو تو میں میں اور بات بگڑنے کا اندیشہ ہے منجملہ زید کے دوستوں کے چند کی کچھ حالات لکھتا ہوں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ سنی ہیں یا بد مذہب ایک تو ایسا ہے کہ سنی مشہور ہے۔ اور سنی عقائد کا وعظ بھی کہتا ہے۔ مگر اشرف علی تھانوی کو کافر کہنے میں گریز کرتا ہے۔ جب کہا گیا کہ اس کے عقائد کی بنا پر جب اس پر کفر کا فتویٰ ہے تو تم کافر کہنے سے کیوں گریز کرتے ہو۔ تو جواب دیا کہ یہ تو سمجھتا ہوں

کہ اسکے وہ اقوال کفر ہیں مگر میں کسی کو کیوں کافر کہوں۔ مجھے کیا معلوم کہ وہ
دراصل کافر ہی ہے۔ دوسرا شخص ایسا ہے کہ ایک موقعہ پر اس نے کہا
کہ جناب مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے ایسا فرمایا۔ جب کسی نے کہا کہ تم
اسکا نام اس قدر عزت سے لیتے ہو اس کے عقائد تو اچھے نہیں۔ بولا کہ یہ
مولویوں کی افراط تفریط ہے۔ وہ ایسے نہیں۔ یہ شخص مشہور بھی مشتبہ ہے
کوئی سنی کہتا ہے اور کوئی وہابی، دیوبند کا تعلیم یافتہ بھی ہے اور اس مدرسہ
کا معاون بھی رہا ہے اس کا لڑکا کٹر کھلا وہابی ہے، اور زید نے بھی کسی موقع پر یہ
کہا ہے کہ مولوی صاحب کا لڑکا وہابی ہے مگر مولوی صاحب سنی ہیں زید کے تیسرے ملاقاتی
کا حال یہ ہے کہ اس نے ایک مجلس میں کہا کہ دین میں ساری خرابیاں امام ابوحنیفہ
نے ڈالی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اس کے اس مردود قول کا زید کو بھی علم ہوا پھر بھی
مقاطعہ نہیں۔ جب آتا ہے خوب آئیے تشریف لائیے سلام وکلام ہوتا ہے اور
عمرو کڑھ کڑھ کر زندگی بسر کرتا ہے۔

اب آپ حضرات سے عاجزانہ التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب صورتوں
کو ملحوظ رکھتے ہوئے از روئے احکام شریعت مطہرہ تحریر فرمادے کہ عمرو کو کیا
کرنا چاہیئے۔ آیا زید سے مقاطعہ کرکے اپنے رب کریم جلا وعلا کو راضی کرے
یا باپ کی فرماں برداری کرے جھوٹ سے مکاری سے جس طرح باپ راضی ہو اسے راضی کرے؟

مسئلہ (۲) کسی شخص کو علم دین حاصل کرنے کی تمنا ہے مگر اسکا باپ
اسے باہر جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور گھر پر مشغولیت اتنی ہے کہ علم حاصل
ہونا دشوار ہے۔ ایسی صورت میں بغیر باپ کی اجازت کے باہر جا سکتا ہے
یا نہیں، یہ سوال مطلقاً باپ اور بیٹے سے متعلق ہے۔ اور جبکہ باپ کے حالات
اس زید کے سے ہوں اور بیٹے کی سرگزشت اس عمرو کی سی ہو جنکا تذکرہ مسئلہ ۱

میں ہو چکا ہے تو کیا حکم ہے ؟

الجواب (۱) :۔ والدین کی اطاعت واجب ہے مگر جبکہ اونکی اطاعت میں محظورِ شرعی کا ارتکاب لازم آتا ہو تو ایسے موقع پر اطاعت واجب نہیں بلکہ ناجائز ہے حدیث میں ارشاد ہوا۔ لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ اگر والدین ترکِ فرض و واجب کا حکم دیں یا فعلِ حرام کا امر کریں تو ہرگز اونکی اطاعت نہ کی جائے بلکہ وہ کیا جائے جسے شریعت مطہرہ نے امر فرمایا۔ مگر والدین کو اس حالت میں بھی زجر و توبیخ نہ کریں بلکہ خوبی کیساتھ اونکی بات کو دفع کر دیں اس مختصر بیان سے عمرو کو معلوم ہو سکتا ہے کہ کن مواقع میں زید کی اطاعت کرے اور کن میں نہ کرے یونہیں اس کے والدین کے یہاں بدمذہب آتے ہوں تو عمرو ہرگز اون کی تعظیم و توقیر نہ کرے نہ ان سے مجالست کرے، اور اگر زید کے ساتھ رہ کر عمرو کو معصیت سے اجتناب نہ ہو سکے گا۔ اور زید اس پر بہت ناراض ہو گا تو عمرو علیحدہ ہو جائے اور باپ کی فرماں برداری میں جھوٹ مکاری وغیرہ ہرگز جائز نہیں کہ باپ کو وہیں تک راضی کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) فرائض کا علم فرض اور واجبات کا واجب اور جو چیزیں اسکی ضروریات میں نہ ہوں ان کا سیکھنا فرض کفایہ ہے۔ اگر وہاں علماء موجود نہ ہوں تو علم سیکھنے کیلئے باہر جائے۔ قال اللہ تعالیٰ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ[1] سوال سے ظاہر ہے کہ وہاں علماء موجود ہیں تو اب اسکو باہر جاکر علم حاصل کرنا کچھ ضرور ہی نہیں اور اگر والدین اس کی خدمت کے محتاج نہ ہوں تو اجازت لینے کی ضرورت نہیں مگر باہر جانے سے منع کریں تو نہ جائے، اور اگر باپ کی وہ حالت ہے کہ معصیت کرانا چاہتا ہے اور نہ کرے تو ناراض

[1] پ۱۱ س توبہ رکوع ۱۴

ہوتا ہے تو علم سیکھنے کیلئے اس کے پاس سے علیحدگی میں سلامتی ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:- از مقام شہر میرٹھ محلہ پورہ مرسلہ حافظ محمد سعید اللہ مہتمم مسجد
علمائے دین و مفتیان شرع متین درمیان اس مسئلہ کے کیا فرماتے ہیں۔ زید کی عمرو سے لڑائی ہوئی زید نے کہا کہ میرا نام نہیں جو میں تجھکو اس مسجد سے نکلوا دوں۔ تو زید نے موقع پاکر ایک مولوی سے جامع مسجد پر اعلان کروادیا کہ عمرو کہتا ہے کہ بہن بھائی کا نکاح جائز ہے، نعوذ باللہ من ذلك، یہ سنتے ہی شہر میں ایک شور برپا ہوگیا۔ پھر تمام شہر والوں نے تحقیق کی تو وہ سراسر جھوٹا الزام تھا اس حالت میں زید کے اوپر شریعت کیا جرم و سزا اقرار دیتی ہے؟

الجواب:- کسی پر جھوٹی تہمت لگانا اور خواہ مخواہ اوسکے ذمہ الزام تراشنا حرام و سخت حرام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ[1] افترا باندھنا مسلمان کی شان نہیں اور خاصکر ایسا افترا جو اوسکی تکفیر کا مرادف ہے اوس مفتری پر توبہ فرض ہے اور اس مسلمان سے معافی مانگنی لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- از موضع ہلدی کلاں ضلع الہ آباد مرسلہ شوکت حسین
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (الف) کا یہ عقیدہ ہے کہ تقویت الایمان کی تعلیم جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روحی فداہ کی شان میں کھلی گستاخیاں ہیں مثلاً۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ الکامرتبہ خداوندکریم کے سامنے چمار سے بھی کم تر ہے اور وہ تو مر کر مٹی میں ملگئے کوئی نبی اور کوئی ولی کسی کے چاہے کوئی قیامت تک پکارا کرے نہیں سن سکتے اور نہ کوئی امداد کر سکتے ہیں اور جو شخص یہ یقین رکھے کہ کوئی بزرگ میرے لئے خدائے تعالیٰ

[1] پارہ ۱۴، سورۂ نحل رکوع ۲۰۔

کی جناب میں سفارش کر سکتے ہیں تو ایسا یقین والا مشرک ہے۔ حق سمجھتا ہے اور اسکے مصنف کو بڑا بزرگ جانتا ہے اور ایک موقع پر جبکہ ب اور ج حضور روحی فداہ کے غیب کے مسئلہ پر گفتگو کر کے یہ ثابت کرتے تھے کہ حضور کو علم غیب حاصل تھا۔ الف بول اٹھتا ہے کہ اس کا ثبوت کہاں ہے۔ کسی کتاب میں نہیں ہے۔ کیا ایسا شخص مسلمان ہے؟ اور حنفی المذہب عشاق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو امام بنا سکتے ہیں؟ بینوا توجروا عند اللہ اجرًا عظیمًا

الجواب:۔ تقویۃ الایمان جس کتاب کا نام ہے وہ حقیقۃً تفویت الایمان ہے یعنی ایمان کو کھو دینے والی۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں نہایت گندے حملے کئے ہیں اس کا مصنف نہایت دریدہ دہن، انبیاء و اولیاء کی شان میں بے باک ہے، یہ کتاب بہت سے کفریات کا مجموعہ ہے آیات و احادیث کے غلط معنی بیان کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے، ایسی کتاب کے موافق عمل کرنا یا اس کے مطابق عقیدہ رکھنا کھلی گمراہی و بد دینی ہے اس کتاب کا ماننے والا وھابی ہے اوس کو امام بنانا بالکل ناجائز و حرام ہے اوس کے پیچھے نماز باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل ہیں۔

مشاجرات صحابہ میں کف لسان کا حکم علمائے کرام نے دیا ہے اس کف لسان سے کیا مطلب ہے۔ زبان سے کچھ کہنا نہیں چاہئے، یا کتابوں میں لکھنا بھی نہیں چاہئے۔ اگر یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں تو پھر جن علمائے کرام نے کہ ان امور کو اپنی مصنفات میں ذکر کیا ہے۔ ان علماء کے متعلق کیا خیال کیا جائے اور ان کی کتابیں قابل دیکھنے یا سند لینے کی قرار دی

جا سکتی ہے یا نہیں؟

مسئلہ:- (۲) علمائے متقدمین نے تو برابر اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور وہ کتابیں پیشتر شائع بھی ہوگئی ہیں تو کیا وہ علمائے متقدمین کیلئے جائز تھا۔ اور متاخرین کیلئے ناجائز؟

مسئلہ (۳) علامہ سعدالدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں ونکف عن ذکر الصحابة الابخیر۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

مسئلہ (۴) مشاجرات صحابہ لکھنے والے علمائے متقدمین و متاخرین فاسق و فاجر و مبتدع کیے جانے کے مستحق ہیں یا نہیں؟

مسئلہ (۵) جن علماء نے کسی صحابی کے متعلق باغی و مخطی و مبطل کے الفاظ استعمال کئے ہیں وہ علماء زمرہ اہلسنت میں داخل ہیں یا نہیں؟

مسئلہ (۶) اگر کسی صحابۂ رسول سے کوئی لغزش یا گناہ صادر ہوا تو اس کے متعلق یہ لکھنا جائز ہے یا نہیں کہ فلاں صحابی رسول اس گناہ اور لغزش کے مرتکب ہوئے؟

مسئلہ (۷) جو عالم اہلسنت وجماعت اپنی مصنفہ کتابوں یا تراجم میں جہاں اس نے مناقب اصحابہ کی احادیث جمع کی ہوں اور باوجود اس کے کہ صحابہ کے فضائل و مناقب کی احادیث بھی قابل جرح و قدح رہی ہوں مگر اس عالم نے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب و فضائل کی احادیث پر جرح و قدح کی ہو اس کے متعلق کیا حکم ہے وہ واجب الاتباع والاقتداء ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب (۱)۔ یہ امر مسلم ہے کہ القلم احدے اللسانین۔ یعنی قلم بھی زبان کا ہی حکم رکھتی ہے جس بات کو زبان سے بولنا منع ہے اوسکا لکھنا ممنوع، اور

جس کا تلفظ جائز اوسکا لکھنا بھی جائز۔ مشاجرات سے کف لسان کا یہ مطلب ہے کہ اون معاملات سے کوئی قبیح نتیجہ نکال کر لعن وطعن کرنا اور انکو ہدف ملامت بتانا سخت قبیح و حرام ہے اور مذہب اہلسنت سے خروج، اور علمائے سابقین نے بایں معنی کف لسان ہی کیا ہے۔ اور اگر کسی نے کسی موقع پر اس کے خلاف کیا ہے تو اونکی غلطی ہوگی، جو دوسروں کے لئے قابل تقلید نہیں۔ کیونکہ ایسے امور قابل تقلید نہیں ہوتے کہ جب نصوص قرآنیہ سے ثابت کہ اون میں ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ حسنیٰ فرمالیا ہے۔ کُلاًّ وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی[1] اور احادیث صحیحہ سے واضح کہ اونکی شان میں سب وشتم حرام توضعیف روایات اور بعض جزئی اختلافات میں حاشیہ آرائی کرکے بغیر مغز سخن تک پہنچے ایسی رائے قائم کرنا جس سے کسی صحابی کی توہین ہوتی ہو اور اونکی شان میں گستاخی ہوتی ہو ہرگز درست نہیں، ہر مسلم پر لازم ہے کہ جو عقیدہ و مسلک کتب عقائد میں محقق و مبرہن ہو چکا ہے اس کے خلاف قلم فرسائی نکرے۔ اور کسی عالم نے ایسا کیا ہے تو ان کا تخطیہ صحابہ کرام کے تخطیہ سے آسان ہے کسی ایک عالم کا قول معتبر مان کر جمہور کا خلاف کرنا ہرگز درست نہیں کسی کتاب کے معتبر ہونیکا یہ معنی نہیں کہ اوس میں جو کچھ لکھا ہے سب مسلم ہے یہ شان تو صرف قرآن مجید ہی کی ہے، ورنہ ہر کتاب میں بعض بعض امور متروک بھی ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) مشاجرات سے برا نتیجہ اخذ کرنا نہ متقدمین کیلئے جائز تھا نہ متاخرین کیلئے جائز۔ اور چونکہ یہ زمانہ ضعف عقیدہ و قلت فہم کا ہے۔ اس زمانہ میں لوگوں کے سامنے ایسی باتیں پیش کرنا بھی نہیں چاہیئے، جن سے عقائد خراب ہونیکا احتمال ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] پ۵ سورہ نساء رکوع ۱۰،

الجواب (۳) اس کا مطلب ظاہر ہے کہ جو بات ایسی ہو کہ اس کا ظاہر پہلو اچھا نہ ہو اسے ذکر ہی نہ کریں گے اور اگر ذکر کریں تو اسکا صحیح محمل نکالیں کہ انکی تنقیص شان نہ ہو اور اگر محمل صحیح ذہن میں نہ آتا ہو تو ذکر ہی نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۴) جن لوگوں نے صحابہ کو سب کیا ہو وہ بے شک مبتدع اور خارج از اہلسنت ہیں اور جنھوں نے محض کوئی ایسا واقعہ بیان کیا ہے جو صحابہ میں باہم پیش آیا ہو اور خود کف لسان کیا ہو تو مبتدع نہیں کہ ذکر روایت شئی دیگر ہے اور مذہب شئی دیگر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۵) اصطلاح شرع میں باغی اسے کہتے ہیں جو امام برحق پر خروج کرے عام ازیں کہ یہ خروج فساد کیلئے ہو یا اس نے اپنی رائے میں مخالفت ہی کو حق جانا ہو یوہیں خطا کے معنی بھول چوک کے ہیں۔ قصداً غلطی کرنے کو خطا نہیں کہتے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ رفع عن أمتي الخطاء والنسيان۔ یوہیں بطلان خلاف حق کو کہتے ہیں۔ عام ازیں کہ عدول عن الحق قصداً ہو یا بلا قصد مگر چونکہ عرف عام میں یہ الفاظ مقام توہین میں بولے جاتے ہیں لہذا اب کسی صحابی کی شان میں ایسے الفاظ ہرگز استعمال نہ کیئے جائیں ؟ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۶) خطائے بزرگاں گرفتن خطاست۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۷) اگر روافض کے مقابلہ میں اس نے ایسا کیا ہے کہ انھوں نے احادیث فضائل صحابہ پر جرح کی تھی، اس نے جواباً ایسا کیا کہ جرح سے اگر یہ احادیث نامعتبر ہو جائیں تو اس قسم کی جرح حضرت مولیٰ کے فضائل کی حدیثوں پر بھی ہے تو یہ بات قابل مواخذہ نہیں، اور مقصود یہ ہو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل کی حدیثیں رد کر کے انکے فضائل ہی سے منحرف ہے تو وہ ہرگز قابل اتباع نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ ازمقام نبی پور ضلع بھروچ مرسلہ جناب اسمٰعیل ولی بھائی صاحب
جو قاضی علمائے اہلسنت کو علمائے سو اور انکی توہین کرے اور جھگڑالو، فتنہ خور، رخنہ انداز کہتا ہو۔ اور دیوبندی مولویوں کو علمائے حقانی اور اچھے اچھے لقبوں سے یاد کرتا ہو اور وہابی، دیوبندی، بدمذہب، نیچری، اہل ندوہ کے مولویوں کا وعظ کراتا ہو اور پسند کرتا ہو، بد مذہبوں کی کتابوں کو اچھی کتابیں کہتا ہو اور حق ہیں، ایسا کہتا ہو ایسے قاضی اور متولی کا کیا حکم شرع سے ہے؟

الجواب:۔ یہ شخص خود بدمذہب وہابی ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو وہابیوں کا ہے اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا اس سے میل جول کرنا اسکے ساتھ کھانا پینا یا دوستانہ تعلقات رکھنا سب ناجائز ہے۔ اسکو بھی وہابیہ کا چیلا سمجھنا چاہئے اور اس سے دور رہنا چاہئے حدیث میں فرمایا ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ جناب حافظ عبدالغفور صاحب بنارسی مدرسہ فرقانیہ مومن پورہ ناگپور
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ خدا و رسول میں جو فرق جانے وہ کافر ہے، خدا وحدہ لاشریک ہے۔ محمد بن عبداللہ بھی وحدہ لاشریک ہیں لہٰذا دریافت طلب امور یہ ہے کہ جس شخص کا ایسا اعتقاد ہو اور اپنی تقریر و تحریر میں بھی مندرجہ بالا الفاظ استعمال کرتا ہو از روئے شریعت ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے؟ نیز ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ موافق کلام مجید و حدیث شریف کے جواب باصواب سے مستفیض فرمائیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ زید کا یہ قول کہ اللہ و رسول میں جو فرق جانے کافر ہے۔ اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ معاذاللہ حضور ہی کو خدا بتاتا ہے تو یہ کفر ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً خدا نہیں بلکہ عبداللہ و رسول اللہ ہیں۔ اور سائل نے جو زید کے الفاظ نقل کئے ہیں ان سے یہی معلوم و ثابت ہے کہ زید نے اپنے کلام سے ہرگز ایسا ارادہ نہیں کیا ہے کہ وہ تصریح

کرتا ہے کہ محمد بن عبداللہ اور جو ابن عبداللہ کہتا ہو وہ اللہ کیوں کر کہے گا اور اگر اس کلام کا یہ مطلب ہو کہ حضور کا حکم خدا کا حکم ہے اور حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے حضور کا دوست اللہ کا دوست ہے حضور کا دشمن اللہ کا دشمن ہے تو یہ یقیناً صحیح ہے اور جو اس کا انکار کرے کافر ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا [۱] اور فرماتا ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ [۲] اور فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [۳] وغیرہ ذالک من الآیات اور اس لفظ فرق کا اس معنی میں مستعمل ہونا اہل زبان پر مخفی نہیں، مجھ میں تم میں فرق نہیں یعنی میرا دوست تمہارا دوست ہے میرا دشمن تمہارا دشمن ہے یہ لفظ کمال محبت و مودت کے موقع پر بولا جاتا ہے نہ یہ کہ یہ دو شخص نہ ہوں۔ اور اگر فرق جاننے کا یہ مطلب ہو کہ اللہ پر ایمان لائے اور رسول پر نہ لائے یا بالعکس تو یقیناً کفر ہے اور زید کا قول بالکل صحیح و ایمان ہے اور قرآن مجید بھی ایسی تفریق کو کفر بتاتا ہے فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ [۴] بلکہ رسولوں میں تفریق بھی کفر ہے فرماتا ہے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ [۵] حالانکہ ظاہر و بدیہی ہے کہ انبیاء و رسل علیہم السلام بہت کثیر ہیں شخص واحد نہیں اسی طرح اللہ و رسول میں فرق کرنا بھی کفر ہے، اللہ تعالیٰ کا وحدہ لاشریک لہٗ ہونا ظاہر و باہر ہے اور اس وحدہ لاشریک لہٗ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یکتا و بے نظیر پیدا فرمایا اور حضور کو ایسے اوصاف کمالیہ عطا فرمائے کہ اب وہ دوسرے کے لئے نہیں ہو سکتے مثلاً اس نے حضور کو یہ فضل عطا فرمایا کہ سب سے اول حضور ہی کو پیدا فرمایا کہ حضور کے اول ہوتے ہوئے دوسرا اول نہیں ہوسکتا اور حضور کو خاتم النبیین کیا کہ اب حضور کے بعد دوسرا نبی مبعوث نہیں ہو سکتا کہ اگر ایسا ہو تو حضور خاتم النبیین نہ ہوں گے اور یہ بالبداہتہ باطل ہے حضور کو اول شافع

[۱] پ ۲۸ س حشر ع ۴ ۔ [۲] پ ۵ ۔ س النساء، ع ۸ ۔ [۳] پ ۳ س آل عمران ع ۱۱
[۴] پ ۶ س مائدہ ع ۱ ۔ [۵] پ ۳، س بقرہ، ع ۸ مصباحی

اول مشفع کیا اب یہ وصف دوسرے کے لئے نہیں ہو سکتا لہٰذا جب ان کمالات میں حضور کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا تو زید نے جو الفاظ کہے ان کے معنی شرعاً صحیح و درست ہیں۔
امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔ منزہ عن شریک فی محاسنہ، فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم، بالجملہ زید کے اقوال پر حکم کفر نہیں دیا جا سکتا جبکہ ان کے معنی صحیح ہیں اور قرآن و حدیث کے مخالف نہیں۔ پھر بھی زید کو یہ چاہئے کہ مجمع عوام جس میں بکثرت ایسے لوگ ہوتے ہیں جو دقائق علمیہ کو نہیں سمجھتے ایسے مجمل الفاظ استعمال نہ کرے کہ اس میں لوگوں کی بدعقیدگی یا زید کی طرف سے بدظنی کا مظنہ ہے، البتہ اگر دوران تقریر میں مسئلہ پر پوری روشنی ڈالی اور واضح کر کے سمجھا دیا اور نتیجہ میں ایسے الفاظ استعمال کئے اس طرح کہ نہ دوسرے لوگوں کے بدعقیدہ ہونے کا مظنہ باقی رہے نہ زید کی طرف بدعقیدگی کی نسبت کی جا سکے تو زید پر مواخذہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ محمد قمر الہدیٰ بہاری از مدرسہ دار العلوم حنفیہ صوفیہ دھانمنڈی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، میں اپنے عقائد کے مطابق شافعی مذہب رکھتا ہوں، عالم کہتے ہیں یہ مذہب ہندوستان کے اندر نہیں ہے یہ وہابیت ہے یہ وہابی مذہب جھوٹا ہے۔ اس سے توبہ کرو جب ہم مسجد میں نماز پڑھنے دیں گے، اسلئے میں تیار ہوا توبہ کرنے پر۔ مولانا صاحب نے کہا کہ اس طریقے سے توبہ کرو۔

۱:۔ اسماعیل دہلوی پر دس جوتا مارو اور کافر کہو،

۲:۔ وہابی اور دیوبندی کو کافر کہو اس پر میں نے انکار کیا اور کہا کہ علمائے دین سے فتویٰ لیکر کہوں گا اور میں جاہل ہوں اس پر مولانا صاحب نے کہا کہ جب تک تم اس توبہ کو ان الفاظ سے نہ کرو گے جب تک مسجد میں نماز پڑھنے مت آؤ میں نے کہا بہت اچھا۔

۳:۔ اگر وہابی مسجد کے اندر نماز پڑھنے آجائے تو مسجد سے نکال دو

۴:۔ وہابی اور دیوبندی سے جو لوگ ملیں جویں گے کافر، فاسق، منافق ہو جائیں گے اور ان

لوگوں سے جو لوگ ملیں جولیں گے یہ لوگ بھی کافر، منافق، فاسق ہوجائیں گے، سلسلہ باسلسلہ ہوتے رہیں گے ان سب باتوں کا جواب باصواب قرآن و حدیث، فقہ حنفیہ سے جواب دے کر مشکور فرمائیں، مکرر آنکہ میں جاہل ہوں خلاصہ تحریر جواب سلسلے سے؟

الجواب:۔ مذہب شافعی کو غلط و باطل کہنا باطل ہے، حق چار مذہب میں دائر ہے ان میں ایک شافعی مذہب بھی ہے۔ شافعی مذہب کو وہابیت قرار دینا نیری جاہلیت ہے، شافعی و حنفی دونوں عقیدے میں متحد ہیں جو کچھ اختلاف ہے عمل میں ہے اور وہابیہ اگرچہ حنفی مذہب رکھتے ہوں سنی نہیں ہیں اور شافعی سنی ہیں۔ شافعی ہمارے ساتھ نماز میں شریک ہو سکتے ہیں اور انکو منع نہیں کیا جا سکتا اور نہ شافعیت سے توبہ کرائی جا سکتی

۱:۔ اسماعیل دہلوی وہابیہ کا امام ہے اس نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان و صراط المستقیم و یکروزی و ایضاح الحق وغیرہا میں ایسی باتیں لکھی ہیں جن سے کفر لازم ہے اس کے اقوال کی خباثت دیکھنی ہو تو کوکبہ شہابیہ دیکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲:۔ دیوبندیوں نے اپنی کتابوں براہین قاطعہ[1]، حفظ الایمان[2]، تحذیر الناس[3] میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں صریح گستاخی کی اور وہ یقیناً کافر ہیں جو ان کے اقوال خبیثہ پر مطلع ہو کر انھیں کافر نہ کہیں وہ بھی کافر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳:۔ اگر ان کو مسجد سے نکال سکتے ہوں تو ضرور نکال دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴:۔ وہابیوں سے میل جول ناجائز ہے۔ حدیث میں ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا گیا ——— ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم ان کو دور کرو اس سے دور رہو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں، فتنہ میں نہ ڈال دیں مگر ان سے ملنے والا کافر جب ہی ہوگا کہ انکے اقوال کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو مسلمان جانیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[1] مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی و مولوی رشید احمد گنگوہی۔ [2] مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی۔ [3] مولوی قاسم نانوتوی۔ ۱۲ منہ

مسئلہ:- یہ کہ کوچہ و بازار و شاہراہِ عام پر شہدائے کربلا کی خود ساختہ لاشوں (تربتوں) کے ساتھ جو خواتین اہلبیت کے ہیں آہ و بکا، سینہ کوبی اور برہنہ سری من گڑھت واقعات کا بیان کرنا توہین اہلبیت ہے یا نہیں؟

الجواب:- یہ بالکل حرام ہے، شرع مطہر نے نوحہ اور بین سے ممانعت فرمائی اور اس کو فعل جاہلیت قرار دیا۔ پھر اسکو اہلبیت کی طرف نسبت کرنا ان کے پاک دامنوں پر بدنما دھبہ لگانا اور انکی توہین ہے جو ہرگز کسی مسلم کیلئے یہ روا و درست ہو نہیں سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مرسلہ محمد حبیب اللہ مدرسہ اشرفیہ نظامیہ فتحپور ڈاکخانہ بلو ضلع بھاگلپور

۱:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب زید سے کہا جاتا ہے کہ تم اشرف علی تھانوی و رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھوی و اسماعیل دہلوی و غنیمت حسین کو کافر کہو تو وہ کہتا ہے کہ ہمارا وہی طریقہ ہے جو اہلسنت کا ہے اور جس کو علمائے اہلسنت کافر کہتے ہوں اسکو میں بھی کافر کہتا ہوں میں کسی خاص شخص کا نام ذکر کرکے کافر نہیں کہوں گا چونکہ میرے مذکورہ بالا اقرار سے تو اب ہو ہی گیا ہے اسکی ضرورت ہی کیا ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا ایسا کہنے والا کافر ہے یا مسلمان؟ بینوا توجروا

۲:- مکرر اینکہ بکر اسمٰعیل دہلوی و اشرف علی تھانوی و خلیل احمد انبیٹھوی و غنیمت حسین کو نہ کافر کہتا ہے اور نہ مسلمان کہتا ہے تو بکر مسلمان رہے گا یا کافر ہو جائے گا؟

الجواب:- (۱) زید کو اگر رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھوی و اشرف علی تھانوی کے کفریات کی اطلاع ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ علمائے اہلسنت نے ان پر حکم کفر دیا ہے اور یہ کہتا ہے کہ علمائے اہلسنت جس کو کافر کہتے ہیں اس کو میں بھی کافر کہتا ہوں اور نام کی تصریح نہ کرنے کی وجہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ جب میں اقرار کر ہی چکا تو نام لینے کی ضرورت نہ رہی جس کا ظاہر مطلب یہی ہے کہ میں ان لوگوں کو کافر جانتا ہوں اس صورت میں زید پر الزام نہیں مگر جبکہ زید خود اس امر کا مقر ہے تو اسکو نام ذکر کرکے کافر کہنے میں تامل نہ ہونا چاہئے۔ واللہ اعلم

۲:۔ اسماعیل دہلوی کی نسبت سکوت کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس کی نسبت مشہور ہے کہ اس نے توبہ کرلی ہے مگر اشرف علی و خلیل احمد کی تکفیر سے سکوت کرنا موجب کفر ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ:۔ فتحپور ڈاکخانہ سبور ضلع بھاگلپور مرسلہ محمد عیسیٰ عفی عنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہٰذا میں

۱:۔ کہ مولوی غنیمت حسین جس نے کہ اقوال کفریہ اشرف علی تھانوی کی تائید میں اور اس کے اسلام ثابت کرنے میں بارہا علمائے اہلسنت سے مناظرہ کیا ہے اور مولوی غنیمت حسین کو اشرف علی و رشید احمد گنگوہی وغیرہ سے حسن عقیدت ہے اور اسکو کسی قسم کا اجتناب معاملات دینی و دنیاوی میں اشرف علی تھانوی و رشید احمد گنگوہی وغیرہ سے نہیں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مولوی غنیمت حسین سنی ہیں یا وہابی؟

۲:۔ ایک شخص زید نامی جس کی حالت یہ ہے کہ اس کا باپ اور اس کے گھر کے لوگ مولوی غنیمت حسین مذکور کے معتقد ہیں۔ اور مناظرہ سنی و وہابی میں زید کا باپ مولوی غنیمت حسین کا معین و مددگار تھا اور ایک مناظرہ میں خود زید بھی غنیمت حسین کے شریک تھا اور بعد مناظرہ جب زید سنیوں کے یہاں دوستانہ طور پر آیا تو دوران گفتگو میں فخریہ کہنے لگا کہ سنی علماء سے کچھ جواب بن نہ پڑا تو بھاگ گئے۔ زید گوکہ نماز کا عادی نہیں مگر کبھی کبھی غنیمت حسین کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے۔ فاتحہ کی چیز کھانے سے انکار کرتا ہے اور اس کے یہاں مردوں کی نماز غنیمت حسین ہی پڑھایا کرتا ہے۔ تیجہ، سوم وغیرہ نہیں کرتا ہے۔ غنیمت حسین کی آمد و رفت اس کے یہاں برابر ہے غنیمت حسین کی عزت اسکے یہاں علماء کی سی کی جاتی ہے۔ اسکو عالم سمجھتا ہے اور غنیمت حسین سے حسن عقیدت ہے، باوجود ایسا طرز عمل رکھتے ہوئے زید اپنے کو سنی کہتا ہے۔ سنیوں نے زید سے اس کی تصدیق چاہی اور زید سے کہا کہ اگر تمہارا یہ دعویٰ صحیح ہے تو تم اشرف علی تھانوی و رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھی و غنیمت حسین کو کافر کہو، مگر زید ان لوگوں کو کافر کہنے سے صاف انکار کرتا ہے

اور صرف یہ کہہ کر گلو خلاصی کراتا ہے کہ ہمارا وہی عقیدہ ہے جو اہلسنت کا ہے۔ اسکی کیا ضرورت ہے کہ ہم اشرف علی وغیرہ کو کافر کہیں باوجود بیحد اصرار کے وہ ایک دفعہ بھی اشرف علی وغیرہ کو کافر نہیں کہتا ہے، اور ہمیشہ ہر موقعہ پر اس سے گریز کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ زید سنی رہا یا وہابی؟

۲:۔ شریعتِ مطہرہ نے صورتِ مذکورہ میں زید کے جانچ کا (کہ آیا وہ سنی ہے یا وہابی) کیا معیار رکھا ہے؟

۴:۔ زید اشرف علی وغیرہ کے اقوالِ کفریہ کو کفر مانتا ہے مگر اشرف علی وغیرہ کو کافر نہیں کہتا ہے تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ مطابق حکم شریعت زید کافر رہا یا مسلمان سنی رہا یا وہابی؟

۵:۔ اگر کوئی مسلمان کافر کو کافر نہ کہے تو شریعت کا اس کے اوپر کیا حکم ہے؟

ہر سوال کا جواب نمبر وار مع حوالہ کتب بہت جلد عنایت فرمادیا جائے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ ۱:۔ یقیناً یہ شخص وہابی ہے اور فقط وہابی ہی نہیں بلکہ رشید احمد گنگوہی واشرف علی تھانوی کی طرح یہ بھی کافر ومرتد ہے کہ ان دونوں کے وہ اقوال یقیناً کفر ہیں جن کا حکم علمائے عرب وعجم نے یہ دیا ہے من شك فی كفره وعذابه فقد كفر جو ان کے اقوال پر مطلع ہوکر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲:۔ زید کا طریق عمل صاف اور واضح طور پر ظاہر کرتا ہے کہ زید سنی نہیں ہے بلکہ وہابی ہے وہابی عالم کی عالم دین کی طرح تعظیم کرنا، اس کے پیچھے نماز پڑھنا، اس سے نماز جنازہ پڑھوانا، اس سے حسنِ عقیدت رکھنا یہ باتیں سنی میں نہیں ہوسکتیں۔ زید یقیناً وہابی ہے۔ ایسی صورت میں زید کا وہ فقرہ کہ ہمارا وہی عقیدہ ہے جو اہلسنت کا ہے کافی نہیں۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ ان کو کافر کہنے سے صاف انکار کرتا ہے۔ وہ فقرہ بالکل بیکار ہے۔ اگر زید سنی ہوتا تو واقف ہوتے ہوئے یہ افعال نہ کرتا، اگر زید کے نزدیک رشید احمد گنگوہی واشرف علی تھانوی کافر ہیں تو ان کے کفر کا اقرار کرے

وہ اجمالی بیان ایسی صورت میں کافی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳:۔ جو شخص جس چیز کی وجہ سے متہم ہے اس کی جانچ بھی اس طریق پر ہونی چاہئے جس سے اطمینان ہو سکے۔ مثلاً جو شخص رفض کے ساتھ متہم ہو تو صحابہ کرام کے متعلق اسکے عقائد دریافت کئے جائینگے اور اس سے صاف طور پران امور کا اظہار کرنا ہوگا جس سے تہمت جاتی رہے اور اگر وہابیت کے ساتھ متہم ہے تو اس کی جانچ اس طرح کی جائے جس سے وہابیت کا الزام دور ہو سکے۔ کبرائی وہابیہ رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی اشرف علی تھانوی کے متعلق ان کے اقوال پیش کر کے پوچھا جائے اگر صاف طور پران لوگوں کے متعلق حکم کفر بیان کردے تسلیم کرلیں اور اسے بری سمجھیں ورنہ بری نہیں۔ واللہ اعلم

۴:۔ وہابیہ کے اقوال کفریہ جو "حسام الحرمین" میں مذکور ہیں یقیناً کفر ہیں ان کے قائلین کافر ہیں اگر زید کو ان قائلین کے کفر میں شک وتردد ہے تو زید بھی وہابی ہے اور کافر ہے

من شك فی كفره وعذابه فقد كفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵:۔ جس کافر کا کفر قطعی ہو اسے کافر نہ کہنے سے خود کافر ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ محمد عبد السمیع موضع فتحپور ڈاکخانہ سیور ضلع بھاگلپور

نقل استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جب زید سے کہا جاتا ہے کہ تم اشرف علی تھانوی ورشید احمد گنگوہی، وخلیل احمد انبیٹھوی کو واسماعیل دہلوی وغنیمت حسین کو کافر کہو تو وہ کہتا ہے کہ ہمارا وہی طریقہ ہے جو اہلسنت کا ہے اور جس کو علمائے اہلسنت کافر کہتے ہیں اسکو میں بھی کافر کہتا ہوں میں کسی خاص شخص کا نامزد کر کے نہیں کہوں گا۔ چونکہ میرے مذکورہ بالا اقرار سے تو سب ہو ہی گیا۔ اس کی ضرورت ہی کیا ہے اب دریافت طلب امر ہے کہ آیا ایسا کہنے والا کافر ہے یا مسلمان۔ بینوا توجروا

نقل جواب استفتاء

الجواب :- زید کو اگر رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد انبیٹھوی و اشرف علی تھانوی کے کفریات کی اطلاع ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ علمائے اہلسنت نے ان پر حکم کفر دیا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ علمائے اہلسنت جس کو کافر کہتے ہیں اوسکو میں بھی کافر کہتا ہوں اور نام کی تصریح نہ بیان کرنے کی وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ جب میں اقرار کر ہی چکا تو نام لینے کی ضرورت نہ رہی جس کا ظاہر مطلب یہی ہے کہ میں ان لوگوں کو کافر جانتا ہوں اس صورت میں زید پر الزام نہیں مگر جب کہ زید خود اس اس امر کا مُقر ہے تو اس کو نام زد کر کے کافر کہنے میں تامل نہیں ہونا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضور عالی ــ استفتاء مذکورہ بالا کے جواب مذکورہ بالا سے یہاں کے وہابی صاحبان میں بڑی خوشی پھیلی ہوئی ہے، چونکہ اس منافق طبقہ کو اشرف علی وغیرہ کو کافر کہنے سے گریز کرنے و دام فریب پھیلانے کا اچھا موقعہ مل گیا ہے۔ اب ہر وہابی سنیوں سے اپنا کام نکالنے کے لئے اور بھی انکو سنیوں سے رشتہ داری و تعلقات پیدا کر کے اپنی صحبت کا زہریلا اثر پھیلانے کا اچھا موقعہ مل گیا ہے جو یقیناً اس گروہ وہابیہ کی کھلی فتح ہے۔ چونکہ ان کو اپنے مقصد میں کامیابی کا اب پورا موقعہ مل گیا ہے اور ایک بہت بڑا زبردست روڑا ان کی راہ سے ہٹ گیا ہے۔ وہ کہنے لگے ہیں کہ میں اشرف علی وغیرہ کو کافر نہیں کہونگا۔ میرا یہ کہنا کافی ہے کہ علمائے اہلسنت کافر کہتے ہیں میں بھی کہتا ہوں۔

حضور عالی ــ یہ گروہ وہابیہ، وہابی علماء کو کب خارج از علمائے اہلسنت سمجھتے ہیں جو اس کا صرف مذکورہ بالا اقرار عند الشرع کافی ہوگا اور اس کا یہ مذکورہ بالا اقرار ضروریات دین کے اقرار پر فریب و مکر باطل پردہ نہیں ڈال رہا ہے تو اور

کیا ہے اور پھر یہ کیونکر صحیح ہے کہ ایسا کہنے والے پر الزام نہیں۔ یہ اظہر من الشمس ہے کہ یہ
گروہ وہابیہ ہمارے علمائے کرام کو بدعتی و مشرک جانتے ہیں برخلاف اس کے اپنے
علماء وہابیہ کو علمائے اہلسنت و حقانی سمجھتے ہیں۔ یہاں کی یہ حالت ہے کہ ہماری برادری
دربارہ مذہب دو حصوں میں منقسم ہوگئی ہے برادری کا ایک حصہ علمائے اہلسنت کا پیروکار
و معتقد ہے۔ اور دوسرا حصہ گمراہی میں پڑ کر علمائے وہابیہ اشرف علی وغیرہ کا ہم خیال و
معتقد ہے۔ ہم لوگ جب آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں تو جہاں شک رہتا ہے
وہاں لڑکا لڑکی اور اسکے والدین و خویش و اقارب سے نام ز دکر کے یہ اقرار زبانی
و تحریری لے لیا کرتے ہیں کہ علمائے وہابیہ اشرف علی تھانوی وغیرہ توہین کنندگانِ
اللہ عزوجل و رسول پاک کافر و مرتد ہیں جب کبھی کوئی اس اقرار سے گریز کرتا ہے
تو الحمدللہ ہم ارباب سنی اس سے کنارہ کش ہوجاتے ہیں اور اس وقت سے
اس کو اقرار وہابی سمجھتے و جانتے ہیں۔ اکثر اوقات یہ گروہ وہابیہ اس اقرار دہی
میں بڑی بڑی فریب و چال سے کام لیا کرتے ہیں۔ لیکن جب حضرت مولانا احمد اشرف
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ بتلا ہوا کسوٹی ان کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے تو پھر ان کا
فریب ایک نہیں چلتا۔ بالآخر ان کو یا تو اقرار کرنا پڑتا ہے یا صاف راہِ فرار اختیار کر جاتے
ہیں۔ لیکن اب استفتار مذکورہ بالا کے جواب سے اس بے دین و گمراہ گروہ کو اچھا
موقعہ ملا ہے۔ اب اس گروہِ وہابیہ کو بیچارہ غریب سنی بھائیوں کو اُلو بنانے و ٹھگ
بنانے کا بہت آسان راستہ مل گیا ہے۔ ضروریاتِ دین کے اس ضروری اقرار
لینے کے وقت یہ گروہِ وہابیہ بہت آسانی سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ میرا وہی طریقہ
ہے جو علمائے اہلسنت کا ہے جسکو علمائے اہلسنت کافر کہتے ہیں میں بھی کہتا ہوں
وہ بس، وہ بھی اب اس اقرار مذکورہ بالا کو کافی بتلاتے ہوئے دلیل میں حضور کا
فتویٰ مذکورہ بالا کا ذکر آیا۔ تو ان کی یہ حالت ہوجاتی ہے کہ ٹک ٹک دیدم و دم نہ کشیدم

یہاں یہ رنگ دیکھ کر میں ایک نیا استفتاء اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہوا حضور کی خدمت عالی میں ارسال کرتا ہوں۔ امید کہ جواب استفتاء سے بہت جلد مطلع فرمائیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر بلاوجہ حضور نے استفتاء مذکورہ ذیل کے جواب میں تاخیر سے کام لیا تو کل قیامت میں تمام ذمہ داری حضور کے سر ہوگی۔ میرا یہ لکھنا بہت سے کافی وجوہ کی بنا پر ہے۔ جس کی تصریح کرنی بخیال طوالت چھوڑتا ہوں۔ برادران سنی میں استفتاء مذکورہ بالا کے جواب سے سراسیمگی و بے چینی و اضطرابی کیفیت پیدا ہو گئی ہے، امید کہ بہت جلد جواب استفتاء مذکورہ ذیل سے ممنون و مشکور فرمائیں و اطمینانِ قلب حاصل ہو و نیز خدشات کماحقہ استیصال ہو جائے

جدید استفتاء بطرز نو

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ جب زید سے کہا جاتا ہے کہ تم ابوجہل ملعون و مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر جانو اور اقرار کرو تو وہ اس کے جواب میں یہ کہتا ہے کہ میرا وہی طریقہ ہے جو علمائے اہلسنت کا ہے، جس کو علمائے اہلسنت کافر کہتے ہیں میں بھی کہتا ہوں۔ میں نام لے کر مرزا غلام احمد و ابوجہل کو یہ کہ کافر تھا نہیں کہونگا۔ چونکہ میرے اس اقرار سے تو سب ہو ہی گیا۔ تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ کیا عندالشرع زید کا ابوجہل و مرزا غلام احمد قادیانی کو نام لے کر کافر کہنے سے گریز کرنا اقرار مذکورہ بالا کے عذر پر کافی ہوگا اور کیا یہ کہنا شرعاً صحیح ہوگا کہ ایسا کہنے والے پر الزام نہیں اگر عندالشرع اتنا کہنا کافی ہے تو پھر کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے اقرار لینے پر کسی کا یہ کہنا بھی کافی ہونا چاہئے کہ میرا وہی کلمہ ہے جو علمائے اہلسنت کا ہے میں کلمہ طیبہ نہیں پڑھونگا چونکہ میرے مذکورہ بالا اقرار سے تو سب ہو ہی گیا اور پھر ایسوں کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ "ایسا کہنے والے پر الزام نہیں"۔ اور پھر یہ کیوں نہیں ٹھیک ہے کہ جب زید سے یہ دریافت کیا

جائے کہ تمہارا عقیدہ دربارہ ذات باری تعالیٰ و رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن پاک کیا ہے۔ تو وہ یہ کہتا ہے کہ میرا وہی عقیدہ ہے جو حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی کا ہے (حالانکہ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب قبلہ ایک معلوم و مشہور علمائے اہلسنت میں سے ہیں) میں کسی امور مذکورہ بالا کا اقرار نہیں کروں گا چونکہ میرے مذکورہ بالا اقرار سے تو سب ہو ہی گیا۔ اور پھر ایسے کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ "ایسا کہنے والے پر الزام نہیں"۔ اور پھر یہ کیوں نہیں درست ہوگا کہ جب زید سے اشرف علی تھانوی و دیگر علمائے وہابیہ کو کافر کہنے کیلئے کہا جاتا ہے تو وہ کہتا ہیکہ میں نبی کریم کی شان میں ہر توہین کرنیوالوں کو کافر کہتا ہوں میں نام لے کر اشرف علی وغیرہ کو کافر نہیں کہونگا کیونکہ میرے مذکورہ بالا اقرار سے تو سب ہو ہی گیا اور پھر ایسوں کے بارے میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ایسا کہنے والے پر الزام نہیں' اس سے بھی آگے بڑھئے کہ جب زید سے اقرار رسالت کرنے کو کہا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ جو احکام شریعت ہیں ان کا میں تابع ہوں' میں کسی کی رسالت کا اقرار نام لے کر نہیں کرونگا۔ چونکہ میرے مذکورہ بالا اقرار سے تو سب ہو ہی گیا۔ اور پھر یہ صحیح ہوگا کہ ایسا کہنے والے پر الزام نہیں۔ میرا خیال ہے کہ دنیا میں کلمہ گو کا کوئی ایسا طبقہ نہیں جو نبی کریم کی توہین کو کفر نہیں جانتا ہو' مانتا ہو۔ اور پھر کوئی ایسا نہیں جس کا یہ اقرار نہ ہو کہ نبی کریم کا توہین کرنے والا کافر ہے۔ لیکن جب پوچھئے تو اشرف علی توہین کنندہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر کافر کہنے سے صاف انکار کرتا ہے تو پھر میرے خیال میں یہ صحیح ہونا چاہئے کہ ایسوں پر کوئی الزام نہیں۔ امید کہ جواب استفتاء ہذا سے بہت جلد مطلع فرمائیں تاکہ الجھن دور ہو۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ جو لوگ وہابیت کے ساتھ متہم نہ ہوں اور کبریٰ وہابیہ جنھوں نے کلمات کفر بکے ہیں ان کو کافر جانتے ہوں اور ان کو ایسے الفاظ سے کوئی مکر و فریب مقصود نہ ہو اور علمائے اہلسنت سے انھیں علماء کو مراد لیتے ہوں جو حقیقتاً سنی ہیں تو وہ الفاظ

کافی تھے مگر جب کہ یہ الفاظ بطور فریب استعمال کئے گئے اور ان سے مقصود گنگوہی وتھانوی کے کفر پر پردہ ڈالنا ہے اور علمائے اہلسنت سے علمائے وہابیہ کو وہ لوگ مراد لیتے ہیں جن کا ثبوت قرائن سے ہوتا ہے تو جب تک صاف اور صریح لفظوں میں ان وہابیہ مذکورین کی تکفیر نہ کریں جس سے کوئی شبہہ باقی نہ رہے اون کی بات قابل اعتبار نہیں یہ چند الفاظ پہلے فتوی کی توضیح میں تحریر کئے گئے بلاشبہہ محل اشتباہ ہیں جب تک صاف اور صریح بیان نہ دے اجمالی بیان ہرگز کافی نہیں۔ واللہ اعلم

مسئلہ:۔ از ضلع بھاگلپور ڈاک خانہ سیور موضع فتحپور مرسلہ مولوی محمد عیسی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شخصے عبد الحمید نامی ساکن فتحپور ایک ایسے کافر کو جس پر علمائے عرب وعجم وہندوستان نے فتوی تکفیر دے دیا ہو۔ مثلاً اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی وغنیمت حسین وغیرہ توہین کنندگان در بار رسالت کو جناب عبد الحمید صاحب موصوف سوال کرنے پر بھی کافر نہیں کہتے ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ کفر کا مسئلہ بہت نازک ہے ہم اس بارے میں اپنی زبان سے کچھ نہیں کہیں گے جو بات ہے وہ میرے قلب کے اندر ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایک ایسے شخص کو جس پر اجماعاً بوجوہ کثیرہ کفر بالالتزام لازم آتا ہو اور جس پر جمہور فقہائے کرام واصحاب عظام وعلمائے ذوی الاحترام کا فتوی کفر ہو چکا ہو، اسکو اگر کوئی شخص کافر کہنے سے سکوت اختیار کرے تو شریعت مطہرہ کا ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے مطلع فرمایا جائے؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ اشرف علی تھانوی ورشید احمد گنگوہی وخلیل احمد انبیٹھوی جنھوں نے اللہ ورسول کے جناب میں توہین وگستاخی کی ہے اونکے متعلق علمائے حرمین طیبین نے بالاتفاق حکم کفر دیا اور فرمادیا کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جو ان کے کفر پر مطلع ہوکر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، عبد الحمید کا یہ کہنا

کہ زبان سے کچھ نہیں کہیں گے جو بات ہے وہ قلب کے اندر ہے، یہ عذر نامسموع ہے جو لوگ قطعی کافر ہیں انکے کفر کا اظہار ضروری ہے جب ان کے سامنے وہ کفریات پیش کئے گئے تو صاف طور پر بیان کر دینا ضروری ہے انکو اس اظہار میں تامل ہے اور کفر میں شک ہے تو خود کافر ہو گئے ان کو فوراً توبہ کرنا اور تجدید اسلام کرنا ضروری ہے، ان کی یہ عبارت صاف طور پر یہی بتاتی ہے کہ قلب میں بھی ایسوں کو کافر نہیں جانتے وہ خود کہتے ہیں کہ کفر کا مسئلہ نازک ہے جس کا یہی مطلب ہے کہ توہین کرنے والوں کو کافر نہیں جانتے اور اگر ان کے دل میں اللہ و رسول کی عظمت کا خیال ہوتا تو زبان سے کہنے میں کیا چیز مانع ہے عبدالحمید پر وہی حکم ہے جو علمائے طیبین نے بیان فرمایا کہ جس کو اس کے کفر میں شک ہے کافر ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ:۔ از پورنیہ موضع بست پور ڈاکخانہ بارہ عیدگاہ

مرسلہ عبداللہ قادری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان اہلسنت مسائل ذیل کی نسبت

۱: مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی کرامت علی جونپوری کے مریدین، معتقدین، متوسلین اور ان کو اپنا رہنما و مقتدا و پیشوا سمجھنے والے ان کو اور ان کی جملہ کتابوں مثل تقویۃ الایمان و صراط مستقیم وغیرہ کرامت و حفظ الایمان وغیرہ کو برحق و ذریعۂ نجات جاننے والے اور ان کی کل تصنیفات کے ساتھ کمال حسن عقیدت رکھنے والے اہلسنت و جماعت سے ہیں یا ان سے خارج، مثل رافضیوں، خارجیوں، دہریہ وغیرہ کے؟

۲: ان کے پیچھے سنیوں کی نماز درست ہے یا نہیں؟ بصورت ثانی جتنی نمازیں سنیوں نے ان کے پیچھے پڑھی ہیں ان کا کیا حکم ہے۔ آیا دہرانی جائیگی یا کیا؟

۳: ان کے اور سنی حنفی کے مابین عقد مناکحت درست ہے یا اس سے قطعاً

اجتناب لازم ہے بہ تقدیر ثانی جو عقد قبل ہو چکا ہے اور اس سے اولاد بھی ہو چکی ہیں انکا کیا حکم ہے؟

۲۔ زید جو عالم ہے کانپور و لکھنؤ میں رہ کر درسیات کی بھی تکمیل کی ہے اور سنی حنفی ہونے کا مدعی ہے، حضرت مجدد ملت و امام اہلسنت و ماحی بدعت مولانا مولوی حاجی احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ کی جانب حسن عقیدت کا بھی سنیوں کے سامنے اظہار کرتا ہے پھر باوجود اس کے نمبر اول متذکرہ بالا حضرات کے ساتھ اگر زید اپنی ہمشیرگان اور لڑکیوں اور برادرزادیوں کی شادی کر دے اور ان سے جملہ مراسم یگانگت برتتے ہر شادی وغم میں ایک دوسرے کا شریک رہے اور برابر آمد ورفت کرے اور ہر قسم کے موالات کے ساتھ پیش آوے رات دن ان کے ساتھ مثل سنیوں کے اختلاط رکھے زید کی عدم موجودگی میں بجائے ان کے جمعہ و پنجگانہ نمازوں میں متذکرہ بالا نمبر اول کے اشخاص میں سے کسی کا امام بن کر نماز پڑھائی اور زید کے ہم مشرب اور عقیدت مند سنیوں کا ان کے پیچھے نماز پڑھنا اور زید کا ہم عقیدوں کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے باز نہ رکھنا بلکہ بسا اوقات زید کی موجودگی میں ان کی آنکھوں کے سامنے ہم مشرب ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اس پر کسی قسم کی ناراضگی ظاہر نہ کرنا زید کے سامنے زید کے باپ چچا بھائی اور خویش واقارب جو زید کی طرح سنی حنفی ہیں ان کے پیچھے اکثر نماز پڑھتے ہیں مگر زید کبھی نہیں روکتا ہے۔ ان حالتوں کو دیکھتے ہوئے جب کوئی سنی حنفی زید کی گرفت کرتا ہے تو اس کے جواب میں زید یہ کہتا ہے کہ تم فسادی ہو اور میرے اور ان کے مابین جو تعلقات ہیں ان کو قطع کرنا چاہتے ہو۔ ان حالات مرقومہ بالا کو ملاحظہ کرتے ہوئے ہم غریب کم علم سنی حنفی کو ازحد انتشار وپریشانی

ہے کہ آیا ان حالات مذکورہ کی بنا پر ہم زید کو جو عالم بھی کہلاتے ہیں سنی حنفی ہی سمجھتے رہیں اور ان کو اپنا پیشوا تصور کریں، یا وہابی سمجھ کر ان سے کنارہ کشی اختیار کریں ہم غربا، اہلسنت غایت دردمندی کے ساتھ امید کرتے ہیں کہ زید جو بحیثیت ایک عالم کے ہیں ان کے متعلق کیا حکم ہے ان کو ایسا کرنا علمائے اہلسنت کے نزدیک جائز ہے یا کیا ان حالتوں کے باوجود زید سنی حنفی کہلانے کا مستحق ہے یا کیا؟ اور ہم کم علم سنیوں کو زید کی نسبت حسن عقیدت رکھنا ہوگا یا کیا؟ امیدوار ہیں کہ بہت جلد جواب سے ہم غریبوں کو تسکین فرمادیں اور آپ حضرات کی مہر اور دستخط سے فتویٰ ضرور مزین ہو؟

الجواب:۔ ۱:۔ اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم میں کفریات بکے ہیں جسکی وجہ سے اس پر حکم کفر لازم اور مولوی اشرفعلی تھانوی نے حفظ الایمان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح گستاخی و توہین کی جسکی بنا پر علمائے حرمین طیبین نے بالاتفاق اسکو کافر بتایا اور یہ فرمایا کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جو اسکے قول پر مطلع ہوکر اسکے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، لہٰذا جو لوگ انکے اقوال پر مطلع ہوکر انکو اپنا پیشوا جانتے ہیں اور انکی تصنیفات کو ذریعہ نجات جانتے ہیں وہ بھی انہی کے حکم میں ہیں اور یقیناً اہلسنت وجماعت سے خارج ہیں اور رافضیوں و خارجیوں سے بھی بدتر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲:۔ انکے پیچھے نماز درست نہیں اور جو نمازیں پڑھی ہیں انکو پھر پڑھنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳:۔ ان کے اور سنیوں کے مابین عقد مناکحت بھی جائز نہیں حدیث میں ایسوں کے بارے میں فرمایا لاتجالسوھم ولاتواکلوھم ولاتشاربوھم ولاتناکحوھم ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴:۔ زید جب عالم کہلاتا ہے تو ظاہر یہی ہے کہ وہ ضرور ان کے اقوال سے واقف ہوگا اگر باوجود اس کے وہ ان لوگوں سے اس قسم کے تعلقات رکھتا ہے تو وہ انھیں میں سے ہے اس کو ہرگز سنی عالم تصور نہ کیا جائے اور نہ اس کو اپنا پیشوا جانا جائے نہ اس کے ساتھ حسن عقیدت رکھا جائے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از بھدرک ضلع کٹک مرسلہ مولوی ابوتراب

حضرت غوث الثقلین جناب سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیدائش محفل میلادالنبی کے بعد بیان کی جائے اور قیام کیا جائے۔ یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اسکا مرتکب کیسا ہے اور اگر کوئی قیام بیان پیدائش غوث پاک میں کرے تو روکنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ حضور غوث پاک کی ولادت پاک کا بیان کیا جائے اس میں کوئی حرج نہیں مگر بوقت بیان ولادت قیام نہ کیا جائے کہ یہ عرف مسلمین میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان ولادت کیساتھ خاص ہے اگر دیگر بزرگان کیلئے بھی یہ کیا جائیگا تو میلاد شریف کی اہمیت وخصوصیت باقی نہیں رہتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از نگریا سادات ضلع بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس ایک خاکروب آیا اور کہا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں زید اسکو بلا پس وپیش مسلمان کرلیا۔ لہٰذا زید کا یہ فعل کیسا ہے اور بکر وعمرو نے زید پر اعتراض کیا کہ یہ فعل بہت برا ہے اور زید کے ساتھ ہم کھانا پینا نہیں کریں گے اور دیگر مسلمانوں کو اشتعال دلایا کہ خاکروب کے مسلمان کرنے سے ہندو ہم سے ناخوش ہیں اور ہم کو چلم تک دینا گوارہ نہیں کرتے۔ دیگر یہ کہ خالد اور حسن نے فخریہ اس نومسلم سے برف منگوایا۔ اور خود اسکے ساتھ کھایا اور اس کو پان کھلایا اور کہا تم ہمارے بھائی ہوگئے ہم تمہاری ہر قسم کی امداد کریں گے تو بکر وعمرو نے خالد اور حسن سے کہا کہ تم بھی بھنگی ہوگئے تمہارے ساتھ کھانا پینا اور سنگ ساتھ نہیں کریں گے کچھ مسلمانوں نے زید کی امامت پر اعتراض کیا کہ اسکے پیچھے اب نماز ناجائز ہے۔ ہم اسکے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے مسلمانوں میں ایک سخت اشتعال پیدا کردیا ہے وہ لوگ جاہل ہیں مگر سائل ہیں کہ عمرو وبکر اور دیگر مسلمان معترضین کی نسبت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب :۔ زید نے اسے مسلمان کیا بہت اچھا کیا حدیث شریف میں ارشاد ہوا ہے
لان یہدی بک اللہ رجلا خیر مما طلعت علیہ الشمس ۔ تیرے ذریعے سے اگر خدائے تعالیٰ
کسی کو ہدایت کرے وہ تیرے لئے اس سے بھی بہتر ہے کہ ساری دنیا تجھے مل جائے
فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نماز میں مشغول ہو اور ایک کافر اس سے
اسلام کی درخواست کرے وہ نماز چھوڑ کر اوسے اسلام کی تلقین کرے۔ معلوم ہوا کہ تلقین
اسلام کس درجہ اہم ہے کہ اسکی وجہ سے نماز توڑنے کی شرعًا اجازت ہے اور کیوں
نہ ہو ایمان ہی اصل الاصول ہے اور تمام نیکیوں کی جڑ اور بنیاد ہے تقویٰ اور عمل صالح سب
اسی پر موقوف ہیں ایمان لانیکا حکم قرآن مجید نے کسی کافر قوم اور جماعت کیساتھ مخصوص
نہیں رکھا ہے بلکہ ہر فرد انسان مکلف بہ ایمان ہے۔ قرآن مجید میں بکثرت ایسی آیات
ہیں جس سے یہ امر یقینی طور پر واضح اور ثابت ہے بلکہ یہ مسئلہ ضروریات دین سے
ہے اور تمام امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الف سلام و تحیۃ کا اجماعی مسئلہ ہے، قرآن مجید
کا ارشاد ہے ۔ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ ۔ اس حکم عام سے کسی قوم یا جماعت کا
استثناء نہیں ۔ جو اسلام پیش کرنے کو برا بتاتا ہے وہ یقینًا قرآن و حدیث کے
خلاف کہتا ہے اور ایسی چیز کو برا کہتا ہے، جس کو اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے اچھا فرمایا ایسے شخص پر لازم ہے کہ تجدید ایمان کریں، اور اپنی عورتوں
سے پھر نکاح کریں ان لوگوں نے ہندوؤں کی ناراضی کا خیال کرکے اپنے مسلمان بھائی
سے مقاطعہ کا فیصلہ کیا اور اللہ عزوجل کے غضب و ناراضی کا خوف نہ کیا اون لوگوں
کا یہ دوسرا جرم ہے اس سے بھی توبہ لازم، اور زید سے معافی مانگے جن لوگوں نے
اوس نو مسلم کیساتھ کھایا پیا اور مدد کا وعدہ کیا اون کا فعل شرعًا محمود و مستحسن ہے
بیشک اونکو یہی کرنا چاہیئے، قرآن مجید میں فرمایا ۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ۔ سب
مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں جن لوگوں نے اونکو بھنگی کہا توبہ کریں اور ان سے

معافی مانگیں یہ تمام اعتراض کرنے والے اور مخالفت کرنے والے جب تک توبہ نہ کریں اور معافی نہ مانگیں اور جن کے متعلق تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم ہے اس حکم کی تعمیل نہ کریں اور اشتعال سے باز نہ آئیں تو ان لوگوں کا خود مقاطعہ کیا جائے اور ان کے ساتھ کھانا پینا سلام و کلام میل و جول سب ترک کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از بریلی۔ ۲۲ جمادی الثانی یوم یکشنبہ ۵۴ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہے صرف وہی سنت و جماعت ہے باقی تمام اہل سنت سے خارج ہیں جو امام ابو حنیفہ کے مقلد نہیں۔ لہٰذا علماء سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حضرت پیران پیر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے علاوہ اور بزرگ بھی گذرے ہیں جو کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے مقلد نہیں دوسرے مذہب کے تھے۔ لہٰذا کیا اس شخص کے کہنے سے حضرت پیران پیر دستگیر سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر بزرگ اہل سنت و جماعت سے خارج ہو سکتے ہیں اور اگر نہیں ہو سکتے ہیں تو ایسا شخص کس گناہ کا مرتکب ہوتا ہے؟

(۲) درود شریف پڑھنا زیادہ افضل ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر، یا نام آنے پر یہ سن کر انگوٹھا چومنا زیادہ افضل ہے، مہربانی فرما کر مع دستخط و مہر کے جواب مرحمت فرمایا جائے؟ بینوا توجروا

الجواب (۱) مذہب حق اہل سنت حسب اجماع اہل حق مذاہب اربع حنفیہ شافعیہ مالکیہ حنبلیہ میں منحصر ہے، جو ان چاروں سے خارج ہے گمراہ اور بددین ہے[1]،

---

[1] طحطاوی علی الدر میں ہے۔ فعلیکم معاشر المومنین باتباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ باھل السنۃ والجماعۃ
(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہمارے اس ملک میں فرقۂ اہلسنت صرف مقلدین امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا گروہ ہے [۱]
حنفیہ کے علاوہ اگر دوسرے لوگ یہاں ہیں تو وہ رافضی ہے یا وہابی غیر مقلد
یا دوسرے گمراہ فرقہ کے لوگ ہیں، غالباً اوس کہنے والے کا یہی مطلب ہوگا کہ
اس زمانہ اور اس ملک میں اہلسنت صرف مقلدین امام اعظم ہیں، ورنہ آج بھی
دوسری جگہ شافعی بھی ہیں اور مالکی اور حنبلی بھی۔ اور ہماری طرح وہ بھی سنی ہیں
یوں ہی زمانہ سابق میں چاروں مذہب کے متبعین ائمہ واولیاء گذرے ہیں جن
سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور اگر اوس شخص کا وہی مقصد ہے جس کو سائل نے
ذکر کیا کہ سوائے حنفیہ کے دوسرا شخص سنی ہی نہیں۔ تو یہ نری جہالت ہے اور
بہت شدید بیہودہ کلمہ ہے اور کھلی ہوئی ائمہ و پیشوایان مذہب کی تضلیل اور اس
صورت میں شخص مذکور پر توبہ فرض ہے اور توبہ نہ کرے تو وہ خود گمراہ ہے، ایک
بات یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ کسی شخص کا اپنے کو مقلد بتانا اور بظاہر تقلید کا دعویٰ
کرنا سنی ہونے کیلئے کافی نہیں ہے، بہتیرے مقلدین ائمہ اربعہ کہلانے والے بھی
سنی نہیں بلکہ گمراہ گر اور بدمذہب ہیں، زمانہ سابق میں معتزلہ اپنے کو حنفی کہتے تھے
اور تقلید امام اعظم کا دم بھرتے تھے۔ مگر یقیناً وہ سنی نہ تھے بلکہ خود بھی وہ اپنے کو

بقیہ حاشیہ ص۴۸۳ کا:۔ فان نصرۃ اللہ وحفظہ وتوفیقہ فی موافقتہم وخذلانہ وسخطہ ومقتہ
فی مخالفتہم وھٰذہ الطائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعۃ وھم الحنفیون والمالکیون
والشافعیون والحنبلیون رحمہم اللہ ومن کان خارجاً عن ھٰذہ الاربعۃ فی ھٰذا الزمان
فھو من اھل البدعۃ والنار اھ ج ۴ ص ۱۵۳۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[۱] بالعموم ایسا ہی ہے، ویسے بعض علاقوں میں مقلدینِ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ہیں،
جیسے کیرالا میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم آل مصطفیٰ مصباحی

سنی نہیں کہلاتے تھے۔ اپنا نام "اصحاب العدل والتوحید" رکھتے تھے، اسی طرح اس زمانے میں بھی بہت سے لوگ اپنے کو حنفی کہتے ہیں مگر وہ سنی نہیں مثلاً وہابیہ کہ باوجود ادعائے حنفیت یقیناً اہلسنت سے خارج بلکہ انہیں اللہ و رسول جل جلالہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے یا ایسے کو مسلمان جاننے والے تو مسلمان ہی نہیں، یہی حال دیگر مذاہب کے متبعین کا بھی ہے چنانچہ نجدی اپنے کو حنبلی کہتے ہیں مگر اس سے وہ سنی نہیں ہو سکتے بلکہ یہ لوگ خارج اہلسنت ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) درود شریف عمر میں ایک بار فرض اور ہر مجلس میں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ہو ایک بار پڑھنا واجب اور بعض علماء کے نزدیک جتنی مرتبہ نام اقدس لے یا سنے ہر بار واجب ہے۔ مگر اصح یہ ہے کہ ایک بار واجب اور ہر بار مستحب ہے[1] اذان میں نام اقدس سنکر انگوٹھا چومنا مستحب ہے۔ اور دوسرے موقع پر بھی ممانعت نہیں بلکہ یہ ایک قسم کی تعظیم ہے

[1] درمختار میں ہے۔ وھی فرض مرۃ واحدۃ اتفاقاً فی العمر، واختلف الطحاوی والکرخی فی وجوبھا علی السامع والذاکر کلما ذکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، والمختار عند الطحاوی تکرارہ ای الوجوب کلما ذکر، ولو اتحد المجلس فی الاصح، والمذھب استحبابہ ای التکرار وعلیہ الفتوی والمعتمد من المذھب قول الطحاوی کذا ذکرہ الباقانی۔

علامہ شامی نے محقق ابن ہمام کے حوالہ سے تحریر فرمایا۔

مقتضی الدلیل افتراضھا فی العمر مرۃ وایجابھا کلما ذکر الا ان یتحد المجلس فیستحب التکرار بالتکرار فعلیک بہ اتفقت الاقوال أو اختلفت اھ۔ (ج ۱ ص ۳۸۱ کتاب الصلوٰۃ) واللہ تعالیٰ اعلم
آل مصطفیٰ مصباحی

لہذا تعظیم کرنے والا مستحق اجر و ثواب ہے مگر قرآن مجید کی تلاوت یا خطبہ میں نام اقدس سُنے تو اس وقت اس کے سُننے کی طرف متوجہ رہے اور کوئی حرکت نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ از پھپھوند ضلع اٹاوہ آستانہ عالیہ صمدیہ جامع مسجد حضرت مولانا الاعظم سید مصباح الحق صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علماء و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔ زید نے ایک کتاب سیرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں لکھی ہے اور مدعی ہے کہ کتاب انتہائی تحقیق سے لکھی گئی ہے۔ نیز مدعی ہے کہ وہ صوفی مشرب و اہلسنت و جماعت سے ہے۔ اس میں سے اقتباسات ذیل میں پیش کرتا ہوں۔

(۱) صـ۳-۴ : حق یہ ہے کہ حضرت ابوالبشر کی اولاد میں ایسے صفات حسنہ مجتمعہ کا انسان ہی پیدا نہیں ہوا ؟

(۲) صـ۴ : یوں تو تمام صحابہ کو افضل ترین خلق بعد الانبیاء اور ان میں عشرہ مبشرہ کو بہترین صحابہ اور ان میں خلفائے اربعہ کو بہترین عشرہ سمجھتا ہوں مگر ان میں جناب امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کو من جہت جامعیت فضائل دینی و دنیوی علمی و عملی ظاہری و باطنی مجازی و حقیقی منفرد الذات اور سب سے بہتر سمجھتا ہوں۔

(۳) صـ۵ : ان سے (یعنی شیعہ) اہلسنت و جماعت نے مناظرہ کئے تو مناظرہ کے نشتقق میں اپنے اصل فرض سے ہٹ کر شیعوں کی ضد پر جناب امیر علیہ السلام کی تنقیص کی جرأت کرنے لگے نعوذ باللہ منہا اور ان پر جھوٹ الزامات اور زمانہ خلافت کے فتن و حوادث پر نکتہ چینی کے ساتھ ان حوادث اور فتن کو جناب امیر کی کمزوری خلافت پر محمول کرنا اور انکے مخالفین خصوصًا معاویہ اور

ان کے ساتھیوں اور یزید کے بدفعل کو خالصا بوجہ اللہ ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف رہنا مقتضائے سنیت قرار دے لیا۔

(۴) ص۲۷۴ : جنگ جمل کے متعلق لکھا۔ یہ ایک ایسی لڑائی ہے جس میں غلط رو سے اجتہاد کا برے سے برا پہلو اچھے سے اچھے لوگوں سے ظہور پذیر ہوا۔

(۵) ص۲۷۷ : حضرت امیر معاویہ کی نسبت لکھا.... درحقیقت ان کو جناب امیر وخاندان رسالت سے بغض تھا۔ پھر لکھا جناب امیر آنحضرت کے محبوب ترین اصحاب میں سے تھے۔ اور حضرت نسبت ولایت بھی رکھتے تھے۔ قرابت ومحبت وفضل وشجاعت وغیرہ میں اپنے زمانہ میں بے بدل تھے۔ اور آنحضرت کے کمالات ظاہری وباطنی کا بہترین نمونہ اور مرتبہ ولایت محمدی کے حامل۔ ان وجہوں سے یہ ضروری تھا کہ جس طرح آنحضرت کو ابو سفیان نے تکلیفیں پہونچائیں اسی طرح ان کے بیٹے معاویہ آنحضرت کے محبوب وولد نبوی جناب امیر کو بھی تکلیفیں پہونچائیں۔

(۶) ص۲۷۹ : جو دیرینہ مخالفت معاویہ کو جناب امیر سے تھیں اس میں جذبہ انتقام نے جو کسی زمانہ میں عرب کا ایک شریفانہ جذبہ سمجھا جاتا تھا۔ بہت کچھ جوش پیدا کردیا مقتولین بدر میں ولید بن عقبہ، عتبہ، حنظلہ بن ابی سفیان جناب امیر کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے۔ ان لوگوں میں سے حنظلہ معاویہ کا بھائی ولید انکا حقیقی ماموں اور عتبہ نانا تھا۔ جو واقعات جناب امیر کی خلافت میں پیش آئے اس میں معاویہ کی خواہش حکومت میں جذبہ انتقام بھی پنہاں تھا۔

(۷) ص۴۵۶ : معاویہ کو مجتہد ماننے کیلئے کوئی دلیل موجود نہیں، ان کے اجتہاد کا دعویٰ کرنا ایسا ہی ہے جیسے ابن حزم کا ابن ملجم اشقی الاخرین کو قتل جناب امیر میں مجتہد قرار دینا ؟

(۸) ص۳۶۹ : معاویہ پکے دنیا دار تھے انکا مطمح نظر صرف دنیاوی حکومت تھا۔ اور اس غرض سے انھوں نے کوئی کوتاہی کسی معیوب سے معیوب فعل کے کرنے میں نہیں کی ؟

(۹) ص۳۷۱ : اگر کتب اسماء الرجال بغور دیکھیں جائیں تو معاویہ کے ہمراہ جو چند صحابہ نظر آئیں گے وہ عمرو بن العاص ۔ نعمان بن بشیر ۔ مسلیمہ بن مخلد کے مثل مسلمین فتح مکہ میں سے نظر آئیں گے، جن پر صاحب فتح مغیث کی تاریخ کے مطابق صحابی کا اطلاق نہیں ہوسکتا ؟

(۱۰) ص۳۷۹ : امام شافعی بعض صحابہ سے اس قدر بداعتقاد تھے کہ ان کی شہادت قابل قبول نہ سمجھتے تھے ، اسی وجہ سے اپنے شاگرد ربیع سے فرمایا کہ چار صحابہ کی روایت مقبول نہیں عمرو بن العاص ، مغیرہ ابن شعبہ، زیاد، معاویہ

(۱۱) ص۳۸۱ : آنحضرت نے لفظ صحابی سے ہرگز وہ معنی مراد نہیں لئے جو عام طور سے سمجھے جاتے ہیں ، ہم اپنی اس بحث کو ایک مثال سے واضح کر دینا چاہتے ہیں ۔ ایک موقعہ پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت خالد بن ولید سے کسی بات پر تکرار ہوئی آنحضرت کو جب اس کی خبر ہوئی تو آنحضرت نے حضرت خالد سے ارشاد فرمایا کہ اے خالد تم میرے صحابہ کی برابری نہیں کر سکتے ۔ صحیح مسلم میں ہے کہ اے خالد میرے اصحاب کو برا مت کہو اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے گا تب بھی ان کی برابری نہ کر سکے گا ۔ اب اگر صحابی کی وہ تعریف رکھی جائے جو عوام میں شائع و رائج ہے ۔ تو یہ حدیث بلا معنی ہوئی جاتی ہے ۔ اس لئے کہ عام تعریف کے مطابق حضرت خالد پر لفظ صحابی کا اطلاق قطعاً ہوسکتا ہے پھر آنحضرت نے حضرت خالد سے یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ تم میرے صحابہ کی برابری نہیں کرسکتے ۔ لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آنحضرت

نے لفظ صحابہ سے ایک خاص گروہ مراد لیا ہے۔ جن میں حضرت خالد کی سی شخصیت کا بھی گذر نہ تھا۔ تو پھر ہم کو دوسری احادیث میں بھی اسی محدود معنی میں استعمال کرنا ہوگا اس کے خلاف کوئی تاویل غلط ہوگی۔ ظاہر ہے کہ جب آنحضرت نے حضرت خالد کو گروہ صحابہ میں نہیں لیا تو پھر یہ کہنا کہ معاویہ اور ان کے رفقاء یا متبعین لفظ صحابہ میں آسکتے ہیں صریح زیادتی ہے۔

(۱۲) ص ۳۵۹: خود یہ دلیل کہ معاویہ صحابی تھے واقعی کوئی دلیل ان کی برأت کی نہیں ہوسکتی اس کا صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ کوئی دلیل ان کی برأت کی موجود نہیں۔ مذہبی نقطہ نظر سے کسی کو ساکت کرنا کوئی دلیل نہیں ہوا کرتی نہ ایسے دلائل کی کمزوری صاحبان نظر سے مخفی رکھی جاسکتی ہے؟

(۱۳) ص ۲۸۴: جب نوبت اس کی پہونچ جائے کہ بحث میں نہ جائیے دلائل پیش کرنے کے۔ عقیدہ خوف واعید اور دیگر احساسات پر بھروسہ ہونے لگے تو پھر ایسی بحث کا کیا ٹھکانہ۔ بہ الفاظ دیگر اس کا مطلب یہ ہوا کہ معاویہ کے متعلق کوئی دلیل تو ہمارے پاس نہیں ہے مگر تم کو ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مستحق جہنم ہوئے جاتے ہو اس لئے ڈرو اور ڈر کر سکوت اختیار کرو۔ اس قسم کی حجت یا دلیل از قسم خطابیات ہے نہ برہانیات، ایسی لایعنی دلیل پر اکتفار کرنا ایتان حجت سے عجز کی دلیل ہے؟

(۱۴) ص ۲۹۱: ان واقعات وحالات کی بنا پر اگر معاویہ سے اظہار نفرت کیا جاتا ہے جیسا کہ وحشی قاتلِ حمزہ سے آنحضرت کا اظہار نفرت ثابت ہے پھر لکھا کہ جب آنحضرت ایسی بے مثل ذات کے قلب اقدس نے اسکو گوارہ نہ کیا تو پھر عوام معاویہ کی طرف سے بمقابلہ جناب امیر و جناب امام حسن علیہما السلام اظہار نفرت کیوں مطعون سمجھے جاتے ہیں؟

(۱۵) صـ ۳۹۲ : حضرت معاویہ کو لکھا۔ کہ بدن میں چربی بہت بڑھ گئی تھی شراب کا شغل بھی جاری رہتا تھا ؟

(۱۶) صـ ۲۹۲ : معتبر تاریخیں ان کے مصائب سے بھری ہوئی ہیں غرض کہ معاویہ کی دنیا طلبی نے دین چھڑا کر تمام رعایا کو دنیاوی خواہشات و معاصی میں مبتلا کر دیا مسلمانوں کو ان کے جعل سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے اور ان سے پناہ مانگنا چاہیئے۔ ذلك هدى الله يهدى به من يشاء من عباده ومن يضلل الله فماله من هاد۔

(۱۷) صـ ۴۶۷ : آج تک بہت سے حضرات بوجہ حب معاویہ و بغض جناب امیر اس خطا میں معاویہ کو مجتہد مانتے چلے آرہے ہیں اور اس آیت شریفہ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً[1] کا مصداق بن رہے ہیں۔ فنعوذ باللہ من هذا الاعتقاد والقول وهو غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ[2] فلا قوة الا باللہ ولا حول وهو عليم بنيات النواصب والخوارج۔

(۱۸) صـ ۴۷۰ : وراثت کے اصول سے آنحضرت کی دنیاوی خلافت کا استحقاق حقیقتاً نہ حضرت ابو بکر کو حاصل تھا۔ نہ جناب امیر کو۔ از روے استحقاق سب سے اول حق حضرت شاہ امام حسن کا تھا۔ ان کے بعد حضرت حسین کا، اسکے بعد پھر ان کی اولاد کا عرب کے لئے بلا شبہ سب سے بہتر یہی اصول تھا۔ اگر کیا جاتا ؟

(۱۹) صـ ۴۰۲ : حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اگر کچھ کہا جا سکتا ہے تو یہ کہ فدک کے معاملہ میں ان سے خطائے اجتہادی سرزد ہوئی وہ مجتہد تھے معصوم نہیں تھے، اور المجتهد قد يخطى وقد يصيب۔

[1] پارہ ۲۵ سورہ الجاثیہ رکوع ۱۹ [2] پارہ ۲۴ سورۃ المؤمن ع ۶

بنا پر الزام قائم کرنا صحیح ہو تو یہ بات صحیح ہو سکتی ہے۔ دوسروں سے برہان قطعی
کا مطالبہ اور خود وہمیات پر دلائل مبنی کرنا مصنف کی سراسر زیادتی ہے۔ ۷ صحیح بخاری
دیکھو عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد پڑھو معلوم ہو جائیگا کہ وہ مجتہد
تھے، اس سے بڑھکر اجتہاد کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ کہ صحابہ و تابعین نے انھیں
مجتہد تسلیم کیا۔ ۸ وہ معاذ اللہ بقول زید ہر قسم کے عیوب میں ملوث تھے باوجود
اس کے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکی خلافت و حکومت تسلیم کی
یہ صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن نہیں بلکہ مدعی محبت اہلبیت کرام
پر بھی طعن کر رہا ہے۔ ۹ اگر زید کا قول صحیح بھی ہو تو کیا مسلمین فتح مکہ مسلم نہ
تھے انکا اسلام شرعاً معتبر نہ تھا، آج تیرہ سو برس بعد والے مدعیان اسلام
ان مسلمانوں کے اسلام پر طعن کریں جنھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اسلام قبول کیا غزوات کئے شرف صحبت سے
مستفیض رہے قرآن مجید پڑھئے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مسلمین فتح مکہ کے
بارے میں کیا ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ
مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا
وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ[1] اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو دو قسم
پر منقسم فرمایا مؤمنین قبل فتح اور بعد فتح اور اول کو دوم پر فضیلت دی پھر یہ
بھی فرما دیا کہ دونوں کے ساتھ اس نے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور اس کے ساتھ
یہ جملہ بھی فرمایا واللہ بما تعملون خبیر جس سے تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ان سے
کسی عمل کا صادر ہونا مانع وعدہ الٰہیہ نہیں ہے۔ اب قرآن ہی میں دیکھئے
کہ جن کیلئے وعدہ حسنٰی ہے ان کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ
لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓی اُولٰٓئِکَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ

[1] پارہ ۲۷، سورہ حدید رکوع ۱۷

مخبر صادق کا ارشاد ہے، حضرت ابوبکر نے نص قرآنی میں یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِی اَولَادِکُم لِلذَّکَرِ مِثلُ حَظِّ الاُنثَیَینِ[1] کے مقابلہ میں حدیث ما ترکتہ الا صدقۃ پر عمل کیا؟

یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے لہٰذا مصنف کا یہ دعویٰ کہ صوفی و سنی ہے قابل قبول ہے یا نہیں؟ عمرو کہتا ہے کہ کتاب ہذا میں جو کچھ لکھا ہے مطابق اہلسنت وارشادات سلف صالح امت ہے یہ کہنا صحیح ہے یا غلط اور اس کتاب کو صحیح کہنے والے اور اچھا جاننے والے کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ سوال میں زید کے جو کچھ اقوال مذکور ہیں ان سے زید کا صوفی مشرب ہونا درکنار وہ سنی بھی نہیں ہے بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لکھنے کے مطابق غالی رافضی ہے۔ بلکہ بعض باتیں تو ایسی ہیں کہ کسی مسلمان کے قلم سے نہیں نکل سکتیں اسکے پہلے قول سے تو ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انبیاء پر فضیلت دیتا ہے جو یقیناً کفر ہے۔ دوسرا قول خود پہلے قول کے مناقض ہونے کے باوجود عقیدہ اہلسنت کا مخالف ہے کہ تفضیل الشیخین حضرات اہلسنت کا متفق علیہا عقیدہ ہے۔ اور زید اس کے خلاف حضرت مولیٰ کو شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دیتا ہے۔ ۳ محض افتراء ہے اہلسنت نے ہرگز مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنقیص نہ کی ہے۔ نہ اسے جائز جانتے ہیں کسی خارجی نے سنیت کے نام پر کہیں ایسا کیا ہو تو اسے اہلسنت کا فعل نہیں قرار دے سکتے۔ البتہ زید خود امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرکے اپنا رافضی ہونا ثابت کرتا ہے۔ ۴، ۵ میں بھی کھلا ہوا طعن موجود ہے۔ خصوصاً یہ کہنا کہ ان کو خاندان رسالت سے بغض تھا مصنف کی صریح بدگمانی پر دلیل ہے۔ ان بعض الظن اثم میں داخل ہے۔ یہ وہی مقولہ ہے جو ہمیشہ سے رافضی کہا کرتے ہیں سنی بنکر مصنف نے اپنا عقیدہ رفض ظاہر کیا ۶ بلا دلیل محض اپنی بدگمانی کی

[1] پ ۴ س نساء ع ۱۳

اَنۡفُسُھُمۡ خٰلِدُوۡنَ[1]۔ دونوں آیتوں کو ملا کر نتیجہ نکالئے معلوم ہو جائے گا کہ یہ طعن کرنے والا کیا کہتا ہے۔ اور اس کا کیا حکم ہے اگر کسی نے صحابہ کی ایسی تعریف کی ہو جس سے بعض صحابہ خارج ہو جائیں، تو اس کی بات کہاں تک معتبر ہو سکتی ہے جب کہ خود حدیث میں خیر القرون یا من رأنی وغیرہا الفاظ موجود ہیں، یوں تو روافض خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تضلیل و تفسیق بلکہ معاذ اللہ تکفیر تک کرتے ہیں۔ تو کیا ان کا محض کہدینا کوئی حجت ہو سکتا ہے۔ اگر اس قسم کے لغویات کا نام استدلال ہو تو دین ہی کو خیرباد کہنا ہوگا۔ ۱ یہ عجب منطق ہے کہاں امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا زمانہ اور کہاں صحابہ کرام کا زمانہ، تاریخ کے فدائی کو یہ بھی نہ سوجھا کہ امام شافعی کے زمانہ میں صحابہ تھے ہی کہاں جو شہادت دیتے، اور امام شافعی انھیں نامقبول فرماتے۔ امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحابہ مذکورین کی روایت کا نامعتبر ہونا بھی بالکل افتراء ہے۔

۱۱ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں خالد بن ولید و عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بالکل ذکر ہی نہیں، اور ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کئی طرق سے مروی ہے شعبہ اور وکیع نے جو روایت کی اس میں بھی خالد ابن ولید و عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر نہیں خود صحیح مسلم میں ہے۔ ولیس فی حدیث شعبۃ ووکیع ذکر عبدالرحمٰن بن عوف وخالد بن ولید۔ پھر اس حدیث کے ترجمہ میں اے خالد کا لفظ ذکر کرنا صریح تحریف و زیادتی ہے۔ حدیث میں یا خالد نہیں ہے بلکہ حضور کا ارشاد لاتسبوا سے شروع ہوتا ہے۔ پھر اگر اس حدیث سے ثابت ہوا تو فقط اتنا کہ حضرت خالد کو صحابہ کے برا کہنے سے منع کیا جاتا ہے نہ یہ کہ حضرت خالد صحابی نہ تھے۔ کیا ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی بدگوئی

[1] پارہ ۱۷، سورہ انبیاء، رکوع ۷،

سے منع کیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ جس کو منع کیا جاتا ہے وہ مسلمان نہیں۔ اگر یہ استدلال صحیح ہو تو صرف یہی صحابہ نہیں بلکہ بڑے بڑے صحابہ کی صحابیت سے انکار لازم آئے گا۔ صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مابین کچھ مناقشہ ہو گیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے معافی چاہی، انھوں نے معاف نہ کیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ندامت ہوئی اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر گئے، ان کو نہ پایا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ حضرت ابوبکر سے معافی مانگیں اور صفائی ہو جائے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ عن ابی الدرداء قال کنت جالسا عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا قبل ابوبکر اخذاً بطرف ثوبہ حتی ابدٰ عن رکبتیہ فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اما صاحبکم فقد غامر فسلّم فقال انی کان بینی وبین ابن الخطاب شیٔ فاسرعت الیہ ثم ندمت فسئلتہ ان یغفر لی فابیٰ علیّ فاقبلتُ الیک فقال یغفر اللہ لک یا ابابکر ثلثا ثم ان عمر ندم فاتی منزل ابی بکر فسال أثَمّ ابوبکر قالوا لا فاتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجعل وجہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتمعّر حتی اشفق ابوبکر فجثا علی رکبتیہ فقال یا رسول اللہ، واللہ انا کنت اظلم مرتین فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت۔ قال ابوبکر صدقتَ وواسانی بنفسہ ومالہ فہل انتم تارکوا لی صاحبی مرتین فما اوذی بعدھا[1]۔

اس حدیث میں حضور نے تمام گروہ صحابہ کے مقابلہ میں صرف حضرت ابوبکر کو اپنا صاحب فرمایا۔ تو جس طرح حضرت عمر وغیرہ باوجود اس ارشاد کے

---

[1] بخاری شریف ج ۱ ص ۵۱۷۔ باب مناقب المہاجرین۔ مصباحی

صحابہ سے خارج نہیں حضرت خالد وغیرہ کو کیونکر صحابہ سے خارج کیا جا سکتا ہے پھر اگر کسی قرینہ کی بنا پر اس حدیث میں لفظ اصحابی کسی مخصوص گروہ میں مستعمل ہو تو اس سے کب لازم آتا ہے کہ دوسری جگہ اگرچہ قرینہ نہ ہو تخصیص کی جائے۔ اگر تخصیص کا یہی قاعدہ رہے تو تمام اصول و فروع درہم برہم ہو جائیں گے۔ امام بخاری اپنی صحیح میں صحابی کی تعریف فرماتے ہیں۔ ومن صحب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او رأٰہ من المسلمین فھو من اصحابہ، لہٰذا حضرت خالد وامیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یقیناً صحابہ میں سے ہیں۔ مہمل تاویلات سے انکی صحابیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے متعلق فرماتے ہیں۔ فانہ قد صحب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ بخاری شریف کی روایت ہے اس سے زیادہ اصحابیت کا کیا ثبوت چاہیئے ہاں یہ مسلم ہے کہ جو صحابہ کرام قبل فتح مکہ مشرف باسلام ہوئے وہ بعد والوں سے افضل ہیں مگر فتح مکہ میں ایمان لانا باعث طعن نہیں بلکہ وہ بھی ان بشارتوں کے مستحق ہیں۔ جو قرآن و حدیث میں صحابہ کیلئے وارد ہیں۔

۱۲ نری مہمل و بیہودہ بات ہے کہ یہ کوئی دلیل نہیں آخر دلیل کس کو کہتے ہیں پھر یہ کہنا کہ مذہبی نقطہ نظر سے ساکت کر دینا دلیل نہیں ہوا کرتی یہ اس قائل کا مذہب پر شدید حملہ ہے یعنی مذہبی باتیں قابل اعتبار و اعتقاد نہیں نہ وہ دلائل سے ثابت ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک

۱۳ یہ کلام بھی مہمل ہے جس کے نزدیک عقیدہ کوئی چیز نہ ہو اور وہ مقام استدلال میں پیش ہی نہ کیا جا سکے۔ تو اس کی گمراہی میں کیا شک ہے عقیدہ پیش کرنے کا حاصل یہ بتانا کہ اس امر پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ عقیدہ لغو چیز ہے، جس کے خلاف کہ دلائل قائم ہیں

پھر یہ کہ اسکو از قسم خطابیات قرار دیکر لا یعنی بتایا۔ قائل کو یہ بھی پتہ نہیں کہ خطابیات کسے کہتے ہیں۔ اور برہانیات کیا ہیں کیا جو دلائل از قسم برہانیات نہیں ہیں وہ لایعنی ہیں اور خود جن چیزوں سے استدلال کرتا ہے صرف وہ معترضین کے مہمل اقوال ہیں جن میں بیشتر حصہ مرفوعات کا ہے۔ یہ تو براہین ہوں اور جو امور آیات واحادیث سے ثابت ہوں وہ اس کے نزدیک لایعنی۔
ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

۱۴ کیا حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہ فرمایا۔ اور جب وہ مشرف باسلام ہوئے تو جو کچھ انھوں نے زمانہ کفر میں کیا۔ وہ معاف نہ ہوا۔ آیتہ کریمہ والذین یدعون مع اللہ الہا آخر ـ سے کیا یہ ثابت نہیں کہ توبہ کے بعد مؤاخذہ نہیں۔ پھر اظہار نفرت کی نسبت کتنی سخت لغویات ہے۔ صرف بات اتنی تھی کہ حضرت وحشی کو دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت حمزہ رضی تعالیٰ عنہ کا خیال آجاتا۔ اور ان کی یاد سے غم پیدا ہوتا۔ اس لئے حضور نے ان کو حکم دیا کہ تم کسی دوسری جگہ چلے جاؤ۔ اسکو اظہار نفرت سے تعبیر کرنا سراسر غلطی ہے۔

۱۵ اس کا یہ جواب کافی ہے۔ اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ افترار کرنا مؤمن کا کام نہیں۔

۱۶ وہ کونسی معتبر تاریخیں ایسی ہیں جو احادیث وائمہ دین کے اقوال کے مقابل میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ اور ان تاریخی روایات کو اتنی اہمیت دی جاسکتی ہے کہ ان کی وجہ سے اقوال ائمہ بلکہ احادیث کو رد کردیا جائے۔ انھیں بے سروپا باتوں کو برہان کہا جاتا ہے جن کے لئے نہ کوئی سند ہے نہ ثبوت۔ ۱۷ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجتہد کہنا اس قائل

کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض کی بنا پر ہے، یعنی معاذ اللہ تمام اہلسنت اس کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اسلئے صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ فاصاب انہ فقیہ۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ ارشاد صاف واضح طور پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ مجتہد تھے کیونکہ اصطلاح قدماء میں لفظ فقیہہ غیر مجتہد کیلئے نہیں بولا جاتا۔ جیسا کہ کتب اصول فقہ و فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے، اب اس کہنے والے سے کوئی پوچھے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کیلئے اس کا کیا فتویٰ ہے۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں۔ واما معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فھو من العدول الفضلاء والصحابۃ النجباء واما الحروب التی جرت فکانت لکل طائفۃ شبہۃ اعتقدت تصویب انفسہا بسببہا وکلھم عدول ومتأولون فی حروبہم وغیرھا ولم یخرج شیٔ من ذالک احداً منہم من العدالۃ لانہم مجتہدون اختلفوا فی مسائل من محل الاجتہاد کما یختلف المجتہدون بعدھم فی مسائل من الدماء وغیرھا ولا یلزم من ذالک نقص احد منہم[1]

یہ ائمہ جو مجتہد ہونے کی تصریح کرتے ہیں معاذ اللہ اس شخص کے نزدیک دشمنان اہلبیت ہی ایسا قول کرے گا۔ مگر رافضی کہ اس قسم کے افتراء کے عادی نہیں ہے

۱۸ ا اولاً صرف اس نے ابوبکر کیلئے دنیاوی خلافت بتائی جو کسی سنی کا

[1] نووی شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۲ کتاب فضائل الصحابہ۔ مصباحی

قول نہیں ہو سکتا۔ ثانیاً خلافت کوئی مال نہیں جس میں وراثت جاری ہو اور اگر وراثت ہی کے اصول پر خلافت ہوتی تو حضرت امام حسین کیونکر وارث تھے۔ وارث حضرت فاطمہ تھیں جو ذوالفروض سے ہیں یا حضرت عباس تھے جو عصبہ تھے نہ کہ حضرت امام حسن کہ ذوی الارحام میں تھے اور اگر خلافت میں وراثت ہی جاری ہو اور ذوی الارحام کا حق ہو تو حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں ہی ایک ساتھ مستحق ہوں گے نہ کہ یکے بعد دیگرے اور دونوں حضرات کا بیک وقت خلیفہ ہونا جن قبائح پر مشتمل ہوگا وہ اہل نظر پر مخفی نہیں، اس شخص نے تو روافض سے بھی اپنا نمبر بڑھا دیا کہ وہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حقدار بتاتے ہیں اس نے حضرت امام حسین کو ایکدم محروم کر دیا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

۱۹ المجتہد قد یخطی الخ کو حدیث بتانا نادانی ہے اور حدیث ما ترکنا الخ کو آیت یوصیکم اللہ کے معارض و مقابل بتانا جہالت ہے، وقف و صدقہ میں کہیں وراثت جاری ہوتی ہے اور جب ایسا نہیں تو اس مسئلہ میں خطا بتانا قائل کی سخت غلطی ہے اور یہ وہی ہے جو روافض کہا کرتے ہیں بالجملہ ان اقوال مذکورہ کا قائل ہرگز سنی نہیں بلکہ وہ رافضی تبرائی ہے اگرچہ وہ اپنے کو سنی کہتا ہو۔ بلکہ یہ اس کا تقیہ ہے کہ ایسے اقوال خبیثہ بکنے کے بعد وہ اظہار سنیت کرتا ہے۔ جو اس کے ان اقوال پر مطلع ہو کر تکاب کر اچھا بتائے وہ اسی کے حکم میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ: مرسلہ محمد خلیل احمد صاحب محلہ ڈکیا ۲۵/۱۱ الف بنارس

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قوم و برادری کے چودھری سردار ہیں لیکن ان کے افعال یہ ہیں کہ کھلم کھلا سر بازار

تاڑی و شراب پیتے ہیں کئی بار زنا کرتے ہوئے پائے گئے ابھی بالکل حال کا واقعہ ہے کہ زنا کرتے ہوئے لوگوں نے گرفتار کیا ہے اس کے قبل کتنی مرتبہ قوم و برادری کے لوگوں نے ان کو سمجھایا کہ ایسا فعل نہ کرو کیونکہ ہم لوگوں کو شرمندگی ہوتی ہے لیکن اسکا کچھ اثر نہ ہوا حتی کہ آخری بار اس حیلہ کیسا تھ انکار کیا کہ شراب نوشی کے ترک سے ہماری تندرستی خراب ہو جائے گی اور جب نماز کیلئے کہا گیا تو صاف لفظوں میں جواب دیا کہ جو شخص نماز پڑھے گا وہ اپنے لئے پڑھے گا۔ اس سے بھی انکار ہی معلوم ہوتا ہے۔

اب علماء کرام سے بصد ادب التجا ہے کہ حالات مذکورہ بالا میں ہم اہل برادری ان کی برادرانہ اتباع کر سکتے ہیں یا ان سے قطع تعلق کرنا چاہیئے اور جو لوگ ایسے شخص کی اتباع کریں وہ قابل مواخذہ عنداللہ ہوں گے یا نہیں ؟ مکرر استدعا ہے کہ جواب مع دلیل و نقل عبارت ارقام فرمادیں مشکور ہوں گے۔ وعنداللہ ماجور ہوں گے ؟

الجواب :۔ جب وہ شخص زانی و شراب خور و تارک نماز ہے تو بلاشبہ فاسق و فاجر ہے ایسے شخص کو قوم کا چودھری و سردار بنانا ناجائز ہے کہ چودھری کا عہدہ اعزازی عہدہ ہے اور فاسق کی توہین شرعاً واجب ہے غنیہ شرح منیہ میں امامت فاسق کے متعلق تحریر فرمایا۔ فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً، بعینہ یہی بات چودھری بنانے میں ہے ایسا شخص اس کا مستحق ہے کہ مسلمان اس سے میل جول ترک کر دیں جب تک ان حرکات سے باز نہ آئے اس کو برادری سے علاحدہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ اور فرماتا ہے۔ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:- مرسلہ محمد حبیب اللہ خاں سفیر انجمن اجراء مکاتب (گورکھپور)
۱۶ رجمادی الثانی ۱۳۵۵ھ معرفت پوسٹ ماسٹر بھٹنی ضلع گورکھپور

یہ تحریر خواب ایک عاشق رسول کی ہے جو چیف انجنیر ساساموسامل ضلع سارن کے وہاں خانساماں ہے مولانا اشرف علی صاحب نے گول جواب دیا ہے۔ اسلئے آپ کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں مفصل پڑھکر تعبیر تحریر فرمائیے ورنہ جس شخص کی خدمت میں روانہ کرنیکو فرمائیے روانہ کردیا جائے۔؟ (نقل تحریر جوکہ ابتداءً مولوی اشرف علی کے نام بھیجی گئی تھی)
مجمع اوصاف جناب مولانا مرشدنا حکیم الامت شاہ محمد اشرف علی صاحب دام ظلہ العالی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ مزاج شریف گذارش خدمت یہ ہے کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس کی مفصل کیفیت ذیل میں درج ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اسکی تعبیر جو قرآن واحادیث کے مطابق ہو تحریر فرمایا جاوے۔ مجھکو ایک اچھے آدمی نے بتلایا کہ تم درود شریف کثرت سے پڑھا کرو میں ان کے بتانے پر درود شریف کثرت سے پڑھنا شروع کیا مگر بعض بعض دن ناغہ بھی ہوگیا۔
جس شخص نے مجھکو درود شریف پڑھنے کا حکم دیا تھا انھوں نے مجھ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ اس درود شریف کی فضیلت سے تم آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھو گے میں برابر درود شریف پڑھتا رہا مگر حضور صلعم کو خواب میں نہیں دیکھا۔ امسال بعد رمضان کا واقعہ ہے کہ میری طبیعت کچھ علیل ہوگئی تھی جس کی وجہ سے میری ایک ہفتہ کی نماز و درود شریف وغیرہ قضا ہوگئی تھی، اور میرا جسم بھی پاک وصاف نہیں تھا۔ ایسی حالت میں میں نے حضور صلعم کو خواب میں دیکھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ۔

میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چند آدمی قبر میں دفن کر رہے ہیں جس میں دو لڑکے بھی ہیں لڑکوں کی عمر اندازاً ۱۱-۱۲ برس ہے اور لباس لڑکوں کا یہ ہے کہ پائجامہ و اچکن سر پر گول ٹوپی۔ میں نے بھی ہاتھ میں مٹی لیا اور اپنے دل میں ارادہ کیا کہ یہ لوگ یہاں سے ہٹ جاویں تو میں حضور صلعم کے چہرہ مبارک کو دیکھوں میرے دل میں یہ ارادہ ہونے ہی کے ساتھ وہ لوگ وہاں سے پیچھے ہٹ گئے جب ہم یہ دعا بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑھکر مٹی دینا چاہا تو پھر میرے دل میں خیال ہوا کہ میں تو حضور صلعم کو مٹی دے رہا ہوں یہ دعا کیوں کر پڑھوں اگر کسی دوسرے کو مٹی دیتا تو ملت رسول اللہ کہتا اس خیال نے مجھکو مٹی نہیں دینے دیا اور میں نے اپنے ہاتھ سے مٹی باہر پھینک دیا بعدہ میں نے قبر شریف میں جھک کر حضور صلعم کے چہرہ مبارک کو دیکھا پھر میرے دل میں خیال ہوا کہ حضور صلعم کے دندان مبارک کو بھی دیکھیں میں نے حضور کے دندان مبارک کو بھی دیکھا اس کے بعد خیال ہوا کہ پاؤں مبارک کو بھی دیکھیں میں نے حضور صلعم کے پاؤں مبارک کو جب دیکھنے لگا تو دیکھا کہ ایک شخص وہاں بیٹھا ہوا حضور کے پاؤں مبارک میں کافور مل رہا ہے پاؤں مبارک ناخن سے لیکر گھٹنہ تک کھلا ہوا ہے اسی اثناء میں میں نے حضور صلعم کے ناخن مبارک کو بھی دیکھا جو بہت خوبصورت اور اچھی طرح کل ناخن گول گول تراشا ہوا ہے میں نے یہ بھی دیکھا کہ جس کفن میں آپ دفن کئے گئے ہیں اسکا رنگ ہلکا بادامی ہے اور کپڑا باریک ہے اور جس طرح مردہ کو قبر میں رکھا جاتا ہے بجنسہ حضور صلعم کے بھی نعش مبارک کو رکھا گیا ہے اس کے بعد جب میں وہاں سے چلا تو دیکھا کہ کچھ لوگ کربلا میں اپنے ہاتھوں میں کتاب لئے ہوئے اور پڑھتے جا رہے ہیں میں نے بھی کربلا کی طرف چلنے کا ارادہ کیا مگر میرے دل میں خیال ہوا کہ یہ لوگ جھوٹ وغیرہ کی کتاب

پڑھتے ہونگے اور اسی خیال نے مجھکو کربلا تک نہیں جانے دیا اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور اس خواب سے بیدار ہوکر سخت حیران ہوا یہ خواب دیکھے ہوئے چھ مہینہ ہوگیا مگر جو کچھ لکھا گیا ہے ایکدم صحیح ہے کیونکہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا وہ ابھی تک ٹھیک یاد ہے یہ خواب میں نے شوال المکرم کے مہینہ میں قریب دو یا تین بجے رات میں دیکھا ہے اُس خواب کے بعد سے ابتک میں نے کبھی کوئی نماز قضا نہیں کی ہے اور درود شریف بھی کثرت سے پڑھتا ہوں ؟

الجواب :۔ حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی۔ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اوس نے مجھ ہی کو دیکھا شیطان میری صورت میں متمثل نہیں ہو سکتا، ایسے خواب تعبیر طلب نہیں ہوتے کہ یہ خواب ایسا نہیں کہ دیکھی جائے ایک چیز اور اس سے اشارہ ہو دوسری چیز کی طرف۔ حضور کا یہ کرم خاص ہے جکس غلام کو چاہیں نوازیں جس طرح ایک نیکوکار کو نوازتے ہیں کبھی ایک گنہگار پر وہی کرم فرماتے ہیں مگر یہ بات قابل غور ضرور ہے کہ دیکھنے والے کی حالت ظاہری و باطنی کو بسا اوقات خواب کی کیفیت میں دخل ہوتا ہے خواب دیکھنے والے کا اوس زمانہ میں نماز کا قضا کر دینا اور درود شریف کا چھوڑ رکھنا اس ہئیت میں دیکھنے کا سبب ہوا۔ فرائض و درود شریف کے ترک سے اوسکی روحانیت میں فرق آچکا تھا اوس سے توبہ کرے اور ان نمازوں کی قضا پڑھے نیز یہ شخص جس سے تعلق رکھتا ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر مردوں کی طرح مردہ جانتا ہے حضور کی اس حیات مخصوص کا قائل نہیں ہے لہٰذا یہ شخص ایسے لوگوں کو اپنا دینی پیشوا نہ جانے ورنہ حضور کی ذات پاک اوسکے لئے مفید نہ ہوگی کاتب نے ہر جگہ درود شریف یعنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (صلعم) لکھا ہے اس طرح لکھنے کو فقہاء کرام نے ناجائز بتایا ہے پورا درود شریف لکھنا چاہئے، بڑے افسوس کی بات ہے کہ

جس نے خواب اور بیداری میں لاالہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ پڑھا اور اللھم صلی علی سیدنا ومولینا ونبینا اشرف علی کہا جس میں مولوی اشرف علی کی علانیہ رسالت ونبوت کا اقرار ہے اوسکی تو انھوں نے تعبیر دی اور اپنے کو متبع سنت کہکر مرید کو تسلی وتسکین دی یا کسی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خواب میں دیکھا تو مولوی اشرف علی نے اپنی جورو تعبیر کی اور اس خط میں وہ لکھتے ہیں کہ مجھکو تعبیر خواب سے اصلاً مناسبت نہیں پھر جب ان کو خود اقرار ہے کہ اس سے مناسبت تک نہیں رکھتے پھر ان خوابوں کی کیونکر تعبیر دی اور ان کو چھپوایا بات صرف یہ ہے کہ جہاں اوکی بڑائی انکی رسالت ونبوت کا کسی نے خواب دیکھا تو یہ تعبیر دینے کیلئے تیار ہیں تمام مسلمانوں کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جوروسے تعبیر کرنے کو موجود ہیں مگر جب خواب میں ان کے لئے کوئی فضیلت نہ ہو تو یوں کنی بچاتے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

مسئلہ:۔ مرسلہ محمد عبدالمجید وجملہ مسلمانان قصبہ بسارکھپور ضلع علیگڈھ ۲۶ رجمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وبید وشید ایک خاندان کے افراد ہیں اور بکر دوسرے خاندان کا۔ اور ان دونوں میں اختلاف ہے اور اس ذاتی اختلافات کو شرعی رنگ میں نکالنا چاہتے ہیں اور اس میں طرح طرح سے تحریف کرکے مسلمانوں میں اختلاف وانتشار پیدا کرتے ہیں۔

(۱) زید وشید نے جامع مسجد میں عام مسلمانوں کے سامنے بکر پر چند الزامات عائد کئے۔ بکر نے جواب دیدیا۔ تو دوسرے جمعہ میں دوسرے

الزامات پیش کئے جس میں زید و شید کے الفاظ نہ تھے۔ جس سے عام مسلمانوں میں اشتعال ہو جائے۔ بکر نے عام جلسہ میں زید و شید سے کہا کہ تم حلفاً کہو کہ یہ جملے میرے ہیں تو شید و بید نے کہا کہ جملے نہ ہوں مگر مفہوم وہی ہے تو کیا زید و شید کے مفروضہ جملوں پر بکر پر کوئی الزام شرعی لگایا جا سکتا ہے، جبکہ زید و شید و بکر کی عداوت قلبی عیاں ہے کہ جو سوال ۲ و ۵ سے ظاہر ہے؟

(۲) اور کیا ایسے من مانے الفاظ سے جو استفتاء مرتب کیا جائے وہ قابل قبول ہے اور دوسرے کیلئے قابل الزام ؟

(۳) شید نے حامد کے سامنے جلسہ عام میں کہا کہ خدا کی قسم بکر کافر ہے تو خالد نے اور مسلمانوں سے کہا کہ بکر کو تمام لوگ مسلمان جانتے ہیں اور وہ قیام و مولود و عرس کرتا ہے ہر شخص اسکی امامت کو قبول کرتا ہے جن میں علماء و مشائخ بھی ہیں آپ کافر کہتے ہیں مجھے کو غیر موافق پاکر شید نے کہا کہ غصہ میں کہدیا ہے تو خالد نے کہا کہ غصہ میں کسی مسلمان کو کافر کہنا جائز ہے تو کیا ایسی صورت میں شید نے کوئی جرم شرعی کیا ؟

(۴) قصبہ کے عام مسلمان بکر کو حنفی سنی قادری صوفی مشرب جانتے ہیں اسکو مسلمان صحیح العقیدہ سمجھتے ہیں اور اس کے پیچھے نماز بلا تکلف پڑھتے ہیں مگر زید و بید و شید نہیں پڑھتے اور لوگوں کو اس پر مجتمع کرتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں زید و بید و شید پر تفریق جماعت کا الزام عائد ہوتا ہے اور اس بارے میں شریعت وغیرہ کا کیا حکم ہے ؟

(۵) زید کو بکر سے اس حد تک عداوت ہے کہ حامد جو شید کا قریب تر عزیز ہے اس نے شید سے کہا کہ بکر غریب کے پیچھے کیوں پڑے ہو تو شید نے کہا کہ وہ بڑا جھوٹا ہے اسکی بات کا مجھے اعتبار نہیں تو حامد نے کہا کہ بکر

خداکوایک کہتا ہے تو شید نہایت دلیری سے کہتا ہے کہ میں دو کہتا ہوں، (استغفر اللہ) تو کیا ایسے اختلاف کے بعد بھی شید کے من مانے الفاظ بکر کو ملزم بنانے کیلئے حجت ہو سکتے ہیں۔ اور زید نے اس میں کوئی جرم شرعی کیا اور کیا تو کیا کیا۔؟

(۶) بید کے سامنے زید نے کن فیکون کی بحث ایک رسالہ سے پیش کی اور کہا کہ جب کوئی شئی موجود نہ تھی تو کن کا مخاطب کون ہے بید نے کہا کہ اجزاء منتشر ہوں گے جن کو کن کہا گیا اور بحکم حسب اشارہ ہو گئے تو کیا بید نے اس اظہار خیال سے کوئی جرم کیا اور کیا تو کیا کیا اس کی امامت اور تعلقات مسلمانوں کو رکھنا چاہیئے یا نہیں؟

(۷) رشید کہتا ہے کہ خداوند کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو شجر ممنوعہ کے پاس جانے کو منع کیا تھا نہ کھانے کو حضرت آدم نے پھل کھایا اور ان پر عذاب یا عتاب جو ہوا اسکو ہم نہیں مانتے تو کیا شید نے قرآن سے انحراف کیا اور کیا شید نے کوئی جرم کیا؟

(۸) مستقل جو داڑھی کترواتا ہو ماں باپ کو مارتا ہو اور گستاخی کرتا ہو اس کی شہادت اور اس کا بیان مسائل شرعیہ میں مسلمانوں کے خلاف اور رویت ہلال میں درست ہے یا نہیں؟

(۹) زید کہتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر شئی کا علم بذاتہ تھا کوئی ایسا غیب نہ تھا۔ جس کا آپ کو علم نہ ہو حدیث سے ثابت ہے بکر کہتا ہے کہ حدیث شریف میں جملہ علوم غیبیہ کا ثبوت اعتبار کے لئے میرے نزدیک قابل سند نہیں ہاں قرآن کریم سے جملہ غیوب ذاتی کا ثبوت قابل قبول اور ناقابل انکار ہے۔ زید کہتا ہے کہ کیا حدیث قرآن شریف سے علیحدہ ہے جو حدیث

نہ ماننے والے کا حکم ہے وہی قرآن نہ ماننے والے کا حکم ہے۔
بکر کہتا ہے کہ حدیث تو حدیث (جس میں سیکڑوں بحثیں ہیں) قرآن شریف کا نہ ماننے والا بھی کافر نہیں ہے ایک تیسرا شخص جو گفتگو سن رہا تھا بکر سے دریافت کرتا ہے کہ کیا واقعی قرآن کا نہ ماننے والا کافر نہیں ہے بکر نے کہا کہ یہاں سمجھو، تم سود لیتے ہو زنا کرتے ہو چوری کرتے ہو خیانت کرتے ہو جھوٹ بولتے ہو، ظلم کرتے ہو جوابًا شخص ثالث نے کہا۔ ہاں کرتے ہیں تو بکر نے کہا کہ تم کافر ہو گئے اس لئے کہ تم نے قرآن نہ مانا، اس نے کہا گنہگار ہوا تو بکر نے کہا کہ ہاں عدم عمل اور ہے اور انکار اور ہے۔ انکار ان چیزوں سے کون کر سکتا ہے۔ اس پورے مکالمہ کو زید نے صرف یہ بیان کیا کہ کوئی حدیث نہ مانے تو کوئی حرج نہیں ہے ظاہر ہے کہ کس قدر فرق ہو گیا تو کیا زید نے اس تحریف سے جو الزام بکر پر عائد کرایا ہے شرعی حیثیت سے کسی جرم کا مرتکب ہوا یا نہیں ؟

(۱۰) زید کہتا ہے کہ تھانوی نے اپنی کتاب میں (نعوذ باللہ) ایسا علم غیب تو ہر صبی و مجنون الخ (لعنۃ اللہ علیہ) لکھا ہے تو کیا یہ کفر نہیں ہے۔ بکر بلاشبہ توہین رسول کفر (خواہ وہ لسانی ہو یا تحریری یا خیالی) شاید یہ خلیل انبیٹھوی نے لکھا ہو اور تھانوی نے تائید کی ہو (بہر نوع کوئی لکھے توہین رسول کفر ہے) مگر وہ تو توہین نہیں کہتے تمثیل کہتے ہیں اب آپ کیا کہیں گے۔ اس کا جواب زید نے کچھ نہیں دیا اور اس کو یہ کہکر مشہور کیا کہ بکر (استغفر اللہ) تھانوی کی اس ملعونہ عبارت کا عقیدہ رکھتا ہے تو کیا زید نے اس تحریف اور تضعیف سے کوئی جرم کیا ؟

گذارش۔ ہر سوال کا جواب نمبر وار عطا فرمایا جائے۔ کتاب کے حوالے یا کتاب کی ضرورت نہیں ہے ؟ صرف کتاب کی چھوٹے سے چھوٹی عبارت اور مہر

ہم حنفی سنّی قادری کے لئے کافی سے زیادہ ہے اور سکون قلب اور رفع انتشار کے لئے سند کامل ہے؟

الجواب (۱) کسی پر جھوٹا الزام قائم کرنا سخت جرم ہے کہ یہ افتراء ہے اور افتراء حرام۔ بکر کے الفاظ کا اگر صحیح مفہوم ادا کیا گیا ہے تو حرج نہیں کہ کبھی روایت بالمعنی بھی ہوتی ہے اور یہ جائز ہے اور اگر بکر کے کلام میں معنوی تحریف کی ہے کہ بکر کا مضمون صحیح طور پر ادا نہ کیا جس سے بلا وجہ بکر کی طرف بدظنی پھیلے اور بکر کو مجرم قرار دیا جائے تو ان الفاظ پر جو کچھ شرعی حکم ہوگا وہ بکر کے متعلق نہ ہوگا بکر اس کا قائل ہی نہیں جس کا یہ حکم ہے اور اس بیجا الزام لگانیکی وجہ سے یہ لوگ خود گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) غلط استفتاء مرتب کرکے جو جواب حاصل کیا جائیگا اس سے مخالف کو ملزم نہیں کہا جا سکتا ہے کہ فتوی کا اس سے تعلق ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ایسا غصہ تو ہوگا نہیں جس سے مجنون کی حد تک پہونچکر مرفوع القلم ہوجاتا ہے لہذا جو کچھ کہا اس پر ضرور مواخذہ ہوگا اگر بکر نے کفر نہیں کیا ہے اور شید نے اسے کافر کہدیا تو شید سخت مجرم ہے حدیث میں ہے، فقد باء بہما احدہما - کلمہ کفر دونوں سے ایک کی طرف جاتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر بکر قابل امامت ہے اور بلا وجہ شرعی اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکتے ہوں تو ضرور تفریق جماعت کے مجرم ہیں اور گنہگار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) بلا وجہ جس نے یہ کلمہ کہا کہ میں خدا کو دو کہتا ہوں وہ کافر مشرک مرتد ہے اور جب عداوت اس حد کی ہے کہ اسے کفر بکتے باک نہیں تو اسکی بات قابل اعتبار نہیں، اولاً تو وہ کافر ہوچکا اور کافر کی شہادت مسلم کے خلاف درست نہیں اور کافر نہ ہوتا جب بھی عداوت کے سبب اسکی شہادت قابل رد ہے حدیث میں ہے،

ولا لذی غمر علی اخیہ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا سب اشیاء مخلوق وحادث ہیں اور ہر شئی امر تکوین سے موجود ہوتی ہے ۔ انما امرہ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون ۔ جو غیر خدا کو قدیم اور غیر مخلوق بتائے کافر ہے اجزاء منتشر سے اگر خطاب تھا تو یہ اجزاء اگر غیر مخلوق مانے جائیں تو تعدد وجبا لازم آتا ہے اور توحید باطل ہوتی ہے یہ عقیدہ کفر ۔ اور اگر یہ اجزاء حادث ہیں تو انکی تخلیق میں کن کا مخاطب کون تھا اور چونکہ امر تکوین میں بھی یہ قائل مخاطب کا وجود ضروری خیال کرتا ہے لہذا یہ قول یقینًا اسلام کے خلاف اور کفر ہے ، اس پر اسلام لانا اور اس عقیدہ باطلہ سے توبہ کرنا فرض قطعی اور لازم ہے ، واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) یہ شید کی ناواقفیت وجہالت ہے یہ نہیں سمجھتا کہ لاتا کلا کی بہ نسبت لاتقربا ھذہ الشجرۃ نہی عن الاکل کے افادہ میں ابلغ ہے ۔ اور جبکہ کھانے پر عتاب ہوا چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا فلما ذاقا الشجرۃ بدت لھما ۔ الآیۃ دوسری جگہ فرمایا فاکلا منھا فبدت لھما ۔ الآیۃ ۔ ان آیات سے صاف وصریح طور پر واضح ہوگیا کہ لاتقربا سے کھانے کی ممانعت بروجہ ابلغ تھی اس سے انکار قرآن شریف سے انکار ہے اور یہ کفر ہے اور اگر ایسا ہی استدلال کیا جایا کرے تو قرآن مجید میں حیض کے حکم میں فرمایا ۔ ولاتقربوھن حتی یطھرن ۔ یعنی اس کے نزدیک جماع کی ممانعت نہیں ہے بلکہ قریب جانے کی ممانعت ہے اور تلک حدود اللہ فلا تقربوھا ۔ کا اس کے نزدیک یہ مطلب ہوگا کہ محرمات کرنے میں کوئی حرج نہیں قریب جانے کی ممانعت ہے ۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ، واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) داڑھی کو حد شرع سے کم کرنا ناجائز وگناہ اور اسکی عادت گناہ کبیرہ ہے ۔ ماں باپ کو مارنا ان کے ساتھ گستاخی سے پیش آنا گناہ کبیرہ ہے مارنا تو بڑی چیز ہے ان کو اف کہنا اور جھڑکنا بحکم قرآن حرام ہے ولا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریمًا ۔ ایسا شخص فاسق ہے اور اس کی شہادت ناقابل قبول ۔ اور مسائل شرعیہ میں بھی اس کی

بات ناقابل اعتبار جب تک کسی معتبر عالم سے اسکی تصدیق نہ کرلیں رویت ہلال میں بھی اسکی شہادت کا وہی حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۹) علم ذاتی خاصہ الوہیت ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کی مخلوق اور حضور کی ہر صفت مخلوق خدائے تعالیٰ نے آپ کو ما کان و ما یکون کا علم عطا فرمایا اور غیوب آپ پر روشن کئے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم عطائی ہوا نہ کہ ذاتی اور اگر ذاتی کا یہ مطلب ہے کہ علوم غیبیہ کی نسبت حضور کی طرف حقیقتاً ہے یعنی حضور ان کے ساتھ متصف ہیں یہ نسبت مجازاً نہیں تو یہ بات صحیح ہے، مگر اس لفظ ذاتی سے احتراز لازم کہ معنی اول کا موہم ہے یعنی بغیر خدا کے دیے ہوئے آپ جانتے ہیں، اور یہ باطل، بکر کا بھی کلام کہ حدیث شریف سے جملہ علوم غیبیہ کا ثبوت اعتبار کیلئے میرے نزدیک قابل سند نہیں بالکل مہمل ومختل کلام ہے۔ حدیث خود ایک دلیل شرعی ہے اس سے ثبوت کیوں قابل اعتبار نہیں۔ اگر حدیث کی سند پر کچھ کلام رہتا تو اس کا ذکر کرنا چاہیئے، نہ کہ حدیث شریف کے متعلق ایسی بے جا بات کہدینا۔ جملہ علوم غیبیہ یعنی ما کان وما یکون حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل سے ہے، اور فضائل میں ضعیف حدیثیں بھی معتبر ہوتی ہیں اور اس مسئلہ میں تو حدیث حسن وصحیح موجود ہیں پھر ناقابل اعتبار کیوں۔ جو تقریر بکر نے اس مسئلہ میں کی دوسرے مسائل میں ایسی ہی لاطائل کلام سے ان مسائل کو رد کر دینا اگر صحیح ہو جائے تو دین کی بہت سی باتیں رد ہو جائیں گی۔ پھر بکر کا یہ کہنا کہ قرآن کا نہ ماننے والا بھی کافر نہیں ہے بہت سخت کلمہ اور کفر ہے۔ ماننا ایمان کا ترجمہ ہے، جس کا یہ مطلب ہوا کہ قرآن پر ایمان نہ لانیوالا بھی کافر نہیں ہے۔ شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کا ترجمہ قرآن دیکھتے کہ وہ ایمان کا ترجمہ ماننا کرتے ہیں، اسی وجہ سے شخص ثالث کو تعجب ہوا کہ وہ کون مسلمان ہے جو قرآن کو نہیں مانتا بکر نے یہ تاویل کی کہ ماننے کے معنی عدم عمل کے ہیں، یہ تاویل

مسموع نہیں پھر یہ کہ قرآن مجید میں جس طرح ایمان کا بیان ہے عقائد کا بھی بیان ہے۔ الوہیت، نبوت، بعث و حشر جنت و دوزخ وغیرہا ایسی چیزیں جنکا تعلق عمل سے نہیں تو کیا ان آیات کے نہ ماننے سے کافر نہ ہو گا۔ اور یہ تاویل ہاں کیونکر چلے گی۔ کیونکہ وہاں عمل و عدم عمل دو شقیں نہیں اور جب عمل ہی نہیں تو بقول بکر ہر شخص ان آیات کو نہیں مانتا۔ نعوذ باللہ من ذلک

بالجملہ بکر پر لازم ہے کہ اس کلام سے توبہ کرے اور تجدید اسلام کرے زید نے اگرچہ اس بکر کے کلام کو مختصر کہا مگر اس چیز کو چھوڑ دیا جو بکر کا قرآن مجید کے متعلق نہ ماننے کے متعلق قول تھا۔ اور یہ اس سے بھی سخت تر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۰) بکر کے الفاظ سے یہ ہرگز ثابت نہیں کہ وہ تھانوی کی اس عبارت ملعونہ کا عقیدہ رکھتا ہے۔ اگر زید نے اس کے متعلق یہ غلط بات مشہور کر دی تو بکر کو بلا تامل اعلان کر دینا چاہئے کہ میں اس عبارت کو کفر قطعی جانتا ہوں کیونکہ وہ یقیناً شانِ رسالت کی توہین ہے۔ بکر کے کمزور الفاظ سے اور اس نے کہ وہ توہین نہیں کہتے آپ کیا کہتے ہیں۔ زید کو ایسا کہنے کا موقعہ دیا جب بکر اس کا معتقد نہیں ہے تو صاف طور پر کہدینا چاہئے۔ رہا یہ کہ وہ توہین کہیں تو توہین ہو ورنہ نہیں۔ مثلاً ایک شخص نے گالی دی اور دوسرا کہتا ہے کہ تم نے گالی دی برا کیا اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ گالی دینے کو تو میں بھی برا کہتا ہوں مگر میں نے گالی دی نہیں، تو محض اس کے کہدینے سے گالی نہ ہو گی نہیں، نہیں، بلکہ عرف میں جو گالی ہے وہ گالی ہے چاہے اسکا بکنے والا اس کے گالی ہونے سے انکار کرے اسی طرح وہ عبارت یقیناً توہین ہے وہابیہ کے کہدینے سے کہ توہین نہیں۔ توہین کو ہم بھی برا کہتے ہیں وہ عبارت توہین سے خارج نہ ہوگی بکر کے صاف اعلان کر دینے کے بعد اگر زید اس کے مطابق یہ جھوٹا الزام قائم کرے

تو زید مفتری وکذاب اور بلا وجہ ایک شخص پر کفر کا الزام دینے والا قرار پائیے گا۔ جو بلاشبہ سخت جرم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ از مارہرہ مقدسہ مسئولہ حکیم فریدالزماں خانصاحب حسن پوری

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سے دن بھر میں پانچ مرتبہ یعنی نماز میں فعل مکروہ تحریمی سرزد ہوتا ہے وہ فاسق ہے یا نہیں؟

(۲) دوسری یہ کہ یہ عبارت درست ہے یا نہیں اگر درست ہے تو کیونکر اور اگر نہیں تو قائل کیلئے کیا حکم ہے ذیل میں عبارت درج ہے؟

"اللہ تعالیٰ مسلمان اہلسنت کو تمام بدمذہبوں اور بے دینوں رافضیوں خارجیوں وہابیوں دیوبندیوں مرزائیوں چکڑالویوں نیچریوں گاندیوں خاکساروں کانگریسیوں لیگیوں کی زہریلی کفری ہوا سے محفوظ ومصئون ومامون رکھے"

الجواب (۱):۔ مکروہ تحریمی کا فعل گناہ ہے جیسا کہ کتب معتبرہ میں اس کی تصریحات ہیں اور صغیرہ گناہ بھی باربار کرنے سے کبیرہ ہوجاتا ہے۔ لہٰذا جو شخص ایسے افعال برابر کرتا رہتا ہے وہ فاسق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲):۔ سائل کی مراد غالباً اس عبارت کی نقل سے مسلم لیگیوں کے متعلق دریافت کرنا ہے مسلم لیگ میں ہر قسم کے لوگ شریک ہیں اس میں بدمذہب اور مرتدین بھی شریک ہیں اور سنی بھی ہیں۔ لہٰذا مسلم لیگ کو علی الاطلاق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کفار کی جماعت ہے اور اس میں شرکت کفر ہے ممکن ہے کہ اوس کے شرکا میں سے کسی نے کوئی کفری بات کہی ہو اس بنا پر کسی نے ایسا لکھا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولوی رفاقت حسین صاحب از جائس محلہ قضیانہ کلاں ۲۲ محرم ۶۰ھ

کرمانی شرح بخاری کے حوالہ سے یہ حدیث پڑھی گئی یا عمار تقتلك الفئة الباغیة انت تدعوھم الی الجنة وھم یدعونک الی النار۔ قتلہ اصحاب معاویہ،، اس حدیث کے متعلق کیا رائے عالی ہے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے حضرت امیر کو داعی الی النار کہا جاتا ہے۔ معاذ اللہ؟

الجواب:۔ حدیث کا مفہوم ظاہر ہے۔ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ برسر حق تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا تھی جب بات یہ ہے تو حضرت امیر معاویہ کی جانب حق نہ تھا مگر چونکہ اجتہادی غلطی تھی اس وجہ سے اس پر مؤاخذہ نہیں کہ مجتہد سے اگرچہ اجتہاد میں غلطی ہو مواخذہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا جس شخص کو یہ معلوم ہو کہ دوسرا شخص غلطی پر ہے اسکو وہ راستہ اختیار کرنا جائز نہیں اگر یہ جان کر ادھر جائے گا تو نار کی طرف جارہا ہے کیونکہ داعی سے رفع اثم اجتہادی غلطی کیوجہ سے ہے اور جو اس غلطی میں مبتلا نہیں ہے اس سے رفع اثم کی کیا وجہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ آمدہ از آگرہ بھائی ماموں بھانجہ مرسلہ قاضی وحید اللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔

(۱) زید کہتا ہے کہ اقوال کفریہ سے کفر لازم نہیں ہوتا کیا زید کا یہ کہنا صحیح ہے یا غلط؟

(۲) زید کہتا ہے کہ حضرت علی کے خاندان نے اسلام کی خاطر اتنی بھی قربانی نہیں کی جتنی کہ جواہر لال کے خاندان نے ملک و قوم کی خاطر کی شریعت میں ایسے کہنے والے کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ اقوال کفریہ دو قسم کے ہیں ایک وہ جسمیں کسی معنی صحیح کا بھی احتمال ہو، دوسرے وہ کہ اس میں کوئی ایسے معنی نہیں بنتے جو قائل کو کفر

سے بچاوے۔ اس میں اول کو لزوم کفر کہا جاتا ہے اور قسم دوم کو التزام، لزوم کفر کی صورت میں بھی فقہاء کرام نے حکم کفر دیا مگر متکلمین اس سے سکوت کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں جب تک التزام کی صورت نہ ہو قائل کو کافر کہنے سے سکوت کیا جائیگا اور احوط یہی مذہب متکلمین ہے واللہ اعلم

(۲) زید کم از کم خارجی ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کو ایک مشرک سے بھی کم بتاتا ہے حضرت سید الشہداء امام عالیمقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ قربانیاں جو میدان کربلا میں ہوئیں جن کی نظیر دنیا نہیں پیش کرسکتی اسکو فراموش کرجانا اور ایک مشرک سے کمتر بتانا کسی مسلم کا کام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ مولانا سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی ۲۵ ذیقعدہ ۵۰ھ

بملاحظہ گرامی حضرت صدر الشریعہ مولینا شاہ حکیم محمد امجد علی صاحب قبلہ دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(الف) زید بحمد اللہ ایک سنی عالم ہے مگر اسکا طریق عمل یہ ہے کہ اپنے چند مخصوص اشخاص کے علاوہ اہلسنت کے اکابر علماء کی نسبت اپنی عام خاص مجلسوں میں ایسے کلمے بے محابا کہا کرتا ہے جنکو سن کر سننے والے ان علماء کے ساتھ دینی حیثیت سے بدگمان ہوجائیں اور انکی مذہبی وقعت دلوں سے جاتی رہے یا کم ہوجائے اور انکا وقار کم کرنیکے لئے اکابر علماء اہلسنت کے دینی القاب جو ان کے اسمائے مبارکہ کے ساتھ امتیازی طور پر معروف ہیں انھیں ترک کرکے سادہ لفظوں میں معمولی لوگوں کی طرح ان کے نام لیکر انکا ذکر کرنا زید کی عادت ہے زید نے اپنے رفیقوں کی ایک چھوٹی سی جماعت بھی بنائی ہے۔ اور اس کے افراد کے نام سے جو زید خود یا زید کی رضا یا ایماء سے اس جماعت کے افراد علمائے کرام اہلسنت کی شان میں نحیف کلمات اور سبک الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو ان سے بدظن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور زید اشارۃً یا کنایۃً بھی انھیں منع نہیں کرتا بلکہ لوگ جانتے ہیں کہ زید اس پر خوش ہوتا ہے یا خود ہی وہ ان کے پردہ میں ایسا کرتا ہے

اس زید کا اور اس کے ان رفقاء کا شرعاً کیا حکم ہے ؟

(ب) زید خالص سنّی جماعتوں کو جو حمایتِ دین اور اعلائے سنّیت کیلئے قائم ہیں ، ندوہ بتا کر سنّیوں کو ان سے منحرف کرنیکی کوشش بھی کرتا ہے ۔ یہی زید متقدر علمائے اہلسنت کو خلاف واقع اور بالکل غلط طریقہ پر پلپلے ، مداہن اور نیگی تک کہکر اہلسنت کو ان سے منحرف کرنیکی کوشش کرچکا اور ابھی تک اس طرزِ عمل سے باز نہیں آیا ۔ اس کا یہ طریق عمل کیسا ہے ؟

(ج) زید کی مذکورہ بالا جماعت کا ایک رکن یہ عبارت شائع کرچکا ۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت آقائے نعمت دریائے رحمت رضی اللہ عنہ اہلسنت والجماعت کے سچے امام ہیں اور ان کی پیروی کرنا ہر ایک سنی پر واجب وفرض ہے اور جو شخص ان کی امامت کو نہ مانے اور اس میں شک بھی کرے تو وہ شریعت کے حکم سے کافر و مرتد ہے ، اور زید نے اس کے خلاف زبان و قلم کو جنبش نہ دی تا آنکہ لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ زید اور اس کی جماعت اپنے چند افراد کے سوا باقی تمام دنیائے اسلام و سنت کو مرتد جانتی ہے ۔ اور جس طرح روافض حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خلافت کی آڑ لیکر اہلسنت پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اسی طرح یہ گروہ بھی تمام علمائے اہلسنت کا وقار مٹانے اور دنیائے سنیت پر زبان طعن دراز کرنیکے لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی امامت کو آڑ بناتا ہے ، اس لئے بہت سے لوگ زید اور اس کے ہمنواؤں کی اس چھوٹی سی مخصوص جماعت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں اور ان میں بھی ضد پیدا ہو گئی ۔ اور بعض لوگ طیش میں آکر کہہ گئے کہ یہ فرقہ بھی مثل وہابیہ وغیرہ مرتد فرقوں کے ایک فرقہ خارج از اہلسنت ہے دونوں کا کیا حکم ہے ؟

(د) اخبارات ، اشتہارات لکچروں میں جو بعض مسلمان سنی صحیح العقیدہ تمام مدعیان اسلام کو بنا مزد اسلامی بھائی مدعو کرتے ہیں اور شرکت جلسہ کو سبب ثواب درج کرتے ہیں ۔ تو کیا محض اس تعبیر کیوجہ سے وہ کافر و مرتد ہو جاتے ہیں ؟

الجواب (الف) رب اعوذبک من همزات الشیٰطین وان یحضرون۔ افسوس کہ اس زمانہ میں جبکہ گمراہی شائع ہو رہی ہے اور بدمذہبی زور پر ہے زید جو ایک سنی عالم ہے جیسا کہ سوال میں ظاہر کیا گیا ہے تعجب ہے کہ اوس کے رفقاء کار خود علمائے اہلسنت کو سب وسخیف الفاظ سے یاد کرکے علماء کے اعزاز وقار کو مٹائیں اور زید خاموش رہے بلکہ اپنے طرز عمل سے اس پر رضامندی ظاہر کرے، اگر واقعی وہ سنی عالم ہے تو اسکا یا اسکے رفقاء کا یہ فعل بنا بر حسد ہوگا عوام کو علماء سے بدظن کرنا بہت سخت گناہ ہے کہ جب بدظن ہونگے اون سے بیزار ہونگے اور ہلاکت میں پڑیں گے، بالجملہ زید کا یہ طرز عمل بالکل جائز نہیں جب علمائے اہلسنت کا وقار جاتا رہے گا اور ان سے بدظنی پیدا ہوگی تو خود زید جس کو سنی عالم بتایا جاتا ہے اس سے کب محفوظ رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ب) زید کا یہ طرز عمل ناجائز وحرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ج) میں بھی کہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ امام اہلسنت ہیں مگر یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ جو ان کی امامت نہ مانے وہ معاذ اللہ کافر ہے اس شخص کا یہ قول نہایت شنیع ہے اس قائل پر اس قول سے توبہ لازم ہے جس نے ایسا لکھا وہ حقیقتہً اعلیٰ حضرت قبلہ ہی کا مخالف معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طرف سے مسلمانوں کو بدظن کرتا ہے زید اگر اسکی اطلاع ہے تو زید پر بھی لازم ہے کہ اس سے انکار کرے ورنہ زید بھی اس گناہ میں شریک ہے۔ دونوں جماعتیں ناحق پر ہیں ایک شخص کے کہنے سے پوری جماعت کو گمراہ نہیں کہا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(د) مدعی اسلام کا حقیقتہً مسلمان ہونا ضروری نہیں چنانچہ اس زمانہ میں بہترے مدعیان اسلام حقیقتہً کافر و مرتد ہیں مگر کسی مدعی اسلام کو مسلمان کہنا کفر وارتداد نہیں کہ اس قائل کو کافر و مرتد کہا جائے۔ اسلام کا استعمال حقیقتہً وہیں ہوگا جو تمام ضروریات پر ایمان رکھتا ہو اس سے کوئی قول و فعل ایسا ظاہر نہ ہو جس پر

اسے کافر کہا جائے ۔ مگر کبھی مجازاً اسکو بھی مسلمان کہدیا جاتا ہے جو حقیقتہً مسلمان نہیں ۔ قرآن مجید میں دونوں استعمال موجود ہیں ۔ ان الدین عند اللہ الاسلام قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ۔ محض تعبیر سے ہرگز اسکو کافر مرتد نہیں کہا جا سکتا جب تک وہ کسی مرتد کو اسکے ارتداد پر مطلع ہوکر اسے حقیقی معنی میں مسلمان نہ بتائے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ عبد الرحمٰن برسکان ظہور میاں جی محلہ برکت پورہ خانقاہ برکاتیہ مالیگاؤں ناسک ۲ رجمادی الآخرہ ۱۳۶۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اہلسنت اس مسئلہ میں

حافظ عامل اور غیر عامل کی کیا علامت اور کیا کیا پہچان ہے ، اسی طرح سے عالم باعمل اور بے عمل کی کیا پہچان ہے اور علامتیں ہیں ؟

مسئلہ (۲) زید نے بکر کی بیوی کے ساتھ زنا کیا تو یہ حق اللہ حق العباد دونوں کا خطاوار ہوا یا ایک ہی کا ، اور بکر اور بکر کی بیوی دونوں مرگئے ، زید زندہ ہے اور اس فعل کے کرنے سے بہت ہی نادم اور پشیماں ہے اور توبہ واستغفار کرتا ہے ، اور اب بکر زندہ بھی نہیں ہے کہ اس سے معاف کرائے تو اب اس سے اس گناہ سے معافی کی کوئی صورت شرعاً ہو سکتی ہے ، تو تحریر فرماویں کہ حق العباد سے بری ہو جاوے ۔ اگر بری ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے تو کس عذاب کا مستحق ہے جس عذاب کا مستحق ہے اس عذاب کا نام تحریر فرماویں ؟

الجواب (۱) کون باعمل ہے اور کون بے عمل ہے اس کو دیکھکر معلوم کیا جاسکتا ہے کہ حکم شرع پر اس نے عمل کیا تو باعمل ہے اور حکم شرع کے خلاف عمل کرتا ہے تو بے عمل ہے ، جو شخص احکام شرع سے واقف ہے وہ جان سکتا ہے کہ فلاں کا عمل موافق شرع ہے یا نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب (۲) کسی کی بیوی سے زنا کرنے میں حق اللہ و حق العبد دونوں ہیں اگر صاحب حق زندہ ہو جب تو اس سے معافی مانگنا اور اس کا معاف کر دینا کافی ہے، اور مر گیا ہو تو معاملہ بہت سخت ہو گیا حق العبد کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی نیکیاں لیکر اس صاحب حق کو دیدیگا اور اگر نیکیاں لے لینے کے بعد بھی حق پورا ادا نہ ہوا تو اس کے گناہ اس کے ذمہ کر دیئے جائیں گے۔ امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی کا حق تلف کیا ہو اور صاحب حق مر گیا یا غائب ہو گیا تو اسکو چاہیئے کہ نیکیوں کی کثرت کرے کہ اس کے حق میں اگر نیکیاں لے لی جائیں پھر بھی اس کے پاس نیکیاں باقی رہ جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۱) مرسلہ عبدالرحمٰن برمکان ظہور میاں جی محلہ برکت پورہ خانقاہ برکاتیہ مالیگاؤں ناسک ۲ر جمادی الآخرہ ۱۳۶۱ھ

جو شخص عقائد دیوبندیہ وہابیہ کو مسلمان کہے یا جانے تو وہ خود ہی کافر ہو جاتا ہے اس مسئلہ کی دلیل زید اس آیت سے ثابت کرتا ہے وہ آیت یہ ہے سورہ توبہ میں ہے۔ یایھا الذین آمنوا لا تتخذوا اباءکم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان و من یتولھم منکم فاولئک ھم الظلمون۔ جناب مولانا صاحب زید جو اس آیت سے ثابت کرتا ہے آپ کی تحقیق میں اس کا کہنا صحیح ہے یا غلط ہے اور آیت کی شان نزول کیا ہے بیان فرمادیں؟

مسئلہ (۲) ۱ زید عقائد سنت جماعت کا ہے بکر ۲ عقائد وہابیہ دیوبندیہ کا ہے، بکر امامت کرتا ہے زید بکر کے پیچھے جان کر نماز پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ بکر کے پیچھے میری نماز بخوبی درست ہو جاتی ہے آیا یہ زید کا عقیدہ کیسا ہے وہابیہ دیوبندیہ والا کا ہو گیا ہے یا عقیدہ سنت جماعت ہی کا ہے اور نماز زید کے پیچھے پڑھنا کیسا ہے درست ہے یا نہیں کراہت یا بلا کراہت ہوتی ہے۔

نمبر۲ والا خالد بھی جان کر(۱) والے کے پیچھے جان کر پڑھا کرتا ہے۔ خالد کی نماز درست ہوتی ہے یا نہیں یہ خالد کس عقیدہ میں داخل ہے، سنت جماعت میں ہے یا عقائد وہابیہ دیوبندیہ میں نمبر۴ والا عمرو سنّی جان کر کے نمبر۳ والے کے پیچھے نماز پڑھا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میری نماز نمبر۳ والے کے پیچھے بلاکراہت درست ہوجاتی ہے، اور مولانا صاحب نمبر۴ والے کی نماز درست ہوتی ہے یا نہیں، اور نمبر۴ والا کس عقیدہ میں داخل ہے سنّی یا وہابیہ میں ہے نمبر۵ والا جان کر نمبر۴ والے کے پیچھے پڑھا کرتا ہے آیا نمبر۴ والے کی نماز نمبر۵ والا کے پیچھے کیسی ہوتی ہے درست یا نادرست، اور نمبر۵ والا کس عقیدہ میں داخل ہے اس طرح سے نمبر۶ والا نمبر۵ والے کے پیچھے جان کر پڑھا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میری نماز نمبر۵ والے کے پیچھے بلاکراہت درست ہوجاتی ہے نمبر۶ والا کس عقیدہ میں داخل ہے سنّی ہے یا وہابیہ دیوبندیہ اسی طرح سے نمبر۷ والا نمبر۶ والے کے پیچھے پڑھا کرتا ہے معلوم کرکے، آیا نمبر۷ والا کس عقیدہ میں ہے سنّی ہے یا عقیدہ وہابیہ دیوبندیہ، علیٰ ہذا القیاس اسی طرح سے نمبر سو۱۰۰ تک یکے بعد دیگرے پڑھتا رہا اب نمبر سو والے کے پیچھے نماز کیسی ہوتی ہے خلاصہ تحریر فرمائیں شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب:۔ زید اہلسنت والجماعت ہوکر اپنی نماز بکر وہابیہ کے پیچھے جائز بتاتا ہے یہ غلط ہے وہابیوں کے پیچھے نماز ہرگز نہیں ہوتی زید نے جس قدر نمازیں وہابی کے پیچھے پڑھی ہیں سب باطل و فاسد ہیں۔ ان سب نمازوں کا اعادہ واجب ہے ورنہ گنہگار ہوگا۔ سنّیوں کو اس زید کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے جب تک اپنے خیال سے باز نہ آئے اور جو سنّی لوگ زید کے پیچھے نماز پڑھنے والے ہیں ان کے پیچھے نماز مکروہ نہ ہوگی بشرطیکہ وہ زید کا سا

خیال نہ رکھتے ہوں باقی نمبروں کا بھی جواب یہی ہے بکر زید سنّی کو صرف اتنی سی بات پر کہ وہ اپنی نماز وہابی کے پیچھے جائز بتاتا ہے کافر نہ کہیں گے جب تک وہ وہابیوں کے ان عقائد کا معتقد نہ ہو جائے جن پر کفر کا فتوی دیا گیا ہے، اور زید کا عقاید وہابیہ کا معتقد ہونا سوال میں ذکر نہیں کیا گیا تو زید کو کیونکر کافر کہا جائے شنو نمبری سوال کا جواب خالد نے یہ دیا ہے دیگر جواب یہ خالد عقائد وہابیہ دیو بندیہ کا ہے یہ کافر ہے، کتبہ عمرو۔ دیگر جواب یہ خالد عقائد وہابیہ دیو بندیہ کا ہے۔ سنیوں کو دھوکا دیتا ہے۔ جو شخص خالد کے فتوٰی پر عمل کرے وہ بھی کافر ہے، کتبہ بکر۔ جناب مولانا صاحب عمرو اور بکر کا جواب دینا آپ کی تحقیق میں صحیح ہے یا غلط ہے صاف لفظوں میں تحریر فرماویں جواب کے منتظر ہیں؟

الجواب:۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے اپنے اہل و عیال و اموال کی وجہ سے ہجرت نہیں کی تھی اون کو چھوڑ کر کیونکر ترک وطن کریں اوس پر یہ آیت نازل ہوئی مقاتل نے کہا کہ کچھ لوگ مرتد ہو کر مکہ کو چلے گئے تھے اوس پر اللہ تعالی نے مؤمنین کو اونکے موالات سے منع فرمایا جمل میں بحوالہ خازن یہ فرمایا کہ اللہ تعالی نے جب مؤمنین کو حکم دیا کہ مشرکین سے تبری کریں تو بعض لوگوں نے کہا کہ باپ بیٹوں سے کیونکر مقاطعہ کیا جائے اوس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اس صورت میں کہ وہ کافر ہیں مقاطعہ واجب ہے مؤمن کیلئے حکم یہ ہے کہ وہ کافر سے موالات نہ کرے اور کریگا تو ظالم ہوگا آیت میں موالات کرنے والے کو ظالم فرمایا ہے اور ظالم جس طرح کافر کو کہا جاتا ہے فاسق کو بھی کہا جاتا ہے اس آیت سے کفر پر استدلال میں دشواری ہے۔ واللہ تعالی اعلم

الجواب :۔ یہ سب نمبرایک ہیں ان میں سے جو شخص ان کے عقائد کفریہ پر مطلع ہے اور باوجود اس کے اس کو مسلمان جانتا ہے اسکو پیچھے نماز پڑھنے کو جائز جانتا ہے وہ کافر ہے اگر زید اس وہابی کے عقائد کفریہ پر مطلع ہے تو باوجود اسکے پیچھے نماز پڑھنے کے اسکو سنی کیونکر کہا جا سکتا ہے اور اگر اسکو معلوم نہیں کہ اس کے عقائد اس قسم کے ہیں تو اب معلوم ہونے کے بعد اپنی نمازوں کا اعادہ کرلے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ :۔ مرسلہ محمد سجاد صاحب محلہ اودھو پورہ شہر بنارس ۲/۱ نمبر مکان ۲۲ رجادی الاخری ۶۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ رجب یا شعبان ۶۰ھ کا واقعہ ہے حسب معمول ایک طالب علم زید مدرسہ میں ہم لوگوں کے پاس رات کو آئے، نعوذ باللہ کہ یہ تمہارے خدا کا ثبوت کہاں سے ہے، میں خدا ہوں، میں نے کہا آسمان و زمین خدا کی بنائی ہوئی ہیں، یہی ثبوت ہے، اگر تم خدا ہو تو پیدا کرکے دکھلاؤ تو زید نے کہا یہ تمہارا کہنا غلط ہے، بلکہ ان چیزوں کو میں نے پیدا کیا ہے۔ اگر تمہارے ہی خدا نے پیدا کیا ہے تو اپنے خدا سے کہو کہ دوبارہ پیدا کرے۔ میں نے کہا ایسا کرنے سے اس کے نظام میں انقلاب ثابت ہوگا اور ہم گنہگار کی دعا ہی کیا۔ زید نے کہا اگر ایسا نہیں ہو سکتا، میرا دعویٰ ثابت ہو گیا۔ میں ہی خدا ہوں اور میں اس وقت ایسی نظیر لاؤنگا جب تم اپنے خدا سے کہکر لاؤ۔ پھر چند دنوں کے بعد میں نے زید سے پوچھا کہ ایسی بڑی بات تم کیوں کہتے ہو۔ زید نے کہا ایک آریہ سے اور مجھ سے گفتگو ہوئی تھی اس نے اس طرح کہا مدرسہ کے اکثر طلباء نے باتوں کو سنا اور یہ سمجھ کر کہ زید بیوقوفی کی باتیں اکثر زبان سے نکالتا ہے، خاموش رہے، پھر ربیع الثانی ۶۱ھ میں تمام طلباء نے کسی

اپنے مطالبہ پر تعلیمی مقاطعہ کیا۔ جس میں یہ زید شریک نہ ہوا اور طلباء کا ساتھ نہ دیا دوران مقاطعہ میں ایک روز مدرسہ کے ایک فارغ التحصیل اور ایک ہمدرد طلباء ہم سب طلباء کے ساتھ صدر مدرس کے قیام گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے، جب ان دو شخصوں کو ہم لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ زید ہم لوگوں کے مقاطعہ میں شریک نہیں تو بہت اظہار افسوس کرنے لگے تو ہم میں سے کسی نے کہا کہ اس کا کیا کہنا وہ تو خدائی کا دعوٰی کر بیٹھتا ہے، پھر انھیں دونوں میں سے کسی ایک کے ذریعہ زید کے بیباکانہ الفاظ کی خبر مدرسہ انتظامیہ مجلس کے ناظم کو پہنچی اور مقاطعہ کے سلسلے میں انتظامیہ کی کمیٹی ہوئی ممبران نے مدرسہ کی مالی مشکلات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ امسال زید وغیرہ کی دستار فضیلت کا جلسہ ہونا چاہیئے، اس پر ناظم مجلس نے کہا کہ زید تو ایسی ایسی باتیں زبان سے نکالتا ہے۔ اس مجلس میں زید کے موافق و مخالف سبھی لوگ تھے۔ اور یہ بات خوب مشہور ہو گئی۔ اور اساتذہ مدرسہ کو بھی اس کمیٹی کے بعد زید کے کلمات کا علم ہوا۔ پھر چار پانچ یوم کے بعد ایک استاذ نے زید سے کہا جو کلمات تم نے کہے ہیں اسکو لکھو۔ اولاً اس نے انکار کیا پھر کہا مجھ سے ایک آریہ سے بحث ہوئی تھی استاذ نے کہا بہر حال جو واقعہ ہو لکھدو، چنانچہ زید نے مندرجہ ذیل تحریر لکھی۔

ایک آریہ نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ خدا کا ثبوت کہاں سے ہے میں اس کا جواب نہ دے سکا تو پھر میں نے اس کا جواب معلوم کرنے کیلئے طلبہ سے بھی کہا، کہ خدا کا ثبوت کہاں سے ہے تو طلبہ جو جواب دیتے تھے تو میں اسکو توڑ دیتا اس طرح سے اگر وہ لوگ کہتے کہ آسمان و زمین کس نے بنایا تو میں کہتا میں نے بنایا۔ تو میں کہتا کہ کیا جواب ہے میرے نہ بنانے پر تو میں کہتا کہ میں خدا ہوں اور یہ اسلئے کہ وہ آریہ ایسے ہی جواب توڑتا تھا جس طرح میں نے توڑا۔

اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید نے کلمات بالا کہتے وقت یہ ظاہر نہ کیا تھا کہ آریہ سے بحث ہوئی تھی اور نہ یہ ظاہر کیا کہ میں آریہ کا قول نقل کر رہا ہوں بلکہ چند یوم کے بعد میرے پوچھنے پر یہ کہا کہ آریہ سے بحث ہوئی تھی اور وہ نہ ظاہر کرنے کا اقرار چند اہل محلہ سے بھی کر چکا ہے تو کیا زید پر تجدید ایمان و نکاح لازم ہے یا نہیں ؟

(۱) اس قول کے بعد فقہ و حدیث کا درس برابر لیتا رہا ؟

(۲) نماز پنجگانہ بجماعت ادا کرتا رہا تجدید ایمان کیلئے کافی ہے یا نہیں ؟

(۳) کلمہ کفر کہنے کے بعد دو چار دن کے قائل نے تصریح کی یہ قول ایک آریہ کا ہے یہ تصریح اس کے قصد و نیت کی مظہر ہے یا نہیں ؟

(۴) دس مہینے کی تاخیر سے شہادت قابل قبول ہے یا نہیں ؟

(۵) دس مہینے کا سکوت الرضا بالکفر کفر ہے یا نہیں ؟

(۶) دس مہینے کے بعد جو لوگ شہادت قبول کرتے ہیں انکا کیا حکم ہے کہ انھوں نے مردود الشہادۃ کو مقبول الشہادۃ بتایا ؟

(۷) کوئی گواہی بلفظ اشہد نہیں ہے کیا قبول کی جا سکتی ہے ؟

(۸) اشہد نہ ہونے سے قاضی اور پنچوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا یہ قضا کیسی ہے ؟

(۹) شہادت رجب یا شعبان شک کے ساتھ ہے آیا قابل قبول ہے یا نہیں ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب :۔ زید ان کلمات کے بولنے سے یقیناً کافر مرتد ہوگیا جب اس وقت اوس نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ کسی آریہ نے اوس سے کہا تھا نہ اور کسی قرینہ سے ایسا ثابت کہ آریہ کا قول نقل کر رہا ہے تو زید ہی کا قول کہا جائیگا اور زید ہی پر حکم ہوگا ایک مدت کے بعد ایسا کہنا کہ آریہ کا یہ قول نقل کیا تھا زید کی

برأت کیلئے کافی نہیں۔ زید اگر اپنے قول خبیث سے توبہ نہ کرے اور مسلمان نہ ہو تو اوس سے تمام مسلمان ترک تعلق کریں اور زید کا اگر نکاح ہو چکا تھا تو اسکی عورت نکاح سے باہر ہو گئی مسلمان ہونیکے بعد عورت کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے زید کا فقہ و حدیث پڑھنا یا نماز پڑھنا اوسکی توبہ کیلئے کافی نہیں رہا یہ امر کہ گواہ نے لفظ اشہد نہ کہا یا اتنے زمانے تک سکوت کیا یہ سب باتیں اوس وقت دیکھی جاتیں جب وہ انکار کرتا، رجب یا شعبان کہنا اس جگہ قادح شہادت نہیں ۔ و ہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ :- مرسلہ مولوی نور محمد صاحب از گوالیار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ ہر مسلمان کو علم غیب ہے اور جو ہر مسلمان کیلئے علم غیب نہ مانے کافر ہے۔ اولیاء کرام کیلئے علم غیب ہے، ہر مسلمان کیلئے علم غیب کا ثبوت نہیں معلوم ہوا اور نہ سنا گیا۔ اس لئے عرض ہے کہ اگر ہر مسلمان کیلئے علم غیب نہ ماننے کی صورت میں کیا کافر ہو جائیگا۔ حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ کے اقوال ہیں،، رسالہ علم غیب میں یہ دیکھا گیا ہے۔ مرد وہ ہے کہ دنیا اس کے سامنے مثل ہاتھ کی ہتھیلی کے ہو۔ شیخ مذکور قدس سرہ کی ذات واقعی اسی کی مقتضی ہے زید کہتا ہے کہ جنت و دوزخ اور ذات باری تعالیٰ اور ایسی ہی اور بھی ہیں کہ اس کا علم ہر مسلمان کو ہے اور ان سب کو دیکھا نہیں تو یہ علم غیب ہی ہے اور قرآن کریم میں مولیٰ تبارک وتعالیٰ ۔ یؤمنون بالغیب شروع پارہ الم میں فرماتا ہے اس سے مراد علم غیب ہے یا ایمان بالغیب، اور علم بالغیب اور ایمان بالغیب دونوں ایک ہی ہیں۔ یا فرق ہے۔ یؤمنون بالغیب سے کیا مراد ہے یؤمنون بالغیب میں ہر مسلمان داخل ہے اگر علم غیب مراد ہے اور ہر مسلمان کے لئے علم غیب ثابت ہے۔ بینوا توجروا؟

الجواب :- ایمان بالغیب تو ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے جس پر نص قطعی قرآنی شاہد

ہے اور ایمان کے معنی تصدیق ہے اور تصدیق علم کی قسم ہے بلکہ متکلمین کے نزدیک تصدیق ہی کو علم کہتے ہیں اونکے نزدیک علم کے معنی ہیں۔ صفۃ توجب تمییزاً لا یحتمل النقیض۔ بلکہ اصطلاح شرع میں ظن کو بھی علم سے خارج کہتے ہیں چہ جائیکہ شک و وہم پس ایمان بالغیب علم بالغیب ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا پھر علم غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ اوس پر دلیل قائم نہ کی گئی ہو دوسری وہ کہ اوس پر دلیل قائم ہو آیت میں قسم دوم مراد ہے تفسیر قاضی بیضاوی میں ہے۔ وھو قسمان قسم لا دلیل علیہ وھو المعنی بقولہ تعالی وعندہ مفاتح الغیب وقسم نصب علیہ دلیل کالصانع وصفاتہ والیوم الآخر واحوالہ وھو المراد بہ فی الآیۃ۔ اور عامہ مومنین سے جہاں علم کی نفی کی جاتی ہے وہاں مراد قسم اول ہے لہذا مومن کیلئے اس کا اثبات و نفی دونوں صحیح ہیں و ہو تعالی اعلم اور عامۂ مؤمنین کیلئے علم غیب نہ ماننے پر تکفیر صحیح نہیں و ہو تعالی اعلم

مسئلہ:۔ آمدہ از مقام ابانگر کلاں ڈاک خانہ خاص تحصیل شاہدرہ ضلع شیخوپورہ بغدادی دواخانہ یونانی دہلوی مرسلہ حکیم میر سید اسد اللہ جیلانی القادری محب خاندان اقدس حضرات قادریہ عالیہ حضرت مولانا مولوی حکیم ابو العلا امجد علی صاحب اعظمی رضوی دامت برکاتہم از جانب کمترین احقر العباد میر سید اسد اللہ جیلانی القادری السلام علیکم بعد ادائے آداب تسلیمات کے گذارش یہ ہے کہ ہمارے امام مسجد مولوی چراغ الدین صاحب فرماتے ہیں کہ سید اہلبیت سے یہ ٹھیک ہے اور آل رسول سیدوں کو نہیں کہنا چاہیئے آل کا اطلاق امت پر ہو سکتا ہے کیونکہ آل فرعون آل موسی وغیرہ وغیرہ قرآن مجید میں آگیا ہے اور درود شریف میں جو پڑھا جاتا ہے اللھم صلی علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم۔ یہ بھی ابراہیم علیہ السلام کے قوم پر درود ہے ورنہ بتاؤ ابراہیم علیہ السلام کی کون سی آل ہے اس واسطے

سید آل میں شامل نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں صریح آل کا اطلاق قوم پر ہو سکتا ہے وہ امت ہے نہ کہ آل، اگر آل رسول ہے تو وہ امت نبوی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے جناب والا یہ مرض لاعلاج عام جاہلوں کے دل میں جم گیا اس واسطے آپ براہ مہربانی بموجب قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے پورا پورا ثبوت دین آیات مبارکہ احادیث شریفہ بالوضاحت تحریر فرمائیں بلکہ نمبر صفحہ کتب ہائے حدیث شریف اور سپارہ رکوع بھی ضرور لکھیں تاکہ آسانی سے ہم دیکھ سکیں ؟

(نوٹ) جناب والاشان یہ سادات کرام کی چادر سیادت پر کا یہ بدنما داغ ہے اسکو جہانتک ہوسکے اسکو مٹا دیں آپ کو عنداللہ عندالرسول اجر عظیم ملیگا یہ مولوی علانیہ لوگونکو آل نبی آل کے دل کی رنج کرکے بتا رہا ہے کہ آل رسول کے معنی امت ہے ، زیادہ کیا عرض کروں بوقت روانہ فتاوی آل رسول کے مہر ثبت فرما دیجئے ؟

الجواب:۔ آل کا اطلاق متبعین پر ہوتا ہے اس معنی کے اعتبار سے قوم فرعون کو آل فرعون کہا گیا مگر اس سے یہ لازم نہیں کہ سادات کو آل نہ کہا جائے وہ یقینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل ہیں صحیح بخاری و مسلم میں کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی انھوں نے فرمایا۔ سألنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلنا یا رسول اللہ کیف الصلوٰۃ علیکم اهل البیت فان اللہ قد علمنا کیف نسلم علیك قال قولوا اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید، اللھم بارك علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ پر یعنی آپ کے اہلبیت پر کس طرح درود بھیجیں ارشاد فرمایا کہ یوں کہو، اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد (الحدیث)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے اہل بیت کو آل کہا جائیگا دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا انما الصدقت اوساخ الناس لاتحل لمحمد و لآل محمد یعنی صدقہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حلال نہیں، ظاہر ہے کہ آل سے صرف وہی لوگ مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے نہ کہ تمام امت کیونکہ امت پر صدقہ جائز ہے جبکہ وہ

شخص جس کو صدقہ دیا جائے فقیر ہو۔ جو شخص اہل بیت کرام کو آل سے خارج کرتا ہے وہ نہایت سخت غلطی پر ہے اگر آل بمعنی متبع ہو جب بھی اہل بیت کو شامل نہ کرنا اہلبیت کے منافی علامہ طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا۔ اختلفوا فی الآل من هم قیل من حرمت علیه الزکوٰة کبنی هاشم وبنی المطلب والفاطمة والحسن والحسین وعلی اعویه جعفر وعقیل واعمامه صلی اللہ علیه وسلم العباس والحارث وحمزة واولادهم وقیل کل تقی آله صلی اللہ علیه وسلم اور حضرت شیخ محدث دہلوی نے فرمایا ان ازواجه صلی اللہ علیه وسلم داخلة فی هذا الخطاب والآل ایضاً یجیئ بمعنی الاتباع وبهذا المعنی ورد آلی کل مومن اس شخص کا یہ کہنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل نہ تھی باطل محض کیا انبیاء بنی اسرائیل اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل نہ تھے۔ یقیناً انھیں کی آل اور ذریت ہیں جس پر قرآن مجید کی بہت سی آیتیں شاہد ہیں جو کچھ یہاں کہا جا سکتا ہے وہ صرف اتنا کہ کبھی امت اور متبعین پر بھی لفظ آل کا اطلاق ہوتا ہے نہ یہ کہ اولاد پر اطلاق نہیں ہوتا، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ آمدہ از اٹاوہ محلہ ثابت گنج مرسلہ امتیاز حسین دفتری دوکاندار جلد سازی ۱۶ شوال ۱۳۶۶ھ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید باوجود نیک چلن ہونیکے اپنے والد کے ساتھ بہت برے برتاؤ کرتا ہے اور سخت کلامی و ناگفتہ بہ الفاظ کے ساتھ پیش آتا ہے۔ اور والد کے ساتھ بد سلوکی کرتا ہے جس سے اس کے والد کے قلوب کو نہایت ذہنی تکلیف پہونچی اور زید کی صورت سے بیزار ہو گئے اور اسکے والد قابل امداد ہیں لیکن وہ کسی قسم کی مدد نہیں کرتا اسکے والد نے تنگ آکر اسکو عاق کر دیا صورت حالات مدنظر رکھتے ہوئے زید مطابق شریعت مطہرہ عاق ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:۔ جب زید اپنے والد کیساتھ ایسی بیجا حرکتیں کرتا ہے تو اب وہ نیک چلن کہاں رہا ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنا فرض ہے قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ اور ارشاد ہوا وَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ماں باپ کی نافرمانی اور ان کو ایذارسانی گناہ کبیرہ اور اشد کبیرہ ہے۔ حدیث میں

ارشاد ہوا۔ اجتنبوا سبع الموبقات الاشراک باللہ وعقوق الوالدین (الحدیث)
اگر باپ نے اسے عاق نہ کیا ہوتا جب بھی وہ عاق ہے کیونکہ شرعًا عاق ہونے کا یہ
مقصد نہیں کہ ماں باپ اسے یہ کہدیں کہ میں نے تجھے عاق کیا بلکہ اولاد اگر نافرمانی
کرے تو وہ خود ہی عاق ہو جائیگی اگرچہ ماں باپ اسے یہ نہ کہیں کہ میں نے عاق
کیا بالجملہ زید گنہگار اور اشد کبیرہ کا مرتکب مستحق عذاب نار وغضب جبار ہے
اس پر لازم و فرض ہے کہ اپنے والد کو جس طرح ہو سکے راضی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ یاد علی وارث صاحب از قصبہ مہنداول ضلع بستی، ذیقعدہ ۱۳۶۶ھ
بکر حکیم ہے اور حکیمی کرتا ہے مریضوں کو جو دوا کا نسخہ لکھکر دیتا ہے، اس
میں اگر ڈھائی روپے کی دوا ہوتی ہے تو ایک چوتھائی یعنی دس آنہ بکر خود لے لیا
کرتا ہے۔ اور تیس آنے کی دوا مریض کو ملتی ہے ایک روز عمرو نے بکر سے کہا کہ
تمکو دوا میں بہت آمدنی ہوتی ہے۔ بکر نے جواب دیا کہ جو پیسہ میں پہلے دوا
میں ایک چوتھائی لیا کرتا تھا اسکو اب مثل سور کے حرام سمجھتا ہوں۔ عمر نے کہا کہ تمہاری
بات کا کیا اعتبار ہے اس پر بکر نے کہا کہ جو مسلمان کی قسم کا اعتبار نہ لائے وہ کافر
ہے۔ اس کا یہ کہنا کیسا ہے؟

الجواب:۔ بکر کا یہ قول نہایت بیجا اور غلط ہے بہت سے مسلمان اس
زمانے میں جھوٹ بولتے رہتے ہیں اگر ان کی بات کا اعتبار نہ کیا جائے تو
اس سے کافر نہیں ہوتا بکر کو اپنے اس قول سے توبہ کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ جناب محمد بخش صاحب عرف بلاقی از فتح پور ہسوہ ۲ ذی الحجہ ۶۶ھ
(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین صورت مسئلہ میں کہ
زید نے بکر سے کلمہ پڑھنے کیلئے کہا بکر نے جواب دیا کہ ہم ہندو ہیں اتنا کہکر بھاگ
گیا ایسی صورت میں بکر دائرہ اسلام میں رہا یا اسلام سے خارج ہو گیا۔ اگر اسلام سے

خارج ہوگیا تو بکر کی عورت اس کے نکاح میں رہی یا نکاح سے خارج ہوگئی اگر نکاح سے خارج ہوگئی تو عدت گذرنے پر نکاح دوسرے سے کرسکتی ہے یا نہیں اور عورت اپنے شوہر سے یا شوہر کے ورثہ سے مہر اور جہیز جو اپنے والدین کے یہاں سے پائی تھی۔ اس کو اور عدت کا نان نفقہ لے سکتی ہے یا نہیں اگر نان نفقہ لے سکتی ہے تو کتنا ازروئے شرع شریف جواب مع حوالہ کتب تحریر فرمائیے عین مہربانی ہوگی ؟

الجواب :۔ صورت مستفسرہ میں بکر کا یہ لفظ کہ ہم ہندو ہیں، اس کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کیا ہم ہندو ہیں، جو ہم سے کلمہ پڑھواتے ہو۔ یعنی اس جملہ میں حرف استفہام محذوف ہے اور اردو بلکہ ہر زبان میں حرف استفہام حذف کرنے کا طریقہ دائرو سائر ہے، ایسی صورت میں نہ بکر کافر نہ اسکی عورت نکاح سے باہر۔ اگر حرف استفہام محذوف نہ ہو، اور یہ جملہ جملہ خبریہ ہو تو بکر جو اس کا قائل ہے کافر ہوگا۔ اسکی عورت نکاح سے باہر ہوجائے گی مہر و نفقہ و جہیز سب کچھ بکر سے وصول کرے گی اور بعد عدت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین صورت مسئولہ میں کہ بعد نماز مغرب ایک جگہ چند اشخاص بیٹھے ہوئے تھے۔ تو زید نے آکر ہر شخص کو نماز اور کلمہ کی ہدایت کرنے لگے اور نماز کی فضیلت بیان کرتے رہے اور ہر شخص سے فرداً فرداً کہتے رہے تم مسلمان ہو کلمہ پڑھو جب زید نے بکر سے کہا تم بھی مسلمان ہو کلمہ پڑھو بکر نے جواب دیا ہم مسلمان نہیں ہندو ہیں، اتنا کہکر بکر چلا گیا۔ ایسی صورت میں بکر دائرہ اسلام میں رہا یا اسلام سے خارج ہوگیا اگر اسلام سے خارج ہوگیا تو بکر کی عورت بکر کے نکاح میں رہی یا نکاح سے خارج ہوگئی اگر عورت نکاح سے خارج ہوگئی تو بکر سے یا بکر کے ورثہ سے اپنا مہر اور جہیز جو کہ اپنے والدین کے یہاں سے

پائی تھی۔ اور عدت کا نان نفقہ لے سکتی ہے یا نہیں۔ اور اگر عدت کا نان نفقہ لے سکتی ہے تو کتنا؟ جواب معہ حوالہ کتب تحریر فرمائیے عین مہربانی ہوگی؟

الجواب:۔ بکر کا یہ کہنا کہ میں مسلمان نہیں ہوں ہندو ہوں، یہ اسکا اپنے متعلق کفر کا اقرار ہے اس اقرار کی بنا پر بکر کافر مرتد ہوگیا۔ اسکی عورت نکاح سے باہر ہوگئی بکر سے اپنا مہر اور نفقہ و جہیز وصول کرسکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین صورت مسئولہ میں کہ زید یہ کہتا ہے کہ خدا ایک نہیں ہے اور بیٹی بیٹا بھی رکھتا ہے۔ ایسا کہنے والا دائرہ اسلام میں رہا یا اسلام سے خارج ہوگیا۔ اگر اسلام سے خارج ہوگیا۔ تو عورت اسکے نکاح میں رہی یا نکاح سے خارج ہوگئی اگر عورت نکاح سے خارج ہوگئی تو عدت گذرنے کے بعد دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں جواب مع حوالہ کتب تحریر فرمائیے عین مہربانی ہوگی۔

الجواب:۔ ایسا کہنے والا قطعاً یقیناً کافر ہے ایسے کہنے والا سورۂ اخلاص اور قرآن کی بہت سی آیتوں کا انکار کرکے کافر ہوگیا۔ اور اسکی عورت نکاح سے خارج ہوگئی بعد گزرنے ایام عدت جہاں وہ چاہے نکاح کرسکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ:۔ مرسلہ محمد یعقوب صاحب بنارس محلہ کمن گڑھا ۲۱ ذی الحجہ ۶۶ھ

زید کہتا ہے کہ مولوی کی مخالفت کرنا خدا و رسول کی مخالفت کرنا ہے اور خدا و رسول کی مخالفت کرنا گناہ کبیرہ ہے، اور بکر کہتا ہے کہ مولوی کی بالذات قول و فعل کی مخالفت خدا و رسول کی مخالفت نہیں ہے نہ باعث گناہ کبیرہ ہے، البتہ مولوی امور شرعیہ بیان کرے اور کوئی شخص مخالفت کرے تو یقیناً گناہ کبیرہ ہے، اور باعث عذاب الٰہی لہٰذا ایسی صورت میں زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟

الجواب:۔ حقیقتاً دونوں کے قولوں میں اختلاف نہیں معلوم ہوتا، زید کا بھی مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ عالم جب حکم شرع بیان کرے۔ تو اسکی مخالفت ناجائز ہے۔ یہ مقصد ہرگز نہ ہوگا کہ امور خانہ داری یا دیگر دنیا کی باتوں میں کسی عالم کی مخالفت درست نہیں اور اگر زید کا مقصد یہی ہے کہ مولوی کے منہ سے جو بات بھی نکلے خواہ وہ دین کے متعلق ہو یا دنیا کے متعلق اس کی مخالفت ناجائز ہے تو زید کا قول غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فہرست مضامین فتاویٰ امجدیہ چہارم

کتاب السیر
از ص ۳۹۵ تا ص ۵۲۹